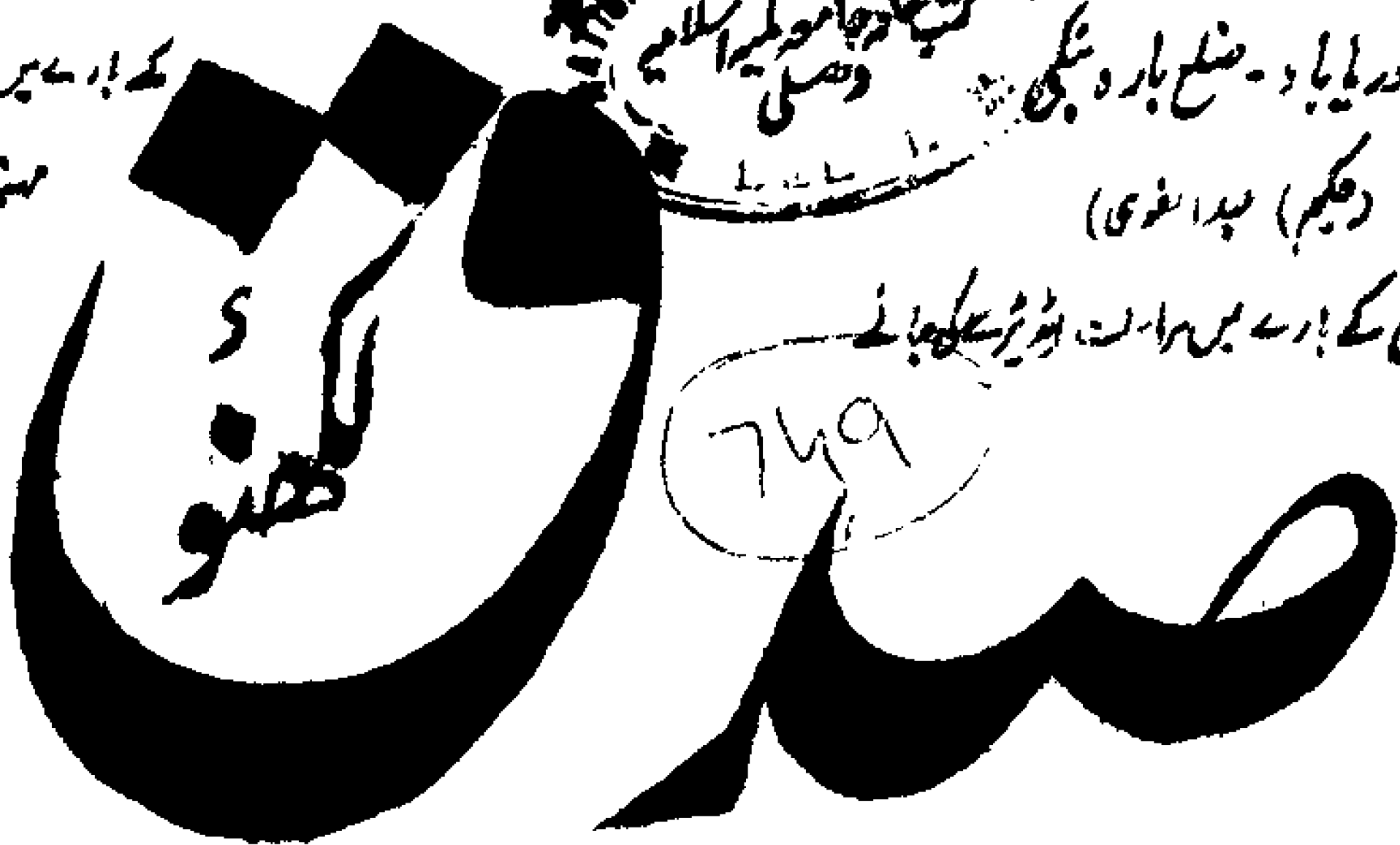


واللہی سجا بالصدق وصداق ہم اولئک ہے المفقون در جو بھی ات لیکر آیا اور میں نے اسکو پچ ماڑ ہی لوگ بہتر (میں)

ایڈیٹر :- عبد الماجد
چند :- دریا باد - ضلع بارہ ٹکلی
نائب (حکیم) بدافوی

کتاب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ
دہلی



شمارہ نمبر ۲۹۱

چند سالانہ
شش ماہی
بروز ہفتہ ملا
قیمت فی پوچہ ۱۰/-

نمبر (۱) دوشنبہ ۲۶ - مئی ۱۹۵۹ء مطابق ۶ - مئی ۱۹۵۹ء جلد ۶

سچی باتیں

۱۲ ۴۵ ۹۵
۱۰۸ ۹۵

خلفہ ہونا کلمت نشان کے علم و فضل کی داستان سے انجان نہیں
تو ہے کہ ہم تہیک کی بھی نہ ہوں۔ ہمارے فلسفہ مستقل اور نئی معجزات
کی کن میں سمجھنے سمجھانے نہ سہی ہٹتے پڑھانے رستے رات
باب اور دروازہ پر داد کے رات سے چلے ہی آئے ہیں۔ ہر وہ
"یوتھ" کا نام کچھ کچھ کی زبان پر ہے اور اسکو اور فلاطون اور
سقراط اور جالینوس اور بقراط کا رعب تو بڑوں جھوٹوں سب سے بڑا
پر چھایا ہی ہے۔ انجان تو تو میں نقشہ اسی سرزمین کلمت آئندہ کا جہان
زمانہ جو مٹی سے بنی ہے۔ تعمیر کرتے ہی آہستہ پیر جان سکی ہو۔ بت
کا خواب۔ گلی گلی زور ملہم دفون کا۔ گھر گھر چرچے ٹکڑوں اور چھوڑی گئی
تہم قدم پہرہ خاندان اور آئینہ کا ادبوں ہر ملک سے آئے ہیں اجی
اسی خاکستر قابیہ کی باہر سے عالی داغ ملک و قلم سے انیس کے
خزوں کے شہدائے انسانی گامی ہر جن سلطنت انیس کی تہ محبت کے
اسیرا چوری چھپے نہیں گئے خزانے

فرہنگ شہر کی شہر میں حسین ترین مسواڑی پگنی ہے کہ اس نے
اپنی بے پناہ فنی کاوی سے اہل شہر کے اعلان کو بنا دیا اور ملک کے
نظام اعلان کو زبردستی کوڑا لایا ہے۔ مقدمہ عدالت کے سامنے پیش ہے
سفائی کی طرف سے پیر کا ملک کے نامور ترین ہر شہر کی پگنی ہیں۔ نہ
تفریب سے مثال لکھتے ہی ہیں لاجواب۔ اور پھر خود بھی اسی من کی

کے پرستار اور اس کے سامنے دل بھی معروض کار ہوا
کی شہر و زین مضبوط جرم ثابت - قریب تھا کہ نہ کا علم صادر ہو۔
صفائے سے لکھا کہ عالی جا رہے ہیں وہی ہیں "تظار" یعنی بے اثر ثابت
ایک ایک کمال ہیں سرنگ کا جمال بھی ایک ایک اشارہ ہوا
تھا تا زمین کے مسجور میں کا بالائی حصہ برہنہ تھا ابھی اس کا انحصار
کسی شاعر کے عالم خیال میں نہیں کسی رئیس کے دیوان خانہ میں
کسی تعمیر کے شمع پر نہیں! انا بید اور مشک مزاج کا فانی عابد
کے کمرہ کے اندر! کلاسیکل! کثرتی! انسانی بیکو پڈ! بڑا بنگا و غیر
میں اس قسم کی مصائب جو وہ ہیں :-

استاذ کے پاس اس تو پہ لکھا کیا جواب لکھا؟ چوری کی انکسیر
خبر! جج کے حواس رنجست، قانون کا احترام غائب، عدالت کا ونا
ایک خواب! اور ملک سرزمین کے سچے رہائی کا! تو بن عدالت کی
کی جگہ پر دروازہ آزادی! ————— یہ سنی ہیں "نئون" بیضہ کی فہ
کے۔ ایک جھونک ہے شہر و علم پر درویشوں کی آتش خور کی
ہی کوئی تیار درخت "سندھ" نشان تھا کہ نہ لیت زواریاں خور کریں ہی
شرافت پر ملا مزدورت گھر کی چار دیواری کے باہر قدم نہ رکھیں! ہر ٹکڑی
میں تو جسم چھپائے ہوئے، نظر پڑائے ہوئے، آنکھ جھکائے ہوئے
ہواؤں کا سایہ بھی، پنے اوپر نہ پڑنے دینا، ایکڑوں انکم اکثریں
کاوریہ "مال زادوں" سے خبر پڑے ہیں، محفل طرازیوں کے سچے گم
قائدان ہیں! میں! شرم دیا کی زندگی میں، عصمت زانوں کی

باعث، جنگ کی عادت پڑ جاتی ہے۔ کوئی قبیلہ جوں جوں
 قتل میں ترقی کرتا جاتا ہے، خواہ وہ ذراعت سے ہو یا
 صنعت و حرفت کی ترقیوں سے ہو، اسی نسبت سے اس
 میں جنگجوئی کی عادت بڑھتی جاتی ہے۔ اس لیے کہ دولت کے
 ساتھ ہی اس کے مالکوں میں تو جذبہ دفاع پیدا ہو جاتا ہے
 اور اس سے محروم ہونے میں جذبہ اذہام، انگلو، کیسنگٹن، انگلستان
 کی تاریخ خود اس پر گواہ ہے، کہ دولت و کیم، سمندر پار والوں
 کی نسبت کس طرح گریزی۔ اور پھر جب یہ لوگ قابض و ستم ہو گئے
 تو خود انھوں نے بیرونی حملہ آوروں مثلاً ولیم (۱۷۷۳ء) کے
 کی افواج کا مقابلہ شروع کر دیا۔ (انسائیکلو پیڈیا آف نیشن
 تالی - جلد اول، صفحہ ۲۷۷)

کیا خدا کی شان ہے کہ اسی معجم کو لیکر جب مغربی مونی فہمیت قیامت
 کا عنوان اختیار کرتا ہے، اور جس دنیا و دہشت جادو ان کے غلامان تعلقین کہنے
 لگتا ہے، تو بسویں صدی کے "رہشن خیال" پڑھنے والے کی پیشانی پر کھینچنا
 پڑنے لگتی ہیں، لیکن بعینہ وہی معنوں حب عبارت اور مضامین جس کے
 فرق کے ساتھ مغرب کے مشہور مفکر سیاسی اور فہمیر لٹا سکی (لندن
 یونیورسٹی کے استاد سیاسیات) کی زبان سے ادا ہوتا ہے، تو اسے ملکہ مغرب
 کی تازہ ترین انسائیکلو پیڈیا میں لے لے۔ اور جو سکر تین آئی زبان
 سے بھی شہادت پہنچے، لکھا ہوا کلمہ داد لکھ فہمیت کی!

دفتر عمل! "میں ہوسوں وہلی سے لاہور چوسچا، تو مجھے دفتر
 اطلاع ملی کہ اب ایک بانی میں دفتری اخراجات کے لیے
 موجود نہیں۔ نہ شاہ صاحب کے مقدمہ پر خرچ کرنے کے لیے
 اور نہ دفتر کو چلانے کے لیے روپیہ موجود ہے۔ سب سے زیادہ
 ہماری جماعت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سستی مقبول ہے
 لیکن مجھے انیسویں سے کہنا پڑتا ہے کہ جتنا روپیہ ان کے شاہجی انکی
 زیارت کے لیے اور مقدمہ دیکھنے پر ریلوے کو کرایہ میں دیا ہے،
 اگر اس کا نصف بھی شاہ صاحب کے مقدمہ کے لیے دیا جاتا،
 تو مقدمہ کا کام آسانی سے چل سکتا۔ شاہ صاحب کی بریت
 کی خبر سن کر اکثر شہروں میں جلوس نکلتے۔ عمرت دہلی میں دوستوں
 سننے اخبار مسرت میں ایک ہزار روپیہ آپس میں جمع کیا یہ
 خرچ کر دیا۔ اور شہروں میں بھی ایسا ہوا ہے، لیکن شاہ صاحب
 پر جو دوسرا مقدمہ ہے، اس کے لیے دوستوں نے کیا بھیجا، لکھا
 جواب نفی میں ہے۔۔۔۔۔ دوستوں کا عجیب حال ہے کہ سیاسی
 مقدمہ پر خرچ کرنے کے مٹھائیاں کھا رہے ہیں۔"

دور: "بیبی ارمین لکھنؤ میں، صدر مجلس احرار نے اپنے ایک نائب راہ میں
 میں فرمایا: "بیبی یہ حال جماعت احرار کا ہے جو مشورہ ہے اپنے جوش عمل کے لیے
 تو پھر ان بیچاروں کو کون کسے جو پچھلے جن سے مشہور ہیں بے عملی کے لیے۔۔۔
 عمرت ایک شہر میں ایک ہزار روپیہ مٹھائی میں آڑا دینا، دوسری قومیں جن
 محروم ہیں ان کی بھلائی تو کم کرتی ہوئی، کہ ان کے اس کاں میں نہیں ملے اپنا

ریکا ڈیٹا کم کر دکھایا!

خود فراموشی کی ایک مثال

"بودا پرست - ۱۲ - اپریل -

اسٹائن نے باشو ایک سپاہیوں کے نام: "ازد فرمان باری
 کیا ہے کہ ناچ گھروں اور تفریح گاہوں میں غیر ملکی لڑکیوں اور
 خوبصورت عورتوں سے نہ ہم کلام ہوں نہ ان کے ساتھ بے تکلفی
 برتیں بلکہ ان سے علیحدہ رہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کسی غیر حکومت
 کی نیا سوس ہوں۔"

"انقرہ - ۱۰ - اپریل - ترکی حکومت کو ایک خفیہ سازش کا
 پتہ چلا ہے جب کا مقصد ترکوں کے از عاقل کرنا اور ترکوں
 کے اختلاف کو تباہ کرنا ہے۔ سازش کا اہم شائبہ تھنول میں
 ہوا ہے جہاں غیر ملکی رہائشیوں اور گھرانے والیاں غیر معمولی
 لڑتے آتی شروع ہوئی ہیں یہ تمام باتیں زیادہ تر
 فوجیوں کوں کے قریب۔ وزیر جنرل انیسویں کے قریب رہنے
 والے پیش کرتی تھیں۔ پولیس نے تفتیش کی تو یہ چلا کہ
 یہ برمن حکومت کی تنخواہ دار رہائشی تھیں، انگریز کی ماہ
 کے تکی میں دار رہتی تھیں اور ان کے پاسپورٹوں پر ان کا
 وطن انگریز درج ہوا تھا۔ پولیس نے حکومت کے علم سے
 انکیزن سے ملک بدر کر دیا ہے، اور تین دنہ کے لیے غیر ملکی
 رہائشیوں کا داخلہ بند کر دیا ہے۔"

اسٹائن نے جو کچھ کیا اس کے لیے وہ تو مجبور تھا اس خلیج کے پاس
 اس سے زیادہ دشمن اور بھتی کیا۔ وہ بیچارہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ جرم
 جاسوسی سے قطع نظر، قاضی اور فحاشی سچاے خود بھی سنگ اسانیت
 ہے، سنگ اسانیت ہے عورت کی سزاوت کو تاراج کر ڈالنے والا،
 اسانیت کے شریک کو غارت کر کے رکھ دینے والا ہے۔ عبرت کی نظر سے
 لڑکی، "رہشن خیال" کی ترقی و دست و سجد و نود، ٹرکی، انارکالی
 لڑکی کی خبر کا پڑھیے! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے
 قانون کا احترام آتا بھی نہیں جتنا پولیس کی رپورٹ کا دستن کی ملانہ
 اجازت، نفس کی پوری آزادی، حرام کاری اور حرام خوردی کے باب میں
 حکومت وقت کی طرف سے کامل اور اسی - جرم عورت یہ کہ کبھی کوئی
 - ایک سادہ انت قلعوں اور بارکوں کا مال نہ جانتا ہے یہ ہے وہ اختیار
 سے اور اپنے کو بیوی بولی لڑکی جسکی "ترقیوں" کی حکایتوں پر اب
 اپنے اپنے جہاد و ستار والوں کو بھی زہد آ جاتا ہے!

جاو کی جاگ

"جاوہر فاضل ہمارے ملک وطن کا
 غنہ ہے۔ ہم نے رت سے اس کی نافرمانی شروع کر دی
 ہے، اور اسے اپنی سرپرستی سے محروم کر دیا ہے۔ بلکہ
 ہمارے اس کے تو کہیں زیادہ، اس کی نذر ریورس میں
 ہو رہی ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ یہ نر مراد از سر نو زخم
 کیا جائے۔ جاوہر مغربی ملک کی حریت پر ہم نے اپنے
 اس بھی، کب جہاد و گروں کا قلعہ قائم کر دیا ہے

اور ارادہ کر لیا ہے کہ آئندہ اس فن کو زنی دے کر رہیں گے چنانچہ ہر ایک
اس سے کہیں رکھتے ہوں وہ مزید حلاوت آئندہ میں بیگ کرے
کلکتہ سے طلب فرمائیں۔

ہر خلاصہ ہے ایک انٹرن کالج آئندہ میں بیگ کر کے آنری مگر ٹری کی طرف
سے انگریزی۔ زمانوں میں شائع ہوا ہے اچھے جادو کا بھی جادو تعلیم باقی
و اغویں پر چلے گا۔ جادو کرنے کے لئے یہ وہ لفظ ہے جس سے ہم آپ کو
تھے اور جتنا نام بھی پڑے گھنوں کی صحبت میں زبان پر لاسے سے جھپٹتے تھے
لیکن ذہن کو جو کچھ نام خالص انگریزی طرز کے مل گئے اس لئے اب "انڈین
بیگ کر" سرزد ہے اور "Sanskrit" سے جو ہمیں ہماری باقی
غزابل میں جو اذیت ہے کہ عرب میں بھی تو ایسے کتب قائم ہیں اور اس دہلی کے
آگے جاری ساری منطق بے دست رہا اور ہماری "روشن خیالی" تنگ رہا۔
عہد جاہلیت کے خرافات میں سے کون سے جزئیہ ابا ہے جو اس عصر علم و
بہ ادبی میں نئے سہ سے مذہب کو نہ رہے گا و سحر و کمانت کو آپ اپنے
نزدیک جیشہ کے لئے فن کر چکے تھے، دیکھیے وہ ایک کس کس طرح ابھرتے
ہیں! جادو، شاعری کی دنیا میں بہت، وہی نکتہ جگایا جا چکا، اب اسکی جاگ
کا وقت واقعات کی دنیا میں آگیا!

ترک جبر ۱۹۴۰ء - ۲۵ مارچ - تقریباً چار ماہ کے بعد

پنجاب اسمبلی میں پرائمری ایجوکیشن بل پر غیر متکث جاری دلی
گورنمنٹ سوشل و سندرکاران اسمبلی نے مخلوط تعلیم سے متعلق دلائل
پر اعتراض کیا تھا اور صوبہ کے اسلامی حلقوں میں انہار نہ ہونے
کیا گیا تھا اور انہار مت نے بھی مخالفت کی تھی۔

آج بحث کے دوران میں آریبل بیاب عہد اکی وزیر تعلیم نے
اعلان کیا کہ چونکہ اسے عام مخلوط تعلیم کے خلاف ہے اور
پرس اور لیٹ فارم سے اسکے خلاف فہم آواز اٹھائی گئی
ہے اس لیے حکومت لڑے اور لڑا کیوں کی تعلیم پر زور نہیں دیگی
۔۔۔ ہاں اگر والدین یا سرپرست اپنی مرضی سے ان لڑکیوں کو
لڑکوں کے اسکول میں بھیجنا چاہیں تو کڑا سخت نہیں ہوگی،
البتہ حکومت انہیں ایسا کرنے پر مجبور نہیں کرے گی۔ آج سے اس
امر کا بھی اگلا وقت کیا، کہ پچھلے پانچ سالوں میں ۲۰ ہزار لڑکیاں
لڑکوں کے اسکول میں داخل ہو چکی ہیں۔

گویا اتنی بڑی مخالفت اور شدید احتجاج کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ مخلوط تعلیم پر
فی الفور مجبور نہیں کیا جا سکا، درست صورت تو یہ ہے کہ اب جا چکا!

گویا شراب نوشی پر کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکا، منشی سے احتیاط و اجتناب پر
کوئی سزا درست سزا نہیں ہوگی، مرث شراب کی دوکانیں ہر طرح آراستہ و
پیراستہ، دلکش، باڈی نظر اعلیٰ گل گھول دی جائیں گی، شادوں، دھنوں
غلیبوں، ادیبوں کی زبان سے شراب کی مزیدار باں بیان ہوتی رہیں گی، اہل انک
کو جب لوگ خود اپنے حقوق سے شراب خانوں پر ڈٹ ڈٹ کر گھسے گھسے تو انک
سے فریفتہ میزبانی کا اعلان کر دیا جائے! کیا خوب ہے یہ میسوس عہد کی

سیاست کا ترک جبر جو مزادوں سے جبر ہے!

ایک غلطی کی تصحیح

ملا کی بھی باتوں میں ایک جگہ آیت قرآنی کا
آخری ٹکڑا ان الفاظ کے ساتھ درج ہوا ہے، ایک انت العزیز الحکیم۔ صبح اٹھا
ایک انت العظیم الحکیم ہونا چاہیے۔ سکون کے غلط ہو جانے میں ترجمہ و تشریح
میں بھی غلطی پیدا ہو گئی۔ اب عبارت ذیل کے اک
"اختیار دالے اور حکمت دالے تو صرف آپ ہی ہیں کہ جھکے لئے"۔
بجائے یوں پڑھا جائے:-

"علم دالے تو صرف آپ ہیں۔ اور آپ ہی جھکے لئے"۔
قرآن مجید کے باب میں چھوٹی سی چھوٹی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے، اُن صاحب
کا شکر یہ جنہوں نے اس پر متنبہ فرمایا۔

کلکتہ کے جدید میسر کلکتہ سے خبر آئی ہے کہ مشہور ڈی کارکن اور مسلم
لیگ کے زبردست رکن، عبدالرحمن مدنی ایم اے، ایل ایل بی، ایم ایل سی۔
کلکتہ کا بورڈن کے میسر منتخب ہو گئے ہیں اور یہ حکومت بلدیہ کا سب سے بڑا
اعزاز ہے جو کسی شہری کے منصب میں آسکتا ہے۔ یہ عبدالرحمن مدنی (ملک)
دہلی میں جو ایک زمانہ میں محمد علی کے مشہور و معروف انگریزی ہفتہ وار کا مرتب
کے میجر اور نائب سب ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ اس رشتہ سے مدنی کی بھی مخلصانہ
سہار کیا قبول ہو۔

تصحیح ۳۰

پچھلے نمبر میں یوں تو غلطیاں متعدد رہیں، لیکن ذیل کی
دو غلطیوں نے تو بالکل ہی مطلب خط کر دیا۔ انکی تصحیح ہر حال ضروری ہے!
ص ۱۰ سچی باتوں کے کالم ۲ کے شروع میں جو اقتباس "جسے اسکے آخر میں
ایک فقرہ یوں درج ہے، "بنیادی مسائل کی تلاش ہی"۔ اہم مرث فقرہ یہ تھا
"بنیادی مسائل کے حل کی تلاش ہی"۔
ص ۱۰ کے آخری پر اگر ان کے ذرا اور یہ فقرہ درج ہے "کیا پسب
مقدار و دلفیہ خوار سکا برطانیہ میں" یہاں ہری عبارت صحیح ہو کر رہ گئی ہے
صبح عبارت یہ تھی:-

"کیا یہ سب مذاہمت، دلفیہ خوار کا گاہیں ہیں؟ لیکن اگر کوئی اسکے
جواب میں، اسی طرز استدلال کی پردہ ہی اس سے دہرائے اور سسکا گاہیں
کے مخالف علماء امت کے نام پیش کر کے یہ ادبانت کہے کہ کیا یہ سب غدار
ملت و دلفیہ خوار سکا برطانیہ میں؟ لیکن حقیقت یہ سوال و جواب
دونوں "ان"

موسیقی کی تعلیم

ایک اطلاع ہے کہ اب ہمارے مدارس نازہ کی تعلیم کاغذوں کے لئے
موسیقی کا ایک پروگرام تعلیمی مرتب کیا گیا ہے! خدا ہم پر رحم کرے۔
موسیقی ایسے مسائل میں داخل ہے،

سورہ آل عمران رکوع ۱۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(از عبد المجید)

و احمداً آقا بول، نہ
خالت من قبلہ الرسل
آفاق مات از قتل
انفیت من انتقام میں
محب کل مقبہ کل
نیز از شیدا و سبزی
و خدائے کل
و امان نفس از قوت
الباذن اللہ کفایت
و من یزد و یب
نما و من یزد و یب
الفرزہ و یزد و یب
الفرزہ و یزد و یب

اور محمد میں رسول ہی تو ہیں۔ گھر چلے ہیں
اُن سے قبل (اور میں بہت سے) رسول۔
سو اگر انکی وفات ہو جائے، یا وہ قتل ہی
کر دیے جائیں، تو کیا تم اسلئے بے پروا ہو جاؤ گے
اور جو شخص نے بے پروا ہو کر جاننا، وہ اللہ
کا کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ
بڑا اور بڑا شکر گزار اور بڑا
اور کسی شخص کے لئے موت آجائے امان میں
و ان ملک خدا کے اپنی سیوا لکھی ہوئی ہے
اور جو شخص دینی لٹے ہاں ہمارے ہم اسکا دیکھتے
ہیں اس کا کیا حال ہوگا۔ اور جو شخص خودی
لٹے ہاں ہمارے ہم اسکا دیکھتے ہیں (اور اللہ تعالیٰ)
کا جہاد۔ اور ہم غریب و محتاج شکر گزار اور بڑا

سے توبہ کے لیے اگر بڑی لٹ میں ہے کہ جو کہ نفسی معنی میں ہے تو وہ شخص جسکی
مرحمت بہت اکثریت سے ہمارا کی جائے، یا جو صفات سے کجا کجا ہو۔ تو
سے نکال دے کہ یہ نام اہل عرب کے درجہ ان شاذ و نادر ہی ہوتا تھا۔ (و اللہ اعلم)

اللہ (اور میں بے قیاس ہوں۔ کوئی قیاس منظر خدا تو اس میں)۔ اور تم سمجھو
کھتا ہے کہ "موت" اپنی طرف سے آخر تک وہی لقب اپنے لیے برقرار رکھا جو شروع
میں اختیار کیا تھا، اور پھر خیال ہے کہ وہی لقب الیہ و ذیہ و بیہ و بیہ
و اعلیٰ و سفلیٰ میں ان میں دیکھتے ہیں پھر خدا (و اللہ اعلم) (و اللہ اعلم)
تھے (و اللہ اعلم) اپنے وقت ۲۴ گانہ دلائل پاکر، پہلے اس میں جبریت کی
کوئی بات اور انکی حقیرانہیوں کا کوئی سہارا ہے۔ حضور کی وفات کے حال
عظیم (و اللہ اعلم) اس کا نقشہ بھی سہو منہ کوہ شیبہ نے حضرت
ابوبکر صدیقؓ اس ثابت کی، عمل لاءت کہ کہہ سب کے لہذا کو قائل کیا
تھے (و اللہ اعلم)

اللہ (و اللہ اعلم) اس کا نقشہ بھی سہو منہ کوہ شیبہ نے حضرت
ابوبکر صدیقؓ اس ثابت کی، عمل لاءت کہ کہہ سب کے لہذا کو قائل کیا
تھے (و اللہ اعلم)

اللہ (و اللہ اعلم) اس کا نقشہ بھی سہو منہ کوہ شیبہ نے حضرت
ابوبکر صدیقؓ اس ثابت کی، عمل لاءت کہ کہہ سب کے لہذا کو قائل کیا
تھے (و اللہ اعلم)

۱۔ و کائنات من نبی قتل
ریتین کثیر، نما و یب
لما انساہم فی سبیل اللہ
ما یستحقوا، ما استکافوا
راشد کعب العشرین۔

۲۔ و کان قوم اوان
تا لو اربنا و عفرنا و ذیبا
و اسرافنا فی امرنا
ثبت لہما و انما کان اللہ
فاطم اللہ و اب الدینا
حسن و اب الخیر و اللہ
حسب انہین۔

۳۔ (اپنی سب مشیت)
۴۔ (آخرت سے محروم رکھ کر)
۵۔ یہ حقانی کی طرف سے وعدہ و وعید ہے۔
۶۔ (حنسوں سے نعمت الہی کا شکر یہ یوں ادا کیا کہ جہاد میں شریک ہو
اور جنگ سے جی نہیں چرایا۔)
۷۔ (راہ حق میں۔ جہاد فی سبیل اللہ میں)
۸۔ (و اللہ اعلم) (و اللہ اعلم)
۹۔ (و اللہ اعلم) (و اللہ اعلم)
۱۰۔ (و اللہ اعلم) (و اللہ اعلم)

(و اللہ اعلم) (و اللہ اعلم)
اللہ (و اللہ اعلم) اس کا نقشہ بھی سہو منہ کوہ شیبہ نے حضرت
ابوبکر صدیقؓ اس ثابت کی، عمل لاءت کہ کہہ سب کے لہذا کو قائل کیا
تھے (و اللہ اعلم)

اور کہتے ہی نبی ہو چکے ہیں کہ انکے ساتھ ہو کر
بیت اللہ والے لڑتے ہیں۔ سو قسمت باری
انہوں نے اسلئے ہر سے جو انہیں پیش کیا
امد کی راہ میں اللہ کے کرم و کرم سے اور
و بے۔ اور اللہ محبت و غنا ہے نہ ہر (و اللہ اعلم)
و اللہ سے

اور ان کا قول بھی بس ہی رہا کہ لے جائے
پھر درکار بخش دیکھے ہمارے گناہوں اور ہمارے
عد سے نکل جائے کو۔ اور ہم کو
ثبت لہما و انما کان اللہ
فاطم اللہ و اب الدینا
حسن و اب الخیر و اللہ
حسب انہین۔

۱۱۔ (و اللہ اعلم) (و اللہ اعلم)
۱۲۔ (و اللہ اعلم) (و اللہ اعلم)
۱۳۔ (و اللہ اعلم) (و اللہ اعلم)
۱۴۔ (و اللہ اعلم) (و اللہ اعلم)
۱۵۔ (و اللہ اعلم) (و اللہ اعلم)

(و اللہ اعلم) (و اللہ اعلم)
اللہ (و اللہ اعلم) اس کا نقشہ بھی سہو منہ کوہ شیبہ نے حضرت
ابوبکر صدیقؓ اس ثابت کی، عمل لاءت کہ کہہ سب کے لہذا کو قائل کیا
تھے (و اللہ اعلم)

نہیں مل گئے ہیں؟ کر بلا میں جان دے ڈالنے والے محسن مسیحی تھے یہی تھے؟
نہ تھے؟ پروردگار میں سرگماں نہ ہونے والے محسن محمد تھے، ابو حبل نہ تھا؟

ہما و نین کر امی

صدق، صدق، صدق کے انبیاء پر مخلص نے
بھپٹی بنا رمویں میں تو کا علیہ... اذاعت صدق کی میں عنایت فرمایا
آئینہ شہید کے ساتھ نہ لگا... نشان کچھ اخباریں نہ لگے۔ یہ مثال باطل
پہلی نہیں۔ وہ ایک اور عنایت فرامی... باہی سرنگے ہیں۔ نیامنی میں جوش
آیا، اور منی آؤر با یکسے نیچر کیا کر کے نام رو نہ کر دیا۔ اس سے اپنے عذاب
نیامنی کو جو کچھ بھی شکین ہو جاتی رہا لیکن یہ صدق اور بتناز ایسے تمام کلموں
کی خدمت میں عرض ہے کہ... اور خود انفرائی کا بھیج، مناسب، کوڑ طریقہ
یہ نہیں، کہہ سرت یہ ہے کہ اس رقم کے ساتھ خرمیادوں کی نرسٹ ضرورت
کی جائے۔ اصل قصہ تو پرچہ کی آواز کا، پام کا، دور تک پہنچا ہے،
اور اسکے حلقہ تبلیغ کو وسیع کرنا ہے، اور یہ سرت اسی سرت میں ملج ہے
کہ ناظرین کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے۔ نہ یہ کہ، فرمیں، رقم پر رقم پہنچتی ہے
آری علیہ السلام کا جن کرم فرما سے وصول ہوا، انہوں نے کسی طرح نرسٹ خرمیادری
عنایت نہ فرمائی، مجبوراً انفرائے خود اپنی تجویز سے ۲۲ رعایتی خرمیادوں کے
نام یکم سی سے پرچہ جاری کر دیا۔

حکمت و موغظت

شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، مولانا سید
ناظر حسن صاحب آج کل تعطیل کے زمانہ میں اپنے وطن موضع گیلانی (ہزار)
میں ہیں۔ تازہ گرامی نامہ بھی حسب معمول، عقائد و سعادت سے بھر دیا ہے۔
ذیل کا اقتباس، موسریت کی اجازت کے انتظار کے بغیر، بہ سرت تمام نذر ناظرین
"آج کل گیلانی کے اس دیار میں پڑا ہوں۔ غم کا ڈھنگا ہوا سال
گزر رہا ہے۔ گویا بچاس اچانک سامنے آگیا، دو چوبیسے یہ گزرتا
رہا، کچھ نہیں معلوم کہ اس حساب سے کیا ہو۔ اب ہر کا دہانہ زیادہ
پیش نظر رہتا ہے۔ دل میں ایک پرا نا جذبہ سیاحت کا تھا لیکن
تھوڑی سی سیاحت کے بعد معلوم ہو گیا کہ ہر جگہ رہی آسان وہی
نہیں، وہیں پانی وہی آدمی۔ اسکے وہی کو ازم ساتھ ہیں جو کچھ
انچہ گاؤں میں سب سے پہلے نظر آتے تھے۔ بہت کم اضافہ
معلومات کا اس سیاست کی راہ سے ہوا۔ اب البتہ ایک سفر اڑ
رہا ہے، اور اس میں توقع ہے کہ اس بے غل سے دو چار ہونا
پڑے گا کہ اخفی لم من قرۃ، سین کے ساتھ، فلا تلم نفس
کا، علان کیا گیا ہے۔ اسی لیے ان پر غصی آتی ہے، ان کی عقل پر غصی
آتی ہے، جبکہ مطالبہ ہے کہ آئندہ وہی ہو یا اسی کو ہونا چاہیے
جو اس وقت ہے یا ہو رہا ہے۔ چونکہ مذہب اسکو جو وہ نظام
سے مختلف قرار دیتا ہے اس لیے اسباب سبیل کے ساتھ (۱۴)
کا تو لے لگا کر، اس بندہ کے ساتھ آنکھیں بند کیلتے ہیں جس نے
مذہب کے وجود کا انکار آنکھ بھیج کر کر دیا تھا۔ اس غیل سے بڑا
ذوق حاصل ہوتا ہے کہ ان غا و شہ نانی اسکے بعد کچھ آریا کر

دہ پیش نظر قرآنین سے بالکل مختلف ہو گا۔ کسی عجیب باتیں نہ کی
اسی بے کما گیا ہے کہ آئینہ کی زندگی حب جنات کے معلوم نہ
ترقی کر جائیگی تو آدمی اس سے تجویز نہ چاہیگا، جسکی وہ بہ
اسکے بعد ہی قرآن میں یہ ہے کہ رب کے کلمات لا محدود ہیں۔
برائی سے تو آدمی بھاگ جاتا ہے، لیکن لذت کی تو دنیا دی ہی ہے
پہلے۔

ادب، استفادہ کی توفیق چاہیے والے، پڑھنے والوں سب کو نصیب کرے۔

ایک بزرگ قوم کا ابتلا و

برائے (۱۵) میں نور انعم کا، اور دوسرے مفید کام کیسے رہے، اور
اب ٹھکان کوٹ در پنجاب میں راز اسلام کا کام سنبھالے ہوئے ہیں۔ اپنے
ایک مکتوب میں مٹھا لکھتے ہیں:-

"خیال تھا کہ وہاں مولانا ابوالاعلیٰ صاحب کا ساتھ ہو گا، تو ان سے
کافی فائدہ اٹھا لیا۔ گروہ وہاں نہ لگے۔ پھر اسد صاحب کے
آنے کی توقع ہوئی، ان غریب کو احمد کرے، اپنی نہیں ملتی
انکی بیوی بچے ہیں پڑے ہیں۔"

یہ اسد صاحب آسٹریائی نو مسلم مولانا ابو یوسف لڈو میں محمد اسد ترجمہ شائع
میں جمع ہجرتی ہیں، جن کے علمی و تحقیقی کاموں کا تذکرہ صدق اور سچ کے صفحہ
میں بار بار آچکا ہے۔ ان بچا رسہ کو سیاہی سے کیا دہ سند، اور خدا معلوم
وہ جس جرم میں احمد گز میں نظر آئے ہیں، سوا اسکے کہ کسی زمانہ میں جرم نہ رہا ہے،
اب تو مدت سے پنجاب میں ہمارے ساتھ، اور خاموشی کے ساتھ ہر قسم کے شہ
شعب سے الگ، سفید ترین علمی و دینی خدمات میں لگے ہوئے تھے۔ حیرت ہے
کہ پنجاب کا اسلامی پریس اس بگناہ کی حمایت میں کچھ نہیں لکھتا، اور نہ مسلم
ارکان، سبیلی، کو سنل، اور دوسرے معززین و علماء کی طرف سے کوئی تحریک
سننے میں آئی!

ہندو کی نرسٹ

نظر آئے نہ جلوہ ہر گھڑی کی بزرگ محمد کا
دل سے دیر، دل میں ہے اپنے گھر محمد کا
کے کہہ کر نہ محبوب و د عالم پھر جہاں سارا
کہ خود ہی عاشق و عاشق ہے حب اور محمد کا
کس کو یقین آئیگا کہ یہ نذیرہ اشعار کس مسلم کے نہیں ایکٹ و کے ظم سے ہیں، پہلی میں آندو
زبان کے ایک بالکل، نشی پیار سے دل روئی گزرتے ہیں۔ انتقال کو ابھی چند ہی
سال ہوئے ہیں، ۲۰-۳۰ سال اُدھر ایک اموار سالہ کمالی نامے زبان ہی
کی خدمت کے لیے نکالا تھا، ایک دیوان روئی سخن کے نام سے موت ہوئی،
حب چکا ہے۔ حال میں دوسرا محبوبہ کلام روئی کے نام سے کا سیتھ، اور سبھا
دہلی نے شایع کیا ہے، اس کے شر اسکی ہی درج ہیں، ہندوؤں میں کاسیتھوں
اور کشمیری ہندوؤں نے اپنے آپ کو اس طرح اسلامی تمدن میں رنگ دیا تھا، کہ
دین و لباس، کھانے پینے، اور سب سے بڑھ کر زبان کے معاملہ میں، ان میں آو
مسلمانوں میں کوئی امتیاز ہی باقی نہ رہا تھا۔ اور اس قسم کا کلام ان حضرات
کے ہاں آج سے کشت، و نشت، تیار عام تھا، لیکن سوال تو موجود ہے مٹھن کی

تین تہا اتمہ ہزار ائمہ نے اپنے سرے لیا۔ ہم لوگ اگر ”درے“ اور ”قدے“ نہیں تو کم از کم ”قیلے“ ”سختے“ ”قوائلی“ دکر ہی سکتے ہیں۔

بعض کرم فرماؤں سے

”حضرت کرم ذریعہ علم دوم بھکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خالص اسلامی راہنمائی مطلق کی بنا پر ذیل کی درخواست پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ امید ہے کہ اپنے نہایت پیش قسمت وقت سے ادیس فرست میں وقت نکال کر تاملتہ کو جو اللہ اس کی عزت خاصہ خواہ توجہ فرما کر عند اللہ اجود در تاجہ کو شکر اذریں کا سونچ و نیچے۔

ناچیز نے بڑی محنت سے ... کے متعلق محققانہ و جامع کتاب لکھی ہے جسکی جنوری فرست روانہ خدمت عالی ہے میں اپنی ساری محنت کو ناقص سمجھوں گا اگر کتاب بغیر آپ کے مقدمہ شایع ہوئی۔ لہذا براہ کرم رعایت اپنا ایک نتیجہ اور تحقیقی مقدمہ اپنے اللہ کرم کے لیے لکھ کر روانہ فرمائیں۔ اسکے اجر میں ذکوہ کلام ہی نہیں باقی چونکہ اس کا ضائق ... سے ہے لہذا اس نیکی کا اجر بھی ذیادہ لاکھ لکھا جائیگا ... کتاب بالکل تیار ہے۔ صرف آپ کے رحم سے ہانتار ہے۔ اگر اندرون ہفتہ دستیاب نہ جائے تو احسان پر احسان اور اجر پر اجر مانا۔ ملک جواب کے لیے لغوت ہے۔“

یہ تازہ ترین نوڈ ہے ان فرمائش ناموں کا جو تقریباً ہر مہینہ (لکھتے ہیں) اس سے بھی جلد جلد مرید صدق کو موصول ہوتے رہتے ہیں۔ اور فرمائشیں صرف مذہبی کتابوں کے مقدمہ، دیباچہ، تقریباً تک محدود نہیں، سیرت، تاریخ، شعر، افسانہ و ادب، سیاسیات سب کے لیے فرمائشیں اسی طرح کی موصول ہوتی رہتی ہیں، اور اللہ اور رسول کے واسطے دلا دلا کر گویا ایک سنگدل کو موم بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جسکے ذمت کی قیمت کل چند یہ الفاظ ہیں! اور اکثر تودہ ”مدح“ بھی دو چار مرسلوں کے بعد ”قدح“ میں تبدیل ہو کر رہتی ہے! پھر مزید یہ کہ قلیل ارشاد کم سے کم مدت میں، جلد سے جلد کی جائے! اور دیباچہ یا مقدمہ جو کچھ بھی ہو، کتاب کے اشتہار کا کام بہر حال دے سکے! اور اب آخری اضافہ یہ ہوا ہے کہ سوسہ کتاب کے پیش نظر ہونے کی بھی ضرورت نہیں! ”اشتہار“ ہوں ہی آگے بند کر کے، بعض مصنف کی شخصیت پر اعتماد کر کے لکھ دیا جائے! ... اللہ اور رسول کے بھنے دے سٹے غریب مقدمہ نگار کو دلائے جاتے ہیں، خدا سلام! اسکے نصرت بھی کسی مصنف تمام اپنے ضمیر کو بھی دیتے ہیں!

”تعلیم“!

”کر اجی۔ م۔ سی۔ وزیر صوبہ سترجی ایم سید نے

جو کا تقریر طلب کی تھی، بالآخر کل اس نے دارالکائنات کی ایک کمیٹی مقرر کر دی جسکا کام یہ ہو گا کہ اہل سندھ میں کسی طرح موسیقی کی روح بیدار کرے۔

کمیٹی کے سپرد اس امر کی تحقیق ہوئی ہے کہ صوبہ کی تعلیم میں گٹا ہوں ہیں، مختلف درجوں اور سطحوں میں موسیقی کیونکر داخل کی جائے، اور گائے گا کدوس میں ہی ابتدائی اور ثانوی مدارس کے لیے تیار کرنا، اسکے سپرد ہوا ہے۔ کمیٹی ایک مہینہ میں اپنی رپورٹ وزیر تعلیم کے سپرد کر دینی چاہیئے معارف و ذراعت آمدنی۔ (باقی پڑے)

کی تصدیق کسی نہ کسی رنگ میں ہوا ہوئی ہی رہی ہے۔ عمر آباد، شیخ شادی اور لکھ (ملا دھڑ) کے مدرسہ دارالسلام میں استاد تفسیر مولوی سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری (فاضل دیوبند) ہیں اور دس سے خدمت قرآن میں لگے ہوئے ہیں۔ سندھ معتمد لکھنات قرآن ہی کے موضوع پر تیار کر چکے ہیں گو ذہبت ایسی طبع و شامت کی نہیں تھی ہے۔ علاوہ دوسری کتابوں کے ایک جامع کتاب ”آر و زبان اور تفسیر قرآن“ کے نام سے تیار کر رہے ہیں جو تکمیل کے بعد سنہ ۱۳۵۰ قمری قابل دید ہوگی۔ اسے ایک تازہ ضمیمہ نامہ ہیں اس سلسلہ میں لکھتے ہیں

”اس کتاب کی ضرورت ہے۔ اس کی خدمت قرآن کی تحقیق کرنی پڑی۔ اور اس سلسلہ میں غیر رومی بارہودہ کی زبان میں نوادر قرآن کا ترجمہ چل گیا ہے۔ قابل، ایام، تلک، کنٹرولیں بہت سی چیزیں مل گئی ہیں۔ اب میں نے اس کی عمدتک موصوفت و عام کردیا ہے۔“ در اس میں تفسیر کے نام سے ایک چیز جمع ہو گئی ہے۔ اب عربی فاضل اور دو، تمام چیزوں کو جمع کر رہا ہوں۔ اور زبان میں ایک عجیب و غریب تفسیر کا پتہ چلا ہے، فیض الکریم، رسول جیلہ شریعت ہوتی تھی، اور اب تک اس نصیحت جاری ہے! پہلے سفر نے سورہ نسا تک لکھا۔ دوسرے نے اُنکے انتقال کے بعد لکھ دیا۔ پھر قیس نے اُن کی وفات کے بعد رحلت تک تحریر فرمایا۔ اور اب کچھ اللہ چاہے مفسر زندہ سلامت ہیں اور لکھ رہے ہیں، اور سورہ اسطے تک پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مکمل کر دے۔“

ایک در اس عالم نے تفسیر فتح العزیز (شاہ عبدالعزیز دہلوی) کا عربی میں ترجمہ کر دیا تھا۔ نوقت کے ہوتے سے معلوم ہوا۔ مگر کتاب مفقود ہے تلاش جاری ہے۔ بہر حال کام تویح میں شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ مکمل ہو جائے، اور پھر اصل کتاب ”آر و زبان اور تفسیر قرآن“ پر توجہ کر سکیں، اگرچہ اس کا بھی کام جاری رہتا ہے، کم از کم کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا، میں میں کچھ نہ کچھ ملاقات نہ حاصل ہو جاتی ہوں۔“

یہ جامع کتاب نوقت سلسلہ پانچ سال سے لکھ رہے ہیں۔ اس میں تذکرہ ان تمام حضرات کا ہو گا، جنکی اردو میں

- (۱) بالکوئی مستقل تفسیر ہو۔
- (۲) یا کسی دوسری زبان کو تفسیر کا ترجمہ اردو ہو۔
- (۳) یا کسی تفسیری سلسلہ پر تعلیم کتاب ہو۔
- (۴) یا تاریخ تفسیر ہو۔
- (۵) یا تنقید تفسیر ہو۔

ناظرین خدمت میں سے جو صاحب کسی قسم کے ملاقات اس باب نہ پیش فرما سکتے ہیں، وہ ضرور جناب نوقت سے مراسلت فرمائیں مستقل اجر کی چیز ہے۔ درپہر اس طرح کے کام افزا نہیں پوری پوری حمایتیں ل کر انجام دینی ہیں، نوقت کی یہ ہمت پیاسے خود کچھ کم قابل داد ہے کہ

نئی کتابیں

دقیقہ اشاعت گزشتہ

(۳) تاریخ اربیات ایران و عہد جدید - مصنفہ پروفیسر باؤن مرتیہ

سید داؤد الدین بی اسے - صفحہ ۶۷۷ - قیمت ۱۰ روپے

پتہ: جنم ترقی اردو - ورہا گنج - دہلی

انگریزی میں پروفیسر باؤن کی "سریری ہندی" آپ پرشیا "الب شہو

و معروضہ کتاب ہے اور اپنے فن پر متعدد مستند علمی چوتھی دور آخری طبقہ

کا مجلس افسرہ و محتاط ترجمہ ہے مترجم ایک مشائخ مترجمہ مصنف میں

انجمن ترقی اردو کے ترجمہ کے لیے ایک انتخاب ہر شہسوار سے چھاپا گیا جلد اول

کا ترجمہ بھی انجمن مذکور غرضہ ہا اگر اچھی ہے - پروفیسر جلد کا ترجمہ غرضہ

درمیان کی دہائی میں غالباً یہ ترجمہ ہو گئی ہے

مصنف کی کاوش دوست نظر از حق تحقیق کا پورا اندازہ اس کتاب

ہی کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے - کچھ سریری "دانا" اندازہ نہرست مباحث پر

نظر کرنے سے بھی پتہ چلے گا کہ کتاب میں مستقل حصوں میں تقسیم ہے جلد کو

بوصفہ ست حصوں سے مشتمل ہے - جلد اول میں ان چار حصوں

کی ایرانی تاریخ پر اجمالی نظر ہے - حصہ دوم ان چار حصوں کی ایرانی شاعری

پر ہے اور حصہ سوم ان چار حصوں کی فارسی شری - بواب شکاری و شہنشاہ

اور بواب ایک ایک مشین دور پر - مباحث کی دلچسپی اور مصنف کا

اس بیان دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے - مترجم کا کمال یہ ہے کہ آبا اکلان

ترجمہ میں غصوں سے دور کر دیا ہے اور ترجمہ میں مستقل تصنیف کا انداز پیدا کر دیا

ہے - سریری نظر سے دیکھنے میں سرت و لفظ کشکے لفظ پر "عجب" کا

ترجمہ عجب ہی سے کیا گیا سیاق کتاب ہے کہ "چراغ" بہتر ہوتا - اسی طرح

دوسرا لفظ "مذرت" ہے مطلب پر - ترجمہ نے یہ لفظ **Apology**

کے لیے رکھا ہے، حالانکہ بیان اپالوجی کا صحیح مفہوم تشریح و توضیح یا توبیہ

(**explanation**) ہی سے آتا ہوتا ہے - انگریزی کے مترجمین اس

لفظ کے ترجمہ میں بڑی کثرت سے غلطی کر جاتے ہیں - خود مصنف کے دینی

کثرت سے اپنی میں - مترجم نے بجا بجا مانتے دیئے ہیں - اور ایک جگہ تو مصنف

سے اچھا خاصا اختلاف بھی کیا ہے (مثلاً بواب ایک خاص بات یہ بھی ہے

کہ انگریزی کتابوں اور مصنفین وغیرہ کے نام اصل انگریزی میں دیدیئے ہیں -

بہر اس کے بڑی غلط فہمیوں کا امکان - چنانچہ کتاب سلووات کا ایک مخزن

ہے، اور سلووات کھنڈ ادبی ہی نہیں مذہبی اور کسی قدر سیاسی ہیں - یہ ادبیات

ہے کہ سلووات ہر طبقہ کا مترجمین نے ہوں، مثلاً مصنف پر مصنف کا یہ بیان

کہ اہل سنت کہ ان باب اعتماد ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا ہے - بے نسبت جہلی

ایکے معائنہ کی چوڑ و سفارش کی جا سکتی ہے - فارسی شعراء ب کے شایعین

سے بہتر شیعہ مذہب اور تاریخ کے طلبہ سے علمی گھراؤں کا کوئی کبتانہ نہیں

سے خالی نہ رہتا چاہیے -

از مولوی غلام ربانی صاحب - ۱۰ صفحہ

(۵) انجمن ترقی اردو کی کہانی

تذکرہ ۱۰۲۷ - قیمت ۲ روپے

انجمن ترقی اردو - ورہا گنج - دہلی

موضوع نام سے ظاہر ہے - انجمن کی پچھلی تاریخ موجودہ کا دور

ان کی تجویزوں کا ایک بچسپ اور جامع تذکرہ - مصنف صاحب کا

تعلق ان کے محکمہ آثار مذکور سے ہے - لیکن فلم کہ قدرت اٹا، اللہ اللہ اللہ

"تجدید" اور دونوں پر کیا ہے -

حیات کیا ہے - انجمن ترقی اردو میں صاحب ایم ایس - سی - منامت

۱۰۰ صفحہ - صفحہ ۲۲۷ - قیمت ۲ روپے - پتہ: انجمن ترقی

اردو - ورہا گنج - دہلی

حیات کیا ہے - انجمن ترقی اردو میں صاحب ایم ایس - سی - منامت

۱۰۰ صفحہ - صفحہ ۲۲۷ - قیمت ۲ روپے - پتہ: انجمن ترقی

اردو - ورہا گنج - دہلی

حیات کیا ہے - انجمن ترقی اردو میں صاحب ایم ایس - سی - منامت

۱۰۰ صفحہ - صفحہ ۲۲۷ - قیمت ۲ روپے - پتہ: انجمن ترقی

اردو - ورہا گنج - دہلی

حیات کیا ہے - انجمن ترقی اردو میں صاحب ایم ایس - سی - منامت

۱۰۰ صفحہ - صفحہ ۲۲۷ - قیمت ۲ روپے - پتہ: انجمن ترقی

اردو - ورہا گنج - دہلی

حیات کیا ہے - انجمن ترقی اردو میں صاحب ایم ایس - سی - منامت

۱۰۰ صفحہ - صفحہ ۲۲۷ - قیمت ۲ روپے - پتہ: انجمن ترقی

اردو - ورہا گنج - دہلی

حیات کیا ہے - انجمن ترقی اردو میں صاحب ایم ایس - سی - منامت

۱۰۰ صفحہ - صفحہ ۲۲۷ - قیمت ۲ روپے - پتہ: انجمن ترقی

اردو - ورہا گنج - دہلی

حیات کیا ہے - انجمن ترقی اردو میں صاحب ایم ایس - سی - منامت

۱۰۰ صفحہ - صفحہ ۲۲۷ - قیمت ۲ روپے - پتہ: انجمن ترقی

اردو - ورہا گنج - دہلی

حیات کیا ہے - انجمن ترقی اردو میں صاحب ایم ایس - سی - منامت

۱۰۰ صفحہ - صفحہ ۲۲۷ - قیمت ۲ روپے - پتہ: انجمن ترقی

اردو - ورہا گنج - دہلی

حیات کیا ہے - انجمن ترقی اردو میں صاحب ایم ایس - سی - منامت

۱۰۰ صفحہ - صفحہ ۲۲۷ - قیمت ۲ روپے - پتہ: انجمن ترقی

اردو - ورہا گنج - دہلی

حیات کیا ہے - انجمن ترقی اردو میں صاحب ایم ایس - سی - منامت

۱۰۰ صفحہ - صفحہ ۲۲۷ - قیمت ۲ روپے - پتہ: انجمن ترقی

اردو - ورہا گنج - دہلی

حیات کیا ہے - انجمن ترقی اردو میں صاحب ایم ایس - سی - منامت

۱۰۰ صفحہ - صفحہ ۲۲۷ - قیمت ۲ روپے - پتہ: انجمن ترقی

اردو - ورہا گنج - دہلی

(بقیہ صفحہ ۷۶)

آپ نے عافیات سے استدعا کی کہ اپنی پوشش میں اسلامی احکام کی برہمگی کریں۔ (انقلاب)

فیجہ: ارا المصنفین - غلام

شرقی ایشیائی تحریک : ایک ایسے جدید سالہ رحمان القرآن کے علم سے

عورت کا مرتبہ اسلام میں

(اذانہ اسلام کا لاہور میں نواب بہادر یار جنگ کی تقریر)

نواب بہادر یار جنگ کی تقریر دو حصوں پر مشتمل تھی۔ پہلے حصہ میں آپ نے بتایا کہ حضرت آدم سے نبی آخر الزماں تک سب قدر انبیاء و کرام آئے ہیں، انہوں نے اسلام کے سوا اور کچھ پیش نہیں کیا۔ اور یہ کہ نبوت کا جو سلسلہ پیدائش آدم کے بعد شروع ہوا وہ انتہائی کمال کا پہنچ کر حضرت خاتم النبیین پر ختم ہوا۔ اس حضرت دنیا میں ایک آخری پیغام لائے۔ جس کے بعد کوئی پیغام نہ آیا اور جس کے قوانین نہ مستطاب ہو سکتے ہیں نہ مل سکتے ہیں۔ لیکن جو اپنے اندر اتنی چمک رکھتے ہیں کہ سارے تغیرات دن میں مل سکتے ہیں۔ اور جو ہر زمانہ کا مذہب بن کر قائم ہو سکتے ہیں۔

اگلے بعد آپ نے فرمایا کہ اگرچہ خدا کا تصور تمام ادیان میں موجود ہے، لیکن اسلام نے اس ذات کو بھی ذات کو انتہائی پاک و صاف اور سزاوارتہ طریقہ سے پیش کیا ہے کہ کوئی اس کا شریک نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کی صفات کی تقسیم ممکن، نہ اس کی ذات کی تجسیم ممکن، اور خدا کا تصور اس خالص صورت میں پیش کیا کہ نہ صرف تمام شکوک و شبہات دور کر دینے بلکہ شخصیت پرستی کا امکان تک نہ رہنے دیا۔ حضرت عیسیٰ کو ان کے انکی امت نے خدا کا بیٹا اور انکی ماں کو خدا کی بیوی بنایا، لیکن محمد کو خدا نے اس رنگ میں پیش کیا کہ اگرچہ وہ تمام انبیاء کے سزاوارتہ ہیں، لیکن ہم انکو عبد و رسول سے زیادہ کچھ نہیں کہتے۔ اپنے مستورات کو امتیاز دیا کہ چونکہ وہ توہمات میں زیادہ گرفتار ہو جاتی ہیں لہذا اس بات کا خیال رکھیں کہ بزرگوں کی عزت و تعظیم سے جو حید کو گھٹیں نہ جو پھٹے۔ اور خدا کے ساتھ ہماری واسطی میں کوئی فرق نہ آئے۔

اس کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ اسلام کی تعلیم اس قدر واضح و جات ہے کہ کوئی سمجھدار آدمی اسلام کو آخری مذہب تصور کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ آپ نے کہا پہلے بھی دیگر اقوام نے عبادت کے طریقے وضع کیے لیکن اسلام نے اپنی عبادتوں میں نہ صرف بندہ و خدا کے تعلقات استوار رکھے ہیں بلکہ انسانوں کی اجتماعی زندگی کو بھی مستحکم کیا ہے۔ پھر اسلام نے بڑائی اور بزرگی کا سبب صرف تقویٰ قرار دیا اور وطن، قوم، نسل، رنگ اور دولت و ثروت کے تمام امتیازات یکساں کر ڈالے۔ اس کے بعد آپ نے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ پر نہایت عالمانہ انداز میں بحث کی۔ یہ بتایا کہ ان عبادات کی علت کیا ہے اور ان میں کیا کیا حکمتیں اور ہدایاں پوشیدہ ہیں۔ نہ صرف روحانی اور دینی لحاظ سے بلکہ دنیاوی اور اجتماعی لحاظ سے بھی۔

ان کے بعد نواب صاحب نے خواتین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اسلام نے سب سے بڑا احسان آپ پہ کیا ہے۔ اسلام ہی نے عورت کے مرتبہ کو بلند کیا۔ اور خردت میں گری ہوئی عورتوں کو ان کے مقام اعلیٰ تک

پہنچایا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ لڑکیوں کو اس لیے ذرہ بزرگوں کو دیکھ کر کشت کرتے تھے کہ وہ کسی کے سر پر کوئی آقا کا دام نہ کھائے۔ اسلام نے اس فتن کو قتل سے تیسر کیا اور اسے مٹایا۔ اس سے پہلے عورتوں کو غلاموں کے مرتبے کے بعد ذرہ رہنے کا حق نہ تھا اور غلاموں کی پتلا، سستی، بوجھانے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت پر وہی کو نہیں بلکہ طلقتہ کو بھی نکاح ثانی کا حق دیا۔ حج و عمرہ اور ان وطن اپنی عورتوں کے لیے، اس حق کو مجالس آئین سازیں بھیج کے طور پر مانگ رہے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مسلمان خردان حقوق سے قائم نہ اٹھائیں۔ یہاں تک کہ ۱۶ سال میں بیوہ ہو جائے ہیں بعض مسلم لڑکیاں اس حوال سے متاثر ہو کر عمر بھر وہ بارہ شادی نہیں کر سکیں اس طرح وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتی ہیں۔

دوسرے دھرم شاستر دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ کسی مذہب میں بھی باپ کے مرتبے کے بعد بیٹی کو شوہر کے مرتبے کے بعد بیوی کو۔ بھائی کے بعد بہن کو بیٹے کے بعد ماں کو اس کے ترکہ میں حصہ نہیں ملتا۔ لیکن اسلام نے تم کو باپ، بھائی، شوہر، بیٹے اور بہن اس رشتہ دار کے ترکہ میں شریک و ہم شریک قرار دیا ہے جس میں مرد کو حصہ مل سکتا ہے۔

اعتراف کیا جاتا ہے اور اس اعتراض میں لاہور میں پیش ہے کہ عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں ایک حصہ ملتا ہے۔ دراصل یہ اعتراض بے خبری کی علامت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد کو ایک طرف سے حصہ ملتا ہے، عورت کو دوسری طرف سے۔ اس لیے یہ کہی پوری کہ نہ یہی ترکہ میں عورت کو ایک اور مرد کو دو حصے دیے جاتے ہیں۔ مثلاً بیٹا جیڑے کر لیں نہیں جاتا۔ بیٹی جیڑے کر شوہر کے گھر جاتی ہے، اور باپ کے ترکہ سے بھی پاتی ہے۔ اسی طرح عورت اپنے شوہر کے ترکہ میں ہی اس سے حصہ نہیں پاتی بلکہ اس سے کچھ بھی وصول کرتی ہے۔ اور شوہر صرف ترکہ پاتا ہے۔

اس کے بعد نواب صاحب نے بتایا کہ اسلامی معاشرت میں مرد و عورت کا مقام کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ قرآن نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ کی ہے۔ گو اس طرح لباس، عزت، سچائی، حفاظت اور محبوب کو چھپانے کا باعث ہے، اسی طرح مرد اور عورت ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ اس سے یہ بھی سرفہرچ ہے کہ معاشرت میں مرد اور عورت میں سادگت ہے۔ البتہ ایک مقام پر مردوں کو "تواصون علی النساء" قرار دیا ہے۔ اور یہ ضعیفی اور قدرتی فرق ہے۔

نواب صاحب نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ انوس کہ اب ہمارا چارٹرڈ خانہ شمس محفل بننے کی طرف مائل ہے۔ یہ دن بہ دن زیادہ بوجہ ہے۔ شاید گھر کی دستیں ہماری اذان میں کوئی معلوم ہونے لگی ہیں اور وہ اپنے دماغ و جسم کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ لیکن دنیا کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو ہوگا کہ مشرق اور اسلام کے ترکہ کو کچھ۔

بہر تیسرے صاحب نے اکبر صغیر کو مارا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ
گزنہ میں امتحان اس کی تحریک یورپین و برٹین نے چلائی تھی تاکہ
یورپ کے نام کو قبول کرے کہ اس کے خلاف سخت آواز کیا جائے گا۔
نفاذ عہد نامہ علامہ جمال الدین افغانی رضی اللہ عنہ اور پاشا اور ملا رشید رضا

شعبہ ہندوستان، لاہور، پاکستان، ۱۹۸۰ء، ۱۰۰ صفحات، ۱۰/۰۰ روپے، ۱۰/۰۰ روپے، ۱۰/۰۰ روپے

اور سچ بات لے کر آیا اور جس نے اس کو سچ مانا، اسی اٹل ہیر کا رہا۔

چندہ اور مقامی امور

کے بارے میں مداخلت اس پتہ پر ہو۔

ہستم اخبار صدق کعبہ

چند سالانہ
ششماہی
پیرایہ چند سالانہ
قیمت فی پیم



ایڈیٹر: عبد المجید

چتہ : - دریا پار - منظر

ما تَسُبُّ (عَلَيْكُمْ) عَمِيدَ الْقَوَى

معنا میں کے اب خط و کتابت اور بڑے کی جائے

卷一百一十五

حضرت عبدالماجد
 دریا باد - خلق ابروئی
 (ملکیم) عبدالقوی
 میں کے بارے خط و کتابت اور پڑھنے کی جائے
 لکھنو

نمبر (۴۷) - ۱۸ - ربيع الثاني ۱۳۵۹ هـ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۴۰ء - جلد ۶

شده بود اگر نہ از غلہ تیر ہندہ محبوس ساختند ؟
قسمت نے ایک بار پٹیا اور کھایا۔ سلطانہ کا انہوں ایک ہنسہ تو کی امیر ایک
اختیار الدین پر چل گیا۔ اُس سے عقد بھی ہو گیا۔ لیکن آخری فیجہ دونوں کا قتل۔
سلطانہ کی مدت سلطنت کل ۱۲ سال کی۔

سلطانہ کا نام محض مثال اور نمونہ کے طور پر ہے۔ تہذیب حاضر کی زبان پر آج عزت و احترام کے ساتھ نام کس کے آ رہے ہیں؟ انہوں نے کس کے حصہ میں آ رہے ہیں؟ ان کے جو شریعت اسلامی سے غداری کرتے ہیں مثلاً زین، ان کے جو قانون فطرت سے بنیاد کرتے ہیں پیش پیش میں ان کے جو اپنے نام مسلمانوں کے رکھ رکھ کر اپنے عقائد میں اصلاحات میں شمار میں لے کر غیر مسلم اور ناموسلمان بن جائیں یا کوئی شریف قانون آج پردہ سے باہر نکلتے تو دیکھیں دوسرے ہی دن اُس کی تصویر اٹکلے سنہ اور بے سحابی کی پوری دادوں کے ساتھ انگریزی اخبارات میں چل جاتی ہے یا نہیں۔ اور اسی کے ساتھ جو کہیں کسی فلم میں "کلام" کرنے لگ جائے، تو پھر تصویر کے ساتھ ساتھ اُس کے سوانح حیات بھی پڑے پڑے معزز انگریزی روزناموں کے صفحوں پر موج دیا کوئی ذراں روا، کوئی دانی ملک، کوئی بادشاہ، یعنی زیادہ زندگی کے مکمل نظام یعنی قانون شریعت بن کر ہم کی جرات کرے، اسی نسبت سے اُس کی اصلاحات کا غلط فہمی پر پا کرے گا، اُس کی روشن خیالی کا پیرا پگندہ کرنے کو اسے "ہیرہ" بنانے کو اخبارات، رسائل، نیوز ایجنسیاں سب کی سب حاضر و مستقبل! اور جتنا زیادہ کوئی دین پرستیم ہے اسی قدر وہ مذہب و دنیا میں تمام اور روشن خیال طبقوں میں بدنام اور طعنہ پرست رہے گا اس کی رجعت پسندی، "درجہ دہ" کے ہر زبان پر نہ کہے، اس کی "فرز" و "پیش" اور "نمٹ" نظریہ کے! — انداز کا یہ اعزاز و اکرام، منسلی:

عزت و احترام، "فلک" پر "سے" سے قبل اب کسی مذہب پر نہیں ہوگا۔

سچی باتیں

ایٹیشین، ملک کے انگریزی روزناموں میں شاید سب سے زیادہ معزز و نامور ہے۔ حال کے ایک سنڈے ایڈیشن میں ایک صفحہ پر، نمایاں منوات کے ساتھ حالات درج ہیں تیرہویں صدی کی سچی اور ساتویں صدی ہجری کی 'دہلی کی ساہانہ رنہ' کی۔ وسط صفحہ میں بڑی سی تصویر۔ سلطانہ گھوڑے پر سوار۔ چہرہ تماشہ نکھلا ہوا۔ سر پر ٹوپی۔ لباس مردانہ۔ سواروں کا ایک غول جلو میں سمون تماشہ عورت : : : : :۔ یہ عورت آپ سمجھے کیوں؟ اور یہ وہ کس لیے؟ اس لیے کہ اُس نے مسلمان ہو کر اسلام کے قانونِ محاب کو توڑا، آزادانہ پرودہ سے باہر نکلی۔ اس لیے کہ عورت ہو کر وہ مرد بنی، اور قانونِ نفرت سے بنیاد کی۔ ٹوٹا آج سے سات سو سال قبل، تحریکِ نسائیت کی طالبوار۔ چودھویں صدی ہجری کی "درشن خیالوں" تہذیب دانوں، "آندھی سینوں" کی پیشوا سردار!

شمار ہی عرصہ تک نہ کرنے کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ایک حبشی غلام پر نظر الثقات ڈال
 ہو گئی۔ بے چارے کی حالت سے گزر کر جلوت میں بارہا سنے گئیں۔ لایعینکے الفاظ کی
 "یا قوت حبشی کہ میرا خود معتد علیہ و صاحب نسبت گشت برتبہ کہ
 کہ سلطانی رضیہ و وقت سواہی فیل و اسب تکبیر بنیں و یا زبے او
 می کہ وہ محمود امر او شد۔ سلطان رضیہ از پر و از عنفات پر آمد و
 لباس مردوں پوشید و بے محابا قہار بر و ظلم بر سر داشتہ بنجست
 و گمانیار دلوں سے زبانوں پر نہیں۔ لایعینکے بڑی شہر شہسوار کی فوج بہاوت
 کی چونکی۔ انجام تخت سے معزولی داسیری۔
 ورا تھکے داد امر پر ترک و راہے ناپا رہا نہ اور ابدہ شہ
 کہ وہ سلطان رضیہ را جمال الدین یا زبے حبشی کہ میرا خود

پہ ایک قابل دید کتاب ہے۔ چندی سال پہلے تیسرے ۱۲ جلدوں میں چھپ کر
آئی۔ ایک جلد میں امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ بہت سلی و مبسوط ہے۔ لیکن
کے ساتھ ساتھ جرح بھی ہے۔ اردو زبان اس جزو پر بہترین تبصرہ، قوم کے مشہور
فاضل رئیس، نواب صدر یار جگ موہا تا محمد صیب الرحمن خاں شروانی کے
قلم سے اسی زمانہ میں نکلا تھا۔ حال میں اتفاق سے رسالہ مذکور پر پھر نظر پڑ گئی۔
اور پڑھنا جو شروع کیا، یہ ختم کیے بغیر طبیعت نہ آئی۔ ۶۰ صفحے کی ضخامت کا
رسالہ مطلوبہ معارف پر پس اور اصلاحی (مصلحتی) نام کا صرف تبصرہ پر
ایک ہذا دی ہے، لیکن حقیقت بہترین تبصرہ، امام صاحب کی شخصیت پر انجمن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(أحمد بن محمد بن أحمد)

۱۔ یا ایہا الذین آمنوا ان تطیعوا
 الذین کفروا یدوکم علی
 افعالکم تتقلبوا فیہم
 بل اللہ مولکم فی غیر
 النصرین۔

۲۔ شفی فی قلوب الذین
 کفروا الرعب بالانصر کو
 اللہ المیزل یہ ملک
 وادھم النار وفس
 مشوہ الخلیفین۔

۳۔ لقد صدکم اللہ وعدہ
 ان تحبسوا انہم
 فظلمتم وبنوا علیکم فی الامر

اسے اعلان دیا، اگر تم کھانڈے ان لوگوں کا جو
 کافر ہیں (تو) وہ لوگ اپنے تم کو پھیلے پیریں۔
 پس تم گھاتے میں آکر رہ جاؤ گے۔
 ایسا اللہ تعالیٰ داد دے رہا ہے اور وہ بہترین
 مددگار ہے۔

ہم ابھی ڈال دیں گے، لوگوں میں کافروں کے عیب
 (تھاڑا) اس لیے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ
 کا اسی چیز کو جس پر کوئی دلیل (اللہ نے)
 نہیں اتاری۔ اور ان کا فرض (کاٹھکا) جہنم
 ہے اور وہ کیا ہی بُری جگہ ہے فلاہوں کے لیے۔
 اور جتنا اللہ نے سچا کر دکھایا تم سے اپنے وعدہ
 (نصرت) کو، عینک تم قتل کر رہے تھے ان
 (کافروں) کو اس کے حکم سے ابھانک کر

۱۰ رتھ ادا اور بے دینی کی طرف)

۱۰۔ اور محاذِ خط ہے، سو دہری نہیں سجائے (علا)

۵۔ (سو اس کے ہوتے ہوئے تم مخلوق پر کیوں نظر کھینچے ہو نصرت و امانت کیلئے)

۴۔ اس ہیئت حق کا ایک معجزانہ ظہور، نابینا کے سفینات میں یوں محفوظ ہے کہ

مصر کے اعداد میں جب آئندہ میں فتح ہو، ظاہر مشرق میں کہ کوہ ہوتی، تو اب غرضی نتیجہ ہے

تھا، کہ وہ دینیہ پر چڑھ رہے تھے۔ لیکن اسکی بہت اُنھیں کسی طرح نہ پڑی۔

اور اٹھے اُنھیں : اسی ہی جاتے ہیں پڑھی ۔ کہ نواب مقام حراء الاستاذ

خود شاکست خودہ "مسلمانوں نے کیا، اور فقیم کما ایک آدمی بھی گرفتار کر لائے!

ایک غیر مسلم ہورپی مسخ کے الفاظ میں

”لبندِ بہت اور ستفل مزاج مسلمانوں کے ہرے دیکھ کر لڑکھاپے

بے بیست ظاری ہو گئی۔ ہمارے یہ انصار کے لیے جب کوئی حیل نہ ملے

انہی کرب کی چیز: نفس۔ ان کے لیے زندگی و موت کا سوال تھا۔

(المؤرخ: محمد صفي)

عہد میں شرک کی آئینہ صیغہ نہ کہ فی اصل عقلی موجود ہے نہ عقلی۔

۷۷ یعنی ان کے بے جود اپنے حق میں ظلم کرنے والے ہیں۔

ۛۛ (سورۃ اعدٰی) انبیا میں، جب ہم تم اطاعت رسول پر قائم رہے)

۴۰ ربیب اُحدے موقع پر

۵۹ (اورنگ کی منزل قریب ہی آگئی تھی)

شاہراہی استقامت میں اور مذہب پر گئے، اسے میں، اور تیرا انداز

کے جماعت نے خود رائے سے کلام قلم کیا جماعت رسول کی پروردگار (کلمہ) سے رہنمائی

کرمینڈا کے عقیقہ میں سالانہ

وحيث من بعد ذلك
نجوم، شك من غير اليناد
شك من يرد الاخره اشر
من علم عنهم ليتبينكم ولقد
عفاكم والله افضل
على المؤمنين -

جب تم (خود ہی) اکر زور پڑ گئے اور باہم د خود
 (ہی) (مکرم در رسول) کے اس میں جھگڑنے لگے
 اور کہنے پر نہ بچہ بعد اسکے کہ وکلا: ہی تھی
 (اللہ نے) تمہاری دلخواہ بات اور بعض
 تم میں وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور
 بعض تم میں وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے۔
 پھر اللہ نے تم کو ان پر سے مٹا لیا تاکہ
 تمہاری (پوری) آزمائش ختم ہو۔ (در تفسیر)
 اللہ نے درگزر کی تم سے۔ اور اللہ بڑا فضل
 کرنے والا ہے ایمان والوں پر۔

”جنگ شروع ہونے سے قبل، ایک ایسے ٹیلہ پر اپنے تیر اندازوں کی ایک منتخب جماعت کو کھڑا کیا گیا، اور ان کے افسر کو تاکید کی گئی کہ وہ یہاں تھا کہ کسی عاملین بھی اس دورہ کو نہ چھوڑنا۔“ اپنے عقب کی حفاظت کرو، اور اس جگہ سے ہرگز نہ ہٹنا۔ ہم اگر شکست بھی کھائیں تو تم چار ہی مدد کو نہ آنا۔“ اس کے بعد جب مسلمانوں نے ہوش بجات کے ساتھ لینا شروع کی، تو شریکین کہہ کی فوج اس کی نایاب لاسکی۔ ہر کچا جوش و خروش پورا زور ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ لیکن، یہی مسلمان اپنے جوش میں زیادہ آگے بڑھ گئے۔ اٹکا خدوٹ گیا، انکی مسنونت ترتیب اتنی نہ رہی۔ اور انکی ایک جماعت پیش قدمی کر کے خوب کچا طریقہ بٹھانے لگی۔ تیر اندازوں کی جماعت، کہہ کہ رسالہ کے بلے اب تک سدر ادا نہیں، مگر اب یہی ان لوگوں نے ٹیلہ سے اس درجہ راج کو دیکھا، تو پیغمبر کے تاکید ہی حکم کو نظر انداز کر کے۔۔۔۔۔ یہ لوگ خود بھی مال قیمت پر ٹوٹ پڑے۔ قافلہ (رسالہ نامہ) کی آنکھ مٹا بیٹھ گیا، اور اس نے بڑھ کر جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ مسلمان اب ہر طرف سے پھٹنے لگے۔ ”ذات آت محمد“ ۲۵۹-۲۶۱

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱

۴۷۰ یعنی ہماری نوجوانی، ہنس کی شگفتگی۔

۱۰۰ مراد میں وہ طہاراد چالیس تیرا اواز۔

۱۴ (اور اس لیے لوٹ آ رہی ہیں)۔ لوٹ آ رہی ہیں دشمنانِ دین کی فلیکٹ

یہی رمزی دستخط فقیر، اس لیے ایسی دنیا طلبی بھی نامرغوب و ملعون نہیں۔ اور یہ دنیا

آنکھ کا شہیر

ملازمی جی کی مذاہنات لگی سیاست سے کسی فرد کو الجھ نہیں ہو سکتا۔ مگر اس کے یہ سنی نہیں کہ ان کی ذات تنقید سے بالکل ہے اور حق کا میاں جتنی نہیں بلکہ ان کی ذات ہے ملازمی جی اور دوسروں کی طرح انسان ہیں اور انسانوں کی طرح وہ آنے والے غلطیاں کرتے رہتے ہیں اس کا تاثر ثبوت ان کا یہ بیان ہے جو اعلیٰوں نے اخبار "ہرچین" میں شائع کیا ہے۔ آپ اپنے بیان میں فرماتے ہیں :-

"ہندوستان کی تقسیم کے بارے میں جو عجز و بنیادی طور پر کام کر رہے ہیں عقیدہ ہے کہ اسلام اخوت و برادری کی تعلیم سے حرمان و ہندو کا دشمن ہے۔ اسلام کسی اور مذہب کا بھی مخالف ہے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاتا۔ میرے پاس کسی اخبار کا ایک تراشہ بھیجا گیا ہے جس میں ہندوستان کی تقسیم کی حمایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندو اچھوت ہیں اور ہندوؤں سے کسی فرد ہندو کی امید نہیں ہو سکتی۔"

اس قسم کے جذبات کا نتیجہ کیا ہو گا؟ اسکے متعلق مجھ کو ذہنی سکھتے ہیں: "وہ وقت بھی آجائیکا کہ جب ہندو یہ سمجھیں گے کہ مسلمان ہندوؤں کے انسانی دشمن ہیں۔ لیکن جو ان تک ہندوؤں کا تعلق ہے وہ دشمن کے لئے نہ بخیر ہو گا اور اسکے ساتھ دوستی پیدا ہو گا۔" اسکے بعد آپ یہ لکھتے ہیں کہ :-

"آئیے اسلام پر غور کرتے ہیں کہ وہ سرت مسلمانوں سے تعلق قائم کرتا ہے اور ہندوؤں کو اپنا دشمن سمجھیں؟ کیا پیغمبر اسلامؐ نے دنیا کو یہی سہی کہ مسلمان سرت مسلمان کے ساتھ امن و صلح سے رہے اور ہندوؤں کو غیر مسلم تسلیم کرنا ہے؟"

ہیں، انیسویں کے ساتھ اس حقیقت کا انکار کرنا چاہیے کہ ملازمی جی و ذمہ داری پر ہونے والے کسی کو ہے ہیں۔ یہ ظاہر رہتا جاتے ہیں کہ مسلمان و انہی ہندوؤں کے دشمن ہیں اور اخوت کی فکر کو فراموش رہنے ہی دلائے ہیں محذور رکھنا چاہتے ہیں اگر کسی غیر مذہب اور شخص نے یہ لکھ دیا کہ ہندو اچھوت ہیں تو ملازمی جی پڑھتے ہی تباہ ہو گئے اور ایسے بے چارے ہوتے کہ "ہرچین" میں فوراً مسنون لکھ ڈالا۔ حالانکہ وہ بچے نہیں ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ ہندو کا ایک ایک بچہ مسلمانوں کو اچھوت سمجھتا ہے۔ اور نہ سرت سمجھتا ہے بلکہ ہندوؤں سے اس کے مطابق عمل ہی کرنا چاہتا ہے۔ کیا ملازمی جی کو معلوم نہیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہندوؤں سے بالیکاٹ کر رکھا ہے؟ کیا وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ہندو مسلمانوں کے سامنے کو بھی بالیکاٹ سمجھتا ہے؟ کیا یہ حضرات ان پر مخفی ہے کہ مسلمان اگر جو وہ ذیل سے لکھتے ہیں تو ان کا بالیکاٹ نہیں سمجھتا اور اسکے باوجود کی نام پر نرپا خوشی جوں کر جاتا ہے اگر وہ واقعات و راز مرزا کا مشاہدہ میں اور دیکھتے ہندوؤں سے انکار نہیں کر سکتا تو سوال یہ ہے کہ

(۱) ملازمی جی نے کون کون سی جہات کے غلامت آزادی لہند کی؟

(۲) اس جھوٹ جہات اور انتقادی بالیکاٹ کی وجہ سے کبھی نہیں خیال ہوا کہ ہندو مسلمان کا ازلی دشمن ہے اور وہ حسن سلوک و مساوات کو صرف اپنی ہی قوم کے لیے مختص کر رکھنا چاہتا ہے؟

(۳) کسی مسلمان کے یہ لکھ دینے سے کہ ہندو اچھوت ہیں ملازمی جی کو اتنا بڑا ہمدرد ہوا کہ انھیں اسلام کی تعلیم پر شک کرنے کی ذہنت لگئی اور ہندوستان کا ۲۲ کروڑ ہندو براہ راست مسلمانوں کو اچھوت سمجھ کر رہے اور اسکے مطابق سختی سے عمل کر رہے اس پر ملازمی جی کو تعجب کیوں نہیں ہوا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

(۴) کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہندوؤں کے ذلیل ملک کے مقابلہ میں آزاد مسلمان اگر یہ اعلان کر دیں کہ ہندو خود اچھوت ہیں اور ان کا ہمیشہ کے لیے بالیکاٹ ہونا چاہیے تو یہ اعلان حق بجانب ہو گا اور اس وقت کہا جائیگا کہ ہندوؤں کی ذلیل و ہمت کا جواب یہی ہے جو اس وقت مسلمانوں کی طرف سے دیا گیا ہے؟ اگر نہیں تو ملازمی جی ہندوؤں کے کہنے ملک کی نسبت کیا ختم لے سار کر دیں گے؟

ہم متذکرہ دیا اس حقیقت کا اعلان کر چکے ہیں اور اب بھی ملازمی جی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسلمان اپنے مذہب کی تعلیم کے بموجب کبھی کسی انسان کو اچھوت اور بالیکاٹ نہیں قرار دیگا۔ مگر اس کے ساتھ ہندوؤں نے ہندو ملک جائز رکھا ہے، سنا شجرہ نہیں لکھا کہ مسلمان ہندو کو اپنا دشمن سمجھتے اور اسکے ایک ایک فرد سے نفرت کرتے۔ ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات کی بڑھتی ہوئی تعدادیں بتا رہی ہیں مسلمانوں پر غیر شہری طور پر برکھ چکا ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد کرنے کی سزا کو دشمنوں کی باہمی گروہ ہرگز یاد آ رہی ہیں۔ ان ان ہوشیوں کو کامیاب بنانا ہے تو اسکی واحد صورت یہ ہے کہ ہندوؤں کی تنگ نظری دور کی جائے اور وہ مسلمانوں کو اچھوت قرار دینے سے باز آئے۔

حیرت ہے کہ کسی مسلمان نے یہ لکھ دیا کہ ہندو اچھوت ہیں۔ حالانکہ خود اس مسلمان کا ملک بھی ہندوؤں کے ساتھ اس کے مطابق نہ ہو گا۔ مگر ملازمی جی ٹرپ اٹھے۔ اور ہندو جو کھلے ہندو مسلمانوں کو اچھوت سمجھتا اور اسکے ساتھ ہنس بھاگتا ہے۔ اس پر ملازمی جی کو ذرا ملال نہیں ہوتا۔ ملال اس پر ہوتا ہے کہ کسی مسلمان نے ہندوؤں کو اچھوت کہوں قرار دیا۔ اس پر نہیں ہوتا کہ مسلمان ہندوؤں سے ہندو کی نظر میں اچھوت بنام رہے۔ (دعویٰ)

(بقیہ صفحہ ۳)

شوخی باقی نہیں رہا ہے، انھیں سرت تصویر مل کے سامنے کا شوق رہ گیا ہے۔ ذہنی یا اگرین فیش (عظیم اشلن گم ڈوٹس) سیاہ خود کوئی کشش انکھیلے نہیں رکھتیں کشش انکی تصویر سنیائے ہوئے پر رکھتی ہے۔ غلام و قاص اگر شہر رہے تو وہ بیل برادر است اسکا کمال فن دیکھنے کے رہبر کے ساتھ اسکے حرکات کی آوازوں کو سنا پسند کرے گا۔ میں خود انی طور پر اس کو نقل ہر مزید دیتا ہوں۔

انم یورپ کے ایک نامور نقاد فنون لطیفہ ستھن (اسٹم) کے قلم سے ہے۔ تصویر پرستی کے ذریعہ اس سے بڑھ کر تبصرہ اور جوش کیا سکتا ہے اور جتنا یہ ذوق تصویر پرستی کا بڑھتا جائیگا۔

خواتین اسلام کی بیداری

(از مولانا سید احمد مایہ ریاست اکبر آبادی ایڈیٹر سالانہ برنامہ)

آج ہر طرف ایک شور و غل برپا ہے کہ اب مسلمان خواتین کی حالت وہ نہیں رہی جو پہلے تھی۔ ان میں جماعت اور رسوم پرستی مغلوط ہوئی جاتی ہے اور ان کے لیے سچا علم، دانش، روشن دماغی اور دنیا کی ذرا سی زراعت پیدا ہو چکی ہے۔ اس حالت کی تبدیلی پر بجا ہر مرد کا خوش ہونا اور عورتیں بھی مسرور ہونے لگی ہیں۔ لیکن یہ کوئی نیا کھانا نہیں، اس پر کافی غور نہیں کرتے کہ مسلمان خواتین کی بیداری واقعی اور پہلی بیداری ہے یا یہ لاکھ تیار کردہ پختہ پختہ کوئی پختہ آئینہ مسلمان خواتین کی بیداری کی پہچان کیا ہے۔ تاہم جو اب ہمارے سامنے آ رہا ہے کہ وہ پہلے سیاسی طلبوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ غرض کہ اب ہمیں سیرنگوں میں آئیں کوئی سبب نہ ہو، نہ غلبہ معرکوں، نہ کشش خزانہ، نہ یہ کہہ سکتا تھا، تھیٹروں اور سینماؤں پر، نہ انجمنوں، نہ ہونہ نظر نہ آتی تھیں۔ اب ان کی اخبار کی محفلوں میں انھیں یہاں تک سب کشتی کرتے ہیں کہ ایک نشست پر بیٹھ کر ان کی ہونٹوں اور آنکھوں میں ان کی جیس جیس باتیں آتی ہیں ان کے فوٹو شائع نہ ہوتے تھے، اور ان رسالوں میں ان کی شرمناک باتیں پڑھنے والوں کے دل و دماغ پر برقی پاشی نہ کرتی تھیں، وہ صرف کتب خانوں کی گرد ہو کر رہنا جانتی تھیں۔ انھیں اپنے انا بیت سوانح کی بنیاد کا، بنائے ہوئے گھر سے باہر کسی اور میدان کی جستجو نہ تھی۔ لیکن آج حالات نے پلٹا رکھا ہے۔ انا بیت آزادی کا ہے مذہب اور اخلاق کی تہذیب ہی کو بے پرواہی سے بے داشت نہیں کر سکتا ہے۔ عورتیں ہی کیوں گھروں میں بند نہ رہیں۔ وہ بھی آخر مردوں کی طرح انسان ہیں۔ انھیں بھی حق سے کہ گھر اور بہت دیر کا ایک ایک بھول بہ نظر ملے دیکھیں اس کی سرت گن بوسے قوت شائستگی کو واضح کریں۔ اور یوں عالم جہنم ایک نیکو شعور ہو سکتی ہے، عورتوں کو بھی فطرتاً ہی بتا ہوا چاہیے کہ اس کے گھر کے آگے قوت سے کیفیت و سرور حاصل کریں۔ ان خیالات کی پختگی کا نتیجہ ہے کہ اب وہ خود رجوع، اصل خواب پریشان ہو کر نکلا ہوں سے غائب ہوتا جا رہا ہے اور یہ بیداری کا اثر جتنا جتنا غالب ہوتا جاتا ہے۔ عہد حریت، آزادی کے اثرات نہ ہادہ نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ آج مسلمان عورت کو تنگ نیالی و تنگ نظری کا طعنہ کون دے سکتا ہے۔ اب چھوٹے غاروں پر ان کی دھواں و دھار تقریریں ہوتی ہیں۔ اور یہیں پر وہ نہیں بلکہ کھلے رینگ پر سب کے سامنے۔ کالجوں کی دہائی ان کے دم سے ہے۔ کلبوں میں ان کی خوش اخلاقی اور خوش تقریری کے چرچے ہیں۔ سیناؤں اور تھیٹروں کے دیئے کا کیا ذکر، انگلیٹڈ کے سابق وزیر اعظم کی لڑائی یا ہونٹوں کیس میں ملتی ہے تو شریعت گھرانوں کی تعلیم یافتہ مسلمان خواتین اس فقرے کیوں محروم رہیں۔ آج گھروں میں انھیں دیکھا جاسکتا ہے، پاروں میں وہ نہایت زیبائی اور دیدہ دلیری کے ساتھ خرام کرتی ہوئی نظر آ سکتی ہیں۔ فوٹو ان کے چھپتے ہیں مشاعروں میں شوخ غزلیں وہ سناتی ہیں۔ غرض یہ ہے کہ آج مسلمان خواتین موجودہ تہذیب و تمدن کی ان تمام نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو رہی ہیں جو اب تک

صرف خواتین فرنگ کا حصہ تھیں یا کچھ تھوڑا بہت ان کا اثر ہندو خواتین میں بھی پایا جاتا تھا۔ لیکن اب سب سے پہلے خواتین اسلام کی بیداری۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس دور تفریح میں بھی ایسی نیک دل مسلمان خواتین کی کمی نہیں رہے جو اعلیٰ آئیڈل سلم خاتون، کئی جا سکتی ہیں اور ہونٹیں بھی سننی میں بیدار دل و بیدار منہ کرنا جاسکتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ ان عورتوں کو مسلمان خواتین کی نویدگی حاصل نہیں۔ وہ گونا گونی میں بڑی جونی ہیں اور انھیں مسلم سائنس کی کوئی وقعت نہ ہے میر نہیں، جب کبھی مسلمان خواتین کی بیداری کا ذکر کیا جاتا ہے تو مثال میں وہ خواتین ہیں کی بنائی ہیں جو مسلمان ہونے کے باوجود جدید تہذیب و تمدن کی خصوصیات سے پاک سے شور و غل اور زور و جوش ہیں اور جن کے حسن بے حجاب کا خیر و خیر نہا کے حد سے گزر کر امر کیہ و ہوس تک پہنچ چکا ہے اس بنا پر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اب سب سے نزدیک مسلمان خواتین کی بیداری کا مفہوم اس کے زیادہ نہیں ہے کہ وہ اسلامی وضع قطع اسلامی آداب معاشرت اور اسلامی وضع قطع اسلامی آداب معاشرت اور اسلامی طریقہ بود و ماند جیسا کہ مذہب کے رنگ میں ملتی جا رہی ہیں اور ان کا تہذیب ان کل دوران خانہ کے سجاوچ و برہنہ و جنتا جا رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مسلم خواتین کی یہ حالت کیا واقعی ان کی بیداری کی نشانی ہے کیا دراصل ان کی اس تبدیلی پر انھیں خوش ہونا چاہیے جیسا کہ جو آج کل کے مردانہ اور زنانے طلبوں میں اس کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ یہ صورت حال پر جن قوم کی روحانی و اخلاقی موت کی نشانی ہے اور اس لیے ان پر پختہ بھی مقرر کیا جائے کم ہے۔ بعض رنگ عورتوں کی حمایت میں تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا عورتیں مردوں سے کم ہیں جو ایک چیز مرد کے لیے تو جائز ہو اور عورت کے لیے نہ جاتا ہے۔ اس قسم کے اصحاب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے نزدیک سادہ اخلاق و عفت و پاکیزگی کے لحاظ سے مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شریعت اسلام نے جن بڑی باتوں کو مرد کے لیے مسموم قرار دیا ہے۔ ان عورتوں کے لیے بھی مسموم ہیں اور جو افعال مسلمان مرد کے لیے مستحسن سمجھے گئے ہیں وہ عورتوں کے لیے بھی مستحسن ہیں۔ جھوٹ، بولنا، غیبت، کراہی، غیبت، خوری، زنا کاری، غدار ہی و بے وفائی کی حرمت میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ مرد کے لیے جس طرح اجنبی عورت پر جرمی لگاند ڈالنا حرام ہے۔ عورت کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ کسی اجنبی مرد کی برقی نسبت سے دیکھے۔ یہی حال تعلیم اور معاشرت کا ہے۔ جدید تعلیم اپنے مخصوص ماحول اور مضامین کے ساتھ جس طرح مردوں کے لیے مستحسن ہے عورتوں کے لیے بھی اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ نقصان رساں ہے۔ اسی طرح مغربی معاشرت، مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے تباہ کن ہے۔ لیکن یہ غور ہے کہ کبڑا زیادہ اُچلا اور عادت ہو رہے تو ایک معمولی سادہ طلبہ بھی اس میں بہت زیادہ نمایاں ہو کر اس کی مثبتیت کو بگاڑ دیتا ہے۔ عورت فطرتاً آئینہ تمام ہے اور غالباً اسی بنا پر ان کی بیعت نے اس کو چادر (آگینہ) کہا ہے اور انگریزی میں اسے "سٹریٹ لٹریچر" کہا جاتا ہے۔ اس لیے اگر مسلمان خواتین اس میں بہرہ مند ہوں تو وہ بے پرواہی سے پیدا ہوئی ہے تو وہ مردوں سے

زیادہ اسکو ہٹا کر دیتا ہے اور اس کی اصل شرافت و نجابت کو سچا کر کے عبادت اور دل میں شامل کر دیتی ہے۔

پس اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ جدید تعلیم اور جدید تہذیب مسلمان مردوں کے لیے زہرِ اُمّی ہے تو اس کے سنی یہ ہرگز نہیں ہو سکتے کہ یہ چیزیں مردوں کے لیے ممنوع اور مردوں کے لیے ناجائز ہیں۔ اور نہ اس سے یہ نتیجہ نکلا جاسکتا ہے کہ عورتیں مردوں سے کم نہ اور ان سے ذریعہ ہیں۔ اس عام حاکمیت میں مرد و عورت کے فرق و امتیاز کا سوال اٹھانا سراسر احمقانہ و بے عقلی سے ہے۔ جہاں تک اصل تعلیم کا تعلق ہے اس کے کوئی سلام و تحیات انسان الگ نہیں کر سکتا کہ وہ مرد اور عورت دونوں کے لیے ضروری اور لازمی ہے۔ اسلام تو بین الفریقہ ہے وہ اس ضرورت سے کس طرح انکار کر سکتا تھا لیکن یہ ضرور ہے کہ تعلیم و تعلیم کے مقصد کے تحت ہر چیز سے ایکیز، اخلاق پیدا ہوں۔ اچھے بڑے کی ترویج ہو۔ ذہنی و جسمانی حروف سے سیر کرنے کی راہیں معلوم ہوں۔ اور جس سے ایک انسان انسانیت کے مرتبہ تکمیل سے شرفِ انسانی نہ ہو سکے۔ جو تعلیم اس مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے وہی سچی اور اصلی تعلیم ہے۔ اور اس کے امتحان اور جوہر میں مرد و عورت کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ان چاروں تعلیم کا تعلق انسانی زندگی کے مختلف و اعمال سے ہے اس لیے تعلیم شروع کرنے سے قبل یہ معلوم کر لینا ضروری ہوگا کہ تعلیم کی نظری استعداد۔ اور اسباب۔ مکان۔ و حاملہ کے اعتبار سے مرد کے وظائف زندگی کیا ہیں اور عورت کے کیا۔ اگر آپ ان وظائف زندگی میں فرق و امتیاز نہیں کرتے تو اس کے نتائج سنی یہ ہیں کہ آپ مرد کے مرد اور عورت کے عورت ہونے سے انکار کر رہے ہیں۔ یہ انکار آپ کی نعمت و شائستگی کی کھلی دلیل ہے اور اب اس انکار کی بنیاد پر آپ کے جتنے مطالبات اور دعویٰ ہوں گے وہ سب غلط اور بے بنیاد قرار دیے جائیں گے۔ عورت اور مرد کا معنی اختلاف و امتیاز تو بڑی چیز ہے آپ۔ ایک صنف کے تمام افراد کے لیے یکساں حکم نہیں لگاتے۔ بنیادی سچے و طہا صحت و حرمت کی طرف توجہ دیاں رکھتے ہیں آپ تسلیم کرتے ہیں کہ ان سے لڑکیوں کی اعلیٰ مہارت و قابلیت کی توقع نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جو بچے نظریہ لڑکیوں کا ذوق رکھتے ہیں ان کو زبانیں اور کمیایا کی اعلیٰ تعلیم دلانا وقت کو بیکار اور مناسف کر دیتا ہے۔ پس جب آپ خود مردوں کی صلاحیتوں اور استعدادوں کے اختلافات کو نظر انداز نہیں کر سکتے تو مرد و عورت کے معنی و اختلافات کو کس طرح نظر انداز کر سکتے ہیں۔ اسلام کا طرز و انبیا یہ ہے کہ اس نے کسی حالت میں بھی نظریہ کی صیح صلاحیتوں اور اس کے اسی اختلافات کو قابل غنا نہیں قرار دیا۔ اسلامی نقطہ نظر کے تحت تعلیم جس طرح مرد کے لیے ضروری ہے اسی طرح عورت کے لیے بھی۔ لیکن دونوں کی تعلیم کا مقصد جدا ہے۔ مرد کی تعلیم کا مقصد ہے کہ وہ اپنے فرائض و وظائف زندگی سے ذہنی و جسمانی ہم پختہ اور نہ صرف ذہنی بلکہ اس میں اختلافات اور کیر کمر کی اتنی مہارت پیدا ہو جائے کہ وہ بے تکلف اچھے اعمال کو اختیار اور برے اعمال کو ترک کر سکے۔ لیکن اسی طرح عورت کی تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے وظائف و فرائض زندگی سے اگلا ہوا اور ان کو صحیح و درست

آپ کے عورت کے فرائض و وظائف نہایت کی تحقیق و تفتیش کریں اور ہر اسکی روشنی میں اس کے لیے ایک مکمل نظام تعلیم کی تدبیر کریں یہ حقیقت فراموش نہ ہونی چاہئے کہ نظام تعلیم کی تدبیر میں ایک نہایت ضروری امر ہے کہ اندیشہ ہے کہ طریقہ تعلیم کے قابل اطمینان ہونے کے باعث تعلیم پر ایسے نتائج مرتب ہو جائیں جو تعلیم کے مقاصد کے سراسر خلاف ہوں اور سچاے کتب کے تحت نہائی کرنے کے ترک کرنا کھڑی ہو جائیں۔ تھوڑی دیر کے لیے سمجھ لی کہ تانت سے اس مختصر گزارش پر غور کیجیے اور پھر بتائیے کہ آج جو کچھ ہو رہا ہے کیا واقعی وہ مسلمان خواتین کی بہبودی سے تعبیر کیے جانے کا حق ہے۔ مرد کی تعلیم کا کمال یہ ہے کہ وہ سچا طور پر مردانہ اور صامت و کمال سے آراستہ ہو۔ اور عورت کی تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ بالکل صبح و صفا میں مکمل عورت ہو۔ لیکن جاری پچھلے کو انگریزی اسکولوں اور کالجوں میں جو تعلیم دی جاتی ہے کیا وہ انکی تکمیل و شائستگی کر سکتی ہے۔ نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ مضمون ماحول میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے جو اثرات لڑکیوں پر مرتب ہو رہے ہیں وہ اسلامیت اور شرفیت کو کچا خورائے ہوئے شائستگی کو بڑی طرح پامال کر رہے ہیں (بقی آئندہ)

تعلیم و تہذیب کا ادب و صدق

نذہبی

- ۱۔ تصوف اسلام - فاضل اسلامی تصوف کا بیان و قدامت و تہذیب کے حالات و تعلیمات - طبع نائی۔ بامناذ کثیر۔ قیمت ۲۰۰ صفحہ۔ قیمت ۵۔
- ۲۔ فیہ ما فیہ (فارسی) معارف اسلام سے روٹی - مع دیا چہ و مقدمہ - ۲۲۰ صفحہ۔ قیمت ۵۔
- ۳۔ سفر حجاز - فاضل حج کے لیے بہترین رہنما - فقہی، تاریخی اور ادبی ہر حیثیت کا جامع - دیا چہ از مولانا سید سلیمان صاحب لدھی - حجم ۲۱۱ صفحہ۔ قیمت ۵۔

فلسفیانہ

- ۴۔ فلسفہ جذبات - مشہور و معروف کتاب - طبع ثالث بامناذ کثیر۔ حجم ۲۲۰ صفحہ۔ قیمت ۵۔
- ۵۔ مبادی فلسفہ (حصہ اول) فلسفہ کی پہلی کتاب ۱۸۵ صفحہ۔
- ۶۔ مبادی فلسفہ (حصہ دوم) فلسفہ کی دوسری کتاب ۱۵۱ صفحہ۔
- ۷۔ ترجمہ مکالمات برکلی - مع دیا چہ و مقدمہ وغیرہ ۱۸۰ صفحہ۔ ادبی
- ۸۔ مثنوی بکرا محبت - مع تفسیر و مقدمہ وغیرہ ۸۶ صفحہ۔

ملنے کا پتہ :- منیجر دارالمصنفین - غلطہ طر

شیخ شوکت حسین پٹرنے منیجر منیجر میں جس کے ایک دفتر اخبار صدق - گوہر گنج لکھنؤ سے شایع کیا۔

وَالَّذِي خَبَّرَ بِالْمَقْدُونِ وَصَدَّقَ بِهِ أَوْلَافَهُ هُمُ الْمُتَّقُونَ (اور جو بھی اسے لکھتا ہے اور جس نے اسکو سچا مانا ہے وہ لوگ پرہیزگار ہیں)

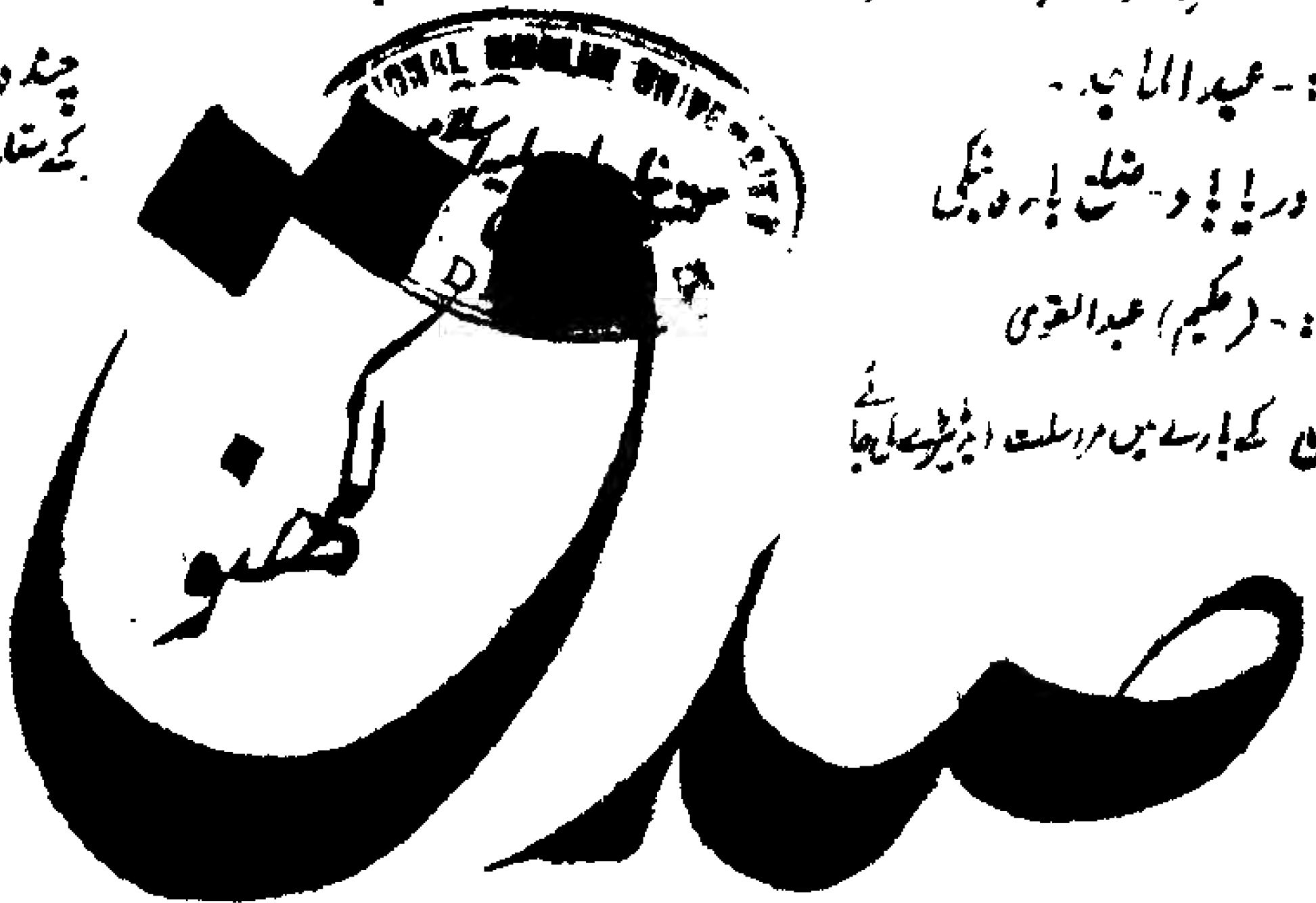
ایڈیٹر :- عبدالماجد

چپہ :- دریا باد - ضلع بارہ بنگلی

نائب :- (مکیم) عبدالغوی

مناہین کے بارے میں مراسلت ایڈیٹر سے کی جائے

پیشہ ورانہ



چندہ اور تنظیمی امور
کے متعلق مراسلت اس چپہ پر ہو۔

مہتمم اخبار صدق لکھنؤ

چندہ سالانہ

شمارہ

بیرون ہند سالانہ شش

قیمت فی پرچہ

نمبر (۶) - دو شنبہ - ۲ - جمادی الاول ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۰ جون ۱۹۷۰ء - جلد ۶

سچی باتیں

کاگریسی روزنامہ نیٹیل ہیرلڈ لکھنؤ (۲۵ مئی ۱۹۷۰ء) کے وکالت
نکار خصوصی کی اطلاع ہے کہ

"اوارڈ میں ہندوستان کے مشہور رقاص اور بے شکرتے جو آرٹ
سنٹر کھول رکھا ہے اس میں شاگردوں کی تعداد اب ۳۳ تک
پہنچ چکی ہے۔ اور ان شاگردوں میں گورنمنٹ ہیسک ٹریننگ
کالج (الہ آباد) کے دو استاد بھی ہیں۔ یہ استاد جب یہاں
سے اسٹا بط "استاد جی" بن کر واپس ہوں گے، تو ان کا وہ
استاد وہ کا حلقہ گھلاؤں گلاؤں تک وسیع ہو جائیگا۔ اس
فن فرد کی عظمت از سر نو زخم ہوگی اور روحانیت اور خوشحالی
کے سبق اس سے پھر تازہ ہو جائیں گے۔"

گو با سرکاری ٹرینڈ ٹیچروں کے منامین میں ایک مضمون 'رقص' کی ٹریننگ کا
اور اصنامد ہوا، اور جہاں انگریزی 'حساب' تاریخ، جغرافیہ، وغیرہ کے ذریعہ
سے دماغوں کی تاریکی کو روشنی سے برلا جاتا ہے وہاں اب اسٹریم لائن
بائنا بط 'ٹاک' بھی ہو کر بن گئے، اور شاگردوں کو طبلہ، سازنگی، ستار،
کے علوم و حقائق میں ماہر اور ناچ، گیت، توڑ، زرت، اے روز و نکات
نیں استاد کار بنایا کریں گے!

چھوڑیے اسے کہ شریعت اسلامی نے اسے کس نظر سے دیکھا ہے۔ اسے
تو سنئے کہ خود انما بان فرنگ کیا کہہ چکے ہیں، کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ تحقیق تو
بھینس کی ہے کہ

"رقص کی ساری جسمانی حرکیں ایک مد تک تعلقات منہی ہیں۔"

کی ترجمان ہوتی ہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۱)
اور یہ قول بھی انہیں کی زبان سے سننے میں آیا ہے کہ
"ابتدائی رقص کی فاحشہ حیثیت پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے،
اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اس کا مقصد شہوانی ہی ہے۔ یہ
دعویٰ عالمگیر حیثیت سے قناعت نہیں، تاہم کسی حد تک ہر رقص
تخریب شہوانی کا باعث تو ضرور ہوتا ہے۔" (ایضاً، صفحہ ۱۱۱)
اور یہ ارشاد کہ رقص بھی ایک قسم نشہ یا مسق کی ہے، کسی مولوی قاسم کا نہیں
استاد ان مغرب ہی کا ہے۔

"عضلات کی وہ حرکت، جس کا سب سے بڑا منظر عمل رقص ہے،
وہ خود سستی ہی کی ایک قسم ہے، نہایت موثر و قوی۔" (انسائیکلو پیڈیا
آف ڈیپن اینڈ ایملکس، جلد ۱۰، صفحہ ۱۱۱)

اور اس متن کی شرح بھی یہاں کی نہیں، وہیں سے آئی ہوئی ہے۔

"جو نوجوان عورت رالز کی گت ۱۵ سنٹ تک ناچ چکی ہے وہ
بالکل ایسی ہوتی ہے کہ گویا وہ شہین بن چکی ہے۔" (ایضاً)

یہ فتوے تو عام ناچ سے متعلق ہیں، چہ جائیکہ مغرب کے جدید و مقبول ترین
ناچ، ٹانکس ٹراٹ، ڈالز، وغیرہ، جن کا لازمی جزو مرد و عورت کی ہم آغوشی
ہے!

تاریخ اور تجربہ کو کہاں تک جھٹلایا جائیگا؟ مغرب اور ہندوستان میں
جہاں ناچ کو مذہبی تقدس حاصل رہا ہے، وہاں کے سندھوں کی کیا
حالت، اخلاقی اعتبارات ہو کر رہی؟ یونان اور روم میں، جہاں
رقص کو نیم مذہبی اور نیم تفریحی (ہیبت حاصل تھی، ان کے سننے سے جو
بڑا ہو کر رہا ہے۔ اور اگرچہ ہم میں جو سچی، فرانس، اور انگلستان میں جو کچھ
گورا، اسکاٹس، اس کے اہل نظر کے معنات میں لا حلقہ جو۔ فحش اور

اور ملت آباد اور معاصر اسلامی سے ملاقہ نہ جائیں گے۔

لیکن یہ اُس برس گزشتہ تمام صدیوں کے تجربات کے باوجود اور ساڑھے سال کی
 ۱۰ فی صدیوں اور مارا بیوں کے بعد آخر حریفیت کے دل میں پیدا ہی کیسے ہوئیں؟
 کیا دنیا اسلام کا جہان، تو حید سے تثلیث کی جانب کچھ ہٹا ہے؟
 سوال کا جواب بھی خود حریفیت ہی کی زبان سے سنئے :-

”اسلام کی دنیا کی کثرت کے ذمیلے پر جانے کی بہت سی شہادتیں
 موجود ہیں۔ عورتوں، خصوصاً شہر، خود قوتوں میں یہ صورت حال
 زیادہ نمایاں ہے۔ چنانچہ ہر فتح اور نقاب کار اور فتح گیر کیا ہے
 شادی کی عمر بڑھ گئی ہے، عورت کو اختیار کے انتخاب میں زیادہ
 حصہ مل گیا ہے۔ عورتیں کچھ ہیں اور انفریکٹوں میں زیادہ آزادی
 سے شریک ہوئے لگی ہیں۔ عورتوں کے کلب کا نام ہونے لگے ہیں۔
 تعلیم کے احاطات بڑھتے جا رہے ہیں۔ مغربی معیشت و دولت
 اور تمدن بہت کمیرت انگیز آزادی چلوٹوں کی تریتوں نے بھی
 اس اشارہ اور خیال کو اور تیز کر دیا ہے۔“

گویا کلیتہً خوش ہوتے ہیں، کہ اولیٰ توحید سے دینی و اخلاقی نصیبت بہت
 ہو رہی ہے۔ اور یہی عقائد میں فرنگی معاشرت و معیشت تو بے شک لگے
 و لوں میں نظر کرنے پر بھی ہے۔۔۔۔۔ مبارک ہو مجدد قوتوں اور دش
 خیالوں کو کہ توحید و بااہت کے درمیان جو خلیج ساڑھے تیرہ سو سال سے
 عامل چلی آ رہی تھی، وہ انکی سعی سہیل سے اب بٹ رہی ہے۔ اور ملک
 تہجد و سلام اور سمیت کے درمیان اب پہلے کا کام دے رہا ہے۔۔۔۔۔ یہی
 فقر کسی زمانہ میں دینہ کے منافعین کو بھی تھا، اگر ہم تو مسلمانوں اور مشرکوں کے
 درمیان صداقت کے سفر ہیں!

ارتداد سے واسطی ”استنبول۔ الہرام کا نامہ نگار لکھتا ہے
 کہ مجلس طینی کبیر میں ایک جدید قانون پیش کیا گیا ہے جس کا نشانہ ہے
 کہ بے شادی شدہ مردوں پر اور عورتوں پر ۱۰ فی صدی ٹیکس لگایا
 جائے۔ مردوں کے لیے ۵۰۰۲۲ کی اور عورتوں کے لیے ۵۰۰۱۵
 کی عمر مقرر کی گئی ہے۔ ان قانون کی رو سے اس طرح حاصل شدہ
 رقم کو کثیر العیال غریب خاندانوں پر تقسیم کر دیا جائیگا۔“

غیر مسلمی سمجھ کر غلط انداز ذکر جائیگا، اگر غور کیجیے، کیا صورت حال ہوگی جس نے
 اس قانون کو متروک بنا دیا ہے۔ شادی بیاہ تو دنیا کا عام دستور ہے، اور اس کا
 تقاضا خود طبیعت پر موجود ہے۔ اور پھر حکومتیں عام معاشرتی معاملات
 میں دخل ہی نہیں دیا کرتیں۔ جب تک کہ قاعدہ عام نہ ہو جائے۔ مندرجہ کے
 شادی نہ کرنے کی ازادیت کی ذمہ داریوں سے بچنے کی کیا تلاش کو درپیش
 ہے؟ سمجھ لینے کی زیادہ ”رہن خیال“ پورپ سے چلی اور ”بہن خیال“
 ٹکی میں چلی اور یہی حرکت اپنا گھر کر گئی اور ترکی چوڑے، فرنگی جوڑوں کا طرح
 شادی بیاہ کو وبال اور حجاب سمجھ، اپنی شہرانی پیاس دے دے دیکھوں سے
 بچتا نہ لگے۔ کسی شیطاں کا چلایا ہوا یہ فلسفہ پھیل گیا، کہ جب
 دو سو دو سو کا روز بازار میں مل سکتا ہے، تو کسے پانے کا کھڑاگ بول لینا حماقت
 ہے۔۔۔۔۔ اور نکاح اور سفاح کا فرق دونوں داغوں سے مست کر دیا جاتا ہے
 کے بچنے میں: یاد دیر نہیں ہوتی، نکلنے تو ہر حال نفس اور عینیت سے ہوا ہے کہ

جدا ہی نکل آئے۔ دور قوم کی قیاد ہی جب گھٹ گئی، اور بدیہی بدیہی کے علاوہ،
 جب سلسلہ عقلی خود اپنے ہاتھوں قطع ہونے لگا تو اب خود حکومت مجبور ہو گئی کہ شادی نہ
 کرنے، چرچا کر کر کے اور شادی پر انعام مقرر کر کے پھر نکاح کو رواج دے! — دنیا
 کے ہزار تجربات میں ایک بار پھر اس تجزیہ کا حتمہ ہے، اگر حریفہ قوی صلاح و
 انفرادی بیود و دواں کے۔ ہی ہیں۔ جو ساڑھے تیرہ سو سال سے کئے گئے تھے
 تباہ لے ہوئے ہیں، اور اس کے سوا جتنی داریں ہیں، سب کی نذر نہیں ہیں
 ۲۲ کامیاب، امرواں، برادریاں۔

۳۰ سال قبل

اور اس کی ایک نامور عادتوں میں ستر اور حجابی۔
 ستر اور سترل اسمبلی کی میر۔ اور اپنے صوبہ کی شہر کارکن۔ انٹیکشن میں
 اپنی طبعیت کے زمانہ کے حالات قلمی کی ہیں، لکھتی ہیں، ملتا رہا۔
 ”اس وقت لوگوں کا زمانہ اسکولوں اور کالجوں میں پڑھ ہی بہت
 کم تھا۔ مردانہ کالجوں میں لڑکوں کے ساتھ پڑھنا بالکل نجی چیز
 تھی۔ مختلفہ میں پہلی بار وہیں عیسائی عورتیاں پر سیدہ تھی
 کالج کے بنی اسے کلاس میں داخل ہوئیں۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ جتنی
 گئیں۔ اور اب تو کوئی ۵۰ روکیاں، اکیلے اسی کالج میں لڑکوں
 کے ساتھ پڑھ رہی ہیں۔ میں شہر میں جب اپنے وطن منگلور
 کے گورنمنٹ کالج میں داخل ہوئی تو کالج کے اساتذہ
 اور اساتذہ کے لڑکوں سے یہ شرماتی تھی۔ کلاس میں داخل ہونے
 کی کبھی میری ہمت ہی نہ تھی۔ جب تک پراس کی زبان سے یہ
 نہ سن لیتی تھی کہ پڑھ خیر آگئے ہیں۔ اور دھڑلے گئے اور دھر
 میں بھی خود باہر نکل آئی۔ میرے لیے کلاس میں سب سے اگلا
 ایک کھٹے میں ایک کرسی اور چھوٹی نیز لگی رہتی تھی۔ اس پر
 بھی کبھی نہ ہونا کہ جیسی کرسی بدل کر ٹوٹی کرسی رکھ دی جاتی، کہ
 میں گردن، اور کبھی میرے بیٹھے کی جگہ پر نہیں (سندھ P) کھڑی
 کر دی جاتی۔ یا کرسی کی گتھی یا کتبہ پر گوند لگا ہوا مانا۔ اور
 میں جب اس قسم کی کرسی پر بیٹھتی! باہر جا کر چہرہ اس سے دور
 کرسی کے لیے کھتی، تو دوزخوں میں کلاس کے رُکے ہاتھ
 سے میز پیٹنے لگتے، یا پڑھ بیٹھنا لگتے۔ میں اسے شرم کے پانی پانی
 سو جاتی، اور آستانہ دیکھ کر گرا کر رہتے۔“ (ایٹیشن ۱۰۰ سی سنٹ)

یہ اتنی شرمیلی قانون کو آخر بھی کیا، کہ اپنی دنیا فرسبت کو اپنے ہاتھوں آج ام نثر
 کرتے بیٹھتی ہیں؟ اور یہ دھبت پسند اور تاریک خیال اگر بڑی اور ذرا سا خواہ
 خواہ اپنے صفحات، ان تدراس پرستیوں کی، شامت بن سہا کر رہا ہے،

عمل و نتائج عمل

شرعی قانون کا بنیاد ابھی ختم نہیں ہوا، کچھ انتہا
 اور عناصر ہیں :-
 ”پوسٹل سنی کالج زدہ اس کے سرے خراب۔ منگلور سے کچھ زیادہ
 مختلف نہیں۔ میں ہٹری کلاس میں تو کبھی لڑکی تھی، لیکن کل کالج
 میں لڑکیوں کی تعداد اتنی منگلور کالج کی طرح بیان میں ہم
 لڑکیوں کی ایک دنیا بالکل ایک تھی، اور ہم اس میں دینی طاعت

(ایٹیشن ۱۰۰ سی سنٹ)

بعیت پر گراں ہو، اس لیے اگر آج کلاس میں نہ آؤ، تو غیر ماضی
سماعت نہ ملے گی۔ آج کون اس احتیاط پسندی کو باز کرے گا، جیسا کہ سنیا
میں ہر وقت اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر کہے پردہ منظر لڑکیوں اور کون
سب کے سامنے رہتے ہیں!

ہم اکیس اپنے مختصر آرام کردہ میں، جسکی یہ حالت تھی کہ ایک
تین تک بھی اس میں نہ تھا، خوب مزے سے آپس میں بات چیت
کرتے رہتے۔ پاؤں بڑا خوشبو، چہرے غار، وغیرہ کا کوئی ذکر نہ کر
تھا۔ نہ تھا آپس میں خوب سنسنی و ذائقہ نہ رہتا۔ اس وقت لڑکیوں میں سے
کوئی بھیبہ دیکھو دینا، تو بعض نہ کرتا کہ یہ وہی لڑکیاں ہیں جو کلاس
میں اتنی بے زبان رہتی ہیں! مجال نہ تھی کہ ساری مضمون یا باتوں
کی آواز نہ کر کے باہر تک پہنچے۔ تعلیم ہم ایک اہم و سنجیدہ چیز
سمجھ کر حاصل کرتے تھے۔ تعلیم ہمارے لیے ذریعہ تفریح نہ تھی۔

یہ سب کچھ سہی لیکن چونکہ تعلیم یافتہ مائیں ڈال گئیں، دو آخر تک یہ رہیں
رہتا، کب تک نہ آتا، کب تک پھل نہ لانا، شرم و حیا زیادہ نہ ہوتا،
ایک نسل تک ساتھ دے سکتی تھی، اس کے بعد اس کے قائم رہنے کا امکان
ہی کیا تھا۔ جو آج اس پر حیرت کی جارہی ہے؟

ہمارا چہرہ کش پرشاد

دکن کے ہمارے ہر سرکش پرشاد و بہادر قشائی، غیر
دقائق روزنامہ کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے اب پرانی ہو چکی۔ ہمارے
کی وفات سے ہندوستان میں شریعت کا ایک ستون سہم ہو گیا، اور اسلامی
تہذیب و معاشرت کا ایک زبردست کمن بل لبھا۔ حسن سلوک، داد و پیش
فیور و سستی، اقوام، انکسار، شفقت علی الخلق کے لحاظ سے اپنی نظر آتے
تھے۔ شد ہی بہتر رہتا تھا، کہ کتنے اہل مہجرت کی پرورش، علامت بھی خلیفہ
ہیں، اسی ایک دے ہو رہی تھی۔ دہلی خلیفہ کے بعض ہندو امرائے عالی
پروردہ حیرت ہوئی تھی، کہ کس طرح مسلمانوں سے گھٹن لگے تھے، جو ان
کی ذات انہیں، آیات کا ایک علی نونہ تھی۔ صوفیہ کے ساتھ، عقیدت
تھی، سب کو سلو مہیے۔ لیکن کبھی کبھار کہتے تھے، تو حیدر سیدی، اسی سے
ظاہر ہے۔ ذات محمدی کے ساتھ، لغت اور ایمان، محبت کی گرو، انیسہ نظمیں
میں۔ دل سے دعا چلتی ہے کہ خانہ اجماع پر ہمارے اور محمد بن
و مسلم ثابت ہو سکیں۔

تصانیف جناب میر صدق

جن میں

جن میں سے ہر کتاب انہوں نے اہرات کا خزانہ ہے۔ مدد
ذیل پتہ سے طلب فرمائیے۔

نیپھر دار المستفین غلام احمد

۵۔ ان نیرمک اللہ غلام احمد
گرم دین بزم کرم نمونہ
الذی نیرمک من بعدہ
و علی اللہ نیرمک کل الامون
۶۔ داکون لہی ان نیرمک
بن نیرمک یات با نیرمک
العتیہ، ثم تونی کل نفس
ما کسبت، ہم لا نیرمک
اگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہو تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا
اور اگر وہ ساتھ چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ایسا
ہوے جو تمہارا ساتھ دے۔ اور صرف اللہ ہی پھر
رکھنا چاہیے ایمان والوں کو۔
اور کسی نبی کی شان یہ نہیں کہ وہ خیانت کرے۔
اور جو کوئی خیانت کرے گا، وہ جان کر گیا، اپنی اس
خیانت کی ہوتی ہو تو کیا موت لے لے۔ پھر ہر
شخص کو پورا عرصے لے گا، اس کے لیے کا، اور ان
بالکل ظلم نہ ہو گا۔

بڑی آزاد چہرہ ریت ہیں اسکی نظیر پیش کر سکتی ہے، شوری کی اہمیت بھی آیت سے
پتہ چلی ظاہر ہو رہی ہے۔ صاحب و حق تک کو شوری سے بے نیازی نہیں۔
۱۱۔ (مید شوری، کسی خاص امر میں)

۱۲۔ (اور بے مال و وقت اس بے پناہ پر عمل کیجئے)
۱۳۔ اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ مسلمان کو قناعت و صبر کی دولت الازل حاصل
ہے، اور خود کشی سے دنیا سے اسلام نادر وقت ہے۔ پردہ فیض نہیں لکھتے ہیں۔
"مسلمانوں میں تسلیم نہ دینا کے وہ اور صفات موجود ہیں جن سے دوسرے
مذہب والے نا آشنا ہیں۔ اور خود کشی تو اسلامی مالک میں مثال
ہی مثال ہوتی ہے۔" (مشرقی آفت دی غریب "۱۹۷۵)

۱۴۔ (جیسا کہ سرکہ بدر میں اس نے دیا)
۱۵۔ (جیسا کہ سرکہ اقد میں اس نے چھوڑ دیا)
۱۶۔ میں اس کے ترک معرفت کے بعد۔
۱۷۔ یعنی یہ شان نبوت کے بالکل منافی ہے۔
۱۸۔ بدر کے بعد جب اہل غنیمت تقسیم ہو رہا تھا تو ایک سرخ چہرہ غائب معلوم
ہوا، اس نے کوئی بول اٹھا کہ رسول نے لیا ہو گا۔ یہ قول اگر کسی منافق کا تھا، تو
اس میں رسول کی دیانت پر کھلا ہوا حملہ ظاہر ہی ہے۔ اور اگر کسی نو مسلم کی زبان
سے نکلا، تو وہیں غلط فہمی میں تھا کہ رسول کو چوری چھپے بھی حق تعالیٰ حاصل
ہے۔ آیت ہر مفرد صنف کی تردید کر رہی ہے۔
۱۹۔ اس سے غافل کی مزید رسوائی مقصود ہے۔

۲۰۔ مقصود کلام یہ ہے کہ خاندان کو تو حشر میں ذلیل و رسوا نہ کر دینا چاہیے۔ بخلاف
اس کے، نبی کا اعزاز و اکرام قطعاً ہے، اسی حالت میں کسی نبی کی جانب خیانت
نسب ہی کیسے کی جاسکتی ہے؟

(بقیہ صفحہ ۳۰)

کے جغرافیہ سے غرض ہے کلاس اور ایک مختصر آرام کے وقت نشہ
میں اپنے ہی کلاس کے لڑکوں تک سے واقف نہ تھی۔ ... میرے دل
میں اپنے استاد و ایچ و ساتھیات سطرالکین کی بڑی عزت تھی لیکن
بات چیت کبھی ان سے بھی نہ کرتی تھی۔ ایک روز ان کا دفتر میں مضمون
کا ملا کہ "آج مجھے درجہ میں قدیم اقام کے ماضی حالات پر لکھ دینا ہے"
اس پر مجھے بے جا بات بھی ہوں گے، جتنا سننا ممکن ہے، تمہاری

نہی نہ پیش کرتے تو وہ معذور ہے۔ اور اسکے لیے سوائے کوئی چارہ نہیں کہ وہ کسی بیرونی طرز حکومت کو جو اسکے مفید مطلب ہو اپنالے۔ لیکن اگر مسلمان جو اپنے مذہب کی ہمہ گیری پر غور کرتے ہیں اور صدیوں تک دنیا کے دور دورہ کتابوں میں اپنی سطوت کا پرچم ہر سچکے میں افسانہ نگار ہی نظریہ کی طرف دور کرتے نظر آتے ہیں تو اسکے معنی صرف ایک ہی ہو سکتے ہیں۔ اور یہ یہ کہ وہ اپنے ماضی کو بھول چکے ہیں۔ خودی کو کھو چکے ہیں۔ اپنے لیے خود کو کوئی شاہراہ عمل پیدا کر سنے سے عاجز ہیں۔ اور صرف دوسروں کے نقش قدم پر چلنے اور انکی نقالی کر سنے کو باعث نجات تصور کرتے ہیں۔

ہیسا کہ صنعت و معرزی نے اشارہ کیا ہے ریاست اور حکومت کی اقسامیں
ہیں۔ اول: نیوی دوم: دینی۔ یہ بات نہایت اہم اور خاص طور پر قابل لحاظ
ہے کہ حکومت دینی اور حکومت دنیوی دو مختلف نوعیں ہیں۔ جو امور ایک صنعت
اور ایک نوع پر صادق آئیں ان کوئی ضروری نہیں کہ دوسری نوع بھی ان کا
مصدق بنے۔ جمہوریت، آمریت، فسطائیت، اشتراکیت وغیرہ وغیرہ یہ
سب اقسام ہیں دنیوی حکومت کے۔ دینی حکومت کسی تقسیم کی اجازت
نہیں دیتی۔

وہی اور دنیوی حکومت میں سب سے بڑا بنیادنی فرق یہ ہے کہ دینی حکومت میں اقتدار (Power) کسی ذات کا نہیں ہوتا۔ بلکہ اقتدار ہوتا ہے ایک مخصوص آئین الہی کا۔ ایک مخصوص نظام عمل کا۔

اسکے برعظامت و دنیوی حکومت انسانوں کی حکومت ہوتی ہے خواہ وہ ایک شخص کی حکومت ہو یا چند افراد کی یا ایک مخصوص طبقہ کی یا جمہور عام کی۔ ہر صورت میں اتنی بات عام پائی جائیگی کہ انہیں اور لاسکھ محل کی تشکیل (۲) تنفیذ، دونوں انسانی فعل کے کام ہوتے ہیں۔ دینی حکومت میں انہیں اور لاسکھ محل پہلے موجود ہوتا ہے۔ مگر اسکی تنفیذ حکومت کا کام ہو اگر تاہے۔ تشکیل میں اسکو قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔

اسی کو دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ حکومت کے دو شعبے ہوتے ہیں۔ ایک تنفیذی جسکو عام طور پر عالمی (Executive) کہتے ہیں۔ دوسرے (Legislative) یعنی تشکیل۔ جہاں تک

(Executive) کا تعلق ہے وہ ہر حکومت اس خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی
کیاں ہوا کرتا ہے۔ اپنے منظور کردہ قوانین کے نفاذ و پابندی میں کوتاہی
کرے وہ درحقیقت حکومت کھلانے ہی کی سعی نہیں۔ حکمرانوں کی ذمہ دیت

مرتب (مستطاب و منظم) وسیع تعلیمی شعبہ کی نوعیت کے فرق سے
بر لا کر کرتی ہے۔ یہی وہ شعبہ ہے جو ایک دنیوی حکومت میں سب سے زیادہ
اہم ہوتا ہے لیکن ایک اپنی حکومت میں بالکل فراموش کیا جاتا ہے بلکہ اگریں

کہا جائے کہ دینی حکومتیں سرے سے اسکا وجود ہی نہیں ہوتا، تو بیجا نہیں
 یہ صرف دین کے کمال و نقصان پر موقوف ہے۔ اگر دین ایک مکمل نظام
 عمل کا حامل ہے تو یقیناً تشکیلی شعبہ بالکل بے معنی ہے۔ جس قدر دین میں
 نقصان ہو گا اسی قدر تشکیلی شعبے کی وقت میں اضافہ ہو گا۔

آزادی کیا ہے ؟ آزادی نام ہے چند پابندیوں میں سقیہ ہونے کا۔
حکومت کیا ہے ؟ حکومت کہتے ہیں ان پابندیوں کے مجموعہ کو جو انسان اپنی
ظلاح و مہبود کی خاطر اپنے آپ پر عائد کرتا ہے۔ ان پابندیوں کا زیادہ بہتر ذکر

از سید محمد پرویز صاحب مدنی لکھی۔ فی الحال ایک کتاب "ریح المسلمین" جو نویسی علیہ
مسلمانوں کی ذہنی پستی اور خود پست فہمی کا اس سے بڑھ کر اور بکون سامنہ رکھتا
ہے کہ آج اسلام اور اسلامی حکومت کے نظریہ کو یورپ کے بائیسے چند بدیر
بیانوں کے "اپنے" کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ ذہنی غفلت جس میں کہ یورپ اپنے
"بے برہم" ہونے کی وجہ سے ہمیشہ گروڈا رہا ہے اور رہے گا۔ بدداری کی علامت
سمجھا جاتا ہے۔ غریب نمون کے سیلاب کا خودی خود آگاہی کے ساتھ دیکھنے
کے بجائے اس حرکت کوشش کی جا رہی ہے کہ "یورپ کی" روشنی ظلمت" کو مسلمانوں کے
سادہ اور خالص اسلام سے بے پروا دماغوں پر کچھ اس طرح مسلح کیا جائے کہ اسلامی
مالک بھی انسانی عقل کے پیدا کیے ہوئے نامکمل اور غیر یقینی نظریات کی جاگ
کے لیے میدان کاروبار بن جائیں۔ مختلف اور متضاد نظریات کے عارضی حرج و
زواں کی تماشگاہ نظر آئیں اور بالآخر مسلمانوں کا وہ خرسن اسن و سکون جو
سیرت برسوں بلکہ صدیوں کا ایک اور صریح ایک تعریف حیات کے ساتھ
وابستہ رہنے سے ان کو حاصل ہوا تھا، مزین کی برق تاباں کی نذر ہو جائے۔

اسلام اور دنیا کے دیگر مذاہب میں ماہِ اقلیہ حضرت یہ امر ہے کہ اسلام محض
چند مذہبی رسوم و عبادتوں کا نام نہیں بلکہ اسلام ایک مکمل قانونِ حیات
ہے۔ انسان کو طرِ اربعہ عمل سکھانے کے ساتھ دماغی تشکیل پر سب سے زیادہ
توجہ دیتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان ایک شخصیت "فعلیہ خصال" کا
مالک بن جاتا ہے۔ اسی صورت میں اسلامی نظریات کو موجودہ دور کے کسی نظریہ
کے تحت میں لانا اکابرِ دین و دنیا ہی غلطی ہے۔ امام نوادہ ایک مستقل بالذات
نظریہ حیات ہے۔ اس کا دیگر نظریات کے ساتھ فردِ فرداً متعلقہ کیا جاسکتا ہے۔
انہی میں کو کسی دور سے نظریہ کے ساتھ بالکل متحد نہیں قرار دیا جاسکتا۔

ہی رہے تھے جس میں آج بہت سے مغرب زدہ اصحاب نیز مسند و امامان
دین مبتلا ہیں۔ اب سوچئے سمجھئے اس تعصب کو ایک فتنہ اللہ اعلم تسلیم کیا جاتا
ہے کہ اسلامی نظام پر استبداد تو جمہوریت، آزاد جمہوریت جو اس وقت مغرب میں

وہ جسے ہر گھنٹہ میں آواز چاہیے یا نصیحتیں اور مشورہات کے تحت میں
انسوس یہ ہے کہ یہ غلطی وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنے آپ کو آزادی کا پرستار کہتے
ہیں اور آزاد ہی کہہ کر "انیم پرسی" کی تحاضراتیں تو دیا یہ مگر خصوصیات قربان کرنا

کے لیے تیار نظر آتے ہیں۔ حقیقی آزادی انسانی و تعلیمی آزادی ہے۔ بدیشیوں کا بائیکاٹ اتنا اہم نہیں جتنا کہ بدیشی نظریہ سے خارج ہونے کا حق ہے۔ آزادی نہیں بلکہ حقیقتاً فاضلی صورت پر زندگی بسر کرنے کا حق ہے۔ انسانی تعلیمی

مغرب کی ہر چیز سے نفرت کرنا۔ نیز اس کی بد قناعت و براہ و بد عیادت
بہت باریک سے زیادہ و دھاتی اور گڑا اور پندستان کے معدنی کے اندر بہت چوک
بازو کھانا کھانا وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ بلانوی پارلیمنٹ کو سمجھانے
Parliament

میں اس کو فائدہ اٹھانا بیٹھنا، کیا کیجیے میرا ہاں ہے، اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابلِ ملاحظہ ہے کہ اگر ایک ایسے قوم پرست اور مذہب پرست کے مرثیہ میں نہانی کرکٹ کے تمام عمر و در پھر وہ آج تو سو برس سے غلامِ چلی آئی ہو، کوئی سیاسی

قرآن کے الفاظ میں ان "حدود" کی تلاش انسان کے لیے فطری، ناگزیر ہے۔ ٹھیک اسی وقت سے جبکہ انسان نے جنگوں اور جہازوں کی زندگی کو چھوڑا اور باہم مل کر کھانا شروع کیا۔ انسان سے ان پاسداریوں کی تلاش جستجو شروع کی۔ اول اول ان حدود کی نشین (مستحکم حدود) اور نیز انکی تنفیذ دونوں کام اپنے ہی گہرے دہس سے ایک سربراہ اور وہ شخص کے سپرد کیے۔ یہیں سے دیوبند حکومت کی ابتدا ہوتی ہے۔ ابتداً ان حدود کی نشین و تنفیذ کرنے والا (مستحکم حدود) کہلایا۔ بعد میں بادشاہ بن گیا۔ یعنی قوانین کی تشکیل کا پورا پورا اختیار تھا ایک شخص نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اسی سے کچھ لٹا جلتا نظام امریت ہے۔ جس میں ایک سربراہ اور ہستی جس کے غلوں وغیر غلوں میں صلا جھٹوں کی اکثر آبادی معزز ہوتی ہے۔ تمام نظام قانون کو ایک بڑی عہدہ اپنی مرضی اور اپنی دل سے چلاتی ہے۔ نئے معاملہ میں ایک نظام تہوری ہوتا ہے۔ جس میں تشکیل قانون کا حق جہور کو اپنے ہاتھوں میں رکھنے ہیں۔ ہر کیفیت پر سب فرد عادت ہیں۔ یہی بنیادی فرق کی ایک دیوبند حکومت قانون اور لاکھ عمل سے بالکل عالی اقامت ہوتی ہے اور اس قانون اور لاکھ عمل کی تشکیل کے لیے مزہری اور لاجب ہوتی ہوتی ہے۔ نیز اگر حکومت کی تشکیل قانون کا بالکل غیر محدود حق دیا جائے تو مذہب ہے کہ وہ اسکا دینا ناجائز استعمال کرے جو عوام کے مفاد کے خلاف ہے۔ ہر حال دیوبند حکومت کی جتنی بھی قسمیں ہیں وہ صرف اس بنا پر ہیں کہ حکومت کی تشکیل قانون کے مسلم حق کو کس طرح محدود کیا گیا ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ ایک دینی حکومت اس ضرورت سے بالاتر ہوتی ہے۔ وہ پہلے سے ایک مکمل نظام عمل کی حامل ہوتی ہے۔ اور اسی کی تنفیذ کی وہ دعویدار ہوتی ہے۔ لہذا دینی حکومت ان تمام اقسام یعنی جمہوریت، آمریت وغیرہ غیرہ کا ختم نہیں بن سکتی۔

دنیا میں دو قابل ذکر حکومتیں ہوتی ہیں۔ اول عیسائیت کی دوم اسلام کی۔ عیسائی مذہبی حکومت ایک عرصہ تک قائم رہی، بالآخر اپنی چند اذیتوں کمزوریوں کی وجہ سے دنیاوی حکومت میں تبدیل ہو گئی۔ عیسائیت کی سب سے بڑی کمزوری اسکا کلیسا کی نظام تھا۔ جس نے آخر کار اس مذہبی حکومت کا خاتمہ کیا۔ کتب ساری یعنی وہ قانون، نظام عمل جس کی تنفیذ کی یہ حکومت خود ارتقی، عوام کی نظروں سے ایک عرصہ تک پوشیدہ رہی۔ لیکہ یوں کہنا چاہیے کہ پوشیدہ رکھی گئیں۔ کتاب آسمانی کے پڑھنے اور سمجھنے اور اس سے حکام اخذ کرنے کا حق "پیران کلیسا" نے اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ مسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مذہبی حکومت بھی کسی آئین و قانون، بالائی کی حکومت نہ رہی بلکہ پیران کلیسا کی بادشاہ بن کر رہ گئی۔ اس نظام کلیسا کے خلاف ارتقی و ترقی کے آواز اٹھانی اور باخلاف سیاست کو مذہب سے بھیجا جبراً ڈال دیا۔ حکومت اور کلیسا کی علیحدگی کے بعد اب یہ عیسائی حکومت قانونی طور سے دیوبند حکومت جیسی اور تشکیل قانون کا مصدر سچا ہے۔ جسے ربانی کے عقل انسانی کی طرف منتقل ہوا۔

اسلام نے شروع ہی سے اپنے اندر کسی نظام کلیسا کی گنجائش نہیں رکھی۔ ہر مذہب کا تعلق اپنے رب سے جدا لگتا ہے۔ کسی دھرم کی مطلقاً کوئی ضرورت نہیں۔ احکام ربانی ہر شخص کے ہاتھوں میں ہیں۔ اور انکی تنفیذ ہر شخص کا انفرادی

فرق ہے۔ اس لیے اسلام میں کبھی بھی ایک اوتھر کے پیدا ہونے کا امکان نہیں۔ البتہ اگر خائفاء کے چند بے عقل و بے کار قانون نے مذہب کی آٹھ دیکر عوام کی عقل پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اور پیران حرم بننے کے خواب دیکھنا شروع کر دیئے تو یقیناً محمد بن عبد الوہاب اور مصطفیٰ کمال عز و جل پیدا ہو سکتے ہیں۔

اسلام ایک تھیو کریسی (Theocracy) یعنی مذہبی حکومت ہے جو دین سے بھی نہیں سیاست سے۔ ایک صحیح اسلامی حکومت وہ تو یہ ہوتی کہ چاہا جاسکتا ہے نہ آمریت و فسطائیت۔ اس لیے کہ یہ سوال تو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب قوانین قانون کی ضرورت درپیش ہو۔ اسلام تو ایک مکمل نظام عمل پیش کرتا ہے اور ایک اسلامی حکومت کا مقصد صرف اس نظام عمل کی تنفیذ ہو سکتا ہے۔ اسلامی حکومت کے محض تنفیذی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت لفظ "فایضا" یا "فلیضا" میں پایا جاتا ہے۔ ہر اہل ذہن کا یہ صریح کہ ایک نائب اور عامل کاہت یعنی اس کی تشکیل آئین کا کوئی مستحکم مستند حاصل نہیں۔ اس کے منصب صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے حاکم بالادست کے احکام کی تعمیل فرما کر دوسروں سے گزارش کرے۔ یہ ایک رقیب لگتا ہے کہ "اسلامی حکومت" اسلوا بنیاد پر قائم نہیں۔ بلکہ حقیقت میں یہ نام "اسلامی حکومت" بھی کچھ موزوں نہ لگتا ہے۔ سچی اسلامی روت کا خیال رکھتے ہوئے مناسب یہ ہوگا کہ اسے "اسلام کی حکومت" کہا جائے۔ اس لیے کہ "اسلام کی حکومت" میں انداز اسلامی آئین و قوانین کا ہوتا ہے۔ نہ کہ کسی ذات کا۔

ایک اسلامی حکومت کو اس امر کی ضرورت نہیں کہ وہ ایک پارلیمنٹ یا سینٹ (مجلس) قائم کرے جو شراب نوشی کو ممنوع کرنے کا قانون پاس کرے، کچھ روز خیر کرے اور ہنگامے بعد پھر اپنے ہی پاس کردہ قانون کی تسخیر کرے۔ اسلام کو اس بات کی ضرورت بھی نہیں کہ وہ اپنے اندر ہر ہمتا کو پیدا کرے (Institutionalism) بلکہ اس کے اندر ہر ہمتا اور فیض روحانی کی بدولت اکثریت کے ووٹ سے شراب نوشی کو بند کر کے اسلام کی حکومت اس بات کی محتاج نہیں کہ اسکی پارلیمنٹ (Parliament) کی طرف سے اس کی طرف سے (مجلس) کے پاس کسی ایسی اسمبلی کی ضرورت نہیں جس میں عورتوں کے حقوق کے متعلق کوئی بل پیش کیا جائے۔ اور (مجلس) کے پاس ہر ہمتا اور فیض روحانی کی بدولت اکثریت کے ووٹ سے شراب نوشی کو بند کر کے اسلام کی حکومت کے پاس پہلے سے ایک اعلیٰ قانون تعزیرات موجود ہے۔ اس لیے اس کا امکان نہیں کہ وہ قانونی (مجلس) کے پاس سے اس کے لیے یعنی ترسیم قانون کے سوا دوسرے پیش ہوتے ہیں۔ ایک اسلامی حکومت کے لیے کسی (مجلس) کا تخیل ہی ممکن نہیں۔ ایک اسلامی حکومت کے لیے پہلے یہ امر طے شدہ ہے کہ وہ زرعی پیداوار سے عشرت یعنی پانچ فیصد یا پانچ فیصد سے زیادہ ٹیکس وصول نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ اس کے لیے کسی کوئی ایسا وقت نہیں آسکا کہ وہ ایک (مجلس) کے لیے شایع کرے اور کسانوں سے پچاس فیصد کی ٹیکس کے دوسرے دوسرے وہ بددین ہوا کر سکے یا نہ کر سکے یہی کیا بلکہ اس کا امکان بھی نہیں۔ عوامی چھوٹ کے متعلق بھی کسی تجویز پر غور کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ اگر یہ کہ عشر زمین کے رقبہ پر نہیں بلکہ واقعی زرعی پیداوار پر لگایا جائیگا۔ باقی زمین

وَالَّذِي جَاءَ بِالْقَدُوتِ وَصَلَاتِهَا بِمَنْ رَزَقَهُ مِنْهَا حَقٌّ (اور جو بھی بلا لیکر آیا اور جس نے اسکو سچا انار دیا لوگ پر ہیزگار ہیں)

ایڈیٹرز: عبدالماجد

پتہ: دریا باد - شائع بارہ بنگی

نائب: (علیم) عبدالقوی

مستأمن کے بارے میں ماسٹریٹریٹ کے پاس

مفتی

چند روز پہلے



چندہ اور آٹھ مئی ۱۹۰۷ء

کے بارے میں خط و کتابت اس پتہ پر ہو۔

مستمر اخبار "صدق" لکھنؤ

چندہ

نمبر ۱۹
شمارہ
بروز منہ سے سالانہ شائع
تاریخ ۱۹۰۷ء

نمبر ۱۹ - ۲۲ - جمادی الاول ۱۳۵۹ - مطابق کیم جولائی ۱۹۰۷ء - جلد ۶

سچی باتیں

"فدا" سے لفظ بن گیا ہوا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ لفظ نہیں کوئی بڑائی نہ کوئی خوبی۔ لفظ سنی ہوا ہو جائے تو اسے کہیں۔ ایسا شخص جو اپنی جان کو جان نہ سمجھے اور کسی کے چشم و برود کے اشارہ پر وہ بیاں کو دھڑکتے آئین میں گھس جائے، اہل کے آگے بیٹ جائے، بھانسی پر چڑھ جائے۔ یہ باتیں یا اسماعیلیوں کی تھی۔ قوم کا ہر فرد سپاہی ہوا تھا۔ اصطلاح میں "وامی" اور عام دعووں کے دو پر جو بھٹے ہوئے چلتے ہوئے سرخرویش و جانناز ہوتے تھے۔ وہ "فدا" کہلاتے تھے۔ یہ عداوت کے ثبوت، فتنے، امیر کے پرستار، ہر حکم امیر کے جان نثار، مخالفین سلسلہ میں سے بیسیوں کو موت کے گھاٹ اتار، قلب، بگڑیں خیر بھونک بہانے۔ یہ تبدیلی ہدایت کے ساتھ بھیس بدل بدل کر شاہرہ عالمہ و شہنشاہ کے پاس شاگرد بن کر مرید بن کر چپچپے، اعتماد حاصل کیا، قرب و رسوخ پیدا کیا، اور اوصاف و مقامات کو ادا کر خیر سے کام نہام کر دیا۔

وامیوں اور فداؤں کی یہ "فدا" ایک دوسرے میں برسوں بلکہ کئی پانچ سو برسوں سے ہے۔ شام، عراق، قفقاز کے سارے علاقے کو بھیس کے زیر نگین آج اس امیر کو ختم کر دیا اگلے اس وزیر کو۔ ہمیں بھی ہوئیں، جو ملے کھلے ہوئے۔ عالم، حاکم، جس کسی کی بھی زبان مخالفت میں لکھی، ہمیشہ کے لیے بند کر دی گئی۔ سیکرٹریس کے ہاں ہر بار ہر طرح کا ہوکروہ گئے۔ خفیہ پولیس کا نظام بنا سوس کا نظام وہ اسلی درجہ کا کہ بڑی بڑی حکومتیں انہیں تو پس کر دیناں "حاکم اعلیٰ" کے بیان رشید الدین ستان کی عظمت و ہیرویت کی کوئی تاریخ کی زبانوں سے نہیں آتی ہے۔

اسکے فدائی نہیں سمجھے ہوئے خیروں کے تیار کرنا۔ سہول کرنے دونوں میں ہر کام ملے۔ بروٹھیم کا ہر سہ نام تیار ہوا۔ ہنری سیم جب شہر میں اس سے ملے تو آواز فغان سے کہنے لگے۔ اپنے فداؤں کی جان سپاری کا امتحان دینے کے لیے وہ فداؤں کو اشارہ کیا، کہ عمل کے بعد سارے کو دھڑکتے ہیں۔ یہ سن کر وہ دونوں کے جسم زمین پر پڑنے لگے۔ فداؤں نے "مستی" کی "ہنری ات" دی نہیں۔

"حاکم اردن" اور "جاننازوں" کی ہمت و جرأت کے مظاہرہ دنیا کے لیے نئے نہیں ہیں۔ "حاکم اعلیٰ" اور "سالار" قسم کے لوگوں کی تعلیم دنیا پہلے بھی دیکھ چکی ہے، "بیلچے" کی جگہ "خیر" پہلے بھی اپنی دھاک دلوں پر بٹھا چکا ہے۔ حسن بن صباح دریا بک خرمی کے پردوں پر ملنے، وقت کی حکومتوں کا ناقصہ دلوں بند کر کے اسے۔ اور فداؤں میں کون ایسا بد قسمت ہے جو شر مروج کی نزدوں میں "حسن بن صباح" اور "بابک خرمی" کی زیارت سے محروم ہے۔ انہی پروری درمات، حیرت انگیز تنظیم کے منظر دیا ہوا ہوا، ہاؤ کیو چلی ہے، خون کی بولیاں بار بار کھیل جا چکی ہیں، خون کی نریاں بار بار چلی ہیں۔ دیکھیے صرست بلکہ جانناز کس کے راستے میں ہو رہی ہیں، مسجدوں کا سجدہ کون ہے۔ درپردہ جان تو دے رہا ہے، وہ قذیل کہیہ پر، یا پڑا ہوا تگہ ہو رہا۔

۱. آؤ کا اعلان
کام مہر تہذیب کو میں، غلام خدا و حق مجتہدوں نے اللہ
بانی نے اسے انسان کا کلام جانتا ہوں اور اسے

یہ اس سے قبل کسی بار مفصل گفتگو کر چکا ہوں

در سالہ نگار جون سنہ ۱۹۲۸ء

جبر شخص کا ایمان اس سرائے کے ساتھ ارتداد رکھے اور "قومی حیثیت سے" اپنے کسی سوانح ہے، تو ہمیں اسے مسلمان سمجھ جائے اور وہ خود بھی شایہ اپنے مسلمان سمجھے جائے پھر ہے!۔۔۔۔۔ اس سے زیادہ سرائے اور صفائی آخر مسلمان ارتداد کی اور ممکن کیا ہے؟ ایک طرف اسے رکھیے اور دوسری طرف اسے سمجھیے کہ وہ ذاتی محبوب تر کیا ہے قوم کی اور اور اس شخص کی دشمنی ہے۔۔۔۔۔ سلام اب گویا نام اپنے ذاتی عقیدہ و عمل بالکل نہ رہا بلکہ ہندوؤں کے اس کی طرح ایک ذات پست ہے کہ جو کچھ چاہیے جو کچھ چاہیے جو عقیدہ اور خیال چاہیے رکھیے۔ اسلام ہر حال اور ہر صورت میں انسانی کے آخری سانس تک لپٹا اور چٹا ہی رہے گا!

ابو جہل کا نیا پرزہ

جو کہیں رسول اللہ کو بڑے بلند مقامات کا انسان سمجھتا ہوں اور عقیدہ کتابوں اور روایات میں تھوکتا نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ اس کے لئے قرآن میں واقعہ و احکام کا پایا جاتا اس اور کی دلیل تو فرما رہے کہ رسول اللہ نے اسے جھوٹ بنیاد بیان کیا، یعنی اپنی طرف سے کھڑے بنیاد بیان کیا، لیکن اسکا اثر نفس و اقدار کی صحت با عدم صحت پر بالکل نہیں پڑتا۔ کلام مجید میں سرائیلیات کا حصہ کوئی تاریخی حیثیت نہیں رکھتا اور نہ اس کلام مجید میں راجح ہونے کی وجہ سے سمجھ کر اوار کیا ہے۔ عندنیہ میں اس قسم کی روایتیں تو ریت و رخیل کے حوالے سے لوگوں کو سمجھاتے اور انہیں اس کے بے ہودہ و نہاری کی طرف سے نام طور پر بیان کی جاتی ہیں اور چونکہ تو ریت و رخیل کے ایسی ہونے کا غلط خیال پہلے ہی سے قائم تھا اس لیے رسول اللہ نے بھی ان کو محض اعتبار و تعبیرت کے لئے بیان کر دیا، اور اس سے کوئی بحث نہیں کی کہ وہ صحیح نہیں یا غلط "انگار جون سنہ ۱۹۲۸ء

گو یا قرآن مجید ہرگز ایسی کتاب نہیں جس کا لفظ احقرت حرمت الہامی ہو بلکہ ایسی ہی نہیں جسے نیاز و فخر ہو بلکہ نفس انسان کے مزاج کے مستند و مستزاد ہیں صفائیں ہونے میں بلکہ اس کے قصص و حکایات میں اسی درجہ کا استناد رکھنے میں جیسے چھوٹے بچوں کو ڈرا کر دھمکانے کے لیے باہمی ایشیا اور نا ایشیا بھرت پرست دیکھو، پرانی کہانیاں سناتی رہتی ہیں؟ اور رسول اللہ پرورد ایک بلند مقامی اور سچے انسان ہونے کے (غلام ہر دین) آنا پڑا تاریخی اور بے مثال جھوٹ بول گئے کہ اسے قرآن کا اپنی طرف سے ابجد کے اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کر دیا!۔۔۔۔۔ گو یا رسول سے تعلق لفظ یا لفظ حرمت بحرنت و ہی شخص جسے سرور دین جاہلیت ابو جہل و ابولہب نے کی تھی کہ محمد میں تو صادق و امین، لیکن (نہو ذبا شہا) انزال علی اللہ میں مدد و دہر و بیباک!۔۔۔۔۔ یہ سنی ہیں ابو جہل کے نئے پردے کے پہیوں میں سدھی پیوی ہیں!

جنگ نرنگ

ہم لوگ ۳۲ ہون کر لائن پر پہنچ گئے۔۔۔۔۔

محسوس کی لڑائی کے ایک عارضی رقص میں آئے ایک اور آئی۔

ایک سپاہی وہ دوسرے کے ہاتھ لپٹا، "ایہ کیا شہر امنس

(Amens) میں کوئی میوا نظر نہ آئی۔ دوسرے نے جواب دیا "تم نے تلاش ہی غلط کی۔" امین (Amens) کا پڑھا ہوا سبب "نثران ہنسا لکھنا" مجھ سے پوچھ کر شریعتی کے اولڈ ہاتھ کی دعوت میں گیا تھا، وہ واپس آگیا ہے اور پائے وہی کر رہا تھا۔ ایک نوکر دفتہ آکر پھٹکا ہے اور وہاں بات کرتے رہے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتے ہیں " (A Press Hat in a hand and a

روایت کسی دشمن یا مخالف کی زبان سے نہیں اخذ ہونا تو فوج کے انٹلر بریگیڈ ہنزا کر وہابی کی زبان سے ہے۔ پوری کتاب پر تبصرہ ہو گا۔ فرنگی کے منہ سے "ہم تو یہاں پہنچے ہیں جنگی خطبے۔ آئی کی جنگ کی تو خبر نہیں" یہ فقرہ سن کر ہنسا لگتا ہے، جو اٹھتا ہے اس شہادت سے انراش کہ اس میں چھوٹا ہے۔ لڑائیاں مسلمان بھی لڑتے ہیں، بدنام ہی ہونا جنگوں کے لیے ہیں۔ بدرو حنین سے معرکوں کا پہلو لیں اس کے بہت بعد شام و عزت و ایران و مصر کے میدانوں کو سمجھو، ہمارے سپاہیوں کو بھی یہی تلاش ہا کر تم فتنہ؟ ہمارے جوان بھائیوں کے لیے بھی "ساقی" شایہ کہ اس کا بعد انتقام است رہا کرتے تھے؟

آزادی میں غلامی

بیباک زندگی میں ہریت کے تصور لینے کی یہ سنی ہرگز نہیں کہ مرزے سے متاثر اور ساقیت شروع ہو جائے۔ بلکہ یہ ہریت تو اسے مل جل کر اتحاد میں، شریک بننے کی نیت سے انجام دینی چاہیے۔ عورت کا اہم ترین و مقدم ترین فرض اپنی اولاد کو بحیثیت بہترین خادم ملک و قوم کے تربیت دینا ہے۔ عورت اگر دل پر رکھ لے، تو اپنے گھر کے اندر سے جہاں وہ ملک دیکھ ہوتی ہے، بدیہی سنو سنات کو بکھلت دے کر سکتی ہے۔ رقص سسرادھا بائی سہرا، بیان "میر کرزی آئی سندھو روز آہندو ۲۱- جون سنہ ۱۹۲۸ء

اس نصیحت کی بھی خوب رہی! اس کے سنی تو یہ ہوئے کہ گویا عورت آزاد ہو کر بھی قید ہی رہے گا وہی بچوں کی پرورش و پرورش و ہی خانہ داری کے فرائض، ہر مردوں کے ساتھ دب کر اور بچ کر سلج و آشنی سے کام لے جائے۔ آفرائشی آزادی کے حاصل کیا ہوا؟ آزادی کا سارا طعنت تو مردوں سے متاثر و متاثر اور انہیں نیچا دکھانے ہی میں ہے، جب کہ طعنت نہ حاصل ہوا تو اس نئی آزادی نے پرانی قید ہی کیا بڑی ہے!

نظرت بشری اور مذہب

"شاعر اعظم" کی نظر پر جو مختصر تقریر "شاعری" کے عنوان سے صدق لکھ میں شایع ہو ہے، اسے پڑھ کر غافل نہیں ہوں!۔۔۔۔۔ "شاعر اعظم" باغادوں کے مقتدا کے کلام کی آپ نے خوب خبر لی۔ جو بات میرے دل میں تھی، آپ نے سب ہی کچھ لکھ دیا۔

مذہب جن الفاظ سے آپ کا تعلق رست ہوئی ٹوٹ چکا تھا، پھر انکی دوہرا سے ایک نیا لامت ملا۔ اجتماع نقیضین ارتقاغ نہیں

مشتق کی ان اصطلاحوں کے استعمال کی ذہنت غالباً ایک مدت کے بعد آئی ہوگی۔۔۔۔۔

چمکتا ہوں یہ قرون و خیرانی عقل والوں سے سننا ہوں کہ انسانی فطرت پر اب مذہب کا دیوتا دار و درنہ اپنی نہیں رہ سکتا تو یہی ہوتا ہوں اس سکین کی عقل پر ہفتا ہوں جو ہی نہیں جانتا کہ مذہب جس سوال کا جواب ہے اس سوال کا نام انسانیت ہی انسان اور اسکے خاص جذبات و احساسات، اسکی فطرت کی گہرائیوں سے دم بدم اُبھرنے والے سوالات ہوتا رہتا کسی کے پس کی بات نہیں ہے ان ہی کا جواب تو مذہب ہے۔ مذہب نے جو وہ ان سوالوں کے حل کی راہیں کر دی ہیں۔ انکی سوجاواہ بھی اختیار کی گئی، ایک بار ہی ہے ویا آئینہ کی جائزگی تفصیلاً نہ سہی اجمالاً ہر انسان میں سکھنے کا وجود ہے کہ وہ جو کچھ چاہے دے رہا ہے اسے جاننے سے رہا ہے۔ لیکن یہ لفظوں کے گورکھ و معذوں اور استعارات و تشبیہات کی بھول بھلیوں میں بھٹا کہ چند دلوں کے لیے انسانی و انسانی نفوس کو بھٹکا لیا جائے لیکن ظالمانہ قوتوں کے رکھنے والوں نے ہمیشہ ملکوت کے ان نادوں کو ڈر پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔

"انسان برل گیا ہے" جو پہلے تھا اب نہیں رہا ہے لیکن اسکا جو تہ برل گیا ہے تو یہی برل گئی ہے جس گلاس میں پانی پیتا تھا وہ برل گیا ہے جس گلاس میں رہتا تھا اسکا نقشہ برل گیا ہے۔ حالانکہ انسانیت کو ان چیزوں سے کیا تعلق ہے۔ جن صفات پر انسانیت کی بنیاد ہے اور انسان کے جن صفات پر مذہب کی تعمیر ہوئی ہے خدا کی قسم وہ لازوال اور اٹل ہیں۔ جب تک آدمی ہے انہیں صفات کے ساتھ اسکا رہنا ضروری ہے۔ بشر کو کب تک گھاس کھلاؤ گے؟ اور پھیلی کو پانی سے باہر کر کے کب تک اسکا ملاؤ گے؟ زمانہ برل گیا اس لیے مذہب کو بھی برلنا چاہیے اس عام مغالطہ کے غلامت بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ جزا سے خیر ہے کہ آپ نے کھل کر پہلی دفعہ اس کا اظہار کیا، میں تو دست سے اس مغالطہ کی بربادیوں پر عمل رہا ہوں۔"

دشمن کی دوستی

شغلہ۔۔۔۔۔ سہری۔ پنڈت ہندو کی تنبیہ پانی تقریب سے وہاں حکام کو بڑی طاہریت حاصل ہوئی ہے۔ وہ افراد کا خاص طور پر اثر حکام پر پڑا ہے۔ ایک نورس کا کہ ہندوستانی مرجانا قبول کریں گے لیکن ہٹلر یا کسی اور حملہ آور کی اطاعت نہ قبول کریں گے۔ دوسرے اس کا کہ خطرہ کے وقت انگریز مرد، عورت، بچہ کا تحفظ ہر ہندوستانی اپنے فرد سرت کا باعث سمجھے گا۔۔۔۔۔ عجب نہیں کہ پنڈت ہندو کی یہ تقریر لندن بھیج دی گئی ہو۔ (بائبر کا دفاع مختار خصوصی کیم جون سنسٹ)

پنڈت جی نے صحیح کہا یا غلط، اچھا کہا یا بُرا، سوال اسکا نہیں۔ سوال سرت ہے کہ کوئی سلطان لیڈر اس کا آدھا بھی کہتا اور اس کی تقریر بھی شغلہ کے اعلیٰ سرکاری طبقوں سے دانشمندی کے ساتھ لندن ہو چکا ہو گئی ہو تو اس غریب کو "آزاد" قومی پس کے ہاتھوں کے لئے سکون کے نصیب ہونے سے کس زور سے حصول اسلئے سرکار پرستی، "برطانیہ دوستی" "سامراجی پسندی" کا نہ بیانیہ گیا ہوتا اور کوئی درجہ گمانت اختیار نہ کر کا اس ناشدنی "لوڈی کسبے اٹھ رہتا!"

تین افسوسناک موتیں

پہلی پنڈت ہوں میں تین افسوسناک فدا فدا کی اہل میں آئیں۔ بیوپار میں دنیا، العلوم مولوی مفتی اور راجن اہل نے انتقال کیا۔ مرحوم ایک مشہور عالم، شمس الظما مولانا عبد اللہ ٹوکی کے فرزند اور خود بھی بڑے صاحب علم تھے۔ ایم اے ہونے کے باوجود حُب دین و حب مذہب میں غرق تھے۔ مدت دراز ہوئی تا ثبات واجب الوجود کے نام سے انگریزی کی ایک کتاب کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ دینی و ملی شاغل آخر عمر تک جاری رہے۔ سنہ ۱۹۴۷ء میں جب فتنہ لگا رہا تھا تو بیوپار سے موسوم کے خطوط ہمدردی حوصلہ افزائی اور ملی اعانت کے آ کر لکھے۔ خود عالم ہونے کے ساتھ ہی دوسرے اہل علم کے سرپرست بھی تھے۔ اللہ مراتب عالیہ نصیب کرے۔

میدر آباد کن میں ملی لطیف احمد دینائی انگریز راجک ہمارے وفات پائی۔ مرحوم اردو کے مشہور شاعر حضرت آبرہائی کے صاحبزادہ اور خود بھی ایک خوش فکر انگریز کم لکھی شاعر تھے۔ پنڈت سالیقی، مدق کے قدر افزا، اور مدد مدق کے کرم فرما۔ مدتوں دولت آصفیہ میں محکمہ امور مذہبی کی نظامت و سمندی پر سرافراز رہے اور اپنے زانوہ قابل قدر دینی خدمات انجام دیں۔ فیاض و بخشنے۔ مذہب اسلام کنوں کی نفعیہ اور کتنوں کی تلایہ امداد کرتے رہے۔ اللہ برے بہتر درجات تو فیض فرمائے۔

تیسری موت، لکھنؤ کے برائے ادیب و زبان دان خواجہ عبدالرزاق عسکری کی ہے۔ مرحوم کی ساری عمر خدمت زبان و ادب میں گزری۔ اردو میں اچھے اچھے اور مختلف لکھنے والے بہت سے ہیں لیکن فقرے اور شوخ عبارتیں لکھنے والے بھی خاص قدر میں ہیں لیکن صحیح زبان لکھنے والے لفظوں، محاوروں، ترکیبوں کی صورت کا بھانپنا رکھنے والے بہت ہی کم ہیں، صرف چند، انکیوں ہونے کے قابل انہیں معدودے چند میں ایک ذات مرحوم کی بھی تھی۔ بڑے ادیب، سادہ مزاج، امداد، شرفی، مذہب و تمدن کا ایک ایکش ٹونہ تھے۔ عقائد میں ختم، مذہبی اور دیندار۔ حق تعالیٰ مرحوم کی خدمات کو قبول کرے اور جوار رحمت خاص میں جگہ عطا کرے۔

(بقیہ صفحہ ۷)

مذہب بڑھ گیا کہ داری نے تو قرآنی جنت پر سرت "جو دانی جنت" کا فقرہ جنت کیا تھا لیکن رقص کرتے والوں نے تو اس سے بھی آگے قدم بڑھا دیا اور خاک پر دھن ڈالنے کے چٹکے اور گھوسوں کے لگے ہرے بڑا کی گناہوں میں ہی جنت نظر آئی، جسکی دید کی تہا میں میرہ سو سال سے سلطان انکے اکابر و اعاغراس: بنیاد سے مذکور ہے ہیں بادشاہ دن کے اگر دات کے تو، وہ وہی کے دیکھنے کا بھی لفظ ملنے کر دینا چاہئے۔ حکومت کے زمانہ کی ان پیداواروں میں ہلکی کتنی اچھی مثال پائی جاتی ہے۔ مجازاً استعارہ کا لفظ بھی خوب تر شا گیا ہے اس آڑ میں جس لفظ سے جب چاہیے آپ کے دینی مسن کو چھو کر۔

نہایت جی نے صحیح کہا یا غلط، اچھا کہا یا بُرا، سوال اسکا نہیں۔ سوال سرت ہے کہ کوئی سلطان لیڈر اس کا آدھا بھی کہتا اور اس کی تقریر بھی شغلہ کے اعلیٰ سرکاری طبقوں سے دانشمندی کے ساتھ لندن ہو چکا ہو گئی ہو تو اس غریب کو "آزاد" قومی پس کے ہاتھوں کے لئے سکون کے نصیب ہونے سے کس زور سے حصول اسلئے سرکار پرستی، "برطانیہ دوستی" "سامراجی پسندی" کا نہ بیانیہ گیا ہوتا اور کوئی درجہ گمانت اختیار نہ کر کا اس ناشدنی "لوڈی کسبے اٹھ رہتا!"

سورۃ النور

(بشیر)

صدق جعفر

(از عبد المجید)

۱۔ امن اتی عنوان شد
کن آو بطن شد
و ما و جبرم و بس
المصیر

۲۔ ہم در جنت شد
و شد سیر با مینون

۳۔ لادن شد علی الوصل
و بیت فیم سولان
الفسم، نیلوا عظیم
و زکیم و سلیم الکلب
و الکلمه و ان کا فدا
من قبل یعنی منکال
سین

۴۔ امن اتی عنوان شد
کن آو بطن شد
و ما و جبرم و بس
المصیر

۵۔ ہم در جنت شد
و شد سیر با مینون

۶۔ لادن شد علی الوصل
و بیت فیم سولان
الفسم، نیلوا عظیم
و زکیم و سلیم الکلب
و الکلمه و ان کا فدا
من قبل یعنی منکال
سین

۴۔ و ما و جبرم و بس
المصیر

۵۔ ہم در جنت شد
و شد سیر با مینون

۶۔ لادن شد علی الوصل
و بیت فیم سولان
الفسم، نیلوا عظیم
و زکیم و سلیم الکلب
و الکلمه و ان کا فدا
من قبل یعنی منکال
سین

۴۔ و ما و جبرم و بس
المصیر

۵۔ ہم در جنت شد
و شد سیر با مینون

۶۔ لادن شد علی الوصل
و بیت فیم سولان
الفسم، نیلوا عظیم
و زکیم و سلیم الکلب
و الکلمه و ان کا فدا
من قبل یعنی منکال
سین

۱۔ امن اتی عنوان شد
کن آو بطن شد
و ما و جبرم و بس
المصیر

۲۔ ہم در جنت شد
و شد سیر با مینون

۳۔ لادن شد علی الوصل
و بیت فیم سولان
الفسم، نیلوا عظیم
و زکیم و سلیم الکلب
و الکلمه و ان کا فدا
من قبل یعنی منکال
سین

۴۔ امن اتی عنوان شد
کن آو بطن شد
و ما و جبرم و بس
المصیر

۵۔ ہم در جنت شد
و شد سیر با مینون

۶۔ لادن شد علی الوصل
و بیت فیم سولان
الفسم، نیلوا عظیم
و زکیم و سلیم الکلب
و الکلمه و ان کا فدا
من قبل یعنی منکال
سین

۱۔ امن اتی عنوان شد
کن آو بطن شد
و ما و جبرم و بس
المصیر

۲۔ ہم در جنت شد
و شد سیر با مینون

۳۔ لادن شد علی الوصل
و بیت فیم سولان
الفسم، نیلوا عظیم
و زکیم و سلیم الکلب
و الکلمه و ان کا فدا
من قبل یعنی منکال
سین

۴۔ امن اتی عنوان شد
کن آو بطن شد
و ما و جبرم و بس
المصیر

۵۔ ہم در جنت شد
و شد سیر با مینون

۶۔ لادن شد علی الوصل
و بیت فیم سولان
الفسم، نیلوا عظیم
و زکیم و سلیم الکلب
و الکلمه و ان کا فدا
من قبل یعنی منکال
سین

قیامت میں شادی بیاہ نہ ہوگی بلکہ لوگ آسمان پر فرشتوں کے مانند

ہوں گے۔ (مسیحی بائبل)

اسے دے کر انجیل کا ہی فقرہ ہے جسکی بنا پر عیسائی سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان انسان باقی نہیں رہتا بلکہ جیسا کہ بعض مذاہب میں خیال ہے کہ آدمی مرنے کے بعد کبھی گھوڑا اور کبھی چوہا وغیرہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عیسائیوں کے نزدیک مرنے کے بعد آدمی فرشتہ ہو جاتا ہے۔ گویا سارے مجاہدات اور ساری قربانیوں کا آدمی کو قدرت کی طرف سے یہ صلہ ملتا ہے کہ انسانیت اور اس کے سارے احساسات جہنم میں جاتے ہیں۔ یہ سزا جہنم کی جہاں ممکن ہے کہ عیسائیوں کی فطرت کے مطابق ہو، لیکن جو واقعی انسان ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ وہ مذہب کو آخر کس طرح برداشت کر سکتے ہیں۔ بالکل سبب ہو جانا تو بڑی بات ہے۔ آج اگر کسی کے انسانی احساسات میں کسی قسم کی کمی واقع ہوئی ہے تو ڈاکٹروں، عیسائیوں کے درویشوں کی وہ خاک اڑا دیتا ہے، (فریقہ سے بندھنا) جانتے نہ آئے، اگر کسی کے انسانی احساسات کو زندہ کرنے کے لیے بندوں کے غلوں سے کام لیا جاتا ہے، کروڑوں روپے کی دوائیں انسانی احساسات کی بیداری کے لیے خرچ ہو رہی ہیں، جتنے بڑے بڑے دواور مانیع کرنے کے لیے عیسائی عمریں نکالیں کرتے ہیں اس عیسائی اسرائیلی جنت کا نام "روحانی جنت" لگایا ہے اور ہمارے بدعوییاں اس خالص عیسائی عقیدہ کو سائیس کا کوئی اہم مسئلہ قرار دے کر ان کے الفاظ کو ان کے انسانی سے آویڑا، بغیر کردینا کے سامنے (آج) نہ آتے ساتھ پیش کر رہے ہیں کہ ہم بھی آخرت کے متعلق ان ہی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں جتنے پر ایمان لاتے ہیں، جن پر ہمارے حکام کا ایمان ہے اور ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں جن سے ہمارے آقاؤں کو انکار ہے۔

انجیل کے اس بیان کے سوا چوتھی صورت سے یہودی اور عیسائی مذاہب میں جنت سے پہنچنے کے دو بہت سے دروازے ہیں، گندگیوں، شرارتوں کا سرخسہ ہے، اسی لیے بڑے بڑے پوپس نے اپنی ماؤں اور بیویوں کو مجسم سلطان "سرنٹ گناہ" مطابق سجاست اور گندگی "فرار دیا ہے، ظاہر ہے کہ جنت جو غریب، اہل کام مقام ہے اس کی تقدیس کے لیے عورت کا وجود چونکہ نا پاک و داغ تھا، اس لیے قرآنی جنت کا جو عنصر سب سے زیادہ عیسائیوں اور عیسائی خراجوں پر گراں بلکہ اب تو قریب قریب انگارہ کی شکل اختیار کر چکا ہے، "حوریں" ہم دوزخ اجمہ وغیرہ کے بیانات میں جس میں مردوں کے ساتھ جنت میں "حوریں" کو بھی فی ظلال علی الارواح منکون (مجاہدوں میں مجاہدوں کی طرح لگائے) کی شکل میں پیش کیا گیا ہے، بلکہ مرد بیٹوں کی جنت کو اسلام میں عورتوں کے قدموں کی نیچے ڈال دیا گیا ہے۔ غلام یہ ہے کہ مذہب اور مذہبی علم و عمل جو انسانیت کے ارتقاء و ترقی سے بحث کرنے والا نظام ہے عیسائیت کی ایک غایت اور غرض منی ہوتی ہے، اسی طرح اہل غرض منی و غایت کو متین کرتے ہوئے اسلام کہتا ہے کہ جو انسانی ہے وہ مذہبی عقائد و احکام کی مادہ سے نہ مذاہمت ہے اور نہ گھوڑا نہ بھینس نہ فرشتہ اور نہ شیطان، بلکہ انسان ہر حال انسان ہی باقی رہتا ہے، البتہ ہر حال میں کمال اور اسکی تاشقی، اکتہ قدرت تاشقی کی انتہائی منزلوں تک ارتقاء کرتی ہوئی چلی جاتی ہے، اسی لیے قرآن انسان سے انسانی احساسات کے جہنم جانے کا نام جنت نہیں رکھتا، بلکہ آدمی کی جگہ جو کچھ دیکھنا چاہتی ہے، ہر کچھ دکھایا جائے گا۔ جو کچھ جتنا چاہتے ہیں وہی سنا یا دیکھا، زبان جو کچھ چاہتے ہے انکی

کلیں کی چاہنگی، الفرض انسان جو دراصل چند احساسات اور خواہشوں کا مجموعہ ہے اسکی کلیں کی چاہنگی، اس حد تک کی چاہنگی جسکی کوئی اجتماعی یا انفرادی نظریہ دنیا کے موجودہ نظام میں پائی نہیں جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ ذات کی حد تک عالم آخرت کی وہ فوس سماں (مجاہد و الناس) کے متعلق قرآن مجید نے تفصیل کے ساتھ ان کے موسم آب و ہوا اور ایسا چار بنائات حیوانات سب کا ذکر کیا ہے، اس لیے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ان ساری چیزوں کو آتے ہیں، جگہ پر نہیں آتا کہ جو لوگ اس دنیا میں ان چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں انہوں سے چھو رہے ہیں، ان سکینوں کی عقل پر کابا آنت آتی ہے، اگر تب دوسری دنیا میں انہیں چیزوں کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو یہاں بہت دور نظروں میں لیا دجہ انقلاب میں پیدا ہوتا ہے۔ علوم، نظام کو کھینچیں اور محمول پر ایمان لانا چاہتے ہیں، لیکن جب ذات سے آگے بڑھ کر ان ہی چیزوں کی صفات کی قرآن تفصیل شریعت کرتا ہے، نظام زندگی کی باتوں کی تیارسی اور اسے ہر سے ہوگی جس کی خبر قرآن نے تواریخ غنہ (نشتے جانتی ہے) کے کی ہے، یادوں کی نروں کے پانی کو غیر آسن (نہ سڑنے والا) قرار دیتا ہے۔ یہی وہ دعو جو مایاں نفسوں سے نکل کر ہو رہا ہے، اسے نروں میں سٹھ گا، یاد ہی شکر جو مایاں پھولوں کے جس سے شہد کی صورت میں تیار ہوتی ہے، کھنک کے مدد و مین شہد، پاک جنت کی فضا میں تیار ہوگی، یادوں کے جوہر دار درختوں کے پھل نعلوں اور پھولوں کی قید سے آزاد ہوں گے، وہ غیر ممنون (نہ ختم ہونے والے جتنے) نہ گھٹنے والے ہوں گے۔

اسی طرح کھانے کے ساتھ غذا و حاجت پہننے کے ساتھ پیشاب کی ضرورت، پسینہ کی کراہت، خراب کے ساتھ بڑھا پا، موت کے ساتھ مرنے، زندگی کے ساتھ موت، اس طرح دنیا کی ہر سرت کے پھول کے ساتھ جو کھفت کا کھانا، چھپا ہوا ہے، جب کہا گیا کہ انسانی زندگی جنت میں برائی کے ان پہلوؤں سے پاک ہوگی، اسی طرح جہنم کی اسی فضا کو بچا، روشن ہونے کے دعو میں کی بھارتیں جیسی سیاہ اسکی غذاؤں کو لاسین و لاسین من جوع (نہ لڑی) پیو ہو نہ بھوک کی تکلیف سے، (نی ہو) اس آگ میں سیجے کو کمر اور اکھ ہونے کے احساسات کو تیز کرنے کے لیے تیز تازہ کھانیں آدمی میں پیدا ہوگی اور جہنمی بنائیں میں اسی کی حرارت سے ابیدگی اور شادابی پیدا ہوگی، وغیرہ صفائی امور، تو یہی لوگ جو معلوم کر چھوڑ کر "روحانی جنت" کے مجول تجمل کی طرف بھاگ رہے تھے، ایک ایک پلٹ پلٹ چکے ہیں اور چونکہ اس دنیا میں کوئی چیز ان صفات کے ساتھ موصوف ہر کر ان کے اپنے تحقیقی اساتذہ کے علم میں نہیں آتی ہیں اس لیے جوع اٹھتے ہیں، ہم اسی پر ایمان لاسکتے ہیں، بالائیں گے جو ہیں جہل سے معلوم

سہ "لا یرون ثمن ولا زہر یز" جنت کا موسم بخل من بجوم (دھوپ کی چھاؤں) جہنم کا موسم فی سوم (زہریلا) جہنم کی ہوا، دھیم (آب گرم) اگر جہنم کی آہ ہو گا یہ بیان ہوا، اسی طرح جنت کے میوے اور چشموں، انوار، جہنم کے عین الی آفود (گرم شیشے) وغیرہ جہنم کے پاڑ مسودہ، اسی طرح جات بخزن من تمنا الانا من شتی بنائات، الفرض فلیں رقوم وغیرہ جہنمی بنائات، جہنم کے مشرت مثلاً سانب کچھ وغیرہ کا ذکر حدیث میں ہے، دھیم طیر میں جنت کی چڑیوں کا، تفصیل معقود نہیں جو در قرآن صریح سے امام ربیع ان دونوں مالک کے جہاد بنائات حیوانات آپ دہوا

یہ ہیں پہلے سے معلوم ہوں۔ ان ذہنی ادارہ گردوں کا آخر کوئی ملاح ہے۔ حالانکہ سیدھی بات یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے عربی زبان کے جن الفاظ سے جو علم ہیں معلوم کرنا چاہا ہے، ان سے اپنے سلوٹ میں اضافہ بھی کرتے۔ یعنی جیسے ہم نے کہا گمانہ کہ آخرت کے سالکست میں حادوت و نباتات، دریا بہار و غیرہ ہیں جو چیزیں ہم دیکھ رہے ہیں ان ہی چیزوں کو ماننے میں ہیں آخرت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ یہ خیال کہ ان نوبہ چیزیں جو سکتی ہیں اللہ ہاں میں ہو سکتیں۔ یہ ہاں اور ہاں کا فرق کتنے عجیب ہے۔ ایک ایسا آدمی جو اس دنیا میں چند سال ہوئے یا اور چند سال بعد چلا جائیگا وہ وہاں اور وہاں کی تقسیم آخرتس بنادیا ہوگا۔ اسے وہ وہاں جو کچھ ہو سکتا ہے وہاں میں رہ سکتا، آخر اس قسم کی مضحک متعلق کی بنا کیا ہے۔ ہر حال جو کچھ دکھایا جا رہا ہے حبیب وہی سوزا جاتا تھا، تو ماننے کے لیے اسے زیادہ آسان مطالبہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن جن چیزوں کی ذات وہی زبان کی گئی تھی وہ وہاں ہے۔ ہر وہی کہہ سکتا ہے یا نہیں کہہ سکتا ہے۔ کسی کی آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا، نہ کسی دل پر اسکا خطرہ ہوا تھا۔ ایسا شیشہ جو چاندی سے بنا ہوا یا ایسا عنقریب میں شیشہ کی شفافیت اور چاندی کی پاکیزگی لیکن چاندی کی کثافت اور شیشہ کی بے لوثی کا عجب نہ ہو تو اپنے علم کے اضافہ کے معنی اس بنیاد پر نکال کر نا چاہیے کہ جو چیز تاج عین معلوم ہوئی ہے وہ کبھی نہیں ہو سکتی۔ جو درخت یورپ میں بار بار نہیں ہو سکتا وہ ہندوستان میں بھی نہیں چل سکتا، آخر یہ بھی کوئی متعلق ہے۔ قرآن میں انہی معناتی عجائبات کی حوت اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ لا تعلم نفس الا حقن ہم من قرۃ العین (منہی جاننا کوئی جو چھپائی گئی ہے اس کی آنکھ کی مضحک) بلکہ میں تو خیال کرتا ہوں کہ جنت کے ہر لمحہ میں جن عجیب صفات کا ظہور ہوگا وہ، جن پہلے لمحہ سے مختلف ہوگا۔ آیت قرآنی کلاما زینا من قرۃ العین لا تدری روزقنا من قبل (جب وہ بے جا نہیں گئے ہیں ان جنتیوں کو یہ کہیں گے۔ وہی ہے جو ہیں پہلے دیا گیا تھا) یعنی ذات تو ان جہلوں کی وہی ہوگی جو انہیں دنیا میں یا جنت میں پہلے ملی تھی، مثلاً وہ آدمی جو کچھ نہ سبب ہی ہوگا وغیرہ لیکن معناتی طور پر وہ تو اب نشانہ ہاں دینے ہائیکے وہ ملتے جلتے۔ یعنی ذات میرا دوسرے ہیں وہی نہیں ہونگے جو انہیں پہلے ملتے جلتے، بلکہ صورت صورت میں ثابت ہوگی اور صفات نشانہ میں ہوں۔

دوسری کیفیتیں ہیں، یہ فرق ہوگا جسے نہ کسی نے دیکھا تھا نہ سنا تھا نہ سوا ہوا۔ اور یہ سلسلہ طار سے تمام بردہائی و اندرونی احساسات میں جاری رہے گا۔

یہ ذاتی طور پر جسمانی اور روحانی دونوں کا قائل نہیں ہوں، بلکہ خالق کا وجود مخلوق کا وجود و محض ان دونوں کا قائل ہوں۔ لیکن جو نہ روح کو جانتے ہیں اور نہ جسم کو سمجھ سکتے ہیں کہ ذات میں دیکھا ہے، عرض ہے یا جو ہر خارجی حقیقت ہے یا ذہنی احساس ان چیزوں کی رعایت سے کہہ دیتا ہوں کہ جسمانی اور روحانی ہر قسم کے انسانی مطالبات کی تکمیل اسی لامحدود طریقہ سے ہوگی۔ مروجہ شاعر اسلام رحمہ اللہ نے

پیش سے زندگیانی پیش سے عبادتانی

یہاں اسی طرے اشارہ فرمایا، اور میں نے اپنے اس خط میں جو یہ اشارہ کیا تھا کہ جنت سے تھوڑے کا کوئی خواہشمند نہ ہوگا، یہ اصل سورہ کعبہ کی آخری آیتوں کا حاصل ہے۔ جس میں اہل ایمان کے لیے فردوس کی مہمان نوازی کا ذکر فرماتے کے بعد حق تعالیٰ نے لایعین منہا حولا اہل فردوس اس فردوس سے باہر نکالنا نہ چاہیئے۔ ان کے بعد قرآن کی شہادت کلمات رب کے متعلق ہے۔

تس لوکان البحر راو اللکلمات
ربی لنعلم البحر نہیں ان تنفذ کلمات
یہاں لو جتنا بیشہ مدونا
بول کہ اگر سمندر بھی خدا کے کلمات کے لیے دشمنانی
جہاں سے تو سمندر ختم ہو جائے گا قبل اسکے کہ خدا
کے کلمات ختم ہوں اگرچہ ہم اسی سمندر میں کسی اور
سمندر کا اضافہ کریں۔ رست تک میری سمجھ میں کلمات رب کی اس لامحدودیت کا
تعلق جنت سے نہ نکلنے کی خواہش کے ساتھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، لیکن اب تک معلوم ہوا
کہ باقی چیزوں سے آدمی میں تھک جانے یا اکتانہ جانے کا جو جذبہ پایا جاتا ہے
اسی کو پیش نظر رکھ کر بتایا گیا ہے کہ جنت میں جب معناتی عجائبات کا ظہور کلمات
رب کے ذریعہ سے ہر دن ہر وقت بلکہ ہر لمحہ میں وہ نواز و تازہ طریقہ سے ہوتا
رہیگا تو پھر جنت کی زندگی سے اکتانے کی آخر وہ کیا ہو سکتی ہے۔ عربوں میں اسی
اجہلی کی تفصیل مختلف قبیلوں کے ذریعہ سے کی گئی ہے جس کی تفصیل کا یہی مقصد ہے۔
آدمی میں نئی نئی چیزوں کے دیکھنے کا جذبہ پایا جاتا ہے اور اس بنیاد پر کہتے
ہے کہ جو اعزہ و اقارب سب کلمات اور دنیا کی سیر کے لیے نکل پڑتے ہیں لیکن
جو کہ اپنے اس فطری جذبہ کا استعمال انہوں نے غلط طریقہ سے کیا اس لیے حکوم
گنہگار بن گئے ہیں اور لوگ پوچھتے ہیں کہ تم نے اپنی سیاست کے دوران میں
کن کن چیزوں کو دیکھا تو میں نے دیکھا ہے کہ اکثر وہ گھبرا جاتے ہیں۔ آخر وہی دن وہی
رات وہی ستارے وہی آفتاب وہی زمین وہی آسمان وہاں کہیں آدمی جائے
رہے گا اور کیا دیکھے گا۔ دنیا میں چار آنکھوں والے آدمی یا تین ٹانگوں والی مرغیاں
کمان نظر آئیں گی۔ محبوب اور ان جہاں میں وہی کو حوالہ دروغ بیانی سے کام لیتا رہے گا۔ وہ
ایک نئی چیز کے ذکر کے بعد ان کے سفر انہوں کی اکثر چیزیں کہہ دیتی ہے۔ حال میں ایک سیاح
سے جو سائیکل پر ہندوستان کا دورہ فرما رہے ہیں گیلانی میں لانا تھا وہی لکھنے سے وہی
تک۔ ان کے معاملات میں سرور یہ اضافہ ہوا تھا کہ پہلے اسے انہوں نے دریا سے سون
کے شالی بن کوٹو کے قریب کی بھاریوں کو لانا تھا اور وہاں ہی اس نے دھری ان سون کے پل
کے دروازوں کو کھلا کر کہے اپنے فوٹ کہ میں درج کر کے اپنے سفر کی نسبت و سول کی
تھی۔ اسکے سوا اس بیچارے کے پاس اور کوئی نئی بات نہیں تھی۔ سہی اور چون کے اس
بچنے میں سائیکل پر اس طرح مارے مارے پھرتا بھیج جذبہ کے غلط استعمال کا گناہ اچھا
نہاڑہ ہے۔ حالانکہ

دل من ساغر من کہ مذاش بار بار (اقبال)

کتنے عجیب عوالم اور کتنے غریب عالمک کا سفر آدمی کے سامنے ہی چاہے تو امام دانہ نش
کے ساتھ اس سفر سے لذت اندوز ہو سکتا ہے اور چاہے تو اپنے اس سفر کو سرور دیکھ دو
تخلیف و محبت کی دوزخ بنا سکتا ہے۔ پورا پرگرام منزلوں کی تفصیل ہر روز ہر گھنٹہ
کلمات لگا دیے گئے ہیں جسکا ہی چاہے ان طاقت ناموں سے نفی اٹھائے اور جسکا ہی
چاہے اسکو ٹھکر کہ قدرت اور قدرت کے ذہن کی ٹھکر کہہ دے، سفر سے گزرتو ممکن
نہیں ہے، جسے آج سے چالیس پچاس سال پہلے تجھے اچانک قدرتی ذہن کے
اس نظام میں لا کھڑا کیا ہے وہی یوں ہی ایک نظام سے دوسرے نظام میں منتقل
کرنا ہوا چلا جائیگا۔ جس طرح اس دنیا میں آنے سے ہم اپنے آپ کو روک نہیں سکتے
تھے۔ آئندہ بھی ہم اپنے آپ کو کس طرح روک سکتے ہیں۔ میں نے اس
اجالی و عینہ کی کچھ تشریح کہنے بیٹھا ہے، پورا مضمون ہی ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس
ان لوگوں سے سخت ہزاروں جو آپ کے سامنے غایبیت فردوس شافیہ سے متاثر
ہو کر مجاز و استعارہ کی ہادر اور ذکر اکبر والہ کے متعلق قرآنی الفاظ کی لغوی تفسیر
کے ساتھ معناتی کی تفسیر پر مصر ہیں۔ اعلیٰ ذات اللہ ان میں سے معنوں کا اعتراف

کرنا پڑا ہے کہ جن سامعین کی خدمت میں یہ پرچہ بغیر من تبادلہ حاضر ہوا ہے انکی تعداد میں تخفیف کی جائے۔ سیدھے کہ وہ ہماری مشکلات کا اندازہ فرما کر ہمارے اس اقدام کو معاف فرمائیں گے۔

اس طرح ان حضرات اور ادارات (جنکے نام صدق اعزازی اور یار مانی شرح پر بھیجا جاتا ہے) کی خدمت میں بھی گزاریں گے کہ انکی موجودہ سباد کے خاتمہ کے بعد گنجائش نہ ہونے کے باعث نہ تو کسی کے نام اعزاز پر چھپا دی ہو سکے گا اور نہ رعایتی شرح پر۔
 یہ اعلان اس وقت تک کے لیے ہے جب تک کہ صدق مالی مشکلات کے بغور میں ہے۔

(مہتمم صدق - لکھنؤ)

(بقیہ صفحہ ۳)

دین میں لچک

”جس طرح آج ہم سچی عقیدہ تخلیق اور ولادت بغیر والد کے عقیدہ کو اس صیرت میں پیش کرتے ہیں جو موجودہ منسل کے ذائق کے مطابق ہے، اسی طرح ہم لازم ہے کہ ہر عقیدہ کو پیش کرنے میں جدید ترین تحقیقات سے مطابقت کا لحاظ رکھ لیا کریں۔ مسیحیت کی تبلیغ میں ہماری یہ خصوصیت مسلمانوں کی تبلیغ اسلام کے بالکل برعکس ہے۔ اسلام کے عقائد میں ماحول کے ماتحت ترقی کی گنجائش ہی نہیں۔ سلطان بنا ظہرین وقتی مصالح کا جتنا بھی لحاظ کریں اس سے معذور ہیں کہ خود دین کے سلامات میں کچھ رد و بدل کر سکیں“ (اسلم ہڈا نیو یارک اپریل ۱۹۵۷ء)

کیا خوب سے عقائد و حقائق کے اندر یہ لچک! سچی تبلیغ کس قدر سادگی کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ کیا ہمارے دین میں مسلمانوں کا سادہ ہے، جس کے اندر کوئی ترمیم ”ترقی“ ہو ہی نہیں سکتی، ہم تو ہر زمانہ میں زمانہ کے ارتقاء کے دوش مردوش قدم بہ قدم اپنے ترقی پذیر دین کے عقائد و مسائل کو پیش کرتے رہیں گے۔ ————— بیشک اسلام یہ لچک اپنے اندر کہاں سے لاسکتا ہے! یہ بہت قہر و ہی کو مبارک رہے، اگر حریف شکست خوردہ گر جالاک و پرفتن حریف کے ایسے ہی بہت افراد سے مرعوب ہو کر، جوٹ قرآن کے ابن اور طریقت کے آئین میں کاٹ چھانٹ ترمیم و تحریف گواہ کر کے دنیا کے سامنے، لکھ ”ترقی پذیر“ و ”ترقی باب“ اسلام پیش کرنے لگتے ہیں!

خود ایمان و قدر ایمان صدق کی خدمت میں اس سے قبل ۸۰ اپریل کو میری جانب سے ایک اعلان اس مضمون کا پیش کیا گیا تھا کہ صدق کو ہفتہ وار کرنے کے بعد اس کے مصارف کے پورا کرنے کے لیے طبعاً کے تعداد میں معمولی اضافہ کی ضرورت ہے اور جب تک یہ اضافہ نہ ہوگا صدق کا مستقبل سو منظر تپا ہے گا۔

اس اعلان کو شاید ہر تقریباً ڈھائی ماہ کے پہلے، لیکن انہوں نے ابھی تک خریداروں کی مطابق تعداد چوری پورا نہ کر سکی، اس کی نصحت میں پوری نہ ہوئی۔ علاوہ اسکے صدق کی کسی عید کے آغاز کے ساتھ ساتھ پڑانے خریداروں کے دی پی واپس آئے، جتنا نقصان بھی دختر کو بہشت کرنا پڑا۔ اسی حالت میں صدق کا مستقبل پھر ضرور میں ہے۔ جناب کی وجہ سے کاغذ و دیگر سامان خدمات کی غیر معمولی گرانے کے باعث ہمارے شہر اور نامی مالی ساکھہ رکھنے والے اخبارات کو مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے، غریب صدق تو اس گرانے کے اثرات کا درمیان میں نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کی آمدنی کا اکھڑا تمام تر خریداروں ہی پر ہے۔

خریداروں و معاونین صدق کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر انکی نزدیک اس پرچہ کی ذمگی ضروری ہے اور اسکے معامین کی اشاعت کو وہ ذات کے اہم فریقین میں تصور کرتے ہیں، تو انکو اپنی اولین خدمت میں اس کی وسیع اشاعت کی ہر ممکن کوشش میں ملانی چاہیے، اور ماہ جولائی کے اندر کم از کم ۲۵۰ خریداروں کا اضافہ ہر حال میں آجانا چاہیے۔ بغیر اس سلسلہ تعداد کی تکمیل کے آمد و خرچ میں عدم توازن اور مزید خسارہ کے متحمل نہ ہو سکنے کے باعث مجبوراً صدق کی اشاعت کو ملتوی کرنا پڑے گا۔ یہ اعلان بہت مجبور ہو کر اور انتہائی مالی ناکوش سے متاثر ہو کر لیا جا رہا ہے۔ صدق نے اب تک ہر قسم کے خسارہ برداشت کیے، و علیہ معفیت کے عروج طریقوں سے بے نیاز و مستغنی رہ کر خدمت میں کی اشاعت کی کوشش کی، لیکن مالی مشکلات کی وجہ سے بیانیہ بالکل پیریز کر گیا ہے، حتیٰ کہ انیس وجہ سے ۱۲ جون کے پرچہ کی اشاعت نہ سکی اور اسکے سہا سہا پرچہ شائع کیا جا رہا ہے۔

جس عذاب کے فضل سے اس پرچہ کے سباد سبتہ کے اندر معاونین صدق اس تعداد کو پورا کر دیں گے، تاکہ انکو اس دین کی خدمت کر لے والے پرچہ سے محروم نہ رہنا پڑے۔

ناکار مہتمم صدق، لکھنؤ

نعا صرین اور اعزازی ناظرین کرام کی خدمت میں

صدق کی مالی دشواریوں کے پیش نظر درج ذیل اشاعت میں ایک

بیچ ٹوٹ جس پر پڑنے حسن پڑناک پر میں سب طبع کرا کے دھڑ صدق



نمبر ۱۹ - دو شنبہ - یکم جمادی الثانی ۱۳۵۹ - جولائی ۱۹۳۸ء - جلد ۶

پہلی باتیں

نیکو - سہ ماہی کا نہیں جو ان سطور کی تحریر کے وقت لکھا گیا تھا۔ اس لڑائی کے خاتمہ کا یہ جو مسئلہ ہے اس کے سب سے پہلے پوری ہو لیا کیوں اور قیامت خیزوں کے ساتھ لڑی جا چکی ہے۔ اور ذکر کردہ والا کوئی بیرونی کوئی اجنبی نہیں۔ خاص الاماں میں ہو رہی اور پٹانہ کا مشہور اہل قلم و ماہر فکر راجہ جی دیزے۔ صلح کے وقت، ساہوکاروں سے مل کر جنگ عظیم کے شروعات میں جو کچھ بھی فیاضیاں ظہور میں آئی ہیں اس وقت تک انکا خاتمہ ہو چکا تھا۔ نا تھیں کو صرف اس وقت نقصانات کی فرصت پادرو گئی اور یہ زیادہ، کہ فرق خالق و ربی تو ہیں گزری ہے۔ جنگ کا داغ ہوا لازمی اور گزیرتی تھا یہ پہلی مقابل فوجوں کا اور ان مقابل فوجوں کے اوپر کسی ترکیبی ماکم کے نہ ہونے کا۔ جنگ تو بالکل قدرتی اور انسانی نتیجہ ہے آزاد و خود مختار فوجوں کا، جنگ رقبہ چھوٹے ہوں تو فوج دوسے بڑے دست ہوں۔ جنگ عظیم اگر اس شکل میں نہیں تو اسی کے شکل کسی دوسری شکل میں ہر حال ظاہر ہو کر رہتی جس طرح جس پانچ سال کے بعد اسکا چھڑا، اور کس اڑنا تباہ کن شکل میں چھڑا، یقیناً ہے بشرطیکہ کوئی سیاسی وحدت اسے روکنے والی اس درمیان میں قائم ہو گئی؟ (ویلا کی شورش مہتری آت دی ورلڈ) (مکمل)

اقتباس: اگر کوئی غلط فہمی اور غلط فہمی کے ساتھ لکھنے والا لکھتا ہے کہ لکھنے والے غلط فہمی میں ہے نہیں ہوا ہوئی کہ فیروز مئی پر خون جنگ سوار تھا، یا رولانڈ

فرانس کا فلاں وزیر یا روس کا فلاں امیر، خون کا پیا سا ہوتا تھا، فلاں کسی خاص فرد، یا کسی پارٹی کی ذمہ داری، تو صرف یہ سب کے پہلے ہوتا، نتیجہ و راج، نظام قومیت کی، اس نظام کی بجائے اس کے ذہن کے بننے والوں کی ایک ایک لکڑی، اپنے کو دوسری لکڑی سے الگ کرنا، کسی ہے ہر ملک دوسرے ملک کو اپنا حریف و رقیب سمجھتا ہے، ہر قوم دوسری قوم کے ساتھ مقابلہ و مسابقت کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتی ہے۔ ہر قوم زمین والا چاہیے کہ اسے کہہ دیں، بس قوم، راج کریں قوم سر بلند ہیں قوم دولت کے خزانے زیادہ سے زیادہ، سمیٹ لیں قوم! اس جنگ کو چھوڑیے، اس جنگ کو لپیٹے۔ آج کا حال کل کے، ماضی سے کچھ بھی مختلف ہے، آج کی انسان سوچوں اور تخیلاتوں کی تہیں، پھر اس "وطنیت" و "قومیت" کے کوئی اور ہیڈ پر کار فرما ہے۔ دی چیز آپ میں بھی محض دوسروں کی، کیا دیکھیں پیدا ہو چکا ہے اور آپ اسے اور زیادہ قوی ہی کرتے جاتے ہیں!

آگ آپ کی بہترین یاد دہی ہے، بشرطیکہ آپ کے خیال میں رہے، اور آپ اس کے خیال میں نہ آجائیں، پانی آپ کا بہترین خادم ہے، جب تک آپ اہل عالم ہیں اور وہ آپ پر عالم نہیں، کھانا کھا لیں، سوئی میں گرمی حاصل کیجیے، پیاس بجھائیے، کپڑے پہنائیے، یہ سب کام آپ آگ اور پانی سے روزمرہ لیتے ہیں یا نہیں، لیکن وہی آگ اور پانی جہاں بے قابو ہوئے، کوئی کٹر جلاتے اور ڈالتے میں بھی اٹھا سکتے ہیں۔ وطن دوستی وطن کے ساتھ محبت تو ایک فطری جذبہ ہے، جو انات تک اس کے حصہ دار ہیں۔ اسکو بس اسی درجہ پہنچے، اسکو بس اسکی بلکے پہنچے، اور مہین اور ملک کے زندگی بسر کیجیے۔ لیکن جہاں آپ نے اسکو ماکم چاہا، اسے اپنی زندگی کے نصب العین کی حیثیت سے پیش کر لیا، اپنی خلافت الہی کو بھول کر اس زمین پر بس

لیکن اس مطلق کو ہمیں تک کیوں محدود رکھیں؟ کیوں نہ یہ کہجہ کہ معیار نہ
چونکہ نام ہے آئندہ کے مخصوص مصلحت کی حرکت کا اور سادہ است و کلام
ہے۔ کان کے پڑاؤں اور مصلحت کے تاثر کا اس لیے غذا کو تعبیر کر سکتے
ہیں نہ سمجھتے۔ اور چونکہ ارادہ نتیجہ ہر جسم انسان کے نظام عصبی کی قابلیت
کا اس لیے غذا کو مناسب ارادہ کرنا اس کا عصب اور اس کا عصب مناسب
وغیرہ چونا تسلیم کرنا ہے اور پھر چونکہ زندگی نام ہے۔ سانس کی آمد و شد کا اور
قلب کی حرکت کا اس لیے غذا کو زندہ کرنا اس کے لیے ضروری ذرات اور آلات
تنفس وغیرہ کا تسلیم کرنا ہے اور اس طرح جتنی بھی مصلحت حاملہ دیکھا
آج تک اللہ تعالیٰ کے تئیں تسلیم کی گئی ہے سب سے ایک ایک کر کے
انکار اسی طرح کیا جاسکتا ہے اور پھر تمام اعضاء و مصلحت سے سرے
محض ہو کر نفس وجود ہی کب ثابت ہو سکتا ہے؟ صاحب نگار
کا یہ احسان کچھ کم ہے کہ انکار ابھی تک صرف مصلحت کلام سے کیا گیا ہے!

اسی سال قبل

ہفتادہ سال پہلے سے مطلق انگریزی میں ایک ضخیم
افسانہ مریم کے عنوان سے ایک انگریز فنکار نے نظم سے شہرت کا کھانا
سودا ہے اس میں ایک عظمیٰ شاہجہاں پرکی ایک سلطان خاتون کی
زبان سے اس وقت کی فرنگوں کے متعلق ملاحظہ میں الفاظ یہ ادھر کے ہیں
"اے فرنگ! کوئی ان دیہ پھٹ عوامی کے پاس پہنچے۔ بے
مردوں کے ساتھ کے انکار کرادے ہی نہیں ہو پانا (ملاحظہ)
"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ انکا جی اسی میں لگنا ہے کہ غیر مردوں
سے چھٹے ہوں۔ جائیں ناچے جائیں لگائے جائیں۔" ہمیں
غیر مردوں کے اٹھانے کی کمریں پر سے ہوں اور خود نیم پر نہ ہوں۔
اسکے آگے اور نصیحتات ہیں، چکا ان مصلحت میں نقل ہوا دیکھا ہے۔ اسکے
بند صفحہ بند۔

نہ تم نے خوب کسی کہ میری لڑکیاں ان سے ہیں! ان کے لئے
پہرے والی فرنگوں سے ہیں! چنگے مرد و مرد لڑکیوں کی
کوئی حد و حساب ہی نہیں۔ یہ کیا جائیں کہ غیر مرد کو دیکھ کر سرا
جا، آٹکھیں بھی کر لینا کسے کہتے ہیں۔ اور پھر انکے ہاتھ سے
ناخن کٹنے نہ ہر لہے ہوتے ہیں! جوں ہی یہ غیر مرد کے ہاتھ میں ہاتھ
دیتی ہیں! اپنا ذوق و شوق اس میں منتقل کر دیتی ہیں! اور غم و
مبار شصت ہو کر رہتی ہے۔ ان سے کچھ لانا نہیں تو یہی نہ
کہہ کہ ہر دو فرنگوں۔ نہ بابا! میں باز آئی۔ میں تو کشتی ہوں
کہ مردوں سے مل لے، لیکن نہ ملنے تو فرنگوں سے! (ملاحظہ)
مردی شہداء کے زمانہ کی ہے۔ خیالات وہ ہیں جو فرنگی نظام تمدن و
اخلاق کے متعلق اس وقت سلمان شریعت زادوں میں پھیلے ہوئے تھے۔
ترجوں کا یہ ان اس اسی پچاس سال کی مدت میں کہاں سے
کہاں جا چکا! اور مرد تمدن اپنی خصوصیات میں کتنا مگے بڑھتا رہا۔
آدمی ہم اسکی مرغوبیت کا شکار کس درجہ پہنچے گئے!
میرا لہو بھی خوب ہے تیری جفا کے بعد!
عجب قدر دانی "ہم آج سخت طاؤس اور نادان

میرا لہو بھی خوب ہے تیری جفا کے بعد!
یورپ! عبرت و عبرت کے لیے ہے نہ کو تقلید و اتباع کے مانتے۔ دین
پیدا ہوا اپنی کو نظری سے کہتا ہے کہ مختلف قوموں کے اور کوئی اندکوست
ترتیب (نیز مل) میں سے ہوتی چاہیے۔ ہاں زبان میں اس کا نام تقریب
اسی یا صرف غذا ہے!

فرانس کی شکست

"فرنگی فرنگستانہ انتہائی بے جا رہی ہے

کر رہی ہے، لیکن حریف تمام دین اس سے کہیں زیادہ ہے۔"
۱۲۔ جون کو تھیں پیرس کے وقت اور اس کی فوجیہ میں شہنشاہ رڈیہ لگایا۔
"تعداد و فوج میرا کئی تعداد اسلحہ میں کئی شہر کوں اور ملیوں کی
تعداد میں کئی اسباب ہوسے ہماری شکست کے"

ارشل بیان سے ۲۰۔ جون کو یورپ سے یورپ میں کہا۔ گویا فرانس کی
شکست کا ایک سبب اور بڑا سبب خود فرانس کی زبان سے یہ ہے کہ
وہ کوشش کے بارے میں سید ان جنگ میں اتنے سپاہی نہ لاسکا جو جوں
مڈی دل کا توڑ ہو سکتے۔ البتہ بعض بیانات کے بموجب سید ان جنگ میں
جوں اور فرنگی فوجوں کے درمیان تناسب ۱۱ اور ایک کا رہا۔
اپنی آبادیوں کو خود گھما لے دے، اپنی نسل اپنے ہاتھوں قتل کر دے
والتش کے نظریات اور اس اسلوب کے تعلیمات پر فخر کرنے والے،
شیخ اجل و تہذیب و تہذیب کے لیے نئے آلات ایجاد کرنے والے، اب بھی
اپنی آنکھیں اور اپنے کان بند کیے رہیں گے؟

مارشل بیان کے اسی نثریہ کا ایک اور حصہ بھی سننے کے قابل ہے،
"ہم اس جنگ کی شکست سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

شہداء کی فوج کے بعد سے تیش کا مذہب انکا کے مذہب پر غالب
آگیا تھا۔ لوگ دیہے سے زیادہ اپنے کی فکر میں پڑ گئے، حکومت
سے جی چڑانے لگے۔ نتیجہ یہ کہ آج صیبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔
اس وقت بعد از جنگ میں ہمارے آپ کے بعبرت و عبرت کے لیے بھی کوئی
سبق موجود ہے یا نہیں؟

بے علم کی مطلق

"کلام کا مفہوم اس وقت تک نہیں
ہو سکتا جب تک مطلق اس سے مطلق نہ ہو، اور مطلق نام ہے
مخصوص مصلحت کی حرکت کا۔ اس لیے اگر ہم خدا سے کسی کلام کو
منسوب کریں گے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے لیے مطلق بھی لازم
ہو گا جس کا مطلق کسیر ادب بات سے ہے۔" (کلام اور جوں و شہ)

اس لیے

"کلام مجید کو میں کلام خداوندی سمجھتا ہوں نہ الہام ربانی،

بلکہ ایک انسان کا کلام جانتا ہوں۔"
نتیجہ کو چھوڑیے، صرف اسد لال کو سمجھیں۔ دلیل یہ ہے کہ چونکہ مطلق نام ہے
مخصوص مصلحت کی حرکت کا اس لیے خدا کو شکم فرما کر کہے اس کے مصلحت
ادبی کا وجود اور اس لیے خود اس کا آدمی ہونا لازم آتا ہے یا بہت خوب۔

نجوم کی ترافات

”کراچی سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہاں سول ہسپتال کے ایک ڈاکٹر پر عیدیاں سے کسی جو قتل کے واقعہ کا تعلق ہے۔ حمایت نامی ایک مظلوم نے وہاں، کائنات تک تم پر سخت مصائب نازل ہوں گی۔ اس دوران میں تم پاگل ہو جاؤ گے۔ اور اسکے بعد لازماً اس سے بھڑک کر دیے جاؤ گے۔“

اس واقعہ کی سبب سے اس قدر پریشان ہوئے کہ ان کی نیند اڑ گئی۔ اور رات کو رات یہ پریشانی جنون کے درجہ پر پہنچ گئی۔ آخر ایک روز وحشت کا ایسا دورہ ہوا کہ انہوں نے خودکشی کر لی۔ ان کی جیب سے جو چٹھی نکلی ہے اس میں انہوں نے مسات طور پر لکھ دیا ہے کہ میں پاگل بن اور ملازمت سے برطرفی پر خودکشی کو ترجیح دیتا ہوں۔“

واقعہ اگرچہ عجیب ہے تو نیا اور انوکھا نہیں۔ خدا جانے کتنے اچھے غلام بوش و حواس دہلے، بڑھے لکھے ہر سال ہنس بھوسوں، جوتوں، تانوں کے کٹے کٹے تپتے ہوئے رہتے ہیں۔ یہاں پہنچتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اپنے اپنے غم و غم کا شکر کھاتے ہیں۔

شہر میں لکھنوی سید صاحب مرحوم دہلوی (اپنے زمانہ کے مشہور روزنامہ ”ہرم“ کے ایڈیٹر) ایسے قاتل و فرزانہ کو سیدھی راہ پر چلا دیں، لیکن وہ اپنا وقت اپنا ایک جگہ جانی جو قتل کے کھیل میں لگے۔ اس نے کہا فلاں زبان، فلاں زبان، تمہاری زندگی کے حق میں بہت بُرا ہے۔ یہ لگائی سننے ہی مرحوم پر وحشت سی طاری ہو گئی۔ بتلائے ہوئے وقت کے انتظار میں رہنے لگے۔ اور وقت آتے ہی ایسے چار پڑے کہ پھر اٹھے۔ رات دیکھے تھوڑے گھر اور کچھ سحر و سحر شناسی کی، اگر انہوں نے اسے جو دھن کے

سکھنے سکھانے ہی کو سر سے نرाम قرار دیا ہے

لطفت و تفریح سے سبق

انسانی طویل تاریخ کا یہ ایک ناقابل انکار سبق ہے کہ تو جس جہت لطفت و تفریح کی زیادتیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے، ان کے لطفت و تفریح کے متاع غل ان کی دلی سبب ذہنی ملا جلتوں سے کوئی صحت اور ربط قائم نہیں رکھ سکتے تو وہ لڑائیوں، دیتیوں، اسکی ماز و شوارت اشل پٹیان نے اپنی حالیہ نشری تفریبیں ذرا اشل کی طرف کی ہرے کے اسباب بیان کیے۔

یہ سب فراہم کی ہے۔ شہرہ کی فحش کے بعد سے لطف و

تفریح کا جذبہ قرانی کے جذبہ

پر غالب آ گیا، اور اس نے

نے جتنا نہیں دیا جاتا تھا

اس سے زیادہ کا مطالبہ

کیا اور جو دھبے سے اپنے

کو بچانے رکھنے کی

کوشش کی (۱۱۱)

ارباب تعلیمات

جو اس میں ابے

”لطفت و تفریح“ کے

شغل کو بڑھانے کے

دلیل ہو گئے ہیں، جن

سے دماغی اور حیاتی

علاقہ صحتیں خراب ہوتی

ہیں۔

”اچھا، حکومتی تعلیم،

بے پردگی کی وحشت

افزائی، مذہبی اور

اخلاقی تعلیم سے

ملا پڑائی، سب

ایسے ہی شغل ہیں

اور وہ

تمام سرکاری اور

غلامی ادارے جو رخصت و سرود کی، جس سے صحتی جذبات بڑھ

اٹتے ہیں، جو صحتی افزائی کر رہے اور وہ سارے نوجوان جو ملک و

اکابر کی خدمت کے اداروں کے باوجود ایسے اداروں کی طرف

کھینچے، ہے اور اعلیٰ اعلیٰ کے دور ہو رہے ہیں، مارشل پٹیان

کے ان الفاظ کو غور سے سنیں۔

(درپہرہ کن)

صدق نوازوں سے

دفتر صدق سے پھر افلاک پر افلاک آ رہی ہے، نوش پر نوش پونچ، ہے نہیں کہ ہرچہ کی الیات کی ذوق بند تھیں سے باہر ہو چلی ہے، اور کوئی صورت آمد و خرچ میں نظا بن کی نہیں! اکثر اصحاب کو سلام ہو گا کہ وہ سب انبیاء و سائل کے بغایت صدق کے الیات کا بار دیکھ کر ذات پر نہیں بلکہ مستم کی تیب پر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی زیر بار ہی کب تک گوارائی ہو سکتی ہے؟

بہشتی کے ایک مخلص نے بہت عرصہ ہوا ”سورہ“ دیا تھا کہ خدائے کا بار پشیمانی کے حساب سے چند صدق نوازوں کے درمیان تقسیم ہو جائے۔ یہ جو بڑا ۳۰ مارچ ۱۳۲۰ء کے پرچہ میں شائع بھی ہو چکی ہے۔ اس پر عمل کی بہت اس وقت تو بالکل خیر ہوئی تھی اور اب بھی دل چکھا ہی رہا ہے۔ دہلی کے ایک مخلص کی طرف سے بھی پچھلے سال اسی قسم کی تحریر کی ہوئی تھی۔ اب مجبوراً اس کا بھی ترجمہ کرنا پڑا ہے۔ صدق نوازوں کی جماعت میں اگر چند حضرات بھی ایسے نکل آئیں جو چار روپیہ سالانہ کے سودے کو بچیں، وہ یہ میں خرید کر میں، تو ان شاندار سالانہ خندہ کا پوتہ پورا ہو جائیگا۔ پناہ ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلا نام ”ذکر صدق“ خود اپنا پیش کرنا ہے، اور ایک صدقہ سے کا خرید کرنا ہے۔ دوسرے کرم فرماؤں اور قدرہ افزاؤں کے اساتذہ گرامی انیس کو ان میں شائع ہونے میں گئے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ دفتر کی مزدور میں فوری ہیں، اس لیے تجلیات ہر حال ضروری ہے۔ صدق کا ایک حصہ کل کے دو حصوں کے برابر ہو گا۔

مستم صاحب کا اصرار عرصہ دماز سے اچھوتی اشتیاقات کے قبول کرنے کے لیے ہے۔ اس میں یہی اہم بردہ کی تاجروں نے نرخ اشتیاقات درج کرنا کیا۔ جواب ہمیشہ یہی گیا کہ یہاں سرے سے گنجائش ہی اشتیاقات کی نہیں، مخرج و نرخ کا کیا سوال ہے۔ اب پہلی بار اس دماغی کو توڑ کر اجازت دینی چاہتی ہے کہ ایسے اشتیاقات جو غلات شریعت و غلات تہذیب نہ ہوں، اہمیت پر قبول کیے جا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے اشتیاقات اگر وصول ہونے لگے تو حصہ دہندگان جو بڑوں ہی مختصر مناد اب مختصر ہو کر رہیں گے۔ لیکن یہ چوک بقاء و سیت کی خاطر نفع گھونٹ بھی ملنے سے آزاد رہی پڑا ہے۔

شہر میں لکھنوی سید صاحب مرحوم دہلوی (اپنے زمانہ کے مشہور روزنامہ ”ہرم“ کے ایڈیٹر) ایسے قاتل و فرزانہ کو سیدھی راہ پر چلا دیں، لیکن وہ اپنا وقت اپنا ایک جگہ جانی جو قتل کے کھیل میں لگے۔ اس نے کہا فلاں زبان، فلاں زبان، تمہاری زندگی کے حق میں بہت بُرا ہے۔ یہ لگائی سننے ہی مرحوم پر وحشت سی طاری ہو گئی۔ بتلائے ہوئے وقت کے انتظار میں رہنے لگے۔ اور وقت آتے ہی ایسے چار پڑے کہ پھر اٹھے۔ رات دیکھے تھوڑے گھر اور کچھ سحر و سحر شناسی کی، اگر انہوں نے اسے جو دھن کے

نئی کتابیں

(۱) تعریفات - حصہ اول - از مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی
 صفحات ۲۵۲ - قطع ۲۰ x ۲۶ - قیمت پیر محلہ ۱۰۰ پتہ
 دفتر رسالہ ترجمان القرآن - مبارک پارک - لاہور
 صاحب "ترجمان القرآن" مولانا ابوالاعلیٰ صاحب کا شمار
 ناظرین صدق کے گرانہ تحصیل حاصل ہے۔ انکی دقت نظر، کندہ سخی، بہترین
 خدمات دین کا ذکر ان صفحات میں بار بار آچکا ہے۔ پیش نظر رسالہ ان کے
 ۳۳ مضامین کا مجموعہ ہے، جو اہم دینی عنوانات پر انکے ماہنامہ میں قلم
 نوشتہ نکلے رہے ہیں۔ عنوانات اس قسم کے ہیں:-

- (۱) ہدایت و ضلالت کا راز
- (۲) جہاد فی سبیل اللہ
- (۳) آزادی کا اسلامی تصور
- (۴) ایمان بالرسالت
- (۵) قرآن اور سنت رسول
- (۶) نزول عذاب الہی کا قانون

ان اذابیات نیز سزاؤں سننے کے بہت ہی سرسری و ناقص اذکار کے لیے ذیل کا
 انتخاب، مصنفون جہاد فی سبیل اللہ سے ملنا چلے ہو:-

"عموماً لفظ جہاد کا ترجمہ انگریزی زبان میں (جہاد) اور مقدس
 جنگ کیا جاتا ہے، اور اسکی تشریح و تفسیر مدت دراز سے کچھ
 اس اذکار میں کی جاتی رہی ہے کہ اب یہ لفظ "جوش جنوں کا
 ہم سننے پر کمرہ گیا ہے۔ اسکو سننے ہی آدمی کی آنکھوں میں کچھ
 اس طرح کا نقشہ پھونکے لگتا ہے کہ مذہبی دہو انوں کا ایک
 گروہ جنگی تلواریں ہاتھ میں لیے، داڑھیاں چڑھائے، خوشنما
 آنکھوں کے ساتھ اللہ اکبر کے نعرے لگاتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ جملا
 کسی کا فرک پاتہ ہے، پکڑ لیتا ہے، اور تلوار اس کی گردن پر رکھ کر
 کہتا ہے، کہ بول لا الہ الا اللہ، ورنہ ابھی سرتن سے جدا کر دیا جاتا
 ہے۔۔۔۔۔ لفظ یہ ہے کہ اس تصویر کے بنانے والے ہمارے
 وہ ہر باں ہیں جو خود کوئی مذہبوں سے انتہاء درجہ کی غیر مقدس
 جنگ میں مشغول ہیں۔ انکی اپنی تصویر یہ ہے کہ دولت اور
 اقتدار کے بھوکے، ہر جسم کے اسلحے سے مسلح ہو کر قتل و خون کی طرح
 ساری دنیا پر چل پڑے ہیں، اور ہر طرف تجارت کی منڈیاں
 خام پیداوار کے ذخیرے، نوآبادیوں سببانے کے قابل
 زمینیں، اور معدنیات کی کانیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں،
 تاکہ اپنی حرص کی کسی نہ کیجئے والی آگ کے لیے اندھن فراہم
 کریں۔ انکی جنگ خدا کی راہ میں نہیں، بلکہ پیٹ کی راہ میں ہے۔
 جو اس اور نفسی آوارہ کی راہ میں ہے۔ (دعوت)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ سب عنوانات سے نیز امتیازات سے مباحث کتاب

کی نہ جا سبب کا اذکار ہو سکتا ہے نہ عین و معنی کا۔ کتاب عشر ماہر کے
 زہریلے اثرات کے حق میں بہترین تریاق ہے۔ اور آج اسلام کے اہم ترین
 مسائل کے باب میں، بیرونی اور اندرونی دونوں قسم کے اذکاروں نے،
 تردد و اضطراب کی جو فضا پیدا رکھی ہے، اس سب کا علاج اور نفاذ
 نشی بخش مل ان صفحات کے اذکار موجود ہے۔ اللہ نے دور حاضر کے فتنہ
 کے اب میں ابوالاعلیٰ صاحب کا سفید خاص طور پر کھول دیا ہے، اور بکھڑو
 گرد کے حق میں انکے قلم کی ایک ایک سطر آب حیات ہے۔ آمیزہ مورخ
 جب کبھی اسلامی ظلم کلام کی مفصل تاریخ لکھے گا، تو کلامیات ابوالاعلیٰ کو
 یقیناً اس میں ایک ممتاز و اعلیٰ مقام دیکھا۔ اتنی گراں قدر کتاب کی قیمت
 کل ڈیڑھ روپیہ گویا بالکل مفت ہے۔ کاغذ ترجمہ ہو کر یورپ بھی یہ کتاب
 پہنچ سکتی!

(۲) تاریخ ادب اردو - مرتبہ ادارہ ادبیات اردو - ۱۶۵ صفحے -
 قیمت پیر ۱۰۰ پتہ، سب سے کتاب گھر - رفعت منزل - خیریت آباد -
 حیدرآباد دکن -

تاریخ ادب اردو پر جس مفصل و محققانہ کتاب ہوئی چاہے،
 وہ تو اب تک نہیں ہو سکی ہے، تاہم دو چار مختصر و محدود کتبیں اس باب
 میں چھپ چکی ہیں، اپنی اپنی جگہ فہمیت ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی مشن نظر
 رسالہ بھی ہے۔ طلبہ کی ضروریات کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے، اور اسی مقصد
 کے لحاظ سے کامیا ہے۔

کن بنین حصوں میں تقسیم ہے۔ حصہ اول، زبان اردو کی تاریخ اور ادب
 اردو کے آغاز ہے۔ حصہ دوم میں دہلی، دکن، لکھنؤ اور پھر دہلی کے ادبی
 مراکزوں کی مختصر تاریخ آگئی ہے۔ حصہ سوم، دور جدید سے متعلق ہے، اور
 اسی میں اردو صحافت پر بھی تبصرہ ہو گیا ہے۔ دکن کی ادبی کوششوں کا
 ذکر قدرۃ ذرا زیادہ تفصیل کے ساتھ آیا ہے، باقی دہلی، لکھنؤ، وغیرہ کا تذکرہ
 بھی اختصار کی ان حدود و قیود کے اندر تشنہ نہیں رہنے پایا ہے۔ زور
 مصنفین کے کارناموں سے دلہنہ اسکے صفحات خالی ہیں۔

(۳) صراط الحمید - جلد اول - از مولوی شاہ محمد الیاس برنی صاحب
 اہم ۱۰۰ - صفحات ۲۵۲ - قطع ۲۰ x ۲۶ - قیمت پیر ۱۰۰ پتہ،
 کمال احمد فاروقی صاحب - بیت السلام - سیف آباد -
 حیدرآباد دکن -

برنی صاحب کا یہ وہ مشہور سفرنامہ حجاز، عراق و شام ہے، جو آج
 ہر آج سے ۳۰-۳۵ سال قبل شائع ہوا تھا۔ اور اس پرست مفصل تبصرہ بھی اسی
 زمانہ میں سچ میں نکل چکا ہے۔ اب مولف کی نظر ثانی، ترمیم اور اضافوں کے بعد
 دوسرے شائع ہوا ہے۔ آخر میں ۴۶ صفحے کا مفصل منہیہ "تعلیم جہاد و رہنمائی"
 کے عنوان سے (مولف اور انکے تینوں رفیقوں کی سرگزشت حیات) بالکل نیا

نئی کتابوں کے پتہ سے ڈھونڈتے، اور ناظرین و مصنفین کی طرف سے قدرۃ
 تبصرہ کی عادی ہو رہی تھی۔ دو سرے صفحہ ۱۰۰ پر مجبوراً جلد اول کتابوں کو پٹا لیا
 اب کچھ لکھنے و غیرہ ترمیم ختم کے آگیا ہے۔ ان شاء اللہ ایک بار دو تیسوں کے بعد
 کتابوں کے پتہ سے ڈھونڈتے، اور ناظرین و مصنفین کے لیے جگہ

کتابوں کے پتہ سے ڈھونڈتے، اور ناظرین و مصنفین کے لیے جگہ

مناظرہ اور اہل کتاب ہی کی طرح دیکھتے ہیں۔ آپ بتیوں میں دیکھتی ہیں۔ اور پھر جب اس میں ادب، دانش اور دودل کی چاشنی بھی مل جائے، تو اس کی جا ذہنیت کا گناہ ہی کیا۔ نقد و تصوف، جغرافیہ، سب سے کچھ اس مجملہ اور اسی کے اندر موجود ملے گا۔ اگر برقی صاحب کی حدیث انکی نام دوسری بیفتوں پر غالب نظر آئیگی۔ اور کتاب دیکھتے تو اتنی ہے کہ ایک بار شروع کر کے پھر غور کرنے کا بھی ہی نہ پائے گا۔ ذاتی حالات اور دوستوں کے تعلقات اور رابطہ کے سلسلہ میں تیز رفتور نہایت غیر معمولی سوانح کے سلسلہ میں یقیناً بعض مقامات میں کلامک پیدا کرینگے، لیکن کام کی باتیں اتنی زیادہ طبع میں، اگر پڑھنے والے احمق نہیں کی تو اس پر بنا چلا جائے گا اور ان کھیلنے والے مقامات پر نظر کرنے اور شہرے کی اہمیت میں نہیں ملے گی (۴) مجدد اعظم - حصہ اول - از ڈاکٹر بنارت احمد صاحب، مناسبت ۲۶، صفحہ ۲۶۸۰۰ - قطع ۲۶۸۰۰ - قیمت ۲۶۸۰۰ - محمدیہ انجمن، شاعری اسلام - لاہور۔

مشہور و معروف مرزا غلام احمد صاحب دہلوی کی یہ تفصیل بہ نیکو انکی نمانش لاہور کے ایک پرجوش رکن ڈاکٹر بنارت احمد صاحب کے قلم سے ہے۔ اور تدریجاً اس میں ہر جگہ وہ غور و جود ہے جو پرجوش عقیدت مند سوانح نگار کے قلم اور زبان اور قلم میں اپنے پیر و مرشد بلکہ عقل کل و ہادی سبیل سے متعلق موجود ہوتا ہے۔ شروعات میں فہرست مرزا میں بہت معقول ہے۔ لیکن فہرست ہے کہ ترتیب مواتات کسی اعلیٰ ذہن سلیقہ کا نمونہ نہیں۔ حالات تاریخی تفریب سے بیان ہونے ہوتے اور بیان میں غیر متعلق چیزیں آجاتی ہیں۔ آج کل پر ویگنڈا کا زمانہ ہے اور سوانح نگار نے نصیحت بشری کو پوری طرح پس نظر رکھا ہے۔ پھر بھی کتاب کو پوری طرح موثر بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔ بلکہ اگر پڑھنے والا عمیق نظر رکھتا ہے، اور دستور کے ساتھ ساتھ بین السطور میں پڑھ سکتا ہے تو صاحب سوانح کی کمزوریاں اور لغزشیں بغیر کسی عار و حیا شہادت کے خود اس پر واضح ہوتی جائیں گی۔ مخالفین سلسلہ کا ذکر سوانح نگار نے جس تلخ لہجہ میں کیا ہے، اور جیسی جیسی برائیاں انکی جانب منسوب کر دی ہیں، انکے بعد کتاب اگر بیلسنی حیثیت سے ناکام رہے، تو اس پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔ علمی تحقیقات کا حصہ خصوصیت سے کمزور ہے۔ برہنہ جہت جس کی اہمیت کا پورا پورا شعور ہے، "حمدری" طبعوں میں ہوتا رہتا ہے کہیں سے پتہ نہیں چلتا، اگر آخر اس میں کون سے معانی یا عقلی دلائل درج تھے، یہ حصہ جون سلسلہ ۶ تک سے متعلق ہے، باقی آٹھ سال کے سوانح غالباً حصہ دوم میں ہوں۔ کتاب بہر حال کئی بہت محنت اور تلاش سے لکھی ہے اور جو لوگ یہ جانتا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی روشن خیالی اسٹارٹ اٹھیں کس بہتر سے بہتر رنگ میں پیش کرتی ہے۔

نئے بیٹا کام کی ہے۔
۱۵ تاریخ گوگنڈہ - از جناب تہذیبی صاحب مدد یعنی ایم اے
۱۶ استاد تاریخ جامعہ ثنائیہ - مناسبت ۲۵۰ - صفحہ - مقدار تصاویر
قیمت ۲۶۸۰۰ - "سب سے" کتاب گھر حیرت آباد -
حیدر آباد دکن -

ہندوستان میں تاریخ اسلام کا ایک اہم باب تاریخ دکن ہے اور اس عہد میں خصوصاً سلطنت گوگنڈہ کے قلعہ شاہی خاندان کو حاصل ہے۔ اس عہد کی تاریخ اسلامی ہند کی تاریخ کا ایک خاص جزو ہے اور ادبیات مستحق مبارکباد ہے کہ اس کے حسن سے ایک مستند تاریخ توسط منجاست اور خاص تفصیل کے ساتھ اس عہد کی اردو زبان میں وجود میں آئیگی۔ جزئیات پر تحقیقی نظر کرنا اہل فن کا کام ہے۔ عام تبصرہ نگار کے نقطہ نظر سے، کتاب کی عام خوبی انکی سفارش کے لیے کافی ہے۔ مقدمہ کے علاوہ کتاب پانچ حصوں میں تقسیم ہے۔ حصہ اول سلطنت کی تاسیس میں، حصہ دوم سلطنت کے استحکام میں، حصہ سوم سلطنت کے عروج میں، حصہ چارم سلطنت کے زوال میں، حصہ پنجم گوگنڈہ کے تہن کے بیان میں۔ اور ان میں سے ہر حصہ متعدد ابواب میں تقسیم ہے۔ حصہ چارم میں اٹھارہ ابواب ہیں، ابواب اول وزیر سلطنت، تاریخی وزارت پر، اور حصہ پنجم کا باب ایکسواں، سیاست و معاشرت پر خاص طور پر سبق آموز و بصیرت افروز ہے۔

۱۱ مکالمات حکیم - از حکیم محمد اسحاق صاحب - ۱۲۵ صفحہ۔ قیمت ۲۶۸۰۰ - کتب خانہ حکیم (حکیم محمد اسحاق صاحب) دیر آباد پنجاب۔
۱۲ سالہ ہر س - از فیاضون و دانشمندان کے درمیان، مجموعہ کلاموں پر شامل۔ سو موضوع کلام و سیاسیات ہے، اور مصنف کا مقدمہ غالباً مکالمہ کے پیرایہ میں کلام، تصوف و سیاسیات کے کلمات عقائد و مسائل کی تعلیم دیتا ہے، لیکن طرز بیان اس قدر سلیقہ اور فلسفہ قدیم کی طلاعات سے اس درجہ لبریز ہے، کہ اردو خواں میں شایری کوئی اصل مطلب تک پہنچ سکے۔ بعض جگہ تو صاف یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ تصنیف میں بلکہ کسی یا کئی مکالمہ کا ترجمہ ہے۔ بہر حال جہیں اس قسم کے دقیق مباحث سے دیکھی ہے، امید ہے کہ احمق نہیں اپنے لطف کا سامان اس رسالہ میں مل جائے گا۔

۱۳ ضمیر - از جناب محمد عبدالرحمن خاں صاحب (سابق صدر کلید) - ۲۶۸۰۰ - قطع ۲۶۸۰۰ - قیمت ۲۶۸۰۰ - کتب خانہ ابراہیم - حیدر آباد دکن۔

کتاب در حقیقت ایک ناول ہے، جدید طرز زندگی کے اجتماعی و اخلاقی پہلوؤں سے متعلق، اور چونکہ اظہار خیال شروع سے آخر تک مکالمہ ہی کے ذریعہ سے ہوا ہے، اس لیے اسے ڈراما بھی کہہ سکتے ہیں۔ ڈراما کے افراد، لندن اور مشرق کے مقیم لندن، ان مرد ہیں اور گفتگو کی جگہ: قلعہ انگلستان اور شہر کی مختلف مقامات ہیں۔ ڈراما کا موضوع کامراناخلاقی اور اصلاحی ہے، حسن و عشق کی چاشنی بہت لگی بلکہ بولے نام ہے نوعیت مباحث کے انداز کے لیے ذہنی کام انتہا پس کا فی ہوا۔ یہ تقریر ایک ہندوستانی طالب علم مقیم لندن اپنے ترک دوستوں سے کرتا ہے۔
"معنی یہ سمجھ کر کہ ہم پوپ میں ہیں، بھاری سیاسی و معاشرتی زندگی میں بیٹھ پوپ کے دیگر اقدام کے کاغذ ہونا چاہیے، اگر تو کی قوم اپنے آپ کو ہر غفلت میں بار بار کتابیں اور خیال میں بار بار کا صلیب بنانا چاہتی ہے، تو سخت غلطی کرتی ہے۔"

میں طرح ممکن لباس سے قیمت تبدیل نہیں ہو سکتی، اسی طرح
دوسری قوموں کے سیاسی و معاشرتی طریقے حسن انکی شناخت
کے لیے اختیار کرنے سے ایک قوم دوسری قوم کے درمیان واقف
حاصل نہیں کر سکتی۔ (ص ۱۱۰)

کتاب کے مصنف، رکن کے ایک ممتاز ماہر سائنس ہیں۔ ان کے تعلیم یافتہ
اصوب کا یہ اصحابی رنگ اختیار کر لینا، وقت کے حق میں ناانگیک ہے۔
مصنف کے تبلیغی جوش و انہماک کا ایک ثبوت یہی کیا کم ہے، کہ کتاب
کا انگریزی ایڈیشن بھی انھوں نے شایع کر رکھا ہے۔ جو حضرات انگریز
سے زیادہ مافوس ہوں، وہ انگریزی ایڈیشن طلب فرما سکتے ہیں۔

(۸) **بانگ و لکھن**۔ یہ ضخیم مسودہ از جناب سید سوجن صاحب
منسوخہ۔ ۱۹۹ صفحے۔ تقیہ چھوٹی قیمت
اور پتہ درج نہیں۔ غالباً مصنف کے گھیر پور گھیری دادا صاحب
پتہ سے مل جائے۔

مصنف نے حدود پنا خوش نصیبوں میں اب انھیں نہ سہارا
شافل کے ساتھ ساتھ ۱۱۰ لکھری رات کے جھیلوں کے باوجود اپنا
باقی سخن کو بھی زندہ رکھا۔ کتاب کو با انکا دیوان ہے۔ ص ۱۱۰ غزلیات
روایت اور درج ہیں۔ اس کے بعد دس بارہ صفحات نعت گوئی کی نذر ہیں۔
پھر آخر تک مختلف خطبات انگلیں، غیرہ ہیں۔ شروع میں مختلف حضرت
کے قلم سے تعارف مقدمہ، تبصرہ ہے۔ اور خود مصنف کے قلم سے من
نرویس اور فن شعر سے متعلق ایک فصل مقدمہ مطولات شاعرانہ کے عنوان
سے۔ مصنف کی ذہانت، عیاں عیاں سے نا اہل ہے۔ انکا صاحب ذوق، ان کے
مذاہب ایمانی بر صورت قابل قدر ہیں۔

(۹) **مواعظ و عزم یا لاپ کی کچی**۔ ایک پریم چارک ۴۴ صفحے
فلکٹ بھیجے اس پتہ سے آپ قیمت حاصل ہو سکتی ہے۔ "آستانہ"
ڈاکٹر: نصیر آباد۔ ضلع شری غازی (پنجاب)

نفاہری مقصد اس چھوٹی سی کتاب کا ہندو مسلم اتحاد و یکپارچہ ہے
بتدائی نظم "لاپ کا منتر" کے عنوان سے اسی مقصد سے ہے۔ زبان بھی
ہندی آئیر ہے، یعنی جہاں ذرا سا بھی مثال اردو لفظ آگیا ہے، برکت میں
اسکا ہندی مترادف بھی موجود ہے اور کہیں اس کے برعکس بھی۔ یہ تصدیق
کچھ بڑا نہیں اور کتاب اس مقصد میں کامیاب بھی ہے، یعنی اتحاد و اہم
کے اصول جو کھول کر بیان کیے ہیں اور واقعی اتحاد پیدا کرانے والے ہیں
ہیں۔ لیکن مصنف کے نقطہ نظر سے تو اصل مسرت کی چیز ہے، کہ وہی اصول
در حقیقت عین اسلام کے اصول ہیں۔ اور اس لحاظ سے کتاب سیاسی
سے بڑھ کر تبلیغی ہے۔ کتاب جوں جوں ہندوؤں کے ہاتھ میں جائیگی، ان
میں نہایت سیاسی و قومی حیثیت سے مسلمانوں کے ساتھ اتحاد کی تحریک
پیدا ہوگی، بلکہ دین برحق کی تائید انہیں بھی ان کے اندر آہستہ آہستہ گہ کرانی
جائے گی۔ مصنف کی نیت یہ جو یا نہ ہو، نتیجہ تو انکی کتاب کے ہر غور
پڑھنے سے یہی نکلتا ہے۔ اور اس لیے کتاب خوب پھیلانے کے جالنے کی
ستون ہے۔

(الٹی ہے)

رسید کتب

(۱) **فرنگی اصطلاحات کیمیا**۔ پتہ انجمن ترقی اردو، ضحاست
۱۱۰ صفحے۔ تقیہ ۱۸۰۔ قیمت ۲۰۔ پتہ انجمن ترقی اردو
درہ یوگن۔ دہلی

کیمسٹری کی انگریزی اصطلاحات کا اردو ترجمہ۔ انگریز تروٹ بھی کی
ترتیب سے۔ انجمن ترقی اردو کے پیشا جاکار ناموں میں ایک اور اضافہ۔
(۲) **شرقی کا سلام**۔ ۳۰ صفحے۔ قیمت ۲۰۔ پتہ مولوی نعیم الدین
کتب خانہ بیجوئی۔ شاہر علوم سہارنپور۔

"شرقی" مصنف "ذکر" "دانی" تحریک خاکسار کے نیالات پر تہمند
تہمند۔ آخر میں مولانا سید سلیمان صاحب ندی کا ایک قابل نذر مضمون
تعارف سے مشغول ہے

(۳) **اردو و ہندی**۔ از ایم۔ ایلیم صاحب ۴۰۰ صفحے۔ قیمت ۲۰
میں۔ پتہ، کتب دین محمد ربیہ سنز، تاجر کتب، بی روڈ۔ لاہور
پتہ ۱۱۰۔ جیسے دہلی۔ ڈیو اسٹیشن سے کرائی ہوئی چند تقریروں کا مجموعہ
ہندوستانی کے نام سے مجھ پاتا، اور اسکا ذکر مصنف میں نئی کتابوں کی ذیل
میں چند صفحے پر آچکا ہے۔ یہ سال اسی کتاب ایک دیکھ پ موند
مفصل نمبر ہے۔

(۴) **دو خیز صحرا**۔ ترجمہ مدنی بخیری صاحب ایم۔ اسے ضحاست
صفحے۔ ۱۱۰۔ قیمت ۲۰۔ پتہ، کتب دین محمد ربیہ سنز، تاجر کتب، بی روڈ۔ لاہور
پتہ ۱۱۰۔ جیسے دہلی۔ ڈیو اسٹیشن سے کرائی ہوئی چند تقریروں کا مجموعہ
ہندوستانی کے نام سے مجھ پاتا، اور اسکا ذکر مصنف میں نئی کتابوں کی ذیل
میں چند صفحے پر آچکا ہے۔ یہ سال اسی کتاب ایک دیکھ پ موند
مفصل نمبر ہے۔

اقبال

(۱) **آواز نسواں (دام نامہ)**۔ مدیر نور جہاں نعیم دہلی۔ ۵۸ صفحے۔
قیمت ۲۰۔ انکوائری کا غلطہ سے رسالہ۔ پتہ، لال کھان، دہلی
دہلی کے لیے مرثیہ ایک نمبر (جلد ۱۰ نمبر ۱۱) پتہ اپیل سنگھ
موسوں ہوا ہے۔ اور جہاں تک ایک نمبر سے اذان کیا جاسکتا ہے رسالہ اذان
رسالہ میں مفید و مستقیم معلوم ہوا ہے۔ راجہ غلام حسین مرحوم ایک زمانہ میں مولانا
خاندانی کے رفیق خاص اور کامرڈ کے اسٹڈنٹ ایڈیٹر تھے۔ آواز نسواں کی قیمت
ایڈیٹر انھیں کی صاحبزادی ہیں۔

(۲) **اقبال (دام نامہ)**۔ ایڈیٹر، خضر احمد مدنی، ایم۔ اسے ۲۰ صفحے
قیمت ۲۰۔ پتہ، شبلی روڈ، علیگڑھ
"اقبال" حلقہ، اقبال، علیگڑھ کی آواز ہے۔
اقبال کا مقصد ہے۔

علامہ اقبال کی پیام کی اشاعت۔
مسلمانوں کی زندگی کی تمام مشکلات کا حل، اسلام کی تعلیمات میں
کی تلاش کرنا۔ دہلی کے اہل اردو ذوقی اہل اصلاح کرنا
پیش نغمہ (جلد اول، نمبر ۱) اسی سبب کے مطابق ہیں۔ مضامین تقریباً
سب کے سب مفید اور پڑھنے کے قابل ہیں۔ ایسے سال کی ذہنی اشاعت
میں کوشش کرنا، اپنی مدد آپ کی ہے۔

الحکیم حرب سائید

۱۷۰۱ء شاہ نذیر احمد صاحب کی انجمن تدریس کے اسکیم غلط و غلطانہ سے
شاید ہو چکی ہے۔ موصوف کے مرسلے کو یہاں پر تصدیق کے معنی میں
مشورے پیش کیے گئے۔ موصوف نے اس کے بعد جو مرسلہ ارسال فرمایا ہے وہ جیسے
ذیل میں درج ہے۔

جناب محترم مولوی صاحب

اسلام علیکم۔ نغیرنے اسکیم "خانقاہ دہلی میں حنبلیہ کلاک" آپ کی خدمت میں
رسالہ کی معنی، جواب میں آپ کی طرف سے جو اصول و احکام تحریر ہوئے، جو آپ تحریر کیا جاتا ہے۔
مذہبی تھا، بعض اہم کی بنا پر تحریر کیا جاسکا، جو آپ تحریر کیا جاتا ہے۔
جناب کا پہلا شورہ کہ "اہل الہدایہ کا مشورہ مقدم رکھا جائے" بالکل
سچ ہے۔ بلکہ اسکیم مذکورہ کے بنیادی محرکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ، نغیر نے
کلام دین کے سلسلہ میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اسے اسکیم کے علمائے اہل سنت
کے جماعتی رجحان و دیدیا جائے۔ اس لیے کہ فرد اکثر حالات میں علمی نزاکت
کے ہر سے قیام نہ کو برقرار کرنے کے بجائے نیک نیت ہونے سے بھی ایک ہدیہ
نقطہ نظر پر حید افراد کو مجتمع کر کے بعض اوقات سفید سے زیادہ ناسفید ہو جاتا
ہے۔ جو سے دین کی حفاظت، بنا کے سلسلہ میں فرد کا نہیں جماعت کا اعتبار
ہے۔ و لیکن منکم ائمتہ یدعون الی الخیر، یدعون الی الخیر و یدعون الی الخیر۔

”بڑی بڑی چیزیں درہم داری اسلیکوں کے تجربے سے آئیں گی۔“

اس جملہ کے جواب میں گزارش ہے کہ ہمارے سامنے ایک چھوٹی سی یونیورسٹی کا تصور ہے۔ جس میں سقہ میں کے طرز پر ڈاکٹر کا مستند پر نظر ہے۔ عملی دونوں قیاسیں دی جائیں، جو تو ہم عالم اور است سلسلہ کو نظر داند لال سے نہیں بکا عمل، حال کے اور قوت یقین سے دین پیش کرے۔ زندگی کے پرس بین الاقوال سوال پر عبور رکھتے ہوئے اس بین الاقوامی سوال کے کمال عمل کی شکل میں آئین فطرت یعنی اسلام کو پیش کر سکے۔ آپ کا مدرسہ آئینہ برآنا پُرانا اور دین کو ایسے محض رد و اجتہاد تقلید ہی رنگ میں یقین کوئے والا واقع ہوا ہے کہ وہ موجودہ ذہن اور دین قیام کے در بیان وجہ تعداد دین کر عامل ہے۔

نصف یقین کے باعث اس لیے کہ وہاں دین کی مبت ساریات کو ذہن میں عبور دینے سے آگے اور کوئی قصہ ہی پیش نظر نہیں جس یقین پیدا کرنا دین کو عملی قذازے روح بنانا شاید مدرسے کے تصور سے بڑی دیر سے عمل کیا ہے۔ یونیورسٹی نے ردی کے سلسلہ سے آگے بڑھنا ضروری نہ سمجھا۔ کوششیں اگر دونوں سلیکوں کو ملائے گی ہوئی یعنی دنیا کو محض ایک مجلس رسمی ضرورت کی پورا کرنے کی حد تک۔ محض بے یقین استدلال کی حد تک۔ اس سے کہیں دین زندہ ہو سکتا ہے؟

برادر گرامی، مرد مومن میں جب تک ایمان یقین میں آنا کہ وہ تصور کرے کہ زمین کا پورا گلوب اُس کے سر پر رکھ دیا گیا ہے اور وہ اٹھ اکر ہر گھنٹوں پر اٹھ کر اُسے لے کر کھڑا ہو گیا ہے اس جب تک یہ یقین مرد مومن کے اندر نہیں آتا وہ دین کی ضرورت کا پورا اندازہ کیا کر گیا ہے ایمان الناس اپنی رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کائنات ازل سے قائم و دائم ہے جو اسے

جیسے ہمارا ہر سنا ہے ۔
حضرت شیخ : دوسرے ہندو نے فرمایا کہ تہمت ہے کہ جب تک کوئی شخص دیوانہ نہیں
ہو جا تا تب تک اللہ کے دین کی خدمت نہیں کر سکتا ۔

ہوادگرانی اس است کو پیش نظر رکھیں کہ ایک وقت تھا کہ انسانی تاریخ مختلف ممالک کے مختلف اجزائے تاریخ کا تسلسلہ تھی۔ مگر آج یہ منظر اب بدل گیا ہے کہ انسانی مکمل تاریخ قریباً ختم ہو کر صرف ایک ہی بین الاقوامی برادری کا تصور گرا رہا ہے۔ تمام دنیا قریباً ایک ہی نسل، نفسی حریت اور بے اثران بننے لگی ہے۔ ان بے تاریکیوں، ریڈیو، ٹیلیفون اور ایسے ہی دیگر اسباب نے تمام انسانی تفکر و تدبیر، تخیل و تصور کے طریقوں کو اس طرح خاموش کر دیا ہے کہ اب کسی خاص ملک کا کوئی خاص نقطہ نظر قائم رہنا مشکل ہو گیا ہے۔

وقت اس مسئلہ کے لیے ایک ایسی تحریک کا وقت ہے جو اسلام کے عالمگیر اخلاقی و روحانی معاشرت و سیاست کی شکل پیش کرے۔ اس میں ہر قوم کی

شہادت ہے۔

اب آپ سے یہ گزارش ہے کہ مذہب و مملکت کی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے
اللہ تعالیٰ سے توفیق خیر مانگتے ہو اس سکیم کی تائید یا انکار فرمادیں۔ وہ خبریں
کی بے بسبری کے باعث تقلید کفار پر مبنی ہوئی، عبادہ الیوں کی اجابت نہیں
عالمگیر ہیوں کی بے یقینی، راستہ کی عربیت و ترکیت، ان تمام باتوں کو
پر، اسلامیت کے سبب سے تنوعات اور اقوام عالم کے لافرب ہو کر غلامانہ خدا
میں گرتا رہا ہو کر مل میں سبیل ان اصلاح کی مدد، غرض سب جیلوں کی پیش
دکھا جائے، لہذا یہ استرعام ہو، وحشت و خشونت نہ ہو۔

دکھا جائے، لہجہ میں استرعام ہو، دھست و دھنوت نہ ہو۔
سید ابوالاعلیٰ صاحب نے بھی کچھ نہ کچھ لکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ باقی
بھی کسی اہل قلم کے غائب ہیں اس یقین کو ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے اور
باری ہے۔

جاری ہے۔
 الحکم کے روز پارلاکھ روپے کے پھیلے گا کوئی نام نہ ملے مطلق تصور فرمائیے
 اصل مشکل یہ ارفع کرنے کی کوشش فرمائیں کہ دینی نقطہ نظر سے تبرک و تہ ہے
 مندرجہ معذوریت کے تمام پہلوؤں کو سمجھ لیں۔ آج اکثر اہل الہ سے انسان
 یہ محسوس کرتے ہیں کہ دین کی حفاظت و اشاعت کے سلسلہ میں کچھ نہ بچو گے
 چاہیے۔ کار کیا کرتا چاہیے اور کس جامعیت کے ساتھ اس کے تمام پہلوؤں پر پوری
 نظر نہیں۔ ابھی گزشتہ سفر کے دوران میں فقیر کو یہ معلوم کرنے کا موقع ہوا کہ کتنی
 مجبوریت بالائے بعض چیزوں کو پورا کرنے کی شخصی سامعی علماء بھی جاری
 ہیں مگر اس سے فقیر کے خطرات میں اضافہ ہوا اس لیے کہ اگر ان سامعی میں
 ایک جامع مرکزیت پیدا نہ کی جائے تو بڑا خطرہ ہے کہ وہ عباسی کے
 شکلا نہ فروزوں کی طرح یہ سامعی کئی فرقے مستقبل میں بن جائیں۔ فرد کی سن
 اور وہ بھی محض استدلال سے اس کے سوا کیا تاج پیدا کر سکتی ہے۔
 انھیں وقتاً لما شوب و ترضی

۱۳۵۔ ہارک اسٹریٹ۔ بی۔ او۔ کرس۔ کلائے
دعا گو و دعا جو فقیر نذیر احمد۔ دفتر انجمن خیریت

شیخ شریعت حسین پڑھنے میں پڑھنے پر شک پر یہ کہنے میں طبع کرا کے دوزخ جہنم
"صدقہ - مرشد آباد پولیس - گورنمنٹ کالج کھنڈے شائع کیا۔"

چندہ اور انتظامی امور

مہتمم "سیرت" لکھنؤ

سنا میں نے کہ بارہ برس میں مملکت بدلتی ہے کیا جائے

مفتی وار

۳۹۱۶

کے

شائع بارہ ہفتگی

پراسنوی

یہ رسالت اب پڑھے گی جائے

ہفتہ وار

لکھنؤ

— 127 —

22: 22

6. 5. 15

برون: ۱۰۰

۲۷۲، ۲۷۳

١٠٠

نمبر (۱۳۰) - دو شنبہ - ۸ - جولائی اثنانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۶ جولائی ۱۹۴۰ء جلد ۶

سچی باتیں

ایک غیر مسلم لایق و فاضل اکیل اگر بڑی روزگار میں کھڑے ہیں۔
 ۱۰۰ انسان تو ہر حال انسان۔ عزت میں جو کوئی بھی جاتا ہے یا کچھ
 گیا یا جاتا ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ میں ہی جیت کر نکلوں۔ غیر
 اپنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ۱۰۰ سال یہ ہے کہ معذرت ہے
 کہ نگرانی کے پیچ پیچ بتا کر کام اکیل صاحبوں کا ہے۔ جو بے
 مقصدوں کا جیت جاتا ہے۔ بے مقصدوں کا جیت جاتا ہے اور ذمہ دار
 نکال دیا ہے۔ قانون سلامت رہے اور وہی سید گیاں
 پڑتی ہیں۔ وہ دار گیاں نکلتی ہیں اور وہی شگافیاں ہوتی
 ہیں، کہ جھوٹ سچ بن جاتا اور سچ جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے۔
 وہی دنیاوی غمزدار جو اپنی چنچل جوں میں سچ کا جامہ پہنے
 رہتا ہے اور اس نے عدالت میں قدم رکھا اور دھڑلے نکلا
 جھوٹ بولنا، جھوٹا حلف اٹھانا طرہا کرنا۔ بے نسب کرنا
 ہیں قانون شہادت کی اور بشمول دوسرے قانونوں کے ایک
 نکلیں اور وہی نکلیں، مضحک نکلیں، شریعہ نکلیں اور نظیر نکلیں
 وقت کے منافق و فضاہل خود ایک قانونوں کی زبان سے اپنے
 لیے؟ اور ایک انہیں پر کیا مروت ہے، خود فیڈر میں کے صفحات میں
 کی طرح کی آپ بیتی، الہ آباد، بنارس، مدینہ کے آدم اور لایق و فاضل نکلیں
 اکیل اور برسرِ شریعت اپنی اپنی زبان سے لکھنا چکے ہیں!

ملکوت کسی زانیں جاری نہیں تا تم رہے۔ وہ التوں میں اصلاح

تجسّم نامی کہ ہے۔ کم از کم تیس سال تو ہماری عمر سے بھی عکس
الکوی ہے، کیا ہمارے بھی قانون کا یہی ڈھنگ تھا؟ ہمارے پاس
بائیں جینے کا نظام، سچ اور سچائی کو نالیت کے گمراہ کے باہر چھوڑ کر آنا تھا؟
ہمارے پاس بھی ختم دوس اور مردوں اور لپیٹوں اور وکیلوں اور سائٹوں
اور پیرسٹروں کا یہ سلسلہ تھا؟ ہمارے پاس بھی انصاف اور بائیں
گراں تھا، اور کورٹ فیس اور وکیلوں کے محتاجے، اور عدالت کے حق
حقوق اور نذرانے، اسپتال اور اچھے خوشحالیوں کے دیوانے نکال نکال دینے
تھے؟ ہمارے دور میں بھی اسی طرح پیشیوں پر پیشیوں پر حق اور فیس
پر جتنی رہتی تھی؟ ہمارے زمانہ میں بھی یہ تھا، کہ قتل کی وادعات آج ہوتی
ڈاکٹر آج پڑتا، نعلب آج گلیت، اور مجرم کو مرنے دیتے، اور پوسٹ اور
تحقیقات اور عدالت اور عدالت اپیل اور اپیل پوسٹ ہوتے، سال سال
دو دو سال کی دست لگ جاتی؟ ہمارا دستور بھی یہ تھا، کہ مال اور دیوانی کے
تفسیے جب چھڑتے، تو عمر بھر گزر جاتیں اور بواہ اور تقسیم اور ملکیت کے تفسیے
ہونے نہ پاتے؟ ہمارے وقت میں بھی یہ ہوا تھا کہ "عدالتی انصاف" عدالتی
بازار "اور عدالتی ملکیت کی مفہوم اصطلاح میں اس طرح اور تفسیر کے موقع کے
پے زبان میں چل جائیں؟

وہ تو کہے، کہ غیر ہو گئی۔ زمانہ کہہ دیجئے کہ اسی بدلی کہ بڑے بڑے مسلمانوں
نے بارگاہِ ربناک کہ گواہی دے کر عداوت شروع کر دی۔ اور نہایت دشمن بن گئے۔
اور "تجدد و نوادیس" کا پس چلا، اور "تجدد و نوادیس" کے کہیں کہیں ہوئی تھی کہ مسلمانوں
کے دورِ غزوہ میں بھی خلافتِ ثلاثہ اور پیر شریعت کے خلاف تھی، خلافت کی
فہمیں اتنی ہر گشت کی تھی اور خلافت کی دشمنی ہر دن کی اور اب
بھی جہاں کہیں تجدد اور دشمن بنائی "کا نہیں چلا ہے، کوئی کسر اٹھا رکھی ہے اس
دماغی اغلاس اور ذہنی غلامی نے تعلیمِ نصاریٰ و مشرکین جو، کہیں دور کے

گویا بیوش اور سونے ہوئے شخص پر گرمی سردی، زہر، تریاق، کسی چیز کا اثر ہی نہیں ہو سکتا۔ اے حکیم! واجب خدا جانے کتنی دنیاں کے تحت یہ لکھتے،

(بقیہ صفحہ ۴)

ہیٹ کی اہمیت

”خوش قسمتی سے اب یہ نمایاں مٹا جا رہا ہے کہ دھوپ میں ٹھکنے سے لو لگ جاتی ہے۔ اب اس کا تجربہ ہوتا جاتا ہے کہ موسم گرما میں سپاہیوں کے تندرست رکھنے اور لو کے بچانے کا یہ طریقہ نہیں کہ انھیں بارکوں میں فوجی دن سے پانچ بجے شام تک بند رکھا جائے، یا صبح سے شام تک سردیوں کی بڑی بڑی آگ میں سے جھپٹائے رکھا جائے۔ بلکہ سپاہی دن بھر باہر رہ کر بھی معمولی محنت مشقت میں بسر کر سکتے ہیں بشرطیکہ معمولی تھابہر محنت پر عمل آئے۔“ (اسٹیشنر - ۲۸ جون سنہ ۱۹۴۰ء)

اقتباس فوجی طبی کمیٹی کی ایک تازہ رپورٹ کا ہے۔ — فہرست جہت کہ ہیٹ کی اہمیت کے خلاف خود ”صاحب“ کی زبان ”ام۔ ورنہ اب ”صاحب“ سے بڑھ کر صاحب زور کی زبان پر ہیٹ کے بڑے بڑے کی حب سے بڑی دلیل بھی دستی نہیں کہ یہ گرمی میں ”بندوستان بندہ ملک میں محنت کے لیے ہیٹ ہی ضروری ہے اور محنت صرف سردیوں میں انگریزوں کی نہیں، خود ان کی ”لو“ کے لیے بھی ایک اہم چیز ہے۔ ہیٹ کی صورت سے یہ نادار ”لو“ اور پھر بھی زندگی بھر لگنے سے بچے۔ ہے!

گاندھی جی اور زکوٰۃ

”ہرچیز میں ایک سوال کے جواب میں کہ ہندوستان میں گدا کی کا انتظام کیا جانا چاہیے، گاندھی جی اس کا مل یہ لکھتے ہیں:۔“

”عوام کی مالی حالت میں مساوات پیدا کیا جائے۔ موجود وقت میں جو اونچ نیچ ہے اس کا ایک بھاری سوشل برائی کی صورت میں مقابلہ کیا جانا چاہیے۔ کسی زندہ سوسائٹی میں چند آدمیوں کے پاس سرمایہ اکٹھا ہو جانا اور لاکھوں کا بیکار رہنا ایک عظیم گناہ باطنی ہے۔ جس کا علاج لازمی طور پر ہونا چاہیے۔“

پھر علیہ اسلام سے زکوٰۃ کے متعلق استفسار کیا گیا تو حضور نے فرمایا کہ یہ اس لیے ہے کہ امیروں سے لیکر غریبوں کو دی جائے۔“ (کنڈا لیتے سرمایہ کے ایک محدود علاقہ میں جمع ہو جانے کے متعلق قرآن حکیم کا یہ فیصلہ ہے کہ والذین یزینون الذہب: الفضة ولا یفقون فی سبیل اللہ فبشرهم بپیاد الیم یعنی جو لوگ سونے اور چاندی کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے بجائے جمع کر رکھتے ہیں ان کو دردناک عذاب کا پیام دے دے) دولت کے صحیح معرفت کے متعلق قرآن حکیم کی تجویز یہ ہے کہ یہ فوجی اور غیر فوجی کاموں میں صرف ہونا چاہیے (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷)

اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں وہ ہرگز خیال نہ کریں کہ ہمارا انکو ہلاکت دینا انکے لیے بہتر ہے۔ ہم انکو صرف اس لیے ہلاکت دے رہے ہیں کہ انکو جہنم میں ترقی ہو جائے اور انکے لیے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

اور اللہ ایمان والوں کو اس حالت پر چھوڑے۔ کہنا نہیں چاہتا جس کو اللہ ایک پیغام حبیب تک اللہ نے کر کے انکے لیے ایک پاک ہے۔ اور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرستے ہیں کہ انکے لیے اللہ انتخاب کر لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔ سوایا لاؤ اللہ نے اور انکے رسولوں پر اور انکو ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارا سبب اجر عظیم۔

اور ہرگز نہ خیال کریں ایسے لوگ جو چاہتے ہیں اس کے برعکس کہ ان میں جو اللہ نے اپنے فضل سے انھیں سے رکھا ہے کہ یہ انکے حق میں کچھ اچھا ہے۔ بلکہ یہ انکے حق میں ہیٹ ہی ہے) انھیں قیامت کے دن حرق پہنایا جائیگا اس مال کا جس میں انھوں نے بخل کیا تھا۔ اللہ ہی کا اجر ہے۔ ایمان لے آؤ اور اللہ کو جو کچھ تم کو دے رہے ہو سب کی شکر ہے۔

ولا یحیی الذین یملکون یا احکم اللہ من فضلہ یوفیہا لہم فی ہر شئ مصلحتون ان یجوزوا یہ یوم الحق یوم اللہ میراث اللہ واسو اللہ من اللہ و اللہ با قلوب خیر۔

- ۱۔ زکوٰۃ بطور یہ کہ اللہ کی راہ میں فدا کر دینا
- ۲۔ اور اسلام کے دشمنوں میں فواد ملائکہ خواہ تفسیر
- ۳۔ (ایک آیت آپ ہی نقصان میں رہیں گے)
- ۴۔ (ازواج: عمر و ہلاکت کے ساتھ ساتھ)
- ۵۔ یعنی سونے و تانے کے لیے)
- ۶۔ (طرح طرح کے استحقاق اور آزمائشوں کے ذریعے)
- ۷۔ یعنی ایسی چھٹی چھٹی چیزیں ہیں جن کا یہ کہنا فتنہ کوں ہے۔
- ۸۔ (اے خداؤ!) یہ منافقین کے جواب میں ہے جو کہتے تھے اگر اللہ چاہے یہ میرے ہی ہوتے تو میں ان کو کون کون مٹا دیتا۔
- ۹۔ (یعنی سورۃ فہرہ کی اطلاع کیے)
- ۱۰۔ (اپنے معاصی و حکم کے اعتبار سے)
- ۱۱۔ یہاں بھی حکم ایمان لانے کا نام ہے اور یہ بہتہ چھا رہا ہے۔ اس آیت کی تفسیر کسی اور ذہب میں کی گئی؟
- ۱۲۔ (صرف و اب کے موقع پر) اللہ میں ان کا شیوہ بخل۔
- ۱۳۔ (اسانپ) شغل میں
- ۱۴۔ (اور وہی سبک ایک ہی) وہ لوگ جو حقیقت بخل کے ال ہیں کہ رہے ہیں۔
- ۱۵۔ ایسے اظہار کا ہونا قدم قدم پر رکھو۔

سرایہ اردو میں ایک قابل قدر اضافہ

سینڈنگش اردو ڈکشنری

(از عبدالمجید)

پڑے کے لیے بے باہر بھلے کلمے، برعیاں، اردو کا سابقہ تو انگریزی کے ساتھ پڑھنا اور فقہ الہی کا یہ پوشہ آج سے ڈھڑھ۔ ہری یاد دہر پورا ہو چکا کہ اردو خوانوں کو گھٹائی اور پڑھائی میں 'اوسط' اور 'علی' امتحان تینا، بڑی سجات ہیں، بلکہ میں سرکاری اور نیم سرکاری عمدہ دوری میں نہ کہ زندگی کے ہر شعبے میں ممتاز، درست 'گرو صاحب' ہی کی زبان کا ترجمہ بنا ڈیٹا۔

حیرت ہے کہ ضرورت، تخی صریح اور واضح اور پڑ بھی، بہت کم اردو میں کوئی قابل ذکر لغت موجود نہ تھا جیسے ہمارے انگریزی زبان کی طویل و عریض فرہنگ الفاظ ہی کی پوری پائیش ہو سکے۔۔۔ (انگریزی کے انامیات، لمبجات، سمادرات، استعارات کا پورن طرح سمجھنا الگ الگ۔۔۔ ایک ڈاکٹر فیلن کا لغت البتہ پیش کیا جا سکتا ہے۔۔۔ روین حروت میں عجیب ہوا۔۔۔ سوٹا ہر ہے کہ انگریزی زبان اتنی مدت میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔۔۔ بعد کے لوگوں نے غلطی میں مبتلا کوشش کی بھی تو کاروباری لفظ نظر سے اور ان کی ہمتیں بھی مدرسہ کے طلباء کی عمدہ و مزدوروں سے آگے نہ بڑھیں۔

مزدورت اور علمی حلقوں میں شدید مزدورت فہمہ، راز سے چلی آ رہی تھی کہ انگریزی کا کوئی جامع، مسودہ نہ سہی اوسط ہی درجہ کا مفصل لغت 'اردو' میں 'اور' اردو و ہم اخط میں موجود ہو۔۔۔ میں یہی آرزو میں گز گئیں، تا آنکہ میں جو اس بہت خادم 'اردو' کے نصیب یہ بہ سعادت ازل سے لکھی جا چکی تھی، اسکے اکتوں یہ خدمت انجام پا کر رہی۔۔۔ یوٹی وی، ایکن ڈاؤر اپ ڈاکٹر عبد اکین بی اے ڈی ایٹ۔ سکرٹری انجمن ترقی اردو۔ (نئی دہلی) کی خدمات زبان و ادب سے ملک کو روشناس کرانا سورج کو چراغ ہے دکھانا، ایک شعر ہو گئی کہ اپنے کو خدمت 'اردو' کے پیچھے نہا کیے ہوئے ہیں، فطرت الہی کی مہلت شکاری پر حوت آجانا، اترتی اہم و عظیم نشان خدمت آگے سو آگے اور کے اکتوں انجام پاتی۔

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری، اس وقت انگریزی زبان کا مہبوط ترین، پیاچ ترین، مستند ترین لغت ہے۔ اسکا ایک اختصار شمارٹر کے نام سے ہے، جو غیر مجملہ میں 'اور' پھر اس اختصار کا ایک 'ایجاز' بھی 'کنسائز' آکسفورڈ کے نام سے نکل چکا ہے۔ اس موجود کے ایجاز کا یہ حال ہے کہ اسکی بھی صفحات ۹۷۸ صفحات کی ہے اور ہر صفحہ میں دو کالم، جملہ غنائات (مستقل و مضمی) کی تعداد ۱۰۰۰ کے لگ بھگ ۱۰۰۰ ہے۔۔۔ ڈاکٹر عبد اکین کی بہت اس پر معذرت اور زبردستی، سند ہو گئی کہ اس بحرہ خار کو 'اردو' کے دامن میں سمیٹ لیا جائے، اسکا کام نہ ایک شخص کے کہنے کا اور نہ چند مدد میں ہو جائے گا۔ کام کا چھلکاؤ حقیقی سکا کہ ایک پوری جماعت اہل علم و تحقیق کی ہوتی، جو دوسرے شغل سے فارغ

کاتوں و نثر کے کلموں کا ایک، پورا نشی خانہ، مہیا ہوتا، حبیبیہیں واکر بریل میں کام کی گئیں ہو پاتی۔ 'اردو' غریب کے نصیب ہیں، یہ تقاضات کہاں بہت سکا کہاں، دیکھیے کہ سووی اتحاد کوئی نے، اپنے بیسیوں دوسرے علمی، تعلیمی، تحقیقی شغلوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تقاضات انجمن ترقی 'اردو' کی وفاق کام کاج کے حق میں نہ ہر قابل۔ ہر دن 'اردو' (۱۹۵۲-۵۵) اور 'دوسرے' کے ساتھ اس کام کا بھی بڑا ٹھکانا، اور وہی چار رقبوں کی محبت میں اس بختیوں کے سفر پر چل کر ٹپ ہوئے، اللہ کے دقت میں اور محبت میں کثرت سی۔ فریق دو ہی ایک، اگر خوب کام نہ کئے۔ نہ ہوتا جا سکتا۔ ڈاکٹر عبد اکین، منجہ، اس کتاب کی صورت میں نکلا ہوا، جس پر سرری شہرہ کی یہ سطریں لکھی جا رہی ہیں۔

کتاب کا نام "سینڈنگش اردو ڈکشنری" ہے۔ صفحات میں پوری تقسیم کے ۱۵۱۲ صفحات، اور کوئی ۲۵ صفحے دو صفحوں کے اور، 'سفر' کا دیوتا، کئی صفحات گویا، ۱۵۵۰ صفحات کی، ہر صفحہ میں دو کالم۔ 'اردو' کی تہ پائی، کتاب کی، 'ٹائپ' علی نہیں، ختم ہے، اس لیے گنجائش بہت زیادہ نکل گئی ہے۔ کاخذ اہتمام کے ساتھ با ایک رکھا گیا ہے، اس لیے کتاب ایک علیہ میں پڑ جائے۔ ورنہ حقیقتہً پڑھنے کا سالہ اتنا ہے کہ وہ کلمات سے ہم کفایت نہ کرتے۔ دیباچہ کا اقباس ملاحظہ ہو، اس سے اکبریت، تا مثل مرتب کی کوششوں، درکار و شوق، کچھ اندازہ ہوگا اور دوسری طرف کتاب کے کچھ خصوصیات، یہ بھی لاشعری ہیں آجائیں گے۔

"کلمے کو تو یہ نظر ثانی تھی لیکن حقیقت میں اسر نہ تو جبر کر پڑا۔" شاہد ہی کوئی لفظ ہوگا جو محاک و اصلاح سے بچا ہو۔ بڑی احتیاط یہ کی گئی ہے کہ انگریزی لفظ کے لیے 'اردو' لفظ 'انگریزی' محاورہ، بار و زمرہ کے لیے 'اردو' محاورہ، بار و زمرہ، انگریزی شکل کے لیے 'اردو' شکل اس طرح ٹھانی جائے کہ انگریزی کا صحیح مفہوم پوری طرح ادا ہو جائے۔ لفظ کی تشریح و آسان، لیکن لفظ کے لیے دیباہی لفظ اور محاورہ کہے دیباہی محاورہ، لام شکل کام ہے۔ بعض اوقات ایک ایک لفظ کے لیے بیسیوں کتابوں کے رتی آٹنے پڑتے تھے، بول چال، عامیاد الفاظ کے لیے 'اردو' میں بھی اسی قسم کے لفظ تلاش کرنے پڑتے تھے۔ علمی اصطلاحوں کے لیے پشتہ اردو کی اصطلاحیں ڈھونڈتے، ڈھونڈ کر لانی پڑتی تھیں۔ ایسی صورتوں میں اکثر اوقات کتاب اور لغات کام نہیں دیتی تھیں۔

اسی طرح انگریزی الفاظ کے معانی کے نزدیک فرق بھی 'اردو' مزدورت الفاظ سے ظاہر کیے گئے ہیں، جن الفاظ کے تلفظ و سند دسنی ہیں، زبان ہر کسی کا غیر شمار دیا گیا ہے تاکہ معانی کا امتیاز صاف طور پر نظر آجائے۔ اور ہر معنی کا فرق مثالیں دے کر ظاہر کیا گیا ہے۔ کیونکہ محض تشریح کر دینے سے نہ تو پورا مفہوم سمجھتا آتا ہے اور نہ اس کا صحیح استعمال معلوم ہوتا ہے۔

دیباچہ

کلام کی نزاکت اور دشواری کا اندازہ پڑھنے والے نہیں، لکھنے والوں پر بھی صرف وہی حضرت کر سکتے ہیں، مفید ہو سکے، اب اگر کوئی بھی لکھتا ہے کہ کلام کا انفاق ہوا ہے۔ تاہم نام "خرید" میں کام کی دست و ملت کا کچھ قرائدہ کر ہی سکتے ہیں۔ اس کے لیے ایک اردو نوڈہ ملائے۔
 انگریزی میں ایک آسان لفظ OUT دیکھو۔ اس ایک ہفتے اور اردو لفظ کے دیکھو کہ کتنی آسانی سے دیکھتے پاتے ہیں۔

(۱) اطراف میں چاندن حوت۔
 (۲) کسی مراکز کے گرد گرد۔ ارد گرد جیسے اپنے ارد گرد۔
 (۳) کسی طرف۔ کسی رخ۔ اس پاس۔ و سواہ کے اس پاس رہنا۔

(۴) جہاں جہاں۔ ہر جہاں۔ ہر کہیں۔
 (۵) کم دہش۔ حینا۔ تقریباً۔ ایک جگہ۔ متعدد جگہ یا درجہ کے اعتبار سے۔

(۶) پھوڑا۔ گھوم کر۔ لپٹ کر۔
 (۷) چاروں طرف۔ غائب ہو کر۔ ہر طرف پھوڑ کر۔
 (۸) مشغول۔ مصروف۔ فکریں۔
 (۹) متعلق۔ وابستہ۔ نسبت۔ بارے میں۔
 (۱۰) گھوم کر۔ پکڑ کاٹ کر۔ پھیر دے کر۔ گھوم گھام کر۔
 (۱۱) متغریب۔ بالکل ہی۔ تقریباً۔ (۱۲)

اس لفظ کے اصلی اور ابتدائی معنی تو وہی ہیں جو انگریزوں پر درج ہیں۔ باقی تفرقہ میں دوسرے لفظوں کی ترکیب و مترادف کے ساتھ، محاورہ میں جو جو محسوس پیدا ہو سکتے ہیں ان سب کی تفصیل ملے۔ اس تک بیان ہوئی ہے کہ کتاب میں ان سب کے مقابل انگریزی کے لفظ پورے پورے تفرقہ درج ہیں۔ میان نقل میں انھیں عذرت کر دیا گیا کہ انگریزی عبارتیں کی چھاپا، اردو عبارتیں آسان نہیں۔

ایک مثال شخص و جماعت کی اور دیکھتے چلیے۔ انگریزی کا ایک لفظ POLITE ہے جس کے دو معنی ہیں۔ ایک عام اور دوسرا معنی۔
 اور پھر پہلے معنی میں آگے تو ہر طور اسم، شہماں ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی یہ لفظ فعل متحرک بھی ہے۔ اب اس لفظ میں اس کے دونوں معنی عمومی و اطلاقی مل جاتے ہیں۔ انگریزی لفظ کا عنوان کر دیا گیا ہے۔ عنوان اول کے تحت ہیں۔

(۱) پائش۔ آبی (خمیر) چوب۔ تار کا کھنڈا۔
 (۲) لگاؤ کی حالت۔
 (۳) پول۔ توڑا وغیرہ۔ طور پر پانچ پاؤں۔
 (۴) پائش یا آبی کے ذریعہ سے ڈھکیا نا یا سرکا۔
 عنوان ثانی کے تحت ہیں۔

(۱) سب (شمالی یا جنوبی) محور ارض کا (شمالی یا جنوبی) نقطہ، جس کے گرد ستارے گھومتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔
 (۲) حرکت۔ کسی کرہ کے دو نقطے جن پر کوئی دور اس کرہ کو قطع کرتا ہے۔ قطبیں کرہ۔

(۳) کوئی خاص نقطہ جس کی نسبت سے اور نقطوں کے محل کا معین ہو۔
 (۴) (مقابلہ) کے دو مقابل نقطے یا مقابلہ کے وقت کے ہوتے ہیں۔ تعین مقابلہ۔

(۵) برقی کارخانے یا سرچ کے معنی اور نسبت سے۔
 (۶) (حیاتیات) کسی کردہ یا حیوانی عضو کے جوہر کا سرا۔

(۷) (مجازاً) (صحیح) ایک دوسرے سے متضاد اصول۔ (۸) (۹) (۱۰)

(۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰)

(۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰)

(۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰)

(۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰)

(۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰)

(۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰)

(۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰)

(۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰)

(۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰)

(۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰)

(۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰)

(۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰)

(۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰)

(۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰)

دشمن ایمان نگار

(۱)
 کیا ہندوستان میں ایسا ہیسا کوئی ایسا سلطان مروج ہے جو کھارے
 اور شیر باز فتنہ برپا کرے؟ سلطان مجتہد اور ہم تکفیر سائیں کے سنت و شریعت میں لیکن
 بنارس سے کوئی انقلاب نہیں چھوڑی۔ یہی بنیاد ہے اسے سلطان سمجھ سکیں دلائل
 برہنہ ہوں سنو ۱۹۱۰ء۔

”کلام مجید کو یہ نہ کلام خداوند سمجھنا ہوں، نہ انعام ربانی بلکہ
ایک انسان کا کلام ماننا ہوں۔ اور اس سلسلہ میں اس کے قبل
کئی ایسے لوگ پہنچے ہوں۔“

اسی معنوں میں ایک جگہ یہ شخص لکھتا ہے کہ قرآن مجید میں انبیاء کے جو
قصے بیان ہیں وہ مندرجہ پیش کی طرح ہیں۔ وہ ہرگز تاریخ و نیست نہیں رکھتے
بلکہ بعض قصے کہانیاں عوام کی زبان پر نہیں ہیں کہ وہ انہوں نے محض بصورت
کسیے بیان کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی شاید مسلمانوں پر احسان رکھنے کے
لیے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ

یہ ہے یہ بھی کلامِ خدا ہے۔
 "میں رسول اللہ کے ہر حصے پر بلند اخلاقی و انسان سمجھتا ہوں اور
 یقین رکھتا ہوں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔"
 یعنی اسلام اور ایمان کے علاوہ عشق و خرد میں اس شخص کے گناہ کبیرہ
 ہو چکا ہے۔ وہ رسول اللہ کے علم کو بلند اخلاقی اور سماجی انسان کہتا ہے۔ لیکن
 اس کے ساتھ ہی قرآن کو اللہ کا کلام نہیں، بلکہ رسول اللہ کی نصیحت بتاتا ہے
 حالانکہ سارا قرآن ان نصیحت و دعاوی سے بھر ہوا ہے کہ یہ کلام اللہ
 کا ہے۔ کسی بندے کا نہیں۔

گو ای تہماز فقہوری کے نزدیک رسولی اللہ معلم اکب امینہ اخلاقیہ اور
سچے انسان ہونے کے ماحول و بقول حق تعالیٰ :-
(مناکم بہ دین) اتنا بڑا ناما یعنی اور بے مثال جھوٹ بول گئے کہ
ساحب قرآن کو اپنی طرف سے گڑبگڑ کر اللہ تعالیٰ کی جانب
منسوب کر دیا ۔

نہایت قابل توجہ ہے۔ لیکن قرآن خدا کا کلام نہیں، محمدؐ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارا ہوا نذر ہے۔

ماہانیت جدید کا یہ فرزند بھی جیت ہی کر اچھا (انقلاب)

انکار (لکھنؤ) کے ایڈیٹر نیاز فتح پوری کو اپنی مگر (نہ بے نقبہ گی کے لیے
 تمام امتیاز حاصل ہے۔ اب ان کے متعلق حضرت سائیکس نے بات بات
 فرمایا ہے کہ وہ قرآن کو اللہ کا نہیں، بلکہ انسان کا کلام مانتے ہیں۔ سچان اللہ
 انسان شکل میں کیسے کیسے گرے بلکہ انہیں فرزند ہیں۔ اس پر ایک شعر عربیہ ملا خدا
 کلام حق کو تو اپنے شہر سمجھتے ہیں
 (زمخدار)
 خود وہ ان دعاں اس کو فرج سمجھتے ہیں

(زنگنه)

خود ویران حماں اس کو فرج بخنے ہیں

کچھ عرصہ سے لاہور کے مغرب زدہ صحافیوں نے اپنی تعلیم یافتہ نوجوان بہنوں اور بیٹیوں کو بچاکہ میں پھنساتے کاغذی فحش کر رہے ہیں۔ "پن" "رشن خیالی" کے پوش نیپہ بولگہ آرٹ اور وسیعی کے نام پر سائیکس اور کلب قائم کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھ بندے ہلے منصف ہوتے ہیں جن میں اعلیٰ گھرانوں کی دیکھا بچا اچا رکھائی اور گانا سنانی ہیں۔ ان مجلسوں میں ہر خاص و عام کشت کے تھپائی دام خرچ کر کے شریک ہو سکتا ہے۔ کمالوں کے نوجوان طلبہ اور طالبات تفریح پسند مرد اور عورتیں اور ان کے ملازم اور بہت و اعلیٰ "انڈیا" کے افراد اب مختلف ان مجلسوں میں جاتے ہیں اور وہاں سے جو خیالات و جذبات لے کر آتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ چند ماہ جو سنہ لالہ لاجپت رائے ہال میں چند "رشن خیالیوں" نے ایک ایسی قسم کے جلسے منعقد کیے انھوں نے انتظام کیا اور اس کا خوب اشتہار دیا لیکن نین و نیت پر بعض ہندو نوجوانوں کے نزدیک دست مظاہرہ کی وجہ سے جلسہ اتنی ہی کرنا پڑا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ سکون رہا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ان لوگوں نے ۲۶ رجمن کو دانی - ایم - سی ہال میں اس قسم کا جلسہ منعقد کر ہی ڈالا۔ جس میں نین ہندو لڑکیاں آجیں۔ متعدد ہندو لڑکیوں نے گانا سنا۔ ایک - لیان کو لالے والی فلم ایکٹرس نے بھی اپنا ناچ دکھایا۔ ان شہوانیہ راجیوں -

دکھا! - اناشد وانا الیہ راجعون -
افسوس ہم مغرب زدہ اسحاب کے اس غیرت کش شوق کو ایک
سبا سوز اخلاقی دیکھنے کے مجبور ہیں۔ صحیح الجہاں ہندوستان خود گوں
کو اسکے انسداد کی طرف فوراً متوجہ ہونا چاہیے۔ ورنہ پھر عین ہمت بلبہ
"علاج ایرانا بل انسداد ہو جائیگا۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ (بعض ناک) یہ لوگ صرف روشِ خیالات
شریف ہندو گھرانوں ہی کی لڑکیوں کو سچا اتنے میں کامیاب رہے ہیں، لیکن
دامنچ رہے کہ اس دبا کے اثرات سے مسلمانوں کے "روشِ خیالات" گھرا لے
بھی پوری طرح محفوظ نہیں، بلکہ ان میں اس دبا کے پھیلنے کے زہور
امکانات موجود ہیں اور اسلامی تہذیب و شرافت کے لیے یہ بات بہت زیادہ
ناقابلِ برداشت اور نقصان دہ رہے گی۔ اس لیے مسلمانوں پر اس دبا
کے اسناد کا فرض سب سے پہلے اور سب سے زیادہ عائد ہوتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۵)

کیا کون دو دنہ بین الاقنیا، منکم اناک تمھارے چند سراپہ دار اور امرا ہی کے بیچ میں نہ گھس رہے) گلاندھی جی نے گدائی کے اسناد کا ہنسنہ جو برکھ ہے وہ بالکل صحیح ہے اور وہ وہی نسخہ ہے جو اب سے تیرہ سو سال پہلے خدائے بزرگ دہرتے اپنے پیغمبر کی معرفت نوع انسان کو دیا تھا۔ جس قوم نے جب بھی اس پر عمل کیا فائدہ اٹھایا۔ (ذکر م)

۱۴۴۴

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ بِمَا يُأْتِيهِمْ مِنَ الذِّكْرِ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُسْرًا ۚ وَالَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَرِزْقًا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُسْرًا ۚ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُسْرًا ۚ وَالَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَرِزْقًا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُسْرًا ۚ

ایم جعفر عبد الماجد

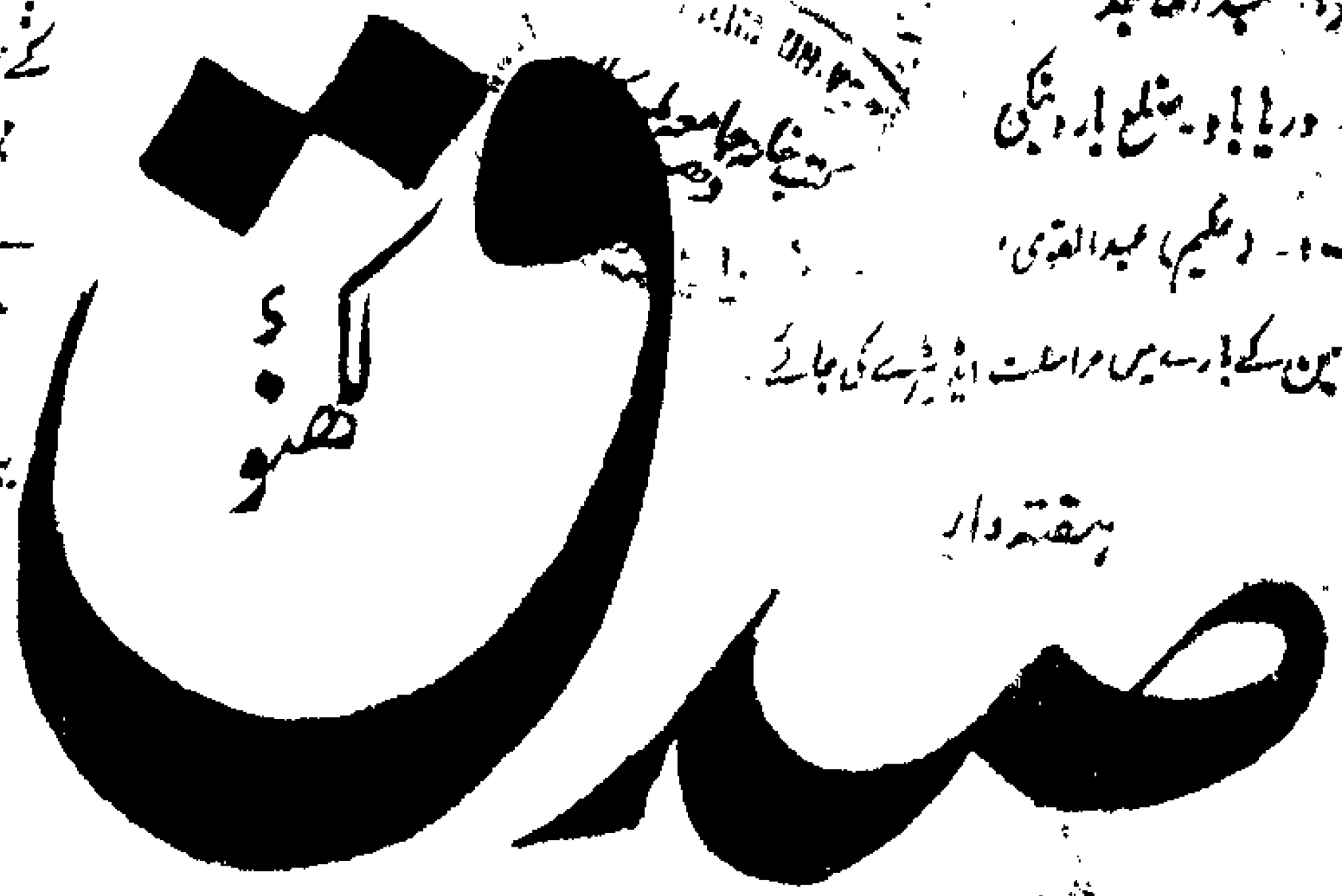
پتہ: دریا باوہ شائع بارہنگی

نائب: (علیم) عبد القوی

مضامین کے بارے میں مراسلت ایڈیٹر سے کی جائے

ہفتہ وار

نمبر ۱۱



جلد ۱ اور ۲ کا نامی امور کے خلیق اس پتہ پر بھیجے۔

بہترین اخبار صدیق۔ لکھنؤ

چند سالہ شادی بھون بندے ساہوکار نیمت فی پتہ چھ لاکھ

نمبر ۱۱ - دوشنبہ ۱۵ - جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۳ - جولائی ۱۹۴۰ء جلد ۶

منکر قرآن کی سزا

حکومت اسلامی میں

(مشہور محدث قاضی حیا من مالک کا فتویٰ)

و قال ابن القاسم فی ہلم
اذا قال ان محمد ایس
بنی و لم یسل ادم
ینزل علیہ قرآن و انما
ہو فسخی تقوٰۃ یقتل
کتاب الشقاق - جلد ۱ -
قسم الرابع - باب الاول
نفس و جہ اللہ
امام ابن تائم عبد الرحمن مصری امام
الکرام کے ایک مشہور رفیق نے کہا ہے
مسلمان کے باب میں کہ جب دیکھے کہ
محمد مسلم نبی نہیں ہیں بار بار یوں باکی کر
اللہ کی طرف سے) بھیجے نہیں گئے ہیں
یا یہ کہ ان پر قرآن (اللہ کی طرف سے)
پر طریق بتی نہیں مقرر کیا گیا انھوں نے
لے خود اختراع کر لیا ہے یا ایسا نہیں
واجب القتل ہے۔

(شارح شفاء لما یلحق بالذنوب کا اضافہ)

درجہ اولیٰ علیہ (جلد طالع) اور اس سزا پر سب (یعنی مالکیہ، حنفیہ، شافعیہ و متاثرہ) کا اتفاق ہے۔

بدعہ مجسم

نیاز کا توبہ نامہ ۱۳۹۲ھ میں

..... اب جبے یقین ہو گیا ہے کہ میرے یہ خیالات احترام اسلام و
شرعیہ کے خلاف تھے۔ جن پر اس عمل ہوں اس کے میں اعلان
کر تا ہوں کہ اب میں دن اور رات کے باز آتا ہوں اور دعا کرتا ہوں
کہ آئندہ میری طرف سے ایسے مقالات کبھی شائع نہ ہوں گے
جن سے مذہبی شکایت کا سبب پیدا ہو۔ مجھے انہوں نے
مذارت ہے کہ ان مضامین سے مسلمانوں کو صدمہ پہنچا اور یہ یقین
دلانے کے لئے میں ایسے مسلمان کی حیثیت سے یہ سب کچھ لکھ رہا ہوں
اپنے مدامی سے جناب باری میں اخبار برأت و استغفار کرتے ہوئے
اعلان کرتا ہوں کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین
یہ اعلان معذرت بہتر کسی تہذیب یا مذہب کے گناہ کے آئندہ ترمیم
پر چوں میں براہ اس طرح شائع ہو گا کہ کسی شخص سے کسی پرچے طعنه نہ
ہو سکے اور ساتھ ہی اتنا غایاں ہو کہ ہر شخص نے اسے برا سمجھا
پڑ جائے۔

اس اعلان معذرت کو مسلمان لکھنؤ یا دوسرے مسلمان جس طریقہ
پر مناسب سمجھیں بلند و شان مجھ کے مسلمانوں کے علم میں لانے
کے لئے شکر کریں۔
نگار میں آئندہ کسی قسم کے مذہبی مضامین درج نہ کر دینگا
و اللہ اعلم بالصواب شہید۔
نیاز فنیوری

جہل کا علم

..... مجھ میں تقریباً وہی جہل کا گہا ہے جو
یہودیوں کی کتاب میں مذکور ہے یا یا جہل ہے پتہ آپ کے
..... یہ کتاب خیر و شر کے بارے میں ہے۔ یہ کتاب ہر مسلمان کے لئے
.....

اب فرمائیے،

کہ نہیں تصور کر سکتے کہ قرار دیا تھا۔ اور غیر مسلم جب اس قسم کے واقعات دیکھتے ہیں تو اسلام سے بڑھ کر مذہب کو کھانسیں، خون پر سیسے ٹھٹھکے، جھینپے اور غصے سے کہیں کہیں تو اور غرور و سرکے کے ساتھ بڑھ کر قبول کرنا چاہیے۔

”صدقہ حرم“

کیا وہ قوم بھی آج زندہ قوموں میں شمار ہوتے کا حق رکھتی ہے جو اپنے مقدس مذہب کے مرکز اول میں ایک دینی و مذہبی پروردگار میں آج تک قائم نہ کر سکی؟
سوال کا جواب کے مشہور و قدیم مدرسہ اسلامیہ کے آئینہ دار مولوی محمد سلیم صاحب نے لکھا ہے: ”اپنے نقطہ نظر سے غصے جو یہ ہیں، ماننا کہ حرم یا مکہ پروردگار کی خصوصیات، اعتراض و عقائد کے مطابق اپنے جدید سالانہ نمائندے حرم کے مناسبت میں دیا ہے۔ جواب قابل عمل ہو جائے تو کم از کم پڑھنے والے کے خیال تو ضرور ہے۔ اور سالانہ نمائندہ آسانی، مستند و فخر مدرسہ اسلامیہ، فزول باغ، دہلی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔“

فتنہ نگار دس سال قبل

مولانا سید سلیمان ندوی کے مکتوب و فتنہ نگار کے اقتباسات میں تقریباً دس سال سے اجمال و احاطہ کے ساتھ، عین اس رسالہ یا اسے ایڈیٹر کا نام ہے بغیر اس کے خیالات کا جواب دیتا رہا ہوں۔۔۔۔۔
میں نے اس روز آئے سے پہلے نیاز صاحب اور۔۔۔ صاحب کے بچے کے طور پر خط و کتابت کی اور ان کے شبہات دور کرتے چاہے، مگر نیاز صاحب نے تو ایک خط کے بعد یہ لکھنا چھڑا دیا کہ میں پھر بھی اپنے مفصل خیالات لکھ کر لگاؤں مگر آج تک انکو نہ صبر نہ مل سکی۔ میں نے ملاقات کی خواہش کی، مگر اس سے انراض ہو گیا۔۔۔۔۔

یہ تو ان تقریرات کا حال ہے جو بچے کے طور پر ہوئیں۔ اس فتنہ نگار سلسلہ کی طرف سے اب تک جس نہ رہا ہے، مضامین لکھے گئے، جن میں کچھ بھی دلائل کا حصہ ہے۔ عداوت یا سچ ہے اسکا جواب ضرور دیا ہے۔ اور لکھ دیسی ایسے میں خود ایک دفعہ اپنے تمام سنجیدہ دوستوں کے غناں لکھا۔ کہ مکمل میں شریک ہوا اور وہی میں دو فیروں میں اسکا جواب چھپوا دیا اس سلسلہ کی بعض قطعوں کا جواب کچھ ندوی عزیزوں نے سچ میں دیا۔ لیکن سمجھنا اور دیکھنا نہ تھریوں کے جواب سے تم کو کھلا اعتراف ہے کہ ہم سب عاجز ہیں۔ اور یہاں اس فن میں عمر بیکار کا کمال کیا ہے۔

اسلامی اخبارات کے بعض محترم ایڈیٹروں نے جو غالباً عداوت و بددعا نہیں فرماتے، نیک نیتی سے ملنا، کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ ان مضامین کے جوابات دیں۔ مگر مگر معلوم ہوتا چاہئے کہ اس سلسلہ کی ہر قطعہ کا جواب دیا جاتا رہا ہے۔ اور دیا جاتا رہے گا۔ اگر کسی کو تحقیق مطلوب ہی نہ ہو تو اسے اطلاع کیا جاوے گا۔

(سچ - گفتار - ۱۱) اور اگر کوئی سلسلہ
تیار نہیں ہے۔ سب سے زیادہ مروجہ کی مکتوب کا نام لکھیں گے۔

ایسے ظالم کا کیا کوسے کوئی!

نیاز محمد خاں صاحب بھادر کے ”عقائد کچھ ہیں کیوں نہ ہوں“ اور جو چاہیں کہیں جو چاہیں کریں، جو چاہیں لکھیں۔ جو چاہیں چھاپیں۔ پچھلے کسی کی کہ علم منطق اور دشمنیت کی روشنی میں ان پر گزرت کر کے؟ وہ پیدائشی مسلمان جو ٹھہرے! اس کے معاملہ میں کفر و اتہاد کے سنی ہی کیا؟
”وہ گویا کفر و اسلام۔ سو اب یہ معاملہ میں! لکھ بے معنی ہیں اور صرف مولویوں اور پٹنوں کے ردی کرانے کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں“ (صفحہ ۱)

اسے چھوڑیے، اگر کھانا خانہ کی روشنی میں اعلانوں سے ہے اور نیاز خاں صاحب سے ”ردی کرانے کا ذریعہ“ کہ ان سے اصطلاحیں بنی ہوئی ہیں۔ سوال صرف یہ ہے کہ اسے چھپ و پھیل کی مثال نہیں آسانی سے آپ کو لگتی؟

مدیا کی غلطی

ملتان کی آمد ہندوستان میں شورش ہوتی ہے۔۔۔۔۔ تمام ہندوستان میں ہوجانی میں، نکالنا سوار ہوتے ہیں۔ اسنے۔۔۔۔۔ ہندوستان کو کوئی سوچا ہے کسی جید و فن کو نہ تو دینے کا ذمہ لایا۔ اور اس وجہ سے کوئی نوہ ہندوستان کے نئے صورتی یا سنگتراشی کا ہم لوگوں کے سامنے نظر نہیں آتا۔

ایک غیر مسلم ”مناصب فن“ کے قلم سے حال میں ایک اسلامی ادنی رسالہ میں شائع ہوا ہے اس پر صاحب علم سلطان ایڈیٹر نے ایک نوٹ دینے کی ضرورت محسوس کی۔
”ابن مسعود بھادر بھائی یہ اشارہ کرنا چاہیے تھا کہ ہندوؤں کے دور کے آغاز کے ساتھ خود، مگر فن سنگتراشی کو سخت مدد پہنچا۔
یہ وہ کی لاکھوں ہندوستان تو آئی تھیں۔۔۔۔۔ آج ہندوستان سے بے پڑھے لکھوں کا سبقہ دن توں کی بربادی کا درد اور سلاو کو سمجھتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس قلم اس قسم کے بھی شکوک آئندہ آہستہ دور کریں۔“

آگے چل کر غیر مسلم آرٹسٹ کے قلم سے پھر یہ الفاظ نکلے ہیں۔۔۔۔۔
”اور رنگ زیب کے گہنی نہیں ہوتے ہی میں نے تمام فنون پر انہیں آج اس فن میں فن معمری بھی شامل کر لیا۔۔۔۔۔
اور لکھنے کے موفیادہ مزاج نے اور ایسے فنون سے اسکی خاص نفرت نے اس فن کی تیار ہی میں پوری پوری مدد پہنچائی۔“

اور سنا مسلمان ایڈیٹر کو پھر اس پر اور رنگ زیب کی طرف سے۔۔۔۔۔ غالی پیش کرنی پڑی۔
”بیکار نقل کرنا عداوت سے غالی نہیں۔ ایڈیٹر کی نیک نیتی بالکل واضح ہے۔ مسلمان فرماں برداروں کی شبکی غیرت کی نگر میں اسے سچا گور رہیں۔ اور غور کر دیکھنا چاہئے کہ سلطان اپنے کسی اور میں ترقی یافتہ روشن خیالوں سے بچے نہیں رہے ہیں۔ لیکن بنیادی غلطی یہی ہے کہ نو شورش ہوتی ہے۔ یہ آخر کون فرشتہ کر لیا گیا ہے کہ ترقی کا صحیح مدیا رو ہی ہے جو غیرت کا سمجھ لکھا ہے۔ اور تصویر، موسیقی، نقاشی، وغیرہ کا شمار بھی قابل قدر علوم اور قابل فخر فنون میں ہے؟ اسلام نے انہیں تعلیمات و تصورات پر نہ تو عزت خیال تھی۔ اور اپنا فخر سنگتراشی کو نہیں نسبت تھی، تو تصویریں بننا

نئی کتابیں

۱۔ سیرۃ النبی - از مولانا ابی سلیمان صاحب قزوین - جلد ششم تفسیر
ڈیڑ ٹکسبب، صفحات ۳۳۰ - ۳۲۰ - ۶۱۲ صفحات، قیمت نمبر اول
اس قسم دوم اللہ، تہ، شہر دارالافتاء، شبلی منزل، غلہ بازار
آدودین شہرہ درخت، برز النبی رہن جہو مہیات گونہوں
کے لحاظ سے سہ اپنی شان آپ سے - اس کی تہی جہاد اور اس کا
مومنو اخلاقیات اسلام میں - یعنی وہ انسانی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو لیں اور

اس کے اندر قرآن و حدیث دونوں کے
اخلاق آگے - ان اہل حق سے پہلے فلسفہ
اخلاق کا ذکر ضروری تھا اور لبرکلیا
کے بعد آخر میں جزئیات اخلاق کی
تفصیل اور اصول، کلیات و جزئیات
تینوں مرحلوں میں جا بجا دوسری باتوں
کے آئین و قوانین سے موازنہ - یہاں پہ
اس کتاب میں ضخیم جلد میں یہ سب بات
اپنی اپنی جگہ پر موجود ہیں - کتاب کے
سوائے بڑے فوائد پر ایک نظر کرتے
پہلے -

اسلام اور اخلاق حسنہ - اخلاقی اصولوں
میں اخلاقیات علم کا امتیاز - اسلام کا
فلسفہ اخلاق - اسلام کی اخلاقی
تعلیم کا کلیلی کارنامہ - حقوق و فرائض
مقابل اخلاق اور ذوال آداب -
یہ صرف علی عنوانات ہیں - باقی
ہر علی عنوانات کے تحت میں فضیلت عنوانات
کی میزان میں ایک پہونچی ہوئی کتاب
پر مستقل نمبر کے بلے فوائد ایک مستقل

رسالہ کی صورت دیکھا ہے اور یہ ذریعہ ثابت خوش آمدنی کے ساتھ
معدن کے گرم ذریعے خاص مولانا سید مناظر حسن صاحب گیلانی
سالہ عبادت میں اور بھی کر چکے ہیں، یہاں مخصوص صرف جہانی عبادت
ہے - اس جلد کے اندر وہ سارے خصوصیات تحریر موجود ہیں جو اس کی
قبل مجلدات کا طرز لے انبارہ نہ چکے ہیں اور شگافی و حق پر انبارہ

سہ روزہ دلی کتابوں کا پتھر اس نمبر کے ساتھ بھی بندہ ختم ہوتا ہے - مولانا شاد
آپ کا معائنہ و خلاصہ کے لیے سب دستاویز سابقہ کتابیں ملنا چاہیے اور اگر غلطی
رہیگی - کتابوں پر نمبر سے ملنے سے یہ ایک بار جو اگر کریں گے -

کے ساتھ ساتھ صاحب صنعت کا رنگ اور لکھنا چاہا ہے - اور حقیقت یہ ہے
کہ اب اس سلسلہ مجلدات پر مفرد کتاب کا اطلاق ہی دشوار ہے - اب تو اسے
تعلیمات و سیرت نبوی کی انسائیکلو پیڈیا کہنا چاہیے - کتاب ان سب باتوں
کے کام کی ہے جو "ہدایت" کی ذمہ داری کسی درجہ میں نہیں مٹا رہی -
کلیا، کتابت، غیرہ ظاہری و باطنی کے لحاظ سے کتاب سچا ہے -
تالیف -

۱۔ سیرۃ النبی - از مولانا ابی سلیمان صاحب قزوین - جلد ششم تفسیر
ڈیڑ ٹکسبب، صفحات ۳۳۰ - ۳۲۰ - ۶۱۲ صفحات، قیمت نمبر اول
اس قسم دوم اللہ، تہ، شہر دارالافتاء، شبلی منزل، غلہ بازار
آدودین شہرہ درخت، برز النبی رہن جہو مہیات گونہوں
کے لحاظ سے سہ اپنی شان آپ سے - اس کی تہی جہاد اور اس کا
مومنو اخلاقیات اسلام میں - یعنی وہ انسانی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو لیں اور

۱۔ سیرۃ النبی - از مولانا ابی سلیمان صاحب قزوین - جلد ششم تفسیر
ڈیڑ ٹکسبب، صفحات ۳۳۰ - ۳۲۰ - ۶۱۲ صفحات، قیمت نمبر اول
اس قسم دوم اللہ، تہ، شہر دارالافتاء، شبلی منزل، غلہ بازار
آدودین شہرہ درخت، برز النبی رہن جہو مہیات گونہوں
کے لحاظ سے سہ اپنی شان آپ سے - اس کی تہی جہاد اور اس کا
مومنو اخلاقیات اسلام میں - یعنی وہ انسانی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو لیں اور

۱۔ سیرۃ النبی - از مولانا ابی سلیمان صاحب قزوین - جلد ششم تفسیر
ڈیڑ ٹکسبب، صفحات ۳۳۰ - ۳۲۰ - ۶۱۲ صفحات، قیمت نمبر اول
اس قسم دوم اللہ، تہ، شہر دارالافتاء، شبلی منزل، غلہ بازار
آدودین شہرہ درخت، برز النبی رہن جہو مہیات گونہوں
کے لحاظ سے سہ اپنی شان آپ سے - اس کی تہی جہاد اور اس کا
مومنو اخلاقیات اسلام میں - یعنی وہ انسانی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو لیں اور

۱۔ سیرۃ النبی - از مولانا ابی سلیمان صاحب قزوین - جلد ششم تفسیر
ڈیڑ ٹکسبب، صفحات ۳۳۰ - ۳۲۰ - ۶۱۲ صفحات، قیمت نمبر اول
اس قسم دوم اللہ، تہ، شہر دارالافتاء، شبلی منزل، غلہ بازار
آدودین شہرہ درخت، برز النبی رہن جہو مہیات گونہوں
کے لحاظ سے سہ اپنی شان آپ سے - اس کی تہی جہاد اور اس کا
مومنو اخلاقیات اسلام میں - یعنی وہ انسانی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو لیں اور

۱۔ سیرۃ النبی - از مولانا ابی سلیمان صاحب قزوین - جلد ششم تفسیر
ڈیڑ ٹکسبب، صفحات ۳۳۰ - ۳۲۰ - ۶۱۲ صفحات، قیمت نمبر اول
اس قسم دوم اللہ، تہ، شہر دارالافتاء، شبلی منزل، غلہ بازار
آدودین شہرہ درخت، برز النبی رہن جہو مہیات گونہوں
کے لحاظ سے سہ اپنی شان آپ سے - اس کی تہی جہاد اور اس کا
مومنو اخلاقیات اسلام میں - یعنی وہ انسانی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو لیں اور

۱۔ سیرۃ النبی - از مولانا ابی سلیمان صاحب قزوین - جلد ششم تفسیر
ڈیڑ ٹکسبب، صفحات ۳۳۰ - ۳۲۰ - ۶۱۲ صفحات، قیمت نمبر اول
اس قسم دوم اللہ، تہ، شہر دارالافتاء، شبلی منزل، غلہ بازار
آدودین شہرہ درخت، برز النبی رہن جہو مہیات گونہوں
کے لحاظ سے سہ اپنی شان آپ سے - اس کی تہی جہاد اور اس کا
مومنو اخلاقیات اسلام میں - یعنی وہ انسانی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو لیں اور

۱۔ سیرۃ النبی - از مولانا ابی سلیمان صاحب قزوین - جلد ششم تفسیر
ڈیڑ ٹکسبب، صفحات ۳۳۰ - ۳۲۰ - ۶۱۲ صفحات، قیمت نمبر اول
اس قسم دوم اللہ، تہ، شہر دارالافتاء، شبلی منزل، غلہ بازار
آدودین شہرہ درخت، برز النبی رہن جہو مہیات گونہوں
کے لحاظ سے سہ اپنی شان آپ سے - اس کی تہی جہاد اور اس کا
مومنو اخلاقیات اسلام میں - یعنی وہ انسانی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو لیں اور

نہم ہمدردان صدق

۱۔ سیرۃ النبی - از مولانا ابی سلیمان صاحب قزوین - جلد ششم تفسیر
ڈیڑ ٹکسبب، صفحات ۳۳۰ - ۳۲۰ - ۶۱۲ صفحات، قیمت نمبر اول
اس قسم دوم اللہ، تہ، شہر دارالافتاء، شبلی منزل، غلہ بازار
آدودین شہرہ درخت، برز النبی رہن جہو مہیات گونہوں
کے لحاظ سے سہ اپنی شان آپ سے - اس کی تہی جہاد اور اس کا
مومنو اخلاقیات اسلام میں - یعنی وہ انسانی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو لیں اور

۱۔ سیرۃ النبی - از مولانا ابی سلیمان صاحب قزوین - جلد ششم تفسیر
ڈیڑ ٹکسبب، صفحات ۳۳۰ - ۳۲۰ - ۶۱۲ صفحات، قیمت نمبر اول
اس قسم دوم اللہ، تہ، شہر دارالافتاء، شبلی منزل، غلہ بازار
آدودین شہرہ درخت، برز النبی رہن جہو مہیات گونہوں
کے لحاظ سے سہ اپنی شان آپ سے - اس کی تہی جہاد اور اس کا
مومنو اخلاقیات اسلام میں - یعنی وہ انسانی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو لیں اور

۱۔ سیرۃ النبی - از مولانا ابی سلیمان صاحب قزوین - جلد ششم تفسیر
ڈیڑ ٹکسبب، صفحات ۳۳۰ - ۳۲۰ - ۶۱۲ صفحات، قیمت نمبر اول
اس قسم دوم اللہ، تہ، شہر دارالافتاء، شبلی منزل، غلہ بازار
آدودین شہرہ درخت، برز النبی رہن جہو مہیات گونہوں
کے لحاظ سے سہ اپنی شان آپ سے - اس کی تہی جہاد اور اس کا
مومنو اخلاقیات اسلام میں - یعنی وہ انسانی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو لیں اور

۱۔ سیرۃ النبی - از مولانا ابی سلیمان صاحب قزوین - جلد ششم تفسیر
ڈیڑ ٹکسبب، صفحات ۳۳۰ - ۳۲۰ - ۶۱۲ صفحات، قیمت نمبر اول
اس قسم دوم اللہ، تہ، شہر دارالافتاء، شبلی منزل، غلہ بازار
آدودین شہرہ درخت، برز النبی رہن جہو مہیات گونہوں
کے لحاظ سے سہ اپنی شان آپ سے - اس کی تہی جہاد اور اس کا
مومنو اخلاقیات اسلام میں - یعنی وہ انسانی تعلیمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو لیں اور

سکین الفاظ، محاوروں اور ترکیبوں کی صحت کیسے کیسے نظر ثانی کی گئی ہے۔
تلم و شمر کے جو نوے درج کیے ہیں، وہ غرضاً: زبان و دوز کے لحاظ سے ایک
شعبہ استاد کی ضرورت پکار پکار کر رہا ہے۔

۱۰ - اساس انقلاب [از مولانا صدور صاحب انصاری]
۱۱ - اساس حکومت کی تصویر [نہایت درجہ علمی و ترتیب - ہندو
کشتا - مخرب - امر وہ گہیت - مراد آباد]

مولوی ابو محمد عبداللہ صاحب طرٹ مولانا منیر صاحب رند
ترجہ ۲۰-۲۱ سال قبل، مسلمانوں کے سامنے اور انقلابی حلقوں میں پہلے
خدا کے شہر تھے، اور ان کے نام کے ساتھ ہی ایک زبردست انقلابی کی صورت
نظر کے سامنے پھر جاتی تھی۔ اساس انقلاب یا مرقبہ نماز انکا گویا عینہ
نکری ہے، جس میں اپنے مخصوص نقطہ نظر کی دعوت، نو نو کر کے کرنا اور
دی ہے، اور نماز کا معنی مفہوم، اس انقلاب کی تباہی بتا رہا ہے۔ اساس
حکومت کی تصویر، فارسی رسالہ حکومت الہی کا ترجمہ ہے، اساس انقلاب
میں جو فائدہ مل رہا ہے اسکا قانونی مابط ہے۔ طرز فکر کی طرح مصنف
طرز انشاء میں خاص ہے، ان کے نقطہ نظر کو سمجھنے کے لیے، توں درواں
کا مطالعہ ضروری ہے۔

۱۲ - پانی کی کہانی [اردو میں نہیں محمد صاحب علی ۲۰ صفحہ قیمتیں
۱۳ - آبدوز سرنگ [۲۰ صفحہ قیمتیں]

نہیں - ہندو - ادوار ادبیات اردو - شیریں آباد - حیدر آباد دکن -
ادوار ادبیات کو حیدر آباد کی مضبوط بنیادوں سے اس کی
مطبوعات شنبہ سائیں ہیں، جو عام فہم زبان میں مانی ہی میں کئی شرف ہوا
ہیں۔ آبدوز سرنگ میں آبدوز کشتیوں کی پوری تاریخ اور اس کی ساخت اور
ترکیب، اسکے نکلنے اور روانگی کے طریقے، اور سرنگ اور اندام طبی سرنگ
کے عمارت بنائیاں، مزید ہی تفصیلات کے ساتھ آگئے ہیں، سائیں کے
مطبوعات کے علاوہ اخبار ہنوں کے حق میں بھی یہ ایک نعمت ہے۔ پانی کی کہانی
اس سے بھی زیادہ دلچسپ اور آسان زبان میں اور اس لیے دور زیادہ کار آمد
ہے۔ اس میں پانی کے شعلیں، بارے سائیں سائل خود پانی کی زبان سے روا
کیے ہیں۔ شعلہ بری مختلف شکلیں میرے قدرتی منبع، پانی کی زندگی سے برہنہ
جوانی زندگی سے برہنہ، میرا اثر و سیم، پائیر سے اجڑنے کی پیر و غیرہ وغیرہ۔
سائیں کے سادگی سے دلچسپی رکھنے والوں اور ان سائل کو عام فہم زبان
میں پڑھنے والوں سے بے مثال دونوں رسالوں کی سفارش کی جاسکتی ہے۔
۱۴ - محمد حسین آزاد - از جہان بانو بیگم صاحبہ - چھٹی طبعت ۱۹۵۵
قیمت ۱۰ - ہندو - ادوار ادبیات اردو - رولٹ منزل شیریں آباد
حیدر آباد دکن -

۱۵ - اد کے سوانح اور کلام نظم و نثر پر تبصرہ رکن کی ایک کتابوں کے
نظم سے بھلا ہے۔ جس شاندار استخوان اہم اس کے لیے تیار کیا گیا تھا، ہی دب
مستقل کتاب کی صورت میں شائع کر دیا گیا ہے۔ طالبان دانش کے مبارک
سے اچھا خاصہ ہے، لیکن مستقل تصنیف کی حیثیت سے پیش کرنے میں غریب
انہام کی ضرورت تھی۔ طرز و قریض اور اپنے پیش روؤں کی تحقیر مستند کے

کتاب ابھل "ن کر دگنی ہے۔ غلو کی شاہیں بھی کثرت سے ملینگی۔ اس کتاب
اور بیاد میں نمایاں نمایاں ہیں۔ مثلاً پہلے تو مولانا شبلی کے ایک نثری
کتب سے یہ فقرہ کھود کر نکال لیا ہے، کہ آزاد، تحقیق کے سید ان کا مردہ نہیں
اور پھر اسکی تردید میں سند پیش کی گئی ہے، مالی کے مرثیہ آزاد سے (۱۲۵)
یا مثلاً آپ بیات کی زبان کی داد دینے کے سوغ پر مالی اسر سید انزیر احمد کے
علاوہ نقاب و سوانح میں اگر کا نام بھی خواہ مخواہ لے آیا گیا ہے (۱۲۶)
زبان میں نظر ثانی کے بعد زیادہ بہتر بنائی جاسکتی تھی۔ نویشن اور نظم کی
سمت، انزائی عجیباً بہت ضروری ہے، لیکن اسے بھی اردو سب کے
انہی میں چاہیے۔ مصنف میں صلاحیت اچھی ہے، اس لیے کہ غریب مشن
کی پختگی کے ساتھ خیالات میں تو ازن پیدا ہو جائیگا، اور اس وقت وہ
خود اپنی ان ابتدائی کوششوں پر کچھ زیادہ غور کریں گی۔

(۹) نور ہدایت [از اہم اسلم صاحب ۱۰ صفحہ قیمتیں ۱۰ - ہندو
(۱۰) ساربان [۱۰ صفحہ قیمتیں ۱۰ - ہندو
(۱۱) ارمان غرب [۱۰ صفحہ قیمتیں ۱۰ - ہندو
صاحب - بارود خانہ - لاہور]

تیموں انقلابی و مذہبی کمائیاں، سائیں و عام فہم زبان میں یہاں ضرورت
میں ایک صحابی رسول حضرت نبیب کی شادی و شہادت کی کہانی
موثر انداز میں درج ہے، ایمان کو تازہ کر دینے والی۔ ساربان میں صاحب
فاروقی کا ایک موثر و قدردانہ ترجمہ ہے۔ ارمان غرب میں غلیظہ مقامی
حضرت فاروقی کے انقلابی زندگی اور اس کے پیرائے میں درج ہیں۔ نہیں
کنا ہیں اس قابل ہیں کہ ان کوں لڑائیوں کے علاوہ بڑے بڑے کے بھی مطالعہ
میں بھی رہیں۔ مصنف پنجاب کے ایک کامیاب و مشہور افسانہ و حیرت
و دلچسپی میں مصیقت کا رنگ بھر دیتے ہیں، تو تاریخی واقعات
کو بہت حال واقعات ہی ہیں۔

(۱۲) فلاح مسلم [از جناب غوثی شاہ صاحب قادری - ۲۰ صفحہ
غیر مصنف سے بہت اچھا چھپل گڑھ حیدر آباد دکن
فلاح اُخروی و یحییٰ پر ایک درود مند صاحب علم قلم سے بہت
قرآنی و روشنی میں ایک بہترین مقالہ ہے، ہر صاحب ایمان کے پڑھنے کے
قابل۔ علمی جذبہ کی سب سے بڑی ضرورتیں موجود ہیں۔ اگر آئندہ گنجائش
محل کی تو اس قابل ہے کہ صدق میں اسکا بڑا حصہ انبیا شایع کیا جائے۔

رسید کتب

(۱) تقویم ہجری و عیسوی - از ابو الفتح محمد خاندی صاحب بیٹ
و پیر محمد و احمد خان - ڈبل ٹیلیکپ - ۵۰ صفحہ - قیمت ہرج نہیں -
پتہ - انجمن ترقی اردو - دریا گنج - دہلی -
ہجری سنہ سے عیسوی سنہ نکال لینے کی جہزی سند سے نکالنے
تک مفید و کار آمد۔ ایک جرم کتاب سے ہر فرد - اردو میں تقویم عام کے نام
سے مولوی محی الدین مرحوم نجی ہائیکارٹ حیدر آباد دکن کی تباہی ہوئی اس

نیا زور زبانِ خلق

(۱) موثر مسلم نوجوانان وطن کی مجلس عالمہ کا طلبہ بقیام شاہراہ عثمانی
راحمہ آباد۔ دکن ان پرمسارست مولوی ظہیر احمد صاحب عثمانی صدر موثر منقہ
۱۰۔۱۱۔۱۲ دکن کی تعداد کثیر شریک تھی۔ مجلس عالمہ نے دو قراردادیں اتفاق
آراؤ منقور کیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسکے بعد موثر نے دارالترجمہ کے مسئلہ پر تبصرہ کیا۔ اب جیکہ دارالترجمہ
کی حیثیت نافذ ہو گئی ہے تاہم ادبی کی خدمت کو غیر عزیزی قرار دیتے ہیں
قرارداد منظور کی۔ ”موثر مسلم نوجوانان دکن کا اجماع اس افواہ پر
اپنی تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ دارالترجمہ کے ناظر ادبی کی خدمت پر سطر
نماز فقہوری کا تقرر کیا جانے والا ہے جیکہ نہ ہی رہا جائے ہر طبقہ میں جذبات
نفرت و حقارت سے دیکھے جاتے ہیں اور کسی طرح اس اسلامی سلطنت میں
کسی جگہ حاصل کرنے کے وہ اہل قرار نہیں دے جاسکتے۔ موثر کی بغور کردہ
رہے ہیں کہ اس خدمت پر جامعہ عثمانیہ کے کسی ایسے فارغ التحصیل کا تقرر
کیا جائے جو اپنی ادبی خدمات کے لحاظ سے اپنی اور جامعہ کے ام کو
روشن کرتے رہیں۔

موثر عام مسلمین سے بھی بڑور مطالبہ کرتی ہے کہ وہ سالہ نگار
کا بالکل مفادہ کر دیں۔ نیز حکومت سرکار عمان سے توقع ہے کہ نگار کے داخلہ
کو ملک آصفیہ میں سد و درگاہی کی پالیسی مسلمانوں کی مسلسل دلاوری
کا باعث رہی ہے۔ (دکن نیوز)

(۲) حیدر آباد۔ ۳۰۔۳۱۔۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱

دشمن ایمان نگار

(۳) حق - (د لکھنؤ)

نیاز صاحب فتنہ رسی کا قلم اسلام اور معتقدات اسلامی کے بارے میں آج سے عین غزیرہ سے اپنی خرافات نگاہی میں غریب الملک کو چکا ہے لیکن جو کلمہ کے نگارین تو انھوں نے کہاں ہی کر رہا ہے۔ "آتش فز" کے زیر عنوان "میں نے صاف دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے الفاظ میں وہی وہی دھرم خدا کے نام سے صاف اٹھا کر دیا ہے اور صاف صاف لکھا ہے کہ یہ انسان کا کلام ہے اور اس میں ہر قسم کی سنی سنائی، آیات جو تاریخی اعتبار سے غیر مستند ہیں اور ہیں۔ نیاز صاحب کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"کلام مجید کو میں نہ کلام خداوندی سمجھتا ہوں نہ الہام ربانی"

بلکہ ایک انسان کا کلام جانتا ہوں۔۔۔۔۔

نیاز صاحب کے اس اعلان کے بعد ان کے اسلام دایمان کی کیا بید سے بید تاویل کی جا سکیگی؟ اور ان کا نام مسلمانوں کی مردم شناری کے جھڑپوں کی حیثیت سے باقی رہ سکے گا؟ نیاز صاحب کو ہمیشہ سے حدت نگاری کا شوق رہا ہے، لیکن افسوس کہ ان کے اس دعوے میں کوئی مذمت و جہت نہیں۔ اسلام کے بچنے والوں کو یہ مسئلہ دین گزر رہا ہے، اب جس دہلیز سے لیا آج کے اسلام کو جس دہلیز سے شرفین سب ہی دعوے کر چکے ہیں کہ قرآن خدا کا کلام نہیں بلکہ ایک انسان کا ہے۔ ہاں نیاز صاحب اس لحاظ سے ضرور معذور ہیں کہ انھوں نے اپنے کو مسلمان کہتے ہوئے وہ دعوے کیا کہ جو کسی بے راہ سے بے راہ مسلمان فرقہ کے کسی نام لہوانے نہیں کیا۔

نیاز صاحب کے معنوں میں حسب معمول پیروں کا ذکر ہے اپنی کے ذہن میں ہے کہیں بھی کوئی تفصیل لفظ ان کے لیے نہیں لکھا گیا بلکہ محض رسول امدا اور ابیم پر استغفار کی گئی ہے۔ لیکن اس بے ادبی کی اس گستاخی کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں جو اس معنوں میں آگے چل کر ظاہر ہوتی ہے۔ نیاز صاحب لکھتے ہیں:-

"میں قرآن کی کسی حکایت کو محض اس بنا پر کہ اسے الہام خداوندی سمجھا جاتا ہے صحیح اور نہیں کر سکتا، کیونکہ الہام کا تعلق الفاظ سے متعلق نہیں، لیکن چونکہ اب رسول اللہ کو بڑے بلند افلاک کا ہوا سمجھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ وہ کبھی جھوٹ نہ بول سکتے تھے، اس لیے قرآن میں واقعہ ابیم کا پایا جانا اس امر کی دلیل تو ضرور ہے کہ رسول اللہ نے اسے جھوٹ نہیں بیان کیا، یعنی اپنی طرف سے گڑبگڑ کے میں بیان کیا، لیکن میں کا اثر نفس واقعہ کی صحت یا عدم صحت پر نہیں پڑتا۔"

اب حرث تو جناب نیاز مسلمانوں پر احسان کر کے (یا شاید ان کے جوش سے مرعوب ہو کر) رسول اللہ مسلم کو لہجہ اخلاقی کا سارے ٹیٹھٹھا کرتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ وہ کبھی جھوٹ نہ بول سکتے تھے، دوسری طرف اس کا دعوے بھی ہے کہ قرآن مجید خدا کا کلام نہیں بلکہ انسان کا کلام ہے اور ایسا کلام جس میں ہر قسم کی رتبہ، باب، وادیتوں کو درج کیا گیا ہے۔ کیا اس سے

بڑھ کر (نہوؤ باشد) کوئی جھوٹ ہو سکتا ہے کہ رسول نے اپنی تصنیف کو خدا کی طرف منسوب کر دیا اور قرآن میں ایک جگہ بھی اشارہ نہ کیا؟ جہت آدمی کہہ سکتا ہے کہ یہ تصنیف ہے۔ اس سے بڑھ کر کذب کی (نہوؤ باشد) شال اور کیا مل سکتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ نیاز صاحب نے اس معاملہ میں بھی اپنے پیٹروں اور جہل وادلب و غیر جم کی تقلید کی ہے جو ایک طرف تو حضور مقبول معلوم کر "امین" بھی کہتے تھے، دوسری طرف ان کے لائے ہوئے قرآن کو سحر، جادو، یا کسی قسم کے دوسرے انسانی کمالات کا نتیجہ ٹھہرا کر اسکے الہامی ہونے سے انکار کر سکتے۔ اب وہ جس دہلیز سے ابیم کو ہر شخص کا نزہت سمجھتا ہے لیکن آج ہمارے مابین نیاز صاحب ایسے ہیں جو اسے لیکر اٹھتے ہیں، رسالہ ہی مسلمان ہونے کی بارگاہ نقاب بھی چہرہ پر ڈالے ہوئے ہیں تاکہ اپنی غریبہ کے ان عواقب سے محفوظ رہیں جو ایسے گستاخ نگاروں کو پیش آ رہے ہیں آج سے چند سال قبل نیاز صاحب نے صاف صاف صریح الفاظ میں اپنی اس قسم کی گستاخی کی۔ ہوں پر اظہارِ مذمت کیا تھا اور ایک عید و توبہ نامہ شائع کر کے ان کے اسلام سے گڑبگڑ کر معافی مانگنی تھی۔ قوم کے حافظ کو شاید انھوں نے بہت ہی نصیحت سمجھا ہے، شاید ان کے نزدیک اب مسلمانوں کے دل سے حسرت اسلامی ختم ہو گئی ہے۔ یہیں یقین ہے کہ نیاز صاحب کو اپنے اس اندازہ کی غلطی بہت جلد معلوم ہوگی۔ ایرخانات کا ذکر نہیں، خود لکھنؤ کے مسلمان باوجود اپنے شدید باہمی اختلافات کے اتنے بے حس نہیں ہو گئے ہیں کہ اس قسم کے "نفقہ کالم" والوں کی غیر اسلامی اور بعض غیر اسلامی ہی نہیں بلکہ انتہائی دغا باز تحریروں سے متاخر نہ ہوں مسلمانوں کا ہر فرقہ اور ہر جماعت یقیناً اسکے خلاف اظہارِ رائے کر چکا۔

(۲) دینہ

"علامہ" نیاز فتنہ رسی نے جن کے نگارین اب سوال کا جواب دینے ہوئے تحریر فرمایا تھا

"کلام مجید کو میں نہ کلام الہی سمجھتا ہوں اور نہ الہام ربانی بلکہ

ایک انسان کا کلام جانتا ہوں۔"

یہ تحریر نگار کے صفحات اُسے وقت سرسری طور پر ہماری نظر سے بھی گزری تھی، لیکن ہم نے اسے طاق قابل اعتناء نہیں خیال کیا تھا کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ نیاز صاحب کے مشہور توبہ نامہ کے بعد اب مذہب کے متعلق ان کے "اجتماعات" کی کہیں کوئی کوڑی نہیں اٹھتی ہے اور ان کی کسی بات کا دھس لینا حقیقت میں متبادر وقت ہے لیکن معلوم ہوتا ہے ملک میں ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جو نیاز صاحب کے اثر کے متعلق کچھ حسن ظن رکھتے ہیں یا اپنی غیرت اکائی سے مجبور ہو کر مذہب کے متعلق اسکے ہفوات کا بھی جواب دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔ انھیں میں غالباً مولوی محمد اویس صاحب رفیق دارالعلومین بھی ہیں جن کا ایک طویل مضمون نیاز صاحب کے مذکورہ بالا "الہام" کی تردید میں مناسبت "مذہب" کی دو اشاعتوں میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون کو پڑھ کر ہمیں اس لحاظ سے تو خوشی ضرور ہوئی ہے کہ اس میں نیاز صاحب کے الہام، خرافات کی دلیل نہ دی گئی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ افسوس بھی ہوا کہ انھوں نے خواہ مخواہ اپنا قیمتی وقت ایک ایسے شخص کا جواب دینے میں صرف کیا جو مطلق لائق اقتناء نہیں ہے اور جواب کے لیے بھی اس کی وہ بات منتخب کی جس کا

کلی کر کے قلب پر ظلم اور غلبہ ہو سکتا ہے۔ نیاز صاحب کا شبہ کسی زمانہ میں بہت سے سادہ لوحوں کے نزدیک مسلط رہا۔ اور مجدد اوقات نے لیکن مسلمانوں کی عمومی فطرت کی تاب نہ لاکر اصلاح و تجدید سے انہوں نے ڈر کر اور گمراہی کر مانی مانجھ لی اور اس کے بعد وہ جیل اسد ہی پھر اسکا غلام بن کر رہ گئے تو ان کے متغیر دل اور نیاز مندوں نے بھی اچھی طرح سمجھ لیا کہ نیاز صاحب اپنے اخلاق و عادات کے لحاظ سے کتنے اپنی میں ہیں۔ اور ان کا اصلاح و تجدید کیا غلام تمام دنیوی اور دینی بازار کے علاوہ اور کسی مفید کتبہ نہیں ہے۔ ایسے شخص کو اور مصنفین جیسے اور ان کے کسی شیخ کو اس درجہ ہیبت و تباہی کی کسی تحریک کا جواب شایہ کیا جائے کسی خاندان سے مناسب نہیں ہے اور یہ نیاز صاحب کی ایسی قدر افزائی کے مترادف نہ ہوں گے کہ وہ ہرگز مستحق نہیں ہیں۔ ہر حال اب تو مصنفین شایہ ہو چکا ہے لیکن ہم امید کرتے ہیں کہ ان سے دارالمصنفین میں رہنے تکمیل کی وقت کو بے موقع استعمال کر کے پھر کتبہ کے مناسب و اعتدال کے ساتھ جواب دینا۔ ہمارے ایک اہم خدمت ہے اور یہ شبہ یہ نہ تو دارالمصنفین کے رفقاء ہی زیادہ بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں لیکن فکر اٹھانے سے پہلے یہ دیکھ لینا بھی ضروری ہے کہ اعتراض اور اعتراضات کو اس کے واسطے کی نوعیت کیا ہے۔ ہر اعتراض جو اس کے ثابت نہیں ہوتا اور ہر اعتراض کو کھنڈنا قابل جواب ہوتا ہے۔ ہر حال نیاز صاحب اور ان کے رفقاء و ساتھیوں کے ذریعہ کے متعلق کوئی شبہ نہ رہا۔ اپنے اہمیان کی خاطر ان کو کتبہ میں اور نہ کوئی سمجھدار آدمی ان کی تفریہوں سے شبہ میں پڑتا ہے۔ پھر وہ ان کو ان کے سچے کیوں وقت شایہ کیا جائے۔

کیا ہے اگر سلطان اسکو ارتداد سمجھتے ہیں تو میں یہ کہوں گا یہ ارتداد نہیں ہے۔ تجدید ارتداد ہے۔ انھوں تو ہم کو ان پہلے جن کا ضمیر پہلے مسی کے متدی مرحض میں مبتلا ہو چکا ہے جن کی نظریں غلام کے معاملات پر ذریعہ بانی مذہب خدا اور کلام خدا کے خلاف تو ہیں انہیں معافی نہیں ہے۔ اور اگر ان کی ذمہ داری ان پر ان کا اتنا اثر بھی نہیں ہوتا جتنا وہ پہنچا ہے۔ اگر یہ غلط ہے اور ایسے معافی سے ان کو مدد ہو چکا ہے۔ اور ان کا دل بھی دیکھتے ہیں تو ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ پھر ان کی ذمہ داری سے۔ ہرگز ان کی عداوت و عداوت ان کی کیا منی رکھتے ہیں۔ جو اپنے طاقت قلم سے خود غلط گھمنہ میں آئے۔ ان کا ذمہ معافی کے گندہ اثر پیچ و زام کر رہا ہے جو ان کی پورے کے خلاف کو تباہ اور ان کی معذور و ہیبت کو گراہی و غفلت کے باعث میں مجبور رہا ہے۔

ان شریکات و شبہات اس کا احساس کیا اور ایسے پورے کا تباہ اور اپنا فرض اویں جانیں جو ذہنی دل آزارانہ معافی کا حامل ہیں اور ایسے طاقت سے خوار کریں جس سے اپنی اسلام کی توہین اور خدا اور ان کی عزت کی اہانت کی اشد انتہا میں پہنچیں۔ کیونکہ اس طاقت و عداوت کی ذمہ داری ہی ان کی پورے میں سے ایک ہے۔ چنانچہ ان بتائی فرمانا ہے ولا تاؤذ علی المؤمنین۔

علیہ سید عبدالحی ضیاء - حیدرآبادی

(بقیہ صفحہ ۵)

- (۱) نیاز - ۱۶ صفحہ - قیمت ۱۰۰ باغ بندہوں کے بے کتبہ جامعہ
- (۲) قطعیں - ۵۱ صفحہ - قیمت ۱۰۰ دہلی کے رسالے کتبہ جامعہ کی بر شائع سے مل سکیں گے۔
- (۳) سلاطین آصف جاہی کی مذہبی رد و اداری - (از مولوی محمد عبد الوہاب صاحب عذیب - ۱۲ صفحہ - مومنو نام سے شائع ہے - تہ درج نہیں)
- (۴) صدائے حرم - ۱۳۱ سالانہ مدرسہ مولیہ مکہ مکملہ - ۲۱۰ صفحہ - پتہ - مولوی محمد سلیم صاحب ناظم مدرسہ مولیہ - قندل باغ - نئی دہلی
- (۵) صفحہ کے قدیم ترین اور مشہور دارالعلم مدرسہ مولیہ کی مفصل و پیکر سالانہ روداد - علاوہ مدرسہ کے مفصل و پیکر حالات کے اور بھی بہت سے معلومات لکھ چکے ہیں کا مجموعہ - "شکات اعداد سے کہیں زیادہ اور کلام کی باتیں بھی اس میں مل جائیں گی۔

مراسلہ

نیاز فتیویٰ کا تجدید ارتداد

کلام مجید کو میں نہ کلام خدا سمجھتا ہوں اور نہ الہام ربانی بلکہ الہام انسان کا کلام بناتا ہوں اور اس مسئلہ میں اس سے قبل کئی بار مفصل گفتگو کر چکا ہوں۔

یہ ہے نیاز فتیویٰ کا وہ ناز کلام جو اخبار صدق لکھنؤ میں شائع ہوا اور جس کے اخبار پر ہر دکن نے اخذ کیا۔

نیاز فتیویٰ طبع اسلام میں ایک مرتد کی حیثیت سے محتاج غارت نہیں ہیں۔ بلکہ تیرہ سالہ مذہبی و لاداری کا حامل لٹریچر ہے۔ ان کا تو یہ نام کہ جو انھوں نے بعض مسالوں کے محتاج کے باعث شایہ کیا تھا اور پھر اس سے سرتابی یہ ایسی باتیں نہیں جن کو مسلمان اعتدال پذیر اور قبول کرنے۔ مسلمانوں کو تو کمالی طور پر اذیت ہو گیا ہے کہ ذریعہ اسلام میں نیاز فتیویٰ کا کیا موقف ہے۔ نیاز نے جو کچھ لکھا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں۔ خود ان کو بھی اسکا اعتراف ہے اور وہ جانتے ہیں کہ یہ نہیں کہ اس مسئلہ میں اس سے قبل کئی بار مفصل گفتگو کر چکا ہوں۔ گو یہ وہ اپنے اس لٹریچر کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کر رہے ہیں جس میں انھوں نے جتنے ارتداد کو ثابت کیے ہیں اور ارتداد کو دیکھا ہے۔ ایسی صورت میں آج جو کچھ اس کے کلام اور اس کے مسائل کی نسبت نیاز صاحب نے اظہار فرمایا

قصایف جناب مدیر صدق

جن میں سے ہر کتاب گنجینہ جواہرات ہے۔ اگر لکھنے کے گزری ہوں جناب طلب فرمائیے

نیچر: دارالمصنفین شریک ہنزل - عظیم گڑھ

ہوں۔ چنانچہ میرے انتقال کے بعد میری چھیرہ و کفن مہمانی گزشتہ کے مطابق ہو۔

چنانچہ دو سال بعد ۱۹۷۹ء میں واجد علی شاہ کے عہد میں جب میری زیارت ہو تو وصیت کو بھی روشن الدولہ کے سامنے، اس وقت تک گورستان میں دفن کی گئیں۔ دفن کے اوپر ایک گول گنبد تعمیر کیا گیا جو، تک موجود ہے۔
میرزا حسن شاہ کا تھا، میرزا جی اسی شہادت کی حکم۔ آقا خانہ شاہ شاہین سے ہوا تھا، انجام کفر و ارتداد ہو گیا اور شافقت کی حیرت انگیز حکایت ملت اسلہ یہ کہ ساڑھے تیرہ سو سال وانی تاریخ میں عبرت و درد کی پہلی بار آخری کمان میں!

کام کی رفتار

ملا تہ در اس سے ایک مخلص آدمی فراخ رو بن جائے گا۔
” اگر بڑی ترقی ترقی کا حال بہت عرصہ سے مدق میں شایع نہیں ہوا۔ سلام نہیں اس کا کام کس منزل میں ہے۔
بیشک بہت مدت سے اس باب میں کوئی اطلاع ان صفحات میں شایع نہیں کی کہ تو اس لیے بھی کہ گنجائش نہ تھی مگر زیادہ تر اس لیے کہ کوئی بات قابل اطلاق و گزارش تھی ہی نہیں۔ تاہم اب کام کچھ کی چال سے جس طرح جاری تھا، بدستور جاری ہے۔ تاہم پست، مذہب مدق کے کوئی تنخواہ اور ملازم نہیں، محض اُن کی نگرانی ہے جو اپنی سرکاری مصروفیت سے کچھ وقت اس کام کے لیے بھی نکال دیتے ہیں اور ایک تلیل سادہ منہ آٹکی نذر کر دیتا ہے اور اسادہ دینے پر اس وقت کے لیے تنخواہ اور آٹھ پست رکھنے کی گنجائش ہی کہاں ہے؟ پھر یہ اتفاق سے اور عروہ تلیل بھی رہے نتیجہ یہ ہے کہ ان سطور کی غریب کے دنت تک نہیں پاسے ہی ہر سے نہیں ہو پاسے ہیں۔ یہ سنگھار و ہیر مال اسی کی نذر ہوتے نظر آتا ہے۔
پچھلے چار ماہ کی دست ہیں جو قوم، عانت اس میں قبول کی گئیں، حسب ذیل ہیں:-

- ایک مخلص (ملا تہ رکن)
- ایک مخلص (ملا تہ مزی بندہ) ملا تہ قوم سابقہ
- ایک مخلص قومی کارکن (ملا تہ پیر)

شکار کی نقشہ نگاری اور اس کے اسباب

شکار کی نقشہ نگاری سے تعلق شہر رضا حضرت آسمان نوری مرحوم کا لکھا ہوا ان کے نام کی نثر کے بغیر سچ میں دس سال ہونے لگا تھا۔ مرحوم کی زندگی میں ان کے نام کی شاعت غلات شعلت تھی۔ جب پندرہ دہائی باقی میں ان شاعرت ان کے نام کے ساتھ کی جا رہی ہے:-

” یہ بزرگوار اب کہتے ہیں حقیقہ یہ اتحاد نہیں بلکہ محض نفس کی غفلت و سرشاری ہے۔ اس کے لیے تمام تعلیم کی سطحت ضرورت نہیں ہے۔ حساب ہمارے ہر غریب رہا نہیں اگر مکن ہو کہ ان دونوں کی بیجوں سے وہ دوش نکلا لیجیے جو

گھڑ دوڑ اور سنیما میں ترقی ہو رہے ہیں اور اس چاقو تہرے محروم کر بیچے جس کی ذرات و باغ کو عیش و عشرت کے لیے اہل ہر مہر ہے تو خود بخود عقل آ جائیگی اور مذہب کی اہمیت واضح ہو جائیگی۔ میں اس کا قائل نہیں کہ یہ لوگ برباد انھیں اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں اور ان کو کوئی علمی و عقلی سنا لہ لاحق ہوا ہے۔ ان پر سختی اس کوئی بھی ایسا سید نہیں ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہے عقل و ذہن پرستی ہے اور بس۔ اس کا علاج یہ ہے کہ سچ کا یہ عنایت اور اسی طرح کے اور مضامین کا یہ انتظام کیا جائے کہ ہر شہر میں ہفت تقسیم کیے جائیں اور مسلمان اس طرح کے رسالوں کے اسل طرح کے اداروں کو ہالی اور دنیا بھر کو دے دیں اس پر ایک ماہ مال ایک ششماہی ایک ایک مہینہ بھی نہ گزارنے پانچواں کہ عقل نکالنے پر جائیگی۔ اسلام سے بڑھ کر کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں جس کے سمجھنے کے لیے کہے کہ عقل اور علم کی ضرورت ہو۔ ایسی حالت میں اگر اسلام کی مخالفت کی جاتی ہے تو اسکی وجہ یہ نہیں کہ کوئی بد نہیں ہے، بلکہ کچھ اور اسباب ہیں جن کا تعلق با نفس کی کھوٹ سے ہے یا اتنا اور نبوی کا خیال اسے ہے۔ اگر آپ اس سے متفق ہوں، تو ایک ایسا ذہن کھولے۔ میں خود بھی اس میں حصہ لینے کو تیار ہوں، اور کوشش کروں گا کہ دوسرا جواب سے بھی ملندہ دلوں میں کچھ دلوں تک اس فنڈ کی دوسے ایسے مضامین نکالے جائیں اور ہر شہر میں ہفت تقسیم کیے جائیں اور مسلمانوں سے انہی کی ہلے کہ اس قسم کے رسالوں کو مالی ادارہ دینا غلامانہ وقت کریں۔ یہ نیاز صاحب کی دشمنی نہیں، ان کی سب سے بد دوستی ہے، کہ انکی آنکھوں سے وہ ہر نبی و نور کو دیکھ جائے، میں سے مذہب اور بزرگان دین کی عظمت انھیں نظر نہیں آتی۔ مسلمانوں میں مہرت و دہ طیفہ ایسے ہیں جن میں نیاز صاحب کی تحریروں خاص طور پر کام کر رہی ہیں۔ ایک دو مہینے پہلے گھر کی خبر نہیں ہمارے علوم و فنون اور کام کی باتیں عبور کر سرت عیسائی غلامانہ نہیں بلکہ دار و دو گئے ہیں۔ مذہب اگر سادہ ہوتا ہے کہ جس مذہب سے وہ جان چڑھ رہے ہیں اس کی مخالفت ہو رہی ہے انھیں بڑی سرت ہوتی ہے۔ دوسری حالت یہ ہے قید و جواروں کی ہے جو اپنے اخلاق سوز مشاغل کا جوار شہر ادب میں نہ سونڈتے ہیں۔ جب بدیع و جہل اس کا دیکھا دیکھا مطلب کی باتیں کہنے لگتا ہے تو بڑا ڈال ڈال کی دوسری شہر میں جاتی ہیں ان سب کو غیرت دلائے کی ضرورت ہے اور اسی ترنم ضروری تھا جس میں نیاز صاحب اپنی گزشتہ اور ان کی سب سے اچھالنے کے عادی ہیں۔ بہتر اس کے اس بات میں ان خیالات کی پڑی رہی ہے۔

نکاح کی اہمیت

پچھلے مہینے میں ہم نے تین مہمانوں کا سوا ذکر کر چکا ہوں۔ آج پھر انہی کے یہ دست و پیر بن جائیں

بیتہ حسن العظیم

وَالَّذِي جَاءَ بِالسِّدِّيقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقِينَ

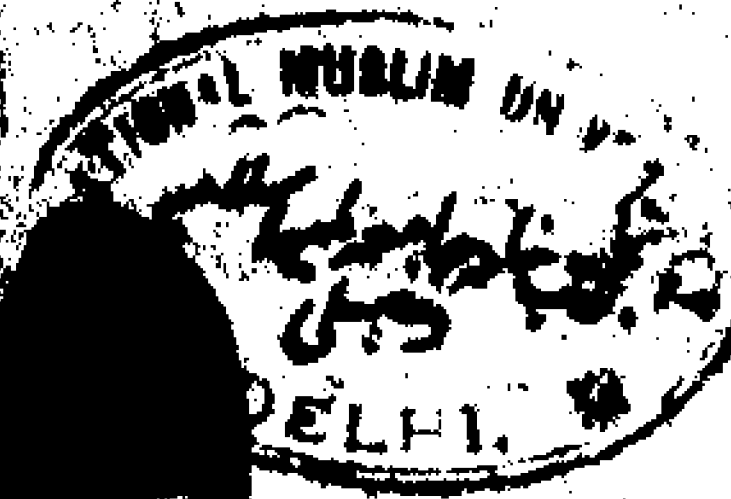
ایڈیٹر: عبدالماجد

نائب: (مکرم) عبدالغنی

مضامین کے بارے میں خط و کتابت ایڈیٹر کے ہاتھ

(ہفتہ وار)

نمبر ۱۳



سرخس

پندرہ روزہ ہفت روزہ
کے تخلیق و ادارت میں ہے
مہتمم انبار صدق لکھنؤ

پندرہ سالانہ
شعبہ شاعری
پر ہی مشغول ہے

نمبر ۱۳ - دوشنبہ - ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۴۲ء - جلد ۶

سچی باتیں

زمانہ (کا پندرہ) اردو کا ایک قدیم ادبی و علمی رسالہ ہے۔ اُس کے ایک سو
مضامین کا اقتباس ہے۔

"سلطان مریم بیگم، قوم کی اسٹی اور مذہب عیسوی کی پیرو تھیں۔
غازی الدین حیدر کی سند نشینی کے تیرہ سال ۱۳۱۷ء میں لگی
ان کو کا پندرہ کے دیگر لکھنؤ آئیں اور گوشتی کے اس پر حملہ حیدر آباد
میں ایک گریہ کا مکان کے کفر کش ہوئیں۔ غازی الدین حیدر
اسی طرت ہوا آخری کہ بایا کرتے تھے۔ ہوسے ایک سال تک
انگریزی پر شاہک زیب تن کے شرک پہ کھڑی ہو کر جناب عالی
کو سلام کرتی رہیں۔"

اردو کے فران و اسیسے کچھ تھے۔ ان کی عشرت بستریوں پیش پستیوں
کی داستانیں تو انہی بارشیں لکھیں۔ شاعری بجا چکی تھی کہ ان کی زندگی
ان کی ہوساکی، علوم متعارفہ کی طرح سہیں کو بہنم ہو چکی ہے۔ کہیں یہ بھی تو
سُن لیجئے کہ خود ان کا شکار کون کون سے ملکوں سے کھیلا جاتا تھا۔ کہیں کسی تیرہ
سے کہیں ان پر ڈالی جاتی تھیں۔ باقی خراشاں وہ بھی اسی مٹی
کے تھے جس سے غیر ہنری مہتمم اور ہادی دزم و جارج سوم اور چارلس
دوم کا ہوا تھا۔

"نواب عہدہ نکش سے سُن نہ ہوے۔ بالآخر تیرہ ہزار شاہ پر ہٹیا۔
ایک روز اس مٹی و خاک کی ہوسے الفت نواب کے واما میں ساگنی، اسی روز
نصف شب گزرنے کے بعد ہیرکو خواص کو مع سبازہ اویٹھلی بھیج کر لیا دیا۔
ان کی سینی انھیں میں مہاجرہ کی والدہ کے گھر میں لگی کے چرانا ہیں گئے۔"

نصیب کھل گئے۔ ہیرکو سے فرمائے گئیں۔

"ہم تو آئیدہم کر کا پندرہ واپس بلنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے۔
امد محب بلند اقبال صاحبزادی، مسیح کو پانچ ہزار نقد سے ملا ان آئینہ
کے مرصع زیور سے لڑی ہوئی چھما چھما واپس آئی ہیں۔ تو
"اُس وقت ان کی ماں کی حالت بلیان سے ابتر تھی۔ غلطی سے
سے ہمارے تیرہ ساتھی تھیں۔ میں میں سجدہ شکر سجا لاتی تھیں۔
دنیکے جس ہ نام و ہر کار طبقہ کو ہم آپ سارے شرفا معارف سے دیکھتے
ہیں کیا وہاں کا سیلاب صاحبزادہ کی لائیں کچھ اس سے زیادہ خوش
ہو سکتی ہیں؟

زیور و جواہر، نقد و جنس، انعام و اکرام کی اس کوئی حارہ تھی۔ بادشاہ
کچھ ہی سہی ہر حال تھے تو سلطان ہی۔ آخر ایک روز
"حضرت عباس کی عافری اپنے ہاتھ سے کھائی۔ اور مذہب
اسلام کی تلمیذ کی، انھوں نے بہ ظاہر۔ خوشی کا طعنے پھینکا
پھر فرمایا ہم نے تمہیں بلگم کیا۔ انھوں نے تڑپش کی۔ اور پھر
اسلام ان کا نام سلطان مریم بلگم رکھا۔"

اسی چھو کرنی اب بادشاہ بلگم بنی۔ شاہی محل، شاہی ڈوڑھی شاہی
ساز و سامان اب سب ہی کچھ سیر تھا۔ بادشاہ نے وفات شہداء میں
پائی۔ ۲۰ سال بعد یہ بلگم صاحبہ دن میں تیرا ہوئیں۔ جب اس پر دست
نہی تو

"ایک وصیت نامہ تحریر کر کے وزڈنٹ اودھ کے پاس بھیجا دیا کہیری
ان نے طے ذریعہ بھیج کر ایک مہلات کے اس سے وابستہ کر دیا تھا اس وقت
ہر جہ مجھری میں نے اوپری دل سے اسلام قبول کر لیا تھا مگر تیرہ سال
اپنے آئی ذریعہ پر قائم رہی۔ اور ہنوز تیری طریق پر مہنہ گل سے قائم

رزم فرنگ

نمبر ۲

(از عبدالحامد)

یہ بیاہن کیا کر اور کن کن رسیا سے یہ ہوتی ہیں ان میں جزایات
و تہذیب و تہذیب اتنا ہر ماں سر اڈٹ کی تہذیب کے نام سے کہ
"سپاہیوں کی مہبت بڑی اکثریت کو اپنا زور لگانا تھا اور وہ
آگے ان دو اڈوں اور تہذیبوں کا ذکر ہے جن سے حرام کاری کے بعد بھی اس کے
باجی مست نہایت اسی ممکن ہے۔ اس لیے کہ نفس حرام کاری سے بچنا تو مصنف
کے تجربہ میں ممکن ہی نہیں اس طرت سے تو وہ مایوس ہیں۔

"بدستہ سے، پنجاب کے زمانہ میں غفلت شعاری ممکن ہی
نہیں معلوم ہوتی۔" (صفحہ ۱)

بلکہ ایک بدستہ سے تجربہ کار فرنگی افسر کے زمانہ میں صنعت شکاری ممکن
"ہو گئی اور امراتیں ہمیشہ تو جنگ سے پیدا ہی ہو گئیں اس کے
انہی نتائج کے طور پر ہیں۔" (صفحہ ۲)

لیکن جی تو یہ بدستہ و کائنات کی طرف سے بھی وہ کچھ ایسے ہی سے ہیں کہ
یہ ممکن نہیں کہ جو تہذیب و تہذیب اس فرنگ کے لیے ہو، اتنی ہیں، کچھ بھی
ہوئے۔ انہی کو کوئی جاہلیت رہنے نہ پائے؟

"تجربہ سے یہ حقیقت بھی عیاں ہے اثر ثابت ہو چکا ہے۔" (صفحہ ۳)

البتہ بیماری کو کوئی صورت دینے اور عام آبادی کے زبان ان کے پہلے کی راہ
ہو جو امراتیں تجربہ کی بنا پر مانع ثابت ہو سکتا ہے وہ شراب کی بندش ہے۔ نشہ
بازی اور ان امراتیں ہمیشہ کے پھیلاؤ میں گو باچولی دامن کا ساتھ ہے جو شراب
شراب نوشی پر قید لگتی جاتی ہے اسی نسبت سے یہ وہ باتیں ہیں جو میں آتی جاتی ہیں
"یہ مصیقت زراعت، نمائندگی سے بالکل بالاتر ہے کہ بیماری کی چھت
کے پھیلاؤ میں داخل عظیم شراب نوشی کہے۔" (صفحہ ۴)

شراب کے اس میں فرنگی عہد نے بھی وہ باتیں کہیں ہیں جس میں عمل النبی
ایک یہ کہ یہ سچا ہے خود ایک گندی چیز ہے، دوسرے یہ کہ یہ ایک شیطانی فعل ہے۔
تجربہ سے بھی یہ خوب ثابت ہو گیا ہے کہ علاوہ ان نقصانات کے جو شراب کی ذات
میں ہیں یہ بہت سے دوسرے غاصد کا ذریعہ پیش خیمہ ہیں۔ اور یہ ایک نہایت
تعمدین و توثیق سے اشارہ و قرآن کی۔

اسکے بعد مصنف پھر طبی تدابیر کی بحث میں پڑ گئے ہیں، اور کئی صفحات اس
کی مذاکرہ کیے ہیں۔ ان سب کو نظر انداز کر جائیے۔

امراتیں خبیثہ ذات ہیں سر سے پیدا ہی کیوں ہوں؟ اہل سوال تو یہ ہے۔
لیکن جواب میں ساقی موجود ہے۔ ان امراتیں کو کہیں لینے توڑنے ہی جائیے۔
"امراتیں خبیثہ" درحرام کاری کا تو چلی دامن۔۔۔۔۔
"کا ساتھ ہے جس طرح جنگ بعد حرام کاری لازم و لازم ہوتا ہے۔
حکام کی طرف سے اس پیشہ دارانہ حرام کاری کی روک تھام ہونا
ایک راجح نہیں اسکا جاری رہنا ہی قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے۔

یہ گیت پر جزا کیوں نہ بیان ہے، کہ جتنی بڑی فوج اس نسبت
سے کسبوں اور بارہ عورتوں کی لین ڈوری ساتھ ساتھ " (صفحہ ۵)

آگے پھیل جیگ عمومی کے مشاہد استہجریں۔
"فرانس میں کسبیاں ہر ہر جگہ موجود تھیں۔ پیرس خود کو کتنا چاہیے کہ
بیس ایک عظیم الشان قحبہ خانہ بن کر رہ گیا تھا۔ بہت سے اور شہر
خصوصاً وہاں پانچ شہروں کے نام ہیں تو حرام کاری کے مرکز تھے۔
اور ہر چہ جن کو یہاں حسب بیان ہر شفیقہ اسٹراپ اور ۱۳۱
شہروں کے نام ہیں اور ان میں سب کسبیاں سے بھر سہ ہوسکتے
تھے۔ قحبہ خانوں کے دروازوں پر سپاہیوں کی نظارہ بھاری تھی
اپنی باری کی نظر کھڑی رہتی تھیں اور انہی کے بلے بولی اور
دیشٹراں موجود تھے۔ کھانے کے میز پر جو "منو" (فہرست طعام) لکھا
آتا۔ عموماً یہ ہوتا کہ اس میں پہلے تو شراہوں کی تسمیہ "جائوٹیا"
اور پھر یہ ہوتا کہ نو جوان کی نفس اتنے وقت کے لیے اتنی ہے۔

اور اتنی ہی کے لیے اتنی۔" (صفحہ ۶)

یہ مرکز نشہ تو فرانس اور سنی، لہجیم وغیرہ کی تھی۔ اب فاس انگلستان کا حال
ملاحظہ ہو۔

"انگلستان میں ایک حرام کاری اس زور کی پھیلی کہ اسکی کوئی بغیر
نہ انیسویں صدی میں لیتی ہے اند اسوقت تک بیسویں صدی میں
یہ قول انگلش دیوی (ابیت مسی ۱۹۱۰ء) "بازاری چھو کر
مزدور ہو گئی ہے" "شکلی چھو کر کے۔ جو بیسویں سپاہیوں تک
چھوٹ پھیلاتی چلی جا رہی ہے۔" (صفحہ ۷)

پھر یہ چھوٹ گھروں کے اندر اتنی پھیلی کہ بازار دہلیاں شراہرہ ہو گئیں۔

"تھانگوں سے اس سے کہیں زیادہ بیماری پھیلاتی جنسی کسبوں

کے ذریعہ سے پھیلی۔" (صفحہ ۸)

برطانیہ کے تو نہیں، لیکن برسی کی بابت تو مستند و ہندو، یہی ایک حد تک موجود
موجود تھا۔ ایک ہزار بیماریوں اور جرمی سپاہیوں کی بابت تحقیق میں اتنی
ملا کر ۱۹۰۵ء کی صدی بیماری کا رفاؤں میں کام کرنے والوں کے ذریعہ سے
پھیلی۔ اور اسکی لیکچر پیٹھ اور کسبوں کے واسطے صورت ۱۹۱۳ء میں اور
تھیو اسلام میں تھن کو چھوڑیے ہندوستان کے موجودہ طے جٹ تھن کو لہجے،
میں میں اسلامیت کا عنصر نفع کیا معنی ایک چوٹائی سے زیادہ میں اداں
بھی اس صورت حال کا تصور کیا جاسکتا ہے؟ آئندہ اس میں کیا کیا ممکن
مطلوبہ معاشرت ہے مجاہدانہ اور سینا کی برکتوں سے جو کچھ میں ہو رہے۔ وہاں
اس وقت کی بابت ہے۔

آگے مصنف صاحب فرماتے ہیں کہ بیماری کا خوف تو خوف ہے۔ مگر
خوف ہے جو لوگوں کو ہوش و حواس کی حالت میں کسبوں کے پاس جانے سے
روکے رہتا ہے۔ بچپن سے آنے والا ذہن کا یہ پانی ہی میں کہیں بچاؤ
کے گھر ہوتی ہے۔

"جنگ کے زمانہ میں جنس ہی سر سے بدل جاتا ہے۔ سپاہی،

لکڑی سب کے رہتا ہے، اسکی اپنی اپنی ہوتی ہے، شرم مینا لکھتا

محبہ

پتہ: احمد نواز - لائل کنواں - منہاں

روحانی کا شعور طبی، سالہ ہر وسعت اپنے مفید و عالمانہ، خصوصی فیوض
نئے بے غاس شہرت رکھتا ہے۔ اکی اس نے عزیز مرث سے کام لے کر ایک نفوس
پناٹروم بنوایا ہے۔ پناٹروم کے علمی پہلوؤں سے متعلق افراد ہیں۔ اب تک گویا
کچھ نہ تھا۔ پھر وسعت ملے وہی بار، خاصہ ذخیرہ اپنی زبان و لب میں نیا کرایا
سے۔ رسالہ ذوالبابین تقسیم ہے۔ پہلے کا عنوان ہے "فطریاتی علاج اور تنزیل"
تاریخ کی روشنی میں۔ اور اس کے تحت کوئی پستیں چالیس سیغج خود میر کے
قلم سے ہیں۔ سسر باطل، پخت بند سے لے کر ورپ امریکہ تک ملی مادی
تاریخ جو یہ کا علامہ صمد میں آگیا ہے باب تم تنزیل و نظائر تنزیل پسے باب تم توجہ اور غور
توحید پر اور جو تھا باب تنزیل کی عالمی حیثیت پر پھر خوب تقریر کیا اور ارادہ ہی قلم سے۔ انچوں
لیب ذاتی یا بعضی مقنا طبعیت پر ہے اور پہلے کا عنوان ہے "تنزیل کے علم
پر بحث"۔ ساتواں باب "متفرقات" پر ہے اور بھی کے تحت۔ یہ کتاب
کیا بھی ایک عظم منجہ اور ج ہے۔ آٹھویں باب کا عنوان ہے "ذاتیات و مشاہدات
و فوائد"۔ انبیاء پر ہے۔ یہ فزست سچا خود اس اندازہ کے لیے کافی ہے
کہ کتنے مقامات پر چرچے اندر جمع کر دیے گئے ہیں۔ اور کی قیمت میں تو ہر قیمت
ہے۔ اگر اس سے دیا وہ قیمت ہوتی جب بھی پر چرچ کی حیثیت، فارسی کے
مقابل قیمت گراں نہ ہوئی۔ مسلمات زیادہ تر مغربی ماضیوں سے اسبقہ
مندرجہ میں حسن انتخاب کے ساتھ لے گئے ہیں۔ لیکن اپنے ماں کی چیزوں کو بھی
چھوڑا نہیں گیا ہے۔ البتہ جہان اسلام کے نقشہ نظر اور طب نبوی کا ذکر ہے
ماں حضرت اسکندرن کر رہے کی تھی کہ رسول اللہ صلعمنے "روحانی علاج"
کے سلسلے میں سارا ذرا طریق زحاً پر آیا ہے جو خود ایک عبادت ہے اور
مولیٰ کے سامنے بندگی و اتجا اور استعانت بالکل مختلف ہے خیر مستر اور

"علمائے حق کے طریقے"

۲۔ عصمت - (ساگرہ نیر) صفحات ۱۵۲ سے ۱۵۳۔ قیمت ۸ روپے۔ نثر۔ سال
عصمت - کچھ چھاپوں اور ہجری۔

دہلی کہاں ہے مشہور و مذہب زمانہ سالہ ہے راشہ انگریز مردم ہفتورگی
 پاؤگار۔ یہ ساگرہ غیرت منہم شایع ہوا ہے اور مضامین کس عنایت و
 کیفیت کے اعتبار سے نہیں، انارہ و کیفیت کے لحاظ سے میں قابل قدر ہیں۔
 جو اثرات سے کسی حد تک متاثر ہونا تو لازمی تھا، جیسا کہ تصویروں کی زیادتی
 سے ظاہر ہو رہا ہے، تاہم ہر سالہ ٹریڈ مارک اب بھی اپنے محرم بانی کے دور
 کے قدیم خصوصیات کو قائم رکھنے پر ہے۔ شرماع میں مصور غم مرحوم کے ایک
 پڑا سے نمونہ کی اگرچہ چند ہی سطریں درج ہیں، لیکن حسب سہول سوز دگر زمیں
 دہلی پونی کوپتاجان غیر الدین، اندکھا مسنون "ہندوستان پونیوالی" کے اسکاٹ پڑ
 ہر سالہ کے لیے باعث فخر ہو سکتا ہے، سلامات سے لبریز۔ مولوی محمد ظفر صاحب
 لبریز کے جو اہر ریڈ ہے "خانہ داری" اور "سیرت" کے میزان سے ہمیشہ
 بہت اس خبر میں علی سعید و قابل ہیں۔ مرزا نیرت اللہ بیگ کا انساخہ ایکٹھی

اور زبان کی صحت و نشانی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ سند و سناہین اور عین کام کے ہیں۔ ہرچہ ہر شریعت گو میں سر پرستی کے قابل ہے۔

(۳) بیداری (ماہنامہ) ایڈیٹر لاد امدی صاحب ۵۶ صفحے قیمت نہ
 سالانہ - چھ، دفتر رسالہ بیداری، کوپہ چلیاں - دہلی
 دہلی کے لاد امدی صاحب کی شخصیت خاص معرّف ہے۔ نظام النسخ
 اور متعدد عام فہم و مفید رسالے نکال چکے ہیں۔ اب یہ تازہ رسالہ بیداری ش
 ام سے جاری کیا ہے۔ ابھی صرف پہلا نمبر: مولا جو اسے - اشتہار امت کی کثرت
 نمایاں کو دبانے چہ سے ہے۔

ہر ایک جتنے مضامین ہیں ان کی اچھا خاصے سفید سیر اور عام قسم، اگرچہ تقریباً ہر مضمون کے اندر بعض افسوسناک بارکب غلطیاں اور بے تحقیق باتیں موجود ہیں۔ یہ کارکن کا انداز اور لکری اور تعلیم پر کیا خرچ کیا جاتین مضامین نسبت بہتر ہیں۔
 پر وہ کے مضمون میں تجدید سے مرادیت کی صحابک موجود ہے۔ اسلامی پہلو اور
 نچو آسوزی اور سفیدگی، اعتدال مین سے گزر کر اشتہارات تک میں موجود ہیں
 اور یہ آج کل کے کسی رسالہ، اور پھر تھارتی رسالہ کے لیے کوئی نئی بات نہیں۔
 واعدی صاحب کا قلم، رجحان، مفید ہو سکتا ہے بشرطیکہ بعض مسائل کی
 مزید تحقیق کی۔ محنت، وگرا، فرمایا کریں۔

(۱۶) تعلیم القرآن - مرتبہ مولوی عبد الرحیم صاحب . ۲۰ صفحہ چھٹی نقیصہ -
 قیمت لکھنا لائے - یا ارنی پریس - پتہ دارالاشاعت، تعلیم القرآن - نقیصہ گڑھ
 پریس - حیدرآباد دکن -

حیدر آباد اسے یہ جہاد بخشنہ اور سالہ قرآن مجید کی تمام فہم تفسیر و تشریح کے لیے جاری ہوا ہے۔ اور اسکے مدیر مولوی عبد الرحیم صاحب ہیں، جنکی قومی و ملی فہم است کے نکلنے سے یہ سلسلہ انجمن اسلامیہ و مدارس اسلامیہ، لیکن انکی زبان میں گونج رہا تھا۔ رسالہ کے مرتبین نمبر ۶، ۷، ۸، ۹ و ۱۰ موصول ہوئے ہیں۔ ان میں آخری پارہ کی آخری سورتوں کی تفسیر درج ہے۔ مبارک کہیں کہیں شکل بھی ہو گئی ہے، لیکن عموماً آسان ہے، کلام پر حقیقت مجبوشی اچھا ہے اور اعانت و حوصلہ افزائی کا سبق۔

(۵) نوے وقت (بہت بڑا) ادارہ، بشیر حسن صاحب و محمد نظامی صاحب
۱۲ صفحہ قیمت سالانہ چار روپے، دفتر "نئے وقت" لاہور۔

لا بد رہے یہ ہفت روزہ حال ہی میں نکلنا شروع ہو رہا ہے۔ مٹ پوش نظر ہے۔ برج کا ساک حکیم تمت حضرت اقبالؒ کے اصول کی تبلیغ مہم ہو رہی ہے۔ ساکاردوش سلم لگے لٹن طبع ہوئی۔ سیاسیات کے ساتھ ساتھ ادب کی جانشین بھی ہے۔

۱۶) ندیم - بہارِ نیر - ایڈیٹر مولوی ریاست علی ندوی۔ صفحات ۴۵۳، پتہ
کتابت گنگوہی - سندھو شاہ راجہ، قسبت عارپہ، رسالہ ندیم، گیارہ (صوبہ بہار)
ندیم کا بہارِ نیر خزاں و بہارِ درخس کے گزر باسنے پر بالآخر پڑے، ستار کے
عبد شلیخ ہوا، تو رسالہ کی صورت میں نہیں بلکہ ضخیم اٹلان کتابی ضخامت کے ساتھ!
ساتھ سے چار سو صفحے اوپنا اور وہ بھی بڑی بد آورد و گنگوہی کتابت کے ساتھ،
کون اسے رسالہ کیسکا؟ معنوں کے لحاظ سے سب ہی کچھ اس کے اندر موجود ہے۔
ادب، تاریخ، سیاست، سیرت، مذہب، مہملوں، انسان، مزاحیہ، علم و غزل،

انگلستان میں ملازم

فارڈ ہائی ٹیکس نے جرمین چانسلر کو اب دیتے ہوئے یہ ایک حقیقت
کا اعتراف کیا ہے جسکا اعتراف مسئلہ کے بعد شاید نہیں کیا گیا ہوگا
آپ نے فرمایا :-

"میرے ساتھ امریکہ اور جرمن ملک کی زیادتیوں کا
بانتہہ ... یہ ہیں وہ دو جگہ جہاں سارے جرمین کو
سمیت کی حمایت کے لیے یہ سختی ملک لائی گئی ہے

... قطع نظر اس کے کہ جس کے تعلق میں تعلیم کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ
انسانیت کی تعلیم سے واقفیت لگتا ہے ہم ان تعلیم یافتہ اور ذہن خیال کر رہے
ہو رہے ہیں کہ ان کے لئے یہ وقت کرنا چاہئے ہیں کہ ان کے لئے یہ وقت کرنا چاہئے ہیں

اور سمیت کا یہ کیا شور مچا رہے ہیں تو
تباہ کیا تھا کہ وہ اب بڑے بڑے کو تباہی دے
چکا ہے اور وہاں مذہب کو سیاست سے
الگ کر دیا گیا ہے نیز یقین دہانیاں تھاکر
ہو رہے تھے تو اب اس وقت کی جگہ وہ
مذہب کو اپنے حدود سے خارج کر چکا۔ مگر
اس وقت ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان کے
سن سے ہیں کہ یہ قانونی سیاست ایمان
باشد اور سچی تعلیم پر قائم ہے اور سمیت

کی حفاظت کے لیے یہ جنگ لڑی جا رہی ہے اور مذہب اور سیاست
تین کمان سے داخل ہو گیا ہے مذہب و سیاست و ان کے
وہابی کی یہ وہابی اس طرح پہنچ گئی ہے کہ ان کے لئے یہ
ہو گئے ہیں کہ ان کے لئے یہ ہو گئے ہیں کہ ان کے لئے یہ
اور نقل اور نقل نہیں کیا جا سکا ہے اور ان کے لئے یہ
ان زبان سے نقل جانے تو پھر یہ کہ ان کے لئے یہ
کے کس مقام پر پہنچا یا جائے مگر یہ ان کے لئے یہ
کے نقل سے ہیں اس سے ان کے لئے یہ ان کے لئے یہ

تسلیف جناب میر صدق

میں میں سے ہر کتاب تشنگان شوق کے لیے آب حیات ہے۔ اگر آپ
کے لئے یہ خط ہے اب تک نہ گزری ہوں تو اب طلب فرمائیے۔

نئے کا پتہ

منیر دارالمنصفین - اعظم گڑھ

نیا ز اور زبان خلق

(۱۰) سید صاحب اتحاد المسلمین جرحہ الامام دین محمد بن - ۶۰ شریعت
نماز محمد صاحب مسجد کا درم پیٹھ میں مولیٰ محمد عبدالکریم صاحب مدرسہ
غریب نے رسالہ نگار و مدیر نگار کے اتحاد و مذمت پر تقریر کی اور اس کی گھر میں
کرتے ہوئے حسب ذیل قرارداد پیش کی جسکو ماضی نے بالاتفاق منظور کیا۔
"نگار اور اس کے ماضی اثریہ کے ملک میں بے دینی نہیں رہی ہے۔ لہذا اس کا
نگار کا داخلہ ملک محمد سرکار غازی سے ۵۰۰ روپیہ بیداد مغر حکومت علیہ از جلد
بند فرمادے اور نیا ز مقیم رہی اور اس کے ہم خیال و متخاصم کے اتحاد و مذمت سے
سرشتہ تعلیمات اور جامعہ عثمانیہ کا محکمہ رکھا جائے۔ کیونکہ ملک اسلام میں
اس وقت ملکہ المملک سلطان العلوم و ابدار سلطنت آصفیہ اسلامیہ کی
ذات شانہ ہی اسی ہے کہ ہم ملکہ

ایک صدق نواز کا عطیہ

ذات سریت سے اعلان کیا جاتا ہے کہ صدق کی اپیل کا صدق
نوازوں پر رشتہ رشتہ اثر پڑ رہا ہے۔ چنانچہ آج ۲۰ اگست کو ایک
رقم مبلغ ۵۰۰ روپے کی جناب عبداللہ اسلمس و نیا اسکول انجمن
میں انگوٹھ لگنے پر یہ رقم صدق کی طرف سے ارسال فرمائی
ہے۔ فرما دیا۔

ذرائع سے اپنے ملک میں شریعت اسلام
کی اہم اور حفاظت فرمائی ہے (میر دکن)
(۱۱) حیدر آباد - ۱۳ - شریعت
دارالعلوم عثمان پورہ اور نیکل کا ایک تقریر
جسے بنایا ۹ شریعت پر بند است محمد
جسے صاحب جو ہر مفقہ ہوا۔ تقریریں
کے بعد ان نقل کیا جاتا ہے صاحب کی پیش
کر دے حسب ذیل قرارداد اتفاق آراء

شکوہ کی گئی :- یہ علیہ عثمان سلیمان درنگل و علی انکسوس صاحب ادارہ
تعلیم کے لئے کہ رسالہ نگار جس کا سلاک مسلم دل داری ہے چنانچہ اس کا ایک
تقریریں لکھ کر تہذیب دین میں شایع ہوا ہے۔ جسکا مطالعہ نوجوان طبقہ کے بے معرفت
رسان ہے کامل طور پر مطالعہ کیا جائے اور حکومت سرکار غازی سے درخواست کرنا
کہ ان کے لئے سرکار غازی میں اس مسلم ادارہ سالہ کا داخلہ نہ کر دیا جائے تاکہ اس کے
ذات سے نوجوانوں کے ذہن متاثر نہ ہوں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جی ہر بان حکومت
اس صاحب علیہ از علیہ کو یہ کہہ کر کے سارے بے چین قلوب کا مطمئن کر دیگی۔
جو دکن پورہ - میر دکن

(۱۲) - جولائی ۱۹۲۲ء - مسند و خطبہ دارالاسلام دارالعلوم آؤد العلماء کا ایک
نیز مولیٰ علیہ بعد نماز عصر زیر صدارت جناب مولیٰ عبدالعزیز صاحب مدرسہ شریعت دارال
تلاوت قرآن مجید کے بہ محمد الیاس صاحب تعلیم دارالعلوم نے حسب ذیل
تجویز پیش کیا :-

"طلابہ دارالاسلام دارالعلوم ندوۃ العلماء کا یہ طلبہ درنگار
لکھو کہ جو سن ۱۹۲۲ء کے اس بعد از معنوں پر اپنی سخت نامہ لکھی
اور شرم و خوار کیا کرتا ہے جس میں انھوں نے کلام فہم کے کلام ایسی چنے
سے لکھا کہ کیا یہ مسلمانان ہند کے لئے اور طلبہ اندوڑوں کے لئے
و خواست کرتا ہے کہ وہ "نگار" کا مطالعہ کریں کہ یہ کفر و فساد کی دہلیز
سزا اور محبت اسلامی کا تہذیبی مظاہرہ ہے۔"

اس نوجوان کی دعا صحت اور تائید راقم اکھوت نے کی اور پھر تمام طلبہ نے شریعت دارالعلوم

وَالَّذِي جَاءُوا بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقِينَ (اور جو سچی بات لے کر آیا اور میں نے اسکو سچ مانا، وہی پرہیزگار ہیں)

ادوثر - عبدالماجد

MUSLIM UNIVER

کتاب خانہ جامعہ اسلامیہ
دہلی

پتہ :- دریا باؤ - متلیج بارہنگی

نائب :- (علیم) عبدالقوی

کتاب خانہ کے بوسے میں مراسلت ایڈیٹر کی جانے

چندہ ملور نظامی امور

کے متعلق اس پتہ پر لکھیے :-

مہتمم اخبار صدق "لکھنؤ"

چندہ سالانہ لکھ

"شکاری" پتہ

برائن ہندسہ سالہ شاہج

قیمت فی پوچہ ۱۰

صدق لکھنؤ

۳۹/۱۱

نمبر ۱۶ - دو شنبہ - ۲۱ - رجب المرجب ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۶ - اگست ۱۹۴۰ء - جلد ۶

پہنچے نہیں - ترقی نسواں کے آخری مارچ جو یورپ آچلے کر اور
یہاں رو دھکی سرزمین پر اسی وقت سے ہو چکے تھے، بادشاہ سکایو رہیں
مصاحب اپنے چشمہ یہ حالات گھر رہا ہے -

"حرم شاہی کے عجائبات و لوازم سب سے زیادہ جو جنرل

پارپ کے کاؤں کو غیر افوس معلوم ہوئی، وہاں کے زمانہ سپاہیوں

کی عادت ہوئی - میں نے جودان مردنہ سپاہیوں کو اکثر زانی

ڈوڑھی پر ٹپتے ٹپتے ٹپتے دیکھا ہے - کچھ دور کے عورت ہونے کی

ایک عرصہ تک خبر نہ تھی - اور بہت دن بعد محو پر انکی اصل بہت

کا بعد کھلا - میں ہمیشہ ان زمانہ سپاہیوں کو ہی سمجھا رہا کہ

بست قد جوان مرد ہیں، جو ڈھیلے ڈھیلے کرتے پہنے ہوئے ہیں -

کیونکہ انکی ترکیب جسمانی میں بھرتہ کی بستی اور سینہ کے اچھا کے اور

کوئی مابہ الاتیان نہ تھا - اور چونکہ مجھے ولایت میں سپاہیوں کو

ڈھیلے و ردی پہنے اور تھا کہ ترکی طرح چھوٹی پھالی دیکھنے کی عاد

سی ہو گئی تھی اس لیے یہاں سے انکو دیکھا تو کوئی اچھا نہیں

ہوا - نہ انکی اصل حقیقت دریافت کرنے کی تھ ہوئی - یہ عورت پہنے

لانے بالوں کا جوڑا باندھ لیا کرتی، اور پھر اسے سر پر رکھ کر

سے عجیب لہجہ تھیں، باقی وہ وہی رہی تھی جو معمولاً ہندوستانی

سپاہی پہنتے ہیں - فردوں ہی کی طرح وہ ہتھیار بھی پہنے سپاہیوں پر

ہوئی تھیں، انہیں شامین چڑھائی، انکریں سپاہیوں پر کاروبار کا

پر تھا، لیندہ سپاہیانہ وضع جو اعلیٰ مقام کی ذمہ داری تھی

(شباب لکھنؤ - ۱۰۳ و ۱۰۴)

حرم شاہی کے پردہ چکی کا کام ہی زمانہ ذبح کرتی - درودت کے صحن میں اسے

جلا کر یہ عورتیں ذبح کرتیں، ہندو جن چٹا میں اس کے بڑھتی ہیں، سچے ہتھیں

ٹھیکس چھاتی ہیں، نشاہ لگاتیں، غرض ہری پر پردہ سپاہیوں کی طرح ہتھ

سچی باتیں

"بادشاہ سلامت کا یہ معمولی مذاق تھا، کہ اکثر اوقات جب حمام

سے برآمد ہوتے تو اس زمانہ میں جن نگیم صاحبہ پر نظر پڑتا تو

ان سے لباس تبدیل کر لیتے، اپنا لباس انھیں پہنا دیتے، اور انکی

پوشاک آپ پہنتے، اور وہی پوشاک پہنے ہوئے باہر ہنگوں کے

سامنے نکل آتے - بعض دفعہ یہ بھی اتفاق ہوا کہ رات کے

وقت وہ اس گالچ کے پردہ کے غریب چلے جاتے، جو کھانے کے

کمرہ کے ایک سوپر پر پڑا ہوا تھا، جبکہ ذکر میں کر چکا ہوں، اور

وہاں سے نگیم بنے ہوئے برآمد ہوتے

کپڑے سب وہی ہوتے تھے، اور جب بادشاہ پہنتے تھے، تو

انکے نگیم ہی معلوم ہوتے تھے، (شباب لکھنؤ - ترجمہ منشی احمد علی

کاکا کو دی مرحوم لی لے ال ال ال ال ال)

"بادشاہ سلامت" آپ سمجھے کون تھے؟ آپ کے اودھ کے فرماں روا شاہ

نصیر الدین حیدر! "زمانیت" میں اس ص

نکستہ آتی کے لیے، فرمائیے آج کے کتنے سجدہ آب و روشن خیال حضرت تیا

ہیں؟ نصیر الدین حیدر کی بادشاہت کا زمانہ آج سے تقریباً سو سال قبل کا

ہے - انگلستان کے مشہور خطیب دار سائیت اچان اسوارث لی سے بھی لکھی پچی

سال پہلے - یہ کیا اگھناست ہے کہ تحریک کے بانیوں عالم نسواں کے

مسئوں کی فہرست سناتے وقت آپ نسب کے نام لگنا چاہتے ہیں اور نظر انداز

کر جاتے ہیں تو اپنے ملک کے اس فرماں روا کو

کا پرل وغیرہ انہیں نب سے جوتے تھے۔

”بادشاہ سلامت لکھنؤ عورتوں کو دیکھ کے محظوظ ہونے لگا اور انکو انعام دلایا کرتے۔“ (ص ۱۳)

”سجدہ کو مبارک ہو کہ بڑی سی بڑی روشن خیالی کی سند گھر میں مل گئی۔ اور اب نظیر مثال پیش کرنے کے لیے ضرورت نہ لندن جاتے کی ہو سکتی نہ برسر کی نہ نیویارک کی۔ ان سب کے سب سے لکھنؤ بالکل کافی ہو گا۔“ لکھنؤ میں امیر نصیر الدین حیدر کا ایک صاحب صاحب تسمیعت ہو رہی تھی انہیں جان عالم اور نگاہ ہر نگاہ کے تھے اور کے جا رہے تھے اور زور مکی کی جگہ اور نقادوں سازبوں اور بچوں کا تھا۔ دیا آج کے سینما اور ڈانس آپرا اور سوز گہاں کا ٹھیک ٹھیک نقش اولیٰ اکیافی میں ان اکلوں کے لیے پہنچے اور بس کرتے ہیں یہ بھیلوں کے لیے وہ دیکھے ہو گیا خوب نابع اور گویا خوب فروغ!

ایک مصری لیڈر کی بنات

وسط جولائی میں انور بنی روزناموں میں لکھتے تھے ایک مارنٹرس گزرا تھا کہ مشورہ مصری رہتا اور کٹر عبد الحمید سید نے کچھ جولائی کی بنات پائی۔ ”اللہ والہ الیہ راجعون۔“ یقین تھا کہ انہی کے کلکتہ لاہور اور دہلی کے بعض باخبر روزنامے اور روزے روزہ بعض مغربی مغربی مخالف لکھتے ہوئے انہیں کا کوئی جزہ مدحت میں نقل کر دیا جائیگا۔ حیرت ہے کہ یہ خوش کن حرکت سے بھی پوری نہ ہوئی۔

خبروات اگر سمجھتے تو ملاحظہ فرمائیں کہ یہ نہیں دیکھا ہے اسلام کے لیے ہے۔ وہ انھیں علی فرمایا کرتے تھے کہ ڈاکٹر عبد الحمید سید سر کے ہولناکتوں کی ہیں جبکہ میں اور انہیں بھی مجلس شہان اسکی نے پائی اور صدر اور روح اور تھے۔ مجلس زکوٰۃ ایسے چھوٹے چھوٹے چارے ہندوستان کی مجلس خلافت مروج کی بانشیں ہے۔ اور اسکی شانیں آج سر کے علاوہ اشام عراق میں حجاز فلسطین میں بھی قائم ہیں۔ مروج علوم مصری کے لیے اور فرانس کی شہر ٹرین و قریب ترین ساہواریں پورٹری کے گریجویٹ ہی نہیں ڈاکٹر (ز) تھے۔ ساتھ ہی دینی جذبہ سے سرشار طبع کو دینیات ہی کے درجہ پر رکھتے تھے اسے دینیات کے پوسٹا دینے سے سخت مخالفت تھی۔ مصری پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔ کوئی دو سال سے ہونے لگا۔ بلاشبہ خاد کے مالانہ طبع کے خوف و غم کی بنیاد پر لکھنؤ سے سنا کر ہو کر ایک بڑی بوڑھے مفصل تقریر غیرت میں بنی ہوئی ارشاد کی تھی۔ اسکا ترجمہ بھی ایک مذہبی کے قلم سے رہبر دکن میں نکلا تھا۔ ایسے خاص خاص مروج و ملت کی ارشاد بال بال مغز فرمائے اور درجہ بات اپنے سے بلند تر نہیں فرمائے۔

ایکایت کا مفہوم

ایک کرم فرما لکھتے ہیں :-

”غزوہ ہمد کے واقعات کو بعد ترقیہ روایات نظم کرنے کا ارادہ

ہے ان شاء اللہ۔ لہذا آپ سے عرض ہے کہ آپ نے آیت ذیل کے جو تفصیلی سنی اپنے ترجمہ میں بعد نظر ثانی و ثالث اختیار فرمائے ہو۔ ان سے مطلع فرمائیے۔ یہ نظم شہید راہی آیت۔ سید اکمل علی ع ۴۰ آیت ۴۲

غزوہ ہمد کے مختصر واقعات سب کو مسلم اور غیر امتیازی سب ذیل ہیں :-

۱۔ مسلمان کل ۱۲۱۳ھ کے ۱۰ اور وہ بھی بے سرو سامان۔

۲۔ قریش کا لشکر ۹۵۰ سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ اس میں سے ۱۰۰۰ مختصراً

۳۔ پھر مسلمان فی دفعہ ۷۰۰ کے لیے بھی نہ تھے۔ ان کا ارادہ تو محض

۴۔ قافلہ ہمد و سامان کا۔ راستہ کاٹ دینا تھا۔ (نہیں جنگ پر ایک ایک

آباد ہو جانا پڑا۔ قریش البتہ ہر طرح اسی کے لیے نیا ہو کر آ رہے تھے

غرض یہ کہ اسباب ظاہر کے لحاظ سے کوئی صورت مسلمانوں کی محبت

کی تھی ہی نہیں۔ اب پوری آیت حشر کی ترجمہ کے لحاظ سے۔ ان شاء اللہ

کوئی سوال پیدا نہیں ہو گا۔

۵۔ کان کلم آیت فی ثقیات

۶۔ انتقام ذیہ تعاقب فی بابل

۷۔ آخرتے کا فرقہ برہم

۸۔ شہید راہی حسین و علی

۹۔ نصر من یشاء اللہ ان فی

۱۰۔ ذاک لہرۃ لاولی اللعاب

۱۱۔ اور دیکھا بھی کیا وہم و گمان کی بنا پر نہیں لکھی آکھوں دیکھا (کلمہ کلام مشاہدہ

کرنا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی نصرت سے سب کے شغل کی شغل اس کی شغل

ہو (چنانچہ میاں اسکی شیت کو میں سے شغل رہی) اور یقیناً اس (ذات) خدا

عظیم میں بڑی سیت (درجہ) ہے الیٰ بعیرت کے لیے (یعنی اسکی بیعت و بیعت

سے کلام بھی ستر ہوں)

نیا پتہ

”قرآن کا کلام خدا ہوا کیا مسنی رکھتا ہے یہ ہے

اصل بحث جو میرے اور ہندوستان کے بعض نویسوں کے درمیان

ماہ الزماں ہے۔ (انتظار۔ اگست ۱۹۳۷ء)

یہ اس لیے لے اگست کے مہینہ میں لکھا ہوا بھی چون کے مہینہ میں کہ چکا تھا

”کلام مجید کو میں نہ کلام خدا نہ سمجھتا ہوں نہ انعام ربانی، بلکہ

ایک انسان کا کلام جانتا ہوں“ (نگار و چون ۱۹۳۷ء)

یعنی اسے اسلامیہ کی پہلی ہی ڈانٹ پڑتے اور معافہ ہونا الگ دہا ”معاذہ“

کا نام کہتے ہیں اور ”ابا مول“ اور ”ابند الملاق“ انسان جو سراحت کے ساتھ بکار

کر دیا تھا کلام مجید کے کلام خداوندی اور الہام ربانی ہونے سے لگا کر لگا کر کہنے

اور قبول کرنے کو قرآن کے کلام اسی ہونے سے بعد مجال ہے کہ میں انکو کوئی میں

نوسرت اسکا مفہوم اور اسکی نوعیت متین کرنا چاہتا ہوں اور اس باب میں

میرا اختلاف شریعت اسلام کے کسی مسئلہ سے نہیں صرف بعض بولوں سے ہے

کون کتا ہے کہ شہوانی کے پیرے صرف اور رنگ زیب ہی کے مقابلہ میں

تھے اور اس کے بعد نامید ہو گئے ہ

آریہ کا نیا جنم

”اگر قرآن مجید اللہ کا کلام ہے تو پھر سیم اللہ

الرحمن الرحیم کے یہ معنی ہونے کو خود اپنے نام سے کلام مجید کو

شروع کرتے ہیں اور خود اپنی ذات سے خطاب کرتے ہوئے بالکل چھٹی

کارپورل اور غیر انجینئرز ہوتے تھے۔

”بادشاہ سلامت لکھنؤ خواتین کو دیکھ کے محفوظ ہونے اور انکو انعام دلایا کرتے۔“ (صفحہ ۱)

”مجدد کو بناء ک ہو کر بڑی سی بڑی روشن خیالی کی سند گھڑی میں مل گئی اور یہ نظیر مثال پیش کرنے کے لیے سزاوت نہ لندن جات کی ہو سکی نہ پیرس کی نہ نیویارک کی۔ ان سب نے سچاے ٹکھنڈ بالکل کافی ہو گا اور ٹکھنڈ بھی عمدہ مضمر الدین حیدر کا، جب فسانہ عجائب تصنیف ہو رہی تھی، قصہ جان عالم اور گنگوہر گنگوہر کے سننے اور کہنے جاری تھے اور درگاہی گل جہاں اور نند آں سازانوں اور گویوں کا تھا۔“ گویا آج کے سینما اور ڈانچ آپرا اور سیرک ہال کا ٹیکٹ ٹیکٹ فٹش اول اکیافی میڈون اکلوں کے لیے بیٹھے اور بس کرتے ہیں ان بچھلوں کے لیے وہ اگلے اگلیا خوب نایاب اور گویا خوب شروع!

ایک مصری لیڈر کی وراثت

وسط جولائی میں انگریزی روزناموں میں شائع ہوا ایک تار فطر سے گزرا تھا کہ مشہور مصری رہنما ڈاکٹر عبد الحمید نے کم بولائی کی وراثت پائی۔ ”وآلہ اللہ والیہ راجہوں۔“ عین تھا کہ یہی کلمہ لاہور اور دہلی کے بعض باخبر وراثت اور سہ روز سے موزوں تھی فرتی تھا۔ لیکن اور انھیں کا کوئی جزو مدت میں نقل کر دیا جائیگا۔ حیرت ہے کہ یہ تو فنی کسی طرف سے بھی پوری نہ ہوئی۔ خبر وراثت اگر صحیح ہے تو وراثت تھا مصر کے لیے نہیں وراثت اسلام کے لیے ہے۔ وہ انھوں نے فرمایا کرتے تھے کہ ڈاکٹر عبد الحمید مصر کے گولڈن ٹیگٹ ہیں، جہاں بھی وہ جاتا بھی۔ مجاہد شہان اسٹیج کے پانی اور سدر اور مدح وہاں تھے۔ مجاہد زکریا جیسے چوڑے چوڑے پیر کے ہندوستان کی جنس طاقت مروج کی جانتی ہیں۔ اور اسکی شانیں آج مصر کے علاوہ اشام عراق، لبنان، حجاز و فلسطین میں بھی قائم ہیں۔ مروج علوم مصری کے اور فرانس کی مشہور ترین و قدیم ترین سائنس یونیورسٹی کے گریجویٹ ہی نہیں ڈاکٹر لڑا تھے۔ ساتھ ہی دینی جذبہ سے سرشار و تیز کو وراثت ہی کے وجہ پر رکھتے تھے اسے وراثت کا یہ پونچا و بے ساختہ مخالفت تھی۔ مصری پوزیشن کے مہر تھے۔ کوئی دزدان ہوسے ہونگے جہاں وہ خوار کے سالانہ طلبہ کے موقوف ہونے کی بہترینوں کے ساتھ سے مشاعرہ ہو کر ایک بڑی بوڑھے مفصل تقریر فیرت ہیں۔ بولی ارشاد کی تھی۔ اسکا ترجمہ بھی ایک مذہبی کے قلم سے دہر دکن میں نکلا تھا۔ اسے نکالے نام و دین وراثت کی وراثت بالی مغز فرمائے، اور وراثت ابند کے پند تو نصیب فرمائے۔

ایک آیت کا معنی

”ایک کرم فرما لکھتے ہیں۔“
”فرزاد ہر کے واقعات کو بہت عقیدہ روایات نظم کر کے بیان کرتے ہیں۔“
”ہے ان تمام ائمہ۔ لہذا آپ سے عرض ہے کہ آپ نے آیت ذیل کے جو تحقیقی معنی اپنے ترجمہ میں بہت نظر ثانی وراثت اختیار فرمائے ہیں ان سے مطلع فرمائیے۔ یہ دہم شلیم، ای آیت۔ سورہ آل عمران ۷۰ آیت ہے۔“

فرزاد ہر کے مختصر واقعات، سب کو مسلم اور غیر امتیازی سب ذیل ہیں۔
۱۔ مسلمان کل کا سہتے اور وہ بھی بے سرو سامان۔
۲۔ قریش کا لشکر ۹۵ سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ اس میں سے ۷۰ مختصر
۱۰۰۔ اس پر سوار و زور پوش۔

۳۔ پھر مسلمان فوج سے لڑنے کے لیے بھی رستے، انکا اور وہ تو محض قافلہ مسدود سامان کا راستہ کاٹ دینا تھا۔ انھیں جنگ پر یک جنگ آمادہ ہو جانا پڑا۔ قریش البتہ ہر طرح اسی کے لیے تیار ہو کر آ رہے تھے غرض یہ کہ اسباب ظاہر کے لحاظ سے کوئی صورت سامانوں کی حرکت کی تھی ہی نہیں۔ اب پوری آیت مع تشریح ترجمہ کے ملاحظہ ہو۔ ان تمام

تد کان کلم آیت فی ثبات
انتقام فوجہ تعاقب فی مہل
اشد و خولے کا فوجیہ دہم
شہیم دای مہین و انکس
بصرہ من بشار و ان فی
ذات لہو لادلی الامع
اور دیکھنا بھی کیا دہم و گمان کی بنا پر نہیں اگلے آنکھوں و کلمہ ہا شاہد کرنا۔ اشد تابد دے دیکھو اپنی مغز سے سبک متعلق انکی متعلق اس کی شبہ ہو (جہاں سبہ میاں اسکی شہیت یوشین سے متعلق ہی) اور یقیناً اس (وراثت) عظیم میں بڑی سبب برادری ہے اہل بصیرت کے لیے (یعنی انکے لیے جو بصر سے کام بھی لیتے ہوں)

نیا پیترا

”قرآن کا کلام خدا ہوا کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ ہے اصل بحث جو میرے اور ہندوستان کے بعض یو یو کے درمیان مابو الزما ہے۔“ (۱۶ اگست ۱۹۷۷ء)
یہ اس پاپا نے ۱۶ اگست کے مہینہ میں کہا جو ابھی جون کے مہینہ میں کہ چکا تھا۔
”کلام مجید کو میں نہ کلام خدا ہی سمجھتا ہوں نہ تمام ربانی، بلکہ ایک انسان کا کلام جانتا ہوں۔“ (۱۶ جون ۱۹۷۷ء)
یعنی اسے اسلام کی پہلی ہی وراثت پڑنے اور مطالعہ ہونا الگ دم ”مطالعہ“ کلام بحث ہی اور ”اباصول“ اور ”ابند اخلاق“ انسان جو سراجت کے ساتھ پکار کر دم تھا کلام مجید کے کلام خداوندی اور الہام ربانی ہونے سے الگ کر لیا کرتے اور قبول کرتے قرآن کے کلام الہی ہونے سے قبل مجال ہے کہ میں انکو کہوں ہیں تو سرت اسکا معلوم اور اسکی نوعیت نہیں کرنا چاہتا ہوں اور اس باب میں میرا اختلاف شریعت اسلام کے کسی مسئلہ سے نہیں سرت بعض دلیوں سے ہے۔
کون کتا ہے کہ شیواجی کے پترے سرت اور نگ زیب ہی کے مقابلہ میں تھے اور اسکے بعد تاپید ہو گئے؟

آریہ کا نیا جنم

”اگر قرآن مجید اللہ کا کلام ہے تو پھر سیم اللہ الرحمن الرحیم کے یہ معنی ہونگے کہ وہ خود اپنے نام سے کلام مجید کو شروع کرتا ہے اور خود اپنی ذات سے خطاب کرتا ہے جو بالکل پچھلا

تو کام رنگی یہ چلین کی تیلیاں کینک؟

آج نہیں کل۔ سوالی خود لڑکیوں کی طرف اٹھ کر رہ گیا کہ آخر وہاں سے ساتھ ساتھ کیوں نہیں برتی جاتی؟ ہم سے یہ بھل کیوں۔ دار کھا جاتا ہے؟ کیا ہماری عصمت کوئی جھٹی سوتی ہے کہ نکاح میں مردوں کی نفرت کی بدولت کہہ ہی نہیں سکتی؟ دھیرہ دھیرہ، تمام نام فنا ہو گئے جو آج ہر جگہ نسائیت کی زبان پر ہیں۔

جائے مشرق

دو پہلے اکثر سہمی، پہلی بار سے کہہ رہے تھے۔
مول میں اگر زنی ہنگ کی بار سے برابر عرض میں اس سے کہ۔
یہ دو پہلے سر پہنچنے کی طرف بڑھتا ہے۔ اور دو لڑکیوں پر ہنسکے
آجکل سے جاتے ہیں۔ اس کے اور بھنے کی دھج اس کی پیاری ہوئی ہے
کہ یہ صورت سے بد صورت عورت ہیں اور بڑھتی ہیں ہے تو پری سلوم
ہوئی ہے، جو جائیداد جو عورت خود ہی بری جمال پر ہنسکے سن میں تو
اور جا جائیداد لگ جاتے ہیں۔ (منہاج لکھنؤ، ۱۹۶۷ء)

یہ قول ایک انگریز صاحبِ ثناء اور دھ کا ہے، زمانہ تو یہاں ۱۹۶۷ء۔
آج غیروں کے نبھنے پر مرٹھے، اے اور مرٹھے، البان بھن کر گئے، کہ کبھی عورت
حال اس کے بلکس تھی؟ بانی بیکانے خود ہمارے ہاں کے زمانہ اور مردانہ فیشن
پر لٹو تھے اور اپنے ٹکسٹیاں یاں کے عورتوں کو نوٹہ کے طور پر پیش کرتے
تھے، مشرق اپنی نگاہوں میں ذلیل، خوار ہمیشہ سے رہا تھا۔ انباں فرنگ کا
کا شمار، معیشت، معاشرت، اخلاق (زمن زندگی کے ہر شعبہ میں شرما
سے اتنے عروج پر نہ تھا!

ترقی سکوس

"مصر کے ایک ممتاز ڈراما نویس اور اداکار
یوسف دہبی نے شکسپیر کے ڈراموں کا عربی زبان میں ترجمہ شروع
کیا ہے، اور جلا ڈراما "ہیٹ" مغربی زبان میں پردہ
تصویر پر آجائیگا۔ اس طرح اہل مصر پہلے ہی شکسپیر کا ڈراما عربی زبان
میں سننے کے پتہ دے دینگے۔" (ایک خبر)

ایک زمانہ تھا کہ اردو زبان کے متعلق اس قسم کی خبریں بڑے ٹون سے ہاتھوں ہاتھ
لی جاتی تھیں، اور مغربی زبان سے کون ما بھی ترجمہ ہو بس اسکا اردو میں آ جانا
جیسے خود ایک نعمت اور محنت سمجھا جاتا تھا، تجربہ سے معلوم ہوا کہ یہ کیسا
گہرا متاثرہ دور تھا، بڑا دھوکا تھا۔ اس قسم کے سارے "لڑ بھر" سے بھر غفلت
پیدا ہونے اور غفلتوں کے پڑنے کے اور حاصل کیا ہوا، روحانی و اخلاقی نہ
سہی، آدی نفع بھی مصری قوم کو کیا حاصل ہونگے؟ سیاسی آزادی کی منزل
فریبہ کی جانیگی؟ سماجی مسائل میں ہو جائیگی؟ اصلاح معاشرت ہو جائیگی؟
سوشلزم، ایس کی پی پی پی، ایفون "کا حکم، کتنا ہے، حالانکہ ایفون کے نشہ کی تاثیر
اگر ہے تو اس قسم کے خیالی لڑ بھر میں، خصوصاً جب وہ بیگانوں، تقابلیں،
اور اداکاروں کی راہ سے آئے!

شہد و دربار اور دھ میں مولوی عبدالمحکم صاحب شرار اپنی تاریخ

گزشتہ صفحہ میں لکھتے ہیں:

"نصیر الدین حیدر بس بڑوں میں رہتے، ہتے اس درجہ زمانہ مزاجی

پیدا ہو گئی تھی کہ عورتوں کی سی باتیں کرتے اور عورتوں کا سامنا نہ بننے۔
زمانہ مزاجی کے ساتھ مذہبی عقیدت نے یہ شان پیدا کر دی کہ اگر
اشاعرہ کی فرمنی بی بیوں (اچوتیاں) اور مانگی ولادت کی تقریبیں
جو انکی ماں نے قائم کی تھیں، انکو اور زیادہ ترقی دی۔ یہاں تک
کہ ولادت اٹھ کی تقریبوں میں خود عاملہ عورت بن کے زچہ خانہ میں
بیٹھے، چہرہ اور حرکات سے، صغ صغ کی تخلیق ظاہر کرتے، اور

پھر خود ایک فرمنی بچہ بننے، جسکے لیے ولادت، بچہ اور ننان
کے سامان بالکل اصل کے مطابق کیے جاتے! (منہاج لکھنؤ)

لیکن آج اس پر لامل پڑھنے اور چھی چھی کرنے کی کونسی بات ہے؟ یہ تو میں سناتا
ہوں کہ کمال ہوا۔ "رشتہ نہائی" کا انتہا ہے زن و مرد کی
تفریق تو خود دور قدامت کی یادگار ہے! — تشریح مرحوم خود ایک حوالہ
شہد کے بھکار تھے، اور اپنے زمانہ میں "بے پردگی" کے بڑے حامی سمجھے جاتے
تھے۔ لیکن پھر آخر فرودہ خیال تھے۔ یہ نہ سونچے، کہ "زمانہ مزاجی" میں جب
ہی کیا ہے، اور اس میں شرم کی بات ہی کون سی ہے، اوقت سے ذرا پہلے پیدا
ہو گئے۔ آج زخم ہوئے تو سمجھے کہ جن چیزوں کو چہرہ کمال کا، اسکا سمجھے ہے
تھے، وہ تو عین حسن و جمال کے خط و خال ہیں!

سیا پیام تعلیم

اس عنوان سے ایک شہزادہ پچھلے نمبر میں سپر قلم وادعا،
اسی سلسلہ میں ادارہ مذکور کے ایک افسر وادار سے مرسلت بھی ہوئی تھی، پھر
کہ صاحب موصوف کو ادارہ کے اس غلط اقدام کا احساس ہو گیا، اور مولوی
نے اطمینان دلا ہے، کہ آئندہ رسالہ کے متعلقہ میں ایسی غلطی کا اعادہ نہ ہوگا۔
اور یہ تصدیق کی یہ توفیق

"ان شاء اللہ کہیں چہی نہ ہوگی، کہ آئندہ فلاں فلاں اہل فن کے
فن پر بھی تبصرہ نہ کیے گا۔"

غرض سے محفوظ رہنا اگر بڑے بے ممکن نہیں، تو غرض ہی اسرار سے بچے رہنا تو
یقیناً اس کے بس کی بات ہے۔ اور یہ دلیل اُنکے نقص کی نہیں، کمال کی، اور
کمزوری کی نہیں، عین محبت و مثرافت کی ہے۔

درد اور دھ کے درد مولوی ابو محمد صاحب مصلح، حیدر آباد، کنہ سے
تقریر فرماتے ہیں:-

"آپ کی محبت و حرارت اسلامی برسات اسلام کا تیرہ دکنے میں
سیر کا کام دیتی ہے۔ جزاکم اللہ خیر اکرام۔ صاحب نگار ہوا کوئی
اور۔ انما چاہ اب دعا اور صبح دوا کے سوا اور کچھ نہیں۔"

دو اسے میری مراد یہ ہے کہ جب تک حکومت اللہ کا قیام
عمل میں نہ آجائے، اور قوانین قرآن کے اجراء و نفاذ کی قوت
حاصل نہ ہو جائے آرام اور چین سے نہیں بننا چاہیے۔

اس سلسلہ کی سب سے پہلی و جز قرآن حکیم کی تعلیم کا سننے و طلب
کے ساتھ عموم و لادام ہے۔ اور انہوں نے کہ اس گنہ میں جو کچھ
کیا جا رہا ہے وہ قطعاً ناکافی ہے۔

ایک سوشلسٹ سے

(از عبد الماجد)

نمبر (۱)

ادھر کے ایک عالی شان جوان جو اپنی سوشلسٹ جماعت میں ایک ذمہ دارانہ حیثیت رکھتے ہیں، ان کا ایک طویل مکتوب موصول ہوا ہے۔ چند ناگزیر لفظی ترسیلات کے بعد مکتوبہ درج ذیل ہے :-

مولانا محترم - آداب -

میں ان لوگوں میں ہوں جو بچپن سے آپ کے خیالات کو پسند کرتے ہیں۔ پہلے میں سچ پڑھا کرتا تھا اور پھر سنا۔ اب میں جب کبھی نظر پڑتی ہے آپ کی سچی باتیں پڑھ دیا کرتا ہوں۔ آپ کے غلوں اور تنبیہ کی کاجا کی ہوں۔ اگر میں آپ سے اب بھی مجھے سخت اذیت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ سوشلسٹوں سے ناراض ہیں مگر ان کے خیالات کو سمجھ کر ان پر تنقید نہیں کرتے۔ اسی طرح مباحثی اور آوارگی پر آپ کی لامعلیٰ بہت زیادہ ہے۔

عام طور پر یہ خیال ہے کہ سوشلسٹ وہ لوگ ہیں جو اپنی بدعاشی اور آوارگی کو چھپانے کے لیے اس نام کا پیل لگا لیتے ہیں۔ یاد رہے کہ آپ کے ایسے بزرگوں کے پاک خیالات سے واقف نہیں۔ مگر کیا غرض کریں۔ یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے۔ وہ چار نام کے سوشلسٹوں کو چھوڑ کر باقی بچنے ہیں سب کو اس کا پیل لگاتے ہی وہ فرمایاں کر لی پڑتی ہیں جو معمولی آدمی برداشت بھی نہیں کر سکتا ہے۔

آپ اسلامی طور پر دنیا کی اصلاح کو اچاہتے ہیں، جہاں تک بن سجدہ ہوں زکوٰۃ خیرات وغیرہ کی بات۔ لیکن آپ نے کبھی مزدوروں اور ملالکوں کے مسئلہ پر غور نہیں فرمایا ہے کہ اسلامی طور پر ان کے تھکڑے کا کیا حل ہو سکتا ہے؟ طبقہ کا کٹکٹ کا عمل سوائے اس کے اور ہو ہی کیا سکتا ہے کہ کارخانے مزدوروں کے ہو جائیں؟ اسی طرح کسانوں، زمینداروں اور برہمنوں کی حکومت اور ہندوستانی دنیا کی کٹکٹ ہے۔ ان کی تحریروں سے میں صرف یہ سمجھ سکتا ہوں کہ ان تھکڑوں کا حل یوں ہو سکتا ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہو جائے۔ لیکن اسے کون قائم کرے؟ اور کیوں قائم کرے؟ یہ ہو سکتا ہے کہ مل مالک زمیندار اور دیار حریات باہم مل کر اسلامی حکومت قائم کر لیں۔ ہم لوگوں کے نزدیک ان میں خود غرض پیدا ہونا ممکن ہے۔ لیکن اگر آپ کے خیال میں ممکن ہے تو انکو نصیحتیں کیجیے۔ اپنا صدق ان کے پاس بھیجیے۔ لیکن آپ تو نصیحتیں کہتے ہیں غریبوں مزدوروں اور کسانوں کو۔

مزدور اور کسان بھی مل کر اسلامی حکومت قائم کر سکتے ہیں۔ مگر اسکے لیے کوئی راستہ چاہیے۔ اس وقت جو راستہ سامنے ہے وہ ہندو مسلم اتحاد، کسان بھائی، مزدور بھائی، کانگریس، اسٹراک، لگان بندی، سفید گردہ کا راستہ ہے۔ ان چیزوں کے بارے میں عملی اور نظری بہ کثرت تجربات ہیں، لوگ بار بار تجربے کر رہے ہیں اور کسان باپ ہو رہے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس راہ میں کوئی حکومت قائم ہوگی۔ وہ عام ہندوستانیوں کی ہوگی نہ کہ اسلامی حکومت۔ آپ اگر اس پر دگرام کو غلط سمجھتے ہیں تو کوئی دوسرا پروگرام پیش کیجیے جو ان بات پر مبنی ہو۔

ہو اور اس زمانہ سے میل کھانا ہو۔ اور اگر اس پر آپ کو پورا عقیدہ ہو تو تمہارا عمل کر کے دکھائیے۔

عیاشی اور زنا کے بھی آپ بہت خلاف ہیں۔ مگر اس میں بھی آپ کی نگاہوں میں راجہ راجپوت اور بہت (دھڑکی) نہیں ہیں۔ آپ اوسط طبقہ کے نوجوانوں کو بھول گئے۔ جو لڑکپن سے نوجوان اور نوجوان سے جوان اور پھر بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ مگر کبھی اتنا پسہ نہیں ہوتا کہ شادی کر سکیں، اور ساتھ ہی ساتھ آپ شہوت کی طاقت کو بھول جاتے ہیں۔ مسواڈوں پر غور کرتے وقت آپ ان کرڈوں کا ہوں کو بھول جاتے ہیں، جو دروازہ پر تین تین چار چار اندھے، نوٹے، کھانے، پینے، بھونڈے، بھونڈے کے ساتھ عورتیں سرکرتی ہیں۔ کیا انکا پیشہ شہوت اور عیاشی کی وجہ سے ہوتا ہے؟

پس اگر صرف جرائم خیالات وضع نظریات کے اسباب پر غور کریں تو بھی دنیا کا مسئلہ کافی سادہ ہو جاتا ہے۔ ان پر غور کرنے کے لیے مناسب ہو گا کہ زندگی میں کبھی کہنا زندگی کے ان طوفانی لہروں کا مطالعہ کیجیے جو انسانی جوہروں کو بات کی بات میں بکھر رہے ہیں۔ جو شخص انسانی روح کی ان جہازوں کو بھگت رہا ہو یا بھگت چکا ہو، اس کی بجائے میں کیا قیمت ہو سکتی ہے آپ کی نصیحتوں کی۔ میں آپ کو سیکڑوں مسیح، اوقات سنا سکتا ہوں جن سے شہوت اور غریب کا قربی تعلق معلوم ہو سکتا ہے۔

غریب کا مسئلہ تو شاید مولاناؤں کے ذہن میں بھی نہیں آتا۔ کہ نکرذات کا جو ہر ان میں موجود ہے۔ لیکن آپ ان لوگوں کو کیسے سمجھا سکتے ہیں جنک ذہن میں ہندوستان کی وہ کردار آزادی میں سے ۳۹ کروڑ کی برباد زندگی ہو اور دھمکوں کر رہے ہوں کہ قناعت کا جو ہر دنیا میں کبھی اتنا نہیں پایا جاسکتا ہے کہ وہ ساری مخلوق کو خاموش کر دے۔ اور یہ کہ دنیا میں اگر ذرا سی قناعت اور بڑھ گئی بجائے امن اور اخلاق کے اور بد امنی اور بد اخلاقی پیدا ہو جائے گی تو کتنا عرصے جتنی زمین خالی ہوگی اس پر فوراً ملالکان اور زمیندار اور سامراجی طبقہ کیلنگے۔ میں اور تقصیر سے لگتا لیکن مجھے یقین نہیں کہ ان باتوں سے کوئی لمحہ پی ہوگی، اس لیے خط ختم کرتا ہوں۔

مراسلہ نگار صاحب شکر ہے کہ مستحق ہیں کہ مکتوب الیہ کے لیے اظہار خیال کا ایک اچھا اور مناسب موقع ہم چوسچا دیا۔ سو شمارم سے منطقی اسکا مطالعہ وسیع یقیناً نہیں، لیکن جتنا بھی کچھ ہے، شاید ناکافی رہے بغرض نہ کہا جاسکے۔ کارل مارکس اور لینن کے خیالات، خود انہیں کی زبان سے جہاں تک انگریزی میں منتقل ہوئے ہیں ان سے لے گئے ہیں۔ بزرگ شاعر غیر انگریز سوشلسٹوں سے تو اور کچھ زیادہ ہی واقفیت ہے۔ وہی تجربہ کی حکایت بعض صاحبان تجربہ ہی کی زبان سے سننے میں آجکی ہے۔ مصنفیات، شواہد، زیادت سے منطقی مطالعہ تو ایک مذہب تک وسیع بھی کیا جاسکتا ہے۔

سوشلسٹ طبقہ کی قربانیاں پہلے زیر بحث تھیں، اب میں گفتگو محنت و شمارم کی قیادت کی مدد انت کے باب میں ہے۔ اور قربانیاں جن دہشت کی دلیل کسی سنی میں نہیں بن سکتیں۔ اہل باطل نے باطل کی حمایت و نفرت میں ظاہر ہیں نظروں میں۔ ہمیشہ اس میں ہی کی طرح جوش و فغاں، محبت، غیرت، کھلائی ہے۔ بت پرستوں کا جوش و خروش بت پرستی کی حمایت میں اس سے کچھ کم ہوتا ہے۔ مگر اہل توحید کا توحید کے حق میں ہوتا ہے؟ ابو لوفورد (ذاتی حضرت عمر فاروق)

۱۔ عمر کا رُوحِ غراں دوسرے حجازِ دین و نجد و سرحدِ عراق و ایران و شام و
 فلسطین سے متعلق ذائقہ کی دستورِ جہنمِ مستشرق کے الفاظ میں
 The Caliph lived as he pleased

مسلمانوں کی فلم نوازی

محسن مہیا صاحب صاحب نے ایک عذارت آمیز تحریر فرماتے ہیں کہ:-
 "آپ کا ایڈیٹوریل ہندی ہندوستانی ٹی وی پر چلا۔ سماج واپ نے ہندو
 تیشٹوں پر انکی ذمہ داری عائد کی ہے اگر آپ کے ساتھ ان فلموں کی کاپیاں
 نہ پہنچیں گے تو آج کل بہت بڑی محاسبات ہندی کی ترویج کا باعث بن رہی
 ہیں۔ خصوصاً کانپور کے مسلمان مزدور۔ جبکہ اس سے بہت زیادہ اثر ہے۔ بابے
 کیونکہ کانپور کے مل مزدور کم از کم مفت میں دیا رہا ہے۔ (اداکار) ضرور ایک سو
 دیکھتے ہیں۔ اگر ایک فرض کی طرح اسکو دیکھتے ہیں۔ اسی طرح دوسری فلم
 پکاک کا بھی ایک سوپ کے متعلق ہیں۔ یہ ہے کہ پکاک کے بارے میں ۹ بجے بیکار
 کا وقت تقریباً ۱۰۰ لوگ نہ ہاتھ دھو کر بالنا برٹھ آئے ہوں گے۔ انکی
 ہاؤس کی طرف چل دیے۔ راستہ میں ۱۰۰ گھروں کی گشت اور دھڑوں نے اٹھا
 کرنے کے لیے۔ ۱۰۰ لوگ ٹھکانے کی طرف چل دیے۔ اب انکی بکثت نہیں
 رہا کہ گلیاں میں مندر و مالکان کپڑوں کے کاٹشی کے عزت زمر کھاتے ہیں۔ یا رات
 کی بات یہ مسلمانوں کو بدتمیز بنا رہا ہے۔ یا آٹن گل کے ہندوستان میں ہر
 جگہ دلکش اور دو اعانہ کے سچے تخیل اور محبت سے ہندی الفاظ کو ٹھونس رہا
 ہے یا کسی تماشہ میں صاف صاف ہندو دھرم کی تبلیغ اور کیشن جی ہمارا
 کو دنیا کا پیدا کرنے والا ثابت کیا گیا ہے۔ وہ لوگ ہر محبت سے سب سے
 ہٹک کے دام نکالیں گے اور ہندی پر چاروں دل کھوں پر حصہ لینے لگیں گے
 کانپور کی سٹی مسلم لیگ کا یہ فرض نہیں کہ اس غلط راستہ پر سلمان پکاک
 کو پہلے نہ دے۔ مسلمان مل مزدور ٹوٹا ان پڑھ۔ بات سے آئے ہوئے سب سے
 سادھے مسلمان ہوتے ہیں تعلیم کی کمی کی وجہ سے وہ لوگ بھی باہر آتے ہی
 اسی ڈھنگ پر لگ جاتے ہیں جس طرح انکے کانپور کے آنے سے قبل آئے ہوں
 مسلمان مل مزدور بھائی کر رہے ہیں۔

اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ شمس مسلم لیگ اس میدان کی
 طرف توجہ مبذول کرے

(۱) مسلمانوں کی اصلاح رسوم

(۲) مسلمان مل مزدوروں میں فضول اخراجات کی بندش

(۳) مسلمان مسلمان میں خرید و فروخت

یہ سب امور ہیں کہ شمس مسلم لیگ اسکی طرف توجہ کرے تو اسکی بنا پلوگ
 اس کی طرف مبادرہ غیب ہونگے اور وہ کابھی کچھ مبادرہ بنائیں گے۔ مثلاً ایسی
 فلمیں تو کم از کم مسلمان نہ دیکھیں گے کہ جس میں ہندو کے اپنی اپنی اور ہندی
 کی تبلیغ ہو۔

ہم نامہ نگار مذکور کے مندرجہ بالا خیالات کی ضرورت ثابت کرنے ہرے ہرے
 انیسویں کے ساتھ اسکا اقرار کرنے پر آمادہ ہیں کہ مسلمانوں کا یہ شوق ناش اور
 یہ فلم نوازی صرف کانپور تک محدود نہیں ہے بلکہ سب کے ہر شہر اور ملک کے
 ہر صوبہ میں جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے وہ اس قسم کے تفریح اور تماشوں
 پر اپنی گھاڑی لگاتی ہے پیدا کیا ہو اور یہ نہایت ہی سہی کے ساتھ مبادرہ
 ہیں اور اس پر انکی نظر مطلق نہیں جاتی کہ جو چیز وہ اس کام میں اس جگہ

الو العزیز کے ساتھ اٹھا رہے ہیں۔ وہ اصل برادران وطن انکی قوم کی عبادت
 کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے میں کام میں لا رہے ہیں۔ انکی زبان انکی قوم پر
 انکی سائنس ان سب کی سنجیدہ اور فطری جارہی ہے اور محبوبانے فصول اور
 من گھڑت ہندوستانوں کو تاریخی ڈاک دے کر مسلمانوں پر ہندو مذہب اور
 ہندو کیرکٹ کی غلط اور جھوٹ قائم کی جا رہی ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ مسلمان
 مسلم لیگ اس کام کی طرف اپنی توجہ مبذول کرے اور اپنی کل مانت لیگ
 کو انکی ہدایت کہے کہ وہ مسلمانوں کے اس شوق تماشہ کے خطرات سمجھا کر انھیں
 اس سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ (حق)

اخبار صدق لکھنؤ کا مستقبل

یہ اخبار ہندوستان کے مشہور ادیب اور اسلامی مفکر مولانا عبدالحمید صاحب
 دریا باہر کے زیر ادارت شائع ہوتا ہے۔ یہ اخبار صرف نام کا اجابہ دیتا
 عقیدت میں اسلئے اسلامی مسلمان اور علمی مقالات اور علم کیلئے ایک مسلم
 بین و افلاق کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسکا نصاب اعلیٰ یہ ہے کہ مغربی
 تہذیب و تمدن کے استبداد اور مغرب کی مرغوبیت سے لوگوں کو محفوظ رکھنا
 اور صحیح اسلامی اسپرٹ پیدا کرنا۔ اگر وہ مسلمانان ہند میں چلے وڑا یہ
 بقتہ دار پرچہ خریداروں کی کمی اور مسلمانوں کی ناقدری کی وجہ سے گروہ
 ہاکت میں آ گیا ہے۔ مسلمانوں کیلئے یہ چیز انتہا درجہ کی شرمناک ہوگی
 اگر وہ اس اخبار کو بند نہ لے ونگے۔ مسلمانان، نگون و ہرا جو سکڑوں ہونڈ
 رہیں اور لائری کی نذر کر دیتے ہیں اگر وہ چار سو روپیہ کی امداد کر کے
 خریدار بنادیں تو کیا مشکل ہے؟ سیری مسلمانان براسے ہر روز دست
 ہے کہ جو لوگ انھوں کا مطالعہ کرتے ہیں وہ لعلہ چندہ بھیج کر صدق
 ضرور جاری کریں۔ (رسالہ التجدد - رنگون)

خریدار اس صدق کی خدمت میں

جن حضرات کی مباد خریداری ختم ہو رہی ہے انکی خدمت
 میں عرض ہے کہ آئندہ پرچہ کی خریداری کے لیے سال آئندہ کا
 مہینہ بذریعہ سنی آرڈر علیحدہ علیحدہ کر کے دفتر کو منسلک گزرتی
 کا موقع دیں۔ ورنہ ادائیگی ستمبر میں ان حضرات کی خدمت میں
 پرچہ بذریعہ دی۔ بی ارسال ہوگا۔

اس لیے التماس ہے کہ اگر کوئی صاحب مباد خواستہ صدق کی آئندہ
 خریداری جاری نہ رکھ سکے وہ بہانہ مہربانی دفتر کو نقصان سے بچانے کے
 لیے ایک کارڈ لکھ دیں۔ تاکہ دفتر کو انکی ذات سے نقصان نہ پہنچے۔

شیخ شوکت حسین پرنٹرز حسن پرنٹنگ پریس میں طبع کواکے دفتر اخبار
 صدق گولڈ گنج لکھنؤ شائع کیا

اللہ تعالیٰ بالصبر و الصبریہ اذکف عنہم العناء

پندرہ روزہ آٹھ ماہی امور

کے بارے میں مداخلت اس پر ہونا
مہتمم اخبار میں بتی لکھو



پندرہ سالانہ

شمارہ

پندرہ سالانہ

نمبر

قیمت فی پرچہ

میز ۲۸ | دو شنبہ ۶ | شبان المعظم ۳۵۹ | مطابق ۹ | ستمبر ۱۹۶۱ء | جلد ۶

سچی باتیں

(مشہور منظر برطانیہ برٹو شا کے خیالات کا چرچا)
"زنی کا جدید منہم بھنا ہو تو آپ کی تیرہ چیزیں سے زیادہ حقیقت
نظر آ رہی ہے اسے آٹھالیجے۔ پن (نراقی آمد میں) آپس سے (دیار
جیوٹی چیز اور کیا ہوگی؟ ایک زمانہ تھا کہ پن سا خود ہی ایک ایک پن
اپنے اہلقت بناتا۔ خود ہی مال ساز (لا) خود ہی بنانا۔ خود ہی مینا
صفت کی ہر منزل سے وہ خود اپنے ہوتا، علم اور عمل دونوں اس کے
کابل جوتے تھے۔ اسی لیے وہ تھا کہ پنوں کو وہ کوڑی بولیں سکتا تھا
یہ لاگت آتی تھی اور اگت دوہوں کرتا۔ ہوسے ہوتے اٹھارہ
صدی کا زمانہ آیا اور اس صدی کے آخر میں ایڈیم اسٹون نے فرنگی
ساتھ کیا کہ اب ایک پن کے بنانے میں ایک پنیں اٹھارہ سو گئے
ہیں، کام تقسیم ہو گیا، کام کا ایک ایک کڑا ایک ایک آدمی کے ہاتھ میں
آتا۔ اور کسی ایک شخص کے لیے ساری صنعت، ہتھرس رکھنا ایک آدمی
ہی ممکن نہ رہا کہ ذاتیت میں فرد سے آخر تک ہو۔ اس کا
ساتھ مطلب یہ تھا کہ اب ہر شخص کا علم سچا ہے ایک کے لیے وہ گیا اس
کم علی کا نام ترقی قرار پایا، اس لیے کہ اب پنیں ہر وہ بڑی کثرت سے
بننے لگیں، کوئی ہزار، دہائی اور نہایت سستی ہو کر ٹھوکر کا نام ہو گئیں۔

ایک کو مہاراجا دی جانے لگی، کہ ایک خوشحال ہو گیا۔ اور خوشحال کی
دلیل یہ کہ ٹھوکر پنوں کی ڈھیریں لگ گئیں۔ انسان انسان سے شین
بن گیا تھا۔ سراسر یہ ہمارے ذمہ مزدور کو رزق جو سچا نام اسی حیثیت سے

مزدوری ہو گیا، جسے انجن کو چالو رکھنے کے لیے تیل اور کوئلہ کی غذا
مزدوری ہوتی ہے۔ شاہرگروہ اسٹون کی نظر میں اس قسم کی اس نے اپنی قیمت
کھا "انسانیت کو زوال اور دولت کو خود کو بولنے لگا۔ زانہ اور
زنی کو ناگیا، بیان تک کر وہ وقت آگیا کہ وہ (نراقی آمد میں) شریک
نشان میں نہیں۔ اب انسان کی جگہ شینیں ہیں، اور پنیں ہیں کہ سیکڑوں
ہزاروں کی تعداد میں ہیں، کہ وہ اس کی تعداد میں ملتی ہیں، اب اس
تک کہ خوشحال کھانی کا لہذا پن کا چکانا اور ٹپکے نام میں مشین کے
ذمہ ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان چند افراد کو چھوڑ کر جو سفین کا نقشہ تیار کیے
آج کوئی بھی یہ نہیں جانتا کہ پن بننے کو کس سے آگیا پن کے کارخانہ میں
کام کرنے والے ہر کارگر اور مصانع کی کارگری پچانے متاع کے تھا اب اس
روسوں حصہ کے برابر ہیں باقی نہیں رہی۔ ہاں اسے اپنی سستی
تو اتنی ہو گئیں، کہ آج ایک پن کی قیمت کے ذخائر کے لیے زبان نیکی
ورنی سے ادنیٰ سکہ کا نام ہی نہیں۔

یہی حال پنوں کا ہے۔ ایک زانہ تھا کہ بھڑکی کی اڈن کے تراشے
سے لیکر کپڑوں کی آخری نیاری تک سارے کام دیات کے لوگ حضور
گھر گشت حور میں اپنے اہل سے انجام دیتی تھیں۔ آج ان میں سے ایک
ایک چیز میان تک کہ آج ترقی، شین کی طرح منتقل ہو گئی ہے۔ اب کسی
عورت سے کہے کہ ظلاں بھڑکی سے آگے کچھ نہیں پڑنا کہ اسے تو وہ حیرت
سے منہ بہ کھیل، کہ اس فراہم کا ایک مطلب یہ ہے، اور بھڑکی کو باسے
خلق کیا ہے؟ آج تو ہر عورت بنا بنا یا کپڑا سیدھی دوکان سے خرید کر لاتی
ہے، اور پارچہ سازی سے خلق خریدار اور پارچہ فروش کو، کان دار دونوں
کے مملکت میں محض ہوتے ہیں اسلوات اگر حاصل کرنا ہوں تو لائبریری
ہیں جا کر ظلاں انسانیکو پٹ پٹ پڑھے اور انسانیکو پٹیکو مملکت کے مملکت

ہی ہوتے ہیں۔ اور جن عقائد کی سمجھ میں تو میری پہلی کھلی ہوئی حقیقت نہ آئے
نہ کہ عقل و فہم نہ سمجھ سکتے تھے۔ تاہم کچھ ایسے بڑی محنت کی بات

۱۔ ارتداد کا ایک دلیل۔ طلبہ کرام جواب دینا! عموماً کسی

آریہ سماجی یا کسی باوری کے مناظرانہ رشتہ دار یا پوسٹر کا نہیں بلکہ ان کے
شاگرد و شاگرد بنیاد پرستی کا ہے! حق شاگردی معنوں کی پیشانی منہ میں ادا
کر دیا گیا ہے۔۔۔ انہیں معنوں میں دس دلیلیں قرآن کے کلام الہی ہوتے

سے نکال کر اپنے ارتداد پر قائم کر۔۔۔ (ایک دلیل حسب ذیل ہے۔۔۔

"سورہ فاتحہ میں اللہ کے لیکر اللہ یہ اللہ بن کر دعا کا

ارتداد ایسا ہے کہ گویا مخاطب سامنے نہیں اور پھر غصہ پاک

نفس سے آغاز مخاطب بدل جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا

کو حاضر مان کر خطاب کیا جا رہا ہے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ دعا

دعا کے علاوہ بلکہ وہ مختلف معنوں پر رسول اللہ کی زبان سے نکل

تھی۔ اگر وہ دعا ہے تو یہ اسے لوح محفوظ میں محفوظ ہونی چاہیے اور اس کا ارتداد

مخاطب یہ نہ ہو۔۔۔

علامہ دلیل یہ ہے کہ چونکہ قرآن نسبت سات استقامت ہوئی ہے لیکن

میں یہ قاصد ہے مسئلہ مخاطب اس وقت انتقال کر گیا ہے اس کے متعلق ذیل

پر آمد ہے۔۔۔

(۱) ایک یہ کہ یہ دونوں کتب در مختلف مرقوں پر رسول اللہ کی زبان

سے نکلے۔ گو اگر رسول تو دو مختلف باتوں کو لاسکتے ہیں لیکن خدا اس پر قادر ہے

(۲) دوسرے یہ کہ دنیا کے قرآن میں دو مختلف باتیں کیا کر کے لکھی

جا سکتی ہیں لیکن انقیض الی کا نقش اول لوح محفوظ میں اس طرح

لکھا جاتا کہ جس میں نہیں!

فرمائیے "اتنے ذرا دست عقل" اعتراض کا دنیا کے کسی منطقی فلسفی

"مقولی" سے جواب بن پڑ سکتا ہے؟ علماء اور طلبہ سب کی زبانیں اور

سب کے دماغ اگر ایسے سوانح پر جواب نہ دے سکیں تو اور کیا کریں!

ایک بڑا علمی اعزاز "عبد رباب" ۲۲ مہر۔ جامعہ عثمانیہ

کے ممتاز فرزند اور ریاضیات کے مشہور پروفیسر ڈاکٹر رضی الدین

مدنی کو اس سال "کو انٹیلی ایم تصویر" کے سلسلہ میں پیش

میں بین الاقوامی نوبل پرائز سوڈن سے دیا جانے والا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر رضی الدین مدنی دنیا میں پہلے مسلمان ہیں جنہوں

نے دنیا کے طبیعیات میں غیر معمولی تحقیق کر کے یہ بین الاقوامی اعزاز

حاصل کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب رخصت لہنگہ و نیو رسی میں

پہلے ہندوستانی طالب علم تھے جنہوں نے اپنے اختراع سے زمانہ

طالب علمی ہی میں اساتذہ کو حیران کر دیا تھا۔ (دکن نوڈ)

"ڈاکٹر رضی الدین جسٹس ہندوستانی اور ساری دنیا میں

پہلے مسلمان اور پہلے حیدر آبادی ہیں جنہوں نے یہ انعام حاصل

کیا ہے۔ آپ کے چنے سرکار پیش ہوں، ڈاکٹر یگوارا سرکار میں

پر مل چکے ہیں اور اس طرح آپ چنے ہندوستانی ہیں جن کو یہ فخر

کا اعزاز بھی دوسری کتب میں ہونی چاہیے۔ اس طرح ایک طرف
"فلسفہ تعلیم" "فلسفہ عامہ" "دوست نسیم" کے عجز و ذہن سے کرتے
ہوئے اور دوسری طرف عقائد ہر فرد کو جاہل کے جاہل و نادان سے
"نادانیت" بناتے ہوئے باطنیات کی افراط اور کثرت اور حد انت
آلودگی کی طرف سے یہ بے انتہائی دخلت ایک جابجہ یہ نظام برپا کرنا

کام کی رفتار اگر ذی زہد و تفسیر قرآن کے ثواب کا کام

اسی دینی دنیا سے ہوتا ہے اور ان سطحوں کی تحریر کے وقت تک

سجدہ ۱۲ بار سے ثواب پہنچے ہیں

پچھلے مہینہ سب ذیل رقم بہ تراغاثت قبول ہوئی۔

۲۳ اگست سنہ ۱۴۰۱ھ ایک طاقتور (ازبک پال) سے

فلسفہ اور شرک سائنس سمیت میں حال میں ایک نامور ممتاز

شخصیت ڈاکٹر گو راڈی ڈی ڈی سی (ڈاکٹر) ال ال ڈی (ڈی) کی

دغیرہ کی ہوئی ہے۔ اپنی کتاب "امکان" میں ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"انبیاء اللہ اس جہد حیات خدا کے وجود ذات اور مطلق

حکمت کی ہے۔ اس کے بعد خدا اور کائنات (خاطر و غور)

کے درمیان التماس کا امکان نہ تھا۔ اس تعلیم نے خدا کا مرتبہ

بالکل بدل کر رکھا۔

انبیاء کو بت پرستی سے نفرت ہے اس کی بنیاد بھی ہیں

سے واضح ہوئی جاتی ہے۔ بت پرستی کی لغویت اور اس کی

معارضت سے تعلیم انبیاء و پیغمبر پڑی ہے۔ فلسفہ کی ثبوتیت

پرستی سے صلح و آشتی ہوئی ہے۔ خدا کی مملکت ہر چیز میں ہے

میں یہ فلسفہ کا منہ ہے۔ اس لیے خداؤں کی بہت انسانے

گئے ہیں مطلقاً اور خالقانی ہوں، فلسفہ ان کی یہ دلیل کر لیتا

ہے کہ یہ سب خدا ہی ہیں اور خدا ہر میں اور تمام کو تو

خدا کی معرفت انہیں مقام ہر کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے۔

بت پرستی کے ساتھ فلسفہ کی ادارت کا یہ مطلق نہ صرف

تدریس زمانہ میں رہا ہے بلکہ آج بھی ہنوں کے ہاں شرک کے

ساتھ یہ ہمدردی بالکل نمایاں ہے۔ لکھنؤ کی "تبیلیت

ان کا ڈ" مکتبہ

صفت نے بات پتہ کی گئی، فلسفہ کو حوام بلکہ خواہم تک علوم میں بت

اور پھر دینے ہیں اور اس کی حکمت کے پوری طرح قائل ہیں۔ حالانکہ

فلسفہ حقیقت رس اور حقیقت شناسی کا دشمن ہے اور اس کے اندر

بجز الفاظ اور اصطلاحات کے کوئی دھڑلے کے اور کچھ بھی نہیں۔

کوئی پوچھے اگر فلسفہ کیا؟

کہ دراجر کہ نقطہ ہے

گھٹا نے لالہ دار سے خبرنے ہوں گل کا غزرب لکھتے! (اقبال)

یہ وجہ ہے کہ یونان، مصر، ہند کے فلسفی عموماً شرک یا شرک پسند ہونگے

اور آزاد حاصل ہوا ہے۔ (دہرہ رکن)

یہ پہلی بار ہے جو ہمارے ایک بھائی کے گراں ہمارے اڑے ملحق ہوا ہے۔
 سے بلند ہوئی، خدا کا شکر ہے کہ کوئی آزاد تو اس قسم کی آئی اور نہ اس کا بڑا
 معلوم ہوا کہ گواہوں کے سنیہ ملی مشائیل ہمارے لیے سرے
 سے ہیں ہی نہیں، اور ہماری قسمتیں یہ ہیں کہ ہمیں ہر وقت و ہر حال میں
 کے فیض کا اناج رنگ کا ان پرستی تھا، اتحاد و ہمدردی کا سبب تھا جو ہمدرد
 اور چاہے!

شاہِ اندامِ انسان کا حلق

کم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ شاہانِ انسانیت
 اپنی قسمتِ تقدیر کے وقت مجلسِ شوریٰ کے روبرو ایک حلق بھی اٹھاتے
 ہیں۔ یہ حلق نامہِ شہادت، شہادۂ شہداء کا مرتب کیا ہوا ہے۔ اس کی
 عبادت، ہمیں انقلاب سے لکھ رہی ہے۔
 ”ہم قرآن مجید پر ایمان رکھ کر خدا کے عظیم کے سامنے حاکم
 ہیں کہ اپنے تمام اعمال و افعال میں خداوندِ جل شانہ کا حاکم
 و آخر جاننے والے دینِ بین اسلام، استقلالِ انسانیت،
 و حقوقِ ملت کی حفاظت کریں گے، اور شرعِ تین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم)
 کی سادت و ترقی و ترقی پائی میں کوشاں رہیں گے۔ ہم دوبارہ
 کرامِ رضا، اللہ تعالیٰ ہم کی مدد سے روحانیت سے اپنے لیے
 برکت و در کے معنی ہیں۔“

اللہ تعالیٰ! یہ مسلمان بھی کیسی سخت جان قوم ہے۔ اس میں سب سے پہلی
 بھی قرآن کریم کی برکت، اللہ کے عظیم کے اسم پاک کا یہ احترام تو بین
 جین اسلام پہنچنے کا یہ تمام اور شرعِ تین محمدی پر قائم رہنے کا
 غرض!

حکومت کے بنیادی اصول

اللہ تعالیٰ! شاہِ اندامِ انسانیت، اپنے
 اور اپنے جائزوں کے لیے جو بنیادی دستور اعلیٰ تیار فرمائے تھے، اس کی بنی
 دنیا میں سے پہلی و درخشاں سب ذیل ہیں:-

”(۱) موجودہ حکومت دینِ حق سے اسلام اور مذہبِ ہندو

حق کے مطابق سارا کاروبار چلائیگی۔ اس غرض سے پیش نظر

کہ شریعتِ غزالی محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) حکومت کے نام اور

میں قائم رہے، وزارتِ عدلیہ اور میں خود لے مل کا یہ

فرض ہو گا کہ شعبہٴ حساب کو حکومت کا لازمی جزو سمجھیں

اور اس شعبہ کو منظرِ صورت میں جاری کریں۔ دینِ اسی کے مطابق

کے مطابق انسانیت کے نامِ باشندے بلا امتیاز و تمیز

و نسل بھائی بھائی سمجھے جائیں گے اور سب کو سادتی حقوق

حاصل ہوں گے۔ دین و شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے مطابق انسانیت میں ہر وہ قائم رہیگا۔

(۲) حکومت کے لازم خواہ کسی درجہ کے ہوں اور رتبہ

عدلیہ میں قرآن عظیم انسان پر ایمان رکھ کر حلق اٹھائیں گے

کہ رعایا سے کبھی رنج و یارہ نہ لیجئے، پاک نفسی اور پاک دامن
 کے ساتھ خلقِ اللہ کی خدمت سجا لیجئے۔ آج کے دن سے اپنی
 حکومت کے ساتھ مالی باطنی خیانت کے مرکب نہ ہونگے۔ اللہ
 کے ساتھ اپنے فرائض ادا کریں گے۔

شراب نوشی کی سزا شریعت محمدی کے مطابق دی جائیگی۔ شراب

کو علاوہ باغیہ فروخت کرنا سارے افغانستان میں منع ہے۔

کسی باشندے کو شراب بنانے کی اجازت نہیں۔ اگر کسی گھر میں

شراب بنائی یا کسی دوکان میں بھی جائیگی تو حکومت کو علم ہوتے

تو شراب ضبط ہو جائیگی۔ اور مجرموں کو شرعی سزا دی جائیگی۔

اگر کسی لازم حکومت کے شعلی غنیمت ہو گیا کہ وہ شراب پینا ہے

تو شرعی سزا کے علاوہ اسے لازمت سے برطرف کر دیا جائیگا۔

یہ دینی رعایا اس حکم کے مستثنیٰ ہے۔ (انقلاب - لاہور)

عدلیہ و عدالتِ راشدہ کو چھوڑ دے، ناہین و جمع ناہین کا زمانہ بھی جانتے

دیکھیں، اس میں بھی دین و دانت، امانت و تقویٰ، سب ملے

و عصمت کا یہ تمام آپ کو کس مذہب، ملک کی سول سروس کے تمام ناموں

میں ملے گا؟ امریکہ و برطانیہ، فرانس و جاپان، جرمنی و اٹلی، سارے مذہب،

لوگوں کے متواہد و قوانین کو پڑھ ڈالے، ”پاک ڈیوٹی“ کا سیارہ ان ملکوں

میں بھی بیشک بہت اعلیٰ ہے، لیکن شخصی پاکیزگی اور انفرادی اصلاح حال

کے بغیر اگر بالکل حیدر ہے، روح نہیں تو اور کیا ہے؟

ترکِ اعظم کے کارنامے

(۱) ترک نے، اسلامی قانونِ ترکی قلمرو کے تعلیم منوع کر کے

جرمنی کا شہرِ قادیان، اٹلی کا فوجدارِ قادیان، اور سوئٹزرلینڈ

کا دیوانی قانون جاری کر دیا۔

(۲) اٹلی میں عورتوں اور مردوں کو سادی قرار دیا۔

(۳) قد و ازدواج کو قانوناً ممنوع ٹھہرایا۔

(۴) مصوری بہت تر اٹھی اور موسیقی کے سالن میں وہ ”نہی

یا“ غلطی نقطہ نظر کے ”نہی“ تھے، اور ترکوں کے داغوں

سے اس مذہبی خیال کو محو کرنے کیلئے انھوں نے خواہ اپنے

ساتھیوں کے ثبوت بنوا کر انقواء، سرنا اور منظمیت میں شاہد ہوا

پہنچ کر آئے۔

(۵) مصوری کے اسکول اور کالج قائم کیے، اور مذہبِ اقوام کے

مختلف طرز کے نقش رائج کیے۔

(۶) ”ترقی“ سنوں کے سلسلہ میں انھوں نے پردہ کا کلی استیصال

کیا، اور رنگی عورتوں کو آزادی کے ٹھیک اس مقام پر لا کر کھڑا

کر دیا جس پر انکی غریبی ہمیں اس وقت کھڑی ہیں۔

یہ سب سب ان کے پیشوا، علم کے وہ چند زبردست کارنامے، جو رسالہ ”نہی“

لاہور نے اپنے جون نمبر (۱۹۲۲ء) میں اس کے کسی محفل یا نکتہ میں کی ہیں

ایک مداح سوانح نویس کی تازہ کتاب سے اندوہا تھا اس کر کے پیش کیے ہیں

”غریب“ محمود حسن“ مسلمانوں کو سچے رہنے دیجیے، کہ جو شخص

قانون اسلام سے بنادیت میں اتنا دیر نہ لگے کہ اسے مسلمان بھی کہہ سکتے
 کہ اگر دست ہو گا، تہجد کے گھر کے لیے یہ کچھ کہہ، کہ ایک شرفی نے فریفتہ
 اپنے کو ہوں تھا کہ کے دکھا دیا اور جب ترقی "و" آزاد ہی "نہم ٹھہرا اس عقیدہ
 اور فطانت کا، تو سب تہجد کی راست کا حق اس سے بڑھ کر اور کس
 بزرگ کو حاصل ہو سکتا ہے!

نشر گاہ حیدر آباد سے

حیدر آباد میں جمع اپنے اور مختلف سرکاری
 ہم سرکاری غیر سرکاری اور اداروں کے واسطے سے اردو زبان و ادب
 کی خدمت میں لگا ہوا ہے، اسی طرح اپنے نمبر کے ذریعہ سے یہ تقریبی
 و تافذ اس میں بھی آتی رہتی ہیں۔ ابھی بہ اعتبار غرض مضمون ہیں اور
 بہ لحاظ طرز زبان ہیں۔ اور اس سے قبل سازگاری کے پرکاروں کا کفارہ کسی
 نہسی رہا ہے۔ لیکن ابھی ایک چیز کی طرف توجہ دلاؤ کہ جو ہمیں
 ہوئی ہے۔ وہاں ریڈیو اسٹیشن سے اگر کہہ رہے ہوں گے اس کا سب سے بڑا بیڈیو اسٹیشن
 ہے! ہندی کے ساتھ ہر ہندو کی مجلس میں قرآن مجید کا ایک کتبہ صاحب
 فن قادی کی دیکھ کر اذانیں، مع سنیں، شگفتہ ترجمہ کے آثار تھامے اور ہندو
 مسلمان بہت شوق و عقیدہ سے سنتے رہتے ہیں۔ اسے مسلمان بھی جو اور کوئی
 پروگرام نہیں سنتے، اس کے سننے کے شائق رہا کرتے ہیں۔ اور دہلی کے علاوہ
 دوسرے اسٹیشنوں سے بھی کبھی کبھی کلام مجید کی تلاوت ہوتی رہتی ہے جب
 و انتظام انگریزی میں نشر گاہ میں آسانی کر سکتی ہیں تو نشر گاہ حیدر آباد تو مسلمانوں
 کا حق بر حال کہیں زیادہ ہے۔ وہ اگر ذرا دیر تو یہ کرے تو اس کے لیے تو یہ
 انتظام کچھ بھی دشوار نہیں اور بلند حیدر آباد میں عدا کے فضل سے خوش کام
 اور صاحب فن قادیوں کا کچھ خط ہے۔ نشر گاہ کے نقصان کا اس میں کوئی
 پہلو ہی نہیں اور مقبولیت کی توقع اس سے بہت کچھ ہے۔ دوسری چیز اسی
 سلسلہ میں ہے کہ حیدر آباد میں ماشا اللہ اچھے مذہبی مقررین کی کمی نہیں
 مولانا سافر حسن گیلانی، مولانا بادشاہ حسینی وغیرہم۔ ان حضرات سے نہ ہی تقریباً
 کے دفعہ ہر روز آدھریوں میں وہ فوٹو مذہبی عنوانات پر مفید و دلچسپ تقریریں
 کرائی جا سکتی ہیں۔

نسائیت بھائی صدی میں

اسیر واقعات اور دو کامیورلنت سے۔
 بالکل نامعلوم۔ صرف ابتدائی دو جلدیں نکلتے پائیں، اسکی روایت الف مقصود
 میں مضمون "چھوٹیاں" کے تحت ہے:-

چھوٹی کی جمع۔ فقیر اللہ بن حیدر بادشاہ گھٹو کے وقت میں چند
 کنواری عورتیں (شاید چالیس سیدانیاں) عبادت اللہ حضرت امام
 ہمدانی آخرازاں کی حویں کے نام سے ملازم تھیں۔ وہ چھوٹیاں
 کہلاتی تھیں۔ بادشاہ ہر روز صبح کو انہیں سلام کرتے تھے۔ او
 انہیں چھوٹیاں کہتا اور وہ تھاکہ ایک عاذاں چھوٹیاں
 مشہور ہو گیا۔ اب تک چھوٹیاں کا محلہ، چھوٹیاں کا مکان
 چھوٹیاں کا بلنگ: غیر گھٹو میں معروف و مشہور تھا۔ (جلد ۱)

۱۹۹۹ء، مطبوعہ ۱۹۹۹ء

عقیدہ نعل ہوا جیسا کچھ بھی ہو، اسے چھوڑ دینے۔ جہاں اگر سرت اس کے گھر

اور وہ کا یہ ایشاد عورت کے مرتبہ کا قدر دان گنا تھا! —————
 بادشاہ اور ذہن کسی کو سلام کرے! یہ مرتبہ کوئی سمجھتی ہے؟ نصیب ہوا
 تو کس کو؟ کسی مرد کو نہیں، بے بس خوش نصیب عورتوں ہی کو!

گندگی کی پوچھا

محل قوم لوگاتے بے بھادشاہی ہم بھادشاہی زبان
 میں کوئی نرم و خوش لفظ موجود نہیں۔ انگریزی زبان میں ابھی کی فطانت سے
 اس کے لیے اب لفظ *malicious* - *malice* لکھ کر لکھ کر لکھا
 ہے۔ اس کے باب میں ایک سرگرم محقق، اپنے وطن کے یہاں سے لکھتے ہیں:-
 "یہ کوئی نیا چیز ہمارے تمدن کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس کا جو
 ترابیع کے قبل سے ہے۔ اور بعض تمدنیوں کے اس پیش و محبت
 کا ابتدائی ترین درجہ ہے۔ اور انہیں ڈرامے افسانے سب انہیں
 تعلقات کی شان میں لکھے جا چکے ہیں۔ رہو سن کی "کس کس" (کس کس)
 ("malicious", "malice", "malicious")

"اس عادت کے گزراؤں کی تعداد ہمارے ملک میں بہت بڑی ہے۔
 بہت سے شادی شدہ ہیں۔ اور دنیا کو وہہ کے میں ڈالے ہوئے ہیں۔
 لیکن وہ یہ وہ اپنے شوق پر اکر رہتے ہیں۔" (مست)
 "ڈاکٹر بھین" ایک اس عادت کے گزراؤں کا قول نقل کرتے ہیں کہ
 "تمہارا شہر نیویارک تو ہم لوگوں کے لیے جنت ہے۔ لڑکے ہر طرف
 پھیلے ہوئے ہیں، اور ذرا سی قوت سے اٹھ آ جاتے ہیں! اسکا
 غلامت کا نام لگاتے رکھ دینے، گندگی سے لعلت لینے والی، سخی شدہ و ہنیت
 کو چھوڑے، مجاز قرآن مجید کا دیکھیے، کہ حضرت لوط کی زبان سے انکی قوم
 کو مخاطب کر کے دو مرتبہ یہ فقرہ کہلایا:-

انکم لاتون القامشۃ اسفلکم
 ہما من اعدائنا العالمین۔ (زکریا)
 آیت ۸۰۔ حکمت آیت ۱۲۸

غور طلب لفظ اسفلکم ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی نے کیا نہ بد کو کوئی اچھا بلکہ
 صرف اتنا ایشاد ہوا کہ اب تم کسی نے نہیں کیا، تمہارا پیش رو اس باب میں
 کوئی نہیں ہوا ہے۔ اشد بغیر و عظیم سے بڑھ کر کیس پر روشن ہو سکتا تھا کہ
 اس نے اس بارے میں بہت سے پیدا ہونگے، بعد کی معرکہ نہ تہذیبیں اور تمدن
 اپنے ہاں اسکا نہ صرف روح ہی دینگے بلکہ اس پر فخر کینگے اور اسکی مدح و تحسین میں
 ادبی و علمی دلائل قائم کریں گے!

بزم ہمدان صدق

پچھلے سترست میں ہمدان صدق کا شمار ایک چوہنچ و کافکا اسکے بعد
 ایک گناہم و بے نشان کم فرما کے مسئلہ فقہیہ دفتر کو موصول ہوئے۔ ان میں سے
 دو فریادوں کی طرف سے چند تھا، اور باقی عیسے بزم ہمدان صدق کی نسبت
 کی نصحت تھیں! —————
 اشد اللہ! فقہاء نام کا یہ انتظام اور اعلا میں کیا یہ
 مرتبہ کہ میجر ایڈیٹر، فرخ اشک کی مخلوق ہیں سے کسی کو خبر نہ ہو، پھر ان کے
 فرشتوں کے!

برہمائی یہ ملا کر بزم کے ہمدان کا شمار نہ کیا ہو چکا ہے۔

مطلوبہ زبان میں لکھنے والے کا نام: اس کی ضرورت نہ تھی! بھلا تو کون

ایک شلٹ

نمبر (۱۲)

مسلک مذہبی

(از عبداللہ)

جس طرح دین اور شریعت سرشت و ذریعہ ہیں، ایک تو عید، دوسری لا تو عید، اسی طرح حقیقت و تہذیب کی بھی دنیا میں کل دو قسمیں ہو سکتی ہیں، ایک تو عید، دوسری لا تو عید، دین و عدت اور دین تو عید نہرت ایک ہے، جس طرح خاستقیم نہرت ایک ممکن ہے، اور دین اپنی ایک مخصوص تہذیب، مخصوص تمدن، مخصوص قانون رکھتا ہے۔ اس کے مقابل لا تو عیدیت بشمار خارج رکھتی ہے، جس طرح خطوط منحنی بشمار ہو سکتے ہیں۔ نہرت ایک طے کا نام ہے، عدم نہرت یا بیماری کی صورتیں ہزار ہا ہیں۔ لا تو عیدیت اپنے اندر باطل کی جہاں رہتی ہے، اس کے شریک اتحاد، تفریق دین کے نام منہاں پر مثال ہے، اس کی تہذیبیں اور اس کے تمدن بھی کثیر اور متعدد ہیں۔ لیکن ایک چیز سب میں مشترک ملتی یعنی اعتدال کے قانون حکمت سے بننا ہونا۔ سائل حیات پر نظر، ان کے اندر ہمیشہ کسی تا نفس اور محدودی پہلو سے ہوگی۔ ہمہ جہتی نقطہ نظر ان کے تعصب میں ہوتی نہیں۔

یہ لا تو عیدیت یا باطل تہذیبیں چونکہ زندگی کی غلط تعبیریں، سائل کاٹا کی غلط تعبیریں ہوتی ہیں، اس لیے ان کے فتنوں اور رخنوں کے اسکا اسی سچا دائرہ اور قوی رہتے ہیں۔ یہ ایک غلطی کی اصلاح دوسری غلطی سے کرتا چاہتی ہیں، گو یا ایک بیماری کو دُور کرنے کے لیے دوسری بیماری سُلط کھیتی ہیں۔ اس سے غلطیوں، گمراہیوں، بیماریوں کا ایک دور و تسلسل قائم ہو جاتا ہے اور صحت و اصلاح کی منزل جوں کی توں دُور رہتی ہے۔ عیسوی دولت کے مسائل میں بھی بنیادی غلطی یہ ساری باطل تہذیبیں کرتی ہیں اور آج بھی کرتی ہیں۔ افراد کے درمیان دولت کی ناممکن تقسیم ایک شاہدہ اور واقعہ ہے، اس سے تو کسی کو انکار ہی نہیں۔ سوشلزم اور کمیونزم کی لا تو عیدیت تہذیب نے اسکا ملحق سب معمول سطح میں سے کام لے کر، چھوڑ کیا کہ ذاتی ملکیت کو مٹا دیا جائے، اور دولت کو افراد کے اہل حقے محال کر ایشیہ حکومت کی طرف منتقل کر کے، افراد کو اسکا ساری حصہ واریا بنا دے۔ یہ علاج بالکل ایسا ہی "عطیہ" ہے، جیسے کوئی عطائی کسی زمین کو شہر یا دیہات میں بچھتے بچھتے دیکھ کر غایت شفقت و ہمدردی سے تجویز کرے، کہ زمین کو خارجی ذرائع سے خوب نفع دہر سچاؤ، پہنچا دیکھو ٹھنڈا پانی جسم پر ڈالو، اس سے گرمی مٹ جائیگی!

شریعت اسلام نے اس کے برعکس امر میں کے اصل اسباب اور حقیقی ذمیت پر نظر کی اور سب معمول ملکیت، وقت نظر سے کام لیکر نظام معاشرت ہی ایسا رکھ دیا، جس میں ایک جگہ اجتماع، دولت کی ذمیت ہی نہیں الامکان نہ آئے، اور اگر کہیں آجائے، تو اس کے مفاسد تو بہر حال رد نہ ہونے پائے ایک طرٹ تو اس نے ذاتی ملکیت، شخصی جائیداد کا حق پوری طرح تسلیم کر کے

انفرادی جدوجہد کو جاری رہنے کا پورا موقع دیا، دوسری طرف سود و ہمدرد اور بہر حال میں حرام قلمی قرار دے کر نظام سرمایہ داری کی بڑی کٹاوتی پھر تو کہہ دیا کہ دین میں جائیداد کی تقسیم عادلانہ رکھی۔ محرم کسی اور جگہ بھی نہیں رہنے دیا۔ زراعت و زراعت پر آبادیوں کی امداد فرض کر دی، یعنی یہ امداد آبادیوں پر کوئی احسان نہیں، جس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں، جسے وہ قبول کرتے مٹرائیں۔ یا اس کی بنا پر زراعت میں کوئی ہذب (نظم پیدا ہو) اور ان سب کے علاوہ دولت و ثروت کو ایک امانت الہی کا مرتبہ دیا۔ اسراحت، نگاہیں، نفس پرستیوں کو دین و اخلاق میں عدالت میں منتقل جرم قرار دیا۔ اس طرح دولت کی "سلاویہ" تقسیم کی غلط کوشش کے بجائے اسکی عادلانہ تقسیم پر زور دیا، بجائے ایک جھگڑے اور مٹا صحت کی چوڑے اسے خلق کے حق میں ایک نعمت اور رحمت بنا دیا۔

اسلام کی حکمت و تدبیر، مسئلہ دولت و ثروت سے بھی کچھ بڑھ کر، مرد و عورت کے تعلقات، جنسی کے باب میں نظر آتی ہے۔ مرد کی شہوانی قوت کی کمزورت کو اسلام بھولا ہرگز نہیں ہے، اسکی تو اس نے اپنے قانون میں ہر جگہ رعایت رکھی ہے، اور اپنے نظام معاشرہ میں ہر قوم پر اسکی اہمیت تسلیم کی ہے۔ لہذا اب تک تو اکثر انہوں کی طرف سے اس پر الزام چڑھا ہے، کہ اس نے اسکی اہمیت نہرت سے ڈانڈ ملحوظ رکھی ہے۔ اصل حقیقت کے اعتبار سے یہ دونوں الزامات بے بنیاد ہیں۔ اگر اہل نظر کی سرکھی اور کچھ دی سے بچ کر اس نے نہ ایک ایسی نقطہ امتدال کو اپنا مقام بنایا ہے، بلکہ نہرت بظری (تعمیم کا) کائنات کے عین مطابق ہے۔ ایک طرف تو اس کے احکام مردوں، عورتوں کو یہ ایسا کہ اپنی نگاہیں چھپا رکھیں، اجنبیوں پر جنی الامکان نظر نہ پڑے دیں۔ دوسری طرف جنسیت - زمینت اور کشش کے تمام معاملات جیسے ہوئے ہیں۔ باہر نہرت سب جوں، غلاما ہرگز نہ رکھیں۔ عورت اپنے جسم کا بیشتر حصہ چھپائے، قریب کے عزیزوں میں طہر کو مستثنیٰ کر کے، باپ اور بھائی تک کے سامنے بھی وضع و لباس میں احتیاط رکھے۔ ضرورتاً باہر نکلتے تو ازب بیاہر کے پورے لوازم کے ساتھ۔ خوشبو لگا کر فیروں کے دل سے گزرا، شوخ رنگ روئین کا رنگ، پاؤں جو جیسے فوج جاذب نظروں، زیوروں کی جھنگ اور غیر وغیرہ سب ممنوع۔ عقلی تصویریں، نقش و نگار، نقش کتابیں، نقش اجازت نامہ، حکامنا، ہر ایسا کمیل کاٹھ میں جس نقشہ کے احتمالات ہوں، انکس سب غرض کوئی انہماک جس سے نفس میں خواہ مخواہ ہیجان پیدا ہو، اور صعب پرکاری کی جانب آمادہ ہو، خواہ اس عمل کا مطلق لاسہ سے وہ یا نہایت باہر نہرت سے یا شائد سے، جائز نہیں۔

ایک طرف تو یہ بندشیں اور الزامات ہوں، دوسری طرف تو زراعت اور سوئیں یہ رکھی گئیں ہیں، لکھ بکھ میں دشواریاں کچھ بھی نہیں۔ انتخاب نہایت زینت - بھروسہ دوسے چند رنگے رشتہ داروں، سلاخان باپ، عیانی بن، چچا، ماموں، وغیرہ کے ہر فرد کا نکاح بہر عورت کے ساتھ جائز۔ نکاح کے وقت عمارت کچھ بھی نہیں۔ عورت کی طرف سے بھروسہ، مرد کی طرف سے رقم ہر دووں کا حق سب نہایت ہے، نہ ہونا

کہ زانیہ فریق پر بھی نہ پڑنے پڑے۔ انتقاد صاحبہ کا علاج کے لیے صرف ترقی
کی رہنمائی دو گواہوں کے سامنے بالکل کافی۔ اسکی پابندی کہ میٹھوں
کی طرح علاج صرف کرنا (سجدا) ہی میں ہو سکے اور علاج پڑھنے والا پندری
(دولہ) ہی ہو۔ اسکی قید کہ ہندوؤں کی طرح علاج نہ چھانے والے صرف
پنڈت (مولوی) اور پدمت ہی ہوں اور وہ بھی کسی خاندان سے تعلق
تعلق رکھنے والے علاج سال کے ہر حصہ۔ اور دن اور رات کے ہر حصہ میں
ہو سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ فریقین کی جہم پڑیں لانی جائیں اور غلاموں کو ایک
ساتھ ہی نہ علاج ہو سکے۔ جان کب کہہ، نیک گھڑی اگر کل ہی تیرے
سے علاج ہی مل گیا۔ نہ بھگت کے وقت کسی عورتوں سے نہ ہی ادائی یا مناسبت پر
کی عزت۔ نہ فریقین کے لیے کسی عمر کی قید۔ بہتر یہ ضرور ہے کہ فریقین بلوغت
کے ہوں تاکہ اپنا نفع نقصان، اپنی ذمہ داریاں پوری طرح سمجھ سکیں، لیکن جائز
ہر عمر میں ہے۔ پھر اگر مزاجی عزت یا خلعت سمجھتا ہے تو ایک وقت تا
ایک سے زیادہ جو یاں (پارٹیکل) رکھ سکتا ہے بشرطیکہ کسی عورت کی شہین
نہ کرے۔ ان سب کے بعد، تعلق کے قلم کرنے میں مناسب حدود اور قیود
کے ساتھ، دونوں کو آزادی۔ یہ نہیں کہ کچھ بھی کر جائے زندگی بھر ایک دوسرے
کو چھو نہ سکیں (جیسا کہ اب ملک ہندوؤں کے پاس تھا) یا اگر چھو رہیں
تو عزت اس وقت جب عدالتوں میں پہلی طرح رسوائیاں اور نقصان ہو
جیسا کہ سبھی ملکوں میں ہر حصہ دیکھنے میں آتا ہے۔

اب ارشاد: "ان پانچوں" اختیار طوں اور ان سببوں اور
آسانوں کے مجھ کے بعد، قید علاج سے ہر قدم نکال کر نہت۔ اصل کرنا
اور والیوں کے لیے نگہداشت ہی میں باقی رہ جاتی ہے اور اگر کوئی عام
صلحت سببوں کی قدری کہے، عجب بڑا کمزور ہی ہے۔ اس کے اندر جس
کار کی کیا نام کرنا ہی ہے، بے دیا کی، فرد امراض اخلاقی اور دماغی
نہایت جسمانی کو پھیل کر ساری قسمت کے لیے سان بکات ہم ہو سکتا ہے عقل
ہی گہا ہے، تو اسکی مزاج میں بد بوجہ جرم (بہر وقت جو مقلد قیاس سے
نہیں ہوتا، پانچہ یہ گواہوں کے بیان معنی سے ہے۔ یہی دیکھ گئی ہے،
کہ دونوں مجھوں کا ایک زبان کے عذاب کے ساتھ ساتھ کر دیا جائے، اگر یہ نہ ہو
مادہ قوی جسم میں نشوونما پا رہی نہ سکے۔ سبب، نظرت جہل کے لیے جس طرح
ادھ کی اخلاقی، مائشری اور قانونی پر نہیں بالکل کافی، بلکہ دنی میں
اسی طرح غیر مسلم افرات کے لیے سخت شدہ، اشتیاق کے لیے بہت زیادہ
ہیں اپنی جگہ پر مائیت ضروری ہے۔ اس نظام کے سامنے اجزاء پر مبنی
نظر رکھنے کے بعد، خود بھی مدد کے اندر، قیاس ثبوت کی ضرورت،
قید علاج سے! ہر باقی کہاں رہ جاتی ہے، چہ جائیکہ غیر مسلم مسیحوں کی؟
شہوت رانی کی غیر مسلم سوتیں، فطرت حیوانی کے مطابق ثابت نہ ہو سکی
فطرت انسانی کا ذکر ہی کیا!

سختی سورتوں کے لیے سختی، پیریں اور شوش میں حدود و حریم
کے اندر ہی مل جائیگے۔ شد اگر کوئی شخص اپنا غفلت سے کہ بوجھ کا بار اٹھا
ہی نہیں سکتا۔ سائنس ہی ترقی بذاتہ کا تقاضا بھی ہے۔ یہ شخص کو حدیث میں
سورہ و باکیا ہے کہ سلسلہ روز رکے، غلبہ کوشش، تجربہ شاد ہے کہ
سورتوں سے کس شہوت ہو جانا ہے اور صحت کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا

اسی طرح دوسری اشتیاقی صورتوں کے بھی مخصوص علاج ہیں۔ حرام کاری
پر مجبور۔ نہ جاننے کی کوئی صورت ہی نہیں، نہ مرد کے لیے نہ عورت کے لیے۔
اوپر کی باتوں کے لیے تو غصہ کی صورت کا کھانا ہونا ظاہری ہے،
باقی ادنی درجہ دایہ کے لیے ہیں، اسلامی معاشرہ اس سائنسی اہمیت
فرشتے کی کوئی معنی ہی نہیں۔ اسلام نے ہر گز عورت کے سر کھلے ذمہ داریاں
خانہ داری کا انتظام، اور نسل انسانی کی پرورش و تربیت کا بار ڈالا ہے،
میں لیے اس عیشت سے اسے بالکل آزاد رکھا ہے۔ کما کر لانا، اگر گھر والیں
کو کالاز فرخ مرد کا ہے، سنی شوکر کا، اسپکا، بھائی کا، بیٹے کا، یا کسی
دی جانور اور قسرا خدان کا۔ اور جن شاذ صورتوں میں عورت ان ساری فضا
کے محدود درجہ، اسلامی حکومت میں تو خود مابست کی عزت سے اس کی
غیر گھری کر جائیگی اور بہ نسبی سے جہاں اسلامی حکومت نہیں، وہاں بھی
پر نصیب عورت، معاملہ کی پیدائش کی تربیت، نابالغوں کے واسطے سے مسلمانی وغیرہ
کا کوئی ایسا کام ہر وجہات کے لیے اختیار کر سکتی ہے۔ آخر ہندوستان میں جو
مجلس عورتیں ہیں، کیا وہ سب کی سب اپنے جسم ہی کو کرایہ پر دے کر لاپاک اور
گندی آمدنی پیدا کرتی رہتی ہیں؟ اس شہادت کو ذہن دے کر دیکھو، اسے
پیشہ میں پڑنے کی بچہ کن صورت، تو موجودہ غیر اسلامی حکومت میں بھی شاید
ہی کوئی پیش آسکے، اور نظام اسلامی کے یہ تو نفس کوئی گنجائش ہی اسکی نہ رہی
محض خیالی اور نظری مباحث پر اکتفا نہ کیجیے۔ نظروں افق، مشاہدات

پر دیکھیے۔ کیا غمہ خلفائے راشدین میں غفلت عورتیں تھیں ہی نہیں؟ اسلامی
نظام معاشرے نے انکی تعداد اس میں شک نہیں کہ زیادہ سے زیادہ گھٹا دی تھی،
اہم کچھ تو تھیں ہی۔ پھر وہ تو کوئی بھی اس گندہ پیشہ پر مجبور نہ ہوئیں؟ خود
آج کیا سجدہ میں، زمین میں، سمازیں افلاس کا وجود نہیں ہے، یا انہی کتنی تعداد
وہیں بیواؤں کی ہے؟ بیواؤں کی ایجنٹ "ہسٹری آف پرائیویٹ" پر اسکاٹ
بوش، وغیرہ کی تصنیف کی ہوئی متعدد کتابیں موجود ہیں، انکا مطالعہ فرمایا جائے۔
پیشہ کے اسباب، بیماریاں، افلاس و بے روزگاری نہیں، گونا گویا دوسرے
لینگے۔ ہندوستان میں تو یہ پیشہ۔۔۔ مسلمان اظہار کیسے بغیر کرینگے؟
ایک زمانہ میں مقدس رہ چکا ہے۔ بہت سے مندروں میں "دیوداسیوں" کا چھ
بے شک اس عقیدہ کو زندہ کیے ہوئے ہے۔ انگلستان، فرانس، امریکا، اوغود
سویٹ روس میں بیواؤں کا جو ذمہ (خواب و بیدار) پیشہ ہو یا محض شوقیہ اور
اب تو زیادہ تر شوقیہ ہی ہے) رکھا حال ایک دو نہیں، ان متعدد تصانیف
میں ملاحظہ فرمایا جائے، جو وہیں کے محققین نے، مردوں، عورتوں دونوں
نے، شایع کی ہیں۔ فریب بشری تو ان غلام بوشراؤں کو پڑھ کر محض دگت بکھڑ
رہ جاتا ہے۔ کیا یہ طاقت غفلت میں؟ کیا افلاس جہاں حرام کاری کی جانب راہ
ہے؟ کیا جہاں اسباب و سوزات میں شراب خوری، کوکین، ہیروئن وغیرہ دوسری
قسم کی نشہ بازی مرد و عورتی سورتیں تمام درجہ کے جانوروں کو کھانا
بے پردگی، بے ستری، ہم غلبی، غلبی، روزانہ کی زندگی بھانے کا ذرا غفلت
تصویروں، آرٹ وغیرہ شایع نہیں؟
عورت کا غفلت کی بنیاد، سولہ سے کچھ زیادہ سے جائز ذرائع معاشرے
کے، صحت، شادی پر آمادہ ہو جائے تو نہ ہی ختم ہے، بلکہ، یا تو وہ کا غفلت کی بنیاد
ادھر ہی ختم ہو جائے اور زیادہ پیدا ہو جائے۔ جو یہ لاکھ کھینچنے میں جو خیر خیر ہوتا ہے

نہایت مختصر اور مختصر

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَاللّٰهُمَّ جَاعِلَ الْعِدَّةِ وَتَقَدَّرَ بِهَا أَوْلَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (اور جو بھی بات لکرتا یا اور جس نے اسکو پھا لیا، وہی ہرگز کارس)

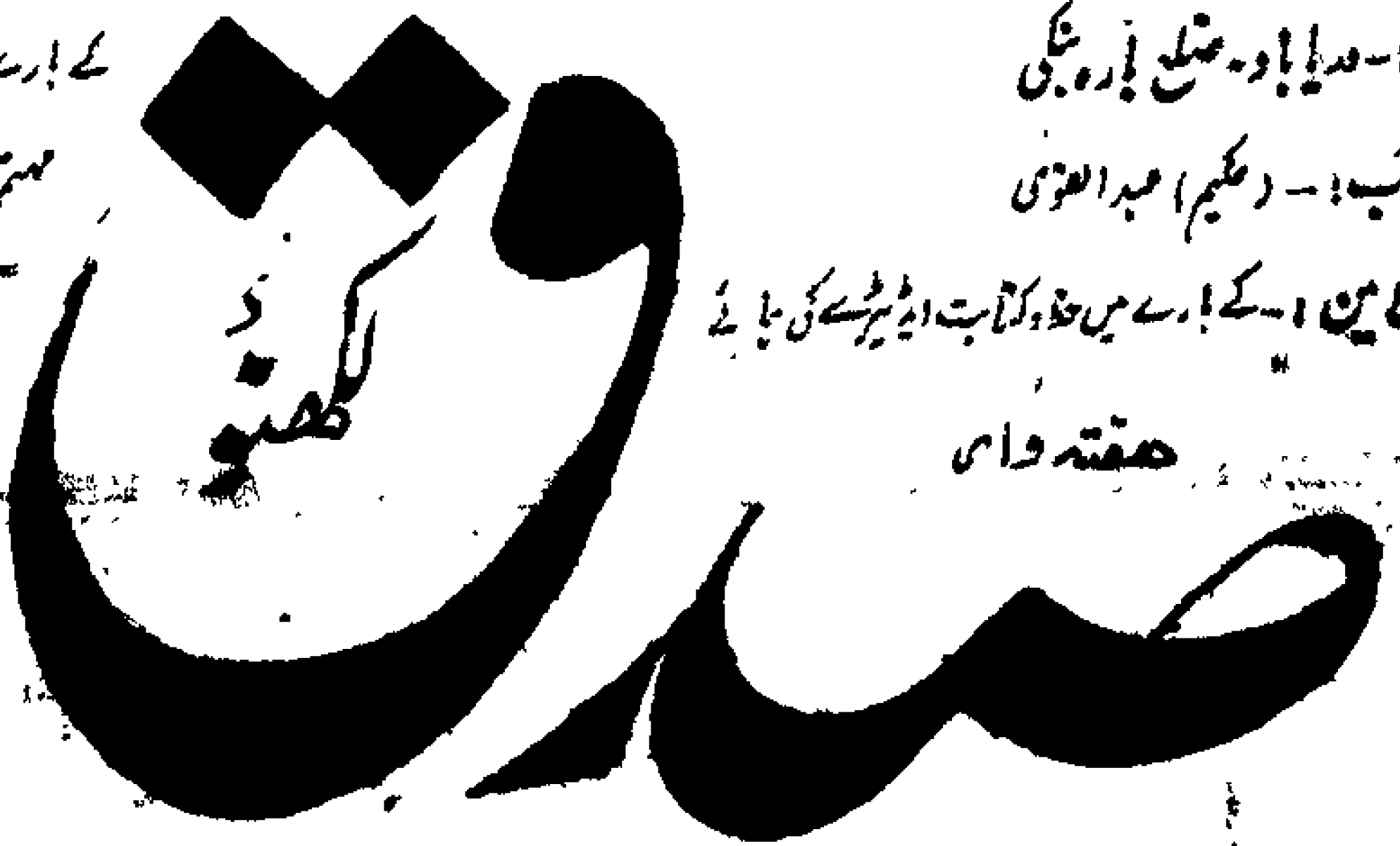
ایڈیٹر: عبدالماجد

پتہ: - دیا باد - ضلع بارہ ٹکی

نائب: - (علیم) عبدالعزیز

مصنفین: - کے بارے میں خط و کتابت ایڈیٹر سے کی جائے

حقیقہ واسی



۳۹۶

چند: اور تعلیمی امور

کے بارے میں مراسلت اس پتہ پر

مستمر اخبار مسدق لکھنؤ

لکھنؤ

چند

سالانہ

شعبہ

پرورش سندھ سلاطین

شنگ

تیمانی پورہ

میز ۲۰ - دو شنبہ - ۲۰ - شبان المعظم ۳۵۹ - مطابق ۲۳ - ستمبر ۱۹۲۰ء - جلد ۶

سچی باتیں

پچھلے ہمارا ج میوز کا حال ہی میں اتھال ہوا، اور نئے ہمارا ج
ہی ستمبر میں گدی پر بیٹھے۔ تخت نشینی کے حالات اخبارات میں مفصل
آچکے ہیں۔ تخت نشینی سے ایک دن پہلے گنگوہی کا مقدس پانی کاشی
جی (بنارس) سے آ رہا تھا۔ یہ پانی خاص پر ہوتوں یا مقدس مقام جگہ کے
ایک جماعت 'میوسے بنارس'، جناب سے شمال کا سفر کر کے لائی تھی۔
جب یہ پانی آیا، تو پہلے شاہی پٹوقوں اور پودھوں نے اس کی پوجا کی۔
اس کے بعد سونے کے کھنوں اور مگروں میں اسے ایک پانزی کی مرتبہ
پاکی میں رکھ کر شاہی محل میں لایا گیا۔ مقدس پانی کا میلوں بالکل ختم
سواری کا جلوس تھا۔ گھوڑے، راجہ، سپاہی، چوہدار سب جلو ہوا۔
ہمارا ج آج رات بے سے بیدار کر دیئے گئے، اور پہلا کھانہ پکھا، کہ ایک
بچی کی پر آ کر ٹھیک گئے، اور محل کی بڑی بڑی ہونہار نے مقدس جنگ
پیسے کے ساتھ، ان کے جسم پر تیل اور پانی اور مختلف فریبوں کا جھڑکاؤ
کیا۔ اسکا اصطلاحی نام شکل (ششان) (مسل مبارک) ہے۔ اس مسل
کے بعد اصل غسل مولی پانی سے ہوا۔

طوار رہیں اور ہوئیں۔ اس درمیان میں ایک زعفرانی ڈنگ کا دھانکا
ان کی کلائی کے گرد باندھا رہنا لازمی تھا۔ اس سے فراغت کے بعد
خبر پوچھائی گئی کہ شاہی گھوڑا اور شاہی ہاتھی، دونوں جلوس سے ساتھ
ورود و نیت پر حاضر ہیں۔ سارا راج نے ان دونوں جانوروں کی پوجا کی
اور اسکے بعد یہ دونوں پھر اسی جلوس کے ساتھ، فریب کے ایک سڑپ
میں بٹھادیئے گئے۔ کھانہ کو ایک بار پھر انکی پوجا ہو گئی۔ اس وقت
دربار میں خلعت سے کھنچا کچھ پکھا گیا۔ ہمارا ج آٹے، اور راج گڑ
یعنی پھل سٹم کے سوا کسی چیز کی ڈنڈوت کی، اس طرح کہ انکے ذہنوں
کو ہوا۔ اب ہمارا ج تخت کے پاس ایک کرسی پر بیٹھے اور گلکار جلوس کے ساتھ
آیا۔ اب مقدس سارا (دربار کے ٹوٹے) اور ویدوں کے مقدس رنگ شراب بوسے
پانچ ہندوؤں نے آم کے پتوں میں وہ گلکار جلوس کا جھڑکاؤ کیا۔ راج کے سر پر
اسکے بعد پانچ چھتری آئے، اور پھر پانچ ویش اور انھوں نے بھی یہ کیا۔ جب یہ
سب ہو گیا، تو ہمارا ج تخت کی طرف بڑھے اور پودھوں کے حسب ہدایت بیٹھے
اس کی پوجا کی۔ اسکے بعد ریڈنٹ کی مرد اور ہاتھ کے ہمارے سے تخت پر ہم
رکھا۔ اب وہ تخت نشین ہوئے۔ اور باری پٹوقوں نے آشرہ بوسہ اور سب
ہوئے گئے۔ مبارک سلامت کا غل ہوا۔ رات کو طب جرافاں اور ہر جہتی
آتش بازی دھیرا۔

میں سے ہی نام نہاد، دشمن خیالی، ہمارا ج اور انکا خاندان خود بھی دشمن
خیال و تعلیم یافتہ۔ اس پر بھی آپ نے دیکھا کہ ہمیں کسی کیسی شرکار، شہ سے
آخر تک لہا ہوئیں۔ پانچ گھنٹہ کی پوجا میں پانچ پانی کی پوجا ہوئی
پوجا خاندان کے لئے قدموں کی دھیرا۔ اب انھوں نے فریضی اور خاندانی
مکہ تیس نہیں روز قرہ کے غل زمر کے ساتھ۔ اور انھوں نے
غصہ ان پر نیکیے جو ان میں انہوں نے۔ اور انھوں نے

اب ہمارا ج نے نکایت پیش قبضہ زرتار اور لعل و جواہر سے صحت
پوشاک زیب تن کی، اور میوز کی شاہی خاندان کی پیشینہ دہی چند میوز کی
کی پوجا شروع کی۔ اس کے بعد محل کے ایک اندرونی کمرہ میں قدم رکھ کر
میاں پودھوں کا ایک گروہ پہلے سے منتظر تھا۔ وہاں ایک خاص قیمت
کی مینوں سے روشن کی ہوئی، جلنی دکنی آگ کے ساتھ، پوجا کی بعض

تصاحب کی سیل کی چابی زن کو بھی غفلت سمجھ کر سر اور آنکھوں پر جکڑ دی جاتی ہے، اور اب نکتہ برقعہ کنٹرول کا تعلق اس فخر و پندار کے لہجہ میں کیا جا رہا ہے کہ گویا وہ وہ اہل علم اور عقل و وقت کا کوئی زبردست علمی کارنامہ اور تحقیقی شاہکار ہے۔ فرد علم کا نام آپ نے بار بار منسوب کیا، غور و جمل کے یہ تماشے اپنے کرد و پیش آنکھوں سے دیکھتے چلیے!

اعداد کی زبان

”تحریر نانیت کے علمبرداروں کو بڑی شکایت اس کی ہے کہ وہ جو وہ جن مرد کا بنایا ہوا ہے، لیکن مرد کہ یہ موقع اسی لیے تو لایا، کہ مرد عورت سے زیادہ طاقتور ہے۔ ہجر آ سے حقیقت ثابت ہو چکی ہے کہ نوجوان مرد اور نوجوان عورت میں جسمانی قوت کا تناسب ٹھو اور ستر اسی کا ہے۔ مردانہ خون میں سرخ زراتیلا وی خدا کے زمانہ خون سے بقدرہ لاکھوں کے زائید ہوتے ہیں۔ سو کوشش تو اس قوت جسمانی کی عدم مسابقت کو ٹٹلنے کی ہوئی چلی ہے، نہ کہ مصنفہ کی نزاکت پیدا کر کے عورت اس فاصلہ کو اور بڑھالے۔ (تیسرے - ۹ ستمبر ۱۹۷۲ء)

یہ لکھنے بھی آخر مردوں ہی کا اخبار ہے نہ؟ پھر یہی باتیں اور بھائیوں اور خوبروؤں کا درباروں کا سا ظلم اور نصیحت و خیر خواہی کے پیرایہ اور سائنٹفک واقعات اور اعداد سے پردہ میں خود غرضی! یہ تناسب قوت کے اعداد بھی تو آخر مردوں ہی کے بتائے ہوئے ہیں! اور اگر انکی تیاری میں سائنٹسٹ سورتیں شریک ہیں تو وہ بھی یقیناً مردوں کے زیر اثر ہو گئی! اور خود ان اعداد یا دوسرے اعداد کو چیلنا یا دوبارہ قرار دینا یہ بھی تو آخر مردوں ہی کے داغ کی اختراع ہے! اور ”آزاد“ اور آزادی دوست خواتین کے لیے مجتہد ہی کب ہے؟

امام اشعریؒ

سرآمد علماء دیوبند مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مدظلہ العالی نے قرآن اپنے ایک گرامی نامہ میں مدبر ممدق کو خدمت قرآن کے سلسلہ میں دعائیں دینے اور سالانہ آمیز حسن ظن کے اظہار کے بعد تحریر فرماتے ہیں:-

”امام اہل السنۃ والجماعہ شیخ ابوالحسن اشعریؒ کے حالات تو آپ نے پڑھے ہنگے، لکھے، پڑھے، سننے والے تھے۔ اپنے ازب کے لکھنے بڑے داعی اور مناظر۔ لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کے منظور تھا کہ انھیں کو معتزلہ کے مقابلہ پر دین حق کی حمایت کے لیے کھڑا کیا جائے، اور انھیں کے علمبردار کو دین حق کا امام بنا دیا جائے۔ کس طرح بذریعہ روایہ و شجرہ فرمائی۔ بار بار خواب میں دیکھتی ہوں کہ مسلم کی زیارت ہوتی رہی۔ آخر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیغمبرانہ تنبیہ سننے جو عناب اور لطف دونوں پر مشتمل تھی، اذنیہ حقیقت سے یہ وہ چٹھا دیا۔

آنکھ کھلی تو خیالات و جذبات کی دنیا بدل چکی تھی۔ برسرِ منبر رجوع الی الحق کا اعلان کیا، اور تمام باطل پرستوں کو چیلنے کوایا کہ جس میں ہمت ہو سیدانِ عالم میں اگر قدرت حق کا تماشہ دیکھو۔ پھر دیکھیں یہ آج تک اہل السنۃ والجماعہ کی دنیا اشعریؒ کی آواز سے گونج رہی ہے۔ اس وقت سے آج تک کتنے ہی

آزاد کیے۔ بیار پر کوئی انداز ہے نہ جھنجھالیا ہے۔ ترس اس پر سب کھاتے ہیں، اور تیغ و داری اور غمخواری کرتے ہیں۔ آپ بھی دوسوڑی کو کام میں لائیے اپنی سوانح ہونی شغف و رحمت کو چکائیے۔ سال ان ہی سے نہیں آپ سے بھی ہو گا، پھر بیوں کے ہنسے حق ہوتے ہیں۔ اندھیرے گھروں میں تو میر کی، ہنسی پہنچانا آپ کا حق ہے اور آپ پر فرض میں! بڑی مشعل، بار پتہ آپ کے پاس ہے۔ آپ سب سے اس کے نہ بنیں و بالکر کے اور چاکریں اپنے دامن کشیہ چھپاتے رہیں!

نکات پرورنی

ناچپور یونیورسٹی کے ماتحت ایک زمانہ کا قیاسی سٹرل کالج تیار ہو رہا ہے۔ اس کے طالبات کی صورت سے سلاطین لکھنؤ کی تصویریں لگائی جائیں گی۔

”اس وقت لکھنؤ کے دارالعلوم کے طالبات کی یہ تعداد ناچتو ہے۔ پہلے لکھنؤ کے طالبات کے موجودہ فیصلہ کا۔ (سلاطین لکھنؤ کی تصویریں لگائی جائیں گی۔) (۹ ستمبر ۱۹۷۲ء)

گوایا ایک طرف دعوے ہیں دوسری طرف کے حوصلہ اور دوسری طرف اور مردانہ باتیں اور باتیں ہیں بھی دوسرے ساقبت کے اور دوسری طرف شوق مسن و تہذیب و تمدن کا مطالب ہے بلکہ شوق روز افزوں! عرصہ مند سوسائٹی کے معنی ہیں غذاؤں اور دوسرے طریقوں کے ہم کہ لاغز و ازک بنا۔ اور اگر یہی وسائل و اخبارات پڑھتے تو اسے جانتے ہیں کہ سوسائٹی کا کاشق کس قدر دشوار کے ساتھ دین عرب و عرب زاد میں ترقی ہے!

دہوشوں کا پوش

لاکھنؤ - ۱۰ جولائی - جاپان کی آبادی

میں نہ ہرگز ایک کوئی اور ہے اس کے خلاف فکری آبادی کے سرکاری اسٹیٹسٹیکس ایک جمع جاتی کہنے کا فیصلہ کیا ہے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ نہ بچ کر ہوگا کہ نوجوان لڑکیوں اور عمارت میں سناٹا کی امر کے شادی کیلئے کیا کیا کیا جنس اور لڑکیوں ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حکومت برقعہ کنٹرول پر تحریک منع عمل اس وقت اپنی پوری توجہ کر رہی ہے۔ پراپوش کی طرف سے یہ کہا جا چکا کہ یہ کسی مسئلہ کا کسی ملک کے ولاد پیدا ہو تو اس کے لیے خاص ذمہ داری قرار دیا جائے۔ مسئلہ ملازمین کو دست انداز اور بچوں کی حفاظت کے لیے تدابیر عمل میں لائیگی۔

اس وقت اب یہ زمانہ ”گیا“ کہ نوجوان مردوں کو نوجوان لڑکیوں سے شادی بیاہ کرنا، کہتے ہیں کہ یہ عورت شہداء اور پوجا کی لڑکی! اور ان کے دل چاہے کو بچہ پیدا کرنے کے لیے بچہ پستان کے لیے چاٹ اٹھام اگر ان کی دینی پڑی! سعادت برہمن ہی دیکھتے نظر آئے!

لیکن غیبت ہے کہ فرانس کا انجام دیکھ جاپان کب بھی پوش آگیا۔ باقی یہ شرف تو ہمارا شان ہی کی ”رشتہ داری“ اور نجد و تیزی کے ساتھ تھوس بہت کچھ

درمیان علم و تحقیق یہ غم لے کر اٹھے کہ اشعری کی بے پناہ عظمت و مقبولیت کو ختم کر دیں، لیکن بھولتے ان کا نام نہ مارد رہے۔

قرآن مجید ہندی میں

لیڈر (۱۰ ستمبر) کے ایک رپورٹ سے یہ معلوم کر کے سرست ہوئی کہ خواجہ حسن نظامی والا ہندی ترجمہ القرآن بالآخر شائع ہو گیا۔ ترجمہ ہندو ہندو پاروں کی دو جلدوں میں ہے۔ ضخامت ۲۲۰ و ۲۱۰ صفحات۔ انیسویں فلکیپ سائز۔ متن قرآن مجید کی عبارت سلطان اورنگ زیب کے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن مجید کی نقل نہیں، بلکہ نوٹ ہے۔ ۱۰ ترجمہ ناگوری رسم الخط میں مولوی ذبیحہ احمد دہلوی مرحوم کا ہے۔ اور نیچے یہ طور جوشی ذیلی عید ہندو کا ترجمہ مولوی غلام محمد صاحب دہلوی سلم اور پنڈت کیشو رام شرما اور خود ذبیحہ حسن نظامی کا ہے۔ اس ہندی کی زبان، بولوں لیا کے ہندو، ریڈیو گیار کے سماعت، صحیح اور طبع ہے۔ دوسری جلد کی ابتدا میں صحیفہ قرآنی کی تشریحات ہندی میں درج ہیں۔ اور یہ فی تبدلہ ہے۔ دونوں ترجمہ جیسے بھی ہوں، ہر حال ہندی میں کسی مسلمان کے دل سے نفس ترجمہ کا اجماع ہی ایک نعمت ہے۔ کچھ تو سعید رہیں ہندی دونوں میں ہر حال ایسی نکل رہی آئیگی جو اس ذریعہ سے ادنیٰ نجات پائیں گی۔

نیا مارو جھڑا! چند ماہ اور دھڑکا مارا جماعت میں جو غم انشان جوڑا، حکومت پنجاب کے خلاف شروع ہوا تھا، اس کے منظر اب تک لوں پر ثبت ہو چکے۔ جس دور و شو کے "دھڑکا" "جھڑا" بھی اب گھر کے ایک بھیدی بابو، ہی کے ایک معتبر راوی، صاحب "ایمان" جناب قریشی کی زبان سے سن لیجیے:

"حکومت نے ٹاکساروں کے عابیوں کو پکڑنا شروع کیا، انجن حمایت اسلام سے جو بٹلیس کی گئی کہ اسلامیہ کالج کی امداد کیوں نہ ہند کر دی جائے۔ لاہور پر قزبری پولیس قائم کر دی گئی اور ہکا خرچ کئی لاکھ روپیہ ٹاکساروں کے عابیوں پر ڈال دیا گیا۔ پولیس نے مسجدوں پر چھاپے مارے اور چندی دونوں لاہور بلکہ پنجاب کی ایک ایک مسجد کو ٹاکساروں کے وجود سے خالی کر دیا۔ اب انان لاہور نے بھی دنگ بدلا۔ صرت چار ہی سٹیشن انکی تمام ہمدردیاں کا دور ہو گئیں، انھوں نے ٹاکساروں کو اجتماع مسجد کے بے دریاں دینے سے انکار کر دیا دینے سے انکار کر دیا، بلکہ بیٹاروں نے سنہری مسجد میں عید کی نماز پڑھنا بھی چھوڑ دی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہوا کہ جب ٹاکسار لاہور کی کسی مسجد پر دھرم لگا تو محلہ کے مسلمان خود پولیس کو بلا کر انھیں گرفتار کر دینے، منتشرہ کہ سب قعدہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد اطلاعات آئے تھیں کہ ٹاکسار مسلمانوں پر احسان کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حکومت پنجاب کو سماعت کر دیا جائے۔"

یہ "جانی" بھی خوب تھی۔ گو پادری سیدنی کے بعد کامیڈی "بابا جیسے پڑے" غیر مہاراجہ کے بعد ایک نفس!۔

۱۰ سولہ فروری کو پورے طرح شکست ہو چکا، تو ٹاکساروں نے عالم

قبریات اسی اور شرجاج کو اختیار دیا کہ آپ حکومت پنجاب سے ہادی مصاحبت کرادیں۔ تمام دنیا نے اس مصاحبت کا مضحکہ اڑایا۔ چلے سولہ فروری ۲۰۰۰۔ جون تک بند کی گئی، پھر سیارہ ۱۰ فروری تک پڑھائی گئی۔ اسی اثنا میں اعلان ہوا کہ ۱۱۔ اگست کو دوبارہ سولہ فروری شروع ہوگی۔ پھر ۱۰ کو اعلان ہوا کہ ۲۰۔ اگست تک سولہ فروری اتاری کی جاتی ہے۔

- ۲۰۔ اگست میں آکر گزرتی تھی ۲۰۔ اگست کو ٹاکسار باب عالی سے اعلان ہوا کہ
- (۱) بٹاکسار حکومت ہند کے اعلان کی غلامت و رزی نہ کریں گے،
- (۲) اپنی سرگرمیاں خدمت خلق تک محدود رکھیں گے،
- (۳) بٹاکسار فوجی پر بند نہ کریں گے،
- (۴) فوجی رزی نہ کریں گے۔

ان تمام "ٹاکسار" کے بعد (سید یہ تھاہر کی گئی) حکومت پنجاب اور ٹاکسار کے درمیان مصاحبت "برجائیگی" کیا خوب! اتنا صحت کا پتہ گویا کہ ان کو "کیا خوب! گویا" مصاحبت "کی گنگو شکست کا اٹل کے بعد شروع ہو گئی، حیرت زدہ دنیا کی حیرت ابھی رخ ہوئے بھی نہ پڑا تھا، کہ یہ سچا خود جناب والا "علامہ" شرعی کا زبان شایع ہوا کہ "میں حکومت ہند کو یہ پھر ۱۰ ہزار پاسبانوں کی پیشکش کر رہا ہوں ہم پناہ دہی ہوتے" "ازام مطلب"۔ سا سٹھ لاہور میں ٹاکسار میری حمایت سے منہ نہیں ہوسکتے۔ اب ٹاکسار تحریک صرت ہندوستان کے اصول پر عمل کرے گی۔ ہم ۲۸ فروری کو اسے ملک پر بھی کوئی اعتراض نہ کریں گے۔ مجھے وزیر اعظم پنجاب کی سب شرمیں، مشکور رہیں اور میری درخواست وزیر اعظم سے کہ وہ ہماری رست دوستی کا ہاتھ پڑھائیں اور پانڈی ہٹالیں۔ تیری راکر دیا اور میری ذاتی مشورہ، غیر مشورہ جاننا اور ۲ لاکھ روپیہ واپس کر دیں!"

فرمائیے، جس دور کا "دھڑکا" اسی وزن کا "جھڑا" ہے! انہیں۔ کون کتا ہے کہ "مذہبی حرکتیں" آج بھی صرت ایشل پٹیاں اور ہٹلری کے مقابلہ میں مخصوص ہیں؟

نیا ز نواری ایک انگریزی تعلیم یافتہ مخلص شہ سے تحریر فرماتے ہیں:- "تاکسار آپ نے پھر فضول رد کیا کر دیا۔ یہ شخص نہ کسی اصول کا پابند نہ اخلاق کا۔ ایسے شخص سے نہ لگنا الفاظ کو سنایں گے نہ اسے... نیا ز صاحب کا تو مقصد ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انگریزی بھارہ کے مطابق "سستی شرت" حاصل کریں۔ محبتیں کہ "علامہ" بن جائیں۔ ایسے دنگ انگریزی تعلیم یافتہ بد مذہب ہیں جو اس قسم کی فوجیوں میں سے خطا کرتے اور پتھر پھینکتے ہیں۔ اور یہی گروہ ہے جو تازہ کو تیار کر رہا ہے اور مستقل اور سنجیدہ طبقہ جو تازہ کی کوئی دقت نہ سمجھتا ہے جو شخص ہے ذاتی مفاسد کے لیے۔ ان کو ٹھکرا دے۔ انہیں کوئی آدمی ہے، مسلمان ہو یا تو بن چکر ہے۔"

۱۰ سولہ فروری کو پورے طرح شکست ہو چکا، تو ٹاکساروں نے عالم

نئی کتابیں

(۱) شرادو و پرسرید کے خیالات (انگریزی) **Uttara Pradesh**

ایم۔ اے۔ ڈی۔ وٹ۔ منیماست ۱۹۱۸ء منیماست۔ مجلد قیمت ۱۰/- پتہ: شیخ محمد اشرف صاحب تاجر کتب، کشمیری بازار، لاہور۔

یہ موضوع نام سے ظاہر ہے۔ اردو زبان و ادبیات پر انگریزی میں ایک جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے کہیں کم ہے۔ جتنا بنگالی، ہندی وغیرہ وغیرہ لکھی زبانوں پر آچکا ہے۔ اور اس لیے ڈاکٹر عبد اللہ نے اس موضوع پر انگریزی میں لکھ کر اردو زبان کی طرف سے گویا ایک نیا نیا موضوع انجام دیا۔

کتاب خاصی دلچسپ ہے۔ اردو زبان بھی اچھا ہے۔ اردو کی تاریخ شروع سرسید سے کرنی ہی چاہیے۔ خود سرسید کا وہ ان کے رفیقوں میں سے تھیں احمد، عالی، شبلی، ذکا، اللہ وغیرہ کے تذکرے اور ان کی تعریف پر تھیں۔ اس میں شبلی، خصوصاً مولانا شبلی کے متعلق تو کافی تفصیل سے لکھا ہے۔ مصنف کی ہر جگہ اور خیال سے اتفاق ضروری نہیں، متعدد مقامات پر توازن قائم نہیں رہا ہے، اور یہ دیکھنا چاہیے کہ مولانا نے ان کے ترجمہ القرآن کا شمار بہترین تراجم میں کیا اور حشاشا، رفیع الدین اور شاہ عبد القادر کے ترجموں کی زبان کو ناقص و ناقابل اعتراض بتا کر مولانا شبلی کو تین سو سال کے اعجاز و باریکی میں شاں کرنا اور اپنے سامریں سے بدجاہلہ قرار دینا (۱۹۱۸ء) یہ سب اسی کی مثالیں ہیں۔

ہر حال مصنف سے یہ بات ہی اختیار کی ہے اور یہ ہے کہ ان کی آئندہ کوششیں بڑھ چکی ہیں اور اصابت سے کی جھلک زیادہ ہو چکی۔ کتاب ہر انگریزوں والی محبہ اردو کی نظر سے گزرنے کے قابل ہے۔

(۲) ابن خلدون۔ تصنیف ڈاکٹر طہ حسین معری۔ ترجمہ مولانا عبد اللہ نوری منیماست ۱۹۱۸ء منیماست۔ قیمت ۲۰/- پتہ: شیخ محمد اشرف صاحب تاجر کتب، کشمیری بازار، لاہور۔

ابن خلدون کو شہرت علمی حلقوں میں محتاج بیان نہیں لیکن یہ شہرت بہت دور تک کی حیثیت سے ہے۔ اس سے زیادہ وہی فلسفی اور تاریخ نگار ابن خلدون کے اہل کی حیثیت سے ہے۔ کچھ دھڑکے سے سحر کے سنہ ۱۳۱۱ء میں خلیفہ مصر نے ابن خلدون کو قلم لکھ کر ابن خلدون کے بارے میں جو کچھ کہنا چاہا، ابن خلدون نے کہا کہ ابن خلدون کا یہ کتاب مقام فرخ زان میں ایک تاریخ جو یورپیوں کے سامنے پیش کیا تھا اور اس پر انھیں ڈاکٹر کی ڈگری ملی تھی۔ پھر چند سال بعد مقالہ مذکور کا فرانسیسی عربی ترجمہ ہوا۔ اب اس عربی ترجمہ کا اردو ترجمہ اردو کے مشہور و معروف مصنف و مترجم مولوی عبد السلام صاحب نوری کے قلم سے شایع ہوا ہے۔

فرخ سے اردو میں کسی سال کو متعلق کرنا جو یہی جوہر لکھنے کے کم نہیں اور پھر یہ ترجمہ بھی بڑا درست ہے، بلکہ ترجمہ و ترجمہ ہوا لایق ترجمہ ہے اس میں شبہ نہیں کہ اس سنگلٹ کے کوہانی کرنے میں خوب ذہن لگائے ہیں اور بڑی حد تک اپنی کوششیں کامیاب ہیں۔ اس میں بہت سی باتیں لکھی ہیں جو ترجمہ ہوا تھا شہرت پرورش کرنے کے لئے صاحب کا نام لکھ کر دیا گیا ہے۔

یہ کتاب فلسفہ تاریخ کا نام ہے۔ کتبہ والوں کے کام کی ہے۔

(۳) اسلام کی پھیلاؤ اور عبد الواحد صاحب سندھی جاسی منیماست

۲۰۰۰ قیمت ۱۰/- پتہ: کتبہ جاسی منیماست۔ لاہور۔

پہلیس و عام لغت زبان میں آغاز اسلام کی تاریخ اور رسول اکرم کی سیرت

ہے۔ محتاج اس کی ہے اور کم ہونے کے لوگ ہیں اس لیے زبان کے علاوہ

کتابت بھی واضح و پائیدار رکھی گئی ہے۔ اسلام کی ضروری تعلیمات اور سیرت

پاک کے اہم ترین واقعات اور دنیا سب اس جوہر کے مجموعہ کے اندر لکھے

ہیں اور وہ بھی ایک انشائیہ پر ایسے ہیں۔ البتہ کہیں کہیں تعلیمات کے بیان

میں عدم توازن پیدا ہو گیا ہے۔ یعنی جو مسائل تاریخی حقیقت رکھتے ہیں،

انہیں ایسے مروجہ پر لکھ دیے گئے ہیں۔ باب و باب پوری طرح نظر ثانی کے

محتاج ہیں۔ آگے چاند سورج اور ستاروں کو "اللہ" آج تک کسی نے نہیں

سمجھا ہے (منہ) بہت بڑی کتبہ: ذہن و زبان بڑی بڑی جڑیں موندنے والی ہے

سلفین سورج و قمر، جو وہ عام مفہوم کے لحاظ سے "جہالت" ہرگز چھائی

ہوئی نہ تھی۔ مثلاً کی عبارت پر ہی ہونے والی ہے۔

کتاب کا مطالعہ سادوں سے بڑھ کر غیر سادوں کو مفید ہوگا۔ کتاب تبلیغی

حیثیت رکھتی ہے۔ اور اگر اس کا ترجمہ گجراتی، ہندی، مرہٹی، بنگالی

وغیرہ میں کر کے ہندوؤں، پارسیوں وغیرہ میں اشاعت کی جائے تو ان شاء اللہ

بہت مفید ثابت ہوگی۔

(۴) آنحضرت مسلم اور جوانی۔ از ڈاکٹر حمید اللہ صاحب ایم اے ڈی

لٹ (پریس) وغیرہ۔ منیماست، منیماست، قیمت ۲۰/- پتہ: شیخ محمد اشرف صاحب تاجر کتب، کشمیری بازار، لاہور۔

یہ اجماعیہ مسلم جوانان۔ سکندر آباد دکن۔

۲۰۰۰ قیمت ۱۰/- پتہ: کتبہ جاسی منیماست۔ لاہور۔

نامت ہوگا۔ آج دنیا کے گوشہ گوشہ سے عربیہ زبان کا نام

کی منہ انہیں بلند ہو رہی ہیں۔ اس مختصر سالانہ

و مباحث کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ اس مثبت سے بھی اگر کوئی بہتر

نمونہ کا کام نہیں سکتی ہے۔ اور ۲۰۰۰ سال اللہ مسلم ہی کی ذات مبارک ہے!

یہ کتاب اسے خود کوئی نئی نہیں۔ سیرت نبوی کے معلوم و معروف واقعات

ہی مندرج ہیں۔ لیکن مذہب اور اس کے لفظ لغتوں میں ایک جان ڈال دی ہے،

اور ایک دفعہ شروع کر دیکھ کے بعد انہیں ختم کیے بغیر اتنی نہیں۔ قابل مد

تہیت اور ہزار شک میں ناقص مصنف، کہ اپنی اعلیٰ تعلیم، جرمنی اور فرانس

اور انگلستان اور ہندوستان کی اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کو دین کی خدمت کے لیے

وقت کر دیا۔ کتاب مسلم، تا مسلم سب کے ہاتھوں میں جانے کے قابل ہے۔

سلاؤں کا کوئی گھر اس سے خالی رہتا ہی نہ چاہیے۔ اور ایک آنے کے

سال کی اشاعت ہزاروں کی تعداد میں غیر سادوں کے درمیان کرونا بھی کیا

شکل ہے۔ کتبہ جاسی منیماست کے لیے ایسی ذمہ داریوں، جلی و ادول

کھول کر دی جا سکتی ہو۔

(۵) خواجه۔ از مولانا حسین الدین صاحب امیری مرحوم۔ منیماست

۱۲۰۰ منیماست، قیمت ۱۰/- پتہ: کتبہ جاسی منیماست۔ لاہور۔

پریس۔ امیر۔

حضرت خواجہ حسین الدین چشتی امیری کی سو کھربوں نام کے لیے توازن

فتنہ نگار

تنگار جون شہ کے باب الاستغفار میں آتش فروز کے عنوان کے تحت ہے۔
 جناب سید محمد صالح صاحب راوی کا یہ استغفار نگار کہ
 حضرت ابی اہیم کے اس واقعہ کے متعلق انفرادی مسئلہ انہیں انہیں
 چھینکے یا اور آگ نے کوئی اثر کیا۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ کلام
 میں اس واقعہ کا بیان ہوا اس کا ثبوت ہے کہ یہ واقعہ سچا ہے
 کیونکہ یہ امام غزالی نے ہے اور امام غزالی اس وقت تک
 نیا فتیور نہیں جو جواب دیا ہے اسکا حاصل انہیں کے الفاظ میں ہے
 کلام مجید کو میں نہ کلام خداوندی سمجھتا ہوں نہ اللہ ربانی۔
 بلکہ ایک انسان کا کلام سمجھتا ہوں۔
 کلام مجید کو بھی دیکھتے ہیں اس میں کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسکی بھی تزلزل
 کی فہم و فراست سے تیسرہ کیا جائے۔
 قرآن کی کسی کتابت کو محض اس بات پر کہ اسے امام غزالی سمجھا
 جائے نہ صحیح یا نہیں کر سکتا۔
 کلام مجید میں امر ایجابات کا حصہ کوئی تاریخی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور
 نہ اسے کل تاریخ میں درج ہونے کی وجہ سے صحیح کہا جاسکے۔ عہد نبوی
 میں اس قسم کی روایتیں تورات و انجیل کے جلال سے لوگوں کو سمجھانے
 اور دہانے کے لیے بود و بقاء دہی کی طرف عام طور پر بیان کی جاتی تھیں
 اور چونکہ تورات و انجیل کے الہامی ہونے کا غلط خیال پہلے ہی سے قائم
 تھا۔ اس لیے رسول اللہ نے بھی ان کو محض اعتبار و بصیرت کے لیے
 بیان کر دیا۔ اور اس سے کوئی بحث نہیں کی کہ وہ صحیح ہیں یا غلط۔
 چونکہ میں رسول اللہ کو بڑے بلند اخلاق کا انسان سمجھتا ہوں اور یقین
 رکھتا ہوں کہ وہ کسی جھوٹ نہیں بول سکتے تھے اس لیے قرآن میں واقعہ
 ابی اہیم کا پایا جاتا اس امر کی دلیل تو ضرور ہے کہ رسول اللہ نے اسے
 جھوٹ بیان نہیں کیا۔ یعنی اپنی طرف سے گڑبگ کے بیان نہیں کیا۔
 لیکن اسکا اثر نفس واقعہ کی صحت یا عدم صحت پر بالکل نہیں پڑتا۔
 نیاز صاحب کے ان الحاد و کفریات کا جو انہوں نے ان چند سطروں میں مجھے
 کر دیا ہے ہم نہ ان پر کچھ دشمنی ڈالنا چاہتے ہیں نہ انکا جواب دینا چاہتے
 ہیں نہ اس کے متعلق کسی بحث کا دروازہ کھانا چاہتے ہیں کیونکہ ان میں سے
 ہر ایک چیز پر سلف صاحبین کے ظہر سے آگے سے سیکڑوں برس پہلے منعم
 کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور وہ آج بھی موجود ہیں اور نیاز صاحب نے
 سوخ فی الکفر کے انہوں میں ہوں ہوں کہ وہ ان باتوں سے بے نیاز ہونے
 ہیں اور غیر اسلامی ماحول نے انکو اس پر جبری کر دیا ہے جس سے بے خوف
 ہو کر اپنے کفریات کو شایع کرتے رہتے ہیں۔
 ہمارے پیش نظر اس وقت نیاز صاحب کا فتوہ یہ لکھنا ضروری ہے
 میں میں انہوں نے اس مسئلہ کو متلا کرنا چاہا ہے کہ میں میں اللہ کو بڑے بلند
 خلاق انسان سمجھتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ وہ کبھی مجید نہیں ہو سکتا۔
 کہتے ہیں۔

حالانکہ نیاز صاحب کے اس یقین میں اگر ذرہ بھی دقت کا تعلق
 ہوتا، اور ان کو واقعی اس کا یقین ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 صادق و صدوق ہیں تو وہ اپنے اس لکھنا عقیدہ کے باوجود کہ کلام مجید کو
 میں وحی کہتے ہیں اس لیے کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسکو میں رسول کی فہم و فراست
 سے تیسرہ کی جائے۔ یعنی کلام مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھا
 جائے۔ اور اس کے قوانین و احکام کو آپ کی فہم و فراست کا نتیجہ سمجھا جائے۔
 اپنے اقرار کردہ یقین کی بنا پر مجبور ہونے کے قرآن مجید کے کلام خداوندی اور
 الہام ربانی ہونے کا انکار نہ کریں اور قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا کلام اور آپ کی فہم و فراست کا نتیجہ نہ ٹھہرائیں اور نہ قرآن مجید کے ان
 واقعات کی صحت کا انکار کریں۔ جو قرآن میں مذکور ہیں۔
 یہ سب اس لیے کہ نیاز صاحب میں مقدس ذات کی طرف یہ انتساب
 کر رہے ہیں کہ قرآن مجید انکا کلام ہے اور اپنے اس یقین کا اظہار کر رہے
 ہیں کہ وہ بھی جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ یہی مقدس ذات قرآن مجید کو
 الہام ربانی اور کلام خداوندی فرما رہے ہیں اور اس کے انسانی کلام ہونے
 کی نفی کر رہے ہیں اور اس بات کی تبری فرما رہے ہیں کہ قرآن مجید کی عبارت
 ایسا کلام کوئی دخل نہ۔ نیز وہ اس کی تصدیق فرما رہے ہیں کہ قرآن مجید کے اندر
 انبیاء کے جو واقعات بھی مذکور ہیں وہ سب حق ہیں۔ مگر نیاز صاحب باوجود
 اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلائق ہونے کے اپنے الحاد و کفر کی شاعت
 کر رہے ہیں۔ لہذا ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور ہو گا کہ نیاز صاحب کا یہ سر اسر لکھنا
 فریب ہے جس میں وہ مسلمانوں کو مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ اور واقعہ کے خلاف
 اپنے اس یقین کا اظہار کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا سمجھتے ہیں
 ذیل میں ہم ان بیانات کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ہم تک پہنچائے ہیں (جناہم الہام ربانی اور کلام خداوندی سمجھتے ہیں اور
 نیاز صاحب کلام رسول اللہ سمجھتے ہیں) نقل کرتے ہیں جن میں نیاز صاحب
 کے الحاد و کفر کا کلام ملتا ہے اور اوداد اور انسان کے شایع
 مسلمانوں کو جنگو رہنا ایمان اور دین محبوب ہے ہم متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ
 اسے تادمہ اور ان بیانات ہونے دل نہ ہمارے کہ تمہیں ہوں اسے دشمن ہے
 ساتی بیلو دشمن ایمان و انگلی مطرب بہ نذر ہنر تکلیف و ہوش ہے
 (۱) محمد اللہ الذی انزل علی عبدہ ہر طرح کی تعریف خدا کے لیے جس نے
 کتاب و لم یجعل لہ عوجا اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں
 قیما لینذر یا شادی من لدنہ کبھی نہ رکھی تاکہ خدا کی طرف سے جو عذاب
 و میسر انومنین۔ (اکت ۱۶) شدید نازل ہو یا وہ ڈرائے اور ایمان
 والوں کو غیظی دے۔
 (۲) اتبعوا انزل الیکم من حکم (۱) جو کچھ دینی آیات قرآنی سے تمہاری
 و اتبعوا من دونہ اولیاء قلیلا طرف تمہارے پروردگار کی جانب سے آثار
 اتذکرون۔ (۱) اور اللہ! گواہ ہے کہ اس اتباع کرد اور خدا کے سوا اولیاء
 نہ ہوں۔ (۱) اور اللہ! گواہ ہے کہ اس اتباع کرد اور خدا کے سوا اولیاء
 (۳) انہ لقن الیکم فی کتاب کتبنا فیہ آیتا و اولیاء قلیلا
 کتبنا فیہ آیتا و اولیاء قلیلا کتبنا فیہ آیتا و اولیاء قلیلا
 کتبنا فیہ آیتا و اولیاء قلیلا کتبنا فیہ آیتا و اولیاء قلیلا

فَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (اور جو بھی اسے لکھتا اور میں نے اسکو سچا مانا وہی لوگ بہترین گاہک ہیں)

ایڈیٹر: عبد الماجد

پتہ: دریا باد ضلع بارہ بنگلہ

نائب: (علیم) عبد القوی

مضامین کے بارے میں مراسلت ایڈیٹر سے کی جائے

(پیشہ و تربیت ۱۹۹۱ء)

صدیق لکھنؤ

چندہ اور انتظامی امور

کے بارے میں اس پتہ پر لکھیے

عبدالرؤف عباسی سسٹم منیجر لکھنؤ

چندہ سالانہ لکھنؤ

ششماہی

بروز ہند سے سالانہ شلنگ

قیمت فی پرچہ (۱۰)

نمبر ۲۲ - دو شنبہ - رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۱ء - جلد ۶

سچی باتیں

کہتے ہیں کہ ہٹلر میں ہٹلر پر چڑھائی کا درد نہ کرتا ہے پہلے ہی سے اپنے آدمی وہاں چھوڑ دیتا ہے۔ دیکھنے میں کوئی تاجر کوئی سپاہی، کوئی سیاست کوئی ڈاکٹر، کوئی مشنری، ظاہر سب کے الگ الگ، باطن سب کے ایک دیکھتے ہیں کوئی کچھ کوئی کچھ، لیکن درحقیقت سب ہٹلر ہی کا دم بھونٹے والے، غیر اسی کی سانپے والے، اسی کے جاسوس اور گوندھے، اسی کے اکھٹے اور کاوندھے اور یہ بات نہیں کہ سب اسی کے ہم قوم، ہم دین، ہم نسل ہیں دوسرے دوسرے ملکوں کے منافق اور غدار۔ اپنی قوم سے غدوفا توڑے ہوئے ہٹلر سے رشتہ جوڑے ہوئے۔ دوسرے ہٹلر کی فوج خطرہ مروج پہنچی کہ دوسرے دوسری فوج بھی اپنی اپنی کھیٹا ہوں سے نکل پڑی، اپنے اپنے وطنوں کو بن پڑی۔ باہر دوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا، ساری عمر کا نفعہ دم بھرنے چکا دیا۔ گھر والے گھبرا گئے، حیران و ششدر رہ گئے، سر کپڑے بٹھیو گئے، اگر آدھے یہ اپنے ہی ہاتھ پر جواب دے گئے، اب اپنے ہی غیروں سے نکلے، اذیت پر وقار سے گئے! ————— انگریزوں نے اس غلی گھونڈہ کا نام، اپنی غلی اصطلاح میں "نفتہ کالم" یا "پانچوں دستہ" رکھا ہے۔ اور اس نام سے ہر اخبار میں خوب واقعات ہو چکے ہیں۔

چھوڑیے اس جگہ بتی "کو آپ بتی" کے ہوتے آپ کو ان پر اسے نصیوں میں پڑنے کی ضرورت کیا ہے

چوں کو کہ درست بہت ہے ہمراہ حاجت مست؟
کچھ یہ حرکتوں پہلا رہا ہے کہ "اودو کے" آن سائنٹفک ریسرچ کے بجا

لاطینی حروف رائج ہو جائیں، تاکہ انگریزیت کی فوجوں کے لیے راستہ پوری طرح صاف ہو جائے۔ اس تجویز کے کون درپے ہے کہ مسلمانوں میں ہٹلر بازی ہٹلر سازی کا کاروبار پھیل جائے، اور مسلمان علیحدہ سے علیحدہ کھائے اور سود کھلائے کی لہنت میں مبتلا ہو کر رہیں؟ "جو اسود" پر رسالے اور پمفلٹ تو ان شایع کر رہا ہے؟ فردوں و عورتوں کا اغلاط، اور عورتوں میں بے پردگی، بے محابائی، اربے میانی کی تلقین، کس کے زبان و قلم کا محبوب، اور محبت بن مشام ہے؟ کس کی سرگرم کو شلیں ہیں، کہ اسلام میں تانوں دیوانی، نوعداری کے بجائے است پر مشرکوں اور ملحدوں کے بنائے ہوئے نواہی و تعزیرات مسلط کر دیے جائیں؟ کون اس فکر میں گھلا جا رہا ہے کہ مسلمان اپنے تمدن، تہذیب، اخلاقی، خصوصیات و شعائر کو چھوڑ کر علیحدہ سے علیحدہ، دوسرے مسلمانوں میں غم اور ان میں گم ہو کر رہ جائیں؟

یہ ساری کامیابیوں کا دروازہ ہیں اپنے آپ کو مسلمان ہی کہلانے والوں کے ہاتھوں پر، یہ سب یا نہیں؟ ان ساری تحریکوں کو چلانے والے اور بھیلانے والے، بعض مسلمانوں پر بہ زور، روڈ بول سے لیا یہ زور زور و عروت سے نازل کرتے، والے مسلمانوں ہی کے نام رکھتے ہیں یا نہیں؟ ————— اپنی آستین میں سانپ آہلنے کچھ کم پال رکھے ہیں؟ "تجدد"، "رہن خیالی"، "آزاد خیالی" کے اپنے اندر ان فراوانیوں کے بعد آپ کو ضرورت کیا ہے کہ پانچوں کالم کی مثالوں کے لیے آپ فرانس اور پورٹو گیزیہ اور ہٹلر اور ہٹلر اور ہٹلر کی خاک چھانتے پھریں؟

گوہر چوہدری، اوپر یا چہ حاجت مست؟

ایک مشرق کی وفات

۲۰ - ستمبر کو استنبول سے مشہور بھارتی

مستشرق سر ٹینی سن ہیں سابق ڈائریکٹر "لندن اسکول آف اوریینٹل اسٹڈیز" سابق ترجمان وزارت اعلیٰ تعلیم کی وفات کی خبر موصول ہوئی۔
 موت وقت وہ ایک مہینہ بیت سی ملکی زبانوں کے ماہر تھے۔ عربی، ترکی، زبان، ادب پر نظر بہت وسیع تھی اور علوم اسلامیہ سے خاص شغف تھا۔
 انہیں انگریز پریس نے انہیں انگریزوں کے جو دعویٰ ایڈیشن میں ترکی زبان و ادب پر مقالات انھیں کے قلم سے تھے۔ مستشرقین میں ان کا دوام بہت غنیمت تھا۔ اور انگریزوں کی ترقی و ترقی کے پیکس سراسر آواز تھے۔ اسلام اور اہل اسلام سے فی الجملہ بہترین و عاشق رکھتے تھے۔ سیر کے مشہور و قدیم انگریزی ترجمہ القرآن کا جو ایڈیشن "اولڈ کلاسیک" سلسلہ میں نکلا ہے۔ انگریزوں نے دیکھا ہے کہ انھیں کا لکھا ہوا ہے اور بہت سچا ہوا اور بہت پرانے۔ ان کی وفات سے اب

اور تیار کیا گیا ہے۔ انگریزوں کا ترجمہ سب سے بہتر ہے۔ لیکن وہ نہ صرف زبان و ادب کے ماہر تھے اور بلکہ اندر گہرے پیچھے رہنے والے باپ تھے۔ سجادین کا مرتبہ کہیں بڑھا دیا گیا ہے۔ اب ترجمہ پوری آیت کا ماحول ہوا۔
 لاجتہاد القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاہدین فی سبیل اللہ! ہوا اللہم وانضم علی القاعدین وجہہ کلاً عند اللہ کسفی۔ یعنی اللہ! مجاہدین علی القاعدین! اجر اعلیٰ! رحمت اللہ ورحمۃ ربہم! انہی معذورین!۔
 براہین (مجتہد و اجوبہ) ایمان والوں میں وہ جو مجاہد گھر پہنچے ہیں، اور وہ جو مجاہد لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے۔ اللہ انہیں اجر و پلے جان دے گا۔ مال سے جو ادا کرے۔ بہت زیادہ پلے جان دے گا۔ ہر گھر میں بیٹھے ہالوں کے کہیں زیادہ اجر دیا ہے۔ یعنی بہت سے موتے (پتی جڑت) سے اور مغفرت و رحمت اور اللہ

مکرومی خطاب

(از زبان ابراہیم امجدی صاحب)

معانی حق کو معانی شریعہ کی مانند بنی گوشت کی کمی کا ہونا نہ سمجھو۔ فلسفہ نفس پر اس دہر کا قیاس کو اگرچہ یاد بجا رہی کہ فیض ہے کیاں تو دیکھو کہ ہر اک شے کو مادہ بن کر نفاذ و شت کو رنگ جن سے کیا نسبت بغیر نطق میں ممکن ہے گفتگو و پیام جس انجمن میں چراغ فیض فروزا ہے حدیث دین کو باریک دہر نہ بنا دلیل و عقل سے انکار کے ستم تراش ادب کی آڑ میں دیکر پیام گمراہی نری خود نے یقیناً غریب کھایا ہے جسے ضمیر کی لذت نہیں نہیں کی نصیب سکون قلب کا ایمان غیب پر ہمدرد محمد عربی کی پیروی کی قسم تجھے خبر ہی نہیں ہے پیروی کیا ہے

ایک آیت کا مفہوم

صاحب موصوف خرد و دانش (انگریزی) سے لکھتے ہیں۔
 "لا یستوی المؤمنون ولا المؤمنات" غیر اولی الضرر! ایمان والوں میں سبیل اللہ! ہوا اللہم وانضم علی القاعدین وجہہ کلاً عند اللہ کسفی۔ یعنی اللہ! مجاہدین علی القاعدین! اجر اعلیٰ! رحمت اللہ ورحمۃ ربہم! انہی معذورین!۔
 آیت بالا کی نسبت ابو ذر غفاری اور یوسف علیہ السلام میں (۱) یہ کہیں غزوہ کے متعلق ہے؟
 (۲) غیر اولی الضرر کا شان نزول کیا؟
 (۳) آیت بالا خاص۔ یہ سونے میں نازل ہوئی یا جبریل علیہ السلام؟
 (۴) اور ان کو یہ کہ ملاوہ اور جبریل و اسرار آئے کہ یہ میں ہوں ان سے بھی مطلع فرمایا جائے۔
 آیت کا تعلق کس خاص غزوہ سے نہیں؟

سورۃ مدثر ہے۔ یہ آیت بھی ذرا ہی ہو گی۔ اس کے غلات کی سراجت کہیں نظر سے گزری نہیں۔ اور زیادہ تلاش کی حاجت محسوس نہیں ہوئی۔
 ایک گزشتہ شمارہ ایک تعلیم یافتہ کم فرما صاحب راہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ "غزوہ کھار" کے مقابلہ میں حاکم جن کے بے آپ نے جو کچھ کیا دیکھا ہے۔ میں اس کا اسکا بہترین اجر آپ کو ہم سب کی رضا ہے۔ صدق مٹا میں پٹا کھینچے جو جس میں منیت کا ذکر ہے میں میں تھا طب کلام اللہ

غالب سے ماضی کی طرف متغزل ہوتا ہے۔ یہ سورہ فاطمہ کی ابتدائی آیتوں پر درپیکار کے ایک جالانہ اعتراض کے جواب میں ہے۔ لیکن ماضی میں اس صفت کجنام کے زور و غرور کا پتہ ہو گئے ہیں۔ براہ کرم اس صفت کا نام اور اسکی تفریع و تزیین سے باریک خط مطلع فرمائیے۔ بہتر ہے کہ دوبارہ اسے ترمیم کے ساتھ نصیح کے تحت صدق میں شائع فرمادیا جائے، تاکہ ایمان والے مستفید ہوں ہر زبان کے خصوصیات الگ الگ ہوتے ہیں، معذور نہیں کہ ایک زبان میں جو ماضی سمجھے جاتے ہیں وہی دوسری زبان میں موجود ہوں اور ماضی سمجھے جاتے ہوں، اگر بعض روایات تو ایک زبان کا بہترین محاورہ دوسری زبان میں بجا رہتا ہے۔ عربی میں برابر ایسا ہوتا ہے، اگر مبادا اور ہے اور خبر کا سینہ جمع کا ہے۔ اور یہ جب نہیں منہ ہے۔ قرآن مجید میں ایک ہی فقرہ میں: جمع کے ابتداء کی مثالیں بہ کثرت ملتی ہیں۔ اسی طرح عربی میں ایک

ایک عام حکم یا قاعدہ بیان ہوا ہے۔ کہ ہر عام ہے، جہاں دوسری جہاں ہر معذور کے لیے "اولی الضرر" کے معنی ہو سکتے ہیں اور غیر اولی الضرر غیر معذور۔ جو مادہ اپنی عام و مطلق صورت میں فرض میں نہیں یعنی نماز اور روزہ وغیرہ کی طرح ہر فرد پر فرض نہیں، صرف فرض کفایہ ہے، یعنی ایک جماعت کے لیے اور اگر دینے سے سب کی طرف سے اور ہو جاتا ہے (فرض میں صرف خاص معذرتوں میں ہو جاتا ہے، مثلاً یہ کہ کوئی غیر مسلم، مسلمانوں سے جنگ چھڑائے اور جہاد کے لیے غیر عام ہو جائے) اس سلسلہ سے عدم رسالت میں کچھ لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ جہاد میں جب طرح طرح کے خطرات ہیں (مثلاً قتل خدا داغ ہو جانا اور پھر کفار و بدعت کا سلسلہ) اور جہاد فرض میں ہے بھی نہیں تو گھر میں بیٹھے بیٹھے دوسری عبادتوں یا ریاضتوں کے ذریعہ سے کیوں بہتر استحقاق نسبت کا پیدا کر دیا جائے؟ آیت میں اسی خیال کی تردید

اور اچھوڑ دینا بہت اچھا ہے اور سب سے بہتر ہے ایمان والوں کے لیے اور اللہ تعالیٰ انہیں اجر دے

مترد کی جبارت

میدر آباد سے ایک صاحب علم بزرگ ۱۲ ستمبر

کے عنایت نامہ میں لکھتے ہیں:-

"مولوی ریاست علی صاحب کی رپورٹ کے ہم سے تو دماغ کھل رہا ہے۔۔۔ سہرے اسے شایع کر دیا ہے۔ صدق نے تعجب سے کہ ایک شایع نہیں کیا۔ مولانا خبیر احمد صاحب کی تقریر آپ نے شایع فرمادی۔ لیکن ہر سے نزدیک نیاز کو سید کی سے نہ لگاؤ گا اپنے محاذ کو کڑا کر دینا ہے۔ اسکا علاج تو یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اور جس پیمانہ پر ممکن ہو اس کے "ہفتات" کا اعلان کیا جائے۔ ڈاک باندھتے ہیں کہ اسکا علاج کی ضرورت ہو اور اسی سے وہ بہت گھبراتا ہے۔ سچے معلوم ہو اسے کہ مولوی ریاست علی صاحب کے پاس اس قسم کے سلوات کا ایک ذخیرہ ہے۔ ان چیزوں کا چھپانے رکھنا جرم ہے۔ انہیں چیزوں کی اشاعت کی حاجت ہے جہاں تک سامعی ممکن ہو۔ وہ جس بے غیرت کا یہ حال ہے کہ اپنے ارعاد کو وہ اعتزالی اور مسلک مقلین قرآن کی پرانی بنیاد میں چھپانے کی کوشش ان ہرزہ داروں کے بعد بھی کر سکتا ہو، وہ سنجیدہ مباحث میں تو خدا جاسے کماں کما کھل جائیگا۔"

مولوی ریاست علی صاحب ایڈیٹر مذہبی میں غریب کا خوالہ مراسلہ لایا ہے، صدق مغل میں شایع ہو چکا ہے۔ صدق کے معنائین بہت قبل سے مرتب کرنے پڑے ہیں، اس نے بعض معنائین کی اشاعت میں روک دیا جاتی ہے۔ رہبر کن کے ڈٹ کو انقلاب (لاہور) بھی شایع کر چکا ہے، اور مجب نہیں کہ حق (لکھنؤ) بھی نقل کرے۔ وہ اپنی کم از کم یہ روزنامہ تو اس نکتہ کی حرمت ہر سی طرح تو ہے۔

اپنے کی بگیاگی

یہی سے ایک ال قلم لکھتے ہیں:-

"گنگا کی تہہ انگیزاں جب جب شایع ہوتی ہیں، کوئی نہ کوئی بزرگ خالٹ باخبرین کو رسالہ کو سوار کرنے کے سجاوے اور اچھا دیتے ہیں سید فاضل علی صاحب کا صفحہ آج آپ نے گنگا میں لا خط فرمایا ہوگا۔ سچا اُسے راہ راست پر لانے کے خود اسی کے آکر کاربن کے اُسے کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے، البتہ ان سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے، خدا رحم کرے۔"

جی ہاں ایسے سادہ مزاج اور مہربان مہربان بزرگوں سے تو تاریخ اسلام بھری پڑی ہے، بنیاد حضرت عثمان کی خلافت کے زمانہ میں پڑ گئی تھی اور محمد مرتضوی پر حضور مٹا نئے خوارج کے وقت تو ایسے ایک نفس لوگوں کی کوئی کمی ہی نہیں۔ محرم دیو عادت سے یہ تقاضا کہ وہ سیرۃ النبی کی ایک جلد مستقل قرآن مجید کے موضوع پر لکھنے کا وعدہ پورا فرمائیں، نگار کی وسعت سے کرا، اور اسے اس غرض کے لیے تا صد بنانا بہت ہی خوب ہے۔ اور پھر کیا کہنے ہیں اس حقیقت سچی کے کہ نگار صدق اور عبادت کے رشتہ دار ہیں، ان کی عزت کی بنا پر ہیں

سمجھنا چاہیے کہ نگار نے یہ سب باتیں اور باتیں

بجمل اللہ جیبا پر جس کو کے پردہ (۱۹۰۹) کی حیثیت سے موجود ان لکھنے کے لیے چراغ جلا دیا نہیں۔ لیکن اگر بدقسمتی سے ایڈیٹر کی کا یہ ترجمہ جیبا ایک ہی قومی نشان مذہب کے نور ہے۔"

صدق اپنی اور عبادت و دونوں کی طرف سے اس عزت افزائی اور تہذیبی شکر و پیش کرتا ہے، ہر سے سید فاضل علی صاحب کے "ولا مل" تو بہ قول نیاز:- "ان پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن.... بچے جو کچھ کہنا تھا کہ چکا۔ اور اب یہ عوام کے مقلین ہیں کہ اہل علم کی ایک جماعت اس باب میں بیرونی جہانک ہے۔" (نگار، ستمبر ۱۳۸۸) نیاز کی "ہم آہنگی" سید صاحب کو مبارک ہو!

تکلیف الامت کی صحت

دیکھتے ہیں (جیبا ہند) کے ایک مضمون میں

"حضرت مولانا غازی ملا کی صحت سے متعلق جو کچھ بھی سبق میں کوئی شذ، کھل آتا ہے تو دریافت خیریت سے بہت سرور ہو جاتی ہے۔ اب کچھ غصہ سے اس سرور سے لطف اندوزی کا موقع نہیں ملا۔ براہ کرم مطلع فرمایا جائے کہ حضرت الہی ارشادات عالیہ کس رسالہ میں مسلسل نکلتے رہتے ہیں۔ یعنی فائزہ اشرفی کا درگاہ کون ہے

(۱) حضرت والا کی صحت مجدد اللہ اس تحریک کے وقت تک اچھی ہے۔ باقی صحت وغیرہ اس سفر کے لازم ہیں۔ ان سے: لی، ہی، کسی کو مفر نہیں صنعت جہانی اور خطاط قوسے کا ذکر قرآن مجید میں جو حضرات انبیاء کی زبان سے کرا رہے ہیں، اس میں ایک مصلحت میں تعلیم ہے۔

(۲) رسالہ التورۃ تھانہ بیون۔ منیع مظفر نگر (یو۔ پی) قیمت سالانہ چار۔ اس میں مولانا کے تمام ارشادات طریقت (بعض مابین و مابین کے خطوط کے جوابات پابندی کے ساتھ ہوتے ہیں) اور اکثر ملفوظات بھی۔ موعظہ مسلسل غالباً اللہ ہی وہی میں نکلتے رہتے ہیں۔

ایک مراسلہ نگار سے

"تا کہ وہ (علی قلم) سے ایک خیردار صاحب تحریر نے لکھتے ہیں (مختصاً):- "صدق سورۃ روجہ میں رسالہ اقبال علی گڑھ پر آپ کا یہ تبصرہ دیکھ کر کہ" اقبال، منہاجت ۵۲ صفحے۔ قیمت ۱۰۰ سالانہ کا مقدمہ ہے علامہ اقبال کے پیغام کی اشاعت۔ ایسے رسالہ کی نسبت اشاعت میں کو شش کرنا اپنی دوا آپ کر رہے ہیں، علم و پیشگی سالانہ چند رسالہ مذکور کو بھیج دیا گیا۔ و مولوی پندہ کے کمال ایک ماہ بعد رسالہ مذکور نے اپنا ایک نمبر، یعنی جلد اول میں شائع ۲۳ صفحے قیمت ۱۰۰ سالانہ کیا، جس کے مفاد مسلم باک کے منصب الدین کی ترویج و اشاعت ہے۔ صدق کے تلامذہ سے مفاد اور اس رسالہ کے مفاد میں علاوہ منہاجت صفحات و قیمت وغیرہ کے نمایاں فرق ہے۔ اس لیے ہر راہ اخبار ان اختلافات کی تصحیح فرمادی جائے۔"

و پو صورت پیش نظر نمبر انہوں کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ اب اگر اس کے بعد کوئی

قرآن جہنیت کلام الرحمن

"نیکار کے مخالفوں کا جواب"

مولانا محمد منظور صاحب نقوی، ایڈیٹر رسالہ الفرقان کے قلم سے

آپ کا جواب اس جواب کو اگر بالاسی رسم اور قطع و بربط کے لحاظ سے لکھتے ہوں، تو یہ کہ انھوں نے اگست کے شمارے میں لکھا ہے تو ضرور شائع ہوگا۔ قرآن پاک کے کلام الہی اور "الہام ربانی" ہونے سے یہاں تک لکھا کر کے اسے نیاز و فحشوری نے اگست کے شمارے میں غلط سمجھ کر کے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کی جو پرفریب کوشش کی ہے اس کا ذکر "الفرقان" کی اس سے پہلے اشاعت میں کیا جا چکا ہے۔ اس سلسلہ میں جو دلائل منسلک یا "شعبہ" انھوں نے پیش کیے ہیں آج کی صحبت میں سب وعدہ ان کا جواب میں عرض کرنا ہے۔

عرض جواب سے پہلے ہم یہ پھر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ نیاز و محبت پرست کی طرف سے جو جرم قائم ہے وہ یہ ہے

(الف) دعائے اسلام کے باوجود قرآن پاک کے کلام الہی اور الہام ربانی ہونے سے انھوں نے معائنات اختیار کیا۔

(ب) قرآن پاک کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھ کر دے کلام اور آپ کی نہم و فراست کا نتیجہ نہ لایا۔

(ج) قرآن پاک میں اہم مامنیہ کے جو واقعات اور قصص مذکور ہیں انکی حتمی صحت سے انھوں نے انکار کیا اور معائنات کیا کہ خدا نبی کے وجود و نصارت سے یہ قصے و احوال و انجیل سے بیان کیا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے انھیں سے سن کر بلا تحقیق و تفتیش انکو قرآن میں لکھا کر دیا ہے۔ اور اب قرآن میں انکا درج ہوا انکی صحت و روایت کا نام نہ لیا گیا ہے۔ یہاں نیاز و محبت کے وہ "کافرانہ پہنچات" جو انھوں نے اپنی مراحت و دمناحت کے ساتھ جو "نیکار" میں درج کیے اور انھیں کی بنیاد پر ہم نے انکو مرتد یا "مناظر" لکھا اور انکی یہی خرافات ہیں ملت کے نزدیک انکا اصل جرم۔

انکے بعد اب انھوں نے اگست کے شمارے میں اپنے خیالات کو جس نئے انداز میں پیش کیا ہے اور اپنے "شہادت" پیش کر کے مسلمانوں کو اپنی مصدقیت کا جو یقین دلایا ہے اسے ہمارے ہندوبک و ان کی ایک بزدلانہ چال ہے جس کا تجربہ اپنے منہلن وہ پہلے ہی کر چکے ہیں۔ اس لیے یہ فرقہ نہیں ہے کہ ہماری یہ خاصہ فرمائی خود انکے دلی روگ کو رد کر چکے ہیں۔ اس لیے اسید ضرور ہے کہ اُنکے ان شہادت اور

مولانا نے ازراہ لطف و کرم یہ مقالہ الفرقان میں درج کرنے سے ہمتیں نکل صدق کو عنایت فرما دیا تھا۔ اور بات ہے کہ خود مصدق میں گنہگار تھے تاخیر کے بعد کل پائی۔ (صدق)

منالطاعت نے جن اور بہت سے مذہب سے نادافت اور سادہ دلیوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کیے ہونگے ان شاء اللہ وہ ہمارے ان جوابات سے اطمینان حاصل کر سکیں گے اور وہی طبقہ اس دلت ہمارا مخاطب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب الیٰ سبیل الرشاد

نیاز و محبت کے پیش کردہ شبہات یا منالطاعت کا جواب شروع کرنے سے پہلے حق تعالیٰ کی "صفت کلام" اور قرآن پاک کے متعلق بطور نمید چنڈ اصولی باتیں عرض کر دینا ضروری ہیں جنکے بعد اس بحث کو سمجھنا انشاء اللہ آسان ہو جائیگا۔ اس تصدیق گذشتہ کو فراموش سے یاد رکھنا چاہئے۔

توسیع :-
یہ تو ظاہر ہے کہ صفت کلام کے لحاظ سے خود انسان میں تین مشخص نمایاں ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ اس میں قوت و طاقت یعنی گوئی کی صلاحیت اور قابلیت ہے اور اسی حیثیت سے انکو "جوان ناطق" کہا جاتا ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ جب وہ کچھ کہنا چاہتا ہے تو سکھ اور لفظ سے پہلے اس کے ذہن میں ایک مطلب اور معنوں ہوتا ہے جسکو بعد میں وہ الفاظ سے ادا کرتا ہے۔

(۳) تیسری حیثیت یہ ہے کہ وہ لفظ اور لفظ کے ذریعہ اپنے اس فی الفہم کو ادا کرتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تینوں حیثیتیں ایک دوسرے سے مناسبت ہیں۔ بلکہ تشبیہ اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ کے صفت کلام میں تینوں حیثیتیں اور تین درجے ہیں۔ پہلے درجہ کو ہنر "قوت علم" سمجھنا چاہیے اور علمی اصطلاح میں انکو سید اُتھم اور نشاء و صدور کلام سے تعبیر کیا جاتا ہے جس طرح کہ علم کو سید و انکشاف کہا جاتا ہے۔

تو حق تعالیٰ کی "صفت کلام" کا یہ پہلا درجہ علم اور قدرت و ہنر کی طرح قدیم اور اذلی ہے اور اس کے معائنات حقیقیہ میں سے ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور اسکا شعور و مطالعہ ہی تمام کلام نفسی اور دوسرا درجہ وہ مفصل مطالب اور مضامین ہیں جن کو الفاظ و حروف سے ادا کیا جاتا ہے اور جو کلام عقلی کا دلوں ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ میں ہیں انکی شان و رفیع کے مطابق یہ درجہ موجود ہے اور اسکو بھی کلام نفسی کہا جاتا ہے اور یہ بھی قدیم ہے۔

تیسرا درجہ ان مرتب الفاظ و عبارات اور حروف و کلمات کا ہے جن سے معنوں و مقصود ادا کیا جاتا ہے۔ اور اس درجہ کا اصطلاحی نام "کلام لفظی" ہے۔ اور اس حیثیت سے جب کسی کلام کو کلام الہی کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب عموماً یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی مرضی اور مشا اور اپنے احکام بندوں کے علم میں لانے کے لیے خود اس کلام کی آیت و ترجمہ فرمائی ہے۔ لیکن اس کلام کے ظہور کا محل عموماً کوئی "شے مخلوق" ہی ہوتی ہے۔ مثلاً حق تعالیٰ اپنے کلام لفظی کو اپنی قدرت کے ذریعہ حامل روحی فرشتہ کی زبان پر جاری فرمادیتا ہے۔ پھر وہ رسول انھیں الہام شدہ الفاظ و عبارات میں اسکو اپنی زبان سے ادا کرتا اور لوگوں

مراد جنت و جہنم

۱۔ سلسلہ صدق جنت و جہنم فرمائی مطلق عالم کے قلم سے
 جنت و جہنم کے متعلق مولانا گیلانی کے مضمون کے اسے میں مقصود
 "ایراد" و غلطی اپنے خط میں تصورات طریقے میں نے یہ لکھ دیا تھا کہ مضمون
 تشبیہ اور تشکیک کی وجہ کہ وہی تھی۔ پھر صدق سلسلہ میں آپ کے قلم سے
 اسکو بطور ایثار لکھا ہوا دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اچھا ہوا کہ خط کا اقتباس شایع ہو گیا
 ہر حال اسکے متعلق مولانا گیلانی نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اسکے بعد بھی وہی
 تشکیک موجود ہے۔ چونکہ مولانا فرمائی مطلق میں تشکیک نہیں
 کرتے اس لیے وہی سلسلہ میں یہ امر گزرا ہے کہ "صفات میں سے بعض تو
 صفات لازمتہ الذات ہوتے ہیں اور بعض غیر لازمتہ الذات۔ اول الذکرات
 سے متعلق اور غلط نہیں ہو سکتے اور لازم کے کیا معنی۔ اگر متعلق نہیں کر لے
 جائیں تو غلات معروض لازم آجیگا یا ذات کا عدم وجود۔ بنا بریں سوال
 پیدا ہوتا ہے کہ "جنت و جہنم کے سلسلہ میں جن الفاظ کا ذکر قرآن میں ہے
 جنکے مادی مصداق سے ہم آشنا ہیں ان سے مراد اگر ہی مادی مصداق
 ہیں تو جہنم و جنت میں انکے صفات لازمتہ الذات نیز خداوند کے صفات لازمتہ
 کے ساتھ پایا جانا ہم کو باور کرنا چاہیے۔ یہ اعتقاد اس چیز کی وجہ سے پیدا
 ہوتا ہے جس پر طعن طرح کی گئی ہے اچھا لگتی ہے اور اگر صفات لازمتہ الذات
 کے بغیر انکا وجود ان لیا جائیگا تو کچھ لفظ کے اس مصداق کا ذاتاً وجود ہوگا
 محض ذرا دلالت اپنے مضمون میں فرمایا ہے۔ اور وہی استعارہ اور مجاز یا
 دوسرے لفظوں میں "ذاتی" کا دروازہ کھلنا چاہیے۔ پر مضمون میں غزالی
 کی بات سے من و طعن ہے۔ خلاصہ یہ کہ مضمون سے سادہ صاف نہیں ہوا
 مثال سے اسکی وضاحت ہوں ہوگی کہ سانپ، آگ، باغ، حور عین، خمر، یہ
 چند الفاظ ہیں جنکے مصداقوں سے ہم آشنا ہیں تو جہنم و جنت میں کیا ان
 مصداقوں کے ذاتاً پائے جانے کے افراد سے لازم آتا ہے کہ ذات (جس میں
 ذات اور ذات کے لوازمات غیر متعلق سب کو داخل سمجھ لیا جائے) اپنے صفات لازمتہ
 الذات کے افراد میں جانتے۔ اور اس قسم کی چیزوں میں سے بعض کے صفات لازمتہ الذات
 فی ان قرآن وہی پیش آیا موجود ہے اس سے قطع نظر عقل خود بھی نقل کی روشنی
 میں ان میں سے بعض صفات لازمتہ الذات کی نفی پر اپنے کو مجبور پاتی ہے اور
 صفات لازمتہ الذات کے پائے جانے کی صورت میں ذاتاً وجود کا افراد ایک مرتبہ ہے
 یا محال یا تاثر چکیا کہ ان الفاظ سے مراد انکے وہ مادی مصداق نہیں ہیں جس سے ہم
 آشنا ہیں صورت عقلی اشتراک کا قائل ہونا پڑیگا جسکی نفی مضمون میں ہے (جو
 قائل ہے اور پھر وہ خرابی لازم ہے جس کی بابت غزالی نے اشارہ کیا ہے۔
 ذات لازمتہ الذات جسکو سمجھا ہوا ہے اسکے لزوم کے انکار کی ہی ایک صورت
 اگر اس اشعار نے بعد یہ کہنا کہ ان الفاظ سے مراد انکے مصداق میں جنکی ذات
 سے ہم آشنا ہیں عجیب و غریب ہوگا کیونکہ ہم ذات سے آشنا لازمتہ الذات
 صفات کے ساتھ میں نفس ذات سے ہم آشنا ہی نہیں اور نہ لفظ سے معنی
 ذات متعلق عن کل مدخل کو کوئی شخص ہی سمجھ سکتا ہے اور نہ یہ مصداق لفظ کا
 مصداق

مسلم کلب لکھنؤ

ایہ اسلامی (نقل سائنہ مدبر صدق)

مسلم کلب کے غریب کارکنوں نے آج شام کا اپنے ہی محلے ایک غریب کو
 اپنے دارالسلامہ کی سرکار اپنے محلے میں شرکت کا موقع دیا۔

قرشی صاحب کے لکھے ہوئے درس قرآن کو پڑھتے اور سناٹے ہونے لگا۔
 نیز پڑھتے ہوئے بہت سے بچوں اور سالوں پر نظر پڑی۔

دیکھتے ہیں آئیں اسلامی کتابیں اسلامی چہرے، سننے میں آئیں اسلامی
 باتیں، اسلامی چہرے، دل نے محسوس کیں سادگی کی نشانیں انخلاص کی
 شاہین، انخلاص کی خوشبو میں.....

ہاں یہ لوگ رزادہ توجہ ان اور کچھ بڑے بڑے ہیں (جمع ہوسکتی ہیں)
 درس قرآن حاصل کرنے، وعظ و نصیحت کی باتیں سننے، اسوقت جو وقت،
 جو وقت ہوتا ہے ہر کوئی کنگشت کا بازاروں میں شرکت کا، تا شاہینوں
 کے ہجوم کا، تا شاہینوں کی دھوم کا!

اس شہر کے ایک معلوم و معروف فتنہ فروش کی اٹھارہ گاریوں پر کلب سے
 جو انوار نفرت و کدورت کیا وہ سب سے خود ایک محبت قوی اور بہانہ ملی ہے
 اسکے جوش و خروش کی غیرت ایمانی کی!

کلب کے کارکن اور اراکین اپنی موجودہ بعضا معنی سے نہ غیر انہیں
 نہ شراہیں۔ بڑی بڑی عمارتیں چھوٹی ہی چھوٹی بنیادوں پر تعمیر ہوتی ہیں بہت
 انخلاص کی دولت آپ کے پاس ہے، اور یہی سرمایہ ہذا سرمایہ ہے۔ ان اشہ
 لایعین اجر المحسنین۔ محمد علی جوہر کا شہر ہے۔

نویسرا باہیل سے ہرگز نہیں کمزور
 بیچارگی پر اپنی بجا شان خدا کج!

مختصر نشست میں زبانی کچھ مشورے عرض کر دیئے گئے اور ایک خط
 نامہ چیز کے طور پر صدق جاری کیا جا رہا ہے۔

(دستخط) عبدالمجید دریا بادی۔ یکم ستمبر ۱۹۷۷ء

ع اور مجاز کا حکم ہوتا ہے پھر وہی استعارہ اور مجاز سنانے آلیا۔ ان صاحب ہر
 قطع نظر دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان الفاظ سے مراد ان
 مصداقوں کی ذات متعلق صفات معلومہ میں باکچھ اور۔ پہلی
 صورت میں یہ الفاظ و معنوں ہما نہیں بنا ہیں اسے آدیل ہی کہا جائے گا
 صورت ثانیہ میں صفات معلومہ سے بعض وہ ہیں جن سے انشاک اور قطعگی
 ہمارے علم میں ہے اور بعض انشاک سے ہم آشنا ہیں۔ مثلاً طبع آباد کے آم،
 اور وہی کے آم میں چند صفات کا انشاک ہمارے علم میں ہے اور وہی بنا
 پر تفریق ہے اور بعض صفات نہ صرف ان میں خیر کہ میں بلکہ آم کی ہر قسم میں پائے
 جاتے ہیں۔ اور اسکے انشاک سے ہم آشنا ہی نہیں۔ اگر اسکے انشاک کے ساتھ آم
 مراد ہے تو پھر اسے آم کہا جائے گا نہ حقیقت۔ غلطیال۔ مقصود یہ ہے اور
 ذکرہ بالا کا لحاظ کیئے ہرے عنوان کے متعلق مضمون ہونا چاہیے اور اب بھی کیا
 ضرورت ہے بغیر اسکے مل کے ہرے مادیان اور عقلی اشتراک کے نامہ
 پر ایجاد شدہ مناسب و نفا اور نہ مناسب ہے۔ و التسلیم

یہ رد آمد۔ مبینہ جیسر کے سرکوں کو چھوڑ دیے، پلیہ تاک کی سنگ تو
 یہیں پھیلی ہی صدی ہے اسلام کے شیردلوں اور غالی ہمتوں کو نہیں بہت
 و شجاعت و ناتوان سپاہیوں کو لڑائی چڑی ملی۔ ترک، غازی سلطان پاشا
 کی قیادت میں، قلعہ میں گھیر گئے، اور زبردست و بڑا فتنہ ختم کرنے کا حکم
 کر دیا۔ رسد ختم، اور اس پر کام ہوا۔ سدرہ۔ چھوٹے شیردلوں کی ہمت اور
 سب سے بگڑی تھی۔ بڑا فرق نہیں۔ لڑائی ختم ہوتی ہے۔ اور اعتراضات اپنوں کی زبان
 سے نہیں۔ وہ طعنوں کی زبان سے شایع ہوتا ہے۔ کہ ترک جو ان عبور و درہ رکھ کر
 کو لڑنے کے عادی تھے۔ یہ افس کا حکم تھا، جو یوں ناتے کہ کر کے مخالف
 کو لے رہے۔ افسانہ طعنی اصلاح و ضبط کا اور قومی غم و ہمت کی
 بیداری کا۔ زندگی میں ایک نئی روح چونکہ بننے کا، اگر اگر خون کی نئی
 لہریں دوڑا دینے کا۔ یہ تھک اور کھنٹہ نصرت و ہمدردی کا۔ لا الہ الا

دودنیال لہکے

”کھنویو نیورسٹی کے شعبہ قانون کے
طالبہ کی مجلس میں کل شب کو سبائے متعدد ازدواج پر ہولناکیاں
(بیم قانون) کی یہ پہلی مجلس تھی۔ موضوع تھا ”متعدد ازدواج کو
قانوناً ممنوع ہو جانا چاہیے“ صدر، طلبہ ایک قانون ساز
مجامعہ تھیں، تحریک پیش کی، ایک مسلمان طالب علم... نے۔
انہوں نے کہا کہ یہ رسوؤ در وحشت کی یادگار ہے، جب مرد پر شہادت
کا طلبہ تھا، اور عورت کو جبرے اپنا طبع بنانے پر اکتفا۔ اور اگر شوہر
کو اختیار ہے کہ ایک سے زائد بیویں رکھے، تو کیوں نہ بیوی کو
ایک سے زائد شوہروں کی اجازت ہو؟ جواب میں تقریباً ایک انگریز
برسٹر مسٹر... نے کی۔ انہوں نے کہا کہ حرکت کے خلاف ہی

و الحال که بجا حق افکار استیج شده است که محل نزاع اگر نزد
 دلیلات اند که دوال اند به کلیم بنفس شک نیست که عبادت اند
 و مخلوق و اگر دالالت مراد باشد قدیم و غیر مخلوق است "

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیه السلام که از شجره مبارکه
 هارم حق شنبه جل سلطان نسبت آن کلام بحق جل سلطان همچو
 نسبت مخلوق بود بخالق و همچو نسبت مظلوم به مظلوم و همچنین کلامیکه

از حضرت جبریل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام بشنید نسبت
 بآں کلام کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ همچو نسبت مخلوق بود
 بمخلوق غایت بمانی الباب اس کلام نیز کلام حق است بل

سلسلہ و شکرانہ کافروں مذہب کو با کلام حق مشترک ہے
در بیان کلام نفسی و کلام لفظی کہ بے توسط امرے حضرت حق
سبحانہ و تعالیٰ ایسا دآں فرماید و دریں کلام لفظی نیز حقیقت
کار و حجت را شہ علیہ السلام را از انکار کافروں

(۱) کلام الہی کیا اطلاق کلام نفسی پر بھی ہوتا ہے اور کلام عقلی پر بھی

(۳) کلام لفظی حادث و متخالف ہونے کے باوجود اس معنی کو کلام الہی ہے کہ حق تعالیٰ ہی بلا واسطہ اس کا موجد ہے اور اسکی تالیف و تخریج اس کی طرف سے ہے اور اسی لیے جو شخص اس کلام لفظی کے ہاں اس معنی کلام الہی ہونے

کامیاب کرے وہ کافر و بدین ہے۔ بلکہ غنیمت عام اور علیٰ ہذا عام دینی محاورات
میں تو قرآن اور کلام الہی سے عموماً یہ ”کلام لفظی“ مراد رہتا ہے کیونکہ احکام
تکلیفیہ کا منقح اسی سے ہے اور اسی کا کلام الہی ہونا امت جماعی مقدمہ ہے

اور ان کے کلام الہی بولنے کا سبب مرث ہیں ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کا مخلوق ہے یا ان کی مرثی رشتہ اور نام و نواہی پر اس کی ولایت ہے بلکہ اس کو کلام الہی اس خصوصیت کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کی نظم و عبادت کی بابت

واپس بار بھی لا : اسطرح حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے ۔
علامہ نوشہی شریعہ شجرہ ربیب فرماتے ہیں ۔

“هَذَا نَزاع في اسم القرآن وكلام الله تعالى بطريق الاشتراك على هذا الموضع
الحادث وهو المتعارف عند العامة : القرآن والموحِّين والعقلاء : اطلاق هذا
اللفظين عليه ليس بجواز : (ال على كلامه القديم حتى لو كان مختصاً بهذا اللفظ
غير أنه تعالى كان بهذا اطلاق يخالفه بل لان له اختصاصاً آخر به تعالى
وهو انما اخترناه “

پھر یہی غلط فہمی تھی۔ یہی تشریح فرماتے ہیں کہ جو شخص اس قرآن پاک کے جو مخصوص الفاظ و عبارت میں مدح و تحسین لکھا جائے گا اسے کلام اللہ کہیں گے اور اسکو کسی انسان کی تالیف قرار دے دے وہ مسلم غور

پروکہ فر اور خارج از اسلام ہے۔ فرماتے ہیں

”ومن انكر كلامي فابن دفتي السعف انما كيفر لواعقه، وليس كلام الله
 تعالى الله عن ذلك علواً كبيرا“

گنار کے مغالطوں کا جواب

(رسولانہ عمدہ منظر، واجب نظانی۔ ایڈیٹر سالہ الغفران کے قلم سے)

از پستگاه مسبق ۴۲

چونکہ ہمارے اس جواب کی بنیاد کل نفسی کے قدیم اور کلام غفنی کے عقائد و مکتوبات پر ہے اور آئندہ نبروں میں بھی ہم کو اسی اصول کے کام لینا ہے۔ اس لیے یہ واضح کر دینا بھی ہمارا فرض ہے کہ یہ نظریہ ہمارا چنانچہ اختراع نہیں ہے بلکہ اہل سنت کے مشہور مسلمات سے ہے۔ کتب کلام کی صد ہا تصریحات میں سے چند لے آئے ہوں۔

شرع عقائد نفسی میں ہے "التحقیق ان کلام اللہ اسم شرک بن کلام
النفس القديم یعنی الازمانہ کوئے صفتہ کہ تعالیٰ و بین اللغظی الحادث
المولع من السور والآیات یعنی الازمانہ انہ مخلوق اللہ تعالیٰ ۔

اور سارا مرہ شرح شمس الاراء میں اسی کلام کے بارے میں اہل مسنت کے مخالف فرمودہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

فانتم المستتره قالوا كلا مع تعالي اعموات و حروف بخلتها في
غير كالمليح المحفوظ و جبريل و الرسول و هو حادث عندتم و هذا الذي
قارنه المستتره لا ينكر ونحن بل نقول - و نسبه علاما لقطعا و لكننا ثبت امرنا و اودعك
و هو المعنى القاطم بالسس -

درمانت چاہتی ہے کلیم نفس کی تہ امت اور کلام افعلی کے وعدہ کے اس مسئلہ کو لباس اور مناسب لباس کی متشیل سے حل کیا ہے۔ متنوی مسئلہ الہی میں مسلک اہل سنت کی حمایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کن کا حلق کر دے چوں مقرر ملی لایزالش داس و لم یزلی
 حرمت دے دے لے نو بنو عادت می شود نیست چو داس لایث
 باشد آتش مثل خود و شناس مر کلام قدیم را چو لباس
 و بد م چوں شود لباس بدل شخص صاحب لباس را چو غل
 اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنے کلمات میں ایک جگہ
 لباس کی مثال دے کر سلسلہ کو اس طرح سمجھاتے ہیں

”قرآن کلام خدا است جل سلطانہ کہ بی پاس حرفت بموت در آرد“

بر پیغمبر یا علیه : علی آل الصلوٰۃ والسلام منزل ساخته است و
عشاء و آیات امر و منی فرموده چنانچه اکلام نفسی خود را توسط
کلام و زبان در لباس حرف و صوت در آورده ظاهر می سازیم

و مقام خفیہ خود را در عرضہ ظهوری آریم ہم چنین حضرت حق
سبحانہ کلام نفس خود را ایے توسط نام و زبان بقدرت کاملہ
خود اباس حرکت و صوت عطا فرمودہ بر عباد فرستادہ است

واللهم و تو ای حقیقه خود را در معن بزرگ و صفت آورده
بر منضمه بگو و داده است "

دوسری جگہ ایک اور کتاب میں کلام نفسی کی قیادت اور کلام نفسی کے

ہر حال نیاز صاحب کے اس پہلے مطالعہ کے جواب میں ہم نے جو کچھ
 بیان کیا ہے وہ مشکلیں کی تصریحات اور اہل سنت کے مسائل ہی کی بنا پر کیا
 ہے اور کتب کلام وغیرہ کی جو عبارات ہم نے اس ذیل میں پیش کی ہیں وہ
 صرف اسی مقصد کے لیے۔ لہذا کسی صاحب کو یہ مطالعہ نہ ہو کہ ہم نے
 یہ عبارات نیاز صاحب کو قائل کہنے کے لیے بطور دلیل و حجت پیش
 کی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ علماء و سلف کے ارشادات سے ان محبت نہیں
 قائم کی جاسکتی اور جب "قرآن" بھی اس کے نزدیک سناؤ اللہ اسامیر اللہ
 ہے تو بیچارے "علماء و سلف" کی کیا حقیقت! ان عبارات کے پیش
 کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہی ظاہر کرتا ہے کہ نیاز صاحب کے جواب
 میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف "دفع الوقتی" اور "جوابی" کے لیے
 ہمارا اپنا انحراف اور ہمارے ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ طلبہ کلام
 اور ائمہ عقائد پر سب کچھ پہلے ہی لکھ چکے ہیں۔

تذکرہ :- (۲) "اگر قرآن شریف نام ہے ان الفاظ یا حروف
 کلام جو کلام پر منقوش ہوتے ہیں جو پس کے ذریعہ سے چھاپے
 جاتے ہیں اور جو انسان کی زبان سے ادا ہوتے ہیں، تو
 کلام مجید کا ہر نسخہ کلام خداوندی ہے اور جو نسخہ ان میں سے
 مناسخ ہو جائے اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ خدا کا کلام
 مناسخ ہو گیا۔"

الفرقان :- اور پس کے جواب میں بتلایا جا چکا ہے کہ جو قرآن شریف
 کا خدا پر لکھا جاتا یا پس میں چھاپا جاتا ہے اور جو تلاوت کے وقت ہماری
 زبانوں سے ادا ہوتا ہے وہ حقیقت نقل و حکایت ہے "س" کلام الہی
 لفظی کی جس کی حقیقت اور واقعہ کی جا چکی ہے اور قرآن کے ان کتبہ
 یا نسخہ نسخوں کو اور علیٰ ہذا ہماری تلاوت کو جو قرآن مجید کہا جاتا ہے
 تو وہ اسی حیثیت سے اور یہ بلاشبہ ایسا ہی ہے جس طرح کہ ہم دیوان غالب
 کے ہر نسخہ کو خواہ وہ کسی شخص کے قلم سے لکھا یا کسی پس میں چھاپا ہو اور
 "دیوان غالب" ہی کہتے ہیں۔ اب اگر دیوان غالب کا کوئی نسخہ
 مناسخ ہو جائے تو اس لیے یہ لازم نہیں آیا کہ غالب کا کلام ہی مناسخ
 ہو گیا۔ اسی طرح قرآن پاک کے کسی نسخہ کے تلف ہو جانے سے "کلام
 الہی" کے مناسخ ہو جانے کا نتیجہ نکالنا نیاز ہی جیسے "ارباب علم و دانش"
 کا کام ہو سکتا ہے۔

تذکرہ :- (۳) "اگر قرآن پاک خدا کا کلام ہے تو اسکی وہی
 صورتیں ہو سکتی ہیں یا اسکو خدا کی عین ذات تصور کیا جائے
 یا صفات خداوندی میں شامل کیا جائے قرآن کو خدا کی عین
 ذات نہیں کہہ سکتے، یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن خدا ہے
 اور خدا قرآن ہے اس لیے لامحالہ اسے "صفت ربانی"
 اتنا بڑھا لیکن چونکہ خدا کی صفت اسکی ذات سے جدا نہیں
 ہے اس لیے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ الفاظ یعنی عربی زبان بھی
 خدا کی طرح قدیم ہے۔"

الفرقان :- نیاز صاحب کے آخری خط کشیدہ فقرہ سے ظاہر
 ہے کہ یہاں "قرآن پاک" سے انکی مراد "کلام لفظی" ہی ہے جو عربی زبان میں

دوسرے درجہ کے "کلام نفسی" کی تفسیر ہے اور عرب عام میں اس قرآن پاک
 کہا بھی جاتا ہے۔ اور ہم بتلا چکے ہیں کہ وہ حادث و مخلوق ہے۔ اور
 "کلام نفسی" جو قدیم اور قائم بذاتہ تعالیٰ ہے وہ از قبیل الفاظ ہی نہیں
 ہے بلکہ اسکو عربی یا عجمی کہا جاسکے لہذا عربی زبان کا قدیم ہونا کسی
 طرح بھی لازم نہیں آسکتا۔

عقائد کی مشہور کتاب مسامرہ شرح سائرہ میں صریح مرقوم ہے۔
 "ان کلامہ النفسی دلائل و صفت بانہ عبری و لاسودی
 و لا عربی انما العبری و لاسودی و العربی ہوا اللفظ الحال علیہ"
 یعنی "کلام نفسی" عربیت یا عبریت یا حبشیت کے ساتھ موجود نہیں ہوتا،
 عربی یا عبرانی یا سوادان تو وہ الفاظ ہوتے ہیں جو کلام لفظی پر ہوتا ہے۔
 "تذکرہ" (۴) اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ قرآن کا ہر حرف و لفظ
 خداوندی ہے جو جبریل کے ذریعہ سے آنحضرت تک پہنچا
 گیا ہے تو اسے معنی یہ ہونگے کہ رسول اللہ نے بھی اس کو
 اسی طرح نطق کیا تھا جس طرح خدا نے اپنا کلام یہود و مسیح
 اسی طرح اسکو ادا کرتے ہیں جس طرح خدا نے ادا کیا تھا۔ اس
 طرح گویا رسول اللہ اور ہم سب اس صفت میں خدا کے
 مناسخ قرار پائیں گے۔ جو بالکل محال ہے۔

الفرقان :- جی اس نے آپ سے یہ تسلیم لینا لو کہ قرآن پاک
 ہر لفظ نطق خداوندی ہے۔ ہم بھی بتلا چکے ہیں کہ الفاظ قرآن بالفاظ
 دیگر "کلام لفظی" کو "کلام الہی" اس حیثیت سے کہا جاتا ہے کہ انکی صفت
 تنزیل بلا واسطہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہی بلا واسطہ کسی شخص
 کے انجاء خاتم ربوبہ ہے۔

اور حق تعالیٰ کے لیے جو "صفت کلام" ثابت کی جاتی ہے۔ اسکو
 "مشکل" یا "جانتا ہے" تو اسکا یہ مطلب تو کسی کے نزدیک بھی نہیں ہو سکتا
 کہ اسی طرح کام و دہن سے ہوتا ہے۔ آیات نطق سے لے کر آیت
 جس طرح اسکی دوسری صفات مثلاً علم در سمیع و بصیر و عظیم و
 کہ وہ بلا کاؤں کے ستار اور بلا آنکھوں کے دیکھنا اور بلا دل کے
 محسوس ہونا ہے اسی طرح اسکی صفت کلام "بھی کام و دہن سے پیدا ہوا
 ہے" تا حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ "فقہ اکبر" میں ارقام فرماتے ہیں
 و صفاتہ کلاما سجدات صفات الخلقین علیہم السلام لا کلاما و لا قدر
 لا بعد زمانہ و لا مکان و لا کلاما و لا کلاما و لا کلاما
 شکل بالآلات و اکھروت و اللہ سبحانہ و تعالیٰ لا یرد
 یعنی حق تعالیٰ کی تمام صفات حقیقت کے لحاظ سے ہماری صفات سے
 بالکل مختلف ہیں اسکا علم اسکی قدرت اسکا دیکھنا اور سنانا ہمارے
 علم ہماری طاقت اور ہمارے دیکھنے سننے سے بالکل مختلف و مختلف
 گو یا کہ اشتراک اسکی سواد و ذوں میں کوئی مشابہت اور مماثلت نہیں
 اور یہی حال "صفت کلام" کا ہے کہ ہم آیات اور حروف کے ساتھ کلام کرتے ہیں
 اور خدا کا کلام "بالآلات از ربہم حروف ہے"

ہر حال قرآن پاک کو "کلام خدا" کہنے کی خدا کی وجہ سے جس طرح سزاوارت
 عقیدہ ہے کسی طرح بھی خدا اور نبی میں مماثلت و مشابہت لازم نہیں آتی

اداسہ عقلی، صاحب جعفری (خیر آباد)

قرآن شریف کی سند آج گیارہ صدیوں کی ہے جو "سیرت" ہو رہا ہے
اگر اسی قرآن کے متعلق خود صاحب نگار کا آپ جانتے ہیں کیا خیال تھا؟
اعمال ۲۰ ستمبر ۱۹۷۱ء کو لاہور اسلام آباد کی مشہور دینی راہ
مضامین، فریاد کیا جوش ستمیالی اسے موسیٰ نیاز سے کہہ رہے ہیں
"آپ کی نسبت میں مذکور ہے اور وہ لکھنؤ میں ہے لکھنؤ میں ہے"

زمین پر اور زمین پر اس کے بعد لکھنؤ
یعنی قرآن شریف پر جسکو کبھی نہ
میں نے ان کے بے بھی قیاس

وہ لکھنؤ کی ایک ر
اس سے بھی زیادہ پخت
شال مل سکے

"سیرت" نامی سیرت کے
صفحہ ۱۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف کا مصنف
سمجھنے والے صاحب قلم کے کسی
مضمون کا یہ پارہ "بھی نظر سے گزرا۔"

"ماہوش نعنائیں ایک نثر
بہر اور خراسان کی ایک نثر
... خوشنویسی کی سیرت
نشان کی رودہ وسلم جو قرآن سے
عمر اس سے ناقابل فہم بنا ہوا تھا اور
جسکے سمجھنے کی کوشش میں صاحب

پر بیٹا، طور سبائیں پر ش
ہو گیا تھا آپ ہی آپ ٹوٹا گیا۔

جسکے نگاہوں کے سامنے یہ مناظر پیش کیے جاتے ہیں کہ وہ سچا اور حق ہے
میں نے یہ قلم اور اس معبود اور انعام پر لکھا

... میں نے وہاں محبوب و مقاب آسمانی ... میں نے وہاں ...
... میں نے وہاں ... میں نے وہاں ...
... میں نے وہاں ... میں نے وہاں ...
... میں نے وہاں ... میں نے وہاں ...
... میں نے وہاں ... میں نے وہاں ...

ان کا خالقین بالقرآن حکیم
اللہ اللہ کہان قرآن شریف کو ایک انسان کی تصنیف سمجھا دے اس
انسان کو جابل عظمت نہ سمجھا دے حالانکہ ایک انسان کی عظمت کبھی ہی
کافی ہے کہ خدا نے کل مخلوق میں عزت اُسے اپنا ترجمان بنانے کا یہی سمجھا

اور کہاں انجیل کے تار کلیط موعود پر ایمان لانا!

میں تقابوت رہا رکھا ست تا پہ کجا

جناب نیاز فقہوری آج دنیا میں ایک نثر نگار کی حیثیت سے مشہور ہیں
اور بہت کم لوگ ہیں جو یہ جانتے ہوں کہ وہ کبھی "شاعر" بھی تھے اور شاعر بھی
کیسے؟ نعت گو!!

"مدینہ الرسول" (صوفی ستمبر ۱۹۷۱ء) کے ایک بندہ میں دیکھیے، حیرت اور
محبت کا کیا طوفان بندھے۔ فرماتے ہیں (اشارہ غزلت کو دیکھئے صدق)
انہیں اشارہ سوال کی صورت میں اب اگر نیاز صاحب کی خدمت میں
کوئی مسلمان پیش کرے تو کیا اب بھی وہ اسکا جواب اس دالمانہ ساتھ ہی
ماتانہ جوش غبت نیز جوش غبت کے ساتھ دے سکتے ہیں؟

صوفی کے علاوہ "الطالع" مسئلہ
کا صف میں نیاز صاحب کی
"انتخاب پسند" اور "مطالع پذیر"
طبیعت پر تاسف ہے۔ فرماتے
ہیں :-

"مازیدہ ہماری خشکی پر کر نظر
دور بازو گھٹ گیا، وہ گئے ہوا اور
جہاں گئے پھر پودے بریز گئے تھے، وہ
پھر دکھا طرز نقاش شہم واپار دازے"
آج جناب نیاز فقہوری کی "نثر"
نگار میں دیکھ کر کوئی یہ کہہ سکتا ہے
کہ یہ "نثر" بھی "نثر" نہیں ہے بلکہ
وہ "نثر" جو کہیں آگے دے
نہیں تقاد سکتے

عید کا غم ہے اور تیر کا بچاں تڑا
ہوں مسلمان مگر رشتہ قرآن "توڑا"
(۱۹۷۱ء)

ماہ رمضان المبارک اور خدائی انعام ٹیکس

ماہ رمضان مبارک میں ہر صاحب نصاب پر خدائی انعام ٹیکس کی ادائیگی
واجب ہو جاتی ہے۔ اس فرض کی ادائیگی کے وقت آپ

صدق لکھنؤ

ماہ رمضان مبارک میں ہر صاحب نصاب پر خدائی انعام ٹیکس کی ادائیگی
واجب ہو جاتی ہے۔ اس فرض کی ادائیگی کے وقت آپ
صدق لکھنؤ
ماہ رمضان مبارک میں ہر صاحب نصاب پر خدائی انعام ٹیکس کی ادائیگی
واجب ہو جاتی ہے۔ اس فرض کی ادائیگی کے وقت آپ
صدق لکھنؤ

ست گنا جانب زنبیل ۱

ربا پیدائے دیر بازو سے تو

عبدالرحمن عباسی
مستحق صدق لکھنؤ

جاہل کی کو اس

قاہرین (نگار اس جاہل مطلق نیاز فقہوری کو خوب جانتے ہوں گے جو
نگار کا اندیشہ ہے۔ وہ اپنے آپ کو بہت بڑا اندیشہ پر داز سمجھتا ہے۔

پیشخص پر لے رہا کلمہ زنیق ہے۔ اور شکل یہ ہے کہ اپنے الحاد و زنیق
ناب کرتا ہے۔ ایک طرت (عائشہ سلیمان کی غایت سے) کتاب کے محو بہت
سے اور دیا تار تھے۔ اور دوسری طرت و خون کر تار ہے کہ قرآن خدا کا کلام
نہیں بلکہ محمد کی تصنیف ہے۔ نذر اللہ۔

گو یا اس شخص نے دوسرے نعرے سے پہلے نعرے کی تردید کی۔ وہ شخص
کیونکر سچا اور دیا تار دار ہو سکتا ہے۔ جو کتاب خود لکھے لیکن اسکا مصنف
کسی دوسرے کو بتائے؟

ایک اور سن بیچے اللہ کا کلمہ خاتم کر سچے گا۔ ۱۱ ستمبر کے "بہرہ کن"

میں اہل کی چند سطور شائع ہوئی ہیں :

محبوبہ (دعوتِ نبوی) ہندوستان کی اکیڈمی کے ایک علیہ بنی شرکت کے لیے لکھے گئے تھے۔ کتب خانے کی ایک الماری میں قرآن مجید کے ایک نسخہ کو رکھا ہوا تھا کہ انہوں نے بہتر اور جاننا نہ عذر سے قرآن مجید کی طرف اپنی نظر سے اشارہ کر کے ایک دست سے لکھا کہ اگر اس فرسودہ کتاب کے بجائے موسیقی کی کوئی کتاب رکھی جاتی تو وہ زیادہ بہتر ہوتی ! ہم اس پر اس کے سوا کیا کہیں کہ علیہ لستہ اللہ واللہ لستہ اللہ من جہین۔ بڑے ہی جیسا ہیں وہ مسلمان جو اس شخص کا رسالہ خریدتے ہیں اور اللہ اور رسول کی توہین میں نہاد نہ کرتے ہیں۔ (انقلاب)

مقاطعة نگار

رسالہ نگار لکھنؤ کے ایڈیٹر نیاز فتحپوری اور ان کی خصوصیات سے کم لوگ واقف ہوں گے۔ اسلامیات کے ساتھ ان کا تعلق ان کے ساتھ شیطان کا تعلق میں اکثر حضرات کو معلوم ہو گا۔ ایک مرتبہ آپ امت کے دباؤ سے مجبور ہو کر اپنی ان حرکات سے بزدلانہ اور منافقانہ تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں اور اسکے بعد اگرچہ یہ تو یہ توڑی بھی جا چکی ہے لیکن اوپر کچھ عرصہ سے آپ نے مذہب اور مذہبیات کو اپنے دائرہ بحث سے خارج ہی کر دیا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس طرز عمل نے ان کے کاروبار پر برا اثر ڈالا اور جو دشمنان اسلام "نگار" کو مرت اس لیے خریدتے تھے کہ اسلام کے خلاف استعمال کرنے کے لیے ایک مسلمان کھلانے والے کے قلم کے تیار کیے ہوئے کچھ اسلمہ اس سے ملیں انہوں نے اس کی خریداری سے دست کشی کر لی۔ اس لیے اب انہوں نے اسلام کو پھر سخت مشق بنانا شروع کیا ہے اور چون کہ نگار میں ایک استغفار کا جواب دیتے ہوئے اپنی اس "تحقیق" کا اعلان کیا ہے کہ

"کلام مجید کو میں نہ کلام الہی سمجھتا ہوں نہ امام ربانی بلکہ ایک انسان کا کلام جانتا ہوں"

اگرچہ ایسا خیال رکھنے والے دنیا میں گزروں موجود ہیں لیکن وہ طوائف کے نام مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن یہ منافق یا مرتد اس اعلان کے باوجود اپنے کو بھی ایک مسلمان ہی کہتے ہیں اور ہر قسم سے مسلمان سوسائٹی ہی کا ایک فرد سمجھا جاتا ہے۔ افسوس اس دور الحاد میں مسلمان اتنا بے ہوش ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس قدر سخت بدنامی کرتے ہیں کہ اسلام کی بربادی سے خارج کرنا بھی اس کے بس میں نہیں چاہتا بلکہ کیفر کردار کو چھو سکتا ہے۔ (الفرقان بریلی)

اس احوال کی شرح "نگار" کے اس شمارے کے صفحوں سے معلوم ہو سکتی ہے جو کہیں کہیں بچاؤ وغیرہ ہندو اخبارات میں شائع ہوا ہے۔

مراسلات

مغرب زدوں کے گھر کی آواز

۱۵۔ ریح الاول کہ ایک مختصر مقالہ الفتح ہفتہ وار ہر روز میں شائع ہوا ہے جس کا عنوان فاضل معنوں نگار نے "دعوتِ نبویہ اور اسلام" کو ہے یعنی یورپ زدہ حضرات کو کشش پڑا، نہ ہو کہ نہیں۔ لیکن یورپ کی تہذیب و عورت کے دیوں پر اس طرح بیٹھ گئی ہے کہ انہوں کی باتیں نہ کے نزدیک صدقہ بازگشت سے کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں اور نہ وقت تک است کوئی نہیں جب تک ان کا امام، علم فرنگستان حکمت انتشار اس کے اشارے کرے اور انگویہ نہ تیار کرے کہ چیز نو ہا جسے اب بھی محمود ہے اور عمل ہے۔ فاضل معنوں نگار نے نگری کے اس واسطے کہ اس کی شہور یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر لڈنات ویشیاڈ کے عہدے پر سے ہرگز سر جرمانوس کا قول نقل کیا ہے۔ آپ نے میرے ۱۰ ویں دن کے قتل کے کسی یورپ، اخبار کے نمائندہ سے فرمایا ہے کہ "اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اس وقت تمام عالم کو موجودہ سیاسی کشمکش اور اگلو اسے کثرت دے سکتا ہے۔ کیونکہ اس وقت عام طور پر ادبیات کا مذہب اور مذہب یورپ نے اس کے پیش پیش ہے۔ شومی ہی ظاہر ہے کہ یورپ کی تہذیب اور بدعنوانی شیراز کی لڑت جنگ و جدال کی حرکت پڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہی ہے اور ہر ایک دوسرے کو سرنگوں اور زیر بار کھینچنے کی کوشش کر رہا ہے اسلام بابت دل کہہ رہا ہے کہ کسی کو کسی پر مذہبی نفیست نہیں اور نہ ہی تنوع ہی کوئی چیز ہے۔ تمام روس زمین کے باشندے باہر کر بدنامی بھائی ہیں اور ایک کو دوسرے پر اس وقت تک بڑی حالت میں جب تک کہ وہ عمل صالح کے بارے میں جھگڑیں نہ ہو۔

آپ نے اسلام کے نظریہ کو اپنی زبان سے یوں بیان کیا ہے انسان اور حیوان کے درمیان میں اتنا ہی فرق ہے کہ انسان اپنی اپنی طاقت کی بنا پر حکومت کرتا ہے اور حیوان مادی طاقت کے ذریعہ اپنے ملے جاتا ہے اور موجودہ تمدن کی بنیاد تمام تر مادی افوق اور غلبہ پر ہے۔ یورپ اور اہل یورپ کا عام نظریہ ہے کہ مادی وسائل کے ذریعہ حکمرانی کی جائے۔ پس ہی چیز ہے جو مغربی تمدن کو عرصہ سے تمدن کی طرح بھانسنے لگا ہے سن لیا آپ نے اپنے پیش روؤں میں سے ایک قول۔ واہ رس تہذیب نوی۔ کل تک تو صاف اسلام اور اسکے بنائے ہوئے آئین سے انکار تھا مگر آج اسی چو جان قبیل کرتے کو تیار۔

فصل الرحمن سوانی - مدرسہ بریل، لکھنؤ

گزارش

جن صاحبان کی خدمت میں ختم مبادیہ کی اطلاع دی جا چکی ہے انکی خدمت میں گزارش ہے کہ آئندہ سال کے لیے چند ہجری مئی آؤں۔ ارسال فرمادیں تو زیادہ مناسب ہے۔ ورد انکی خدمت میں دی ہوئی روانہ ہو گا۔

شراب اور افیون

(از مولانا محمد طاہر قاسمی - لاہور)

میکشیز زے نوشی سے جس قدر بے حیا ملی وہ سنی پیدا ہوتی ہے اور نفس کا تزکیہ ہونے کے بجائے جس قدر۔ اکی شراب میں اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان بے اور جانوروں میں پھر کوئی فرق باقی نہیں رہتا، اس کا اندازہ نہ تو اس سے ہو سکتا ہے کہ بہ حالت بارہ نوشی انسان کو اپنی ماں اور بہن اور بچی کا فرق ملحوظ رہتا ہے نہ اس کو موت و آبرو کا خیال کچھ ہوتا ہے۔ چنانچہ شراب کو اس کرتے پھرنا اور قسم قسم کی گن گنوں سے طوطا رہتا ہر ایک جگہ سنہ کا لاکھنا یہ اس کے آثار و خواص ہیں۔ یہیں اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں ذرا نا اہل ہیں کہ بعض اسلامی بادشاہوں کے دور میں بھی بارہ خوار کی ہوئی ہے اور اس وقت کے بعض امراء میں بھی یہ بری عادتیں موجود تھیں جس کے خلاف انھوں نے بھگتے لیکن آج تو شراب خوری کو ملکیت کی باضابطہ حمایت حاصل ہے۔ بڑے بڑے مبغوض میں شراب خوری قرار پائی، تاج و تخت و خلیفان ہے۔ آج کوئی پانچ کوئی ڈاکو کوئی مجلس کوئی بومل شراب خوری سے غالی نظر نہیں آتا۔ اور یہ دباؤ اگر نیری تمدن کا تمدن کا جزو غلط سمجھی ہے حکومت کی بنیادیں آج جو سے اور شراب پر قائم ہیں۔ چنانچہ حکومت ہند کو صرف شکایہ آج باری سے سترہ اٹھارہ کروڑ روپیہ سالانہ حاصل ہوتے ہیں اور شراب کا ایک سینکڑن ملکہ اس کی کرنی و استحکام کے لیے کافی ہے۔ اب آپ ۱۰۰ اناڑا لگا لیں کہ جب سرکاری حکام کا بیٹا فریضہ منسی ہو جائے کہ وہ شراب کا حصول جت کرنے پھر میں اور ہزاروں اشخاص کی ازلی کا دار و مدار ہی بارہ خواہ می سے وابستہ ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد ترک شرب کا کوئی نقص ہی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ آمدنی جو عمر میں کی گئی ہے یہ حکومت کو صرف شراب سے سالانہ حاصل ہوتا ہے۔ باقی افیون سے جو لا تعداد نفع حکومت کو حاصل ہوتا ہے وہ علاوہ از یہ ہے۔

ایک امریکن قانون کا بیان ہے کہ افیون کی تجارت سے ہر سال ہندوستانی خزانہ کو تیس۔ پینس لاکھ پونڈ روپیہ حاصل ہوتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ افیون کا زہر کس قدر انسانوں کو سالانہ موت کے گھاٹ اتارتا ہے۔ افیون کا بہت بڑا مرکز چین ہے۔ چین میں چاندی و تانوں کا درجہ ایسا

ماہر ہے جیسے ہمارے ایک شہر میں چارے کے بومل عام ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چین کی اکثر آبادی چنڈا کی بری عادت کی وجہ سے ہمیشہ مایوسی اور موت کا شکار رہتا ہے۔ اس بارے میں ایک امریکن قانون سن لائوٹ کا بیان ملاحظہ ہو جس نے نفسی انجیا کی تحقیقات میں بڑا کام کا دلش سے کام لیا ہے۔ وہ کہتی ہے میں تحقیقات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ افیون کی تجارت کا ایک گھنٹہ ہندوستان کی حالت میں قائم ہے۔ افیون پر ٹیکس لگا کر اور افیون فروخت کرنا ان سے لائسنس لینے والوں کے ہاتھ میں کر کے بیانیہ حاصل کیے جاتے ہیں اور ہندوستان میں لگا جاتا ہے انتظام ہے۔ مغربی سلطنتوں میں تو ایسی سفر اشیا کہ ہر ایک طریقہ سے اس کے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن مغرب میں وہ لاکھ لاکھ سے سستے ہیں۔

کرتے ہیں۔ ہندو چین اور ہندوستان میں افیون کی تجارت کے لیے کئی مانتیں ہیں۔ آج کل ایک میل کی آبادی پانچ لاکھ ہے وہاں ہندو لاکھ لاکھ کی بھی ضروریات کے لیے سالانہ افیون بھیجی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اتنی افیون کا کیا کیا جائے۔ خفیہ طور پر افیون بھیجی جاتی ہے۔ سیکڑوں میل کی آبادی اشیاء ہوتی ہے۔ بیان افیون ایک لاکھ کے ہیں زیادہ مقدار میں بھیجی جاتی ہے۔ یہ بھی انھیں غائب مقاصد میں صرف کی جاتی ہے۔ حکومت ہند نے ایک لاکھ لاکھ کی عوامی حکومت کے افیون کی کثیر مقدار حاصل کرنے کا ٹھیکہ پانچ سال کے لیے لیا ہے۔ جس کی تصدیق ملاحظہ ہو جس میں ہو چکی ہے۔ ایک لاکھ کی گورنمنٹ بھی اس شخص تجارت سے انکار نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ اس کی آمدنی کا انحصار ہی افیون کے ٹیکوں پر ہے جس لائوٹ سنگا پور کے متعلق لکھی ہے کہ سنگا پور ایک بہت بڑا شہر ہے۔ اس کی آبادی تقریباً تین چار لاکھ ہے۔ یہاں پر زیادہ تر چینی لوگ آباد ہیں۔ اس شہر کی گلیاں خوبصورت ہیں، گھاٹ اور ہندو گلیاں بھی شاندار ہیں۔ لاکھ شرفیہ کے کنارے پر یہ ایک شاندار شہر ہے۔ ہم نے معلوم کیا کہ اس شہر کی زیادہ تر آمدنی افیون کی فروخت، افیون کی دکانوں کے لائسنس اور چنڈ و خاندن کی فیس سے ہوتی ہے۔ خریدار ایک زیادہ تر چینی لوگ ہوتے ہیں (راخوڈا اور بارہ شراب دہانیوں کے نقدانات مطبوعہ نظامی پریس پراپری)

اس بیان سے آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ ہندوستان میں افیون کی تجارت کس قدر ہے اور اس کے مہلک اثرات کیونکر ہندوستان میں تاریخی طور پر اپنا کام کر رہے ہیں۔ اس سحر تجلیات کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ ہندوستانی خزانہ افیون اور شراب کی تجارت سے بھر پور ہے۔ خواہ ہندوستان کے ہزاروں لاکھوں جوان موت کے گھاٹ ہی کیوں نہ آتے رہیں۔ ایسے پرخطر زمانہ میں جبکہ ہر طرف سے ان مہلک اشیاء کی مہلکی ترقیب جاری ہے اور ان کے مہلکی کے لیے ہر قسم کی سہولتیں حاصل ہیں حتیٰ کہ شراب کے پینے والوں کو کسی تہذیب نے تہذیب اور اعلیٰ سوسائٹی کا انسان قرار دیا ہے ہندوستانیوں کو خود اپنے نفع نقصان سے روکنے کی ضرورت ہے کہ وہ صبر جارہے ہیں اور اپنے روپے کو اس کی جیب میں جمال رہے ہیں اور اس کے ساتھ وہ میں کیا کیا خرابیاں اپنے لیے سولے رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر بری تجارت اور کون سی ہوگی کہ نفع دہنوں کا ہوتا ہے اور اس کے عوض میں مکمل نقصان اپنے ہاتھ آتا ہے۔ دین و اخلاق سے بامعاہ ہے کہ اس کے ساتھ دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے۔ خیر الدنیا و خیر الدن

ذکر ہوا عمران الہین۔ (وحدت)

”منار وحی سے خطاب“

اس عنوان سے میں جو نظم لکھی تھی اس سے متعلق یہ ضروریات کا تب صاحب کی عنایت سے درج ہونے سے۔ دیکھی، کہ نظم مذکور، جناب آہرنے عید آباد دکن کے ایک ملبے میں جبکہ موجودہ قوانین کو ہم تھا پڑا کر سنائی تھی اور ایک ایک شعر پر اس میں کے محض نظم سے خزانہ نہیں حاصل کیا تھا۔ فیض میری عطا سند دار، اعلیٰ آہلی، عید آباد نے نظم مذکور کو طبع کر کے ہر دہائی کی سندیں مفت تقسیم کروایا، اور انھیں کے حسن واسطے نظم مذکور تصدیق کو بھی موصول ہوئی۔ (آب ہیر)

5

11



1

1



100

۱۴۵۹

44

100

عین

انجمن

4-6	2
-----	---

10

۱۰۰

۵۰۰

22

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30	31	32	33	34	35	36	37	38	39	40	41	42	43	44	45	46	47	48	49	50	51	52	53	54	55	56	57	58	59	60	61	62	63	64	65	66	67	68	69	70	71	72	73	74	75	76	77	78	79	80	81	82	83	84	85	86	87	88	89	90	91	92	93	94	95	96	97	98	99	100	101	102	103	104	105	106	107	108	109	110	111	112	113	114	115	116	117	118	119	120	121	122	123	124	125	126	127	128	129	130	131	132	133	134	135	136	137	138	139	140	141	142	143	144	145	146	147	148	149	150	151	152	153	154	155	156	157	158	159	160	161	162	163	164	165	166	167	168	169	170	171	172	173	174	175	176	177	178	179	180	181	182	183	184	185	186	187	188	189	190	191	192	193	194	195	196	197	198	199	200	201	202	203	204	205	206	207	208	209	210	211	212	213	214	215	216	217	218	219	220	221	222	223	224	225	226	227	228	229	230	231	232	233	234	235	236	237	238	239	240	241	242	243	244	245	246	247	248	249	250	251	252	253	254	255	256	257	258	259	260	261	262	263	264	265	266	267	268	269	270	271	272	273	274	275	276	277	278	279	280	281	282	283	284	285	286	287	288	289	290	291	292	293	294	295	296	297	298	299	300	301	302	303	304	305	306	307	308	309	310	311	312	313	314	315	316	317	318	319	320	321	322	323	324	325	326	327	328	329	330	331	332	333	334	335	336	337	338	339	340	341	342	343	344	345	346	347	348	349	350	351	352	353	354	355	356	357	358	359	360	361	362	363	364	365	366	367	368	369	370	371	372	373	374	375	376	377	378	379	380	381	382	383	384	385	386	387	388	389	390	391	392	393	394	395	396	397	398	399	400	401	402	403	404	405	406	407	408	409	410	411	412	413	414	415	416	417	418	419	420	421	422	423	424	425	426	427	428	429	430	431	432	433	434	435	436	437	438	439	440	441	442	443	444	445	446	447	448	449	450	451	452	453	454	455	456	457	458	459	460	461	462	463	464	465	466
---	---	---	---	---	---	---	---	---	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----

میں نے	میں نے
میں نے	میں نے

۱۰۰

[illegible]

۱۰۰

الزواجر

روزانه

۱۱۱

2002

حجیر

ہے | کرتے کی

پیشرفت و انوار

سطحی | کم عمق

پیشہ

مشارکت

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30	31	32	33	34	35	36	37	38	39	40	41	42	43	44	45	46	47	48	49	50	51	52	53	54	55	56	57	58	59	60	61	62	63	64	65	66	67	68	69	70	71	72	73	74	75	76	77	78	79	80	81	82	83	84	85	86	87	88	89	90	91	92	93	94	95	96	97	98	99	100	101	102	103	104	105	106	107	108	109	110	111	112	113	114	115	116	117	118	119	120	121	122	123	124	125	126	127	128	129	130	131	132	133	134	135	136	137	138	139	140	141	142	143	144	145	146	147	148	149	150	151	152	153	154	155	156	157	158	159	160	161	162	163	164	165	166	167	168	169	170	171	172	173	174	175	176	177	178	179	180	181	182	183	184	185	186	187	188	189	190	191	192	193	194	195	196	197	198	199	200	201	202	203	204	205	206	207	208	209	210	211	212	213	214	215	216	217	218	219	220	221	222	223	224	225	226	227	228	229	230	231	232	233	234	235	236	237	238	239	240	241	242	243	244	245	246	247	248	249	250	251	252	253	254	255	256	257	258	259	260	261	262	263	264	265	266	267	268	269	270	271	272	273	274	275	276	277	278	279	280	281	282	283	284	285	286	287	288	289	290	291	292	293	294	295	296	297	298	299	300	301	302	303	304	305	306	307	308	309	310	311	312	313	314	315	316	317	318	319	320	321	322	323	324	325	326	327	328	329	330	331	332	333	334	335	336	337	338	339	340	341	342	343	344	345	346	347	348	349	350	351	352	353	354	355	356	357	358	359	360	361	362	363	364	365	366	367	368	369	370	371	372	373	374	375	376	377	378	379	380	381	382	383	384	385	386	387	388	389	390	391	392	393	394	395	396	397	398	399	400	401	402	403	404	405	406	407	408	409	410	411	412	413	414	415	416	417	418	419	420	421	422	423	424	425	426	427	428	429	430	431	432	433	434	435	436	437	438	439	440	441	442	443	444	445	446	447	448	449	450	451	452	453	454	455	456	457	458	459	460	461	462	463	464	465	466
---	---	---	---	---	---	---	---	---	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----

ہمیں جو خوشنویس بن کر دو سو تالیفات اور ہزار ہا پرچہ پتھر کی کتابیں
 لکھے ہیں۔ وہ صبر اگر ذوقِ اعلیٰ میں جو خوشنویس ہمارے ایک ہزار کے

شب قدر کی دعا میں رات رات
 یہ نظم نظم سجاوہ دو عالم
 فقر غلام اپنا جو اس دنیا کے

۱۰۔ صبر اگر درجہ اعلیٰ میں ہو تو تسو صابر کہے نہ جاتا ہے۔

یہ ہے۔

ذہب، کس تمدن میں کہتی ہے؟ — اور آج ایس کی ہر مرتبہ کتنے مختلف اور خوشگاموں سے، اتنی نظم پر ہے کہ جس وقت کسی فوج کا کام ہو تو اس کا پیرا سے زیر کر لیتا، اس کی صفوں کو زیر و بالا کر دیتا، یہی کتنی دیکھ کر آج کا ہے؟

ساتھ ہی دوسرا ترجمہ یعنی "مسلمان دیکھ رہے تھے گا فزوں کو اپنے سے کئی گنا" بھی بالکل صحیح ہے۔ آیت کا جو اصل مقصد و سیاق سے ظاہر ہوتا ہے (و الله يريد غلبه من يشاء) ان فی ذلک لبرزخ لا یبصر یعنی نصرت الہی کی زبردست قوت اور الہی جہت کے لیے مسلمان ہجرت یہ دونوں ترجموں سے کیاں حاصل ہے۔

تجدد کی روش

قلم سنجہ در قلم کا ناز و کلام :-

"آزاد کے ہزاروں عیب گناہ کے بعد بھی اس کا دیا جواب ہے کہ اسی مسلمان فزنگی سے ملت اسلامی کے لیے اس وقت تنویر اٹھائی جو تبت مذہب و شان میں ہر ہفتہ نو سے لگے جا رہے تھے بارہ ہوشن پاس فرمائے جا رہے تھے اور آج بھی ہم ہیں کہ اپنے خدات غامض میں صرت "مقدمہ" سے نتیجہ اخذ کر رہے ہیں۔ اصلاحات کی ترانہ میں "مقدمہ" کو تو سننے والے بڑھکھن ملت اپنے علم و فضل کو تار و پاز صرت اپنی جاننا زور و تہمت کو تار و پاز۔ وہ میدان جو ماہ آغوش نے کب دیکھا ہے جس میں ایک فقرہ کا اس فزنگی مسلمان اپنی ملت کے لیے جان کی بازیاب لگا رہا ہے۔

بیشک، بیشک - تجدد کی دنیا میں آخر اس پرانی و معرانی رسم کی بجائش ہی کہاں کہ الفاظ اور معانی کے درمیان ربط قائم رکھنے کی بھی ضرورت ہے! کیا ہو اگر "ملت اسلامی" کا "اسلامی" ہونا ہی نہیں ثابت ہوا۔ "تجدد و جہاد" کا "جہاد" ہونا ہی معرض بحث میں رہ گیا، تجدد کی انشاء و خطابت کے لیے یہ امر پس کرنا ہے کہ ایک پیرا گراف کے اندر "تجدد" اور "جہاد" اور "جان کی بازی" کے الفاظ تو اکٹھے کر دینے گئے، اور "جہاد" اور "تبیح" اور "تقدس" اور "فتویٰ" پر غور تو چند بار ہو گیا! ثبوت اور دلیل، معقول و منقول، استدلال و احتجاج، اہل بیت عیان اور اسعقول دنیا و سی مائے اپنے ہیں ان فرسودہ حربوں سے تجدد کو قائل کرنے کے لیے، انہیں سو جہاد نہیں، کہ محرم میں پر جوش تقریر اور کو کوئی آج تک قائل کو سکا ہے؟ شہید کرنا کی تعلیم کو، مل کو، شریعت کو، ان بدعات، خرافات سے کوئی دور کا بھی تعلق ہے۔ یہ ساری جمع اس "پر جوش مجاہد" کے سامنے کیسی لائیں ہے! وہ ہجرت احوال پر زور سے چوب لگا لگا، اور اسی وقت سے اپنی جھپاتی کو سے کا "از" "تبیح" اور "جہاد" سے پیدا ہونے والے نئے سے کے ہند پر خرافات سے تھوک دینا!

کون کتا ہے کہ "و دعول فزادوں" اور "اسلام کے سب سے تحقیقی مجاہدین کے فیض سے" ہندوستان کا آزاد و آزاد خیال تجدد نو اور محرم ہے؟

یہی مسلمان کی تقسیم فزنگی مسلمان "اور فزنگی مسلمان میں تو یقیناً ایک شاہکار ہے تجدد کا۔ اور جب یہ ان کھل گئی ہے تو یقیناً امتیاز و فانیہ میں اور بہت سی قسمیں ہیں مسلمانوں کی تار و پاز دی جائیں "مسلمان" کافر مسلمان، مشرک مسلمان، عیسائی مسلمان، یہودی مسلمان، ہندو مسلمان، غیر مسلم مسلمان، ملحد مسلمان، اور شرط ایسے مسلمانوں کے لیے رکھی جائے نہ اسلام کی ایمان کی نہ توحید کی نہ قرآن کی، بلکہ صرت کوار اٹھانے کی اور

ایک نیت کے منہم پر نظر ثانی

صدق مہینے ایک آیت کا منہم کے زیر عنوان شذر، میں سورہ آل عمران آیت ۱۳ کے الفاظ و آخری کا فزہ پر غور و تہمت راہی العین کا تشریحی ترجمہ یہ کیا گیا تھا کہ "دوسرا گروہ" کا فزوں کا تھا جو دیکھ رہے تھے اپنے کو ان سے (مسلمانوں سے) کئی گنا "اس پر سولی شاہد احمد خاں صاحب شروانی (منہم علیہم) نے اپنے دو خطوں میں توجہ دلائی ہے کہ آیت کا یہ ترجمہ یعنی "یہ دن کا فاعل کا فزوں کو فہر کر منہم" سے بھی کافر ہی مراد لینا مشہور مفسرین میں سے کسی کے قول کے مطابق نہیں، لہذا تعبیح طلب ہے۔ مفسرین نے یہ ان کا فاعل تو مسلموں کو فہر کیا ہے اور ہم سے مراد کفار ہیں۔ اور اگر فاعل کفار کو قرار دیا ہے تو منہم ہم سے مراد مسلموں سے لی ہے۔ ایک قول کے مطابق فاعل یہ وہ ہیں۔

موصوف قابل شکر یہ ہیں کہ اس توجہ سے صدق کی غذا سے قرآن کا رونا لہ کر لے ہیں۔ اور پھر اس باب میں انکی تلاش و تفتیش اور کوشش اصلاح مزید شکر کی مستحق۔ آگاہ یہ فرمانا بھی صحیح ہے کہ مفسرین و مترجمین دوسری طرف گئے ہیں۔ اور اس لحاظ سے تاخرین صدق کو حق پر سمجھتا تھا کہ وہ عام و متداول ترجمہ سے واقف ہو جائیں۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی عرض ہے کہ کوئی ترجمہ جب تک قواعد زبان کے مطابق ہے اور یہی نفس قرآنی یا حدیثی کے خلاف نہیں ہے، انہیں اس بنا پر رد نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ پہلی بار کیا گیا ہے (اور مترجم کی شخصیت تو بالکل ہی ناقابل توجہ رہنی چاہیے)۔ مزید صدق کی فہم مانس میں بعد غور و تلاش اب بھی ترجیح اسی ترجمہ کو ہے۔ فاعل یہ ان، فاعل کا فزہ سے بالکل متصل ہے۔ اسے یہاں سے ہٹا کر نہ تعادل فی سبیل اللہ سے جوڑنے میں کچھ نہ کچھ تکلف کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور پھر کم از کم ایک لحاظ پر یہ محقق زندہ۔ مفسر کی آیت تو اس ترجمہ کو بھی حاصل ہے۔ حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں :-

"اور اگر وہ کافر لوگ تھے (اور کافر اس قدر زیادہ تھے

کہ یہ تار اپنے (گروہ) کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے

کئی حصہ زیادہ ہیں"

اور "فائدہ" میں لکھتے ہیں :-

"یہ ایسے ہیں آپا ہے کہ اس روز مسلمان تین سو تیرہ تھے۔

اور کفار ایک ہزار تھے۔ گویا کفار مسلمانوں سے تین حصہ تھے۔

اس آیت میں اسی کثرت کو بیان فرمایا ہے کہ کفار آٹھ گھنوں

سے مشاہدہ کرتے تھے کہ ہمارا گروہ زیادہ ہے۔ مگر پھر بھی انجام

دیکھ لیا!

ہے کہ کفر میں بھی اجتہاد نہیں۔ سید عبدالرحمن صاحب اہل سنت
راہی سے لکھتے ہیں کہ ہر گناہ کے سرفات کی بڑی ندرت
ان کے پاس موجود ہے، جبکہ وہ شاید کسی وقت بصیرت کے

صحیح تربیت

نظام عمومی تربیت (ڈیپارٹمنٹ) کی حفاظت کی
نماظر سیدان جنگاں میں جانوں کی بازی لگانی پڑی گی، لیکن یہ
فرمان ادا کرنے والے کون لوگ ہونگے؟ وہ ہونگے جنہوں نے
اپنے بوسے کا زمانہ، ٹیپو، فنانس، سن سن کر اور اپنے اہل
سے تصویریں بنا کر گزراوا؟ (ریڈرس ڈائجسٹ نیو یارک
ستمبر ۱۹۷۷ء)

نصیحت و ماریون پیٹر کے سیدی کی نیٹ ۱۹۷۷ء کے امریکی ڈاکٹر فریڈرک
پائے ہوئے نامور ماہر سائنس، راکٹ فیلر انسٹیٹیوٹ کے شعبہ بنیادیات کے
ڈائریکٹر، ایکس کیوں ایم ڈی کی ہے۔ کہتے ہیں کہ نظام جمہوریت و قومیت
کی حمایت میں جان لڑا دینا فرض و واجب، لیکن اس فوج کے سپاہی ہتھیار
کون سے ثابت ہو سکتے ہیں؟ وہ لوگ تو یقیناً نہیں جن کی فوج انہماک میں ظلم
میں گزرتی ہیں کہ دن "جنت نگار" کے لیے اور راتیں فردوس گوشے کے لیے
وقف رہیں، اور پھر لکھتے ہیں کہ

"بچہ کو شرعاً ہی سے اپنے کام خود کرنے کا عادی ہو جائے
چار برس کے بچہ کو اتنی عمر میں اپنے ہاتھ سے کپڑے ہڈا، منہ
ہاتھ دھو، غسل کرنا، سب سیکھ لیتا چاہیے۔ اگر بچہ خود
یہ نہیں کر سکتا، تو اسکے والدین اسے معاشرہ میں صحیح
موصول کرنے کی تعلیم نہیں دے رہے ہیں۔ بچے جوں جوں
بڑے ہوتے جاتے ہیں، انہیں اور زیادہ ذمہ داریوں کا
خوگر بناتے۔ چنا چاہیے۔ اور برس کا بچہ اگر کھڑکی کا شیشہ
توڑ ڈالے، تو یہ نہ کہیے کہ شیشہ ساڑو بلا کرو، ورنہ اگر بچے
لکڑی اسی بچے سے کہے، کہ خود اسی لکڑی سے کپڑا شیشہ خراب کرے
اور خود ہی لکڑی لکڑے۔۔۔۔۔ بار بار اس کی لڑکی سے پورا کھانا لیتا،
کہ اپنے (حسد)

و غیرہ۔ غلطی اور معاشرتی زندگی سے سبقت مار رہی نصیحتیں اسی قسم کی
ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کی قسمت میں لڑکوں اور لڑکیوں کے
نصیب میں امریکہ سے سبقت فلم اور سینما، پاؤں اور اوب اسٹاکس، ایویا
بے چارہ، اسٹارٹ و غنائش ہی کا تحفہ لیا ہے، یا اس قسم کے خشک و غصہ
نہایت پر ہی بھی غور ہو گا؟

جرم پر تہذیب

"میں اسے نہایت کر چکا ہوں کہ میرے مقصد
اور دعویٰ یہ نہیں کہ ہندوستان اپنی آبادی کے تناسب سے کوئی بڑا
جرائم پیشہ ملک ہے۔ نیو یارک اور شکاگو دونوں اس لیے عجیب
نہیں کہ اسکے استاذان، انتظام برائے نہیں تو یقیناً ہیں۔
الفاظ کسی فرنگی یا امریکی تہذیب کے مخالف یا کسی غیر مذہب دار مذہب
صفا فی کے قلم سے نہیں آتا، بلکہ یہ سب نامور ماہرین و مصلحین

"جان کی بازی لگانے کی وجہ سے جس مقصد کے لیے بھی ہو) اور سب سے
بڑھ کر "جاننا و نیسج" پر طنز مضحکہ کی!

نیاسے شرک کی دست

میرا دعویٰ یہ ہے کہ امریکی شاہی
و جنوبی کے قدیم تمدن ہندوستان ہی کی قدیم ہندو تہذیب سے ماخوذ ہیں
ہندو اپنے زمانہ میں بڑے سلیح، بڑے جہاز، اور بڑے تاجروں کے
دیں۔ اور اگر اسے نہ مانا جائے، تو کوئی قوم یہ ان واقعات کی نہیں
ہو سکتی، کہ امریکہ والے بھی معتقد ہیں ہندو کی طرح چار لگوں (زمانہ)
کے۔ یہاں بھی ہندو گرو گرو گرو کے نونہ پر ایک نظام تعلیم موجود ہے،
ہندو طرز کی بنیاد پر ہے، چڑھا، میں سوم (ایک قسم کے
نشتہ) کا وجود ہے۔ اندر، گنیش اور دوسرے ہندو دیوتاؤں کی
پرستش ہوتی ہے، ہندو وہی ہی کی مذہبی رقاصی، برہمن کی شادی
اور مہی کے مراسم، یہاں تک کہ سنی کا رواج، اور دیوہ ایسوں کا
وجود پایا جاتا ہے، نیز اور بھی بہت سی ملالت افسانوں میں
اور سیاسی و معاشرتی اداروں میں۔

آئیات مشہور ہند، اہل قلم اور سیاسی، سٹریچین لال کی آزاد انگریزی کتاب
ہندو امریکہ کے ہیں اور یہاں اس کے متعدد مندرجہ اسٹیشنیں (اور ان کے
نقل ہوئے ہیں۔ محنت کا دعویٰ محض اتنا ہی نہیں، بلکہ باب اول و دوم کا
عنوان ہی یہ سوا ہے، کہ امریکہ کس سے دریافت کیا؟ اور سوال کا جواب
چھٹا دے کی دہانگ جو ہمارے مورثوں نے ہمال دیمل (امریکہ)
میں بھائی تھا، آج تک لاکھوں کروڑوں امریکیوں کے سینہ کے
اندر روشن ہے، اور وہ دن دور نہیں جب آزاد ہندوستان امریکہ
کو اپنے تہذیبی حلقہ کے اندر سمیٹ لے گا۔ کتاب کے بقیہ ابواب
میں اس پر سبب و تفصیل سے بحث ہے۔ ایک باب امریکہ میں
ہندو انسانوں کے لیے، نعمت ہے، لکھو، پروردہ و لایات
مستعد کی دینی آبادی، سب ہی مٹائیں اور نظریہ پیش کی گئی ہیں
اور اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ سٹریچین لال نے ان قوموں اور
ملکوں کی عمارتوں اور آبادیوں کی جو تصویریں دی ہیں، وہ بالکل
ہندوستان اور ہندوستانوں سے ملتی جلتی ہیں۔

یہ سارا ذکر تحقیق یا معنی ہوا ہے معنی صحیح ہوا غلط، یہاں بحث اس سے
نہیں۔ اس سے ثابت آتا ہے ہر حال ہو جائے کہ شرک کی قلم و قلمی دین ہی
کیساں رسوم مشرک کا نہ کس طرح سات سمندر پار ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہیں۔
اور توحید کے نقطہ نظر سے، امریکہ کا مذہب اور ہندوستان کا وحشی دونوں
کس طرح ایک دوسرے کے ہمدوش و ہم سطح ہیں!

سرفات بنانے

یہ لانا سید سلیمان صاحب ندوی، معارف میں تحریر فرماتے ہیں
"نقشہ نگار کی تردید و تحسین میں متعدد مراسلے موصول ہوئے،
لیکن ان کی اہمیت سے اس لیے پرہیز کیا گیا کہ ان میں سے کچھ
گیا کہ اس نقشہ کا سرشتہ کل ہی بکشت ہیں۔ حالانکہ اسکا نشانہ
عبادتوں اور آدابوں کے اعتراف و اعتراف کا سرشتہ بعض ہے۔ ہوش

قرآن بحیثیت کلام الرحمن

شکار کے مخالفوں کا جواب

(مولا محمد شفیع صاحب دہلوی ایڈیٹر سلسلہ الفرقان کے قلم سے)

سلسلہ محدث رسالہ

شکار (۱۵) قرآن شریف میں سلسلہ سے نازل ہوا تھا وہ موجود

ترتیب سے ڈھل چکا تھا ہے اس لیے ۱۰ قرآن جو اہل سنت

ہمارے سامنے موجود ہے اس قرآن سے یہ لحاظ ترتیب نکلتا ہے

جو لوح محفوظ میں پایا جاتا تھا۔ سب سے پہلے وہ قرآن

میں تغیر پایا ہوا اور تغیر پر یہ چیز عادت ہے۔ جاننا کہ خدا کی

شرح اس کے طور کو بھی غور کرنی پڑتا چاہیے

الفرقان :- یہ کتاب پہلے قرآن شریف جو مخصوص عبارتیں ہمارے

سامنے موجود ہے وہ حادثہ ہی ہے۔ اور ثابت کر چکے ہیں کہ اس حادثہ

ہونے کے بارے میں وہ "کلام خدا" ہے۔ اس لیے باوجود اس کے اس

استدلال یہ ثابت کی ساری عادت ہی غلط ہے۔

لیکن میں عجیب و غریب "تجربہ" کے ذریعہ انھوں نے قرآن شریف کا

صدور ہوا ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد ان کے علم، فہم، اور صلاحیت

کی دست کا بھی طرح اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ یہ اب تو

بار بار ہے تاہم ایک نئی سی نظر اس پر بھی ڈال لیجیے

نبار صاحب نے اس فیروز قرآن کو حادثہ ثابت کرنے کے لیے

جن مقامات کے کام لیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن کے

نیزوں کی جو ترتیب ہے وہی "لوح محفوظ" کی ترتیب ہے اور سب کو انھوں نے

ظہور ایک سلسلہ امر کے پیش لیا ہے حالانکہ یہ یہ سلسلہ ان کا عقیدہ ہے اور نہ

اس پر نیاز صاحب کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ جمہور اہل اسلام کا عقیدہ

یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کی موجودہ ترتیب لوح محفوظ سے مطابقت ہے اور یہی

احادیث صحیحہ کے ثابت ہے۔

نیاز صاحب نے بالکل غلط طور پر یہ فرض کرنے کے بعد کہ موجود

قرآن کی ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب سے نقل ہے تاہم اپنی منطق

اور "مستقل" کے تحت اس نے کہہ دیا ہے کہ اس میں منطقی تضاد ہے

میں کلام نبی ہے کہ تغیر پر یہ چیز حادثہ ہے اور اسی سے پھر یہ نتیجہ نکلا ہے

کہ قرآن پاک حادثہ ہے۔ حالانکہ یہاں یہ کلیہ جہاں ہی نہیں دیکھا

کیونکہ جو کلام "لوح محفوظ" میں مندرج ہے وہ اس میں تو اس قدر

بھی کوئی تغیر نہیں ہوا۔ ہر حال اگرچہ یہ صحیح ہے کہ موجودہ قرآن جو زبان

عربی ہے وہ حادثہ ہے لیکن اس حادثہ کے اثبات کے لیے جو دلیل زیادہ

صاحب نے پیش کی ہے وہ انکی علی حیثیت کا اندازہ کرنے کے لیے اچھی چیز

ہے۔ علیٰ ہذا اس صدور کی بنیاد پر انھوں نے "قرآن پاک" کے کلام

خدا ہونے سے جو انکار کیا ہے وہ بھی محض بے دلیل ہے اور اس سے پتر

چلتا ہے کہ اگر یہ بھی سنا نہیں ہے کہ مسلمان اس "قرآن واپا" نہیں کو کس

"کلام خدا" اتنے ہی زیادہ اپنے جرم کو لٹکا ثابت کرنے کے لیے جان بوجھ

کر اس جان بوجھت ہیں۔

شکار (۶) :- کہا جاتا ہے کہ قرآن شریف نچھٹا نازل

ہوا ہے یعنی اس کی ہر آیت خاص وقت اور خاص حالات

میں جناب رسالت نے نازل ہوئی ہے جس کو اصطلاح میں

"شان نزول" کہتے ہیں۔ اس کے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک

وہ وقت نہ آیا تھا وہ آیت بھی موجود نہ تھی اس لیے یہ کہنا

کہ ہر قرآن لوح محفوظ میں نازل سے درج تھا بے معنی

ہو جاتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ خدا کو معلوم تھا کہ فلاں وقت فلاں

وقت میں آئیگا اور اسی طرح کی بات چلتی ہے سے تمام آیات ہوتی

تھیں تو پھر ان واقعات و حالات کے

معلق کیا گیا جائیگا جو کلام مجید میں اس انداز سے بیان کیے

گئے ہیں گویا وہ قرآن کے وجود میں نہ آنے سے پہلے ہو چکے ہیں

الفرقان :- جس میں قرآن پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن

وہاں میں نچھٹا نازل ہوا ہے لیکن اس سے یہ کہیں رسالہ لازم آگیا

کہ اس نزول سے پہلے وہ "لوح محفوظ" میں بھی موجود تھا کیا ان

دونوں باتوں میں کوئی عقلی لزوم ہے؟ یا اس طرح بے دلیل باتیں کرنا

بھی آجکل کی "عقلیت" کا کوئی شعبہ ہے؟

یہ آپ کا یہ سوال ہے "پھر ان واقعات و حالات کے معلق کیا جائیگا

جو کلام مجید میں اس انداز سے بیان کیے گئے ہیں گویا وہ قرآن کے وجود میں

آنے سے پہلے ہو چکے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس درجہ کل

کلام ہے جس کے لیے نامی حال اور مستقبل بالکل یکساں ہیں اور اگرچہ

ان واقعات کے وجود خارجی سے بہت پہلے "لوح محفوظ" میں یہ

"کلام پاک" ثبت ہو چکا تھا مگر اس وقت بھی اس کا تعلق عہد نبوی ہی سے

تھا گویا "لوح محفوظ" میں جو مرقوم تھا وہ ایک پیشین نقل یعنی اس قرآن مجید

کی جو چھٹی صدی عیسوی میں قائم الہیہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پر نچھٹا نازل ہو کر ایک مرتبہ ہو رہے تھے۔ اب جو شخص حق تعالیٰ

کے علم کو اور اس کی قدرت کو اپنے علم و قدرت کے برابر یا لگ بھگ سمجھے تو

اسکو تو اس میں استبعاد ہو سکتا ہے لیکن جنہ کے دل کی آنکھیں اندھی نہیں

ہوتی ہیں اور جو خدا کے علم و قدرت کی بے پایاں وسعت کا یقین رکھتے ہیں

انکے لیے اس کے سمجھنے اور اس پر ایمان لانا میں کوئی بھی اشکال و استبعاد

نہیں ہو سکتا۔ واللہ بہدی من یشاء والیٰ مراد مستقیم۔

شکار (۷) :- اگر قرآن مجید پہلے سے لوح محفوظ میں موجود

تھا تو پھر ان آیات کے معلق کیا گیا جائے گا جو لفظ نقل

سے شروع ہوئی ہیں یعنی جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

کہا جاتا ہے کہ "ایسا کہہ" اور "خاک لیکھ" اس وقت رسول اللہ صلی

ذات دنیا میں موجود نہ تھے اسی طرح ان دعاؤں کی کیا تائید

کی جائیگی جن کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا رسول اللہ

کی پیدائش سے قبل یہ تمام دعائیں مرتب کر لی تھیں۔ اور

"نگار" (۹) :- "قرآن شریف میں بکثرت ایسے واقعات اور ایسی شخصیتوں کا ذکر پایا جاتا ہے جن کا تعلق بالکل عمدہ نبوی سے ہے مثلاً ابولہب یا کفار کہ اور ان کے اعتقاد وغیرہ۔
بجز اگر قرآن مجید ازل سے یا خلق عالم کے وقت لوح محفوظ میں منقوش تھا (جیسا کہ عام عقیدہ ہے) تو اس کے پیشینہ ہونے کا یہ سب کچھ بصورت معجزات طے ہو چکا تھا اور قرآن مجید کی حیثیت ایک ایسی تاریخی کتاب کی ہو جاتی ہے جس میں واقعات کے ظہر سے چلے صرت ان کے وقوع کی پیشینگوئی کی گئی ہے دراصل ایک کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔

"الفرقان" :- اس کا جواب بھی وہی ہے جو ہم نمبر ۱ کے ضمن میں عرض کر چکے ہیں، جبکہ حاصل یہ ہے کہ "ذول قرآن" سے پہلے "لوح محفوظ" میں جو قرآن درج تھا تو اس کا بھی صحت و انشاء بعد میں آنے والے اس وقت اور اس ماحول کے ہی لحاظ سے ہوا تھا جس وقت اور جس ماحول میں وہ بعد میں نازل ہوا اور جیسا کہ ہم سنہ غرض کیا وہ گویا ایک پیشینی نقل تھی اس قرآن پاک کی جو چھٹی صدی مسیحی میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عالم محیط اور اپنی قدرت کاملہ سے وقت نزول سے ہزار بار سے پہلے "لوح محفوظ" میں ثبت فرمادیا تھا۔ ہماری عرض کی ہوئی اس حیثیت اور پیشینگوئیوں والی "تاریخی کتاب" کی حیثیت میں جو فرق ہے امید ہے کہ جناب نیاز اور اس کے مقلدین اگر غور کریں گے تو اس کے سمجھنے سے محروم نہ رہیں گے۔

"نگار" (۱۰) :- "خدا کو وسیع و بصیر بھی کہتے ہیں، لیکن اسکی سماعت و بصارت کا ان اور ان کے کی محتاج نہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ جب اس کی سماعت و بصر کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد وہ "نطق" ہو جو الفاظ کا محتاج ہے جس طرح اس کو سننے اور دیکھنے کے لیے کان اور آنکھ کی ضرورت نہیں اسی طرح کلام کے لیے زبان یا الفاظ سے اسے بے نیاز ہونا چاہیے اور اس صورت میں الفاظ قرآنی کو "خدا کا کلام" کہنا گویا یہ کہنا ہے کہ وہ زبان و الفاظ کا محتاج ہے۔"

"الفرقان" :- نیاز صاحب نے اس نمبر میں نہ صرف یہ کہ خود ہی عرض کر لیا ہے بلکہ اپنے اظہار کو بھی یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان جو قرآن پاک کو "خدا کا کلام" کہتے ہیں تو وہ اس عقیدہ کی بنا پر ہے کہ جس طرح ہم قرآن کو اپنے کام و دین سے ادا کرتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کے نزدیک سدا اللہ خدا کے بھی اپنی زبان اپنے اپنے جملے اور اپنے ہونٹوں سے اس قرآن کو ادا فرمایا ہے حالانکہ جو غیر مسلم بھی مسلمانوں کے عقائد سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں وہ بھی بتلا سکتے ہیں کہ یہ نیاز صاحب کا محض افتراء ہے، جس کو کسی طرح انکی ناواقف یا سادہ لوحی پر مجھول نہیں کیا جاسکتا۔
ہم بتلا چکے ہیں کہ اس قرآن عربی میں "کو مسلمان میں اس حیثیت سے کلام الہی ماننے ہیں کہ اس کی تالیف و تنزیل اور محال معلومہ" میں اسکی ایجاد و تخلیق بلا واسطہ کسی نے آخر کے حق تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے۔ نہ مانے کہ اس کے لیے کام و دین اور جملہ زبان کا نہ ضرورت ہے؟

در اصل جو حضرات نیاز صاحب اور انکی گراہیوں سے واقفیت رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ نیاز خود بھی اتنے جاہل اور مسلمانوں کے ایسے مشہور عام عقیدہ سے ناواقف نہیں ہیں، بلکہ وہ صرف اپنے جزم کو لٹکا کر کے کہے اسے "جاہل" کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور لوگوں کو تعین دلانا چاہتے ہیں کہ قرآن پاک کے "کلام خدا" ہونے سے ان کا انکار و تنزیہ خداوندی کے نیک جذبہ کے ماتحت ہے۔ حالانکہ انکو خدا کے ساتھ جتنی "ہمد و ثنا" ہو سکتی ہے وہ معلوم ہے۔

علاوہ ازیں اگر واقعی اس کے انکار کی بنا پر اسی ترمیم ہو جاتی تو وہ صرت خدا کے حکم یعنی "ملفوظ" کا انکار کرتے حالانکہ انھوں نے اپنے ذمہ ذمہ صغائی اور ڈھٹائی کے ساتھ قرآن پاک کے جناب اللہ پر نے سے بھی انکار کیا اور اس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و فراست کا نتیجہ قرار دیا۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ انھوں نے اس کے بیان کردہ قصص و واقعات کو غیر تاریخی و غیر محقق اور یہود و نصاریٰ کے بیانات سے ماخوذ بتلایا اور اسی بنا پر ہم نے انکو مرتد یا "منافق" کہا ہے۔
"وسیع المشرک" کے مدعی نیاز صاحب کے ایک حامی نے شکوہ کیا ہے کہ جب نیاز صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور بلند اخلاقی کو تسلیم کرتے ہیں اور جو ان کے پرچہ میں صیانت لکھے ہیں کہ "میں رسول اللہ کو اسے بلند اخلاق کا انسان سمجھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔"

تو ان کو مرتد یا "منافق" اور خارج از اسلام "کیوں کہا جاتا ہے؟ ایسے حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ صداقت اور "بلند اخلاقی" کا ایسا اقرار ابوجہل بھی کرتا تھا۔ صریح کی مشہور اور مستند کتاب ہارح ترمذی میں ہے "اس نے ایک دن ہوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں محمد (آلہ) کی ایک دانہ اسے محمد ہم تم کو جھوٹا نہیں سمجھتے، ان میں لکھ بوجھتا ہے۔ قرآن کو آپ لائے ہیں ہم انکی تکذیب کرتے ہیں تو قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی

انهم لا یذہبونکم وکنتم انظلمین بیشک یہ لوگ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم "آیات اللہ" کا انکار کرتے ہیں پس نیاز صاحب کا جزم اس اقرار صداقت کے باوجود وہی ہے جو "ابوجہل" کا تھا اور اس لیے ہمارے نزدیک اسکا حکم اور انکار مذہب بھی دین ہے جو اس قدیم دشمن ایمان کا تھا۔

اگت کے "نگار" میں خود نیاز صاحب اور ان کے بعض اصحاب جیسے حمایتیوں نے نہایت "معصومانہ" اور "مظلومانہ" انداز میں علماء کی تکفیر کا بھی شکوہ کیا ہے۔ معلوم نہیں ان "مظلومانہ" کے نزدیک "کفر" اسلام کی کوئی حقیقت بھی ہے یا نہیں۔ ہم انشاء اللہ کسی قریبی ہی فرصت میں اسی پر مبنی "کفر و اسلام کی حقیقت پر مبنی" کلام کریں گے۔ اس سے اظہار کرام کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ مدعیان علم و عقل نہ ہی بات میں کس قدر جاہل اور بے بصیرت ہیں۔ وہ اللہ کوئی دہو و مسلمان۔

وطنیت و اسلام

اسلم دین کے ایک عابد میں جو دھرمی فلیق اڑیاں کی تقریر

آزاد اسلم کا فرض ہے ہندوستان میں اور دوسری جماعتیں اسلم دین کے اس عام فہم مطالبہ پر جو "پاکستان" کے نام سے مشہور ہے جو اعتراض کر سکتی ہیں کر سکتی ہیں۔ ہر کیفیت تصویر کا ایک رخ آپ کے سامنے ہے اور آج میں تصویر کا دوسرا رخ آپ کے سامنے ہے۔ آپ کو پتہ چلے گا اور اسے پیش کرنے اور اسے عرض کرنے کو اس پر سکون قلب کے ساتھ خود کیجئے اور اگر اس کے بعد آپ کا ضمیر تپوں کرے اور مسئلہ ایت کرے تو اس پر عمل کیجئے۔

اس کے بعد جو دھرمی صاحب نے ان اسباب کو درمیان میں لے کر پیش کیا جن کی بنا پر اسلم دین کو تحریک پاکستان پیش کرنا پڑا۔ جو دھرمی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ہندوستان میں اگر وہ مملکتیں ہوں تو ان میں سے سات میں ہندو اکثریت میں ہیں اور چار میں مسلمان۔ اس لیے مرکز میں جو حکومت قائم ہوگی اس میں ہندو اکثریت میں ہونگے۔ مرکزی حکومت میں ہریانہ، پنجاب، اتر پردیش اور بنگالہ ۱۲۵ نشستیں تو دہلی، اڑیسہ، مہاراشٹر، گجرات اور بنگالہ ۱۵۰ میں سے صرف ۲۸ نشستیں مسلمانوں کی ہوں۔ ظاہر ہے کہ اگر اس قسم کی حکومت قائم ہو جائے تو مسلمانوں کو اکثریت کے جو انصاف پنجاب، بنگالہ، سندھ اور صوبہ سرحد میں حاصل ہے مرکز پر اثر انداز نہ ہوگی۔ مسلمان اقلیت میں ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسلم دین نے اس چیز کا پیش نظر رکھتے ہوئے کہا کہ یہ پوزیشن غلط ہے۔ ہندوستان میں جو تین تہیں کروڑ ہندو آباد ہیں اور انکی ایک خاص مذہب ہے فاسس تمدن اور خاص مذہب ہے سبکی دوسرے آج بھی اچھوت اور جھوٹ ہیں۔ اس کے برعکس ہندوستان میں آٹھ کروڑ مسلمان ہیں جو عالم کی حیثیت سے ان کا تمدن، انکی تہذیب اور انکا مذہب ہندوؤں سے بالکل الگ ہے اس لیے اگر مسلمان کو ان اور جزیرہ جاب میں تو بھی نہیں رہ سکتے کیونکہ وہ اپنے مذہب میں کسی حالت میں بھی کوئی نرم نہیں کہتے اور انکا یہ مذہب انکی کتاب میں ہے۔

جو دھرمی صاحب نے تقریر جاری کی مگر یہ کہہ کر کہ "ہندو دھرم کے لئے ہیں کہ وطنیت کا اصول مان لیں اور اگر تحفظات چاہتے ہو تو لے لو۔ اسکو میں ان سے شکایت نہیں کیونکہ اس میں انکا فائدہ ہے اور ہر شخص اپنے دائرہ کو دیکھتا ہے۔ اگر ہیں، انوس اس وقت ہوتا ہے جبکہ آزاد اسلم دین پاکستان کی مخالفت کرتی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں کانگریس سے ایسا رہا آج جو لوگ کانگریس میں ہیں ان میں وقت انکا نہیں جو وہی نہ تھا اور انھوں نے اسکی خاطر کوئی قربانی بھی نہ کی تھی۔ سب سے پہلے دماغ میں پاکستان کا نہیں میں نہ تھا۔ اور ہم کانگریس سے لے کر کام کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس فرض سے سمجھیں کہ ہندو جو اہل مال ہندو کہ سمجھا تو انھوں نے ہم کو فرد ہست سمجھتے ہوئے یہ طور دیا کہ "پاکستان کو قائم کر دو" کانگریس کے علاوہ ہندوستان میں دیکھتی "ہم نے ہندو قوم کو سمجھا لیا کی بھرپور کوشش کی مگر فرد اور خوات کا براؤ کہ انھوں نے ہمارے ہر رنگ ہندو کو ٹھکرا دیا اور ہم نے میں ہندو قوم کے لئے نہیں کیا۔"

اس کے بعد جو دھرمی صاحب نے فرمایا کہ جو لوگ ہماری جد اجداد ہستی کو نشانہ کرتے ہیں اور جو ہیں لیکن اس لیے فرقہ پرست کہتے تھے کہ ہم مسلمانوں کیلئے تحفظات کے خواہاں تھے اور جو یہ کہہ کر کہتے تھے کہ کانگریس میں مسلمانوں کا وجود کافی محفوظ ہے آخر کار ۲۰ سال کے بعد انھوں نے خود ایک الگ جماعت قائم کی اور مسلمانوں کیلئے تحفظات کے وہ طالب ہوئے۔

"پاکستان" پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان میں سے دو اس طرح کے ہیں کہ اس کے لئے تیار ہوں مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب دہلی میں ایک جلسہ اور رقبہ واسلے مولوی نے یہ نعرے دے دیے کہ "پاکستان غیر شرعی ہے" اور اس کے اسباب یہ بیان کیے جاتے ہیں کہ پاکستان وطنیت کے منافی ہے۔ وطنیت اور وطن میں فرق ہے۔ وطنیت خدا کے مقابلہ میں ایک دیوی کی صورت میں پیش کی گئی ہے۔ مسلمان اس دیوی کی پرستش نہیں کر سکتے اور مسلمان وطنیت کا غلام نہیں ہو سکتا ہے۔ وطن سے کس کو محبت نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہم کو بھی ہے۔ لیکن اگر خدا اور رسول کے بیچ میں حادہ ہو تو ہم اسے ٹھوکر لگا دیتے۔ ہم اول مسلمان دیم مسلمان اور اخیر میں مسلمان ہیں ہم ہندوستانی ہیں لیکن اگر وطن کو مذہب کے بیچ میں لادیں گے تو ہم وطن کو قربان کر دے میں رتی برابر بھی پس و پیش نہ کریں گے۔

فرمان کیجئے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ اکثریت کا فیصلہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے اور نیشنلسٹ حکومت قائم ہو اور اسکا وزیر اعلیٰ کسی ہندو سے نہیں لگے نیکستی سے بڑے کرے کہ ہندوستان کی حفاظت کے لیے ہندو پر قبضہ نہ رہی ہے تو کیا احادیث نبوی کی موجودگی اور اس علم کے بعد کعبہ پر کسی غیر مسلم کا قبضہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہندوستان کا مسلمان وطن کی محبت میں حدیث شریفہ کے احکام کی خلاف ورزی کی جرات کر لیا۔ نہیں۔ اور اگر مسلمان اس کا دعوہ کرے کہ وہ ہندوستان کی حفاظت کے خیال سے ہندو پر قبضہ کی تائید کر لیا تو وہ اپنے کو بھی دھوکا دینا ہے اور آپ کو بھی۔ اسی طرح اگر نیشنلسٹ حکومت یہ فیصلہ کرے کہ ہندوستان کی حفاظت کے لیے افغانیوں کو فتح کرنا ضروری ہے تو کیا کوئی مسلمان اسکی حمایت کر لیا۔

یہ وہ چیزیں ہیں جنکو ہم نے کرنا شروع کیا اور ہماری آواز ہندوستان میں ایک گما۔ ہو سکتا ہے کہ ہم میں دنیا بھر کی تحریکات میں ہم گھٹکا رہیں لیکن ہم بے ایمان نہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ہندو کے الفاظ دہرائے جو یہ فرمایا کہ ہندو نے ایک کو آخری پہلی کہا تھا لیکن ہم نے کانگریس کی آواز بند کر دی کانگریس نعروں کا ذکر کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ "جو لوگ آزادی چاہتے ہیں وہ آزادی دیتے ہیں تیار ہیں کرتے ہیں اگر آزادی چاہتے ہو تو مر کر حاصل کرو۔ میں وقت سے جنگ چھڑی ہے اگر اس وقت سے آج تک کانگریس یہاں کی تقریریں کیا کی جائیں تو ایک ایسا مصنون تیار ہو جائیگا جو کسی حکیم کے دوا خانہ میں نہیں مل سکتا۔ اس کے بعد جو دھرمی صاحب نے فرمایا کہ "برطانوی کی ہر چیز کو پریشانی دینا چاہتا ہے۔ اس کا ہر حکومت کانگریس کی حکمت میں سبک دیتی ہے۔ اسکا افسار اکثریت پر ہے اور اکثریت کی حکومت سے مسلمانوں کے مفاد کو نقصان اور ہندوؤں کے مفاد کو تقویت پہنچتی ہے۔ انقلاب ہندو ہندو کے ہمارے میں جو دھرمی صاحب نے فرمایا کہ انقلاب اس وقت ہو گا جبکہ وہ ان اشرم ٹوٹ جائیگا کیونکہ اگر مسلمان ہندو

التاس کی زیرانی

۱۹۔ انٹر حقیقت سید محمد صاحب الزماں
۲۰۔ ایک شخص کلکتہ
۲۱۔ مولوی عبدالحکیم صاحب بھٹکل ضلع کاروائی

ضرورت ہے

دفتر کو حصہ ق کی گزشتہ سالانہ جلدوں کی ضرورت ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس زائد جلدیں ہوں یا کوئی صاحب اپنی کوئی جلد فروخت کرنا چاہیں تو براہ کرم دفتر سے خط کتابت فرمائیں۔

ہم تمہیں صدق کہتے ہیں۔

محرم

بیتدی طالب علموں، کم پڑھے لکھے لوگوں، بچوں اور عورتوں کے لیے
سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی مختصر ساہو اور آسان کتاب کی ضرورت تھی جس کے
بیان میں کوئی الجھاؤ اور عبارت میں کوئی وقت نہ ہو، میری یہاں مستند اور
واقعات صحیح ہوں۔ اسی ضرورت کو سامنے رکھ کر سیرت نگار مجبوری سید سلیمان ندوی کا
نے یہ مختصر سیرت لکھ کر شایع کی، اور اس کا سارا نافع دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ
میں چھوٹے بچوں کے دارالافتاء کے لیے وقف کر دیا ہے۔ یہ کتاب باخبر ہزار کی
تعداد میں تیار تھی ہے۔ سیرت ہے کہ ہر مسلمان بچہ کے ہاتھ میں اس کا ایک نسخہ ہو
اہل خیر کے اسکی خریداری سے انشاء اللہ تعالیٰ دو ہزار روپے حاصل ہو گا۔ قیمت
فی نسخہ یہ ہے لیکن ۲۰ نسخوں کے خریدار سے ایک روپیہ فی نسخہ کے حساب
سے لیا جائیگا۔ کتاب کی قیمت ۲ روپیہ فی نسخہ زائد ہو گی

نیجروار المستغنی عن العلم المحدث

۱۰۸

”اُردو زبان کی خدمت اور ملک کے شریح کو آئینہ ملی منورہ میں کے مطابق بنانا“
 کہتا ہے۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر ایک معمولی دکان کی حیثیت
 سے قائم کیا گیا تھا۔ مگر یہ کہ آج یہ ہندوستان کا سب سے بڑا دارالاشاعت
 ہے۔ روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے مقصد کی تکمیل اور
 دربابِ ذوق کی آسائشوں کو مد نظر رکھ کر دہلی، لاہور، کھنڈ اور پٹیالہ
 شاخیں کھولی رکھی ہیں۔ حمید آباد اور پشاور میں اپنی سول ایجنسیاں
 قائم کی ہیں۔ اس لیے کہ دربابِ ذوق اس کے قائمہ اٹھاکر چار
 ہست و خزانہ زبانیں ہیں۔

خریداران صدیق

کئی عذر میں گزارش ہے کہ جن اصحاب کی میعاد چندہ ختم ہوئی
ہے وہ براہ کرم آئندہ خریداری کے لیے چندہ بذریعہ سٹی آرڈر روانہ
فرمائیں۔ - - - دین۔ بی ارسال خدمت ہو گا۔

ہونا بھی چاہیں تو ہندو نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تم اچھوت کو نہیں ملا سکتے تو مجھے
کیا ملاؤ گے؟

اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے چودھری صاحب نے فرمایا کہ "پاکستان کی حکیم پر بھی اعتراض کیا جانا ہے کہ اس سے اقلیت کا مسئلہ کیڑا کھڑے ہو گا؟ اسکے جواب میں یہ کہا گیا کہ ہندوستان میں گیارہ صوبے ہیں مابین سلطان اکثریت میں ہیں اور ساتھ میں ہندو۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ مرکز میں ہندو کی حکومت الگ ہو اور مسلمانوں کی الگ۔ ایک بڑا اکثریت میں نہ اور ایک، بلکہ ہم۔ اور اس طرح پُر قانون قائم ہو جائیگا۔ یہ چہ نبی ہنگے دارستان آتی ہیں جو سیاسی شعور رکھتے ہیں۔ ہم کو نیکو خدشاہی سے سیاسی عقل دینی ہم ہندوستان پر حکومت کہہ چکے ہیں۔ ہم نے دنیا پر حکومت کی ہے۔"

آخر میں چودھری صاحب نے فرمایا کہ "اسے آزادی کے چاہنے والوں اس وقت ہندوستان میں سولہ آٹھ انگریز کی حکومت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ سورج کو دیکھو اور اترتے ہو اور ہم تم پر انگریز کو کھال دیں۔ مگر تم اس پر تیار نہیں کہہ" تم چاہتے ہو کہ سولہ آٹھ ہندوستان پر انگریز کی حکومت رہے۔"

(رحمن: لکھنؤ)

(۱۲۰)

سرسل، اشیا کے ہیں (ملاحظہ ہو سرمدونٹ کی کتابیۃ جرائم ہفتین)
عقلمند - آئی = حسنات The

جس کو تہذیب و تمدن کا یہ نقشہ بگاڑوں اور مخالفوں کے نہیں اور سنوں
اپنی اور ہمدردوں کے قلم سے کھینچا ہوا اور پیاپہ کھینچتا رہتا ہوا اس کی جانب
ہم آہستہ آہستہ مائل ہونا چاہئے اور اپنے گوارہی اور لاد کو اپنے لڑکوں
لڑکیوں کو اپنے ملک و قوم کو اس تہذیب کے سانچہ میں ڈھالنے میں لگے
رہنا۔ آپ خود سوچئے کہ اپنے ساتھ کہاں تک حق و سستی اور اگر تہذیب!

منسوخ و رقعی نسخ

(از باب دیگر)

جہد حق میں مضمون قرآن مجید کلام الرحمن میں: ان کی نصیحت
 "اگر تم کو ایمان نہ آئے۔"

(۱۱) سغیہ ۶: کلام ۲ کی آخری سے پہلی والی سطریں اس فقرے کے بعد کہ "عالم بھی فرشتہ کی زبان پر جا رہی فرماتا ہے"

ذیل کی فہرست روٹکس ہے۔

”! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کلمہ کا الفاظ فرما رہا ہے۔“

(۲) سفر، کالم (۱) میں عبارت ذیل کے بعد۔

”پس معتزلہ جو کلام الہی کو خمار قسکتے ہیں انہ اسے نشانہ ہے“

یہ عبارت دروغی ہے :-

”اسکے نزدیک کلام الہی سرت کا نام لفظی نہیں سمجھتا اور د

تعمیق ہے، اہل سنت کے نزدیک ”کلام الہی“ کجاوٹی مصیقت
 جزیرہ کلام نفیس ہے۔“

ATYONAL MUSLIM
مجلس علماء المسلمين
رسمی

نہ کوئی آقا اور نہ کوئی رعایا، نہ کوئی شریعت نہ کوئی مذہب، محمود و ایاذ
 اکبر صفت میں کھڑے ہونگے، محلہ کے دھوبی، بھشتی، تائی، جوڑیوں
 کی ڈیوڑھیوں اور جوتیوں پر گھنٹوں کھڑے، اور پردوں پڑے رہتے ہیں،
 اور پھر باریابی نہیں ہوتی، آج بے تحلف اور بلا جمعہ کا، انہیں رئیسوں،
 امیروں، ناداروں کے شانہ سے شانہ ملائے کھڑے ہوں گے، ایک ساتھ اٹھنے
 ایک ساتھ جھکیں گے، ایک ساتھ دناؤں کے بلے اٹھائیں گے! —
 زمانہ میں ایک ہو گئی، اختر پر ایک ہونگے، قباب ایک ہونگے، محبوب کیا
 ہے جو اس ظاہری اور غائبی کمرنگی، کب جیتی، کب سوئی سجدہ دل اور
 رد میں بھی ایک ہو جائیں!

ایک آیت کی تشریح

ایک صاحب علم زیدی لکھتے ہیں:

سورہ انفال ختم سے ایک رکوع قبل یہ آیت ان کیم مشرکین
 ماہون بنو النین الخ اسکے منابہ و دوسری آیت ہے النین
 خفت اللہ حکم و علم ان فیکم ضغاث کائنات کین حکم انہ ماہون
 بنو النین الخ معنی ہے دوسری آیت کو اللہ کے محمد کریم
 سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن مجھ کو ضغاث کا لغز و لہجہ کہ لکھا ہے کہ
 جب زائد ہو سکتا ہے یا نہ ہو سکتا ہے، ذکر کیا عقداً و تبت یا نانی
 نہ معنی۔ مگر پروردگار عالم نے ان حکم ضغاث سے تعبیر کیا ہے
 تو پھر دوسرے وقت کیا قیاس ہو سکتی ہے؟ اور ہر جب زبان
 وحی سے یہ مراد است اس کا بظہن دلایا جا رہا ہے۔ ان کیم حکم
 مشرکین الخ نہ صنعت کا ہونا کیا دل میں یہ دوسرے نہیں پیدا کرنا
 کہ اس وقت میں مسلمانوں کو وحی پر چاروں ائمہ و نہ تھا؟

میں آجوں یہ سوال ہے اُن کا سب سے ابتدائی لغز ہے یا ابنا یعنی قرین
 المؤمنین علی القرآن۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ابھی تک مسلمانین، مہلک و
 قتال کے خور نہیں ہوئے تھے۔ ابھی تک حربی زندگی سے اجنبی اور نامانوس
 تھے، اور جنگ کے احکام اب پہلی بار مل رہے تھے۔ خطرہ اور ہلاکت سے بچنا
 بالکل ایک مطلب ہے۔ میں طرح بھوک اور پیاس ہے، بلکہ شاید اس سے بھی
 کچھ بڑھ رہی ہو۔ کوئی قوت ایمانی، عقلی حیثیت سے کیسی ہی زبردست ہو
 اس میں جاذبہ کو قیام نہیں کر سکتی، صبر و صلوٰۃ کر سکتی ہے۔ اور ابھی تو
 کوئی حربی تربیت ہوئی بھی نہ تھی، بلکہ ترغیب و تحریک سے جوش پیدا کرنا
 اور بہت دلائی جا رہی تھی۔ ایسے موقع پر ارشاد پہلے تو ایک عام قاعدہ
 ہوا کہ حقیقت حال کے اعتبار سے ایک ایک مومن کمال میں دس دس
 کا فرد سے مقابلہ کی بہت ہوئی چاہیے، لیکن ابھی تو اس سخت و سبیل کا
 آغاز ہے۔ ابھی تم کمال ایمان تک پہنچے کہاں ہو۔ سر دست اسی قدر کہانی
 ہے کہ ایک ایک مومن دودھ کا فرد سے مقابلہ و مقابلہ کی بہت رکھے۔
 افراد سخاوت میں بھی تو بہرہ و طرح کے ہوتے ہیں، ایک اعلیٰ ایک ادنیٰ۔ اور
 منتہیوں کا سیار سب ہی کہیں بندوں سے مختلف ہوتا ہے۔ آزاد و کار، اور جنگ
 و جدوجہد کا اوس کے لیے نہیں، بلکہ نئے رنگ و روٹ کے لیے یہ چنے سے دو گئے
 کہ لڑنے کی بہت کوئی مہولی یا ہلکا سیار ہے؟

قرآن مجید میں اسی عربی تعلیم کی نظیریں اور بھی پائی جاتی ہیں۔ ایک نمایاں
 مثال سورہ مزل کے رکوع دوم میں نجد گزاری اور شب بیداری کی ہے۔ اہل
 علم تو ٹٹٹ شب، نصف شب اور دو ٹٹٹ شب کا ہے، لیکن ساتھ ہی
 تخفیف و تسکین بھی نظر ہے۔ علم ان لن یحصرہ ذباب ظلم۔ جتنی بھی قرآن
 خواہی کی توفیق ہو جائے وہی غیبت اور قابل قبول شکار ہوگی۔ تاہذا ان یستل
 القرآن۔

اور پھر صنعت (غلات العوۃ) کا لفظ تو عام ہے ہر قسم کی کڑوری و
 کم بہت کو شالی۔ یہ لازمی نہیں کہ اس سے مراد قوت ایمانی ہی کی کمی لی جائے۔
 سامان ظاہری کی کمی، نقد ادکی کمی، تجربہ و تربیت کی کمی، آخر یہ سب مادی پہلو
 ہیں تو بہت شکلیں کے ہو سکتے ہیں۔ اور آغاز احکام قتال کے وقت ان سب

مہنتوں سے کسی ایک تاریخی حیثیت ہے۔ سوجب کہ یہ ہے کہ اپنی انسانی
 کمزوریوں پر نظر کر کے جنوں کے دل میں خود اعتمادی و بہت درجہ اعلیٰ پر
 نہ پائی، یہی ہو۔ نفس بے اعتمادی یا فقدان بہت کا قیام کی
 سوال ہی نہیں ہوتا۔ سوال۔ صبر و صبر و صبر کا ہے بہت
 ہو گئے سے مقابلہ کی با آگے سے مقابلہ کی۔

آخری گزارش یہ ہے کہ جلد مومنین کے لیے (وہ محمد نبوی کی کسی) کیا
 کیاں اور بہت و قوت ایمانی کا نوکری درمی ہے میں نہیں، نہ لہذا عقیدہ
 نہ لہذا: اقلہ تاریخی۔ عصمت و صبر ایمان و کرامت کے ساتھ کھنڈ ہے۔
 محمد نبوی ہی میں آخر میں کہ دوسرے سخت سخت جرائم کی سزا نہیں لی ہیں
 حد میں جاری ہوئی ہیں، قرآن مجید ہی میں بارہ مختلف مواقع پر لہذا عقیدہ
 میں ارشادات آئے ہیں۔ جب غلیبوں اور لغزشوں اور مصیبتوں تک
 سے نصرت بشری کو مغرب میں انہی کی کوئی نسبت تھی بھی نہیں، صرف
 لغز و صبر و صبر کا ساتھ تھا۔

مشکلات راہ

مدنی ملائیں ایک مذہبی تحریک کے ذریعہ
 ایک شذرہ اسلامی نظام حکومت کی معضل تدوین کے باب میں سہرہ علم
 ہوا۔ کام کے لیے جو مجلس تجویز ہوئی تھی، اس میں ایک نام جامعہ عثمانیہ
 دکن کے ایک اور استاد ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا بھی تھا۔ ہر صورت
 اس شذرہ کو پڑھ کر لکھتے ہیں۔

"مدنی کے ایک عالیہ نیریز یہ عزت افزائی دیکھی کہ محمد نبوی
 اور خلافت راشدہ کے نظام حکومت پر کچھ لکھنے کے لیے ایک مجلس
 میں آپ کی رسلہ میں جو دوچار لوگ ہیں اس نشست میں اپنی
 کا نام بھی خرک کیا گیا ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فراموش کنندہ کہ اس کا انداز نہیں ہوتا کہ
 تفسیر کتنی مشکل ہے۔ اول تو محمد نبوی اور خلافت راشدہ دونوں
 کی کیاں ہمارے دھندلے ہرے نزدیک ممکن نہیں، پھر تو نظام
 حکومت کے بنیادی اصول و عزائم کی تفسیر کیجیے، دینی درمیا
 کے لیے دستوریات اور سیاسیات جاننے کی ضرورت ہے۔
 عدلی گسٹری اور شریعت کے باب پر کچھ لکھنے والا قانون دان
 نہ ہو تو وہ کیا لکھے گا؟ نظام زکوٰۃ کے اصول، معاشیات کا بنیادی
 لکھنے ممکن نہیں۔ پھر اس معاشیات میں انگریزی اور خراج
 الگ چیز ہے، سود الگ مسئلہ ہے، محصول و درآمد و عشر و منیجہ
 بین الممالک تجارت، الگ امور ہیں، ٹیکس انڈازی الگ
 معاملہ ہے، فوجی تنظیم اور مدافعت سرحدات کے مسئلہ میں ہم
 ہندوؤں کی طرح صرف لٹھ بازی سے کیا کام چلیگا۔ نظام تعلیم کے
 لیے تعلیمات کے مبادی معلوم ہوں، تا کہ اُن کے مطابق مواد تلاش
 کیا جائے۔ "نظام حکومت" کے اندر کہنی ہی ایسی اور چیزیں
 ہیں۔ نفس اصول مگرانی قانون بین الممالک وغیرہ (موجود) کا
 صرف شمار بھی کہاں ممکن نہیں۔

پورے ہندوستان میں آج لکھنے لوگ ہیں جو ایمان و دینی

کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے حدیث کی متداول کتابیں صحاح ستہ اور مسند احمد بن حنبل ہی شروع سے آخر تک پڑھی ہیں۔ خود سیرۃ ابن ہشام اور تاریخ طبری وغیرہ کے متعلق جیسے کامل طور سے پڑھے ہوئے لوگوں کی تعداد ایک نہیں تو دو ہند کی انگلیوں پر گن لی جا سکتی ہے۔ اب تو ایک ہی شخص سرے سے علم میں نہیں ہے جو مذکورہ بالا علوم کا بھی ماہر ہو اور ادبیات سیرت پر بھی مافیہ ہو۔ پھر یہاں تو سوانح حبیبہ کھنی نہیں ہے بلکہ اس کے مختلف موضوعوں اور عنوانوں کے متعلق جزئیات اور تفصیلات فراہم کر رہے ہیں۔ حدیث و سیرت نبویہ پر گزشتہ دو صدیوں کے کام کے باوجود جو موضوعات و مواد حاصل کرنا خاص کر نظام حکومت کے متعلق آج بھی اتنا ہی ممکن ہے جتنا پہلے کہیں تھا۔ بعض پڑوس کے متعلق سیکڑوں کتابیں بلا متیاب پڑھ لینے کے بعد بھی مشکل سے چند سطریں لکھی جا سکتی ہیں۔ آج کل ہر طرف ایک ہی بیت المال کا ذکر ہو رہا ہے کہ کتنے لوگ جانتے ہیں کہ طو و عہد نبوی میں کسی قمری زمین کا فرق وصولی لگزاری و زکوٰۃ میں کیا کیا سائل نہیں پیدا ہو چکا تھا۔ یہ بھی چھوڑیے۔ مسائیات کے ایک نہایت مکمل اور بعض منصفین سے مخصوص بات یعنی آیات پر مہر کے بغیر عہد نبوی کے اصل سوازنہ (بکٹ) پر کیا لکھا جاتا تھا۔ سکتے لوگ آیت انما الصدقات للفقراء کی الیاتی تشریح کر سکتے ہیں۔ اور اس آیت کی توجیہ کے لیے جس قسم کے نظائر و معلومات کی حدیث و سیرت سے ضرورت ہوگی صرف اسی کی تفصیل بیان کر سکتے ہیں؟۔۔۔ اسی سوا کا کٹا کٹا تو جو سے خیر لانا ہے۔

یہ چند چیزیں بدادشتہ قلم سے نکل رہی ہیں۔ اس پر تنبیہ کی سے کام شروع کر سکتے ہیں تاکہ تیار کرنے میں جو توجہ ملے اور کیا کیا سوالات پیدا ہونگے۔ مجھ میں تو اس کتاب کی ایک فصل کی ذمہ داری سنبھالنے کے لیے تک کی ہمت نہیں۔ خدا آپ کے نامزدگوں میں طاقت و ہمت دے۔

معاذ اللہ! نے مشکلات راہ کے باب میں جو کچھ تحریر فرمایا، اپنی جگہ بالکل صحیح ہے اور ایک سنجیدہ اور اپنی ذمہ داری محسوس کرنے والے حقیقی طالب علم کے قلم سے ہی الفاظ نکلنے چاہیے۔ لیکن بالاسیا بھی ہوتا ہے کہ کام ہاتھ میں لے لینے اور شروع کر دینے کے بعد آتا مشکل نہیں رہ جاتا، جتنا شروع کرنے سے قبل عالم خلیل میں نظر آتا ہے۔ غرض اس خلاص نیت کی برکتیں ہیں تو آخر کوئی چیزیں اللہ تعالیٰ جہاد فیما لہ نہیم تسلیم کر لیں۔ لوگوں کے لیے تو راہ الی کا راہ اللہ موجود ہے۔ وہ دشواریات کی سبیلیں محبوب محبوب ایسی نکلتی آتی ہیں کہ پہلے انکا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا جو وہ قلم من حیث لا یحبس سوچے اور دیکھنے کی بات صرف یہ ہے کہ کام آیا تو لے کے قابل ہاتھ میں لے جائے کہ قابل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بسم اللہ۔ غرض ہمت کے آگے

ان شاء اللہ ہر تنقید پرانی ہو کر رہے گا۔ پھر یہ بھی ہے کہ جو اصل آئینہ (معاذ اللہ) ہے اس سے تو عملی کام ہر حال اور ہر صورت میں بہت ہی رہے گا۔ اس سے چارہ نہیں۔ کون ایسا ایمان دار اور اپنی ذمہ داری محسوس کرے والا مصنف ہے جو اپنی کسی تصنیف کو اپنے خیالی سیار کے مطابق لاسکا ہے؟ خصوصاً قرآن مجید کی تو کوئی بھی خدمت آج تک ایسی ہو ہی نہیں سکی ہے اور نہ آئندہ ہوگی جو اپنے موضوع کا پورا حق ادا کر دے۔ بس جتنا بھی بن پڑے اس کو نصیحت اور سچا طور پر نصیحت سمجھا جاتا ہے۔ آخری گزشتہ مراسلہ گیارہ کے مرتبہ علمی کے احترام و احب کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جن اصطلاحی جزئیات اور تفصیلات کو آج وارپ نے لازمی تسلیم کیا ہے وہ حقیقتہً لازمی تھی بھی نہیں۔ ہر فن کے اندر ایک ہر فن کی شاخ اور شاخ اور شاخ کے اندر اصطلاحات کا ایک سمندر ہے نا پید انکار۔ حقائق علوم کو قبیر سادہ الفاظ میں بغیر ان اصطلاحات کے جھگل میں گم ہوسکتی جا سکتی ہے۔ اسلامی نظام حکومت کی تدوین میں مرکز و مرت قرآن مجید کو رکھا ہو گا اور اس کے بعد تعامل صحابہ، تو مرت شرح و حاشیہ کا کام دینگے۔

۱۰ سوالوں کے ۴۰ جوابات

تیار کیا تو قرآن کریم سے متعلق اپنے جن دس سوالوں پر تیار تھا، اس کے جواب میں ایک نہیں دو مفصل مضامین ایک جناب غوثی شاد صاحب (دکن) اور ایک مولانا محمد منظور صاحب نقانی (بریلی) کے قلم سے لکھا۔ دس سوالوں کے میں جوابات تو ان صفحات میں شائع ہی ہو چکے ہیں۔ مزید سرت کا مقام ہے کہ محترم حاضر مآثرات و مہمان سنے بھی اس طرف توجہ فرمائی اور دونوں کے التو برہنہ میں دونوں کے محترم ایڈیٹروں کے قلم سے خاملاً جوابات نکلے ہیں۔ بشرط گنجائش دونوں ان صفحات میں بھی نقل ہونگے۔ برآں کا معنون نسبتاً مختصر و جامع ہے۔ مآثرات کا مقالہ علاوہ اصل جوابات کے متر من کی شخصیت کو بھی بے تقاب کرنا چاہیے۔ اور موجودہ حالات میں یہ کام بھی کر سکتے ہی کا تھا۔

المیسی حربے

"طرا طریق جنگ" ہٹلر نے مسند غیبی ڈاکٹر ہرمان راشنگ سے کہ دیا تھا "یہ ہے کہ ہم دشمن کو اندر ہی اندر ہاک کر دیتے ہیں۔ اس کو خود اسی کے ہاتھوں ختم کرا دیتے ہیں۔ انکی مصروفیت میں ہتھیار دہرائیں اس کے جذبات میں تناقض، تذبذب، غلط فہمی، خوف و ہراس، یہ ہمارے خاص الخاص حربے ہیں۔" (لارڈس ڈائجسٹ، نیویارک، ستمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱۰۰)

ہٹلر کا یہ طریق جنگ ہوا نہ ہو، ہر حال المیسی کا یہ طریق جنگ اسلام کے مقابلہ میں تو ضرور ہے۔ وہی مسلمانوں کو باہر کے حملہ سے نہیں، اندر سے ہاک کرنا، فرزند ان اسلام کے دلوں اور دماغوں کو تباہ کر دینا، خود انہیں میں شک و شبہات پیدا کر دینا، سچے ایمان، اعتقاد کے ٹھیکہ، ارباب، اعتبار، اور "روشن خیالی" کی دبا پھیلانا، سچے دلوں پر عمل اور عوامی مشاغل کے خیالی مشغلوں اور تذبذب، تردید، بھیجنا، افسردگی و بے عملی میں مبتلا کر دینا، اور سچے خود اعتمادی کے اظہار پر

نئی کتابیں

(۱) تفسیر سورہ عبس - "ابیت مولانا حمید الدین فراہی - ترجمہ از مولوی ابن امن صاحب اصلاحی - ضخامت ۵۰ صفحے قیمت ۱ پتہ: مکتبہ حمیدیہ، سولے سر - منلیع، مظفر آباد - (پوہلی) سورہ عبس کی ابتدائی آیات قرآن مجید کے مشورہ شکل مقامات میں سے ہے۔ مشورہ ہر قرآنیات مولانا حمید الدین فراہی نے ساری سورہ کی تفسیر اپنے عام حکیمانہ انداز میں اس خوش اسلوبی سے کی ہے کہ اقران کو لب لبو کے گنجائش ہی نہیں رہ جاتی۔ اور ضمنی لطافت نکات جو بے تکلف پیدا ہوتے چلے گئے ہیں وہ اصل ممنوع کے علاوہ اور اس پر مستزاد ہیں۔ فصل دوم جو عصمت انبیاء اور ان کے سوانح و آثار پر ہے، خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔

البتہ ایک بات مولانا کے تفسیری مقالات میں عرصے کے کٹاوت ہی ہے اور وہ اس میں بھی موجود ہے۔ معسر موصوف ذہین بہت ہیں اور بڑے نکتہ رس۔ لیکن اس نکتہ آفرینی کی رو میں اتنا بڑھ چکے ہیں کہ بلا ضرورت بھی قدیم اہل تفسیر کا تھکنا کھنکھاتے ہیں۔ اور بار بار ایسا ہوتا ہے کہ جہاں ان کے اور ان کے درمیان کوئی بھی حقیقی اور معنوی اختلاف نہیں، مولانا وہاں بھی اختلاف محسوس کر سکتے ہیں اور انداز بیان ایسا اقبلا کرتے ہیں کہ گو ایہ پچھلی بار کہ وہ ہیں، حالانکہ وہ بات انہوں کی زبان سے بھی اور ادنیٰ ہوتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی مولانا کے الفاظ میں اہل صورت واقعہ یہ ہے کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سادات قریش بیٹھے ہوئے تھے آپ انکو تبلیغ و دعوت فرما رہے تھے اس بیچ میں ام کلثوم آگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ ہوا کہ اب یہ پاک جانینگے اور کہینگے، تم نے چند اندھوں اور غریبوں کو طبع والا کر اور بچوں کو بنا کر بھینسا رکھا ہے اور اب ہمارے لیے دام بچھا لئے ہو۔ تو ہم اس وقت تک تمھارے پرہیز نہیں ہوتے کہ جب تک تم انکو اپنی چرونی سے خارج نہ کرو۔ ہم اشراف ہو کر ان اور اہل کی سلج پر نہیں اتر سکتے۔" (صفحہ ۱۹)

لیکن اس میں اور حضرت سجاد تابعی کی روایت ذیل میں بھی تشریح و توضیح کے، اصلاً و عدلاً فرق ہی کیا ہے؟

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرداران قریش میں سے کسی سے تھکے میں باتیں کر رہے تھے، آپ نے اُسکے سامنے اسلام پیش کیا تھا، اور توفیق ملی کہ وہ قبول کیے گا، کہ بیچ میں حضرت عبداللہ بن ابی قحافہ آئے۔ آنحضرت کی نظر پڑی تو آپ کو اٹھا ایسے وقت میں آگاہا کہ وہ کہتا ہے کہ یہ قریشی کہتا ہے کہ محمد کے پیروں اسی قسم کے اندھے اور ہرے ڈو غریب و بے ذالوگ ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری۔" (صفحہ ۲۰)

ایشان مولانا کے ان امثال وادب میں کہ

"اس سورہ میں یہ بنا دیا کہ پیغمبر ایسے لوگوں سے اصرار دلچا بہت ہے

غیروں کی مروت بہت غیروں کی تہذیب و تمدن، علم و فضل، حکمت و فن، سیاست و مداخلت کا رعب چھا جانا یہ سب کرب اور کوشش ہیں اسلام اور نوع انسانی کے اسی قدیم دشمن کے بعد بدتر ہوں کے!

طلوع اسلام

نئی دہلی سے ایک گریجویٹ کرم فرما کر فرماتے ہیں: "مصدق" مورخہ، راکٹور میں جناب کا شہدہ طلوع اسلام کے نقشہ انکار حدیث سے متعلق نظر سے گزرا۔ برگمانی کر سنے کو تو واقعی کسی اسلامی رسالہ کے بارے میں بھی جی نہیں پاتا مگر جہاں عن اور گمان کی کوئی گنجائش نہ ہو اور صراحت اور دناحت کے ساتھ انکار حدیث کیا جائے وہاں کیا دلیل کی جائے۔ طلوع اسلام کے اکتوبر و دسمبر پرچہ میں دو ساک کی توضیح کی گئی ہے اس کو جناب نے غنیمت خیال فرمایا ہے کیا براہ کرم اس امر پر مزید روشنی ڈالیں گے کہ وہ کس حیثیت سے غنیمت ہے۔ طلوع اسلام نے خود بہ اعتراضات نہیں کیا کہ مرسلہ زیر جواب سے متاثر ہو کر اس نے اپنے رسالے کے جسکی اشاعت پہلے شمارہ میں ہو چکی ہے کسی درجہ میں بھی رجوع کیا ہے۔ کیا یہ گیا ہے کہ ہم احادیث کے بالکل ہی منکر نہیں ہیں بلکہ دین کے معاملات میں ان کی محبت و تسلیم نہیں کرتے پھر اگر احادیث دین میں محبت نہیں ہیں اور خود آیات قرآنی کی رو سے ان کا ماننا ضروری نہیں تو قبول اور عدم قبول میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ محض وجود کا اقرار تو غیر مسلم بھی کرتے ہیں اور وجود قرآن کا اقرار نیاز فقہوری بھی کرتے ہیں۔ رہا ان احادیث کا نہ ماننا جو نفوس قرآنی کے خلاف ہوں یہ تمام علماء اہل سنت کا مسلک ہے۔ اس میں کسی بات کیا ہے۔ سوال تو صرف یہ ہے کہ جنکو ماننے ہیں انکو کس حیثیت سے ماننے ہیں۔ والسلام۔

اکتوبر نمبر کو غنیمت اس لحاظ سے کیا گیا تھا کہ پڑھ کر دل کو وہ تکلیف نہیں ملتی جو اس کے قبل کے بعض نمبروں میں تنقید حدیث پڑھ کر ہوئی تھی، پرچہ کی بعض دوسری اسلامی حضرات (اور انکا نمونہ اس اکتوبر نمبر میں موجود ہے) اس کی تصدیق ہیں کہ اسکے معاملہ میں زیادہ سے زیادہ رعایت برتی جائے اور نرم سے نرم ممکن تاویل کی جائے۔ گو اس میں ذرا شبہ نہیں کہ نقشہ انکار حدیث وقت کے اہم ترین فتنوں میں سے ہے۔ اصول دین بیشک سب کے سب قرآن مجید سے بتا دیے ہیں، لیکن آخر انکی تفصیل و تشریح کے بغیر اسلام بہ حیثیت ایک عملی نظام کے میل ہی کیا کر سکتا ہے؟ اور یہی کام سنت رسول کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بے ہمان مشین نہ تھے، محض واسطہ نقل و حمل نہ تھے، آپ کے عمل و قول سے قطع نظر کر لیا، برگ و بار پر نہیں، شاخ و پھل نہیں، دین کاں کی جڑ پر غریب لگا ہے۔ ضعیف و ممنوع احادیث کو قوی و صحیح سے الگ کرنا، ظاہر ہے کہ چیز ہی الگ ہے، اس سے کسی کو انکار نہ پہلے ہوا نہ اب ہے۔

باہلیت قدیم کی بازگشت

درہندوستانی دنیا میں بے پردگی کے لیے بھارتی - مسلمان

پہلے دو نشیں خودتین کے لیے سامان عبرت)

لکھنؤ ۷ ستمبر - آج سینچر کے روز ستیا ترانہ پاؤں بازار میں ہندو عورتوں کی انٹی پروڈکشن کا نفرس ہوئی جسکی صدارت مسز ادھارادی گونڈا (ناگپور) نے کی۔ کانفرنس کے لیے ایک بہت ہی خوبصورت چٹا ال بنا یا گیا تھا۔ تقریباً ساڑھے تین ہزار عورتیں شریک ہوئیں۔ بہنیں اپنی لکھنؤ، ناگپور، راجپوت اور دوسرے مقامات سے ڈیلیکٹ عورتیں شریک ہوئیں۔ ہندوستان میں عورتوں کا اتنا اڈا ہم ہو گیا کہ بعض مردوں کو جنہیں شرکت کی اجازت دی گئی تھی عورتوں کے بے جا جھوڑو بیچا ہوا ایسی عورتیں بھی کانفرنس میں شریک ہوئیں جو سختی کے ساتھ پردہ پہن کر تھیں۔

پریسیڈنٹ کانفرنس مسز ادھارادی پوری گونڈا سینچر کی صبح کو ناگپور سے ہوڑہ اسٹیشن پہنچیں تو انکا بہت ہی پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ انھیں جلوس کی شکل میں ہر سین روڈ سے زکریا اسٹریٹ لایا گیا، جہاں وہ مسٹر ڈی بی کھیتان کے مکان میں قیام پذیر ہوئیں۔ جلوس زیادہ تر لڑکیوں اور عورتوں پر مشتمل تھا۔ البتہ مردوں کا کچھ تعداد میں جلوس کے آگے آگے تھے ایک اور جن نو جوان عورتیں جو ہندوستان کی مہر تھیں گھوڑوں پر تھیں۔ انکے پیچھے سیکھ عورتیں سنکی گوار میں بیٹھے تھیں۔ نیشنل یوتھ لیگ کی لڑکیاں باجے بجا رہی تھیں۔ ان لڑکیوں نے سیکھے ہندوستان کی دوسری عورتیں تھیں جو چھترے لکھا رہی تھیں۔ آریہ لگیا ہوا دیالے کی لڑکیاں اپنے کندھوں پر نقلی رنچیں لیے اسے ساری کائنات کو دعوت گزار رہے تھیں۔ اسکے بعد اردو ادبی بالکاد و لکائی لڑکیاں زعفرانی ساریوں میں جلوس قومی ہندو یوں لیے ہوئے تھیں۔ اخیر میں بالکاد سکتی شگلا کی بنگالی لڑکیاں سرخ ساریوں میں پوری جلوس لکھا پر رومانی افشاں چھترک رہی تھیں ان کے پیچھے رنچ پر نقاب ڈالے ہوئے اردو ادبی عورتیں تھیں۔ اتنی شان و شوکت کے ساتھ پریسیڈنٹ اسٹیشن کانفرنس کا جلوس ہوڑہ اسٹیشن سے چل کر زکریا اسٹریٹ آکر ختم ہوا۔

کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے صدر مجلس استغیا ایہ سنر گنسی دیوی نے اپنے تقریر میں کہا "میں خود پردہ میں رہ چکی ہوں اور پردہ کے نقصانات پر ہماری ذمہ داری کے ساتھ بول سکتی ہوں۔ بڑے لوگ سوشل ایفاد (سماجی اصلاح کی وکالت کرتے ہیں۔ میں ان سے اپیل کرتی ہوں کہ اسے اپروہ کو اپنے پردہ گرام میں سب سے آگے رکھیں۔ یہ بہت ہی شرم کی بات ہے کہ جہاں دوسری جماعت کی عورتیں قومی جدوجہد میں حصہ لینے کے لیے ایکدم سے آگے بڑھ رہی ہیں وہاں اردو ادبی جماعت کی عورتیں پردہ کو ہٹانے کی ضرورت پر بحث کرنے کے لیے جمع ہوئی ہیں۔

پریسیڈنٹ مسز ادھارادی پوری گونڈا نے خود جگہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ آزادی کی جنگ ہے عورتوں کو چاہیے کہ اپنی آزادی کے لیے جنگ

جنگ کریں۔ عورتوں کے دارج پر بحث کرتے ہوئے مسز گونڈا نے کہا "عورتوں کو مردوں کے برابر دارج حاصل ہونے چاہییں۔ سیرایاں تک خیال ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے لیے لڑکوں سے لڑکیاں زیادہ موند ہیں میرے خیال میں عورتوں کی ممکن ترین اعلیٰ تعلیم دی جائے۔

صاشری (صالح) پر بحث کرتے ہوئے مسز گونڈا نے اسناد پرودہ پرودہ پرودہ دیا اور کہا "پردہ مذہب صاشرت اور تہذیب جدید کے خلاف ہے۔ پردہ حفاظت نہیں کرتا بلکہ شرم و حیا کو مار ڈالتا ہے۔ ایک قوم یا ایک ملک کا اندازہ اسکی عورتوں کے دارج سے کیا جاتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم تیس محض گھر کے کاموں میں لگی رہیں اور سوسائٹی کو آگے بڑھنے میں مدد نہ دیں۔"

(خبریں جاری)

ہندوستانی عورت

(ہندی تہذیب کا روشن جلوہ - مس بھول کمار جی چوہان آت و لٹ) بیا لہ گورنمنٹ - متنبہ اپیل ٹریننگ کلاس گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول جالندھر کے قلم سے)

ہندوستان کی پڑھی لکھی عورتوں میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے یا یہ کہ خیال پیدا کیا جا رہا ہے کہ عورت مرد کی غلام نہیں ہے۔ انھیں وہی حقوق حاصل ہونے چاہییں جو مردوں کے حاصل ہیں۔ ہندوستان میں کچھ سیاسی حقوق دیے ہی جا رہے ہیں۔ گریسری والدہ ہر دمہ جو ہرانی سردار بانی بارہ جو دیکھ خود تعلیم یافتہ اور ملک کی مشہور ادیبہ ہونے کے عورت کی حقوق بازی کی جدوجہد کے سخت برنلات تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ جب سے ہندوستان میں عورتوں کے دلوں میں مساواتی خیالات کا پورا چار کیا جا رہا ہے۔ ہندوستانی عورت مغربی عورت کی طرح آزاد اور بیناک ہو رہی ہے اور گریستی جون بباد ہو رہا ہے انھوں نے انبالہ کے صنعت کے ایک ساموگا اور اسکی عورت کی معذرت بازی کا حال اخبارات میں پڑھا تھا۔ وہ کہا کرتی تھیں "ہندوستان مغرب کی تقلید کر رہا ہے، کہیں وہ مثال نہ ہو کہ

ہو کی تقلید خسرو کی تو کار کو ہ کن گڑا

جلا حب چال کو آہن کی اسکا چلن بگڑا

انھوں نے ہم بچوں کو کئی بار دیکھا کہ ان کی سنی جو ایک ڈل پاس ہندوستانی لالہ کو صاحب باہر کھیلنے کا ٹوٹن چرایا تھا اور اسے لالہ کو لیڈی بنانے کا ضبط سنا تھا۔ اسے خود کو صاحب اور گھر کی عورت کو لیڈی اور نوکر کو ہرا لگ کھیلنے کا سودا چرایا تھا۔ اور آخر کار ذلیل و خوار ہو کر اس راز سے واپس آنا پڑا تھا۔

والدہ محترمہ کا خیال تھا کہ مغرب میں عورتوں کو حقوق کی ضرورت ہو تو ہو مگر ہندوستانی تہذیب اور عبارت ارش کے بنی اور مبنی کے رشتہ میں آج دھاپی اور خود غرضی کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ ہندوستانی عورت اپنے بچے کو دنیاوی ایشور اور مجازی خدا سمجھتی ہے ہندوستانی

چوک - لکھنؤ

مجھے اچھے اشیاء اپنے ذائقہ کے جمع کرنا صاحب ذوق لوگوں کا شہرہ ترویج کا کام ہے۔ اور ایسے مجموعے اور دوسری کثرت شائع ہونے میں زیادہ تر گمراہیوں میں نازد ترین انداز ہے۔ مرتب کے حسن ذوق کے لیے یہ نسبت میں کرتی ہے کہ وہ خیر آباد کے ہیں۔ یا مین مروجہ کا وطن، مولد و مدفن۔ شاعری و ہاں کی آب و ہوا میں رہی ہوئی، سوز و گداز میں بچہ کی گھنٹی میں پڑی ہوئی۔ حسن و عشق اس کے ذوق طبع کا آئینہ ہے۔ ایک خاصہ دلچسپ مرقع ہے۔ ہر رنگ کے اچھے شعرا اس میں نظر آجائیں گے۔ بجز دنیا و دنیا پر کار کے آثار کے (اشارہ کے)۔ الیہ سوز و گداز کا رنگ مرتب پر غالب ہے اور یہی غلبہ اس مجموعہ میں بھی نمایاں ہے۔ نہایت عمدہ مین اس کو تو کہہ کر دینی صحیح نہ تھی، دوسرے یہ کہ بجائے عزائم کے بڑھنے کے سفیمات کا خیر یا ضروری تھا۔ عذراں "حمد" کے تحت میں بعض اشارہ کی محنت (مثلاً اس معرہ "تو شلہ شمع ابھرن میں" "شلہ" شمع کی محنت) اور بعض اشارہ کی مناسبت عذراں کے اب میں خاصا بگڑا ہو سکتا ہے۔ مرتب کا غرض مالی بھی شہرہ و فہم اردو میں ہے، الیہ ایک آدم لفظ نظر ثانی کا محتاج رہ گیا۔ مثلاً دوسرے پر اگر کوئی شروع میں بجائے "بیکہ زندگی" کے "آئینہ زندگی"۔ بہ نسبت مجموعی سالہ ہر ادبی ذوق رکھنے والے کے لیے لطف و دلچسپی کی چیز ہے۔

(۶) یار غار - از مولانا سید محمد بادشاہ حسین صاحب - ۱۲ صفحہ قیمت ۲۰ پتہ - جلیہ مسلم ڈومائن - سکندر آباد لاہور

مولانا کا ایک پرانا مقالہ جو غالباً ستمبر ۱۹۳۳ء میں مدق کے نین نبروں میں شائع ہوا ہے، اب جلیہ کے زیر اہتمام تقسیم عام کے لیے شائع ہوا ہے۔ بڑے سے بچے، سب کے پڑھنے کے قابل۔

(۷) روح اسلام یا جیل و اذان - از سید حسن آرزو صاحب - ۶۷ صفحہ - قیمت ۲۰ روپے - غالباً مصنف ہی سے، پھولاری شریف منٹ پائے کے پتہ پر ملے۔

رسالہ کی دنیا، مصنف کے ایک ذاتی واقعہ ہے، جیل میں اذان سے متعلق بری اور بحث پھیلتے پھیلتے سفر پار سے اصول اسلام پر تیار ہو گیا۔ کتاب کے نام کتاب کی اسی مثبت نگاہ کے نظر میں ہے۔ سید حسن آرزو صاحب کو دنیا اب تک ایک پر جوش قومی پسند کی حیثیت سے جانتی تھی اب معلوم ہوا کہ صاحب نظر اور علم و تحقیق میں۔ اصل کتاب مسئلہ پر مبنی ہو گئی ہے۔ اس کے بارے میں یہ ہے اور پھر مصنف (شاید اس کی تقریبات) میں یہ تقریظ درج مدق کے قلم سے بھی ہے۔ اس میں ہے کہ کتابت و دستاویزات کی کم سطح نہیں۔

علامہ "سید" کی "جہالت" کا جو نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے، "اب زمین کے جس ہزار ذراتی ٹکڑے کا نام ہے تاریخ گزشتہ جس دھوکا میں دیتی تو یہ ماننا ہی پڑے گا کہ سلی مدنی اور شری زندگی کا کوئی بھی دستور کبھی موجود ہی نہ تھا اور نہ جو کچھ تواریخ کا کس کوئی پتہ بھی نہ تھا۔ جاہل، نامہذب،

دعش، خوشنوا، ظالم اور سخاک انسانوں کا ایک نکل تھا۔ یہ صحیح نہیں۔ تفصیلی تردید کا یہ موقع نہیں۔

قرآن مجید نے "اُمی" اور "جاہل" دو لفظ ایک ایک موقع پر استعمال کیے ہیں اور دونوں کے مفہوم میں بڑا فرق ہے۔ ترجمہ میں کسی فرق کا لحاظ ضروری تھا۔

کتاب سلمانوں کے کام کی توہنی ہے، لیکن اس سے بڑھ کر غیر مسلموں میں تبلیغی اغراض کے لیے مفید ہوگی۔

رسید مرتب

- (۱) ترک احمدیت - ایک انگریز نوسلہ کے قلم سے - ۲۲ صفحے
- (۲) اتحاد دین المسلمین - از خواجہ عبدالحق - ۱۶ صفحے

بلا قیمت، دفتر دولگ مسلم شہن عزیز منزل، برادر تہ دروڈ لاہور سے ملیں گے۔

خواجہ کمال الدین مروجہ کے دو انگلش اور انگریزی جلدیہ اسلام آباد پوسٹ پڑھے لکھوں میں کون واقع نہیں۔ دوزن سالے اسی تحریک کی توضیح و اشاعت میں ہیں پہلے رسالہ میں قادیانیت کی تردید بھی خاصا طبعی

(۳) ہندوستان میں ہندو مسلم مسئلہ کا واحد حل (انگریزی) ۶۴ صفحہ - پتہ دفتر رسالہ "پیام حق" ظفر منزل، کاجوروہ - لاہور

ایک اسلامی تبلیغی رسالہ۔

اور جہتی است لیکر آیا اور جس نے اُکو پچ مانا، وہی لوگس ہنر کار ہیں

عبد المجید

پیشہ بہ دریا باد ہنسے باد و شکی

عبد القوی

مضامین کے ایسے ہی خط و کتابت لیڈر سے کیا

مفت واد

(شعبہ سائنس، لاہور)

بادشاہی پادشاہی
 و حکیم و عبد القوی
 کے ہاتھ میں خط و کتابت لکھنے کے لیے
 مفت واد

چندہ ایزات نظامی امور

کے بارے میں اس وقت اس پتہ پر نہ

عليه السلام

مرشد آباد پریس۔ گوالر

عین د سالانہ

CF²

بروزن ہندو سالانہ شکار

قیمت فی پونہ ۱۰۰ روپے

نمبر ۳۷ - ۱۷ شوال الحکم ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۸ - نومبر ۱۹۴۰ء جلد -

پہلی باتیں

بعوت پریت، غمیش، آسپب، چڑیل، کے آپ قائل ہوئی یا
 نہ ہوں؟ واقعہ تو یہ حال اس کے ناموں سے اور کارناموں سے ہوتے۔
 غلام پر "شیخ سدہ" آگئے، اور وہ کہنے لگا۔ غلام پر "لونا چھاری" کا
 اثر ہو گیا۔ غلام کو "کلو ایر" سے دیا گیا۔ غلام کو آسپب غلط ہو گیا۔ غلام
 پر جنات آگئے، غلام پر پیوں کا سایہ ہو گیا۔ یہ چیزیں کس کے علم میں نہیں؟
 کون ان سے باخبر نہیں؟ اس کے بعد وہ انسان اپنے آپ میں کہاں۔
 اب وہ چیز ہی کوئی اور۔ اچھا خاصہ، بھلا چنگا انسان اور جہاں
 اس پر کوئی آئے لگا، اس کے سر پر کوئی سوار ہو گیا، پس وہ اپنے قابو میں
 نہیں۔ اول قول کہیے، اور انوں کی طرح وہ چھوٹا، اچھا، بھلا، اچھا
 نکال لیا، اوانٹ پسینا، بے وجہ ہو گیا، لالہ نہ ہنس گیا، اور تپ تاب
 یہ جنون کا دورہ طاری رہ گیا، وہ اپنے آپ میں نہ رہ گیا۔ مگر کچھ اور نظر
 آ رہا کچھ ————— سب اب بتی و طبیعی جو کچھ یعنی ہوں۔ علامات و آثار کا
 خلاصہ یہی ہیں۔

میں اور بھوت، آسپب و نہایت کے افسانے، پارینہ، چونکہ جھٹکا۔
پڑھتی ہوئیں۔

اس دوا میں جام اور ہے سے اور ہے جسم اور

تذیب کے آئینے نے توشہ خانے کے عسکر اور۔

آب آ میس فیل "نئے نئے آبوں سے چھڑنے لگے۔ لوگوں کے راز افشاش

اہلِ معطلاتوں کے باختم کبرئے نے لے بہ ہوا سیاں، خود فرانو شیاں

0.11312102, 0.11312102

ٹھیکے سب کے جعلی بنائے ہوئے۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ "ترقی" ہم مسلمان
 جمعی کر سکتے ہیں، جب بے تکلف سودی کاروبار شروع کر دیں اور نہ
 کموئے۔ بلکہ دوسرے فرماتے ہیں، کہ جب تک ہم اپنی عورتوں کو
 مردوں کے دوش بدوش 'سینہ بچینہ لاکڑا' بیٹلے، ترقی کے دوزخ
 کسی قوم سے بڑی لے ہی نہیں جاسکتے۔ تیسرے صاحب کا ارشاد ہے
 کہ اصل چیز دولت کی صحیح تقسیم ہے، جب تک سوشلزم کی بنیاد پر ملت کی
 اذیت و تعظیم نہیں کرتے، ہم مسلمان نہیں بن سکتے۔ چوتھی سمت سے مدد
 ہوتی ہے کہ قومی فلاح کا دراز "مخجل نہتہ" سلسلہ قائم ہو، اور اپنی
 عورتوں کو آزادی کا سانس لینے کا موقع دو۔ ایک اور صاحب کی
 زبان ہے کہ زکوٰۃ دینا ہے، تو زکوٰۃ دینے والوں کا رحم و کھپا اختیار کر لیتے
 مستحق و مستحق پر خط نسخ کھینچ دو، اور لایعنی حروف بانی سے دہنی
 عزت لینے شروع کر دو۔ ایک اور بزرگ کا واسطہ ہے کہ میں وادات
 حدیث نے تباہ کر ڈالا، مسلمان اپنے رشتہ اور اسلام پر قائم رہنا ہے
 تو سچا رہی اور مسلم کے دفتروں کو آگ لگا دو۔ اب یہ سب اگر قطعی
 اصطلاحیں "شیریں" نہیں تو اور کیا ہے؟ خوش اعتقادوں کی زبان
 میں، اگر آسیب زدگی نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ ل اور انھیں 'مزدک' اور 'کس' ذریعہ کے نئے عہدیت جس طرح
افراد کے سر پر آجاتے ہیں 'اُسی آسانی کے ساتھ قوموں اور جماعتوں کو بھی
بچھا ڈیلتے ہیں۔ اور 'روشن خیالی' اور 'تجدد و آزادی' 'سوشلزم' اور 'کپٹلزم'
کی بیماریاں جس طرح افراد و اشخاص کو توڑ دیتی ہیں، اسی طرح وہ ہمیں
پورے آبادیوں کی آبادیوں میں بھی بھوٹ پڑتی ہیں اور دیکھنے دیکھنے
قوم کی قوم کو تباہ کر سکے دیکھ دیتی ہیں۔ ترکیب ان لمبائوں کا فکرام دو چکا،
عصر ہٹے آگے جھٹک گیا، ایران ان میں مبتلا ہو چکا، عراق، شام، فلسطین،

اس پر اس کے اسیاد سے بوسے، بار بار بوسے، اور جو ہے میں ہر بار پہلے سے زیادہ وقت کے ساتھ پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ اور ان جنموں اور پیشقدموں کے نقیب آج کون کون کیا؟ کوئی اور نہیں؟ آپ ہی کے بڑے بڑے اخبارات، برائے آپ ہی کی قلمی لکیر اور ایڈیٹر، پریس اور ریڈیو اور سینما۔

صاحب کا ماضی

اگر اس وقت کا ہے جب ہندوستان میں انگریزی سلطنت کو داغ پہل اول اول پوری تھی اور فرنگیوں کے قدم پہلے شروع ہو رہے تھے۔

"نئی فوجیوں کے نام نہا کبھی حقیقت ایک بے ابن قوم تھے۔ اور جیسے بدترانے عقائد تھے یہی ان کے اخلاق بھی تھے۔" (صفحہ ۱۷)

بیان کسی دشمنی فرنگیت مسیحیت کا نہیں خود ایک فرنگی بھی سورخ جان دیکھنے کی مسیحیت ہند میں۔ (صفحہ ۱۷)

"اور ان ہینڈلنگ کے طویل عہد میں انگریزوں میں سوسائٹی کی چوٹ تھی اس کے حق میں کوئی بھی کلمہ خیر نہیں کہا سکتا۔ اگر لکھنا ایک (قانون منابطہ) ہمارے ملک کی نفسی زندگیوں کو اور انہیں منطقی لائن کے ساتھ تھا اور ان سے بدترانے بے منابطہ کوئی چیز نہیں تھی۔" (صفحہ ۱۷)

یہ وہ ان ہینڈلنگ ہمارے ہی انہیں ہندوستان کے اس لیے فرنگی ٹوڑنا ہزل تھے اور ہندوستان میں انگریزی حکومت کے قیام کے پانی۔

"ہینڈلنگ اور فرنگیتوں کا دور کوئی انقلابیت کا دور نہ تھا۔ آخر انہیں گورنر جنرل منصف کو جس کے مہر اور ہینڈلنگ کے شدید ترین مخالفت تھی۔۔۔ میں حد تک ہینڈلنگ فرنگیتوں کو گولی سے اڑا دینے میں حق پہاں تھے اس قدر فرنگیتوں ہینڈلنگ کے گولی اڑ رہے ہیں۔ اگر اگر کچھ فرق دونوں کی "مردانگی" میں کہا جاسکتا ہے تو ہینڈلنگ کی حالت کبر معی نسبت تھی۔ ہینڈلنگ نے اگر دوسرے کی بنا تھا پوری ہینڈلنگ کیا تو اس کی رہنمائی فرنگیتوں نے تو یہ بھی نہ تھا ہینڈلنگ نے کم از کم نا بیحد طلاق کی تو انہیں گولی۔ فرنگیتوں تو پورا ہندوستان کے چرند پھول کا پانی۔" (صفحہ ۱۷)

دعائے غم میں دعاؤں، سنجیدہ دعاؤں اور دعاؤں کسی فرنگی ہندو کسی عاشق آرائی کے محتاج ہیں؟

ماضی کا حال

انڈین نیشنل کانگریس، دین و دنیا کے اکابر اور سرکاروں کا محبوب۔ رنگ جو تو عوام کا پچھلا ہی کیا۔ اسی انگریز اور سبھی مورخ چھٹا نظم آگے بڑھ کر کہتا ہے۔

"لوگ خوب ہی پہنتے تھے اور خوب ہی جو گھسیٹتے تھے۔"

ایسی عورتوں کو چھوڑا دینے کی عادت عام تھی جس انگریز کو دیکھیے اس کے ساتھ ایک پورا زمان خانہ موجود نہیجان انگریز کہیں تماشوں کی گرم بازاری، ناچ، سوانح، گھوڑوں اور قیصر، سب سامان تفریح موجود خصوصاً جائزوں میں۔ (اور موسم کے لطف میں تنوع پیدا کرنے کے لیے ڈوب لڑنا اسکے علاوہ۔ لوگوں کی غمیں تو عموماً مختصر ہی ہوتی تھیں۔ لیکن یہ سب کا سب ہوتا تھا کہ وہ غمیں لطف و تفریح ہی کی نذر ہوتی۔" (صفحہ ۱۷)

"وہیں کے "فواب" (برسیوں کے ہجوم میں) (صفحہ ۱۷)

کی جوت پرسی اہل قلم کے ہاتھوں میں کر رہی ہے اس کا تذکرہ، انگریزی اول اور ڈیڑھ پڑھنے والا کہتا ہے۔ اس آئینہ میں بھی کئی نقیب پر ایک نظر کر کے خود غیبی سیجی کہ حقیقت "بد" کون تھا اور "بدنام کون؟" "ہندوستانی فواب کے ظاہری اعمال میں ہمارے ملکہ جنگ کے لکھنا، ہاں سے گئے گزرتے نہیں ہوتے تھے۔ اور دل تو ان سے کہیں بہتر ہوتا تھا۔" (صفحہ ۱۷)

"فوابوں سے اپنے زمانہ میں بہت ممکن ہے کہ بچا حرکتیں ہوتی رہی ہوں، لیکن فواب بدعاش و دیوانے نو ہرگز نہیں ہوتے تھے۔ جیسے کہ وہ کچھلی صدی کے لٹریچر میں اور فوٹو گرافیوں میں ملتی انہوں کو دکھائے گئے ہیں۔" (صفحہ ۱۷)

"صاحب کی کتاب اخلاق، اصطلاحات نامہ، جانیگا، گریسٹ، ڈیل سے ناظرین محروم رہیں۔"

"مے نوشی اور ہستی نامہ اور علامت تھی۔ اور یہ عادت اس دور کے فوٹو مصیبت ہیں۔ پرسی میں یہ نہیں ہو سکتی تھی۔" (صفحہ ۱۷)

"ماضی کا بیان ہے کہ کسی کے ہاں شراب کا تختہ آتا تو درست و محاب و فوب کے جاتے اور اس صحبت میں پہلی بار شیشہ کھاتا، اور چلتا اور بار بار اسی وقت پورا پورا ختم ہو جاتا ہاں تک کہ بعض بے پناہ اپنے واسطے مر رہ جاتے۔" (صفحہ ۱۷)

"ماضی بیا، کی فوبت تو تھا اور ہی آتی۔ عموماً صرف اسی عورتوں کو چھوڑا دینے کی عادت کی جاتی۔" (صفحہ ۱۷)

عہد نویں

اگر اسی عہد میں کا پہل رہا ہے۔ دنیا دوروں کو چھوڑ کر ابتدا میں کو بیجے۔ اس دین کے سرکاروں کو بیجے، جسکاشن ہی ترک کرنا کی تعلیم بتایا جاتا ہے اور جن دولت جسکے منابطہ تعزیرات میں ایک سونے جرم ہے۔ نوٹ کے طور پر صرف بین پارکی سماجوں کے کارنامے پیش کیے جاتے ہیں۔

پارسی ہینڈلنگ کچھ اوپر سال کی لازمت کے بعد ۵۰ ہزار پونڈ لیکر چلتا رہا ہے۔

"ماضی ۱۳ سال کی لازمت کے بعد ۳۵ ہزار پونڈ۔"

"نویں ۱۳ سال کی لازمت کے بعد ۲۵ ہزار پونڈ۔"

انہوں نے یہ کہہ کر کی تاریخ "سببت ہند میں" (صفحہ ۱۷) جس زمانہ میں دینی ماکہ میں ہر طریقہ سے دولت چورنے لگے ہوں، ظاہر ہے کہ

اس وقت انہی جاگرم کیوں چھپ رہے ہوتے؟ اور یہ لکھنؤ پر گورنر جنرل کو کتنے کے بعد انگلستان میں نہیں، انقلاب کے آثار لگے اور خیانت کے جو عقداں بھلے اور جو حیرت کی! سہی کوں کارہ جاتی ہے؟

ترن کا میاں

"لندن ۲۰ نومبر۔ امریکہ میں انتخابی مہم کا جوش جیوں اپنے پورے زور پر ہے۔ مسٹر وڈو لکھ کے خرقے میں فریق مقابل کا نائب میں دم کر رہا ہے۔ مسٹر وڈو لکھ میں بے تنگ ہیں جو بے تنگ، اٹکا، استقبالیہ گندے اندوں، ٹاٹوں، اور اسی قبیل کی دوسری گدیوں گلوں سے کیا گیا۔ مسٹر وڈو لکھ ۲۰ ہزار میل کا دورہ کر چکے ہیں۔ ۵۰۰ مجلسوں میں تقریریں کر چکے ہیں اور اندازہ ہے کہ ایک کروڑ ۲۰ لاکھ انسان ان کی تقریریں سن چکے ہیں۔" (ریورٹ)

سیاسی حریت کی تقریر کے وقت اس پرگنہ سے اندوں اور ٹاٹوں اور مثل اسلے دوسری "گوبوں گلوں" کی بوجھار کا نا، بنیائے کے مذہب ترین ملک کی تہذیب کا کمال ہے! غریب ہندوستان ترقی کے اس عیار سے ابھی کتنی بہت ہے؟ اور پھر اپنے ہی انتخاب کے لئے تیس تیس ہزار میل کا سفر کرنا، اور عرصہ خرد کے موصوفہ پہ پانچ پانچ سو مجلسوں میں تقریر کرنا ایسا غریب مشرقی بہت اور یہ حوصلہ کہاں سے لاسکتا ہے!

پیر و دی ناگزیری

عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں سترہ نے کہا کہ پردہ کی رسم جو اب تک باقی ہے، اسکے ذمہ اور خدہ ہمارے نوجوان لڑکے ہیں۔ زبان سے تو لگے مجلسوں میں پردہ کی ہر بات بڑا بیاں کرتے ہیں، لیکن عمل سے پردہ کے دستور کو زخمی کیے ہوئے ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ، سنہریں سو ویشی فائش کھل پرانی تھی، وہاں ہر کھانہ گرم کی دکان پر جہاں اور کوئی لڑکی پوچھی، پس اور سے نوجوان لڑکوں نے بھی اسے انگریز دکان پر لڑکیوں کا اپنی عزت و آبرو بچا کر ٹھہرا کر کہا کہ پردہ خود بخود اس وقت ٹوٹ جائیگا جب عورتوں کو اطمینان ہو جائے کہ ان کی عزت محفوظ رہے گی۔

تقریر کرنے والے ایو۔ پی کے مشورہ بند قومی کارکن تھے، اور موقع تقریر الہ آباد کی ایک مشہور ہندو سرگاہ کا سالانہ اجلاس تھا۔ سترہ پردہ کے نامی دھرم و نہیں اندہ پردہ شگن ہیں۔ لیکن کہنے پر کہ فردہ کا مخصوص نوجوانوں کا طرز عمل عورتوں کو پردہ پر مجبور کیے ہوئے ہے۔ سوال صرف اتنا ہے کہ پوجہ و مہر، غائی و مقامی ہے؟ فردہ کی یہ فطرت کیا کسی خاص شہر، آبادی کے ساتھ مخصوص ہے؟ "آزاد" نے غلطی سے "انجی" کسی نام سے تہ کے اندر محدود ہیں؟

علم الحیات کا قیولے

لکھنؤ یونیورسٹی کے ایک غیر مسلم پروفیسر سی، ایک نامور مغربی محقق حیات تھے، ان کا لکھا ہوا کتاب "انسانی حیات" کے قلم سے لکھنے پر کہہ رہے کہ "انسانی حیات پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، وہ سب غلط ہیں۔"

کے ہوتے ہیں، ایک قسم کے دو، ہلکے سرگول ہوتے ہیں، اور ان سے زانی جنین کی جنمین ہوتی ہے۔ دوسرے، ہلکے سرگول دار ہوتے ہیں، ان سے جم اور میں جنین مرواتی تیار ہوتی ہے۔

یہ سب سے سائنس دانوں نے بھی شاید قسم کھا رکھی ہے کہ جو بات کہیں "تجدد" کے خلاف ہی کہیں! اب تک تو "ہندو ہندو" کا دعویٰ صرف اتنا ہی تھا کہ "تجدد" اور "پیشہ" لڑکا اور لڑکی اپنے وقت پیدا ہوا ہے ایک دوسرے سے الگ اور تیار ہوتے ہیں، اور اس لیے دونوں کے جسم کا نشو و نما بھی الگ الگ طریقہ پر ہوتا ہے، اور قدرتی دونوں کے دائرہ عمل میں بھر ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں۔ بیاوجی کا یہ نیا قیولہ کہاں سے مل آیا، کہ دونوں جنینوں میں انفران، انڈینا کی دنیا پیدا ہونے کے وقت سے نہیں اس سے بھی قبل سے پڑ چکی ہے! دونوں جنین بھی جدا جدا گانہ ہوتی ہے! دونوں میں امتیاز رحم مادر سے قبل، مذہب پر ہی سے شروع ہو جاتا ہے!

سکال سکال حدیث

کیس پور (پنجاب) سے ایک کرمفراتحریر

فرماتے ہیں:-

"۲۸ اکتوبر کے صدق میں، سارے مروج اسلام پرانی دہلی کے ایک کرمفراتحریر اور اس پر آپ کا نوٹ نظر سے گزرے۔ ... جنہوں نے کہ آپ کا نوٹ اطمینان کا باعث نہیں ہوا بلکہ آپ کی تحریر کی روشنی میں جو اعتراضات پیدا ہوتے ہیں وہ اوڑھ لیا۔ نہ انتہا ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "فہمیت اس لحاظ سے کہنا چاہیے کہ پردہ کر دے کہ وہ تھکلیف نہیں ہوتی کہ جو اس سے قبل کے بعض خبروں میں تعجب حدیث پردہ کر ہوئی تھی۔ سکال سکال مطلب مدعا یہ ہوا کہ جو چیز آپ کے پاس ہے، مذہب کے اصحاب کے دل کو کم تھکلیف دے، ہندو دین میں سخت رعایت داتا ہے۔ یہ تو مسلم ہے کہ وہ رعایت عمل کے بعد انسان، جو رعایت کا حق ٹھہرتا ہے، اگر یہ معلوم نہ تھا کہ انتہا غلطی کے باعث بھی انسان رعایت و اجر کا حق ہو جائے پھر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے غلط نظر کر لینا بڑا بارہا نہیں شاخ پر نہیں! ان کا دل کی جڑ پر نہ بڑا لگا ہے۔ کہ اس مذہب کے بعد بھی کسی کی اسلامی عبادت رعایت و اجر کی مستحق ٹھہرتی ہیں، کیسے؟ اور جب عمل کا تقاضا ہوتا ہے اگر ایسی حرکت پر بھی نافذ نہیں ہوتا، تو پھر اس کا دین کس وقت آتا ہے؟"

دو چیزیں الگ الگ ہیں۔ ایک سب سے عقیدہ کی روش، سبک کی غلطی۔ گری۔ دوسری چیز ہے "انسانی" شتال انگریز کے تیزی۔ دونوں کے حکام جدا جدا ہیں۔ فسوس: عقبہ کی پوٹا ہے اور دل کر عدا ہے۔ فتنہ زبان و دماغ پر آتا ہے سب سبوں اور انکار نبوت رسول اور ان کی چیزیں ہیں، اور فقہاء سے غصہ ہے، ان کے دین پرست ہوتا ہے، اس فرق پر خوب لکھا ہے کہ "قرآن مجید میں سورہ"

کلام اللہ

(از جناب مولانا سید سلیمان صاحب مدنی)

(۲)

۱۔ امام والقاؤ۔ یعنی آواز اور تائید کے بغیر خود بخود بلا واسطہ درجہ میں ڈال دیتا ہے، یا یوں کہیے کہ وہ اس علم کو قلب میں ڈال دیتا ہے، یا یوں کہیے کہ وہ اس علم کو قلب انسانی میں پیدا کر دیتا ہے اس احادیث میں نفث فی الروح کہا گیا ہے۔

۲۔ سراطریقہ یہ ہے کہ پرہیزگیاں سے یعنی غیب سے کوئی آواز آتی ہے، مسکوئی سنتا ہے لیکن بہتے والا نظر نہیں آتا۔

۳۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فرشتہ یا تائید الہی نبیوں کے پاس خدا کا پیام لیکر آیا ہے اور وہ انکو سکھا اور بتاتا ہے یا قلب میں آتا رہتا ہے۔

نکتہ۔ آیت بالا کا اخیر کلمہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رفعت شان اور عظمت بتائی کا ذکر ہے اس موقع پر خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کی بلندی اور علو و رفعت تو اس کی مستغنی ہے کہ کسی بشر کی پہچان نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسکو اپنے کلام کا ثروت بخشے کہ وہ علی ہے لیکن چونکہ وہ حکیم بھی ہے اس لیے اس کی حکمت اور مصلحت کا اقتضا یہ ہے کہ بندوں کو اپنے علم کی اطلاع بخشے۔ اس لیے اس نے اپنی رفعت اور بزرگی کے باوجود بقتضائے حکمت، حق کے یہی طریقے پیدا کیے جن سے ذریعہ وہ اپنے علم و شہیت سے بندگان خاص کو آگاہ فرماتا ہے۔

احکام الہی وحی کے ان تین طریقوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ یعنی وحی بلا آواز و واسطہ۔ (اور وحی باواز غیبی) اور وحی بذریعہ تائید و فرشتہ۔ چنانچہ قرآن پاک میں انہیں آیتوں کے بعد ان سے متصل ارشاد ہے

وَلَا تَأْتِي السَّمَاءَ بِدُحَانٍ أَوْ غَبَابٍ وَلَا يَكُنِ الرَّحْمٰنُ فَتًا
وَلَا يَكُنِ الرَّحْمٰنُ فَتًا
اور اس طرح ہم نے تیرے تراز۔ اپنے
روح سے اور تیرا کائنات
میں لے کر آئے (قرآن) وحی کی نور سے
جانتا بھی نہ تھا کہ کتاب کیز۔ اور
ایمان کیا چیز ہے۔ لیکن ہم نے اسکو
روشنی دیا ہے جس سے اپنے بندوں
میں سے جسکو چاہتے ہیں اہل کلمات کیا
(شواہد)

یہ آیت وحی کے اقسام ثلاثہ کو جامع ہے تفسیر روح انسانی میں ایک قول) اب خاص قرآن پاک کی نسبت آیتیں ملاحظہ ہوں۔ سورہ بقرہ میں ہے:-

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْبَيْتِ الَّذِي فِيهِ الْكِتَابُ وَالْحُرُومُ
قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْبَيْتِ الَّذِي فِيهِ الْكِتَابُ وَالْحُرُومُ
اللہ۔ (بقرہ) اس سے (لے لیں) تیرے قلب پر خدا کے علم
سے اس قرآن کو آتا رہا ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ
وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ

نزل بہ الروح الامین علی قلبک
نزل بہ الروح الامین علی قلبک
تکون من المذہبین لسان
تکون من المذہبین لسان
عربی میں (شعرا)
عربی میں (شعرا)

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ
وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ
اعلم بما نزل قالوا انما انشأنا
اعلم بما نزل قالوا انما انشأنا
بل اکثرهم لا يعلمون۔ قل نزل
بل اکثرهم لا يعلمون۔ قل نزل
روح القدس من ربک الحق
روح القدس من ربک الحق
(نحل ۱۰۲)

سچائی کے ساتھ اسکو آتا رہا ہے۔
سچائی کے ساتھ اسکو آتا رہا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم ہوتا ہے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم ہوتا ہے

فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ
فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم ہوتا ہے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم ہوتا ہے

فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ
فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے شروع میں ہے
حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے شروع میں ہے

فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ
فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ

حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے:-
حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے:-

فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ
فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ

حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے:-
حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے:-

فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ
فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ

حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے:-
حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے:-

فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ
فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ

حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے:-
حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے:-

فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ
فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ

حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے:-
حضرت موسیٰ کے قصہ میں ہے:-

فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ
فَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْوَحْيَ وَالْخَيْرَاتِ

انکے من انباء، الذیبت نوبہ یہ فیہ کی خبروں میں ہے ہم اسکو بخاری
ایک روایت کہیم ذیقون طرف وحی کرتے ہیں اور تم یہ وہ لوگ اپنے
انکلام (آل عمران ۵) قلم (قرعہ کے لیے) ڈال رہے تھے انکے
پاس نہ تھے۔

دیکھا کہ قرآن پاک نے اپنے قصص کا اخذ انسانی ذرائع کو نہیں کیا
بلکہ سرچشمہ علم و فیہ کی طاقت کو بتایا ہے۔
آخر میں ہم ایک مسلمان کی غیرت کے لیے سولانا شہنشاہی مرحوم کی کتاب
سے ایک بیان نقل کرتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوگا کہ ایک زبردستی کے
مسلمان "سنے" جو بات کہی ہے وہ حرت بخت عیسائیوں سے ناخوش ہے
اور اس کا جواب ایک جہنم کے مسلمان سے بہتر ایک نو مسلم فریخ نے دیا ہے
"عیسائیوں نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے بہت کوشش
کی کہ آنحضرتؐ اپنے لکھے سننے و رات اور انجیل سے واقف
تھے اور یہ ہمیں نام ایک عیسائی سے تعلیم حاصل کی تھی۔
اگر یہ صحیح ہے تو خدا کی نسبت آنحضرتؐ کا یہ خیال پیدا ہونا
اور ہمیں زیادہ بعید بلکہ محال تھا، کیونکہ اس زمانہ کی قدرت
و انجیل اور عیسائی معلم اسی نہ کی تھیں کہ کہتے تھے جو خود
انکا خدا تھا۔ فرانس کا مشہور ناٹل کائنات ہنری بن کاسٹری
اپنی کتاب اسلام میں لکھتا ہے "ان روایات کا پتہ لگانا
سے یہ ثابت ہو کہ محمدؐ نے عیسائیوں اور یوں اور ستارہ
پرستوں کے عقائد کو اپنا بن لیا۔" یہ سب کچھ ان کے خیالی
میں کیا کہ اس سے ہم متاثرات کی تشریح ہوتی ہے جو ان
قرآن و روایات کی آیتیں ہم معنون ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ رجب
وزم کی بحث ہے۔ کیونکہ کو یہ فرض کر لیا جائے کہ قرآن آسمانی
کتابوں سے اخذ ہے۔ لیکن یہ شکل حل نہیں ہوتی کہ محمدؐ میں یہ
مذہبی روح کیونکر پیدا ہو گئی اور وہ انیت کا اریہ مضبوط
اعتقاد کیونکر پیدا ہوا جو انکے جسم و روح پر بالکل چھا گیا
یہی معذرت آگے پا کر لیتا ہے۔

"یہ محال ہے کہ یہ اعتقاد و روایات اور انجیل کے مطالعہ سے پیدا ہوا
اگر محمدؐ نے ان کتابوں کو چڑھا ہوتا تو انکو اٹھا کر پھینک دیتا ہوتا کیونکہ
وہ انکی نظرات اور وجدان اور مذاق سے مخالفت تھیں۔ اس قسم
کے اعتقاد کا محمدؐ کی زبان سے اخذ ہونا انکی زندگی کا سب سے
بڑا منظر ہے اور وہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ رسول و مادی
اور رسول مادی نہ تھے۔" (انکلام ۱۳)

آخری سوال یہ ہے کہ خود محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مخاطب کے نزدیک صادق
اور استیلاز تھے اس قرآن کی نسبت کیا دعویٰ کیا ہے؟ آیا یہ کہ یہ کہہ دے کہ
میری ذاتی ہوئی انسانی کتاب ہے یا یہ کہ اسے کہہ دے حرت بخت اللہ تعالیٰ
کا فرمودہ ہے جو محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانوں کو لکھا ہے۔ اس بحث
کے فیصلے کے لیے خود قرآن پاک کی طوٹ رجوع کرنا کافی ہوگا۔
کہ وہ خدا کا کلام ہے سورہ بقرہ میں یہود کے تذکرہ
میں ہے کہ وہ خدا کا کلام سننے کے بعد اس میں تحریف
قرآن پاک کا دعویٰ

کہتے تھے

و قد کان فریق من سیمون یورودوں میں ایک گروہ ہے جو اس کے
کلام اللہ تم بھڑوٹا من بعدا کلام کو سن کر پھر اس میں تحریف کرتے ہیں
معلوم ہم یسوع (بھڑوٹا) انکے بعد کہ وہ اسکو سمجھنے کے لئے جاتے ہیں
کلام اللہ سے مراد ظاہر ہے کہ قرآن پاک ہے جسکو سن کر یہ سمجھ کر یہ دیکھ
کہ ایک گروہ انکے لفظوں اور معنوں میں تحریف کرتا تھا اور اسکو پا کر
اپنے غلط مقصد کے مطابق بنانا چاہتا تھا یا انکے طعنے مقصد دہنی بخار کر
اس پر اثر حاصل کیا کرتا تھا۔

کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ یہاں کلام اللہ سے مراد ذرا ہے۔ یہود کے
مطالع میں تحریف کرتے تھے۔ مگر اس سے مسلمانوں کے راستہ لال میں کئی
فرق نہیں آتا۔ کیونکہ کلام اللہ ہونے میں نورانیت اور قرآن اور تمام دوسرے
صحیف الہی برابر کے شریک ہیں۔ جو معنی ایک کے کلام اللہ ہونے کے
ذہن وہی سارے صحیف الہی کے کلام الہی ہونے کے ہیں۔
سورہ فتح میں اللہ تعالیٰ اپنے ارشاد مبارک کو کہ جو قرآن پاک میں
وعدہ کی صورت میں وارد ہوا تھا کلام اللہ فرمایا ہے۔
پر بدو ان یہدوا کلام اللہ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل
دیں۔
یعنی انہیں جو غدار سے پیچھے رہ گئے تھے وہ چاہتے ہیں کہ ارشاد الہی
کو بدل دیں۔

۲۔ انکار جو کرتا رہا جو جائیں انکو قرآن سنا کر تبلیغ کا فرض ادا
کرا پاتا ہے

۳۔ قہرہ حقیقی سے کلام اللہ (توبہ) تو تم اسکو پناہ دو یا تنگ دو اللہ کا کلام
سن لے۔

۴۔ قرآن مجید کی نسبت بار بار اعلان ہے کہ وہ خدا کی طرف سے آ رہا ہے
تفریل من رب العالمین (دعا - حائف) پروردگار عالم کا نام ادا ہوا۔
و انہ لتفریل رب العالمین (شعرا) یہ قرآن بیشک پروردگار عالم کا نام ادا ہے
تفریل الکتاب من اللہ العزیز حکیم غالب و حلفت الے خدا کی امانی
(زمرہ - ماثیہ) ہونی کتاب۔

تفریل الکتاب من اللہ العزیز غالب و دانا خدا کی امانی ہونی
کتاب

تفریل العزیز الرحیم (سین) اس غالب رحم والے کا نام ادا ہوا۔
تفریل من الرحمن الرحیم (فصلت) رحمت والے رحیم کا نام ادا ہوا۔
تفریل من حکیم حمید (سورہ) حکمت والے خدایوں سے جو ہے
کا نام ادا ہوا۔

گزارش

خطہ کتابت کے وقت ہوا کہ ہم نیر خیرا ہی حوالہ ضرور
دیا کیجیے۔

میں آٹھا گھر اس طرح جیسے کوئی ساغر و بناسے شرار ہو کر آٹھا ہے
میں چلا کر اس طرح جیسے ایک آہستہ سیدہ تر کھا کر چلتا ہے۔ ناسوتی
کٹا نہیں دور ہو رہی تھیں۔ لکونی لٹا نہیں سو رہی تھیں۔ میں دھونے
کے لیے ٹھنکوں ہونے کے بعد اب جتنا کا پانی نہ تھا۔ آب و فرم تھا اب کون
تھا جو خاک کو عالم پاک کی عسری عطا کرتا ہے۔ میں اچھاپاؤں، پانی پیاتا
تھا لیکن روح و صوفی جا رہی تھی۔ ظاہر کی آب باطن کو اب دے رہی
تھی۔ یہ دھونے کی کڑھت تھی۔

میں آج امکان ظاہر کر رہا تھا اور باطن کو پیرا ستہ کر کے جاننا چاہتا
آج۔ اور فیروز کی سیدہ باندھی۔ بنا و تحلیل کا رخ کیا۔ گلاب
کھنچ رہی تھیں، مہاجرات اٹھ رہے تھے۔ کعبہ اپنے سیاد غلات میں چرے
ساتھ تھا، مگر آج دل کو مکان کی تسانہ تھی کہیں کی اور دوش، سبک کی لاش
نہ تھی سب کی جستجو تھی۔ فتم و بہ اند۔ آزمائش کیسے گئے۔ مکان کھنچتے تھے کہ
امیب و حوۃ الداع کا امتحان لینے۔ شک کی بنا پر نہیں بلکہ طبعی تھی۔
میں نے تکبیر کو اذن لایابی حاصل کیا۔ بال بال کی زبان پر ادنیٰ تھا
لیکن جبروت و جلال اور سلطنت و کبریا کا یہ عالم تھا کہ گلاب میں سجدہ گماہ و
جہم کر رہے تھیں۔ میری قدت میں نہ تھا کہ ذات لایزال و لم یزل اور ہستی لم یلد
و لم یولد کی طرقت نظر اٹھاؤں۔ ہاں یہ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ مجھے
دیکھ رہا ہے۔ اس کی تہی نظریے پر گاہ تھی گردن آٹھا تھا۔ بے نقاب تھا
کا کام دے رہی تھی، شدت ظہور حق بن گئی تھی۔ کثرت نور نے ایک ظلمات
پر پردہ مائل کر دیا تھا۔ صفات محاب و رجا اب ذات آفتاب و برسا
آفتاب پانکتہ، تہنیں تہی دامن۔ قیاس سرگرمیاں، دہم و گماں، راز و
چون و چرا خود فراوش اور کیت و کم فاش تھے۔ تھکر کا فرما۔ بخودی
ظاہر میں۔ خواب بظلمت بیدار میں۔ زبور بالا اور یمن و سیار انوار ہی انوار۔
میں دور کے توج میں گم تھا کہ یکایک دل کو جذبش ہوئی۔ تمام قویاں نے
گو بانی کو ترجمان بنایا۔ بے اعتبار زبان پر آیا سبحانک اقص و بیک
میں نے بختنا سے اٹنی ملکیت کیا اٹنی ملکیت (سیر تری
و ہی ثنا کرتا ہوں جو تو نے اپنے لیے جو بڑی ہے) قرآن الفاظ میں اسکی
حد و ثنائی۔ اسکے بعد دنیا و عقبی کے تعلق کچھ انتہائیں تھیں جن کو
میں نے مجر و ادب کے ساتھ پیش کیا۔ پھر مجھے درج میں ایک خاص
حرکت محسوس ہوئی۔ کچھ تھا جو میرے دل پر چھا گیا۔ زبان سیری تھی لیکن
الفاظ میرے نہ تھے۔ آواز میری تھی مگر بولنے والا کوئی اور تھا۔ ایک
محویت۔ ایک کیفیت اور ایک حالت ظاہری ہوئی۔ رنگ و رنگ میں
عبودیت کا اضطراب رونما ہوا اور میں قیام سے رکوا میں آیا۔ کام عطا
کو معروف طاقت دیکھ کر سیما ہم فی جہم کی یاد آئی۔ میں نے اتنا سے
مجر و ادب کے ساتھ سمجھا، گاہ پریشانی رکھ دی۔ دل کی بھرا بستہ تھی۔
کا غلغلہ بلند ہوا۔ اس وقت میرا سراپا اتنا لیب و لون کی نفسیر تھا۔ پیشانی
زمین پر اور زمین عرش پر تھا۔ رحمت و شہادت کی گھاٹی تھی مغفرت
شان کرم دکھا رہی تھی۔ مجر و فرشتہ کی کاہنہ نظر بندگی کا موثر مظاہرہ تھا۔
سب وستی کی بارگاہ میں بند و سرسبز تھا۔ فرشتے اس زاری و سکنت
سے متاثر تھے اور دامن و ساقی۔

دربار فیروز کی۔ معاضری چہرے قائم رکھ کر سلام و رحمت کی سیکش و خیر گئی
میں بظاہر جہاں تھا وہاں تھا لیکن محسوس کر رہا تھا کہ حرم قدس کے
اور دوازہ پر ہوں۔ میں ٹھہر گیا۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ دلی ہلاکت
کنیت ظاہر میں۔ آنکھوں سے آنسو جاری۔ میں تبارک کا لڑی سیدہ ملک
سے کچھ مانگ رہا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ و اتم الفقر آؤ کے ساتھ دامن
پھیلا رہا تھا۔ میں نورب العفور سے طالب مغفرت تھا۔ ایک تشویش
سمندر سے ایک بوند کا طلبگار تھا۔ اور ایک افسردہ دل بہار یاد دہش
سے ایک پنکھری کا خواستگار تھا۔ ہر حال یہ دعوت مضطر بھی اقسام کو
ہو چکی۔ اب آسمان و زمین کی دفر بنیاں ایک ایک کر کے رخصت ہو رہی
تھیں۔ نسیم کی آب پاشیوں سے جو لوگ بیدار نہیں ہوئے تھے ان کے
لیے آگ کی چنگاریاں لے کر آفتاب آہو چھا تھا۔ مشرق سے شاعروں کے لاکھ
تازا اپنے نوادار ہو رہے تھے۔ تاکہ لوگ بستر چھوڑ کر اور آسائش سے نرس
ہو کر دنیا کے کاموں میں مصروف ہو جائیں۔ میں بھی نظرات ششم کی طرح
اپنی امانتوں کی دنیا سورج کی کرنوں میں گم کیے ہوئے نیچے اتر آیا۔
افسوس وہی گھر کے اردو دار، وہی دماشا وہی افکار۔ لیکن اس سراج
سرمہ کا اثر نوز دل میں محسوس کر رہا تھا۔ (منادی)

ابناہ "الفرقان بریلی" کا

ولی اللہ نمبر

جو ۱۶۰۲ء کے مہینہ سے زیادہ صفحات پر ان شاعرانہ آفر کبر
میں شایع ہو گا

مقدد شاہیر اہل غلم و باب تحقیق نے بھی اس نمبر کی تیاری میں خاص
حصہ لیا ہے۔ حضرت شاہ کمانب کے تجدیدی کا۔ انوں "الہامی نظریات
اور آپ کے انقلاب انگریز فلسفہ کے متعلق اس خبر میں فریادیں شاہیر اہل غلم
اور ممتاز علماء کرام کے بصیرت افزا فاضلانہ مقالے ہیں جن میں سے ہر ایک
میں حضرت شاہ صاحب کی زندگی کے کسی نہ کسی اہم پہلو پر روشنی ڈالی گئی
ہے۔ سرت حضرت مولانا گیلانی مدظلہ کا مقالہ سوا سو صفحات پر ہے۔ جس کا
عنوان ہے "اسلامی ہند کے طوفانی عہد میں خدا کا ایک و تاد اہندہ" مقالہ
لیا ہے ایک سو فترت کا نام نیم شبی ہے جس میں زوال حکومت انگریز کی دوری
تاریخ کے پہلو پہلو حضرت شاہ صاحب کی مجددانہ جدوجہد کی پوری تفصیل
کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور آئین کے ہندی مسلمانوں کے لیے کام کا دار
نقشہ بھی دکھلا دیا گیا ہے۔ نیرشولہ کرام کی کیت اور نظریات اور حضرت
شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کی گوی ہوئی بعض نایاب اہم
اور تاریخی تحریکات کے فوٹو ہیں اس نمبر میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

کثرت اشاعت کے لیے قیمت و بڑھاد و پیر (نیر) بھی لکھی ہے
لیکن الفرقان کے مستقل خریداروں سے اسکی قیمت کوئی کمیٹ نہیں
لی جائیگی بشرطیکہ اسکا سالانہ چھ و تیرا دہے (دبیر) اسکی اشاعت
سے پہلے وصول ہو جائے۔ مزید معلومات کے لیے پیر کا مفصل شمار

کثرت اشاعت کے لیے قیمت و بڑھاد و پیر (نیر) بھی لکھی ہے
لیکن الفرقان کے مستقل خریداروں سے اسکی قیمت کوئی کمیٹ نہیں
لی جائیگی بشرطیکہ اسکا سالانہ چھ و تیرا دہے (دبیر) اسکی اشاعت
سے پہلے وصول ہو جائے۔ مزید معلومات کے لیے پیر کا مفصل شمار

والذی جاء بالبینات و ما کان یشک منہ احد منکم الا من استکف
(اور جو وحی اس نے لے کر آیا اور میں نے اسکو سچا اور ہی لوگ پر ہر گاہ میں)

ایڈیٹر: عبد الماجد

چتر: دریا باد - منیل باروٹیک

نائب: (علیم) عبدالقوی

مضامین کے بارے میں خط و کتابت ایڈیٹر سے کی جائے

ہفتہ وار

چتر: دریا باد - منیل باروٹیک

کے متعلق اس پتہ پر مکتبہ کیجیے

محمد عبدالرؤف عباسی

منظم مدتی - مرشد ابلیس

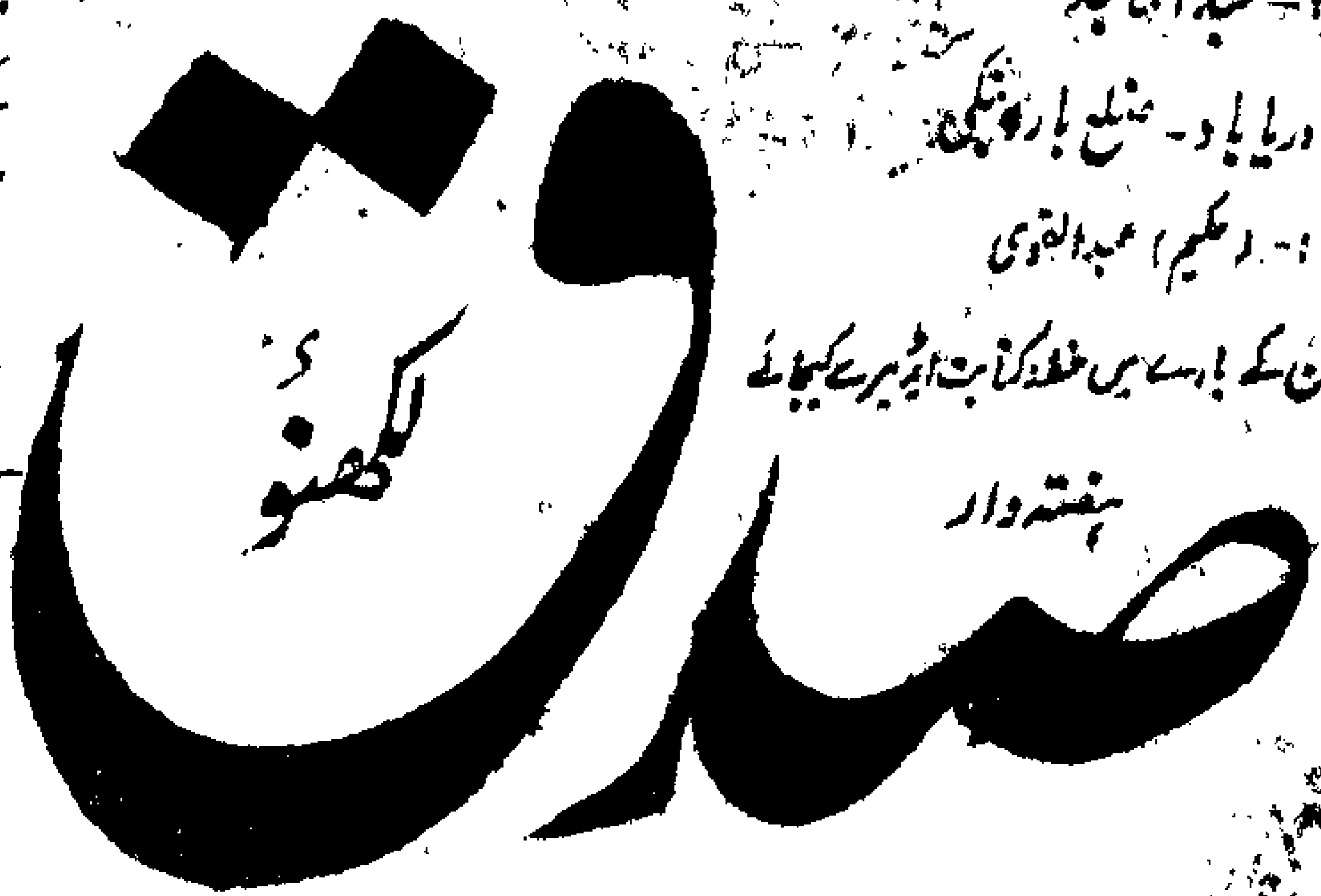
گورنمنٹ - لکھنؤ

چند و سالہ

شعبہ

علاکات غیر سے تعلق

نی پتہ



(۱۹۶۱ء)

نمبر ۲۰ - شوال المکرم ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۸۷ء - جلد ۶

میں وہ پوری دیکھی، یعنی یہ اسلام ہو گیا، کہ حکومت ترکیہ آج سے جہاں
جمہوری ہے، قومی ہے، عمومی ہے، انقلابی ہے، وہیں خالص دنیوی یا غیر دنیوی
(مذہب) نہیں ہے۔ مسلمانوں کے دلوں پر جو کچھ
گرا کر رہی اسے چھوڑ دیجئے۔ دیکھیے سمیت کی تبلیغی دنیا اس صورت حال
کا، استقبال کس سرست و شادمانی سے کر رہی ہے ابھی شخری صاحبان
فرماتے ہیں :-

"اسلام کے قیود سے آزادی حاصل کرنے میں ترکی نے جو قدم
اٹھائے، اعلیٰ کوئی اور نظیر نہیں ملتی۔ اس نے حقیقتاً واضح
کردی کہ چاہے فرد یا خاندان ہو یا مادی قوم ہو، اس پر
خود اندرونی حرکیات کا اثر میں زور و قوت کا پڑ سکتا ہے
وہ بیرونی موثرات ترغیب، بلکہ جبر و قوت کا نہیں پڑ سکتا"
دستور و لاء، نیویارک - جولائی ۱۹۷۷ء

اور پھر فرماتے ہیں :-
"اسلام سے یہ انقلاب آفریں قطع تعلق دنیا کے کسی
دوسرے ملک میں نہ اتنا کام ہوا ہے نہ اتنی غیر متوقع
طور پر۔" (مستطیل)

حریت کی سرست - آپ نے دیکھی - حروب صلیبیہ (کرسیٹ)
کی جنگی فتنوں، مکاری عینوں کا بدلہ آپ نے دیکھا کہ اس نے کس طرح
اسم و آشتی کے تعالیموں سے آپ سے لے لیا، انکار میں لگاؤ
کہانگی، کہ اسلام کی گردنت ڈھیلی پڑ جانے سے نسبت کی بڑھیکے بننے
گلیگی، ہنر سے، یہی کہہ کر اپنا جی نش کر لیجیے۔ لیکن حریف ہمارا آپ
کی طرح نادان نہیں۔ وہ دیکھ رہا ہے اور صدیوں سے اسے ہمارا ہے
کہ اس کی راہ کلمہ اصلی پھر نہ ہرگز ہے نہ بودیت، نہ ہندو دھرم

بات کچھ ایسی بہت زائد کی نہیں، ابھی ۱۹۷۷ء ہی کی تو ہے کہ
طرکی میں "اسلامی" حکومت قومی غیروں کی زبان پر نہیں خود اپنی نظریں۔
"خلافت بیٹی تو سنی" یہ کچھ کم تھا کہ ترکیہ اپنے کو "اسلامی" حکومت کہہ رہی تھی
۲۰۰۱ء اپریل ۱۹ء کو مجلس قومی نے جیہ دستور اساسی منظور کیا، اس کی
دفعہ ۲ مقرر :-

"حکومت ترکیہ کا مذہب اسلام ہے۔"
اسی قانون کی دفعہ ۲۶ مقرر :-
"مجلس قومی ذمہ دار ہے قانون شریعت کے نفاذ کی۔"
اور اسی قانون کی دفعات ۱۶ و ۲۶ میں یہ تھا کہ صدر جمہوریہ اعداد و گان مجلس جو
معلق لینے، وہ اللہ کے نام کا ہو گا۔

دو سال کے عرصہ میں یہ حال امنی بن چکا تھا اور یہ حقیقت انسانہ۔
۱۹۷۷ء میں "ترقی" کے ثقیب بے پکار کر کہا کہ آج سے دیوانی عدالتوں سے
قانون شریعت نسوختا اور اسکے بجائے سوڈر لینٹ کے فرنگیوں کا قانون جاری!
دو سال اور گزرے ۱۹۷۹ء اپریل ۱۹ء شہداء کو قضا و قدر نے سجدہ کی زبان
سے یہ اعلان کر دیا کہ

- (۱) دستور کی دفعہ ۲ نسوختا - (یعنی اب حکومت کا مذہب اسلام نہیں)
- (۲) دفعہ ۲۶ میں ترمیم - (یعنی اب مجلس قومی کو نفاذ شریعت سے کوئی واسطہ نہ رہا)
- (۳) دفعات ۱۶ و ۲۶ میں ترمیم - (یعنی اب معلق میں بجائے اللہ کے نام کے
صرف اپنی عزت نفس کا حوالہ دے دیا جائے)

ہوتے ہیں ۱۹۷۷ء آیا - اور اب (ترادیا روشن خیالی کی مجلس میں جو کچھ

ایسی قومیں ہیں جن کی نسبت شریعت ہے کہ ان کا نظام تعلیم نہایت
ترقی یافتہ اور علم و فن کے بڑا حق ہے ان کے کمالات سمجھنا

”غزالی کی جڑ یہ ہے کہ ہمارے ہمنویوں کے ظاہری مقاصد کے

پس پورہ قومی اقتدار کا بڑا ہیکار فرما رہے ہیں۔ پلینڈے کی شدت
سے وطن پرستی کا جوش انہیں نے خواب دکھا دیا ہے۔ وہ خود اپنے
لی ذہن سے بدل رہی ہے اور مذہب کی شمع بجھ چکی ہے مادی
ترقی کی تلمش میں وہ اخلاقی قوتیں کمزور پڑ گئی ہیں جن کی نشوونما
ہدایت کے علمبرداروں کی ثابت قدمی سے ہوئی۔“

”جب تک ہم نیک نیتی سے علم کی تلاش میں لگے رہیں گے مذہب
کی ہدایت اور باہمی مروت و محبت شائع ہونے کے راستے پر چلتے رہیں گے
اور جب تک ہزہات اور فحاشیات پر قابو نہ لگے اس وقت
نیک نیتی کی کوششوں کی ناکامی کا اندیشہ نہیں ہو سکتا اور غرض
خدا ہمارے قدم امن و مسرت کی جانب پڑھتے رہیں گے۔“

اقتباسات درویشان دہلویہ ہمارے دست آصفیہ و پرشانت ہمارے ایک
آزادہ تقریر کے ہیں۔ تقریر جامعہ علم ہنر کے سامنے ہمدردی و کھجاندگی ان کی
کی آفریدی و مگر سنے کے سونے پر ہوئی۔ تقریر کی اصل کچھ انتہا سے کھیلے ہی
مغضوں میں مل جاتی ہے ”خدا کا ملک و مخلوق“ جس نے اس نکتہ کو اپنا
”لک لک انسان کی نہیں خدا کی ہے“ مخلوق در عا یا کسی بادشاہ و ملک کی
نہیں صرف رب الارباب بلکہ اللہ کی ہے اور ہمیں کچھ اگیا!

نیا نقش فرنگ

مراد آباد (اپنے خبروں کے کالم میں)

”۱۰۔ نمبر۔ استنبول۔ آج کی شہر کو اہل ترکیہ نے ایک عطف اٹھایا

لوگوں کا جوش و خروش ناخوشاں طور پر ہوا اور مردوں کے جوش سے
چمک بادگاہوں کی زیارت کی اور جمہور یہ گئے اپنی انا ترک کی
پھولوں سے آراستہ تصویروں کے سامنے کھڑے اپنے اس عزم کی
توثیق کی کہ وہ مدد و انونو کے اس راستہ پر گامزن رہیں گے
جو ترکی کے ”لاذال سردار“ کی وراثت ہے اور طبیب خاطر
ملک کی آزادی و عزت اور جمہور کے اصولوں کے لیے اپنی
جانی قربان کر دیں گے۔ یہ برف مروج انا ترک کی برسی کا موقع تھا
جو تمام ملک میں سوگ کا دن منایا جاتا ہے۔“

مراد آباد۔ (اپنے ایڈیٹوریل کے میں اسطو میں مذہب غصہ کے ساتھ)

ہم نے یہی ناہمی فقرہ اور استنبول کی انار دینے کا بھی سلیقہ نہیں ہر جگہ یہی
ایک الپ!

آلہ پر بھی حنا اندھتے ہیں!

ہر جگہ ذکرہ ہی تصویریں اور مجسموں کا انجمن مردوں کے مخلوق جوش کا
ایک کی آوازی اور عزت اور جمہور کے اصول کے لیے جانی قربان کرنے کا
ہندوستان میں جو خبریں بھی نہیں کم از کم ان میں تو نام کہیں قرآن اور اسلام کا
خدا اور رسول کہے آنا تھا! انا ترک کی لاذال سرداری میں ہمارا دینی ایمان
لیکن یہ حکومت انا ترکوں نے نہیں خود ”مخا“ ”ترکی“ کی لگا دی! ان پخت

ہندی مسلمانوں کا ”نہ ادریم کیا“ ”انکر پنکیر“ جیسے جو دکا بہ نام ہے کہ ”نا لا ذال
سردار“ ”اکبر و دارا شکوہ“ کو تو خیر کیا بناتے اور رنگ زیب کسے کہے اس
لقب کے دروازہ نہیں ”اکبر آئی ملک اپنا“ ”لاذال سردار“ عرب کے ایک آدمی
زی کو ماننے پہلے جلتے ہیں!

جواز و عدم جواز

”ہم تعداد یہ اور مجسموں کی تعاب کشائی
کی افادیت کے قائل نہیں اس واسطے کہ ان میں ایک سرکار
آن پڑا ہے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ کسی کی شہرت و نام
کے لیے اسکا اپنی ٹھوس خدمات کے ذریعہ زہ انسانوں کے
قلوب پر مستور ہو جانا ہی کافی ہے۔“ (پتھر دھن)

ایک روزانہ میں یہ شکر و محبت کی سیمیں لگنا اور اب کی تمہیں سننے کی
آپ اس پس پس صدی میں کوئی کہاں سے لائے! مدہری کردی دنیا و نیست
اور تاریک خیال کی حالت: حرمیت کا اختیار اپنی طرف سے مانا کر اور منہ
و شافعی کو، منہ بنی و فاضل کو نہ تھا، نہ کیا ترک کے ”لاذال سردار“ اور
ایران کے رہنما شاہ چاہی کو بھی نہیں! — حیرت و ذلیل اہل ظلم پہلے ہیں
اہل عدیت کے کسی حرد عمل پر گرفت کرنے!

اسحاو کی دوکان

سارنگار

ایڈیٹر نیا زنجیری

”ہندوستان میں اپنے ملک کا پہلا رسالہ ہے جو برسوں سے اسلام
پر بے لاگ تنقید کر رہا ہے اور جس کے ایڈیٹر کے خلاف
مسلمانوں نے تو بین مذہب کا مقدمہ چلانے کے لیے ایک ذریعہ
ہنگامہ بنایا تھا۔ اس کے علاوہ لہند پاریش مین ”ادب و
اختار کے غایت پاکیزہ مقالات، عام فہم و مفید معلومات،
بہترین نظمیں اور تخیل عالیہ کے نونے بھی آپ کو پیش کرتے ہیں۔“
معلومات چند سالانہ پانچ ادبیہ

نیو بنگلہ

اب کی تو خبر نہیں لیکن آج سے پانچ سال قبل ذرا اشتہار ”ہندو پر س میں اسی
رسالہ کے نیچے کی طرف سے علامہ شایع ہو رہا تھا، جس کا دعویٰ حق کے ساتھ ہے
کہ میں برسوں سے اسلام پر بے لاگ تنقید کرتے والا پہلا رسالہ ہوں! آمدنی
۱۱۔ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں اشتہار ہوا: ”نامہ حق (لکھنؤ) کے تہرہ ذیل کے ساتھ
نقل ہو چکا ہے۔“

”یہ اشتہار غیر مسلم اخبارات میں انہیں نیا ز صاحب کی طرف سے
شایع ہوا ہے جو ابھی کچھ دنوں سے قوم کے سامنے قومی عزم کی
طرح آئے تھے اور مسلمانوں کے غیر شرعی مطالبات کو مانگ کر اپنی
عاج بچانی تھی، اگر اس کے بعد اٹھا اور اس کے سالہ کا باطلہ عمل ہوا
اسکا اندازہ مندرجہ بالا اشتہار سے ہو سکتا ہے۔ یعنی اب آپ
خبر سوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ آؤ مجھ خدا را سلام کے
سر پرانہ رکھو اور ہماری حوصلہ افزائی کرو کہ میں کس حد تک

امیر خسرو

بزرگ اور درویش کی حیثیت سے

(از عبدالمجید)

نشر: از لکھنؤ ریڈیو انشیں، ۱۱ نومبر ۱۹۱۹ء

مخالف باہمی کا نام بھی آج کے لوگوں نے نہ سنا ہوگا۔ مگر اس کے ہونے کے
دل سے کوئی ہمت نہ ہوتی کہ آپ کی کتاب از برقی - زادہ میں پشت ہی دوست
میر کی بات ہے کہ آپ تہہ گاہوں میں ملی ہوئی لکھنؤ میں پہلی ہوئی
زبانوں پر بھی ہوں۔ گویا اپنے ذاتی تصنیف سے صدیوں تک مقبول
و زائد، مشہور و تابندہ رہا۔ دست قدرت نے جس کی زبان میں یہ
ہو سنی و لکھی تھی، جس کے کلام پر نہ سب قبول کی۔ دست قدرت ہی تھی
اس کا نام تھا امیر خسرو۔ امیروں میں امیر فقیروں میں فقیر۔ ماریوں کے
سرور و خاوند کا نام ہے۔ شعر و ادب کے دیوان اس کی عظمت کے آواز
خاں تھا۔ اور سچا ہے اس کے مرتبہ سے آگاہ۔ سرشاخہ آجائے تو میر غفل
اسے پاس ہے۔ خانہ ان چشت الہیہ کے کوچہ میں آگئے، تو علقہ ذکر و تلمیذ
سرمد جلوہ اسکا دیکھے۔ اچھے اچھے شیخ دم آگیا بھر رہے ہیں معرفت و
حقیقت کے فرقہ پوش کلمہ اس کے نام کا پڑھ رہے ہیں۔

والدین نے نام بواہر حسن رکھا۔ شہریت عام کے تعجب سے امیر خسرو لکھنؤ
سال ولادت ہجری کا چھ سو اٹھارہ اور عیسوی کا ۱۲۵۰ء۔ ترکستان کے
علاقہ بلخ میں کوئی سببی ہزارہا کلائی تھی۔ یہ گوہر اسی کان سے نکلا۔ ترکوں کا
ایک قبیلہ لاجپن کے نام سے موسوم تھا۔ یہ جو ہر اسی خانہ ان سے چمکا۔
والد بزرگوار کا نام تھا، امیر شمس الدین محمود شمس۔ چنگیز خاں کے زمانہ میں ترک
وطن کرہندوستان پہنچے۔ یہاں ایک مقام پٹیلی کی طرف موزن آباد تھا۔ وہاں
آجے۔ پڑائے تذکرہ نویسوں نے اُسندلی سی نشان دہی کی ہے کہ شہر کین فرج
سنہصل یا مصافحات دہلی میں تھا۔ نئے ہزار فیصد نقشہ پڑھائی رکھ کر دکھا دیا
کہ صنم ایہ نہیں ایک قصبہ ہے۔ شادی میں بی بی بی بی کے نام اور درویش
منش رئیس اور سلطنت کے منصب دار و اب ملا دالاک کی بھانجراہی کے
ساتھ۔ میں امیر کی ہدایت میں ہوئی۔

”ایچ خوش اعتقادی کی زبان سے روراثہ بیان کرتی ہے کہ پڑوس
نہ کوئی مجذوب رہتے تھے۔ صاحب کشف۔ لوگ فرقہ میں پہنچ کر ہم کو ان کی
مندست میں لائے۔ دیکھتے ہی پوئے، یہ کس کو لیکر آئے یہ تو فنا نالی سے
بھی دہ قدم آئے بڑھ کر بیکار۔ مجذوب صاحب کی گاہ کشتی
شاخ کی حد تک رہی۔ بچے بڑے ہو کر غرور و دلیری میں۔ دکان مال کیا
کہ خود شاخ منہ دیکھ کر وہ لٹی!

تعلیق عمر بھر گناہا ہے کہ سرکار دار سے رہا۔ کبھی ہر اور راست شاہی
دربار سے بھی اسی نام سے۔ اور ہر کار میں بھی ایک رہا۔ نہیں خلیجی و تلمیذ
کا کمر ہے۔ استباد شاہوں کی دیکھ ڈالیں۔ پھر خلیجی ملائیش کی نیرنگیاں
انقلابات۔ قیامت خیز دین میں بھی رہا۔ یہ بھی گئے بنگال
مورگ۔

مُرخ پر ایک بار پڑی تھی اسی چربی رہی۔ ابھی آٹھ ہی برس کے تھے کہ مقتدر
باپ نے لاکر سلطان الادلیا، خواجہ نظام الدین کے قدوں پر ڈال دیا۔ اس وقت
کو پچھنے تو بیعت کی تجدید کی۔ بیعت دہی نہ تھی۔ ایک نسبت عشقی تھی کہ
دو دنوں طرف سے قائم ہو گئی تھی۔ خواجہ کا مرتبہ دیار محبت و معرفت میں
اسی سے ظاہر ہے کہ ادلیا و کرام نے، سبیلین امام نے، بقا سے دوام
کے دربار میں محبوب الہی لکھنؤ رہا۔ میر کو دوست ملی محبت کی بھی محبت
کی بھی۔ تہہ گاہوں کی روایت ہے کہ جس روز تجدید بیعت کی ہے سارا ساز
سامان کھڑے کھڑے نکلا دیا۔ چوہلی تیار کر چکا ہو اسے دولت
لٹا دیتے دیر ہی کیا لگ سکتی ہے؟

کہتے ہیں کہ آج سے چلے، بہت چلے، کوئی چھ سات سو برس پہلے
باہر سے آئے ہوئے ایک امیر کبیر سا فرا ایک مرا میں آکر آئے۔ کبیر
خدا نام۔ زور جو ہر پیش قیمت الہیہ اسباب سب میں کچھ مانعہ اتفاق سے
اُسی زمانہ میں ایک دوسرا ساز، غزل، غزل، اچانک دہلی سے واپس
ہوئے اسی سرائیں ٹھہرا۔ رئیس کو ہوسے اُنس محسوس ہوئی۔ بڑھکر پوچھا
کہ میر سے آتا ہوا؟ جواب ملا دہلی سے۔ پوچھئے، اسے اشتیاق دہلی
کا نام سن کر تڑپا۔ پوچھا اُس شہر میں ایک درویش خواجہ نظام الدین
زینا وہاں بھی ماضی کا اتفاق ہوا تھا؟ غزل پڑھا، اتفاق کیا،
اُنھیں کے پاس آگیا تھا۔ ناجتہ ہوں۔ چاہتا تھا کہ کچھ دل جاسے۔
میری قسمت کہ وہاں کچھ موجود ہی نہ تھا۔ پیر کی ہنسی ہوئی جیتاں پڑی
تھیں۔ یہی میر سے ہوا کہ کوئی اُنھیں کیلے چلا آ رہا ہیں۔ سننے
دالا اب شوقی اشتیاق سے بخود تھا۔ بولا ”مذاں کبے، جو بنیاں
میر سے ہوا لے کر دو اور یہ میرا ساز۔ سامان سب تمہاری نذر ہے۔“
سائل: بگ و حیران، کہ جو قیوں کے غرض یہ لاکھوں کی دولت
رئیس صاحب کہیں مجھ بے نواسے دلکی تو نہیں کر رہے ہیں اور میر
صاحب اپنے ہوش میں تھے کب اور میری دلکی کی سکت ہی ان میں
کہاں تھی؟ راز می کہتے ہیں کہ یہ سارا جادو پانچ لاکھ میں پڑا، اور میر
صاحب نے وہ پیر کی اُتری جو تیاں آنکھوں سے لگا، سر پر بکھر گئی
کہ اندر پٹ لیں اور ایک دہ کے عالم میں دہلی چل کھڑے ہوئے!

جو تیاں جن محبوب کی تھیں، وہ تو دہلی میں جنیں زبان

خلق محبوب الہی کے نام سے پکارتی ہے، اور امیر ہی امیر خسرو تھے!

پہلا یہ تیار ہی شہر ان وقت سے اب تک خدا ستم کشتہ دوں کو

اہل قاتل کی ستموں کو گرا چکا ہے

مناجیہ وصل جا تاں بس گراں است

گراں سودا بجاں بوسے چہ بوسے!

یہ رقم لاکھوں ہی کی تھی، وہ تو یہ کہ ہے میں کہ محبوب تک رسائی لاکر

نقد جاں کے سادہ منہ میں ہو جائے تو بھی یہ سوز و غماز رواں ہے!

سنگ پلے، دنیا کی عمر چند سال اور کھسکی خلیجی خلیج کی بار

رضت ہو چکی۔ دہلی کے تخت پر اب آل تہور کا اقتدار چمک رہا ہے۔

ہماری شاعری کی خرافات

جناب شیخ احمد صاحب سدید حق ایم، اسے کی ایک تتر رہا

مال ہی میں ایک شاعرہ میں شریک ہونے کا عار و بیشی کا احساس
 یہاں تقریباً نصف صدی پہلے کے غزل گو شعرا بھی موجود تھے اور شعرا
 بھی جو غزل گوئی کے باوجود بدیہ کی پیداوار سمجھے جاتے ہیں ان بزرگوں نے
 ایسے ایسے شاہکار غزلیں کہیں جہاں خیال کر کے روئے گئے کھڑے ہو جاتے ہیں
 میں غزلیں کا بڑا دلدادہ ہوں یہی سبب ہے کہ گھٹایا غزل گو ہوں سے مجھے
 بڑی کوشش و توجہ تھی۔ محمد زور لغوی سنوں میں غزل گو آپ بڑ چاہے
 سمجھ رہے تھے۔ اور اس اعتبار سے مجھ کو یا جس کسی کو ان چاہے بڑا ہلا کہ
 میرے۔ لیکن میں تو اس توان ترسیع و ترفیع کو غزل یا غزلیں سمجھتا ہوں
 جو قسم : ان کے قوہ کا حامل اسکے ہونے والوں کے مزاج کا ترجمان اور
 انسان میزبان سے لئے رقص و نرارت کا آئینہ دار ہو۔

لیکن جس شاعر کا میں تذکرہ کر رہا ہوں اس کے شاعری سے عقلمندی پر
کے لیے بھی یہ خیال ہلنے والی نہیں آنے دیا تھا کہ ان کے اشعار معقول ہوں
گے، اور یہ کیا اثر پیدا کرے۔ ان شاعروں کے وہ منہ دماغ عقل و ادب
ہو چکے تھے وہ تفسیر و مزاح سے اس درجہ سزا اور بدست نکلے الفاظ
یا فقرات کے اس درجہ عاری ہو چکے تھے کہ ناز کی تسویر حزقی، توہین
یا معرفت و بصیرت کا احساس کب نہیں کر سکتے تھے۔ اس قسم کا پہلا اردو
میں خرافات کہتا ہوں۔ الفاظ یا فقرات سے بچوں یا بزرگوں کی طرح
کھیلنا، بدلتی اور رنگی اطفال و حرکات کے بے اچھے اور ادب کے جذبات
کو بہار بنانا، بندھن کی تشبیہ استعاروں کے ذریعہ اپنی ذہنی بے مایگی کو
چھپانا، نہ اپنی نردمیت کا رکھ رکھاؤ نہ دوسروں کی عفت و عاقبت کا
تواظف اُلگے ہوئے نہیں بلکہ دلوں کے سرسے گلے عقروں کو بار بار دوسرے
سے کر چبانا اور دوسروں کو خربک ہونے کی دعوت دینا، استاد کی
اعزازیں یہ بھول جانا کہ حاضرین و سامعین میں کیا باتوں، دوا بیچنے والوں
اور آبرو پر مبنی فوجواؤں کے علاوہ پڑھے لکھے شرفاء بھی موجود ہوں گے۔
مشکل ترکیبوں، بلند آہنگ فقرات یا زبان و بیان کے چٹھا، پس سے ثابت
کرنے کی کوشش کرنا کہ لوگ انھیں غالب اور اقبال سے اونچا سمجھنے لگیں،
بے دینی اور کور باطنی نہیں تو اور کیا ہے؟

بعض چوٹی کے شعرا سے قطع نظر دوسرے تمام اردو شعرا ایک ہی دلیل
یکپڑ میں پھنسے یا منظر سے نظر آئیں گے۔ زبان و بیان، ہجر وصال، گورکھ
کرادھن، 'ناواغی و زبوں حالی، سب بستم، رشک و رقابت، ذوق و بدلی
ایسا معلوم ہوگا جیسے ہر شاعر یا تو طیب سے اپنے ناگفتہ بہالات
بیان کر رہا ہے، پولس میں رہ پٹ لکھ رہا ہے، یا کسی ناناقا، اسکرہ میں
سرمام میں مبتلا ہے۔ یا پھر ان سب کے عجز یعنی کسی شاوہ میں شعر پر ہر ایک
اردو شاعری کی خرافات کا اساس سب سے پہلے مالی کے کیا۔ وہ
پہلے شخص جس صفوں نے شاعری کو بازگروں، بے نکاوں، بزدلوں یا بیماروں
کے نقطہ نظر سے نہیں بلکہ شرفاء، صلحاء، کے نقطہ نظر سے دیکھا۔ انہوں نے

[illegible]

ان دونوں کی پرہیزگاری کے واسطے آج کل میں بچہ و بزرگ
دونوں کی در تک بدل چکی ہیں۔ حالی نے خود، نقیہ کے آقا اب ان
نہا ان میں سے کسی کو بھی شہزادہ عیدوار دوشاغری کے طبع پر نہیں
حالی کے تاثیر ہیں۔ فقیر کے ہر روز وہ لوگ ہیں جو یہ کہیں اور سزاوار
تہی و انتظار ہیں۔ کما مرادت فرمادیتے ہیں۔

شاعر تو باد سے بے اکب "میکائیلی" طر بقعہ کار ہو گیا ہے جس میں
منجربات یا محبہ صاف ذہنی کو کوئی دھنس نہیں ہے۔ ہماری مجدد شاعری
میں اس نفس سے خالی نہیں ہے جیسا بھی سا کچوں اور نقیبوں ہی کا
دور دور ہے۔ انقلاب ا مزدور سراپا، بھوک اپنی اپنی بلکہ پر
مسلم، لیکن شاعری میں انکو دخل اس لیے نہیں ملا ہے کہ ہماری زندگی
! تمدن کے یہ مطالبات ہیں بلکہ انک سا بچے بن گئے ہیں ہم دوسرے
کی ضرورت نہیں مرنے ڈھالنے کا سوچ لٹا چاہیے۔ اور نہ لے و تھکانا
چاہیے!

حقیقتہً جدید شاعری کے بیشتر طبع داروں کے محرمات بھی وہی ہیں جو قدیم : دبستان کے پردوں کے تھے۔ قدیم دبستان کا سلاطین ہی تھا یا مذہبی دامنڈگی کا۔ جسکا انظار اس کے بیز : سیکان علی طریقہ شاعری سے کرتے تھے۔ دبستان کا بھی میلان جنسی ہی ہے۔ البتہ مذہبی دامنڈگی کی جگہ ”آشفہ سر“ نے لے لی ہے۔ اذل الذکر اگر ایک محدود دائرہ میں گردش کرتے تھے تو موزالذکر کے یہاں نہ دائرہ ہے نہ محدود صرحت گردش ہے۔ زندگی کو سدھارنے، سونا سننے کی ان میں استعداد نہ تھی۔ ان کو فکر نہیں ہے۔ ایک سزا جزا کا قائل تھا دوسرا صرحت قیامت کا مٹنی ہے۔

قدیم اور بعد بد اور دشنام خری دو دونوں پر سے نزدیک سخن نیک سن
شاعری ہے۔ اگر ایک طرف شمع پر دانہ، جسے شیر، مسکرا، ایک
روز ازل، شام ابد، کو دور، منجھ دین، دسے کمر، چشم آج، پنجہ
حقانی، رشک در فاقیت، غزنی اسی طرح کے ہزاروں سخن نیکے
ہیں تو دوسری طرف برود، بھوک، تپان، سرخابہ و زہن، کفن

شوکت حسین پڑھنے حسین پڑھناک پڑھیں میں خیر کرا کے دھڑلے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاللّٰی جَاءَ بِالْقَدِیْقِ وَتَدْفِیْهِمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (اور وہ ہیں اے اللہ ایکرا یا اللہ جس نے اُس کو پہلا بنا دیا ہے پھر دیکھا ہے)

چندہ اور آٹھائی امور کے بارے میں
خط کتابت و فہرہ اس پتہ پر ہو۔
محمد عبدالرؤف عباسی مستم سنہ
مرشد آباد میں گوہر گنج لکھنؤ

ایڈیٹر:- عبدالمجید
پتہ:- دریا پاؤ۔ ضلع بارہنکی
نائب:- (محکم) عبدالقوی
مضامین کے بارے میں مراسلت ایڈیٹر سے کی جائے
ہفتہ وار

(۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۹۹۳ء)

چندہ سالانہ
شمارہ
بروز ہفتہ وار
فی ہفتہ وار

نمبر ۲۹ - دو شنبہ - یکم و یقینہ اکرام ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۴۰ء

ایک ڈراما

جس پر پردہ اٹھنے سے قبل ہی پردہ پڑ گیا!

ایک خبر:-

"حیدرآباد اردو - معلوم ہوا ہے کہ بروز شنبہ ۱۲ دسمبر کے ۶ بجے کلیدیہ اثاثہ جامعہ عثمانیہ کی غائبیات میں رآباد میں ایسی ہی سنہ
کتاب میں ٹینس کا "پرنس" نامی ڈراما ایڈج کرنگلی میں ہیں اور اب حکومت و سرشتہ تعلیمات اور ان غائبیات کے والدین جو ان ڈراما
نیز بحیثیت اداکارہ حصہ لے رہی ہیں وہ کچھ گئے ہیں۔ یاد ہو گا کہ انہیں غائبیات نے اس ڈراما کو ۱۳ دسمبر کے دن میں یہ ڈراما کے سٹاپش کیا تھا۔
ایک مراسلہ ہیرنگن میں:-

دہر لٹ ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ "مجھے یقین ہے کہ آپ اس خبر کو بڑے ہی رنج و اندوہ سے سنیں گے کہ بروز شنبہ ۱۲ دسمبر
نشبۃ کلیدیہ اثاثہ جامعہ عثمانیہ کی غائبیات میں کم از کم ۱۰ مسلم لڑکیاں بھی شامل ہیں جنہیں "پرنس" نامی ڈراما ایڈیٹر صاحب میں اور
کہ وہی ہیں اور اس موقع پر انہیں اب حکومت اور اب تعلیمات اور ان اداکاروں کے سرپرست۔ اس طرح کل تقریباً ۱۰۰۰۰ روپے ہوئے!!
مجھے معلوم ہے کہ آپ نے ہمیشہ لڑکیوں کی اداکاری اور ان کے قص و حور کے شوق کی بڑی سختی کے ساتھ غلطی اور غلطی بنیادوں پر
مخالفت کی ہے اور مجھے کوئی حیرت نہیں ہوتی کہ آپ کی بار بار کی معقول اور مدلل مخالفت کے باوجود بھی ہمارے زمانہ تعلیم کا یوں ہی ذوق
اداکاری پر اور پیدا اور بڑھایا جا رہا ہے اور ذہنیت بیاں تک پہنچ گئی ہے کہ کلیدیہ اثاثہ کی غائبیات ایک منتخب اور معزز گروہ ہی کے
آگے بھی ایڈج پر آ رہی اور شرعی اور اسلامی غیرت کو برباد کر رہی ہیں۔"

مراسلہ بارہنکی ہیرنگن کا ایڈیٹر ٹیوی نوٹ:-

"واقعا اس مراسلہ کے مضمون نے ہمیں جی رنج پہنچا ہے۔ ہم اب اب حکومت سے متاخرین اپنے چاہتے ہیں کہ مسلم لڑکیوں کی قوم کی
نوجوان لڑکیوں کی اداکاری اور بے پردگی کی سخت مخالفت ہے اور قبل ازیں کہ بہت دیر ہو جائے وہ اس مظاہرہ کو بند کر دیں اور نہ تو
خود شریک ہیں اور نہ اب تعلیمات اور سرپرستوں کو شرکت کی اجازت دینا اس واسطے کہ سن عیث اکل وہ سب باعزم ہیں اور زمانہ
اداروں کو انہیں سے حکم دے دیں کہ لڑکیوں کی مشق کوڑی سے نکالیں۔"

مستند صاحب کس غلام کی فوری اور بھل کاروائی:-

"معلوم ہوا ہے کہ اس ضمن میں حضرت مستند صاحب صدر مجلس علماء دکن نے اشد ضروری میں صدر صاحب کلیدیہ اثاثہ اور تعلیمات و فہرہ
کا قوالی و سرکار جاریہ کے نام و لوازمات جاریہ نے ان میں مسلمانوں کے جذبات اور اسے نامہ کا اظہار کرتے ہوئے تحریر

اشارہ ۱۹۷۹ء کے قریبی حالات کے اسی اعلان کی جانب ہے جس میں یہ
درج تھا کہ آج سے حکومت خالص دینی قرار پاتی ہے اس کا کوئی دین
نہیں! — "حیرت انگیز" اس خالص انقلاب کو یہ بھی تبصرہ لگا رہا
اس لیے کہ یہ ہے کہ مسلمانوں اور خصوصاً ترک مسلمانوں کی حمایت دینی و
فریت اسلامی کسی زمانہ میں مزب افش تھی!

ترقیوں کے قدم

واقعات تیس سالہ میں	۶۶۳	ہوئے تھے۔
"	۱۹۳۵ء میں	۸۶۹ تک پہنچے۔
"	۱۹۳۶ء میں	۸۹۸ کی میزان ہوئی
"	۱۹۳۷ء میں	۹۳۳ کی بہت ہوئی
"	۱۹۳۸ء میں	۱۰۲۱ تک شمار ہو چکا۔
"	۱۹۳۹ء میں	۱۱۳۳ تک میزان ہوئی

دہری کی دار و دانی ۱۹۳۹ء میں ۶۶۳ ہوئیں۔ اس تعداد
نے پچھلے وٹل سال کا ریکارڈ توڑ دیا۔

نقد زنی کی دار و دانی ۱۹۳۸ء میں ۱۰۲۱ ہوئی تھیں ۱۹۳۹ء
میں ۱۰۶۴ تک جا پہنچیں!

ڈاکہ کی دار و دانی ۱۹۳۷ء میں اتنی ہوئیں کہ پچھلے
کے اور انکی کوئی نظیر نہیں ملتی!

۱۔ دار و دانی ۱۹۳۷ء میں ۱۰۶۴ ہوئی تھیں ۱۹۳۸ء میں ۱۰۲۱ ہوئی تھیں ۱۹۳۹ء میں ۱۰۶۴ تک جا پہنچیں!

۲۔ دار و دانی ۱۹۳۷ء میں ۱۰۶۴ ہوئی تھیں ۱۹۳۸ء میں ۱۰۲۱ ہوئی تھیں ۱۹۳۹ء میں ۱۰۶۴ تک جا پہنچیں!

۳۔ دار و دانی ۱۹۳۷ء میں ۱۰۶۴ ہوئی تھیں ۱۹۳۸ء میں ۱۰۲۱ ہوئی تھیں ۱۹۳۹ء میں ۱۰۶۴ تک جا پہنچیں!

۴۔ دار و دانی ۱۹۳۷ء میں ۱۰۶۴ ہوئی تھیں ۱۹۳۸ء میں ۱۰۲۱ ہوئی تھیں ۱۹۳۹ء میں ۱۰۶۴ تک جا پہنچیں!

۵۔ دار و دانی ۱۹۳۷ء میں ۱۰۶۴ ہوئی تھیں ۱۹۳۸ء میں ۱۰۲۱ ہوئی تھیں ۱۹۳۹ء میں ۱۰۶۴ تک جا پہنچیں!

۶۔ دار و دانی ۱۹۳۷ء میں ۱۰۶۴ ہوئی تھیں ۱۹۳۸ء میں ۱۰۲۱ ہوئی تھیں ۱۹۳۹ء میں ۱۰۶۴ تک جا پہنچیں!

۷۔ دار و دانی ۱۹۳۷ء میں ۱۰۶۴ ہوئی تھیں ۱۹۳۸ء میں ۱۰۲۱ ہوئی تھیں ۱۹۳۹ء میں ۱۰۶۴ تک جا پہنچیں!

۸۔ دار و دانی ۱۹۳۷ء میں ۱۰۶۴ ہوئی تھیں ۱۹۳۸ء میں ۱۰۲۱ ہوئی تھیں ۱۹۳۹ء میں ۱۰۶۴ تک جا پہنچیں!

۹۔ دار و دانی ۱۹۳۷ء میں ۱۰۶۴ ہوئی تھیں ۱۹۳۸ء میں ۱۰۲۱ ہوئی تھیں ۱۹۳۹ء میں ۱۰۶۴ تک جا پہنچیں!

۱۰۔ دار و دانی ۱۹۳۷ء میں ۱۰۶۴ ہوئی تھیں ۱۹۳۸ء میں ۱۰۲۱ ہوئی تھیں ۱۹۳۹ء میں ۱۰۶۴ تک جا پہنچیں!

تجدد کا عتاب

"جہاں تک رز دلیوشن کا تعلق

ہے" [رز دلیوشنوں سے مراد انجمن خواتین سیدہ آباد کی
کلائفٹس کے رز دلیوشن ہیں] "انکے الفاظ میں ہم بہت
کم قوت پاتے ہیں اور انگریزی محاورہ میں اس قدر عرض
کرتے ہیں کہ یہ سب پانی ملا ہوا دودھ ہے۔۔۔ انکے
الفاظ اور لہجہ میں کسی غم و عقیدہ کا پتہ نہیں چلتا اور
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت ڈر کر رز دلیوشنوں کے سوا
تیار کیے گئے ہیں اور ہر قدم پر اسکا لحاظ رکھا گیا ہے کہ
ان مبارتوں میں کسی کو خفا ہونے کی گنجائش نہ مل جائے رہا!

یونیک بیشک اور زانہ کا نفوس بھی کوئی کلائفٹس ہے جسکے رز دلیوشنوں
میں کچھ دھکیاں نہ ہوں "مخلوطیت کا یہ رنگ انہوں نے جہاں کی
تلقین نہ ہو مردوں کو چلیج نہ دیا جائے شوہروں اور باپوں پر طرز

ظہور سے بھی ساتھ لیکر آئے تھے تاکہ جب پوان کے
دار السلطنت میں داخل ہوں تو گاتے سہانے داخل ہوں مگر
اب جو پے در پے شکستیں ہو رہی ہیں تو یونانی فوجوں کے سامنے
میں یہ ظہور اور ستار بھی مل رہے ہیں۔ جنگ یونانی سپاہی
یہ دگر کے طور پر اپنے گھروں کو بھیج رہے ہیں۔

تہذیب و تمدن میں ناقص اطالوی سپاہی! یہ ہو تو مت اپناک اپنی جانوں کا
"آرٹ" کے ان نوٹوں میں غلطی کی ان ڈاکوں سے عزیز رکھو گے جس
مر جاتے آتے جاتے انکے جسم قید قید ہو جاتے مگر یہ تو نہ تو آکر تہ اور
ظہور سے جیسے بخش ہا آلات جنگ اور سامان سپاہی کو چھوڑ بھاگنے! —
— واحد یعنی شارس فوج کے انسانی ان مقامی در و دانی کا
مقابلہ کر سکتے ہیں؟

فرض شناسی کا کمال

سر ایبل فریڈرے (سترلی شاپ) کا نام
سائنس کی دنیا میں بچ بچ کی زبان پر ہے۔ حال میں انکی فرض شناسی
انہماک فن کے ضمن میں ذہنی کا واقعہ ہندوستان کے ایک مشہور غیر مسلم
سائنس اور ڈپٹی ڈائریکٹر تعلیمات صوبہ سندھ ہونے اپنی تقریر پندرہ سو
آیت سائنس میں بیان کیا۔

"جب فریڈرے، رائل انسٹیٹیوشن میں طالب علمی کر رہے تھے
ایک روز شام کے وقت انکے استاد انہوں کو اہر سائنس پھر
ڈیووی نے ان سے کہا کہ فلاں و کتب کو فورا چلائے جانا میں
اپنی چند گفتگو سناؤ اور رات میں باپس آنا ہوں۔ سر
ایبل ہم فریڈرے بالکل بھول گئے کہ انھیں رات ہی میں اپنے محل
(لیو، میٹری) کو لٹانا ہے۔ یہاں تک کہ ساری رات گزار کر جب
دوسرا دن ہو گیا اور سر ہم فریڈرے بھول آئے تو دیکھتے کیا
میں کہ فریڈرے اسی طرح سنوٹل ہیں! "ریڈر ۱۹۰۹ء فریڈرے
حیرت سے کہہ رہا تھا کہ اس قدر انسانی کے جوش میں طاقی تربیت استاد کی
آرٹ تہذیب کی دار و دانی فاضل سفر سے وہی گئی! — شاگرد پیارے
اور صراحت بھر کوئی دو انگوشتا اور گیتا رہا تو استاد محترم نے بھی تو
تاج کے مثل لطیف میں رات بسر فرمائی! "سائنس" کے اہر ہو کر "آرٹ"
کے ساتھ یہ غنٹ انہوں لطیف سے یہ ذوق کو سکے آگے اپنے وعدے
اور اپنے فرض منصبی سب کو بھول جائیں! اللہ اللہ! مشرق غریب کے علماء
دلیل فن اتنا بلند مہیا رہنے علم وصل کا کہاں سے لاسکتے ہیں!

حیرت کی حیرت

انڈیا بیکلو پیڈیا برٹانیکا کا آخری (یعنی چوتھا)
ایڈیشن تشریح ہوئے مدت پہلے اب اس کے بعد سے اسکا سالانہ منیہ
سالانہ (Book) کے نام سے نکلتا شروع ہوا ہے۔ سالانہ
اہت شدہ میں مقام "مذہب کے تحت میں شدہ کے واقعات و
سوانح پر مذہبی تبصرہ کے ذیل میں ہے۔

"غیر مسیحی قوموں میں ترک اپنے مذہب کی سرکاری معزولی پر حیرت انگیز
تبصرہ کے ساتھ آمادہ ہو گئے۔"

کیا اب بھی اس باطل نگار کے اس دعوے کی

”اس صورت میں امام یا وحی سے مراد صرف وہی فرشتہ ہے۔ ایک انسان یا رسول کے دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں اور جنہیں وہ مرد و عورت میں نہایت کامیابی و خوش اسلوبی سے ادا کر دیتا ہے۔۔۔ قرآن مجید میں اسرائیلیات کا حصہ کوئی تاریخی حیثیت نہیں رکھتا اور نہ اسے کلام مجید میں درج ہونے سے پہلے ہی کیا جاسکتا ہے۔ محدثوں میں اس قسم کی روایتیں قدامت و انجیل کے حوالہ سے یورپ و مغرب کی طرف سے نام طور سے بیان کی جاتی تھیں اور چونکہ قرآنیت و انجیل کے الہامی ہونے کا غلط خیال سیٹھوں کے قائم تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متباد و پیغمبر کے لیے بیان کر دیا اور اس سے کثرت نہیں کہ وہ پیغمبر ہے۔“

سچائی کا یہ ذریعہ نصیب ہو سکتا ہے۔

مشرکین کا تو دعویٰ ہی یہ تھا کہ قرآن خدا کا کلام نہیں اور نہ فرشتہ سوا کرتا ہے بلکہ خدا اپنے جی سے گھر گھر اور اپنے اسلئے قصوں (مناظر الاہلین) کو سن کر بنا لیتے ہیں اور جھوٹ خدا کی نسبت کر دیتے ہیں۔ اب اگر یہی بات ایک نام کا انسان کوئی ہے تو اس میں اور ابولسب اور ابو جہل وغیرہ میں فرق کیا ہے۔ قرآن مجید نے اس کے اسی اعتراض کو انفرادی علی اللہ (خدا پر جھوٹ باندھنا) کہلوا دیا ہے اور اسکی جا بجا تردید کی ہے، کفار کہتے تھے، دن جو آتا ہے نزلتی علی اللہ محمد اکابر یا شخص ہے جو خدا پر جھوٹ کرنا (مناظر)۔

ام یقولون انزل علی اللہ کیا یہ کافر کہتے ہیں کہ پیغمبر نے خدا پر جھوٹ کرنا۔ (تورم)۔

اس کے جواب میں خدا فرماتا ہے ”اے پیغمبر قل ان انزلیہ منی اجرامی کہہ دے اگر میں نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے تو (ہو) اس کا گناہ مجھ پر ہے“

قل ان انزلیہ من علیوں لی کہہ دے کہ اگر میں نے اس قرآن کو خدا پر جھوٹ من اللہ ثبوتاً (حفاظ) باندھا ہے تو تم اللہ کی طرف سے میرے ساتھ مالک نہیں۔

سورۃ انعام میں ہے ”اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ پر دین اعظم من انزل علی اللہ جھوٹ باندھتا ہے اور جو کہتا ہے کہ مجھ کو بادل کا الی الی دم یوحی نہ وحی بھیجی گئی ہے“ حالانکہ اس پر کوئی الہامی شئی (انعام ۱۱۰) وحی نہیں آتی ہے۔

کیا عجیب بات ہے کہ قرآن پاک تو انزال کی نفی کرتا ہے اور نام کا مسلمان اسکو رسول کے لیے ثابت کرنے کی جرات کرنا ہے۔ کفار کے اس دعوے انفرادی علی اللہ کے جواب میں بشارتیں ہیں جو کجا بیان نفل کرنا بھی مشکل ہے۔

قرآن پاک میں لفظ وحی آسمان و زمین اور بعض جانوروں اور دیگر غریب کی شان میں بھی آیا ہے اس سے اس غلط گمان سے پیغمبر نکال لے۔ ”وحی کے لغوی معنی اشارۃً سرچ یا الہام بالسرورہ کے ہیں اور وہ میں اسکا صحیح مفہوم بر محل سو مجھ پر جو“ کے فقرے ظاہر کیا جاسکتا

ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قوت کسب و کتاب سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ فطری و ولایت ہے اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وحی ”خدا کی دین“ اور نتیجہ ہے اس ذہنی قوت کا جو نظر و انسان میں ولایت کی گئی ہے اور چونکہ یہ قوت انبیاء میں زیادہ پائی جاتی تھی اور انکا بر قول و فعل نوع انسانی کی خدمت کے لیے ہوتا تھا اس لیے یہ کہنا اور درست نہیں کہ انکی ہر بات وحی کا نتیجہ تھی اور نہ کہ سنہ سے جو کچھ بکھانا تھا وہ اسی اشارۃً خداوندی کے اثرات سے آتا تھا۔ (جولائی ص ۵۹)

لیکن حذر میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ وہی ہے جو گذشتہ پرچہ میں بڑے عالمانہ اور تجربے سے اس کے حکم سے نکلا تھا۔ ”اس“ گذشتہ ”الو اصل گناہ سے ملنا کہ دیکھیے کہ مسلمان کی گرفت سے گھبرا کر کہاں سے کہاں ہو سکتا ہے اسکا اصل دعویٰ تو یہ تھا

”کلام مجید کو نہ میں کلام خداوندی سمجھتا ہوں نہ الہام ربانی“ بلکہ انسان کا کلام جانتا ہوں اس صورت میں امام یا وحی سے مراد وہ اثرات ہو گئے جو ایک انسان یا رسول کے دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں اور جنہیں وہ مرد و عورت میں نہایت کامیابی سے ادا کر دیتا ہے۔“

آپ نے دیکھا پہلے اس نے وحی و الہام کے معنی انسانی تاثرات کے بتلے تھے اور اب توفی کر کے قرآن پاک کی ان یوں سے جن میں وحی کا لفظ ایک خاص معنی میں استعمال ہوا ہے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وحی کے معنی بر محل سو مجھ پر جو جہم کے ہیں۔ حالانکہ ان دونوں کے درمیان آسمان و زمین کا فرق ہے تاثرات خود فکر کے بغیر واقعات کے فضائی نتائج کا نام ہے جو شاعر کے کام کی چیز ہے اور جس کی قرآن نے اپنے معنی کی ہے۔ امام بقول شاعر ایسی قرآن شاعر کا کلام نہیں بلکہ پیغمبر کے تاثرات شاعرانہ کا نتیجہ نہیں اور سمجھو جہم انسان کی غور و فکر کا ارادی نتیجہ ہے اگر قرآن پاک سمجھو جہم اور انسانی غور و فکر کا ارادی نتیجہ ہوتا تو اسکی نسبت خدا کی طرف کر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کیا اسی انفرادی علی اللہ کے مرتکب نہیں ہوئے جس کا الزام کفار آپ پر لگاتے تھے۔

بہر حال اپنے معنوں کی دوسری منزلیں دہی نے بیان تک تو توفی کی کہ کسی نہ کسی سلسلے میں وہ قرآن پاک کو وحی و الہام ماننے پر آمادہ ہوا اور جس کے قلم سے ایک مہینہ پہلے یہ نکلا تھا کہ

”کلام مجید کو نہ میں کلام خداوندی سمجھتا ہوں اور نہ الہام ربانی“ اس کے قلم سے ایک ہی مہینہ کے بعد یہ نکلا،

”اس لیے یہ کہنا اور درست نہیں کہ ان کی ہر بات وحی کا نتیجہ تھی“ اور ان کے منہ سے جو کچھ نکلتا تھا وہ اسی اشارۃً خداوندی کے اثرات سے آتا تھا۔ (جولائی ص ۵۹)

اشارۃً خداوندی کے ماتحت جو چیز ہے کیا وہ غلط ہو سکتی ہے؟ (باقی آئندہ)

تاریخ عبرت

(پنجاب کے دو ہندو اخباروں کے شہادت)

(۱) لاہور میں دیوالی کی تقریب

دیوانی ہندوں کا ایک مشہور
تہوار ہے۔ چنانچہ دھرم

پہلی ہندوؤں نے اس سال بھی سب معمول دیوالی پر دیپ لٹائی۔ لاہور
میں اس تہوار کی رونق دیکھنے کے لیے دور دراز ایک سے ہندو دور کچھ آئے۔
تھے۔ زارنگلی بازار میں جہاں اس تہوار پر غیر معمولی رونق پڑی ہے ہندو
سکھ دیوایں بھاری تعداد میں دیوالی کی رونق دیکھنے کے لیے آج بھی تھیں۔
میں موقع پر میٹرز بھاڑ اور ٹریفک کی مشکل سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے
نٹوں نے ان دیویوں سے محض مذاق کرنا اور آواز سے کناثرنا شروع کر دیے۔
چنانچہ تنگ آکر دیویوں کو دکانوں میں پناہ یعنی ٹری۔ پلیس سے شروع
پر ان غنڈوں کے خلاف فورسز کا وردن کی توفیق ملی مگر پوری نہ ہوئی۔
میں اپنے ہندو اور سکھ بھائیوں سے کہوں گا کہ اگر وہ اپنی مائیں بہنوں
اور استریوں کی رکشا کرنے کے قابل نہیں تو کیوں وہ انھیں ایسے موصوفہ
اکیلی بازاروں میں نکلتے۔ جیتے ہیں؟ اکثر دیکھا گیا ہے کہ رات کو سینما سے
آنے وقت غنڈے انھیں محض مذاق کرنے لگ جاتے ہیں۔ کیا ہی بھلائی
اگر ہندو اور سکھ دیوایں اس طرح اکیلی باہر نکلتا جھوڑ دیں۔ اس واقعہ ہی
غیر معمولی طور پر پٹیشن ایل بن کر بازاروں میں نہ نکلا کریں۔

(۲) لاہور میں دیوالی

دیوالی کی رات کو اس کے پھر زارنگلی بازار
میں شرمناک نظارے دیکھنے میں آئے۔

قوم کے ذمہ داروں نے؟ اپنی بہنوں کی بے عزتی کی۔ تماشائیوں کی بھڑکیں
دھکے دے گئے۔ مذاق کو سمجھنی بات سمجھا گیا۔ رہ رہ کر سوال پیدا ہوتا
ہے کہ ہمارے نوجوان کدھر جا رہے ہیں؟ کیا یہی تعلیم ہے جس کے لیے قوم
کا روپیہ بے دردی کے ساتھ ہرایا جا رہا ہے۔ اگر تعلیم حاصل کرنے کے بعد
ہمارے نوجوانوں کا اخلاق اس قدر ہی پست ہوتا ہے تو ایسی تعلیم کا کیا
فائدہ؟ کیا ضرورت اس امر کی نہیں ہے کہ اس سوال پر سنجیدگی کے ساتھ
غور کیا جائے۔ کالجوں کے پرنسپل و منتظمان دیکھیں کہ نکلے کالجوں کے
نوجوان کس درجہ میں جا رہے ہیں۔ جس قوم کے سپوت؟ بلکہ تقریباً
پڑ اپنی بہنوں کی اس طرح بے حرمتی کرنے میں ذرا بھی جمعک محسوس نہیں
کرتے وہ ناک ترقی کر سکتی ہے۔ تجربہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ لاقوں
کے بیوت باقوں سے نہیں آتے۔ اگر ایک دفعہ دیوالی کے موقع پر ایسے
لاہور پذیر آزاد نوجوانوں کی اچھی طرح مرست ہو جائے تو یقیناً انھیں دوسری
بار کسی دیوی کی بے عزتی کرنے کی جرأت نہ ہو۔

دفر خلافت و خلافت کی نظریں

لوہے تر جہاں میں (مدرس) جلتے ہوئے خلافت ہوتے ہیں نیا م کیا۔
دور ان کا سب سے دیر خلافت کے آدھ خراج کے گوشوارہ کا سامنا کرنا ہے

بعد طمانیت ہوئی۔ اسکے قبل اکثر ڈیفٹ یا سن (یعنی آدمی کی نسبت
خرچ زیادہ ہو کر اٹھائیس سے دتر زیر بار فرمن ہا کر آٹھ تھانہ۔ احمد شہ کہ
اب حالت بدل گئی اور نمایاں ترقی حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ آٹھ کی تاریخ
یعنی سبت و کیم اکثر برس ۱۹۸۷ء میں تقریباً بارہ روپیہ قاذن خلافت
کے میاں موجود ہے۔ اس کیوں کے ذمہ ڈھائی ہزار روپیہ بجا ہوا ہے اور
دتر کے ذمہ رقم واجب الادا تقریباً ۱۸۰۰ (ایک ہزار آٹھ سو اسی)
روپیہ ہے۔ اس کیوں کی باقی دتر کا قیام و قیام حاصل ہو کر رہی ہے۔

طبع خلافت کی حالت یہ ہے کہ گویا اسکی کا یا پلٹ گئی۔ اسکا
پایا جاتا ہے کہ گویا جدید پس خیر اگیا ہے۔ اخبار کی جھپٹی اور
صفائی ایسی ہے کہ روزانہ اور ہفتہ وار آمد و خلافت پڑھنے کے لیے
دلی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

اورد اخبارات کے اس انگریزی زبان میں بھی ایک ہفتہ وار اخبار
جاری کیا گیا ہے۔ گوکہ اخبار مذکور میں گویا شیر خوار بچہ ہے لیکن
اسید کی جاتی ہے کہ وہ تسلی بخش طریقہ پر لغو و غما جائیگا۔

الغرض ادارہ خلافت پس اور دفر کے ہر شعبہ میں عزیزی زار علی حسنا
نے نمایاں ترقی کی کہ اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ والد سرالامہ بالکل ٹھیک
سیرت دلی دعا ہے کہ خدا سے تعالیٰ انکی بہت اور عزیز ہا عزت
قومی میں امانت کرے اور انھیں دارین میں سرخو بنائے۔ آمین
سید رفیع حفرا۔ صدر مرکزی خلافت کونسل۔ ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء

بقیہ صفحہ ۳

تاریخ نہ ہو جائیوں اور بیٹوں سے ذک جھوک نہ ہو، بلکہ اسکے برعکس
اس کے خطبات میں تذکرہ بار بار "عزیزت" اور "شرافت"
اور "حیا" کا ہوا ایسے پھیلے اور بے شک مجلسوں اور خطبوں سے آخر
حاصل کیا؟ سجدہ کہ اب بھی غنڈہ نہ آئے اب بھی جھنجھلاہٹ اس پر
خاری نہ ہو تو آخر کیا ہو؟ سجدہ بچا رہ بھی آخر کیسے درکمان تک
غم کھائے؟ اور اب کیا ایسے موقع پر بھی اسکا قلم رنگ جانی کے
بجائے شان جانی کا مظاہرہ نہ کر بیٹھے؟

تحفہ خسرو کی

(جناب دیر صدق کی ایک قدیم تالیف)

حاکم و محاکم کے باہمی تعلقات و فرائض پر قرآن مجید و حدیث
کے احکام اور علماء اسلام و حکماء یونان کے بہترین اقوال
کا مجموعہ۔ بیشتر اقتباسات اصل فارسی ہیں۔ مختارست، صفحہ
اسٹاک ختم کرنے کے لیے قیمت میں غیر معمولی رعایت۔ یعنی
صرف ۲۴ روپے کے ٹکٹ بھیجنے پر روانہ کر دی جائیگی۔

المشتر

محمد نقی خاں۔ قصبہ دریا باد۔ ضلع بارہ نئی

کلام الہی

(از بناب سہنی شہادہ نظامی مداحی)

ہمارے آج کے خصوصی مرتبہ نے وحی کی حقیقت و لفظوں میں بیان فرمادی قیل لی قل فقلت (نقادی ما اور قرآن سنہ وحی کا لفظ ہونا) انزلنا قرآناً عربیاً سے اور کہہ لے اویسنا ایکسٹرا عربیاً سے ثابت کر دیا ہے۔
گفتہ اور گفتہ اللہ بود

گرچہ از مطلق مبداء بود

آیات کا ان حدیثاً یقرئی (یکسی) کی بنائی ہوئی باتیں نہیں) لکان ہذا القرآن اس یقرئی من دون اللہ (قرآن غیر خدا کا بنا یا ہوا نہیں) اور اویسنا ایک قرآن عربیاً سے ثابت ہے کہ قرآن کو خدا نے عربی میں وحی کیا ہے۔ اسی پر سلطان قرآن کو از المسمار الناس لفظاً و معنی کلام اللہ مانتے ہیں۔ اس کے بعد کس کا ماننا اس کے ماننے کو متاثر نہیں کر سکتا۔ بلکہ سلطان ہر ماننے والے کو ان ہذا الا قول البشر کہنے والے کا ہمنوا تصور کرنے پر مجبور اور آج کی مدللے ان ہذا الا قول البشر کو اس اگلی آواز کی مدللے بازگشت سمجھنے پر مجبور ہے۔

(۱) قرآن خود معترف کہ قرآن
! لفظ کلام اللہ ہے۔

(انعام ۲۰۰)

کتاب انزل الیک (اعراف)
کتاب انزلنا الیک (ابراہیم)
و انزلنا الیک الکتاب الالباقین ہم (نمل)
محمد اللہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب (نعت)
و اتل ما وحی الیک من کتاب ربک (نعت)
و اتل ما وحی الیک من الکتاب (ملک شہاد)
تنزیل الکتاب لا رب فیہ من رب العالمین (سجدہ)
تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم (مومن و بجا نیہ و احقاف)
و انزل اللہ علیک الکتاب و الحکمۃ (شاد و شاد)

قرآن سے قرآن کا کتاب اللہ ہونا ثابت و مسلمہ اگر عقل پروری کا اس میں اتنا نصرت کہ کتاب تو خدا کی مگر عبارت نہیں۔ یعنی خدا نے کتاب وحی مگر سادہ چک دے دیا اور آنحضرت نے من الی اس کی تائید فرمائی کرنی۔ غور و شد۔ اتنی مہتمم بالشان کتاب کا سورہ علی الباقین ہونا اور عبارت کا معنی عن الالفاظ ہونا کسی ذہن یا دماغ میں بھی آ سکتا ہے؟ کیا تصور محال خود محال نہیں ہے؟ قرآن کتاب اللہ ثابت ہے تو اس کی عبارت بھی خدا کی اور عبارت میں الفاظ سے بنی وہ بھی لامحالہ خدا ہی کی ٹھہری۔ کتاب اللہ اور محل نصرت افیاء لگو یا قرآن تک کو کیتون الکتاب بابوہم تم بقولون ہذا من عند اللہ کا مصداق بنانے کی مشورہ نہ سنی ہو مگر میں خیال است و محال است و جنوں۔

(۲) قرآن معترف کہ قرآن خدا کا۔
و لقد صرنا فی ہذا القرآن لیلک
(بنی اسرائیل ۵۷) قرآن
میں ساری باتوں کے بیان ہیں۔
و انزل من القرآن ما یوحی

و رحمتہ لابی اسرائیل ۹۔ شفاء و حالی اور رحمت ہیں۔

و لقد صرنا فی ہذا القرآن للناس من کل مثل (بنی اسرائیل ۱۰۷) و کف ع ۱۰

قرآن میں الگ گنت تمثیلات ہیں۔
و کل نقصنا یکسکنا انبا و الرسل و ہود ع ۱۰ قرآن میں اگلے پیغمبر کے نقص بھی ہیں۔

تتلوا لعلکم تنبہون و فرعون یحییٰ (قصص ۱۱) قرآن میں حضرت موسیٰ اور فرعون کا اصلی قصہ ہے۔

قص۔ و القرآن ذی الذکر (ص ۱) قرآن میں چند و دنیا بھی ہیں۔

فا حکم بشیم یا انزل اللہ (ماکہ ۷۷) قرآن کے قرآنین و عنوا بطبعی میں سفر تک تلاشی (اعلیٰ) ہم آپ کو قرآن الیہا پڑھاں گے کہ کبھی جہیزے پڑھیں گے۔ انزلنا علیک القرآن تزیلاً (ہر ۲۷) ان علیہا حبیبہ و قرآنہ تم ان علیہا یا (قیامہ) آپ کے سینہ میں قرآن کا حج کرنا اور آپ سے پڑھو یا اذہ ہے۔ جب آپ کو ہم پڑھا دیں آپ ہمارے پڑھانے کے برابر پڑھو اور آپ سے اس کا بیان کروانا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

قرآن کے الفاظ اور متون خدا کے نہیں آنحضرت کے ہوتے تو نقص ان علیہا حبیبہ و قرآنہ فاذا قرآنہ فابیع قرآنہ کی عزت نہ ہوتی۔ آنحضرت کو آنحضرت ہی کے الفاظ بار بار یاد کرنے اور روزہ کے پڑھانے کی ذمہ داری سنبھالنا اور فاذا قرآنہ فابیع قرآنہ کے روئے مذاہب تو نہ ہوتی۔ آنحضرت کو آپ ہی کے الفاظ اور جملے بار کر دینے کی ضرورت کیا؟ اور یہ مہتمم بالشان اہتمام کیوں؟ کیا یہ بھی یہ قبلے کی عزت ہے کہ یہ سارے اہتمام آنحضرت کو خدا کے الفاظ یاد کروانے کے لیے تھے۔ کیونکہ قرآن خدا کا کلام۔ خدا کا بیان اور خدا کا مطہق تھا اور اُسکو آنحضرت کے سینہ پر رکھیں موقوف کر دنا تھا۔

(۳) قرآن کی سورتیں خدا کی
قرآن کی عبارت خدا کی
قرآن کی آیتیں خدا کی

بنائے اور اسکی عبارتیں یا آیتیں ہم نے مرتب کیں۔

و انزلنا انزلنا سورۃ نظر تنظیم الی بعض (توبہ ۵)

و انزلنا انزلنا سورۃ محکمہ (احقاف)

تک آیات اللہ تنزلنا علیک (بقرہ ۲۳۵) آیات اللہ تنزلنا

آیات اللہ تنزلنا علیک (بقرہ ۲۳۵) آیات اللہ تنزلنا

تک آیات اللہ تنزلنا علیک (بقرہ ۲۳۵) آیات اللہ تنزلنا

تک آیات اللہ تنزلنا علیک (بقرہ ۲۳۵) آیات اللہ تنزلنا

تک آیات اللہ تنزلنا علیک (بقرہ ۲۳۵) آیات اللہ تنزلنا

تک آیات اللہ تنزلنا علیک (بقرہ ۲۳۵) آیات اللہ تنزلنا

تک آیات اللہ تنزلنا علیک (بقرہ ۲۳۵) آیات اللہ تنزلنا

خود کہیں کہ قرآن کی عبارتیں اور آیتیں خدا کی زبان پر آئیں۔ جب خدا قرآن کی عبارت کو اپنی عبارت قرار دے تو الفاظ خدا کے کیوں نہیں اور کیسے نہیں؟ تاکہ آیات اللہ تعالیٰ و آیتین (یوسف)

تاکہ آیات القرآن دیکھا جائے (نحل)

ما نسخ من آیتہ و انما نزلناہ و انزلناہ (بقرہ ۱۳)

عبارت قرآن کا رد و بدل نہ ہو، اختیار ہی تو متن خدا کا ٹھہرایا، نسخ کا۔ تصدیق کے رد و بدل کا، اختیار نہ صاحب تصنیف کے سوا کسی اور کا کیا کسی دوسرے کو بھی مامول ہے؟

تاکہ آیات اللہ تلوا علیک بالحق فہی حدیث نبویہ و آیات یسنان (عاشیہ) یہ عبارت خدا کی ہے جو آپ کو خدا پر عہد کرنا دے۔ لوگ خدا کی باتوں اور آیتوں کو شکر ایمان لائیں گے یا ان پر بھی آیات اللہ فرما ہے آیات اللہ نہیں نہ کہا۔

و انما نزلناہ و انزلناہ علیک بالحق فہی حدیث نبویہ و آیات یسنان (عاشیہ) یہ عبارت خدا کی ہے جو آپ کو خدا پر عہد کرنا دے۔ لوگ خدا کی باتوں اور آیتوں کو شکر ایمان لائیں گے یا ان پر بھی آیات اللہ فرما ہے آیات اللہ نہیں نہ کہا۔

آیت بقرآن غیر ذلک و آیتہ کے ہر دو معنی قابل خود ہیں۔

(۴) قرآن کی عربی زبان | زبان خداوندی ہے۔ | زبان انبیاء و رسل و انزلناہ و انزلناہ علیکم تفہموا۔ | قرآن کو آپ کی زبان میں اس سے آسان کر دیا۔ |

و انما نزلناہ و انزلناہ علیکم تفہموا۔ | قرآن کو آپ کی زبان میں اس سے آسان کر دیا۔ |

(از خزنہ)

تم (اہل عرب) اسکو بخوبی سمجھو۔

و کہ لکھنا ایک قرآن اور اسی لیے ہم نے قرآن آپ پر عربی میں عربی (شواہد) وحی کیا ہے۔ (پھر قرآن کی عربی سند ان ہی کی) یا آنحضرت کی!

عربی زبان میں قرآن کے نازل فرمانے کا خدا کو بار بار اعتراض کرنا ان کو اس اعتراض پر عقل انسانی اس پیش و پس میں کہ کلام مطلق منز من الامانہ و اللہ باریت کیوں نہیں؟ خدا کو اسرار کہ قرآن کا عربی متن میرا اگر عقل جبری شیخ ذوالقوان البشر کہنے پر مجبور! و کہ تک و مینا ایک قرآن عربی کے بعد بھی وحی تنکو سے اعراض! اس میں عربی کے بعد بھی الفاظ قرآن کو لغو خداوندی کہنے میں عار! یہ عقل و دانش بیا بدگست (دہر دکن)

کمرہ التماس

(از حکیم عبد القوی اسٹنٹ ایڈیٹر)

صدق ملک سو خد ۱۹۔ آیت میں اس نیاز مند کا ایک عہدہ آپ سب کی خدمت میں شایع ہو چکا ہے۔ اور اس کے بعد وہ عہدہ نقاد میں کلکٹر اور مصارف و اگ بداشت کر کے جملہ خریدارہ حضرات کے پاس فردا فردا بھی روانہ کر دیا گیا۔ ہر خواست آپ حضرات کی بہت کے لحاظ سے کچھ بڑی نہ تھی۔ صرف یہ تھی کہ ہر صاحب دو نئے خریدار ہم پہنچا دیں۔ صد ہا خریداروں میں سے اگر صرف سو سو سوتے بھی اس گزشت میں ہو تو یہ فراموشی ہوئی تو صدق کا مانی سناہل ہو گیا ہوتا۔ اور آج خریداری کی میزان چھ سات سو کے درمیان ہوتی۔

افسوس ہے کہ تو فک کے خلاف پورے ملک کرم فرماؤں نے بھی اس پر توجہ نہ فرمائی۔ تنویر کیا سنی، بچاس بھی اور متوجہ نہ ہوئے۔ صرف ۸۰ حضرات نے ملی ہمدی کی مزارت کا احساس فرمایا۔ ان میں سے ۱۳ صاحبوں نے ایک ایک خریدار ۹ صاحبوں نے دو دو اور دو دو صاحبوں نے ۱۰۳ اور ۱۰۴ اور ایک بزرگ نے ۵۰ اور ایک نے ۵۰ خریدار ہمت فرمائے۔ ان سب کا دلی شکر یہ۔ لیکن میزان ان صد ہا خریداروں کی کل ۵۰ ہوتی ہے! اور کئی ایک کے ہی بی بی ان میں سے بھی دیکھ آگئے! وہ دیکھ کر خود اذیٹ صاحب کی آواز پر پلک پلک نہ لے کچھ عالی حوزہ حضرات نکل آئے اور صفحہ نقاد سے شرکت کر کے دسے ترمیم ہمدی صدق کے ارکان کی تعداد کا غلط پر ۱۳ ایک اور غلط ۱۲ ایک (اس لیے کہ ایک صاحب کی رقم ابھی تک فروصول ہے) پہنچ گئی اور متفرق خطا یا بھی دیکھ کے دسول ہوئے۔ ورنہ میرا احساس تو کیا چاہیے کہ بدگست سارا۔ کیا ان ۲۰ کرم فرماؤں کے علاوہ باقی صد ہا صدق اب بھی اپنی ملی ہمدی و توجہ سے محروم ہی رکھیں گے؟

شیخ شرکت حسین پڑھنے میں شایع ہوئے کہ ان کے دفتر خباہت



NATIONAL MUSLIM UN-
 تہذیب اسلامیہ

ایڈیٹر: عبدالماجد
پتہ: دریا باغ، خلیج اردو، کراچی

مضامین کے بارے میں مفید گزارشات ایڈیٹر کی جانب سے

بدایا چید
مرتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ
پاور۔ متعلق پارونہی
مکرم عبدالغنی
بارے میں مفاد کثارت ایشیہ کی جا
لکھنؤ



تو ان کے پاس جانتا، چہا جائے، فضا میں بس جاتے، کی گئیں،
غیر قرآنی معاشرت، سیاست، اخلاق سے بناوت کی نہیں؟ یہ کیا ہے کہ
آپ زندگی کے ہر شعبہ میں، ہر شعبہ کے ایک ایک جزئیہ میں اپنے ایمان،
اور اپنے قرآن کو عالم بنانے کے سببے، سنے، انھیں تابع، محکوم بنائے
جو ہے؟ تابع و محکوم کہیں بولمان، کہیں ہندو مت مان، کہیں فرنگستان
کے مشرکوں کے ناسفہ کے، ایران کے مزدک، مس کے یسین کے اہم
و خیالات پریشان کے! — یعنی عقل آپ نے سپرد کر رکھی ہے اُن
سے، قلوب کے جن میں اتنا فہم نہیں کہ توحید کے قائل ہو سکیں، خدا کو
ایک اور کہتا ان ہیں، اپنے اخلاق کی بات دے رکھی ہے آپ نے اُن
سے، غیر قرآن کے، ان میں، بننے نزدیک، مع و سفاح میں کوئی فرق ہی
نہیں اور جنگی نظریہ مرد و عورت کے رشتہ زنا، زنا کے کوئی سنی ہی نہیں
بھرتا وادہ کے جوانی و شہوانی، انسانی تعلق کے! اور عقلی قدم پر فخر و
مہابت کے ساتھ آپ چلنے لگے ہیں اُن قوموں کے، جیکے عناصر، عقل میں
نہ شراب پینے سے فتور عقل لازم آتا ہے، نہ جن جنس، اپنے سمجھنا، کائنات
جو سما جو سما کر سو دے سے کوئی نہیں آتی ہے، جسمیں جو سے کی بڑی بڑی
بازیاں لگاتے ہیں کوئی بات دہنا ہے! — معنی اس ہے کہ نام اور
اسلام میں شاندار ایسا عقلی اس ہے کہ عورتوں اور مردوں اور دانشوں نے
اپنے چہروں پر نقاب پیوں کے ڈال رکھے ہیں!

خلافت کا فریق
و جہاز ہم یہ جہاز
کبیرا (فرقات)
آیت (۴۴)

ماہریم بہ میں ضمیر قرآن کی جانب ہے، یعنی قرآن کے ذریعہ سے جا بکرو، مقصود اور مطلع نظر قرآن ہی کے قارئین کو رکھو۔ قرآن ہی کو اہمیت دینے کے لئے کہ انھوں نے قرآن ہی کی راہ کا سب کو بلایا اور قرآن ہی کی منزل کی طرف سب کو لاؤ۔ اس راہ پر لہنے اور اس طرف جانے میں جدوجہد یقیناً بہت سخت کرنی پڑے گی، جان کھپانی پڑے گی، لیکن راہ ہے یہی۔ حکم ہے اسی کا۔ اور اُسید ہے اسی سختی کے ساتھ مسکین قرآن کی راہ پر نہ چلنے کی۔ نئے، نئے کے اجتماع نہ کرنے کی، اُن کی بات میں نہ آ جانے کی، اُن کے حور طریقے، اُن کی روش، مسلک اختیار نہ کرنے کی۔ — آیت ایک بطور نوید نقل کر دیجیے گی۔ در نہ اسی معنوں کو مختلف پیرائوں میں، اور مختلف عنوان سے اور اکہنے والی تہنیں جو اور پائیں، بیجا سوں بلکہ سیکڑوں میں

یہ حکم اگر عارضی اور پہلی ہندی بھری یا چھٹی ہندی عیسوی کے ساتھ مخصوص تھا، جب تو غیر۔ لیکن اگر آپ کے عقیدہ میں ہر ملک ہر قوم ہر زمانے کے لیے ہے، تو آج آپ کیوں قرآنی حکومت کو، جسے تو تاریخ کے لیے منظر نظر نہیں آتے؟ آپ کو یہ کیا ہو گیا ہے، جو آج آپ کے دل میں تڑپ قرآنی حکومت کی عالمگیری کی نہیں؟ قرآنی نظریات قرآنی اصول قرآنی

ایک حرفت ہے عہد آتی ہے کہ نکلیں لید رنے سود کو جائز قرار دیا
ہے اور سودی کاروبار کو ترقی دینے کے لیے بینک کھلوادیتے ہیں۔ دوسرے
لکھ کے ختم آتی ہے، کہ غریبوں پر بڑے بڑے سنا، حجاب کے ساتھ
باہر نکلتا تھا تو آجرم قرار دیا گیا ہے۔ تیسری حرفت سے آزاد اٹھتی ہے کہ
ملان ملک میں شراب بخاری کی عظام اجازت ہو گئی ہے، شراب کو دکانیں
عادیہ نہیں لگتی ہیں۔ ایک اور بحث سے احتیاج ملتی ہے، کہ اس ملک

قرآن کے سامنے قوانین دیوانی و دنیوی کو کھینچ کر رکھ دینے گئے ہیں۔
آپ ان سب چیزوں پر ناخوش ہونے کے بجائے دل میں چین اور گڑبھن محسوس
کرنے کے بجائے انہیں ارتداد کا پیش خیمہ، بلکہ چین ارتداد سمجھنے کے بجائے
انہیں پر خوش ہوتے ہیں، ذکر اور چچا اس طرح کرتے ہیں کہ گویا کوئی بڑی
نصرت مل گئی ہے اور سارا اندر قلم اور زور زبان ان فتادہ بن اسلام کی
حمایت و نصرت میں صرف فرما سکتے ہیں اور دلیل کے دے کے یہ پیش
کہتے ہیں کہ فلاں دنیوی کامیابی تو حاصل ہو گئی، مگر فوراً فرمائیے کہ کس
قسم کا تمدن کس طرح کی اسلام دوستی ہے؟ اسلامیت اگر اسی کا نام ہے
تو آخر میں یہ ہالیوڈ کس کو کہا جائیگا؟

گورہ شاہی شکیں موت

امریکہ کے ایک جدید اہل قلم ولیم

اسٹیم ہیں، "تربک موالات" کے ذائقہ شباب میں ہندوستان آئے۔ جلیانوالہ باغ

اور تشریف لے کر جاکر کیا

ہر پارٹی اور ہر مسلک کے لوگوں

نے مل جل کر ان میں مفاہیم

کا اور سچے میں بھی "آسٹریلیا"

وغیرہ کا کیا اور ہر جگہ ہندوستانیوں

ہی کے کھوج میں رہے۔ غلام۔ یہ

۱۸ سال تک ہند اور اہل ہند ہی کا

مطالعہ کرتے رہے۔ مشہور ترین

۱۰۰ صفحات کی مفاہیم کی کتاب

(Nationalism

and Reform in India

دائیت اور اصلاحات ہندوستان کے

نام سے امریکہ کی ییل (Yale)

یونیورسٹی پریس سے شائع کی اور اپنے

نزدیک کاوش و تحقیق کا کوئی دقیقہ

اٹھا نہیں رکھا۔ ساری کے شہر

واقعہ منظریت مولیٰ کی سرگزشت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :-

۱۹۰۱ء بمبر سلطنت کو تو کی فتادہ میں قیدی (۹۰ پہلے اور ۳ ہندی)

ایک اسباب کی گاڑی میں بھر کر پڑوسی کے گورنر کے کچے گئے۔

سفر کی گھنٹے کا تھا۔ موسم بہتر ہی تیز گرم تھا۔ جلیلیوں کی جالیوں

پر تازہ روغن پھرا تھا اس لیے ان میں سے بڑا ہی کان نہیں رہی

تھی۔ جب گاڑی اپنی منزل پر پہنچی ہے تو معلوم ہوا کہ لوگوں

سے ستر قیدی دم گھٹنے سے ریلوں پر چلے ہیں۔ ایک دوسرائی

ایشیئن پرائمریز پولیس سرژنٹ اینڈ ریڈر کو جو بہ طور محافظ ہوا

تھا، اعلان کی گئی کہ سافر مر رہے ہیں، لیکن اُس نے کچھ ہوا

نہی۔ بعد اُس نے اتنا ہی کہا کہ میں دروازہ کیسے کھولتا ہوں

مجھے دیکھ کر کہنے لگے: "خود بخود کھل جائے گی۔"

نگار کے داخلہ کی ممانعت

(مملکت آصفیہ دکن میں)

"آخر ہماری گورنمنٹ نے "نگار" جیسے مسلم آزار مادہ نامہ کی بندش

کا حکم جاری فرما کر مسلمانوں کو منوایت کا یوٹی دیا۔ نگار کے

بہت سے نسخے بڑی حیرت کی بات ہے۔ اسی اسلامی سلطنت کے

مسلمانوں کی ایمان سوزی کا کام کر رہے اور صاحب نگار کو اپنی

مرزاؤں گستاخیوں پر دلیر کیے ہوئے تھے۔

اب اسکا یہ ذریعہ مٹ گیا۔ اس اسلامی حکومت نے اپنا

فرمان ادا کر دیا۔ اب امید ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے فرماں

کے ادا کرنے میں بھی کوئی اہل نہیں کرینگے اور نگار کی خریداری سے

بندہ اٹھائیں گے۔ (برسر دکن)

آلات حین نماص۔ کاش بھوپال بھادلوپور داپور، ٹونکٹ غیر جتنی جھوٹی بڑی

مسلمان، راستیں ہیں، سب مملکت دکن کے نقش قدم پر چلیں!

انگریز، کلکتہ کے ایک بول کو آج تک نہیں بھولے ہیں۔ اسے
اپنے حافظہ میں تازہ اس لیے نہیں رکھتے ہیں کہ اس میں ہنس
آدمی اس مبدیہ کی سے ہارک ہو گئے، بلکہ اس لیے کہ وہ غلام
انگریز تھے، اور اُنکے ہارک کرنے واسطے وہ سری منیل کے لگتے
مولیٰ قیدیوں کا یہ واقعہ بھی ہندوستان میں کچھ ایسی نظر سے
دیکھا جاتا ہے۔ اور انہیں ہے کہ اسکی ذمہ داری ایک مذہب
انگریزوں پر آتی ہے۔ حکومت ہند نے علم دیا کہ انڈیا پر بریت
جوانہ کا مقدمہ چلا یا جائے۔ مقدمہ کو انڈیا کے عاکم منیل کی
عدالت میں چلا اور دسمبر ۱۹۰۱ء میں لازم آیا ہو گیا۔ اس مقدمہ
پر بڑی آہنی پھیلی اور انکی اس میں کئی کئی یوں اور بڑھ گئی، مگر
یہ وہ ہیں ہم قوموں نے اینڈیا کو انداد وینی شروع کر دی تھی۔
یہ وہ ہیں ایسوی ایشن نے اسکا مقدمہ لڑنے کے لیے بہت سا جتن
کھنکا کر لیا تھا۔ مقدمہ سا گرد آیا ہے

کے ساتھ نہیں بھا اور اگر

واقعی اینڈیا پر ہکا بھکا تصور پھیرنا

فہم کے اور کچھ نہ تھا، تو سراج الدین

کی طرف سے بھی تو یہی معافی

پیش ہو سکتی ہے۔ اُسکی بھی تو

بنت نہ تھی کہ ہنس قیدی

دم گھٹ کر رہ جائیں (دکن)

اس الزامی جواب سے قطع نظر بجا خود

بھی ان تمام دس صدی کے اُس فرنی

انسان کو جبکہ فرنی ہونا ایک لوں

کے علاوہ گوردوں کو بھی تسلیم ہو چکا ہے

بیسویں صدی کے اس نابینا واقعہ

کے متعلقہ ہیں، آخر تک تک لایا

جاتا رہا ہے گا؟

حریف کی سرت

"مصطفیٰ کمال پاشا، اناؤک،

صدر جمہوریہ" ان الفاظ اُنکی زندگی کے زمانہ کے گھر سے ہیں۔

ایک مبدیہ انجیل اور حقیقت میں شخص ہیں۔ اور یہ خلافت لگے

نزدیک رحمت ہندی کا ایک نشان اور جمہوری تقاضات کے

لیے ایک ممکن خطرہ ہے۔ سلسلہ میں جب ہمدہ سلطان منوٹا

ہوا، خلیفہ کا لقب، قدیم شاہی خاندان کے ایک مبدیہ

کو دیا گیا۔ ہندی مسلمانوں کے لیے، جکا دعویٰ تھا کہ خلیفہ

کو مطلق اختیار اور ممانعت مقدمہ کا محاذ ہونا چاہیے

اگرچہ یہ بھی ایک سخت مقدمہ کی بات تھی، تاہم وہ نہیں

دھتکار کو پی گئے، بلکہ دسمبر ۱۹۰۲ء کو ہی مسئلہ میں خلافت

بے دینی کا راز

(از حضرت "ابن آدم")

آپ کے بے نظیر معنوں "مزم فرنگ" مندرجہ صدق مسئلہ ہے۔
 مسئلہ سے اچانک مجھے یہ محسوس ہوا کہ وہ آپ میں الہاد روزِ مذکور کا جو اثر ہے
 اس میں منجملہ اور عوامل اور اثرات کے بہت زیادہ داخل غریبی سنوں کے
 غیر قانونی یا غیر دینی ذوالدنیاس کا بھی انھوں نے مسئلہ نکاح کو یوں
 تو ایک قسم کا سنا : سمجھنا چاہتا ہے لیکن میرے خیال میں وہ صرف سنا رہا
 ہی نہیں بلکہ کچھ لکھ لکھتا سوا بھی ہے۔ یہ انارہم کا نظریہ ہے کہ لفظ اطلاق سے
 صحیح خیال پیدا ہوتا ہے اور صحیح خیال دلائل وصال ہوتا ہے۔ لیکن بات
 صرف لفظ اطلاق تک محدود نظر نہیں آتی بلکہ دلائل وصال سے آدم کی جو
 نسلیں دنیا میں آتی ہیں اپنے ساتھ صحیح خیال کی اسناد اور صلاحیت لے
 جاتے لاتی ہیں۔ آخر جس کی تخلیق میں حق تعالیٰ کی مرضی اظہار کرنے میں
 کی مسرت و خوشی اور عانیوں اور پاک جانوں کی طمانیت و سکینت شریک
 ہو۔ جس بچہ کے والدین بچہ کی تخلیق میں ہر وجہ کے وقت اس خیال میں خوش
 ہوں کہ ہمارا بچہ بھی ہم سے خوش ہے۔ ہر شے میں خوشی میں جھپکے۔
 انسانی اعمال کی نگرانی ہے پوری سوسائٹی بلکہ ہر قسم پر فیملی ہر شخص
 ایسے بچوں کے آنے کا منتظر، انکی تبرک و عنایت کے لیے آواز دے گا۔
 ہو سکتا ہے کہ ایسے بچوں کے غیر میں سادہ سادہ روی، سوت مزاجی رنگ
 ازلی کا کتنا سرمایہ قدرتی طور پر محفوظ ہو سکتا ہے۔

لیکن اسکے بالمقابل بچہ کے والدین ٹھیک وقت جو وقت میں بچہ
 کو عدم سے وجود کی طرف لائے ہیں اس خیالی سے محروم ہوں کہ بچہ پر اللہ کی
 نعمت، لاکھوں کی نعمت "اناس" (انسان) مندرجہ سوسائٹی کی نعمت
 مسلسل برس رہی ہے بلکہ خود وہ بچوں کے دل اس نعمت و نعمت و لامت
 کے زہریلے بخارات سے بھرنے چلے جاتے ہیں۔ نعمت کی ان آراکیوں
 اور نعمت کی ان اندھیروں کی سوسائٹی میں ایسے لہجوں و چوڑوں سے
 جسکا وجود تیار ہو گا۔ کون کہ سنا ہے کہ ایسی سخی اپنے اندر کس کس قسم کی
 خباثتوں و شرارتوں کو چھپنے کے لیے تیار نہ ہو سکتی ہوگی۔ اگر والدین کے
 جسمانی و ذہنی اور قلبی صفات و مميزات کا اثر بچوں پر پڑتا ہے اور
 درخبرہ انشاء اللہ سب سب اسکی مدد میں ہیں ضرور پڑتا ہے اور جب
 تک شذوذ و اشتباہ کے خاص قانون کے تحت قدرت اُسے قانون کو
 نہ دے سکے۔ اس نتیجہ میں ہونا چاہیے کہ ہر آج لوگوں کو وہ آپ کے
 معنیان و سرکش و فراسکبار مناد و متحرک حیرت کیوں ہے۔ اس لہجوں میں
 کے نام گھراؤں میں آدم کی جو نسل میں رہا ہے۔ آج اگر ہی ہے کہ آپ کے
 "مازہ معالہ" مزم فرنگ نے جن واقعات سے نقاب کشائی کیا ہے جس میں خیر
 کی میں اللہ انہوں کی اور بار بار یوں سوچیوں کی نہیں بلکہ جن اعتقادی سیتوں کی
 سے صحیح حدیث میں ہے۔ انکی جو وقت زاکر ہے۔ انکی رشتہ داروں سے خان
 پر بار بار ہوتا ہے۔ انکی غیرت انکار غیرت کب باطل مردہ

صاف اور صریح لفظوں میں گواہیاں ہیں ایسی مغربی گواہیاں جن میں غریب
 ہی ادا کر سکتا ہے۔ مگر مشرق میں بھی نہیں سکتا۔ مغرب اپنا خود مرکب
 ہے لیکن مشرق کی آنکھیں کتنا ہی حجاب میں بھی پڑنے سے تنہائی میں
 جھپکتی ہیں۔ لیکن ہے نکاح کے مسئلہ کو دنیا کی دوسری قوموں میں
 صرف ایک سادہ "انکی تثبیت حاصل ہو" لیکن اسلام نے نکاح
 تو نکاح کے بعد بھی اس مسئلہ کی نزاکت کا احساس میں نہ
 ٹاک کیا ہے اور صحیح حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر
 دن اور اور ابھٹا کمال سہل شد کہ جب بہتری کا کوئی اور دے کرے تو ہی
 اللہم بیننا الشیطان جنب وقت کے سے اللہ سے شیطانی سے
 شیطان مار وقتنا (بخاری) سچا رکھ اور جو چیز (اولاد) رکھو ملا
 رسلہ وغیرہ) کرے اُسے بھی شیطان سے بچا رکھو

بخاری میں ہے کہ ان کلمات کے بعد اگر کسی کو اولاد ہوگی
 لم یضرہ الشیطان شیطان اسکو نقصان نہیں پہونچا سکتا۔
 سچا رکھ کر نکاح کے بعد جب اسلام کی منشا اس باب
 میں تھی کہ ہر دین و دین ہونی ہے کہ اس وقت بھی وہ انسان اور
 اسکی نفسیت کو ہر دور و دور سے ہر شے کے ساتھ رہنے کے علم تیار
 سے اور ہر چنگوئی فراموشی ہے کہ اس حال میں جو وجود بنائیں
 غیب سے منتقل ہو۔ شریعت میں آج کل اس میں شیطان کی اثرات
 سے اثر پذیر ہونے کی حالت میں انشاء اللہ باقی نہ رہے گی۔ یہ سب
 دوسرے معنی یہ ہے کہ ہر سبکی بالکل صورت میں اگر کسی کی
 اپنے (اور شیطان) نزاعات کے قبول کرنے کی استعداد ساتھ لائے۔
 اس پر حیرت نہ ہونی چاہیے۔ مختلف دوراتوں میں اسکی شریعت میں
 کو جو ہے جس کی تعلیم کا یہ موقع نہیں ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے
 کہ قرآن میں یہاں زنا سے نہیں بلکہ زنا کے فریب ہونے کا
 گناہ زنا کے عقاب و دہائیں فراموشی گئی ہیں۔ یہی آیت
 لائق و انانہ ان کا شہرہ زنا کے گرد بھی نہ پھیلے۔ یہی وجہ ہے
 دسویں مسئلہ اور چوتھی وجہ کے حساب سے۔

رہا کاش اور نرم و زانیہ اور ظاہری ہے لیکن دینی
 بات کہ یہ "بڑی ماہر سے" قابل غور ہے۔ کیا اس واقعہ آدم
 کے جن بچوں کو انسانی سوسائٹی میں شریک کیا جائے وہ شیطانی
 عوامل کے قبول کرنے کا ان میں میں جو شیطانی اور ہر قسم کی
 بدائی کی طرہ اشارہ ہے۔ قرآن کی عورت میں تلکی پیدا کرنے کی
 ضرورت نہیں۔ خبر و شہادہ سے آخر میں امر کی تصدیق ہو رہی
 اور قرآنی آیات کے ان بیلوں پر کیوں نہ تو جہنم کی جائے۔ اس
 آپ سے سچ عرض کرنا ہوں کہ "مزم فرنگ" کے پڑھنے کے بعد
 نہ سادہ کیوں اس نظریہ کے متکثر میں (اپنے اندر شدت محسوس
 کر رہے ہیں۔ مجھے اسباب معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کے (الحاد و مذہب
 میں (ان لاکھ کی دین بازنہ نظروں کی اس غیر قانونی راہ کی بھی
 مل ہے جو ان کی تعلیمات اور ذوالدنیاس کے سلسلہ میں
 انکھوں کے ہر دور کے چہرہ ہے۔ ہر آپ کو کہا جا رہا ہے کہ ایک

جو بھلا اللہ اس عزت سے بہت کچھ پاک ہے اس میں کبھی کبھی اگر غرور و طغیان کا طوفان بعض : انوں سے اٹھتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ جہاں اسکے دوسرے اسباب ہیں ان میں اس سبب کو بھی دخل نہیں۔ بھلا سے ایک یہے محترم معتر بزرگ اپنا ذاتی مشاہدہ بیان فرماتے تھے کہ ایک صاحب جو ان کے درست تھے ان کا اپنی شکوہ بڑی سے کوئی اولاد نہیں تھی، ہر حال انسان ہی تھے، پانچ بھیل ریا اور ایک مسعودہ داشتہ سے بچہ پیدا ہوا۔ مجبوراً اس بچہ کے باپ بن گئے۔ اور اس لیے کہ اس بچہ کے غیر شرعی وجود سے خباثت حتی الوسع کھر بواٹھوں نے اس کو ذہنی تعلیم دلانا شروع کی، اچھے اچھے اہل دین و علم کی صحبت میں رکھا۔ جب لوگ اُن سے پوچھتے کہ تو محفل کے اس درخت سے انار کی توقع کس اس پر کرتے ہیں تو بچہ اس سے بہت اس مصرعہ کو دہرات

نہک نشید سچاے گیدیاں کس

ان بزرگ سے سلام ہوا کہ گیدیاں کس جبریل علیہ السلام کے نام مبارک کا تعلق ہو۔ ہر حال باپ کی کوشش ناکام ہوئی اور بزرگ نے جو دین کا جو ضروری اثر اور ذہنی بھلا گیا، ان کے حجت گیدیاں کس کا وہی جانشین "سک" "پتے" ہونے کی حیثیت سے آگے بڑھ کر "سک" کے مقام تک ترقی کر کے پونجا، یعنی جوان ہو گیا، تو ایک دنیا کی بھونک سے بچا اُٹھی اور جیسا کہ قرآن نے خود خاصیت بیان کی "لا توفی فاسدہ" (کفر) والی نظروں میں جس کا امانہ ہوتا چلا جاتا ہے سین گندگی میں گندگی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور ٹھیک اس کے غیر آئینی باپ نے "سک" کا خطاب جو سکودیا تھا، وہ سک ہی نہیں بلکہ "کلب غریب" (گھٹنے) کی شکل میں نمایاں ہوا۔ ہمارے محترم بزرگ کا بیان ہے کہ میری آنکھوں کے کیمبات ہے کہ آخر میں اس کا مال دہی ہو گیا پھر سرد ہونے لگا تھا کہ

لو کہ نے تیرے عید نہ چھوڑا زمانہ میں

تو پہلے سے مرغ قباہ تھا آسنا نہیں

وہ فرماتے تھے کہ اسے شاعری نہ خیال فرمائیے کی ادا کی اس نے قباہ پر بھی مل گیا، قباہ واسے پر بھی اس نے نہ مارا، اسکے حماروں سے نہ رسول بچے ہوئے تھے نہ سون کا کلام، سنی کہ آخر میں تو اس کی دیوانگی میں نہ کو نہ پہنچی ہوئی تھی کہ علانیہ خدا اور اس کے کلام کی توہین کرنا تھا اور ٹھیک اس کے مال اس دیوانہ کے کام ہو گیا تھا کہ جس کسی کو کاٹ لگتا ہے اس میں اس کے کئے کئے خفا تہیہ ہو جاتے ہیں۔ اس کا "سک گزیدہ" اس کی ہولی ہوتا تھا اور اس کی طرح ہونٹا تھا اور اسکے لٹے ہوئے پیاسے ایسے "سک گزیدہ" تھے جنکا عیانت نہ کسولی میں ممکن تھا اور نہ کسی دستہ پال میں ہر حال آپ کے معنوں "رزم فرنگ" نے غلو میں جب لہجہ پیدا ہوئے اختیار قلم سے جو چند سطرین نکلتی چلی گئیں ان کے خیال بارخ میں

ایا جس جا باکہ آپ تک ہو سچاویں۔ و اللہ اعلم

مصدق۔ فاضل معارف گار کا نظریہ کشف خیال نہیں۔ مشاہدات و واقعات کثرت سے اس کی رائے میں مل جاتی تھیں۔ یورپ میں نقاشیات اور عوامیانات کے بڑے بڑے ماہر و کتبہ

گنہ سے ہیں، پہلی کتاب "ذی کچھ" (The Book of the Dead) کے

"ادب لطیف" میں بے مثل سمجھی جاتی ہے۔ یہ بزرگوار اپنے باپ کی نادر اور غیر قانونی اولاد تھے۔ اسی طرح ایک اور بزرگ، انیس فنون لطیفہ کے امام، کیسا نوادہ (موتی مشعل) نے گزشتہ جیلے تذکرہ کا جواب آج تک نہیں دیا ہے۔ یہ بھی کچھ ایسے ہی خوش نصیب تھے۔

ان مثالوں کو بھی چھوڑیے۔ قرآن مجید میں ذکر ایک دشمن دین و دشمن رسول کا آتا ہے۔ اسکے ذاتی و ممانت خبیثہ کو کینا کر شاہ ہونا ہے۔ بعد ایک زہیم (عقل) علامہ ان سب مصافحت کے وہ زہیم بھی ہے۔ اور زہیم "انہ" میں اس شخص کے تھے ہیں جو کسی خاندان یا تبار سے نہ ہو مگر اُن میں مل لیا گیا ہو۔ اور زہیم الزام القوم و سیر انہم و مغفرت انہم پر نہیں کا کوئی خاص، اور کھراشتہ ایک بی بی و باغیاتی کے ساتھ نہیں ہے تو قرآن مجید کو اس بدنس کی سزا دینے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

(بقیہ صفحہ 6)

اب اس بھی ذمہ دار بڑی اچھی ذمہ دار مصافحت کی پستیوں سے نیچے آئے یہ خرافات غیبی سنگدلی اور نقات ہے، شاخ نکالتی نہیں پڑتی اور قساوت ہے کہ جب غریب ہندی سلطان اپنی لیاؤ و استطاعت کے مانت اپنے حدود کے اندر انتظام کرتا، تو قاتلین کے لیے جو ہاتھ پر ماریں تو سجدہ کے ٹھہرے اور ایوں کے ہاتھ فرار پائے، محض اس لیے کہ ان بچاروں کی زبوں کوئی ذی زبانتہ نہ ہو، اور کم خود وہ ہیں۔ ہندو، ایک دود پر اور سیم فانیوں سے نہ حال ہیں، اور جب سرگرمی کا رخ ڈالنے کی چوٹ آئے، اس کا کچھ پکار دین سے لادینی کی طرف پھرجا لے، جب کعبہ عتیق سچاے حجاز کے زہیمین بن جائے، تب قرآن کا رسم الخط ایک مستقل جرم نوعداری کا بن جائے، اور انارک بھلا اپنی متبہتی سا جنراوی کے ساتھ ٹھیک مغربی انداز سے رقص کرتے ہوئے تصویروں میں نظر آئے لگیں، تو سجدہ سکا، علی، انساں بوسی کو جھک جائے اس لیے کہ آج سارہ، کھا اقبال پر ہے

"... ایک ایڈر اور ایک سلطان کی حیثیت سے کہتے ہی گئی ہنگامہ برپا ہوئی، گار کے کارنامے ایسے تو بگڑتے تھے...

گویا کوئی نام کا سلطان، اور ذی سلطان، اپنے اعمال اپنے حمار کے لحاظ سے کہتا ہے، سلطان ہو، سلطان نہ ہو، اسلام ہزاروں اور کھنڈا تو اس کے مقابلہ و اعمال سے قطع نظر اسکے "کارناموں" کو ہی ان حدیث کے ایک جیسے ہیں، یہ کارنامہ تو کیسے کہ چلتی ہوئی درویش کے ساتھ چلتی ہوئی بچیوں کے ساتھ اس نے فکری حسین کا سپاہ دشمنی کا قلعہ تو کر ڈالا۔ خدا کے لیے تجرہ اپنی بلند انشا وین میں ہم عا میں کے قصور و استعداد کی رمانت سے عام نعم زبان میں یہ نوادہ فرار سے کہ عارف اعظم سے قطع نظر کر لینے کے بعد یہ "کارنامے" آخر میں کیا ہوا؟

مراسلہ

تجدد کی آمریت

جانب قاضی صاحب انعام صاحب بنی کے مراد آبادی ایڈیٹر، دہلی۔ پیام کے قلم سے۔
 کرمی "صدق" کی ازمہ اشاعت میں "تجدد کی زد کے مہمان" سے
 "ایک" "مراسلہ" "جانب قاضی صاحب" "نظر بزرگ" کا یہ قول آپسٹ نقی فراڈ ہے
 "پیام" میں "چند" قاضی صاحب نے لکھا ہے اسے پڑھ کر ہنسی آگئی
 ... وغیرہ۔

"عقل و منطق" کی بنیاد پر صاحب موصوف نے سیری گزشتہ کے
 نتیجہ یہ الزامی جواب لکھ کر فرمایا ہے کہ مجھے

پہلے خود اپنی زبان بند کرنی چاہیے۔ یہ خود بھی تو آخرو گشتوں

ہی سے مٹی کر قلم چلاتے ہیں۔ ... وغیرہ وغیرہ۔

اب جو دیکھ کوئی الزامی جواب قابل توجہ نہیں ہو کر تا ناہم میں یہ سوال
 "چاہتا ہوں کہ" قاضی صاحب "غریب نے کب کسی چھوٹے سے
 چھوٹے مسلمان کو بھی فقرہ کلاس آدمی سے فقرہ کلاس مسلمان نہیں
 بلکہ "آدمی" لکھا ہے۔ اور کب اس نے کسی گز سے ہمت مسلمان
 کی خبر کو یہ کہہ کر ٹھوکر ماری ہے کہ "تو فقرہ کلاس آدمی" تھا؟ غیر ملکی
 سے خلق اٹھارے کے حق سے میں کب تک لکھا ہوا ہوں کہ "کبھی کبھی کمال
 یا کسی مسلمان لیڈر کے، حال پر نہایت چینی کرنے کا کسی بزرگ کو حق میں
 نہیں۔ یہ تو سرت آتا چاہتا ہوں کہ تنقید۔ تعریف اور تکریم کے
 درمیان تفرقہ نہ کرنا علم اور فقرہ کلاس آدمی کو باقی رہے۔ مصطفیٰ کمال
 ایک لیڈر اور ایک مسلمان کی حیثیت سے کتنے ہی گناہگار یا بد اعمال
 ہوں گے ان کے گناہ سے ایسے تو ہرگز نہ گئے کہ نولانا، دودھی کے علم و فضل
 کا تبریز نہ لکھ کر ان کی خبر پڑھ کر اتنا کہ "تو ایک فقرہ کلاس آدمی تھا" یا
 "بے بڑا یہ فرض تو اہل علم ہی پر قائم ہوتا ہے کہ وہ اپنے حفاظ کا
 زور ان تمام کہیں۔ ورنہ خود ہمارے ہم وطن مسلمانوں کے لیڈروں میں
 کو زنا بیاہر ایسا ہے جسکو نو دوزی صاحب یا ان کے دوست، جانب
 انسانیت کے دائرہ سے خارج کر کے حیوانیت کے کسی ذوق یا فتنہ
 کلاس میں داخل نہیں کر سکتے؟ میں اس تبریز و ذوق میں نہایت چینی کرنے
 اور آپ اسکو اپنے طبقہ کے اقتدار کی ذمہ داری سے کر رہے ہیں۔ آپ کے
 حمایت میں ذوق و تکریمت کہہ رہے ہیں۔ حقیقت ساری یہ ہے کہ آپ کے
 اس عمل میں ناراضہ طرز پر ایک ایسی نفسانیت موجود ہے جو اپنے گز
 اور اپنے طبقہ کی حمایت کے جوش میں بڑے بڑے بزرگوں کو حقانیت سے محروم
 کر دیا کرتی ہے۔ جماعتی اقتدار کی حفاظت یہ جذبہ آپ کو ذرا بچ کے
 جانب کو غلیبوں اور لغزشوں کا عزائم کرنے سے روکتا ہے صاحب
 علم و صاحب نظر "بزرگ" کو سیری گزشتہ میں کرمی "مراسلہ" "آدمی" کی
 ہنسی پر عبرت اور اسے "جانب قاضی صاحب" "نظر بزرگ" کے مکتوب پر مراسلہ لکھیں
 "صدق" میں "جانب قاضی صاحب" "نظر بزرگ" کے مکتوب پر مراسلہ لکھیں
 "تجدد" کا نام نہ لکھنے کے ذمہ اسکا جواب یا اس پر تنقید و تبصرہ۔

چند مختصر گزارشیں ادارہ صدق کی طرف سے ملی مزدوری ہیں۔

ارشاد ہوا ہے کہ تنقید: مکتبہ چینی بھانڈا نقد نہیں: لیکن تنقید تعریف
 اور تحقیق کے درمیان تفرقہ کلاس آدمی اور فقرہ کلاس آدمی کا یہ ہے لیکن

"پیام" کے لیے یہ نہ ارشاد ہوا کہ اس دوران "کا آخر کیا کیا ہے؟

اور تنقید اور تعریف: مختصر کے درمیان "تفرقہ کلاس آدمی" کی پالیسی کے

لیے پلانہ کہاں سے لایا جائے؟ کیا یہی پلانہ جو پیام کی مقدس خاکوں

میں محفوظ ہے؟ کیا وہی دوران چاہیے کہ "نظامت کیش" کے کارکنوں

لیڈروں، خود اور ان کے خلاف اور اسکے سارے تعذرات و تنقید کے لیے

بند ہستوں اور تالیفوں کی گنج کے ساتھ نصف میں تھا؟

مخصوصیت اور سادگی کے لیے میں سوائے اس کے صاحب پیام نے

"کب کسی چھوٹے سے چھوٹے مسلمان کو بھی فقرہ کلاس آدمی" لکھا ہے؟

لکھ کر آدمی۔ لکھا ہے؟

تو یا کسی آدمی کو "آدمی" لکھ دیا ہے؟ صاحب پیام کی دارالاشاد

میں ایک مستقل جرم ہے اور شکایت: "آدمی" لکھ کر "کب کسی" لکھ کر

شخصیت کو "فقرہ کلاس" کیوں قرار دیا گیا؟ بلکہ اس کے اسے "آدمی"

کیوں لکھا گیا؟ جرم میں ہے تو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا خلاف امتزات

کر لینا چاہیے، اگرچہ یہ سوال پھر بھی باقی رہ جائیگا کہ چھوٹے سے چھوٹے

مسلمان "کو تو غیر چھوٹے ہے" ہندوستان کے بڑے سے بڑے مسلمان کو

پیام میں "سردار" کیسے کیسے پیارے اور عزیز القاب سے نوازا جائے

ہے؟ شوکت غریب کیا چھوٹے سے چھوٹے مسلمان سے بھی چھوٹا تھا؟

"تبریز ٹھوکر مارنے" کے مبلغ فقرہ میں قاضی صاحب کو زنا لطف

آیا کہ چھ سطروں کے اندر اسے گرامر ارشاد فرما دیا ہے۔ لیکن فقرہ کو اگر محسن

جا ذرا اور شاد ارشاد نہیں کیا ہوتا، "نظر عا" تو گویا اصول یہ

شہر کہ مرتے دے کی سیاہیاں مٹا سفید یوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور

شہر چوک و گز، "میں اس لیے رحمت اللہ علیہ" بن جاتا ہے اور میں زیادہ

چونکہ اس عالم میں موجود نہیں اس لیے "قدس شہرہ" کا حق ہو جاتا

ہے؟ اور گویا تاریخی شخصیتوں پر اسے زنی کے وقت "آدمی" رہتی نہ

حقانیت کی ہوتی چاہیے نہ واقعات کی، بلکہ مروت یہ ہونا چاہیے کہ

ان اشخاص کا شمار کیا زلموں میں ہے؟ "آدمی" میں؟

اسلام کے باطنی قانون، اسلام کے باطنی کو کھلے حفاظ میں باطنی

قرار دینا ایک ربا، اسکی جانب خفیت ارشاد بھی اگر کیا جائے تو

قاضی صاحب کا درمزدول آنکھوں میں جھرت و اسے کے آئینہ

بھر لانا ہے اور ایک اچھا خاصہ درسی علم و فضل کے "آدمی" کا روبرو

خود بینی "جماعتی اقتدار کی حفاظت" اپنے عین میں ہے، کہ جوش

اور "نفسانیت" پر دے ڈالتا ہے۔ لیکن جب ذکر اسلام کے باطنی

اور مذاہب کا نہیں اسلام کے سپاہیوں اور دین و ملت کے نگاروں

تھا کار۔ غیر مصوم یقیناً لیکن ہر حال غذا نگاروں اور مطلقہ

گوشوں۔ کائناتے تو سادہ ہی جتنے ہوئے آئینہ ہنسی کے قصوں

نہ تبدیل ہو جائیگا، ہر شخص ایک ہر نوعیت پر حق جاننا

ہو جائے، جان "تجدد" کے لیے "تجدد" کی "تجدد" کی "تجدد" کی

[illegible]

حضرت شریعت شرم، دیا، نکاح، تہر، ہمدیعت میں اہل دین سے
انفاق کی گنجائش میں ہیں۔ باپ بتا مرد کے لیے اور اس بتا عورت
کے لیے جرم قرار پا چکا ہے۔ بچے پوتوں اور شیعوں کے ذریعہ سے پیدا
ہوتے اور حکومت کے خراج سے ملتے ہیں، اودھ تو لید پوتوں اور شیعوں
میں جمع رہتا ہے۔ خلاصہ ہے ایک انگریزی اضافہ
کے ساتھ ساتھ کے پلاٹ کا۔ مسند وقت کے ایک مشہور
انگریز انسانہ نویس ایڈیٹر کیسلی ہیں، مشہور انسانہ نویس سے زیادہ اپنی
”روشن خیالی“ کے لیے۔

اس فرمیں اور روشن خیال دنیا کی شخصیتیں دنیا کی مذہب اور
افلاق کے پنجے سے نجات دلانے والی نئی دنیا کے نئے دیوتا اور نئی
دیوایں، تمام تر مہج ذواتیں، ہماری آپ کی جانی بچانی نئی شخصیتیں
تو صرف مذہب، رنگ یا گرو یا گلیا ہے۔ سنہ کارخانہ میات کے
عہدہ دار صنعت ہیں، کوئی منجھے، کوئی ڈاکٹر، کوئی شہر، کوئی پتہ
کوئی کچھ اور۔ کسی کا نام ہے مارکس، کسی کا ٹراٹسکی، کسی کا فروڈ،
دوسرے علی ڈا۔ لیکن اس نئی عذائی کا جو رب الالباب سردار اعظم
”کنٹرولر“ ہے، وہ کوئی انگریز نہیں، روسی نہیں، فرانسیسی نہیں، بلکہ
ہکاڑی کا نام ہے ”مسٹر“! — ہے اب بھی سجدہ کو گارہ و شکوہ کا پتہ
کہ مردم شناس صنعت نے ترکیب کے لادال سردار کے کارناموں کے ہنر
اور داد میں نکل سے کام لیا ہے؟

سجدہ کی قدامت پرستی

یہ ہے کہ وہ نکاح میں آجائے۔ شادی، انسانی زندگی کی خوش
آرند ترین حالت کا نام ہے۔ اور اس کا اہم ترین خیال یہ ہونا
چاہیے کہ زندگی میں اپنے مقصد جھوٹے کو مارکسے اور وہ
مقصد وجود خاندانی اور بچوں کی ذمہ داری ہے۔
پھر چاہتی ہوں کہ عورت میں آزادی تو مغربی ہو لیکن شرم
میا مشرقی۔ (ہندو۔ مدراس۔ دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء)
کسی عالم مرد نے نہیں، پنجاب کی مشہور ”روشن خیال“ خاتون بیگم
شاہ نواز (پروفیسر سکرٹری حکومت پنجاب) نے فرمایا۔ اور پھر فرمایا۔
”میں اگر ڈکٹیٹر ہو جاؤں، تو تمام موجودہ زنانہ کالج
یکدم بند کروں۔ اند میرے کہ ان میں نصاب درس لڑکوں
اور لڑکیوں کے لیے ایک ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میری
بچی میں پڑھی لکھی بے روزگاروں کی فوج میں داخل
ہو جائیں جیسا کہ مغربی ملکوں میں ہو رہا ہے۔ یہ تو یہ چاہتی
ہوں کہ وہ ہندوؤں کی ایک بہترین نسل کی پرورش میں
ہو۔ یہ ذمہ داری کے ساتھ حصہ لیں۔ انکی اصل جگہ
ہے، اسی کے لیے انھیں خوب تیار ہونا چاہیے۔
اس سارے عقلمیں کیسے سے آخر حاصل کیا، جب عورت
کو دنیا میں نہ آیا، کہ کھانا اچھا پیاز، کر کے اور کھنر
سجھنے سے جلا کر کے“ (دعا)

معاشری، سماشی، سیاسی، اخلاقی قوانین و ضوابط خود اپنے عقل و تجربہ سے
اخذ کرنا شروع کر دیے، اس لیے مسلمان بھی جب تک اپنے قوانین کو خود اپنے
تجربہ کی روشنی میں، منہ نہ کرتے تھیں، گے، ترقی کر ہی نہیں کر سکتے۔ ہندو
میں لفظ ”ترقی“ کے اندر چھپ کر انسان مخالف موجود ہے، اس سے قطع نظر زنان
کو، بھیل، پتیاں کرنا ہی ایک اور کسی سنی میں بھی صحیح ہے؟ کیا بھیل میں بھی
سیاسیات، اخلاقیات، معاشیات کے قوانین قرآن کی اور عیسیٰ و تعالیٰ
تفصیل کے ساتھ مدون ہیں؟ کیا سوجھ بھیل، جیسے سنی دنیا بھیل تسلیم
کرتی ہے، کسی سنی میں بھی کلام الہی ہے؟ لفظ ”سہی“ سنا بھی اسے کون
کلام الہی سمجھتا ہے؟ کیا سیموں کے ہاں اسکا وہ مرتبہ بھی ہے جو ہمارے ہاں
احادیث قدسیہ کا ہے؟ بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہندو غریبہ اند اقبال و
عالات کے مجھوٹے۔ اور مجھ نہ ہیں، دنیا جو اسلام کا مہج کیا ہے، وہ
ہے کیا؟ بائبل پر قرآن کو قیاس کرنا اور ایک کے لیے دوسرے کا لٹا کر
دوسرے کے لیے نکالنے کے ہیں اس سے بڑا کرکڑی دین پر نہیں، خود عقل پر
اور کیا ہو گا؟

محجوب دینداری

”میں اس کی اصولی طور پر مخالفت
کرنا ہوں۔ پنجاب کے علاوہ دہلی، جمیر اور ہندوستان کے دیگر
کئی مقامات پر یہ گلے کا سلسلہ مدت سے چلا آ رہا ہے۔ میں عورتوں
کے حق میں نہیں، لیکن میں کسی شخص کو نہ جکڑتا ہوں۔ نہ ہر
روکنے کے حق میں نہیں ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کو
ایک اسلامی معاملہ میں درست اندازی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے؟
پنجاب اسمبلی کے ایک مسلمان ممبر ہر۔۔۔ صاحب نے ایک مسلمان ممبر کی
اس تحریک کی مخالفت میں فرمایا، کہ درگاہوں اور بزرگوں کے مزاحمت پر
بازاری عورتوں کو گلے بجانے سے روکنا دیا جائے، اگر یا پھر صاحب
سردیکہ نامہ عورتوں کو بخش پیسوں سے روکنا، انکی آزادی میں خلل
ڈالنا، داخلہ فی الدین اور ”اسلامی سالی“ ہے کہ غیر مسلم مسلمان
جائیں، وہ سب کچھ دیکھتے اور سنتے رہیں، ایک دیکھتے اور سنتے چلتے ہیں
— داخلہ فی الدین کی یہ اچھوتی قبر آج تک کسی انسانی
ذہن میں آئی ہوگی؟ دست ہوئی، بہت دست ہوئی، عالی نے کہا تھا
پس کیا کوئی حد سے گزرتا دیکھے!
وہ اسی وقت پستی کو حد سے گزرا ہوا سمجھ رہے تھے، پستی کی ان حدود تک و
ان غریب کا شاعرانہ ذہن بھی کہاں پہنچ سکتا تھا؟

نئی عورتی

ایک نئی دنیا قائم ہے، اور اس کے لیے نئی زمین ہے
اور نیا مسلمان۔ سائنس کی ترقیوں نے کائنات کا ہر شے بالکل بنا کر دیا ہے
عزت امانت کا فرق مٹ گیا ہے۔ خیالات میں جو خیال آچکا ہے۔ مذہب
کا لغزش آثار قدیمہ کے سلسلہ تھا کبھی کبھی سنتے میں ہوتا ہے۔ ایک
نیا پہل دنیا آباد ہے۔ عقائد، اخلاق، معاشرت، ہر اعتبار سے بالکل
نیا ہے۔ حضرت مسیح کے، عاقل، شہید، خود کے نام سے شہید

کوششیں کر چکے ہیں۔ قرآن ابدی و قابل بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔
مسائل کے ابتدائی، وسطی، و مصلح صاحب کے فکر سے انہماک پر یہ طور
مقدمہ کے وقت میں۔ مثلاً سے مثلاً تک انہماک کی شرح کے مآثر
قرآن میں قرآن ہی کے معلق، نوادہ کے طور پر ہر ایک ایک انہماک
ملاحظہ ہو۔

قرآن کا ترکی زبان میں پڑھا جانا تاریخ اسلام میں کوئی نئی
بات نہیں۔ اسکی چند مثالیں موجود ہیں۔ ذاتی طور پر میں
اسکو نگارہ نظر کی ایک سنگین غلطی سمجھتا ہوں کیونکہ عربی
زبان و ادب کا سنگم اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر کسی
زبان کا مستعمل ہے تو وہ عربی ہے۔ ہر حال اب ظاہر
کہ ترکوں نے ملکی زبان میں قرآن کا پڑھنا ترک کر دیا ہے۔

(حک)

مثلاً سے آؤ، ایک انہماک کی مقامات فارسی اور اردو دستکورات کے تقابلاً
میں سب کا تعلق کسی نہ کسی صورت سے قرآن کے ساتھ ہے۔ جاسا
مختصر شرح و توضیح بھی مصلح صاحب کو سن گئے ہیں۔ کتاب رکچہ و یقیناً
ہے اور خدا کرے کہ مرتبہ کے نشا کے مطابق معینہ و موثر بھی ہو۔ ایسے
نوجوانوں میں اچھا ہی ہے کہ اسلئے سے ہی قرآن کا ذوق پیدا کر دے۔

(۵) غلامانِ اسلام - از مولانا سید احمد صاحب ابراہادی -

ایڈیٹر "بہار" صفحات ۱۹ و ۳۳۴ صفحات - قیمت ۲۰ روپے

تہمت سید سید - از مولانا سید احمد صاحب ابراہادی -

اسلام میں غلامی کی حقیقت کے نام سے اس کتاب کا حصہ ہے۔

عصر ہوا شایع ہوا تھا۔ اور حقیقت میں اس پر تبصرہ بھی اسی زمانہ میں

نکل چکا ہے۔ اس میں نفسِ غلامی کی حقیقت اسلامی کا بیان تھا

اس میں تاریخی حیثیت سے ممتاز ترین مسلمان غلاموں یا آزاد شدہ غلاموں

کا بیان ہے۔۔۔ دنیا میں بڑے بڑے سائیلے محض لغوی اشتراک

کی بنا پر ہمیشہ آتے رہتے ہیں۔ لفظ "غلام" بیشک مسلمانوں اور غلاموں

میں مشترک ہے۔ یہ کتاب اس حقیقت کے انہماک کے لیے کافی ہے کہ مسلمانوں

کے اندر غلامی باطنی رنگ ہونا الٹا ہی باعثِ شرف ہو کر رہی

ہے۔ بعض اعلیٰ صحابہ ان ہی غلاموں میں سے ہوتے ہیں۔ اور بعض

انہماک تائبین اور ان کے بعد کے دور میں تو غلاموں کے طبقہ میں سے

آئے واپس آئے۔ مثلاً سید کا بڑا کوئی شمار ہی نہیں!

مقدمہ کے بعد کتاب کے بڑے مآثرات پانچ ہیں۔

۱۔ صحابہ کرام - اور ان کے ماتحت ۱۵۔ صحابیوں کے مفصل سہند

مآثرات و حیات ہیں۔ حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) کا نام قرآن مجید میں آیا ہے

حضرت بلال، حضرت سہیل، حضرت سلمان فارسی، و غیرہ

(۲) تائبین - اور ان کے تحت میں ۳۰۔ ایسے مشاہیر کا ذکر آیا ہے

جیسے حضرت عمر، حضرت عائشہ، حضرت سہار، حضرت سید

بن جبیر، حضرت حسن بصری، حضرت بن سیرین و غیرہ

(۳) اتباعِ تابعین - اور اس فہرست میں اس مرتبہ کے ۲۰۔ صحابہ

کے تذکرے ملتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک، ابن دینار

پیش آکر رہے ہیں۔ مثلاً یہ کتب و کتب کے قابل تھے اور زماں انہماک
تفسیر، وغیرہ کی حالتوں کے متعلق تھے۔ مثلاً (غیر) ایہ کہ علامہ
آردواح کو ذمہ اندیشی و اصل کر کے انہماک قرآنی قرار دیا ہے۔ مثلاً
اس قسم کے خانات کتاب میں جاسا کجمر سے بڑے لنگے۔ مثلاً کتاب
(مولوی حاجی محمد علی خاں شریانی) ایہ مسئلہ مشکوٰۃ میں کہ انہماک
سارے مقامات پر یہ شرح میں دلا رہی ہے۔ اور سب کی مفصل نشاندہی
ہو۔ مثلاً سطر اردی ہے۔

تفسیر موعود، امین بیانات نبوی کے معنی میں کتاب قابلِ مطالعہ ہے
ہے اور حسن ظاہری کا غذا کتابت وغیرہ کے لحاظ سے کتاب آملی
بہترین مصلحتات میں شمار ہونے کے قابل ہے۔

(۳) خنداں - از رشید احمد صاحب مدنی - صفحات ۱۰ - جلد قیمت
غریبہ - جامعہ دہلی (لکھنؤ لاہور، ممبئی)

یہ اردو کے مشہور طبع و شوق نگار رشید احمد صاحب مدنی کے
جائیں ریڈیائی مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ عناہین عرصہ تک دہلی ڈیپویشن
سے شرموتے رہے اور اب کتبہ جامعہ کے حسن انتظام سے کتابی شکل میں ملے
ہیں۔ رشید صاحب کی ہر لفظ طرزِ نگارش اب پڑھے لکھے معلقوں میں لکھنا نہ
کسی سفارش کی محتاج ہے نہ نفاذ کی۔ ایسا ایک خاص اپنا رنگ ہے
دوسروں سے ممتاز اور پختہ ہو چکا ہے۔ بہر کسی کی آزادی ایک دلچسپی کے
پاکش و انہماک کے شائبہ کے اوج اور تباہی سے پاک وہ چھوٹے بڑے اپنے
پانے سب کے خاکے اس سبب کیسے پہلے جاتے ہیں کہ پستے والا
آہر سطر پر لکھ لکھتا جائے، مسکراتا جائے، جھومتا جائے، اور کہیں کہیں
بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

تشریح تیار کرنے میں مصنف کا قلم آزاد نہیں ہوتا۔ ریڈیو بہر حال ایک
نرکار ہی محکمہ ہے اور محکمہ کی طرف سے طرح طرح کی قیدیں اور پابندیاں
عائد رہتی ہیں۔ نظرانت کی بے تعلقی مبالغہ ان قیود کا مکمل کماں کر سکتی ہے
لیکن رشید صاحب کی سحر نگاہی نے ان پابندیوں میں بھی اپنے کمال کو
برقرار رکھا۔ اور اس ضخیم مجموعہ کے ہر ہر صفحہ کو زعفران دار بنائے رکھا ہے۔
بھرتی کا مسخر و شایہ کوئی نہیں دے لے اور بعض خاکے تو خاص طور پر کج
و چلے ہیں، ایسے کہ پڑھنے والے انہماک بار بار پڑھیں گے۔ کتاب طوام
اور کم استعداد خواہوں کے کام کی نہیں۔ یہ عیب ہو یا ہزا ہزا
واقعہ یہ ہے کہ "رشیدیات" سے لطف اٹھانے کے لیے پڑھنے والے
کو اچھا خاصہ پڑھا لکھا ہونا چاہیے، ادبی اور نفسی تعلیمات پر کثرت ہونی
ہیں۔ کتاب اس قابل ہے کہ ادب اور دے ہر صاحب ذہن شایں
یا طالب علم کے مطالعہ پر نظر آئے۔ کتبہ جامعہ نے اس مجموعہ کی اشاعت
سے اردو کی ایک خدمت انجام دی ہے۔

(۴) قرآن اور انہماک - از مولوی ابو محمد مصلح صاحب - صفحات
۱۹۱ صفحے - جلد قیمت غریبہ - اور دلا لکھنؤ تحریک قرآن مجید
میدر آباد دکن۔

مصلح صاحب کی تحریک قرآن مجید، خاص مقبول و معروف
ہو چکا ہے۔ لاہور، میدر آباد وغیرہ مختلف مرکز نام کر کے، سرگرم تبلیغ

مگر افسوس تو یہ ہے کہ اسلام کا دعویٰ کوئی نے دالوں میں ایمان کی پہلی شرط پائی نہیں جاتی۔ جو لوگ کفر، اسلام کو برا سمجھیں، کا فسادِ مسلم میں سادات کی تعلیم دیں۔ جنکے نزدیک احکامِ اللہ پر عمل کرنا دھڑلا اور ان احکام کی پرواہ نہ کرنے والا ایک بددعا رکھتا ہو جو جو شرک اور مومن کے مراتب کے فرق کو نہ سمجھ سکیں، اُنکے غلبہ اسلام اور توحید کی خبر کبھی کیسے مستند ہو سکتے ہیں! اُنکے اندر اچانک قرآنی کلامِ عظیم کی فکر

درسہ صولتہ مکہ معظمہ

ہذا کے گھر کا کچھ حق سمجھنے والے نیک دل مسلمانوں سے خطا
 اذ لا نولانا محمد سلیم صاحب ناظم درسہ صولتہ مقیم قذافی دہلی
 دارالعلوم حرم درسہ صولتہ ہند یہ کہ عظیم بنا کردہ مجاہد اسلام حضرت
 مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی (رحمۃ اللہ علیہ) کدہ سکر سب
 نیکدل و اہمیت مسلمانان ہندوستان کی یہ وہ مذہبی اور علمی بارگاہ ہے جو
 سرسید سال سے مشترکہ طور پر آپ کی امانت و امداد سے ہذا کے گھر میں
 قائم ہے اور اہل حرم و مہاجرین بیت اللہ کے لیے آپ کی طرف سے اور
 آپ کے نام سے یہ بہترین علمی فیض جاری ہے۔

دنیا کی موجودہ نقصان میں مسلمان جہاں مذہب اور اس کے احکامات
 سے لاپرواہ ہوتے جا رہے ہیں اور دینداری کا جذبہ کم ہو رہا ہے۔
 دہائی چند سال سے زائرین بیت اللہ اور حاجیوں کی تعداد میں بھی
 براہر کی ایک انوسناک صورت حال ہے جس سے باخبر ہر دیندار
 مسلمانوں کو بے خبر نہ رہنا چاہیے۔ گروہ پیش کے ان بھیر کن حالات
 کا ناگوار اثر آپ کی اس دینی و علمی درسگاہ پر بھی ہوا جس کی تمام تر
 امداد کا ذریعہ اب تک دہری اہل خیر مسلمانان ہند رہے ہیں جو
 مائتہری حرم کی سعادت کے ساتھ اپنی اس قومی و دینی تحریک کو بچشم
 خود دیکھنے اور اسکی اہم ضرورت کو محسوس کرنے کے بعد اسکی امداد
 و سرپرستی فرماتے تھے اور جس نے ۶۷ سال تک اپنی گراں قدر
 علمی خدمات سے اہل حرم اور مرکز اسلام میں اسلامی دنیا سے آنے
 والے ہزاروں شائقین علم کو سیراب کیا۔

درسہ صولتہ حجاز مقدس میں تمام مسلمانان ہند کا واحد
 قومی ادارہ ہے اس لیے ہندوستان کے بلند درجہ اور نیک دل مسلمانوں
 سے قومی امید ہے کہ وہ ہذا کے گھر میں اس دینی و علمی و مذہبی
 بارگاہ کو اپنی مالی ہمتی اور توفیق کے مطابق موجودہ مالی مشکلات
 سے نجات دلانے میں اپنی فیاضی اور ہمدردی سے کام لیں گے۔

تحفہ خسروی

(جناب در صدق کی ایک قدیم تالیف)

حاکم و محکوم کے باہمی تعلقات و فرائض پر قرآن مجید و
 حدیث کے احکام اور علمائے اسلام و حکماء و بزرگان کے
 بہترین اقوال کا مجموعہ۔ بشرط اقتباسات اصل فارسی میں منقولات
 صفحہ ۷۷۔ اشاک کے نغمہ کرنے کے لیے قیمت میں غیر معمولی رعایت
 یعنی نہرت ساڑھے چار آنے کے ٹکٹ بھجھنے سے روانہ کر دی جائیگی۔
 المشتر

محمد نقی خاں - قصبہ دریا بادیہ - ضلع بارہ ننگی

پیدا ہو سکتے ہیں۔ جسکے بغیر کوئی قوم سر بلند اور سرفراز نہیں ہو سکتی سر بلند ہونا تو
 بڑی بات ہے کوئی قوم ان مذبذبات سے خالی ہو کر باقی نہیں رہ سکتی۔
 جب مسلم لیگ کا جدید دور شروع ہوا تو اس نے کھنڈ کے جلسہ
 میں اپنے دور مقصد قرار دیے۔ ایک مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت
 اور دوسرے مسلمانوں کی اصلاح۔ اس میں پہلا مقصد در حقیقت دوسرے
 مقصد کا تابع ہے۔ یعنی جب تک مسلمانوں کو اس قابل نہ بنایا جائے کہ
 وہ اپنے حقوق کی حفاظت کر سکیں، حفاظت نامکن ہے۔ کوئی چیز
 کی جائے کوئی قانون بنایا جائے اور حقوق کے لیے کتنا ہی لڑا جائے،
 حفاظت نامکن رہ سکتی۔ جب تک خود مسلمانوں کو اپنے مقصد
 کے ساتھ شیطانی اور اسکے لیے اشیاء و قربانی کا جذبہ نہ پیدا ہو جائے۔
 یہ چیز بڑے انہوس کے ساتھ محسوس کی جا رہی ہے کہ مسلم لیگ نے
 اب تک جو کچھ کیا ہے وہ صرف مقصد اول سے تعلق رکھتی ہے یعنی ہندو
 سے اپنے حقوق بنانا۔ اگر سب سے اہم کام خود مسلمانوں کی اصلاح ہے اس
 لیے نہ غیروں سے لڑنا تھا نہ کسی وقت سے مقابلہ کرنا تھا۔ یہ چیز خود ہمارے
 کرنے کی تھی۔ اگر ساتھ ساتھ اصلاح کا کام جاری رہتا تو شاید مقصد اول
 میں بھی آج ہر زیادہ کامیاب نظر آتے۔ تحریک کے اس حقہ کی طرف
 قطعاً توجہ نہیں کی گئی۔

کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی تنظیم ہوتی جا رہی ہے۔ اور اسی سے اصلاح
 ہوگی۔ مگر یہ سچ نہیں ہے۔ آنکھ بند کر کے ہر دینی اسلام کو شامل کر لینا تنظیم
 نہیں بن سکتی ہے۔ اس سے فائدہ نہ ہوگا نقصان ہوگا۔ جس قدر نام کے مسلمان
 اب تک لیگ کے ارکین اور عہدہ دارین چکے ہیں انکی تعداد جناب رسول اللہ
 کے تمام صحابہ کرام کی مجموعی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔ مگر اس سے اتنا بھی
 اب تک نہ ہوا کہ مسلمان شہریوں کی قیادت کچھ کم ہو جاتی، مسلمان ذاتی مردود
 عورت کچھ گھٹ جاتے، مسلمانوں کی اخلاقی حالت کچھ بلند ہو جاتی، کچھ
 مسجدیں آباد ہو جاتیں حکومت کے درباروں کی رذائے حالت کچھ بدلتی،
 باختیار مسلمانوں میں کچھ ایسے بھی نظر آتے جنکو کبھی غذا یا آنا دیا اور کبھی انکی
 زبانیں ہذا کی تسبیح و تہلیل سے تر ہوئیں۔

اگر لیگ میں اسلامی تنظیم ہوتی اور لیگ کے ارکین غیروں سے ایک
 سے ایک گھرے اسلام کی حمایت میں نہ کہتے۔ اسلامی حقوق کے محافظ اور
 اسلامی تہذیب کے حامی محض اپنی اصلاح کر لیتے تو آج ہندوستان میں
 اسلام کی مسلم قوم کی اور مسلم قوم کی وقت و اقتدار کی حالت دوسری ہوتی۔
 یاد رکھو، مسلمان اور کافر میں اصل فرق یہی ہے کہ کافر اپنے ہائے دوسے
 قانون کی مخالفت برداشت نہیں کر سکتا، اور مسلمان خدا و رسول کے احکام
 کی مخالفت برداشت نہیں کر سکتا۔ مسلم لیگ کا آئین فرض ہے کہ وہ
 حقوق کی جان پر قربانی کو شل کے ساتھ احکام الہی کی تائید کو اپنے ہر دگرام
 ہر دگرام کا مزدوری جز قرار دے۔ کامیابی خدا کے ہاتھ ہے!

(مصر صبر)

اخون شکر

میرزا ابوالحسن - معلوم ہوا ہے کہ مولانا سید محمد بادشاہ حسین صاحب نے سنجاب، سلطان و کن ستودہی پتھر اور حوٹوئی ڈرامہ سنان پیر کیلئے قیام مدد اعظم بہادر اور آپ کے شکر بیکار کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دفع ظاہر فرمائی کہ آئندہ سے اس سلطنت اسلامیہ آصفیہ میں ہفتوں کا دائمی استیصال میں آئے گا کہ جس میں یہ آداب و اخلاقیات و بہت دولت و برکت و عافیت و طوفان و شاد و خوش حالی کے کئی کئی مستفیض ہوتے ہیں۔ (اردکان پور)

(ایضاح نمبر ۵)

۱۔ اقدی زہری زہیر ہر۔
۲۔ باب کشف و کراہت۔ جیسے معراج کرخی، ذوالنون عری، دور و اور صاحب۔

۳۔ علماء و شعراء اب۔ جیسے ابودلامہ، ابوقت حموی، ابوداؤد۔
یہ گھنٹہ نہیں ہرگز نہ ہونی چاہیے کہ اس مفہوم مجبورہ کے اندر مسلمان غلام یا غلام زادوں کی مکمل ندرت نہ ہو اُس کا آدھا چوتھائی، لکھ دسواں حصہ بھی آئی ہے۔ نام نہ مل مصنف اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں:-
"کمل تاریخ و سیرت از بوں کا مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اسلام و امراء کا ذکر اور آثار ایک ضخیم جلد میں تمام محدثین و فقہاء کا تذکرہ بھی نہیں آ سکتا۔ چنانچہ اس کتاب میں بہت ہی منتخب اور نمایاں اور اب علم و فضل کا تذکرہ کیا گیا ہے اگر اہل کتب و کتب کیا جائے تو انھیں کے حالات کئی کئی جلدیں ہو جائیں۔ پھر غلام سلاطین و امراء بھی اس کثرت سے ہیں کہ ان کے ذہن کے لیے ایک جلد کافی نہیں ہو سکتی تھی۔" (مستطاب)

اسی حالت میں بہتر یہ تھا کہ سرورق پر "جلد اول" ڈال دیا جاتا اور باقی جلدات کی تیاری کی نیت تو مصنف تو مصنف اپنے دل میں کر لیتے۔ کیا جب کہ اس نیت ہی کی بکثرت سے مالاہٹ تحلیل کے سادہ ہو جاتے اور خود مصنف کی ہمت و فہم ہو جاتی۔

کتاب کی ابھی منیت و ظاہر ہی ہے، لیکن اس کے علاوہ کئی بہت بڑے کام کی ہے۔ چالیس چالیس سال اوپر کیا معنی اس میں بیانیہل بھی چارے اس کے ہاتھ میں لکھیں "فلانی" کے ہم سے شہادت سے تیرے پورے تھے اور کس کس طرح اس واقعہ کو شریعت اسلام کے دائرے میں کر کے لکھیں کہ ہے تھے استحقاق مداجر میں وہ اہل علم جن کے علم سے باوجود حقیقت پر ہی اس صورت میں بے نقاب اور بے غبار صاف نظر آ رہی ہے۔

۱۶۱۔ الامتہ الی فی مراتب الریالی۔ از مولانا محمد زکریا صاحب کا خطوی۔
منجاست ۴۴۸ صفحے۔ قیمت ۱۲ روپیہ، کتب خانہ بھوی، درجہ نگاہ علوم سہارنپور۔
مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث درجہ سہارنپور ایک بڑے دانا و

استحقاق و شکر ہے۔ یہ مولانا سید محمد بادشاہ حسین صاحب نے سنجاب، سلطان و کن ستودہی پتھر اور حوٹوئی ڈرامہ سنان پیر کیلئے قیام مدد اعظم بہادر اور آپ کے شکر بیکار کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دفع ظاہر فرمائی کہ آئندہ سے اس سلطنت اسلامیہ آصفیہ میں ہفتوں کا دائمی استیصال میں آئے گا کہ جس میں یہ آداب و اخلاقیات و بہت دولت و برکت و عافیت و طوفان و شاد و خوش حالی کے کئی کئی مستفیض ہوتے ہیں۔ (اردکان پور)

۱۔ اقدی زہری زہیر ہر۔
۲۔ باب کشف و کراہت۔ جیسے معراج کرخی، ذوالنون عری، دور و اور صاحب۔
۳۔ علماء و شعراء اب۔ جیسے ابودلامہ، ابوقت حموی، ابوداؤد۔
یہ گھنٹہ نہیں ہرگز نہ ہونی چاہیے کہ اس مفہوم مجبورہ کے اندر مسلمان غلام یا غلام زادوں کی مکمل ندرت نہ ہو اُس کا آدھا چوتھائی، لکھ دسواں حصہ بھی آئی ہے۔ نام نہ مل مصنف اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں:-
"کمل تاریخ و سیرت از بوں کا مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اسلام و امراء کا ذکر اور آثار ایک ضخیم جلد میں تمام محدثین و فقہاء کا تذکرہ بھی نہیں آ سکتا۔ چنانچہ اس کتاب میں بہت ہی منتخب اور نمایاں اور اب علم و فضل کا تذکرہ کیا گیا ہے اگر اہل کتب و کتب کیا جائے تو انھیں کے حالات کئی کئی جلدیں ہو جائیں۔ پھر غلام سلاطین و امراء بھی اس کثرت سے ہیں کہ ان کے ذہن کے لیے ایک جلد کافی نہیں ہو سکتی تھی۔" (مستطاب)

اسی حالت میں بہتر یہ تھا کہ سرورق پر "جلد اول" ڈال دیا جاتا اور باقی جلدات کی تیاری کی نیت تو مصنف تو مصنف اپنے دل میں کر لیتے۔ کیا جب کہ اس نیت ہی کی بکثرت سے مالاہٹ تحلیل کے سادہ ہو جاتے اور خود مصنف کی ہمت و فہم ہو جاتی۔
کتاب کی ابھی منیت و ظاہر ہی ہے، لیکن اس کے علاوہ کئی بہت بڑے کام کی ہے۔ چالیس چالیس سال اوپر کیا معنی اس میں بیانیہل بھی چارے اس کے ہاتھ میں لکھیں "فلانی" کے ہم سے شہادت سے تیرے پورے تھے اور کس کس طرح اس واقعہ کو شریعت اسلام کے دائرے میں کر کے لکھیں کہ ہے تھے استحقاق مداجر میں وہ اہل علم جن کے علم سے باوجود حقیقت پر ہی اس صورت میں بے نقاب اور بے غبار صاف نظر آ رہی ہے۔

۱۶۱۔ الامتہ الی فی مراتب الریالی۔ از مولانا محمد زکریا صاحب کا خطوی۔
منجاست ۴۴۸ صفحے۔ قیمت ۱۲ روپیہ، کتب خانہ بھوی، درجہ نگاہ علوم سہارنپور۔
مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث درجہ سہارنپور ایک بڑے دانا و

۱۶۱۔ الامتہ الی فی مراتب الریالی۔ از مولانا محمد زکریا صاحب کا خطوی۔
منجاست ۴۴۸ صفحے۔ قیمت ۱۲ روپیہ، کتب خانہ بھوی، درجہ نگاہ علوم سہارنپور۔
مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث درجہ سہارنپور ایک بڑے دانا و

یہ گھنٹہ نہیں ہرگز نہ ہونی چاہیے کہ اس مفہوم مجبورہ کے اندر مسلمان غلام یا غلام زادوں کی مکمل ندرت نہ ہو اُس کا آدھا چوتھائی، لکھ دسواں حصہ بھی آئی ہے۔ نام نہ مل مصنف اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں:-
"کمل تاریخ و سیرت از بوں کا مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اسلام و امراء کا ذکر اور آثار ایک ضخیم جلد میں تمام محدثین و فقہاء کا تذکرہ بھی نہیں آ سکتا۔ چنانچہ اس کتاب میں بہت ہی منتخب اور نمایاں اور اب علم و فضل کا تذکرہ کیا گیا ہے اگر اہل کتب و کتب کیا جائے تو انھیں کے حالات کئی کئی جلدیں ہو جائیں۔ پھر غلام سلاطین و امراء بھی اس کثرت سے ہیں کہ ان کے ذہن کے لیے ایک جلد کافی نہیں ہو سکتی تھی۔" (مستطاب)

وَالَّذِينَ جَاءُوا بِالْقَدْحِ وَمَدَّتْ بِأَوَّلِكَ حُمُ الْمُنْتَقِينَ

راہنہ جو بھی بلشائیکر آئے ہیں انہیں سزا دی جائے گی (نہی لوگ ہرگز نہیں)

ایڈیٹر: عبدالماجد

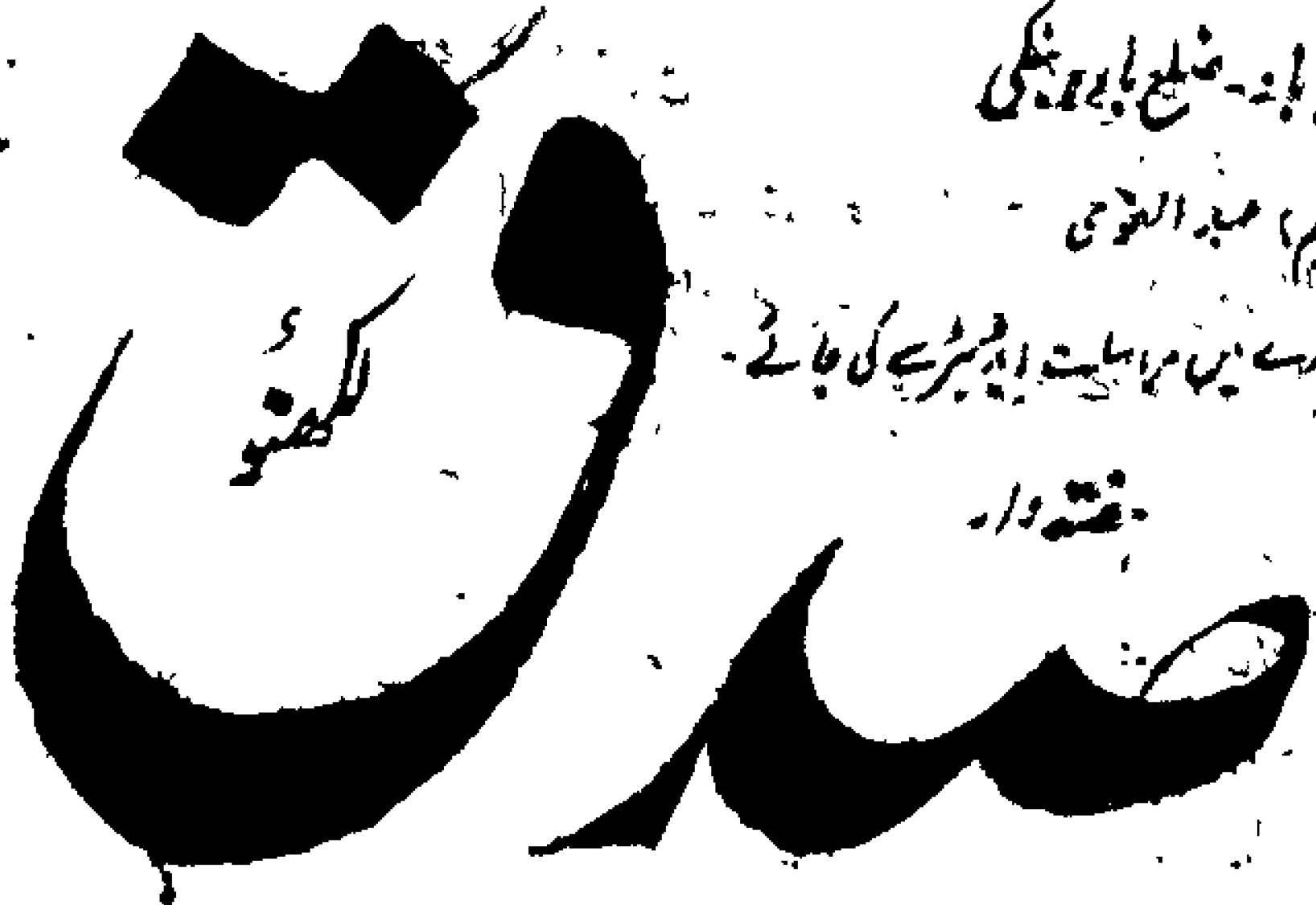
پتہ: - دیابانہ - ضلع باہری

مکتبہ: - (عظیم) عبدالغنی

مضامین کے بارے میں مراسلت ایڈیٹر کے ہاتھ کی جائے۔

مکتبہ دار

(پیشہ ورانہ)



لکھنؤ

چندہ اور انتظامی امور
کے متعلق مراسلت اس پتہ پر ہو۔
محمد عبدالرؤف عباسی مہتمم اخبار "نور"

چندہ سالانہ
شمارہ
بروز ہندسہ سالانہ شمارہ
پیشہ ورانہ

نمبر ۳۴ - دو شنبہ - ۵ - ذی الحجۃ المکرم ۱۳۹۱ - ۱۱ - جنوری ۱۹۷۱ء - جلد ۶

طیب کی موت

صبح قریب ۲۵ - دسمبر کی اور وقت کوئی نہ بجھا، مگر خلعت کا ایک
بجوم سوڑوں سے اور گارڈین سے اور آنگوں سے اور سائیکلوں سے آواز
پیدل رواں تھا لکھنؤ کے ایک مشہور محلہ کی تنگ گلی میں۔ محلہ بھٹائی ڈولہ چہر
اور صوبہ کا مشہور دارالشفاء دہلی کے بعد طب یونانی کا دوسرا دارالہکمت۔
مریضوں اور زندگی سے ابوسوں کا قتلہ اُمید آج سے نہیں پہنچتا پشت سے۔
اُس وقت سے کہ جب کسی کے کان میں نام بھی نہیں پڑا تھا، کسی کے ذہن میں
نصرت بھی نہیں آیا تھا، دکتوریہ اسپتال کا انگلیک بارق ڈریل کالج کا! —
مریضوں کے پیر سے گلی میں روزی گئے رہتے تھے اور ہی وقت تھا۔ آج کے
جمع کا رنگ سب دھوں سے الگ تھا۔ آج دم اُٹھ رہے تھے، افسردگی سے،
اور دل گھس رہے تھے غربت کی گریبوں سے۔ آج بغض دکھائی نہ تھی، سنو
لکھنا نہ تھا، حال کننا نہ تھا، خود عظیم صاحب کا جنازہ پڑھنا تھا، قبر میں
آگاتا تھا، اور دو جو دوسروں کے صبر کا گانہ سمجھا جاتا تھا، خود اس کے جسم
کو ایک گھر سے گڑھے میں دفن کرنا، تربت پر ناک پڑھنا تھا! — عجیب
موت کے پنجے میں، چارہ گرفتار کے شکنجے میں! تقدیر سے تیر کی شکست کی شہاد
شالوں میں لاقتادہ نظروں میں ایک کا اور امانت۔

چار گئے اور آئے۔ علاج یہ ہوا اور وہ۔ اور انجام آخروں ہی ہوا، اس شخص
کا ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ — جو علاج دوسروں کا کر رہا تھا، خود اس کا
مرض لا علاج نکلا۔ جو داستان کے لیے مشہور تھا، پاکس جیسے خود اسی کی زندگی
ایک انسان بن کر رہی! — طب کی کتابیں لایہ کر کے لے کر گیا انسان کی
آئی ہوئی گٹری کے آگے پیچھے کر دینے پر کچھ قدرت حاصل کر لیا ہے، اور اُن
کو پہچان لیتے، بیمار یوں کا نام جان لیتے، فن کی اصطلاحیں یاد کر لیتے،
کیا مرگ وقتا کے قانون کی گزرت ایک ذرہ بھی اُٹھی جو جاتی ہے، کالعدم کی ٹیلیوں
کو کپڑے جیسے چاہیے بنادیتے۔ ام بادشاہ، وزیر، کو قوال، خواش، بھٹن،
دربان، جو چاہیے رکھ دیتے، وقت ساری کی ساری، اختیار کُل کا کُل،
کدہ چلی دالے کے، اور اسکی شفقت کے امانت میں ہے، باذن بدل لباس
والی، مختلف شاذ ارتقاوں والی چلیاں، جس میں کسی دیر میں ٹرکس کیا!
اختیار اور وقت سے متعلق ہر دے کیسے کیسے پڑے ہوئے ہیں، بیکے کس صوبت
کے ساتھ بادشاہ اور وزیر اور کیا اور کیا ان ٹیلیوں ہی کو یقین کیسے ہوئے ہیں!

استعمال سے چند روز قبل، عبادت کا اتفاق چند منٹ کے لیے ہوا۔
ہجر، پور اور زیادہ آگیا تھا۔ کھلتے جاتے تھے اور اُبلتے جاتے تھے۔
لب برابر رہے تھے۔ نازکی پابندی ساری عمر کی، اور آخر عمر میں حج و زیار
آخر بے نتیجہ تھوڑے ہی رکھ سکتی تھیں، اور پیر بائیں آخر میں موت سے
کچھ ہی روز قبل، ایک دلی کال کی نظر عنایت و شفقت اور اُس کے امانت پر حیات!
عبادت کا بڑا وقت اس سبب پر مبارکباد دینے میں صرف ہوا۔
استقرار اور صحت ایسے وقت میں کہ اب صحت میں تھوڑے سا کا کوئی نقص
ہی نہیں، اور عبادت انتظار ہی میں کہ ساعت بہ ساعت طے ہونے لگا ہے۔
میں! اور مرشد کال کی نوید خاص اس پر سزاوار! حُسن انجام کی بیش غری
اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے! اَللّٰم اغفرہ وارحمہ۔

طیب ابن طیب ابن طیب، حاذقوں کی اولاد، حاذق سے پہلے حاذق
کے ہوتے، شفاء الملک عظیم عبدالحکیم لکھنوی محتاج نہ تھے، نہ قنات کے
مشہور طبی ورگ، بھگتیس الطب کی روح رواں، چھٹی خاص صحت، سرخ و سفید چہرہ
تندرست بشر۔ ابھی اس مایوس کو دوا لے رہے ہیں، ابھی اس لپ بگ کو غذا
کے حکم سے چلا رہے ہیں، کہ ایک بچہ خود چار پڑے۔ ذی طبع اور پھر دق۔

استا بیوی سندھی میں

مقدمہ (پانچویں) اورت کے لیے

اُس زمانہ میں اسٹین ندریم زمانہ میں کوئی قانون نہ تھا۔
کتاب لکھی گئی تھی۔ سو وقت تو یہ وجہ شرم تھی۔ (کونسل کے لیے)
"منا بکلو پیٹہ پات کس" (۱۱)

دل بدل جانے کے بغیر بدل جانے سے کی صداقت کی ایک اور مثال مورت گز
مثال اس کے وہ دن جب اس کی استا بہت کی آواز سے ادا ہو کر پھر اس
پیش کی جاتی تھی۔ اب اس خود ادا کے لیے گھرانے کی اورت کے دل
میں ادا کی آواز دینا نہیں آتی اس طرف سے نفرت و بیزاری ہے۔
جاہلیت عرب کی عورت اپنی ترقی یافتہ عورتوں کے مقابلے میں
سے تماشہ دیکھیں اور غاموش رہتی اس حال میں اگر اب غصہ و کینہ کو ذمہ
دفع کرتا رہتا۔ جاہلیت ترکمان کی "مذہب" قانون مرستہ سے ادا دیکھ کر
اس کی عواجاہتوں سے وہ بعض گواہ یا غافل نہیں خود اپنے اپنے کے تہل ادا
کا پورا سامان ہوا۔ احتیاط کر گئی، اور نہ اسے اس کی تعزین زیادہ بچے
اور بھی کی!

تعلقون طلاق

نئی دہلی۔ آج ہندوستانی عورتوں کی نیشنل کونسل کے
املاک میں ایک مزدیوشن پاس کیا گیا کہ مجلس ترقی کے مفاد کو نظر
رکھتے ہوئے کثرت ازواج کے رواج کو بند کیا جائے۔ کونسل نے
اس سلسلہ میں قانون بنانے کی کوشش کی۔ کونسل نے ایک اور
مزدیوشن پاس کیا کہ اگر تداویر کے ساتھ ایک قانون بنا جاوے
جس میں عورتوں کو طلاق کا حق دیا جائے اور نہ کثرت ازواج کو
رکھنے کے قانون کا مقصد فوت ہو جائیگا۔

ایک طرف ہندی یا ہندو عورت کا یہ مطالبہ ثابت ہوتا ہے کہ اسے بھی حق ملنا چاہیے
دوسری طرف جن ای زمانہ میں ایک ہندو تامل پر وغیرہ ہے ایم کے ای ایم اسے
پلی ایچ ڈی کا مقنون روزنامہ ہندو (مدراس) میں کتابت سے سب کی جن قانون
نے اپنے اس طلاق کو بہت آسان بنا دیا تھا اور خود اب طلاق کے کثرت و قوت سے
تنگ آکر قانون طلاق کو سخت بنا رہی ہیں اس لیے کہ اگر گھر خاندان کے مندا
تباہ ہوئے ہوتے ہیں یا رشتہ پر دشتے ڈٹے چلے جا رہے ہیں اسے یہ کہ
اگر ایسے ایک جج صاحب نے ۳۰ دن کی مدت میں نو سو مفادات طلاق کے فیصلے کو
یعنی ایک ایک دن میں تین تین ملائیں دلا دیں!

دنیا ایسا اس افراط و تفریط کی اندھیروں میں ٹوٹ کر رہ گئی تھی چاروں
اور اسلام کی روح تاسف کے ساتھ مل رہی ہے کہ اعتدال و توازن و مروت
میرے دو اخلاقی ہیں۔ طلاق کو عام کر دینے کا نتیجہ کھل بونی تباہیاں اور خانہ پرانی
ہیں۔ طلاق کو قانونی ایچ پی سے دھکنے کا نتیجہ بھی اسی تباہی و بربادی میں ہے۔
طلاق پر غفلت اسلام نے بھی عام کی ہے ایک نہیں متعدد لیکن قانونی سے کہیں
زیادہ غلطی۔ ایسی بندشیں جہاں خلق انسان کے میزبانان و تقویٰ سے ہے۔
دنیا میں ہر انسانی رشتہ بھلے خود نازک ہے لیکن زن و شوکار رشتہ تو نازک تر ہے
اس کے بقا و تحفظ کی قانونی بندش بڑی سے بھی بڑی ضرورت کافی نہیں ہو سکتی۔
کامیاب ذریعہ مرد و عورت کی ضمیر کا بیداری ہے۔ دنیا اس گند کو بھلائے ہوئے

ٹھکانے ہوئے ہے۔ اور قانونی ملائیں ہیں کہ اس کی ہی بھولی پر غور ہو

پاکستان کا نعرہ

"مسلمان کے لیے اسلام سب پر مقدم ہے"
اور ہندوستان کا مفاد کا سب پر مقدم تصور کرنا مسلمان کے لیے
غالب قبول ہے۔ مسلمان کسی تصور اور عقیدہ کو گوارا نہیں کر سکتا
جو اسلامی عزائم و سیاست سے متصادم ہو۔ (مسلم لیگ کے
ایک اذن و زیویشن کا اقتباس)

"ہمارا مقصد، تمام تر اس حکومت کا قیام ہے جو غیر اسلامی
اصول پر ہو۔ ہماری پاکستانی حکومت کو ایران اور ترکی کے نمونوں
سے کوئی سروکار نہ ہوگا اور نہ ہم کسی شخص یا شخصیت کا نام
گرتے جاتے ہیں۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان با
شریعت اسلام کی حکومت ہو۔ ہماری تمنا یہ ہے کہ ساری
دنیا کی حکومتوں پر شریعت عکس ہو۔ ترکی اور ایران کی حکومتیں
بزرگ اسلامی طرز کی ہیں اور ان نمونوں سے اسلامی حکومت
کی بابت ہرگز دھوکا نہ کھانا چاہیے۔" (ایک شہر مسلم لیگ
کی تقریر)

پہلے ایک والوں اور پاکستانیوں کو کیا ہو گیا ہے۔ پھر شریعت، پھر صحیح، پھر
بکھلنے، بکھار کر کہہ رہے ہیں کہ ترکی اور ایران کی حکومتیں ہرگز اسلامی طرز
کی نہیں۔ "ان قانون سے اسلامی حکومت کی بابت ہرگز دھوکا نہ کھانا
چاہیے۔" پاکستانی حکومت کو ایران اور ترکی کے نمونوں سے کوئی سروکار
نہ ہوگا۔ "شریعت اسلام کی حکومت ہندوستان پر ہلکے ہماری تمنا یہ ہے
کہ ساری دنیا کی حکومتوں پر ہو۔" — بیویں مدی عسویٰ بن سونیں
مدی کے خواہاں دیکھتے دالے حق اور کھنوں! ایک طرف تو وہ لوگوں کو
اکوڑا بھلا کہہ جاتے ہیں اور دوسری طرف مجذوبانہ بڑا ہی بانگے میں جو
کس مولوی لٹانے کو بھی سوچنے کی نہیں۔ "لازم" اس سے بڑھ کر اور کیا
سکتی ہے کوئی لگا۔ ان پاکستانیوں سے بڑھ کر کثرت ازواج پر زمین پر اور کھن
دکھائی دیکھا؟

تجدد کی برکتیں

"تذیب جدید کا رخ اس جانب ہے
کہ دنیا کاری میں افتادہ ہوتا رہے۔ سوسائٹی کی نظریں پھرم
اب بھی ہے لیکن اس کی جو اہمیت صدیوں سے چلی آتی تھی
اُس سے اب یہ جرم کہیں ہلکا ہو گیا ہے۔ اب جو شادی شدہ
عورت دنیا کاری میں پکڑ لی جاتی ہے وہ بھاری سے باہر
نہیں کر دی جاتی۔ اس تفسیر مجربات کے اسباب حسیل میں
(۱) کلیسا کے اقتدار و نفوت و تحریف میں زوال۔

(۲) عورت و مرد کی جنسی مساوات

(۳) منحل کے طریقوں کی ترویج (اسکاٹ کی "اسٹاپلو
بڈ پات کس" (۱۱)

اگر اب غور و فکر محققین کے نزدیک بھی دنیا کاری یعنی جسے یورپ کا
قانون میں دنیا کاری تسلیم کر رکھا ہے۔ اور یہ کوئی اتفاقی چیز نہیں،

ریکٹب و رسائل

بلکہ تذبذب و بدو کا بنی اقتضائی ہے۔ اور اس صورت حال کے اسباب اس کی
 زندگی بگڑنے میں یہ ہے کہ اول تو مذہب کی تربیت پر سب میں دلوں سے رخصت
 ہو چکی ہے۔ دوسرے یہ کہ جب حکومت ہر کیفیت سے اپنے کو رکنے لگے اور
 دے دے کی ہے تو آخر اس کی تیر گیا کہ وہ بد چلنی و بد کاری میں بھی مرے دب کر
 گھٹ کر رہے ؟ اور پھر سچ من کے آلات اور اوز کے بعد اذناش
 ہو جائے گا بھی نہ، باقی نہیں۔ پھر آخر کہیں نہ ہو تو اپنے کو بازار کی
 سٹائی بنا کر رکھے، رائل کھیل اور رائل گول کھلائیگی۔ سب دوقہ
 اور سب دوقہ۔ مرض اور تشنیں مرض اور نہ توں آپ بارپ ہی کی زبان سے
 سچ چکے اب ارشاد ہو کہ میں ماہ اور یہی منزلیں اپنے ایک دولت کے لیے
 ہی آپ انتخاب کر چکے تھے ؟

پنجاب میں آمد

پنجاب میں کل اخبار اور سالے ۲۵ شایع
 ہوتے ہیں ان میں سے ۵۰۰ اردو ہیں اور صرف ۲۰ ہندی میں
 اسی صوبہ میں جوڑی سے متبرستہ ملک ڈھینے کی مدت میں انہیں
 ۸۲۱ میں شایع ہوئیں اور ۱۸ ہندی میں
 مگر کوشش کے امتحان میں جو طلبہ ایچ ڈی اے میں شریک ہوئے وہ کل
 ۲۶۹۶ تھے ۲۹۲۶ سے پہلے اردو میں کیے !
 اعداد لاہور کی تازہ اردو کانفرنس میں بیاں پیرا صدر پٹر ڈائریٹر پنجاب کی
 تقریر سے اخذ ہیں !۔۔۔ ہندی کی حمایت میں اتنے مسلسل اور زبردست
 پر بیگانہ کے ہیں بھی اور وہی یہ قبولیت جبرست انگیز بھی ہے اور امید افزا بھی۔

ایک مفید خدمت

آصف اے اے فیضی صاحب اسکرٹری
 اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن انٹرنیشنل لاکالچ، بمبئی (میل) کی ایک طبعہ
 انگریزی تقریر سے یہ معلوم کر کے بڑی سرت ہوئی کہ انہی انجمن قرآن مجید کے الفاظ
 کا مفصل انٹرس رفرسٹ (اشیاء) تیار کرنا چاہتی ہے اور اسکے لیے وہ
 مختلف نوے طلب کر رہی ہے جن صاحب کا نمونہ قابل پسند اٹھ کر انہیں
 نام کے لیے آج سے دو سال کی مہلت ملیگی، یعنی آخر ستمبر ۱۹۳۲ تک۔
 حدیث (یعنی صحاح ستہ اور تین اور کتابوں) کا انڈکس تو انگریزی میں ۱۹۲۶ء
 میں تیار ہو چکا ہے۔ قرآن مجید کا کوئی اچھا انڈکس انٹوس اور حیرت انگیز کہ ایک
 انگریزی میں وجود نہیں۔ کسی ہندی مسلمان کے ہاتھوں یہ خدمت انجام پا جائے
 تو یہ سب کی عین سعادت ہوگی۔ کام کا معاوضہ انجمن نے پانچ سو روپے قرار
 دیا ہے۔ انگریزی خواں، اہل علم اس کی اہمیت اور بہت رکھتے ہیں اور
 سکرٹری صاحب جو موت سے فورا مراسلت شروع فرمادیں۔

برطانیہ اور فرانس

۱۹۳۵ء کے بعد سے برطانیہ کی تباہی
 لاکھوں سے ڈالر کا امانانہ ہو چکا ہے اور ۱۹۳۵ء کے بعد سے تو فرانس
 پیدا ہوا ہے۔ یہ دو بڑی ترقی ہے۔ یہاں بات کے اہرین نے زاکا الیہ
 یہ علم لگا دیا تھا کہ ۱۹۳۵ء میں شرح پیدا ہوا تھا۔ لیکن پھر ہزار
 سے ادھر پہنچے ہر ہفتہ برطانیہ میں پیدا ہو رہے ہیں
 (سندھ اکبریں۔ لندن، انڈیا ہسٹری) ۱۹۳۵ء کے بعد
 ایک ہی پڑت نہیں ہے کہ وہ فرانس اور برطانیہ دونوں کے جو مختلف حفر

- (۱) ناموران سیاست - از عبدالمجیب و محمد نسیم صاحبان
 ۶۶ صفحہ - قیمت ۶
- (۲) ایمان میکر - از اب الشکور صاحب ایم اے ۱۱۵ صفحہ
 قیمت درج نہیں - پتہ، کتبہ جامعہ - نئی دہلی (لاہور - کھنڈ - بمبئی)
 نپولیا آج کل کے اخبار میں ناظرین کے کام کی چیز ہے ۳۲ - مختلف
 شخصیتوں کے، جن کے نام کثرت سے اخبارات میں آتے رہتے ہیں، ان کا تذکرہ
 و تعارف اس میں موجود ہے - پٹر، سولین، پرمیل، ایڈن، اسٹان،
 ابن سودا، وغیرہ - نمبر (۲) بارہ مزاحیہ کرداروں پر طبع آزمائی کا مجموعہ ہے
 (۳) کاغذ کی ٹاؤ - از میکش صاحب حیدر آبادی دیوانہ سبیر
 ۱۱۲ صفحہ - قیمت پندرہ پتہ "سب رس" کتاب گھر، میرٹ آباد حیدر آباد
 ۶ - ریڈیائی مختصر ڈراموں کا مجموعہ۔

- (۴) اردو پڑھنے کا نامہ - ۱۶ صفحہ قیمت ۶
- (۵) غار
- (۶) حکایتیں (حصہ اول)
- (۷) (دوسرا)
- (۸) حبیب خدا
- (۹) نظمیں
- (۱۰) سونپٹی
- (۱۱) صدیق اکبر
- (۱۲) خط و کتابت
- (۱۳) شعل کا انتخاب
- (۱۴) قومی گیت
- (۱۵) غزلیں
- (۱۶) ہمارا وطن
- (۱۷) امی پڑھنے لکھنے
- (۱۸) عمر فاروق

ایک جنیوں کے لیے کتبہ جامعہ کا شایع کیا ہے اور مختلف شخصیتوں کے قلم سے
 نکلے ہوئے مسطورہ درسی کتابوں کا سلسلہ - علاوہ ان مکتوبوں کے اور
 بھی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں - چیزیں سب کے کام کی ہیں - حیرت انگیز
 علاوہ تو اس کتب کی آخری نظم "سندھ و مسلمان" اکتبہ اسلامی ضلع
 قابل گرفت ہے۔
 (۱۹) تحفہ عید الاضحی - از مولوی شاہ فخر الدین خاں صاحب - ۱۱۵
 ار کے ٹکٹ ۶۰ و فرزند الہدایت، جامع سید، غلہ آباد (پوہلی)
 سے مل جائیگا۔
 مومنوں نام سے ظاہر ہے - حیدر آباد کے مولوی مساکل کے علاوہ
 فضائل و شرف ذی الحجہ اور اسرار حج اقرانی وغیرہ پر بھی گفتگو ہے - موسم
 کی چیز ہے۔

پتہ - کتبہ جامعہ - نئی دہلی (لاہور - کھنڈ - بمبئی)
 رشتہ خانیہ کی ان کتابوں میں نہیں ملتا ہے اور ان کے ذریعے
 کتاب میں مذکور طریقہ کار سے ان کے نام اور نام لکھا ہے۔

پتہ - کتاب گھر، میرٹ آباد حیدر آباد
 فرانس "پتہ کثرت" (۱۹۳۵ء)

میری محسن کتابیں

۱۔ اس مضمون سے رسالہ المدد، زکھنوا میں ایک سلسلہ جتنا میں مختلف اصحاب کے قلم سے شائع ہو رہا ہے، ذیل کا مضمون میری صدق کے قلم سے اسی سلسلہ کی ایک قسط ہے۔

علم نامہ ایک رند خرابی کو ایک گناہم، ورنہ ہم گوشتہ نفس نہ ہوتی کو کہ وہ بھی اہل نفس و کمال کی مصنیعہ و آئے۔ اور ہونا انسانہ دہائی دنیا کو کہ سنائے اور یہ علم سینے اسے کون! ایک بزرگ صورت و بزرگ صورت و بزرگ سیرت خود۔ بہتر بزرگ اور خود ووں کو اگر بھٹا اسی داستان میں آتا ہے تو کچھ قلیل فرمایش ابھی ہونی چاہیے لیکن آپ عزت میں نہ سوچا سمجھ لیں، دنیا آپ کے حسن انتخاب کو کیا کیگی! اسے پسند آئے، انہیں انہیں دیوانوں کی!

آنکہ کھلی ایک غاص سے ذہن گھرنے میں! آپ دانشمندی و کھلی ایک چھ سرکاری ہمدرد رہنے کے باوجود، ملنا مولوی اور ملا، انداز میں استدلالی عربی مزید بکت و طرازائے شب بیدار تھی گزارہ زمانہ انیسویں صدی عیسوی کے اخیر کا۔ گھر پر مشرقی تعلیم کا پلن ایک حد تک اپنی تمام مولوی صاحب کے پاس بٹھائے گئے۔ قرآن (آخرہ) اسکے ساتھ ساتھ اردو بھی شروع ہو گئی۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب میرٹھی مرحوم کی۔ یوں کچھ اس طرح مزہ لے لیکر پڑھیں کہ انکی شیرینی اب تک یاد ہے۔ اور! دو ٹوٹی پھوٹی جو کچھ میں کھسکی تھی اسلی بنیاد اس پر۔۔۔ پڑ گئی۔ فارسی میں گلستاں، بوستاں، و قضا حقیقی، پوسٹ و دنیا کے علاوہ، کیا سے سادہ بھی کچھ سمجھے اور یاد نہ پہلے سمجھے جوں توں قلم کر ڈالی، واقعہ اسکول میں ہوا۔ زبان عربی کی استاد شفیق نے عربی سے جو اچھین اور شہت نہ ہونے لائی۔ تصرف ہے انہیں بزرگوں کا۔

ابھی بچپن ہی تھا کہ ایک انگریزی قلم لایا "چھا زور" مہمانی نے شوق آزمایا، کا پیداکر دیا۔ دل غارچی مطالعہ میں لگے لگا۔ اخبار و رسالہ، اثنائے کتاب جو چھپیں چیز بھی سہنے آجانی محال نہ تھی کہ بچ کر کھل جائے۔ اردو کے علاوہ انگریزی فارسی، عربی میں کچھ شہد بد تو ہو ہی گئی تھی، نقد، تعقوت، منطق، مناظرہ، ادب، مناسبات، ناول، ڈراما، طب، شاعری، سب ہی کچھ تو اس میں لگا گیا۔ جوش خداداد مذہبی وجود تھا، آریوں اور عیسائیوں کی مناظرہ کتابوں پر نظر پڑی، انکا گہرا لگا گئی۔ تلاش جو بات کی ہوئی۔ ذہن سی سوار ہو گئی۔ مولانا شاہد امجدی کی "ترک اسلام" وغیرہ مرزا غلام احمد قادیانی کی "سرسہ چشم آریہ" وغیرہ، حکیم ذوالعزیز کی "ذوالعزیز" مولانا محمد علی نوگہری، انظم زور کا ماہنامہ "تحفہ محمدیہ" اسی دور کی یاد ہے۔ اور ہاں ایک نام تو ذہن سے نکلا ہی جاتا تھا، وہ بچا ہے یوں میں گناہم ہو گئے ہیں، مولوی احسان اللہ عباسی دکنل گو مکتوبہ مصنف "الاسلام" (ایریج اسلام) وغیرہ۔ ذوق و شوق سے جاری کیا میں پڑھیں اور اپنی بیباک کے لائن کچھ لکھا لکھا ابھی۔ ادبی میدان میں شروع مرحوم اور انکے سامرین منشی سچا سچا ایڈیٹر، دھبہ بچہ وغیرہ کا دور دورہ رہا۔

۲۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی۔

۳۔ علی بابا سلیمان ایڈیٹر، لکھنؤ۔

یہ اور کتنا پہلے کہ سترہ سو ست و آٹھ تک رہا۔ سترہ سو میں بنیاد تھا، شہنشاہی اور الکلام سے حاصل ہوا۔ اور اسی دہائی کے بارہ سو لاکھ لکھا گیا۔ تلاش انکی اور تحریروں کی شروع ہوئی۔ انہیں بڑھانہ تھا، تلاش کرنا تھا۔ اللہ والد مرحوم کے نام جاری کر آیا۔ پڑھنے پڑھنے شگفتے۔ تازہ پڑھنے کے ہلکے گناہم۔ مولانا کے ہر مضمون کی ایک ایک سطر بار بار پڑھتا۔ فقرے کے خوب غور ہونے۔ ترکیبیں زبان پر چڑھ گئیں۔ ہم سینوں سے کھینچتا، بلکہ لڑا پھرتا کہ علامہ شہنشاہی سے دور کے مجدد ہیں۔ وزیر احمد، عالی مرید، آزاد کے ساتھ بھی حسن اتفاق، قائم رہا۔

سترہ سو میں عمر کا سولہواں سال تھا کہ بڑک پاس کر گھنوں میں کالی میں افضل ہوا، اور یہ انگریزی کتابوں پر ٹوٹ پڑا۔ اتفاق سے شروع ہی یہ ایک بڑے انگریز ڈاکٹر کی کتاب سائے لکھی، نام تھا۔

۴۔ اس قلم نے کھل کر اور بڑے قلم اور الفاظ میں ادبیت کی حمایت اور مذہب و اخلاق دونوں سے بناوٹ کی نفی۔ موضوع بہت اہمیت اور نیک چلنی کے کوئی معنی نہیں، بعض پڑھنے لوگوں کا گڑھا ہوا دھکوسا ہے، اصل شہت اور مادی راحت ہے۔ صحت کا خیال رکھ کر کچھ ہی میں آئے کہ وہ۔ کچھ زعفران کی قیدی سب لکھنی ہیں۔ مصنف کے پیش نظر اسلام یقیناً نہ تھا، لیکن زور تو ہر حال اسلام پر پڑتی تھی۔ خیالات و افواہوں کو ہونے لگے۔ اس زمانہ میں اتفاق سے ایک اور کتاب بھی نظر سے گزری۔ یہ ادبی تھی۔ شاہرہ عالم کے احوال و خیالات پر اس میں ایک جگہ پوسٹہ قدی تصور مصنف بھر پور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ اور کچھ سند بھی تھی کہ نفی (خدا) کے بیوزیم پر قلمی تصور موجود ہے۔ یہ اسکا فوہ ہے۔ تلبیہ یہ تھا۔ سر پر عمامہ، جسم پر عبا، کھار کر سے بندھی ہوئی، شانہ پر ترکش، ہاتھ میں کمان، تیروں پر تل پڑے ہوئے، آنکھوں سے غصہ، بشرہ سے تند خوئی، عیاں نشان رحمت، نشان الگ رہی، مٹوئی نرم دلی، از یک مزاجی کے آثار میں کبھی مفقود۔ بچہ سداوت۔ مغزیت سے مرعوب و اس کے لیے اب شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہی۔ کچھ تھی؟

دماغ پہلے ہی مغالوت ہو چکا تھا، اب وہاں بھی غرور ہو گیا۔ اور ادب سے

پاؤں آیا، اسلامیت کو شام، ایمان کو شام، خود مسلط ہو گیا۔ آریہ کج صحبت۔

دوسرے ذرا سب سے پہلے ہی سے دل ہٹا ہوا تھا، اب کلمہ کلمہ "تو ہی اور۔

آزاد خیالی کی ملامت قائم ہو گئی۔ الحاد کا نشہ، بدینہ کی تڑپ، "شیرازم"

معاذت سے پڑھنے لگے۔ "ایک اسٹیزم" (لا اوریت سے آزادانہ کھلا۔ لندن

کی پبلشنگ ایسوسی ایٹس) (بجین غفلتیں) کی مہر کی قبول کر سارا وقت

ایوم، ال۔ اسپر کے لیے، ریل، انکسوں پر ڈیلا، بوختر، ڈیون، ایونٹ کے

نکلار، مارین، انگلیکین و فیو کی نذر ہونے لگا۔ ل کو اتنا چھا، اتنا پڑھا، کہ

دکانوں میں لکھا حافظ مشہور ہو گیا۔ ایک ایوکتا سب سے منطق عصمت، مافی

۵۔ ایک شہید انگریز ڈاکٹر کی۔ اس زمانہ میں

نظر سے گزری۔ ذکر امرین عیسوی، دماغی کا تھا۔ بہت بخت نے مرض مرث کے مضمون میں

لکھا تھا کہ اسکی ملاقات کو لوگ پڑھنے زمانہ "یسا تو ہی الہی" سمجھنے لگے تھے اور

مصر کے عام قوسے دماغی و بہت اچھے ہوتے ہیں۔ وہ دنیا میں انقلاب

برپا کر رہا ہے، مذہب اور سلطنت، دونوں قائم کر سکتا ہے، قوس نااز۔

۶۔ اتحاد اسلام، بزرگی میں اگر کچھ کسرا تھی تو اب ہری ہو گئی، بھلا

تو انہیں جانتے لگی، تو فارم میں جاس مذہب کا غار تو ہے، ہاں سچا

مسلمان کے شیئٹ گھبراؤ!

اگرچہ بے دینی یا عقلیت کا یہ دور کوئی ۲۰ سال تک قائم رہا، یعنی ۱۹۰۰ء سے وسط سترہ تک، اب اسے بلی اسے کی گیل ہوئی۔ ایم اسے کی گیل نہ ہوئی، لیکن تعلیم تو بہر حال فلسفہ لیکر پائی، معنوں نگاری، تصنیف، تالیف اور انگریزی دونوں زبانوں میں جاری رہی۔ ہوتے ہوئے سترہ سترہ آگیا۔ آخر سال تھا کہ ایک دوست کی تحریک پر انگریزی میں دو مذہب پر کتابیں لکھیں اور کسی قدر اور حاصل ہوا۔ مثلاً جہنم و فلسفہ کا مطالعہ شروع ہو گیا۔ خصوصاً سترہ سینٹ اور بارس کے مشہور فلسفی ڈاکٹر ہلگو ان داس کے انگریزی تراجم تالیفات کے ذریعہ سے سترہ بیت 'مادیت' اور عقلیت کا جو تیز نشہ سوار تھا، وہ بتدریج ہلکا ہونے لگا اور دل اس کا قائل ہو گیا کہ مادہ ہی اور حسی دنیا کے علاوہ کبھی کسی اور عالم کا وجود ہے ضرور۔ ہلگو گیتا کا انگریزی ایڈیشن (سترہ سینٹ کا ترجمہ) اس شیئٹ سے اکسیر ثابت ہوا۔ مذہب کا نام اب قابل مضحکہ نہ رہا، روح اور روحانیت کے الفاظ سے نفرت و بیزاری دور ہو گئی۔ اس اسی درمیان میں مولانا شبلی کی سیرۃ النبی کی جلد اول شائع ہو چکی تھی۔ اسے خوب طور سے پڑھا تھا اور اس سے بھی اچھا اثر قبول کیا تھا۔ صاحب سیرۃ کی رسالت پر ایمان تو اب بھی دور کی چیز تھی، لیکن مارگو لیس وغیرہ کے اثر سے (نور اللہ) جو ایک فدا سادہ و سخاوت و سرور کا شعور قائم ہو گیا تھا، آنکھوں سے یہ رنگ اسی سیرۃ کے مطالعہ کی برکت سے کٹ چکا تھا اور اس کی جگہ ایک خوش نیت مصلح قوم کے نکلنے لگی تھی۔

اب دل مسلمان صوفیہ کے اقوال و احوال میں بھی لگنے لگا تھا۔ کشف و کرم کے ذکر پر اب یہ نہ ہوا کہ بیباختہ ہنسی آجاتی، بلکہ تلاش اس قسم کے لطافت و نفوذاں کی رہنے لگی۔ فارسی اور اردو دنیا میں بہت سی اس سلسلہ میں پڑھ ڈالیں۔ مسلمان تو یہ بھی نہ تھا، لیکن طغیان و عداوت کا زور ٹٹ چکا تھا۔ محسن کتابوں کے سلسلہ میں محسن شخصیتوں کا ذکر یقیناً بے محل ہے۔ لیکن اتنا کہ بغیر تگے بڑھانے نہیں جاتا کہ اس دور میں دو یا تین بڑا ہستیائیں بھی ایسی تھیں جن سے طبیعت رفتہ رفتہ اور جنت نزدیک رہتا رہتا ہی لیکن بہر حال اسلامی ہی اثر قبول کرتی رہی۔ ایک بار ڈاکٹر کے مشہور حکیم و خیریت شاعر اکبر آبادی ہیں، دوسرے کا مرید کے بڑے اثر و نفوذ کے "سٹر" اور اسی درمیان میں مولانا ہو جاسے دوسرے محمد علی ان دوسرے بعد ہلاک اثر مولانا حمید الدین غفر قرآن کا ہمراہ پڑھا۔

سترہ و قریب ختم تھا، ایک عزیز کے پاس فتویٰ سنوئی (کا پورہ) (ایڈیشن) کے چند منہج و فکر دکھائی دیے۔ اللہ رحمت اللہ وعدہ کی تربت پر اپنی محنت کے پھول برسائے، کا فدا، کتابت، طباعت کے جملہ محاسن ظاہری سے آراستہ، ماشیہ غایت معضل۔ چند سال بعد وہ قوجہ بھی نہ کرتا، لیکن اب زمین پوری طرح تیار ہو چکی تھی، معذرت کہ فدا لکھنے اور منٹ کی پابندی کے ساتھ ٹھیک وقت سے ملی بھالہ ذوق و شوق سے فرمایا گیا، اور ہر قدم پر شوق کی رفتار تیز تر ہوتی گئی۔ الفاظ لے سٹیل ہیں، جن میں اس ذوق و شوق کی کیفیت بیان کی جاسکے، اس قدر اس قدر اور جی ہی تھی، سادہ و معرفت کے نجات و اسرار انگ ہے۔ ظاہری لغت میں بھی، دہا اشارے کے سمجھ میں نہ آئے، لیکن انہماک کا یہ عالم کہ ایک شعر میں چھوڑنے کو جوں نہ پاتا۔ اور دل بے اختیار چاہتا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سانس لے، تاکہ قاسم سے سزاوارتہ ایک مطلق دوسرے نقیسات، نقیسات ہیں سب کے زیادہ، اور ایک مشہور استاد و فن و لیر جس کا رہا

دفتروں کو ایک دھسے چاٹ جاؤں۔ کھانے پینے لگے، بٹلے باب کا برش نہ رہا۔ طبیعت بیکار کر کرہ بند کیے بس اسی گوشہ سے آخر تک پڑت پڑا رہا۔ ہر شعر و تر و شتر بگردل کے اندر پوسٹ ہونا جانا اور تشکیک، ارباب عقلیت والا اور بیت کے بادل سب جھٹکتے چلتے جاتے۔ مائے علمی رنگ کے دل کو زیادہ نہ بھلتے، خصوصاً شیخ ابن عربی کے نظریات جو اس آجائے، اس قوم کو دم بکھنے لگتا کہ یہ تو ہی پھر وہی انفلٹون و غیرہ کے طرز کی باتیں آگئیں جن سے گہرا کر اکتا کر میں بھاگا تھا۔ حضرت حاجی ادا اللہ دہلوی کے چھوٹے سادے اور پزیرا جی جہاں نظر پڑتا ہے، طبیعت بھرک جاتی اور دل گواہی دے اٹھتا کہ بیشک یہ قول سچے ہی کا ہے۔

مولانا نے حضرت رسالت کے باب میں کہا ہے کہ اس پر کسی بوجہ یا غباری غارت سے دل غافل نہ رہے، کیا معنی، پیر کی تو ہر چیز سب سے خور ہوئی ہے۔

دوسرا آواز پیر سحرہ است

میں اپنا بالکل ہی حال خود نشوئی سے متعلق تھا۔ ہر شعر و پیرا کہ شہادت دے رہا تھا کہ میں بچے ہی کی زبان سے نکلا ہوں کسی اور دلیل و برہان کی حاجت ہی نہ تھی۔ فتویٰ کا مطالعہ ہنوز نہیں سینوں مسلسل جاری رہا، اور اس ساری مدت میں ایک نشہ سار پر سوار رہا۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، بس اسی کی دھن۔ ہنس عالم میں کہیں مر گیا ہوتا، تو عجیب نہیں کہ بکیر کے سانسے ذہب کے سوال پر جواب زبان سے ہی نکلتا کہ "وہی مذہب ہے جو مولانا سے ہم کا مذہب تھا" قرآن و رسالت تک پر بھی ایمان نہ تھا، بس دلیل سے بڑی ہی تھی کہ جب صاحب فتویٰ اس پر ایمان رکھتے ہیں تو کیوں نہ یہ دین سچا ہوگا۔

خالقا است مسئلہ تھا کہ ایک عزیز کے پاس مولوی محمد علی دہلوی کا انگریزی ترجمہ القرآن پڑھنے میں آیا اور طبیعت نے اس سے بھی بہت گہرا اور اچھا اثر قبول کیا۔ مغربی راوی سے آئے ہوئے بیسیوں شہادت و اعتراضات اس ترجمہ و تفسیر سے دور ہو گئے۔ اور یہ سارے اب تک قائم ہے۔ اس میں سال کے موسم میں قاسیاں اور غلٹیاں بہت سی، بلکہ بعض جگہ تو ایسی جہاں جس کے اندر تحریف سے مل جاتے ہیں، اس ترجمہ و تفسیر کی، علم میں آچکیں۔ لیکن انگریزی خواہوں اور مغرب زدوں کے حق میں اس کے مفید اور بہت مفید ہونے میں ذہبی کلام نہیں۔ ہر بیت کا واسطہ جب اللہ کی حکمت صریح غیر مسلموں کے کلام کو بنا دیتی ہے۔ تو یہ تو بہر حال اللہ کے کلام کا ترجمہ و ماشیہ ہے۔ ترجمہ کی بعض اختلافی غلطیوں کی بنا پر انکی ساری کوشش سے بدظن ہو جانا قرین انصاف و مصلحتات متعین نہیں۔

نیم مسلمان ہو چکنے کے بعد پھر پڑا مسلمان بن جانا اور اخلاقی اسلام کا نقشہ کے تحت میں آجائے کچھ زیادہ دشوار تھا، اقبال کی اردو اور فارسی نظمیں، محمد علی کی نظائیں اور تحریروں (خصوصاً زمانہ نظربندی ۱۹۰۷ء کی) سب اپنا اپنا کام کرتی ہیں، دل میں گھر کرتی گئیں۔ یہاں تک کہ کتب و بات مجددی سے اس پیر کی نور لگا دی۔ کتب و بات کا جو امر تیری نسخہ متعدد جگہوں میں پیش نظر رہا۔ وہ اپنی صدقائی و خوشنوائی اور کثرت حواشی کے لحاظ سے گویا فتویٰ ہی کے اسی کا پورا کا ایڈیشن کی کر سکا تھا اور اثر میں شاید اس سے کچھ ہی کم۔ فتویٰ سے اگر طبیعت میں ایک شورش اور تڑپ پیدا ہو گئی تھی تو اس میں سکون اور ٹھہراؤ کتنا

اس لو لے پرت اچھل کر ان سے چلے
نہ تو کوئی کرنا۔ کیا چھٹا تھا اور نہ چلنے
ماتھے سے کھٹا تھا ایسا ہوا تو ان باطل
پرستوں کے لیے تہہ کی کوئی گنجائش ہو سکتی

ہر مال اب مباحی، تاہم جن کے معلومات نامکمل تھے کہ مسلمان نیاز
تجائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کن بودیں اور عیسائیوں نے کہاں اور کب بعض
قرآنی کے یہ معلومات حاصل کیے۔ (نوٹ: بائبل کا حق)
وحی کے سنی کی تعبیر کے بعد جو کہ عیسائی تعلیم کا نام ہے، اپنے وحی کے
بعض انعام پر غور کریں۔ اعلیٰ سے قرآن پاک کی ان اکثر آیتوں کو دیکھا کر کے
جن میں وحی کا لفظ ہے، نتیجہ نکالو کہ وحی کے سنی میں ہر عمل جو جو
ایضاً ہے اس وحی و سنت کا جو لفظ انسانی میں داخلیت رکھتی ہے

(جوہر ص ۵۹)

”سب سے پہلی قطعی ح وحی کا مفہوم متعین کرنے میں رہنا رکھی گئی ہے
ہے کہ وحی کو انبیاء و رسل کے لیے مخصوص سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ
حقیقت نہیں..... غیر انبیاء و کلمہ حیوانات و جمادات پر بھی وحی

قرآن پاک کی آیتوں سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اندوسے وحی کی تین قسمیں ہیں 'وحی نوعی' وحی شخص یا 'جائی' اور وحی نبوی۔ اور تینوں کے الگ معنی اور لوازم ہیں۔ سب سے پہلے وحی نوعی یا فطری کو لیجئے، جس سے وحی کو سب سے زیادہ مناسطہ پیش آیا ہے یا مناسطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

سب سے زیادہ مستطیع ہیں آیا ہے یا مستطیع دیے کی کوئی ہے۔
 یہ وہ وحی ہے جو آسمان و زمین اور جانور اور جمادات
 ملکہ سرنوع مخلوق کو ملی ہے اور جسکو اہل علم اصطلاح

(12)

روحی کے اقسام

ہیں کہ یہ سب چاہیے کہ وہی ربانی کی صفت
 اسی ربانی کی صفت | اُس وہی کے جو خدا کی طرف سے ہوتی ہے، اسی
 کیا ہیں۔ سو معلوم ہونا چاہیے کہ وہی ربانی اُس طریقہ یعنی لماذریہ فیہی کا
 نام ہے جس کے واسطے انسان کے غور و فکر کسب و نظر اور تجربہ و استدلال
 کے بغیر خاص اشد تنائی کی طرف سے محض اُس کے فضل و عطائے کوئی علم آئے
 اور آیات قرآنی اس پر گواہ ہیں ہم یہاں پر انہیں آیتوں کو پیش کرتے
 ہیں جن میں قصص قرآنی کی نسبت سے وہی کا ذکر ہے۔

[illegible]

وحی کی حقیقت کی تشریح مدعی نے اب تک کی ہے تو، چوتھے مرحلے
سوجھ بوجھ، انسانی اثر اور وجدان۔ "ہر شخص سے جس میں عقل کا کوئی
ذرا ہے۔ یہ سوال ہے کہ دنیا کے تاریخی واقعات کا علم کسی شخص میں برحق
سوجھ بوجھ، انسانی اثر اور وجدان سے پیدا ہو سکتا ہے؟ یہ تو جب
ہی معلوم ہو سکتے ہیں کہ یا تو وہ کسی سے سنے جائیں، یا کسی کتاب میں
پڑھے جائیں، قرآن پاک نے ان دونوں طریقوں کی نفی کر دی ہے، اور
یہاں پر ظاہر بھی کر دیا ہے کہ ان واقعات کا علم انسانی ذرا سے نہیں،
بلکہ غیب سے بذریعہ وحی ہوا ہے۔

انسانی ذریعہ علم کے ان دونوں طریقوں کی نفی قرآن پاک کی صریح آیت میں ہے

جانوں کا جتنا اور چمکا انسان کے بچوں کا رومہ پناہی کے بچوں کا شمار
 کرنا۔ شہد کی کسی کچھ لوں اور بچوں کی جنوں جو سنا اور اوبے رہے
 درختوں اور ہزاروں بچے جاتا تھا جس پر ہر ایک کے لیے ایک حکام
 حکام کا دھی افتخار ہے جو اول پیدائش میں خدا نے انکی طبیعتوں میں
 دھی کر کے رکھے تھے پر وہ مجبور ہیں اور جو محاکات کے تحت ہیں اور
 جن کو دیکھ کر مادی ہو جانے کی بنا پر انسان کو احکام طوط کے ہیں
 اور جن کے لیے کریم کے لیے جو احکام طوط کے ہیں پیدائش میں بلکہ
 طاق طوط کے وہ دھی و احکام ہیں جو انکی طوط کی پیدائش کے لیے ہی
 دن سے انکے لیے گئے ہیں
 اس سنی کو پہل نظر کر اس آیت کو چھپے جو ہمارے دی کے لیے
 غفل کا سرچشمہ ہے۔

اور ترے رب سے شہد کی کھس کو دھی کی ایک
 دھپاڑوں درختوں اور جوتوں میں چھپے
 گھرنے پھر ہر قسم کے بچوں کے کھا سو اپنے
 پروردگار کے روبرو اور انہوں میں تاجدار ہو کر
 چل اس کے پرستے پہلے کی ہر مسعد رنگ
 کی جن میں انسان کے لیے شفا ہے نکلتے
 اس واقعہ میں سوچنے والوں کے لیے دانش
 کی نشانی ہے۔

آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نظری حکم کو دھی کے نقطے اور آواز پر
 جسکی تابعداری شہد کی کھس کے ہر پروردگار ہے۔ یہ شہد کی کھس پر حکم دھی
 ہے جسکو خدا نے آغاز خلقت ہی میں اس پر واجب ٹھہرا دیا ہے جس سے
 تا فرمائی شہد کی کھس کے بس کی بات نہیں۔ لیکن یہ علم شہد کی کھس کو پہل
 سوجھ بوجھ "نفسانی تاثرات" اور دھنک اور تجربہ و استدلال سے حاصل
 نہیں ہوا ہے۔

انسانوں میں پیدائش کے آغاز میں یہ نیکی دہری تجربہ ضرور نمودار ہوتی
 دونوں کی ملا جلی طاق طوط کی طرف سے درحیبت رکھی گئی ہیں
 یہ وہ حکم ہے جو اول روز انکو ہو چکا تھا جس لیے خدا نے اسکو اپنا امام فرمایا ہے
 فاما فخر اور تقوا
 (شخص)

دیکھ کر انسان کے اس حصول استعداد میں ہر عمل سوجھ بوجھ اور تجربہ و فکر
 تجربہ و استدلال کو کوئی دخل نہیں آگے پہلے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ دھی بے جا نہیں کو بھی پہنچتی ہے۔ زمین کو دھی
 ہے کہ اسکی چھ پر تیار تھک جو کچھ ہو گا وہ اپنی زبان خالی یا زبان حال سے
 اسکا سارا افسانہ ایک دن وہ ہوا دھتے
 ماسخہ شدت اخبار ہاتھ
 رکب ابھی کتا دلال
 یوفوت میں جانتا ہے کہ یہ شہادت زمین کی ہر عمل سوجھ بوجھ "نفسانی
 تاثرات" اور دھنک اور نظر و استدلال کا نتیجہ نہ ہو گی۔
 آج کو میں دھی ہوئی کہ وہ اپنے کاروبار کو اس طرح انجام دیتا رہے

جس طرح خدا نے اسکو حکم دیا ہے۔ آفتاب سے اسی طرح نکلتا ہوا ہوتا ہے۔ چاند
 اسی طرح چمکتا اور چمکتا ہے اور ستارے اسی طرح چمکتے ہیں جس طرح آغاز
 خلقت میں انکو حکم دیا ہے۔ فرمایا
 دھی کی کل مسکو ہر ایک اور خدا نے ہر انسان میں اس کے کام کو دھی
 (نفسانی تاثرات) کر دیا۔

اسی حکم دھن کے مطابق ہر انسان کے کام کو احکام دے رہا ہے اس میں
 انسان کے ہر عمل سوجھ بوجھ "نفسانی تاثرات" اور دھنک اور تجربہ و استدلال
 کو کوئی دخل نہیں۔

دھی کی دوسری قسم وہ ہے جو خواہ میں است کو اور دھی
 دھی کی ایک قسم
 ہے اور اسکا دوسرا اصطلاحی نام القادار الہام (اصطلاحی معنی میں) اور
 محدثیت اور تخلیق ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو دھی ہوئی کہ
 بچہ کو صند دھن میں رکھو دیا میں ڈال دو اور تم باہر پانچ سو ہو تم اسکو
 ہر رہیں ہو چکا سکیں گے اور ایک دن میں اسکو پھر پناہی دیا۔ فرمایا

دھی کی ایک قسم وہ ہے جو خواہ میں است کو اور دھی
 دھی کی ایک قسم
 ہے اور اسکا دوسرا اصطلاحی نام القادار الہام (اصطلاحی معنی میں) اور
 محدثیت اور تخلیق ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو دھی ہوئی کہ
 بچہ کو صند دھن میں رکھو دیا میں ڈال دو اور تم باہر پانچ سو ہو تم اسکو
 ہر رہیں ہو چکا سکیں گے اور ایک دن میں اسکو پھر پناہی دیا۔ فرمایا
 دھی کی ایک قسم وہ ہے جو خواہ میں است کو اور دھی
 دھی کی ایک قسم
 ہے اور اسکا دوسرا اصطلاحی نام القادار الہام (اصطلاحی معنی میں) اور
 محدثیت اور تخلیق ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو دھی ہوئی کہ
 بچہ کو صند دھن میں رکھو دیا میں ڈال دو اور تم باہر پانچ سو ہو تم اسکو
 ہر رہیں ہو چکا سکیں گے اور ایک دن میں اسکو پھر پناہی دیا۔ فرمایا

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پروردگار کا الہام حواریوں کو ہوا۔
 اور شادی ہے۔

دھی کی ایک قسم وہ ہے جو خواہ میں است کو اور دھی
 دھی کی ایک قسم
 ہے اور اسکا دوسرا اصطلاحی نام القادار الہام (اصطلاحی معنی میں) اور
 محدثیت اور تخلیق ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو دھی ہوئی کہ
 بچہ کو صند دھن میں رکھو دیا میں ڈال دو اور تم باہر پانچ سو ہو تم اسکو
 ہر رہیں ہو چکا سکیں گے اور ایک دن میں اسکو پھر پناہی دیا۔ فرمایا

دھی کی ایک قسم وہ ہے جو خواہ میں است کو اور دھی
 دھی کی ایک قسم
 ہے اور اسکا دوسرا اصطلاحی نام القادار الہام (اصطلاحی معنی میں) اور
 محدثیت اور تخلیق ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو دھی ہوئی کہ
 بچہ کو صند دھن میں رکھو دیا میں ڈال دو اور تم باہر پانچ سو ہو تم اسکو
 ہر رہیں ہو چکا سکیں گے اور ایک دن میں اسکو پھر پناہی دیا۔ فرمایا
 دھی کی ایک قسم وہ ہے جو خواہ میں است کو اور دھی
 دھی کی ایک قسم
 ہے اور اسکا دوسرا اصطلاحی نام القادار الہام (اصطلاحی معنی میں) اور
 محدثیت اور تخلیق ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو دھی ہوئی کہ
 بچہ کو صند دھن میں رکھو دیا میں ڈال دو اور تم باہر پانچ سو ہو تم اسکو
 ہر رہیں ہو چکا سکیں گے اور ایک دن میں اسکو پھر پناہی دیا۔ فرمایا

(باقی آئندہ)

خدیجہ الصمدیہ کی خدمت میں

انسانی کتابوں کے ساتھ اور ان کے ضمن میں اللہ کی کتاب کا نام لےنا اور
 دہنوں میں موازنہ و تقابل کی ٹھہرانا بڑی ہی بد مذاقی ہے۔ اور پھر محسن کتابوں
 میں ”کتابوں“ (مفہوم جمع) کا لفظ خود اس پر اطلاق کر دیا ہے کہ اہل کمیٹی نے منہ
 سے بالکل خارج ہے۔

787, 788, 789, 790
 791, 792, 793, 794
 795, 796, 797, 798
 799, 800, 801, 802
 803, 804, 805, 806
 807, 808, 809, 810
 811, 812, 813, 814
 815, 816, 817, 818
 819, 820, 821, 822
 823, 824, 825, 826
 827, 828, 829, 830
 831, 832, 833, 834
 835, 836, 837, 838
 839, 840, 841, 842
 843, 844, 845, 846
 847, 848, 849, 850
 851, 852, 853, 854
 855, 856, 857, 858
 859, 860, 861, 862
 863, 864, 865, 866
 867, 868, 869, 870
 871, 872, 873, 874
 875, 876, 877, 878
 879, 880, 881, 882
 883, 884, 885, 886
 887, 888, 889, 890
 891, 892, 893, 894
 895, 896, 897, 898
 899, 900, 901, 902
 903, 904, 905, 906
 907, 908, 909, 910
 911, 912, 913, 914
 915, 916, 917, 918
 919, 920, 921, 922
 923, 924, 925, 926
 927, 928, 929, 930
 931, 932, 933, 934
 935, 936, 937, 938
 939, 940, 941, 942
 943, 944, 945, 946
 947, 948, 949, 950
 951, 952, 953, 954
 955, 956, 957, 958
 959, 960, 961, 962
 963, 964, 965, 966
 967, 968, 969, 970
 971, 972, 973, 974
 975, 976, 977, 978
 979, 980, 981, 982
 983, 984, 985, 986
 987, 988, 989, 990
 991, 992, 993, 994
 995, 996, 997, 998
 999, 1000, 1001, 1002
 1003, 1004, 1005, 1006
 1007, 1008, 1009, 1010
 1011, 1012, 1013, 1014
 1015, 1016, 1017, 1018
 1019, 1020, 1021, 1022
 1023, 1024, 1025, 1026
 1027, 1028, 1029, 1030
 1031, 1032, 1033, 1034
 1035, 1036, 1037, 1038
 1039, 1040, 1041, 1042
 1043, 1044, 1045, 1046
 1047, 1048, 1049, 1050
 1051, 1052, 1053, 1054
 1055, 1056, 1057, 1058
 1059, 1060, 1061, 1062
 1063, 1064, 1065, 1066
 1067, 1068, 1069, 1070
 1071, 1072, 1073, 1074
 1075, 1076, 1077, 1078
 1079, 1080, 1081, 1082
 1083, 1084, 1085, 1086
 1087, 1088, 1089, 1090
 1091, 1092, 1093, 1094
 1095, 1096, 1097, 1098
 1099, 1100, 1101, 1102
 1103, 1104, 1105, 1106
 1107, 1108, 1109, 1110
 1111, 1112, 1113, 1114
 1115, 1116, 1117, 1118
 1119, 1120, 1121, 1122
 1123, 1124, 1125, 1126
 1127, 1128, 1129, 1130
 1131, 1132, 1133, 1134
 1135, 1136, 1137, 1138
 1139, 1140, 1141, 1142
 1143, 1144, 1145, 1146
 1147, 1148, 1149, 1150
 1151, 1152, 1153, 1154
 1155, 1156, 1157, 1158
 1159, 1160, 1161, 1162
 1163, 1164, 1165, 1166
 1167, 1168, 1169, 1170
 1171, 1172, 1173, 1174
 1175, 1176, 1177, 1178
 1179, 1180, 1181, 1182
 1183, 1184, 1185, 1186
 1187, 1188, 1189, 1190
 1191, 1192, 1193, 1194
 1195, 1196, 1197, 1198
 1199, 1200, 1201, 1202
 1203, 1204, 1205, 1206
 1207, 1208, 1209, 1210
 1211, 1212, 1213, 1214
 1215, 1216, 1217, 1218
 1219, 1220, 1221, 1222
 1223, 1224, 1225, 1226
 1227, 1228, 1229, 1230
 1231, 1232, 1233, 1234
 1235, 1236, 1237, 1238
 1239, 1240, 1241, 1242
 1243, 1244, 1245, 1246
 1247, 1248, 1249, 1250
 1251, 1252, 1253, 1254
 1255, 1256, 1257, 1258
 1259, 1260, 1261, 1262
 1263, 1264, 1265, 1266
 1267, 1268, 1269, 1270
 1271, 1272, 1273, 1274
 1275, 1276, 1277, 1278
 1279, 1280, 1281, 1282
 1283, 1284, 1285, 1286
 1287, 1288, 1289, 1290
 1291, 1292, 1293, 1294
 1295, 1296, 1297, 1298
 1299, 1300, 1301, 1302
 1303, 1304, 1305, 1306
 1307, 1308, 1309, 1310
 1311, 1312, 1313, 1314
 1315, 1316, 1317, 1318
 1319, 1320, 1321, 1322
 1323, 1324, 1325, 1326
 1327, 1328, 1329, 1330
 1331, 1332, 1333, 1334
 1335, 1336, 1337, 1338
 1339, 1340, 1341, 1342
 1343, 1344, 1345, 1346
 1347, 1348, 1349, 1350
 1351, 1352, 1353, 1354
 1355, 1356, 1357, 1358
 1359, 1360, 1361, 1362
 1363, 1364, 1365, 1366
 1367, 1368, 1369, 1370
 1371, 1372, 1373, 1374
 1375, 1376, 1377, 1378
 1379, 1380, 1381, 1382
 1383, 1384, 1385, 1386
 1387, 1388, 1389, 1390
 1391, 1392, 1393, 1394
 1395, 1396, 1397, 1398
 1399, 1400, 1401, 1402
 1403, 1404, 1405, 1406
 1407, 1408, 1409, 1410
 1411, 1412, 1413, 1414
 1415, 1416, 1417, 1418
 1419, 1420, 1421, 1422
 1423, 1424,

اعلان تعطیل

سب سول سال ہی عید الاضحیٰ کے سلسلہ میں دفتر صدق
میں ایک ہفتہ تعطیل رہیگی۔ اس لیے آپندہ ہفتہ کا پچہ ٹالیں
نہ ہوگا۔ ۱ کے بعد ۲۰۔ جزی کا پچہ انشاء اللہ اپنے وقت پر
شائع ہوگا۔ ۲۰ تا ۲۱ کوام فٹ فرالیں۔

تغذیه خسرو کی

(جناب میر محمد علی کی ایک تہذیب نامہ لکھتے ہیں)
 حاکم: محکوم کے باہمی تعلقات و فرائض پر قرآن مجید و حدیث کے
 احکام اور علماء اسلام و حکماء زمانہ کے بہترین اقوال کا مجموعہ و بیشتر تفصیلات
 اصل فارسی میں۔ مثنوی، مثنوی، مثنوی۔ اس کے ختم کرنے کے بعد یہ
 غیر معمولی رعایت بینی مرتب ہوا ہے چار آنے کے ٹکٹ بھیجے ہوئے
 کر دی جائیگی۔ المصنف محمد علی خان۔ قصیدہ زبان۔ مثنوی اور مثنوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چند سالانہ
تقریب شادی
بیرون ہندوستان
مفتی محمد
قیمت فی پرچہ ۱۰

در الخ جید
 ضلع ہارہ شکی
 علیہ عبدالقوی
 اہل حق میں غلام بنائے ہوئے کی جائے
 ہفتہ وار
 کتابت و نسخہ

پہلی باتیں

امداد کی ساری کوششیں احکامِ انسانی تہ برداشت کی ہر طرح آزمائی
ہے اور۔ متعذریہ کی فرماں۔ دانی، شنیتا نہیں، جوں کی توں نام، بلکہ دانم!

لندن :- ۹ جنوری ۔ موسم خواب ہے ۔ لیکن آج اڑنے والی ہیں تو دنیا کے ہوا بازی کی وہ ٹیمز آفاقی طاقتوں سے ایسی بائسن رکچے و سٹیک "سنز" السین بننے کے پید پڑے مس "جائسن ہو جائے والی ہیں ، جو لندن کے آسٹریلیا کے "لندن" سے کیپ "اڈن" تک ، لندن سے امریکہ تک "لندن" سے ڈکیو تک "اڈن" کے "ریکارڈ" پر "ریکارڈ" قائم کر چکی ہیں ، اور عند اسلوم کہتے ہیں جن فریڈم کو اس سے چکی ہیں ۔ انھیں موسم کی خوابی کی کیا ہند ۔ کہنے پر "آرٹس" میں رہے ، باؤلوں کو پار کر کے نئے اور پر پہنچی جاتی ہیں ۔

ایک ہی تاریخ میں 'لندن اور دہلی دونوں جگہ ایک ہی قسم کے عبرتناک واقعات، چشمِ بصیرت کے لیے کوئی سہولی ہیں؟ اور عبرت کے لیے توہین و کافر کی کوئی تہ نہیں۔ سب سے پہلے بے بسی کا اور قادیان کی مذرت کا لہکا، مسلم و غیر مسلم سب ہی کے واقعات موت و ہلاکت سے لیا جاسکتا ہے۔ اور یہ شاہ سے تو ان لوگوں کی بے بسی اور بے کسی کے ہیں جو ہر طرح اور دالے، نکالتے دالے، عقل و اسے اور حکمت دالے ہیں، غرض اگر فرعون بھی ہیں تو "باسا ان"۔ چو جائیکہ ہم لوگ جو دردِ ولادت سے محروم اور تدبیر و حکمت سے محروم ہیں! ہم اگر اپنی ظاہری تدبیروں پر ذرا بھی غور کر لیں گے تو ہم سے بڑھ کر صبیحِ صبیح میں فرعون بے سامان" اور کون ہوگا؟ دنت موعود کا آنکھ پر حق، لیسہ و رقیہ کی باندھی کے ساتھ آنا برحق، بسا کہ ہیں جو اس اٹل گھڑی کی باریکبیں اپنے ہر قول اور ہر عمل میں، بے نصیب ہیں

روئے حسن گھڑی کو در۔ کھیں اور اپنے کو لیلہ سے اور دوسرے میں لایے ہیں۔

اسلامی نظام حکومت

اسلامی نظام حکومت کے مفہوم میں جو شذائے اور بدعتیں ان مصلحتات میں اچکے قبل شائع ہو چکی ہیں ان کے لئے میں جاسم عثمانیہ (وکن) سے ایک کیریٹیٹ طلب علم کرتے ہیں۔
"آپ کا یہ خیال کہ "اسلامی نظام حکومت کے مفہوم میں جو بدعتیں تھیں جو اس کی بنیاد میں مغرب کی تصانیف اور ان کی تحقیقات اور سوالات پر رکھنا جو تہذیب مغربی و غریبی کی بدولت اس کے سرخاں پر بدعت غریب کے تصور اور تعلیق کر کے ایک کیریٹیٹ طلب علم کرتے ہیں۔
لیکن آپ ان سوالات و تحقیقات سے مراد تحقیقات و سوالات جو ہر حال پیدا ہو چکے ہیں عمارت مغربی بنائے جو ان کے دماغ پر تو ایسا مفہوم جو ہی چکا ہے۔ وہ بدعت و مصلحتات اپنے آپ کو ایک آئین میں چھپا دیا ہے۔ آپ اگر فریق کی روشنی میں ان تحقیقات و سوالات کی جانچ نہ کریں تو پھر اسکی یہ آئین کیسے وضع ہوگی۔

آج دنیا کے سارے نظامات جن ہندو اور عیسائیوں اور سید گپوں میں مبتلا ہیں انکا اصل مادی ہے کہ خود تحقیقات و سوالات ہی غلط فہم ہو گئے ہوں اور مائیں جتنی بھی ان غلط اور کج بنیادوں پر آئے۔ ہی ہیں ظاہر ہے کہ سب کی سب غیر علمی اور سپیس ہی ہو گئی۔ اسلام کے سارے آج سب سے پہلا اور بڑا فرض یہ ہے کہ کہ عمارت کی بنیاد تو صحیح قائم کیے۔ صحیح جوابات صحیح حل ممکن ہی نہیں ہیں پتے ذہن کے سلسلے اصل حال اپنی صحیح صورت میں نہ آجائے۔

میں طرح مشترک قوموں کے مستقل جذبات ہوتے ہیں اسکی طرح آج فرنگی دماغ کی ملک ترین گراہی یہ ہے کہ اس نے مذہبی کا مختلف اور متعدد مستقل شعبوں یا صیغوں میں لگا لگا کر سب سے بے تعلیق تقسیم کیا ہے۔ اسلامی مفکر کا کام یہ ہے کہ سب سے پہلے مغربہ اسی بنیادی عقیدہ پر آگے اور دنیا کو بتائے کہ دنیا قانون و وحدت کے تحت ہیں رہی ہے۔ کثرت وجود ہے اور یقیناً ہے براہ ہے۔ لیکن محض ظنی ہے۔ بجائے خود مستقل نہیں کثرت وحدت کے تحت ہے اسکی ہر حریف وائل نہیں۔ اسلام یہ ایسا معاشیات و فیرہ کا کوئی مستقل وجود ہی تسلیم نہیں کرتا۔ وہ مذہبی کو کھارہ دیکھنا چاہتا ہے اور کھل زندگی کو ایک کھل قانون کے تحت رکھنا۔ جو پہلے اور اسلام کا نقطہ نظر اس باب میں ایک دوسرے سے بالکل ایک ایک ایک دوسرے کی مندرجہ ہے۔ ایک طیب اگر جسم انسانی کے کسی خاص حصہ کا مطالعہ جسم کے دوسرے حصوں اور روح سے بالکل قطع نظر کر کے شروع کرے تو اس کے نتائج تحقیق کتنے مختلف لکھ مخالف ہونگے اس طیب کے استنباطات سے جو ہر عضو کا ربط دوسرے اعضا و جسم کے ساتھ ہو گیا ہے اور یہ کہ روح کا ماتحت سمجھا ہے۔

یورپ شراغ کرنا ہے سیاست کا مطالعہ تو اس حیثیت سے کہ ان میں ایک سیاسی حیوان ہے۔ اس کے بل کر وہ نظریات بھٹے میں قائم کرنا ہے۔ نقد آغاز اس کا ہر حال میں ہی عقیدہ رہتا ہے اور مشترک ان سارے نظریات پر

انسان کی ہر عقل کا سی جی رہتا ہے۔ جو یہ سہولتیں سہولتیں ہیں۔ اس سے پہلے اس سے کفر اختیار کر لیا۔ اسکا غلط نظریہ ہو گا کہ انسان کا ہونا ہے۔ اسکا فلسفہ ہے۔ اب آگے وہ چلتے ہیں اصول و کلیات نظریات قائم کر چکے ہیں۔ سب سے پہلے اس میں اصولی انسان کی وحدت و عقائد الہی کا ذکر کیا۔ اور اسلامی تعلیمات اس طرح لازمی طور پر اسلامی الہیات کے تحت ہی ہو گئی۔ ایک سادہ سادہ یہ کہ اس کے انداز ادب کے نیاز خود ایک مستقل سائنس نہیں اگر اسکی غیرہ کے مستقل سائنس ہونے کا ضرور پ کو مبارک رہے۔ اور اسلام اس کے بری ہے اور ہزار۔

جب اس نقطہ نماز کی تفصیل ہو گئی تو اب ہر مصلحت و مصلحت میں سمجھائی صورت میں اسلامی نظام حکومت کے مفہوم میں۔ کوئی سوال ہی سرے سے نہیں پیدا ہوا۔ حالات وقت کے ساتھ اس کے تصادم و تضاد کا جب دیکھوں گا وہ جو ہی باقی نہ رہیگا تو بینک کے سود کے جواز و عدم ہالاک الی بحث ہی نہیں پیدا ہوگی۔ جب بجز انکو اور جزیہ کے کوئی ٹیکس ہی نہ ہو گا۔ یہ سوال ہی نہ رہیگا کہ انکم ٹیکس یا دوسرے ٹیکس اور عیسائیوں کی ٹیکسوں کے ساتھ ان شرعی ٹیکسوں کو جمع کیسے کیا جائے۔ بینک، اکسائز، سیٹا، پر ٹیکس کا جب وجود ہی باقی نہ رہیگا تو ان کے جنابات پر فہم کرنے کے کوئی سنی نہیں آج اگر ان سوالات کو اہمیت دی جا رہی ہے تو اسکی جہتیں ہیں کہ پہلے غیر اسلامی کا فرض ماحول کے تسلط و اثرات کو قبول کر لیا ہے۔

آخر میں شبہ صورت یہ رہ جاتا ہے کہ جب تک اسلامی نظام حکومت عمل ہونے لگے تو یہ قائم رہا کہ سبقت تک اس درمیانی اور جو ہی دائر میں کیا گیا جائے۔ اس سوخت تک اسی کیا جائے جو حالت انتظار میں کیا جاتا ہے اور جو ایک کیا جاتا رہا ہے۔ یعنی رد بلاؤں میں سے سہل تر لیا اور اپنے ملک سے سب سے قریب پر صورت کو اختیار کرنا۔ مجاہدوں، معززوں، کمزوروں کے لحاظ رکھنے اور غیر اسلامی شعرات کو بنیاد مسائل و مصلحت قرار دینے کے درمیان جو تضاد و فرقی ہے اور کسی تعریج کا محتاج نہیں۔

تخلد کے کارنامے

"کمال اناترک نے ہر اقدار اپنے ہر عودوں کو توبہ سے آزاد کر دیا۔ یہ لازوال سرور" کی لازوال سروری کے بند کی نقیب نے اپنی ہر جہوری کی اشاعت میں اسکو اول کے ایک نمایاں عملوں کے اندر کیا۔ اور سنا بعد اس من آزادی کی شرح میں خود ہی فردی (۱) کثرت اندراج کو ترک فرما دیا۔ چنانچہ اب ترک میں کوئی قرآن کے قانون اور رسول کے فتاویٰ کے مطابق جو بھی اور میرا جو ہی لائے کی جہت کن و کما و ہری شادی بھی کرتا جائے۔ از یہ فوجداری کا جرم ہے۔ سبکی سزا قید جگتا ہے باقی محض عام کاری اگر رضا مندی طرفین سے ہو تو اس کی عام مایہ ہے۔ اس لیے کہ فرنگیوں کے دستور اخلاق اور فرنگیوں کے آئینہ خیال یہ کہ کوئی جرم ہی نہیں۔ عورت کی آزادی غیر اول یہ ہوئی۔

(۲) "طلاق اور طلع کا اختیار عدالت کے اند میں دیا گیا۔ یہ نہیں کہ سنت کے مطابق اگر شوہر د خود طلاق دیدینا چاہے تو اس کی کوئی تلباشی ہی نہیں۔ یہ ترک کے موجود قانون تھا جرم ہے۔ عدالت کی دست اندازی ناگزیر ہے۔ یہ ہوئی آزادی نبرد دوم۔

ادب کی زبان

"محکمیت کا دھڑوڑا پیا رنگٹ ہندی
کی راہ میں شاگ گراں بنا ہوا ہے۔ اس نے اُردو اور ہندی
سے کنار کشی کر کے صرف ہندوستانی کو سرکاری زبان تسلیم کیا
ہے مگر اسکی ہندوستانی اُردو کے مترادف ہے۔۔۔ ریڈیو کا
علاجی "نکار" کسی نہیں کھینکا۔ وہ اپنی تہذیب کے مطابق
ہمیشہ "آداب عرض" ہی کرتا ہے۔"

ری سپورٹ انڈیا جی 'یو' پی کی سابق کانگریسی حکومت کے وزیر تعلیمات نے
ہندی سائنس میں پونڈ کے صدر کی حیثیت سے اپنے خطبہ صدارت میں
فرمایا۔۔۔ "یڈیو سننے والوں کی بڑی تعداد کے لیے "آداب عرض" کا
سمجھنا زیادہ آسان ہے یا "نکار" کا، اس سوال سے قطع نظر وہاں پہنچنا
مرتب سلاطین سے یہ ہے کہ آپ کے ہاں کا لفظ بھی "آداب عرض" تھا؟ یہ
"آداب عرض" آپ کی اہل تہذیب کے لحاظ سے ہے کیا بلا؟ آپ کو تسلیم
تو "اسلام علیکم" کی جلی تھی آپ کی تہذیب کا جزو تو السلام علیکم تھا، اسے
آپ نے چھوڑا۔ اپنی حکومت، اللہ کے بارے میں جو دھوکا اور دوا دہی و
استحاد کے غلط معنی سے متاثر ہو کر، ایک اُردو یا ہندوستانی کا فقرہ ایجاد کیا۔
اسکا نتیجہ دیکھ لیا! اچھا ہے۔۔۔ بڑا ہے ایجاد دوا دہیوں کی!

ناہ غروسی

"کیش لاکھ نامور جرم ڈاکٹر اور ماہر طبیات کا کتاب ہے
کہ شادی کے بعد ہی سیاست پر نکل جانے کا دستور غلط ہے۔ جسم کی تعلیم،
طبیات کا اسپتال، پس مسافرتیں، خطرناک سفر، جموں شرم، ہولموں کی تھاپا
سب مل کر اکثر غرض پورا نہیں ہوتی اور شدید مرض کی جڑ قائم کر دیتی
ہے۔۔۔ اور یہ بالکل واقعہ ہے" (دھندلے)

قبائلی اسکولوں کے مشورہ دہندگان ماہر طبیات ہولاکہ ویز کی

آپ

۲۰۰۰ء ذوالحجہ "ناہ غروسی" (مسیحیوں) کے دلائل وہ ہیں اور دلائلوں کی
بنیاد صرف یہ ہے کہ "صاحب" (پدر بسم صاحب) کو اُنھوں نے شادی کے
بعد ہی سب عزیزوں قریبوں کو چھوڑ کر سفر پورا نہ ہو جانے دیکھا ہے کبھی
اس صاحب تجربہ جرنل اور امام فاضل کے مشورہ و ہدایت پر غور کرنے
کی زحمت دار کریں گے؟

تجدد کی داد

"باز جود اس تعلیم کے جو ان ترک مروج کے
بہت سے کارناموں کی میر سے دل میں ہے میں بہ کتنے کی جرأت
کر ۳ جوں کہ میری دلتے میں اُنھوں نے اپنے حوزت کو ترک کر کے
پس غلطی کی۔۔۔ اگر کبھی وہ دن آجائے کہ مغربی دماغوں سے
جو کچھ اُنھیں چاہئے کہ اُنکے دماغوں کو مٹانے دے دیا جائے
بنا ہے۔۔۔ تو ممکن ہے وہ تو اس رسم خط کو اپنے مٹول نہ پر
ترجیح دینے لگیں۔۔۔ امام ترک نے اس قسم کی جتنی اصلاحیں
کیں اُنکا مقصد اس سے اپنی قوم کو ادب کی قوم کا ہم نمک بنانا
تھا۔۔۔"

(۳) "موتوں کو غلام بنائے حقوق دیدے۔ وراثت کے معاملہ میں بھی لڑکیاں
اور لڑکیوں کو مساوی تسلیم کیا گیا اور اُنکے حقوق کے استمال کے لیے سوانح بھی
فراموش کیے۔ قوم کی زندگی میں اُنکے گھوٹے درجہ کو بحال کیا گیا۔ موت سے بھی
اس کا جائزہ فائدہ اٹھایا اور اپنی قوم کو جو چھ صدی سے سطل پڑی تھیں
کام میں لائیں۔ یعنی قرآن نے جو حصہ لڑکی کا لڑکے کا نسبت معزز کیا تھا اُسے جٹانکر
دہوں کا حصہ برابر کر دیا گیا۔ ذرا اُنکے تادیب میں تہمید کر دی گئی۔ اور مسلم خاتون
پر جتنی پابندیاں نافذ تھیں، اُنھیں دور کر کے عورت کو آزاد کر دیا گیا، کہ وہ
چاہے بال میں غیر مردوں سے ہم آغوش ہے، چاہے تھیر میں، سنا میں، کچھ
ہے، جو چاہے کرے۔۔۔۔۔ یہ رہی آزادی خیر سوم!

(۴) (در سب سے بڑا کہ یہ کہ اب آگے اہل الفاظ اس ہندی تہذیب
تجدد کے لحاظ سے۔۔۔)

"الغرض اب ترکی میں کوئی پیشہ ایسا نہیں جس میں صنف مذکر
مردوں کے مدد میں، اور غرض سرگرم عمل نظر آتی ہوں۔ بڑے اور
لڑکیاں اپنے رفیق حیات بغیر والدین کی مداخلت کے آپ تلاش
کرتے ہیں۔ اور ترک عورتیں اب اس درجہ تک آزاد ہو گئی ہیں
کہ آخیا رو اسے مقابلہ حسن کا انتہام کہتے اور اُن سے منافع خیر
جائز کرتے ہیں۔" (پہلی ۱۰ جزوی اہل ک ۳)

"آزادی کے بعد کی خبر آپ نے دیکھی، یہ ہیں "لاذوال سردار" کے لادوال
کا زمانہ کسی فکر کی روایت کے مطابق نہیں، غرض پام کی حسب روایت اور
جو دہندہ ہندوستان اسے ان کارناموں کی اب تک قدر نہیں با اس کے بعض
منظرات ہیں اس "لاذوال سردار" کے "فرسٹ کلاس" درجہ ہفتن ہونے کے
تدل میں، اس کے "آزاد خیال" اہل قلم اب بھی ایسے "غرضی" مجاہد کے
"ام کا جزو" رحمت اللہ علیہ اور "قدس اللہ سرہ" نہیں بنائے ہوئے ہیں!

شریف گوئی

"کراچی ۱۰ جزوی - پندرہ ہزار روپیہ

سالانہ کے خرچ سے سندھ کے اسکولوں میں جبری موسیقی کی
اسکیم نافذ ہونے والی ہے، صوبہ اور اضلاع میں تربیت گاہیں
قائم کی جائیں گی، جن میں اس فرض کے لیے ۲۰۲۹ ملین کا
تربیت دینی جائیگی، اس کے لیے ملایں گے اسکولوں کو غاراج
کر دیا گیا ہے تاکہ بڑے تربیت گاہوں کی ضرورت نہ رہے (خبر)
مژدہ جو ہندوستان کے ستارے اباب نشا ط کو آکر اُنکے دن بھی بھر کہیں
جرم اور عیب اب گنا گنا نہیں رہا، بلکہ شرم کی بات اب بہ قرار چکی کہ فلاں
شریف زادہ و دوم ڈاکٹروں سے اور فلاں شریف زادہ اب ڈسٹینشن
سے پیچھے ہے! ہندوستان پر ہم نے بھی کبھی حکومت کی ہے اور وہیں
سال نہیں، صدیوں تک، سنی اور متناظر فرماؤں کو جوڑ بیٹے، انکے
میتے، شوقین مزاجوں کو پیچھے، اُنھوں نے بھی کبھی "جبری" تعلیم موسیقی کی
تہمت کی تھی؟ غرضیوں کو زبردستی تعلیم دے دے کہ ڈوم دھاڑی بنا تھا؟
گنا گنا سچا، قدیم جاہلی مذہبوں اور مذہبوں کا بقاء کچھ جزو ہے، آج وہ
چین چینی اور تہذیب جاہلی جب کوٹ رہی ہے تو کلا ہر ہے کہ اپنے سارے

(نشر: اکتوبر ۱۹۷۰ء۔ جزوی کی شام کو۔ وقت: بیٹ)

لَبِیکَ اَللّٰہِ لَبِیکَ ، لَبِیکَ اَللّٰہِ لَبِیکَ ، لَبِیکَ اَللّٰہِ لَبِیکَ اَللّٰہِ لَبِیکَ
 اے میرے آقا اور مولا ، آپ کا یہ بندہ ، حاضر ہے ، یہ گوہری دنیا ہوا کہ
 آپ ہر طرح کی شرکت سے اور ازاد رہے ہیں !
 ، عایت کی دنیا میں بارگاہِ موسیٰ آگیا ۔ کعبہ اسلام کا جزائی مرکز ہے ۔
 اس کے جتن کا دن آگیا ۔ دور دور سے پورب سے اور کچھیم سے آتے اور
 رکن سے ، کھینچ کھینچ کر تافلہ پر تلنے چلے آ رہے ہیں ۔ بوٹے بھی جہان
 بھی لاخر بھی دور پہلوں بھی ، گوشت بھی کاتے ہیں ، عالم ، حاکم ، کائنات
 بھی ، نادان ، آن پھر ، جاہل بھی ۔ پیدل اور سواریوں پر ، اونٹوں اور
 سوڑوں اور لاریوں پر ۔ اسلامی قمری سال کے بارہویں مہینہ ذی الحجہ اور
 کا پہلا ہفتہ آیا ، کہ ہزاروں ، بلکہ کبھی تو لاکھوں کا جنازہ ہو گیا گوشتی گلیوں میں ،
 حرم شریف کے بن و ذوق صحن اور بڑے بڑے دالانوں میں ۔ لَبِیکَ لَبِیکَ
 کی صدا نہیں ہر طرف بلند ، ہر لمبائی پر چڑھتے ہوئے ، ہر سبقت میں آتے ہوئے ،
 سواری پر سوار ہوتے ہوئے ، مسجد کا رخ کرتے ہوئے ، ہر طرف ہی ذکر ، یہی فکر ۔
 احرام کی چادریں شاخوں پر ، توحید کے نعشہ زبانوں پر ۔ تاریخ سے لیکر
 آج تک کہ اور سبقت میں عرفات اور مزدلفہ میں حاجیوں کا ہجوم ، ہمسریوں ،
 طوائف و قربانی کی دھوم ۔ زائروں کا ڈھانچا ، ابھی کوچ ابھی مقام ۔ صفا
 و مردہ کے درمیان لپکتے جلتے ہیں ، داڑھے جاتے ہیں عرفات کے پیش میدان
 میں اپنے گناہوں کو یاد کرتے جلتے ہیں ، گڑگڑاتے جاتے ہیں ، کعبہ کے گرد
 گھوم رہے ہیں ، ہلکے ہلکے رہے ہیں ، سبقت میں قربانیاں کر رہے ہیں ، شیطان
 کے محسوس ہلکے ہلکے رہے ہیں ، توحید کا کلمہ ہر حال میں پڑھتے ہوئے ۔
 رب کا آم ہر آن پہنچتے ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ احکام ہوئے مرکز تک پہنچ جاتے ہیں
 خوش نصیبوں کے ۔

اشد اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و اللہ اکبر و اللہ اکبر - بڑائی آپ میں ہے،
مرث آپ میں ہے، کوئی آپ کے سوا عبود نہیں، کوئی آپ کے سوا مطلب نہیں،
بڑے مرث آپ ہیں، سونچتے ہیں، کمالات ہر قسم کے جمع مرث آپ کی ذات
میں، آپ کی صفات میں - ۹ - ۱۰ - ایچ کی فوجی نماز سے یہ تسبیح شروع ہوگئی،
اور جاری رہی، اسکی گونج ہر فرض نماز کے بعد ۱۲ کی عصر تک، گویا ۲۴ نمازوں
کے ساتھ، اور دس تا بیچ کو صبح سب چھوٹے بڑے مل کر عید کی نماز پڑھیں گے،
شہر سے باہر عید گاہ میں، اور اس نماز میں بھی ہر مرتبہ سے کئی گئی بار بار
تائید کی گئی - جسم کی صفائی کے ساتھ، لباس کی ستھرائی سے نماز پڑھتے جائیں گے،
امیر و غریب، آفاقی خادم، ایک دوسرے کو گلے لگائیں گے - روح کی
بالیدگی کے ساتھ، قلب کی پاکیزگی کے ساتھ، وہیں آئیں گے، اللہ کا نام پکارتے
جائیں گے، توحید کی سنادی کرتے آئیں گے، یہ کون بتائے کیا کیا آئیں گے، کیا کیا
آئیں گے، کیسی کیسی دولت اپنے ساتھ لائیں گے - پیسہ والے اپنے ہاتھوں
فرانیوں کر لیں گے، اور زبان کی لذتوں میں، فوان کی نعمتوں میں اپنے سے
بیشتر، مفلسوں، غریبوں، عزیزوں، قریبوں کا حصہ بنالیں رکھیں گے۔۔۔

کہتے ہیں کہ آج سے قبل بہت قبل، جہاں آج لکھنؤ ہے وہاں
 ایک ملک آباد تھا کا لڑایا کلدانیہ نام۔ رہنے وقت یہاں نہایت مذہب و
 تمدن۔ اُسکے مذہب ترین و تمدن ترین شہر اور پایہ تخت کا نام تھا اور۔
 اسکا پورا پہ آج کے نقشہ میں چلا ناہو تو عالم خیال میں طبع خدوں سے
 بندہ کی طرف پلے۔ آپ پلے۔ بھیجے اب آپ آدھا فاصلہ ملے کر چکے اب
 وہ اسے فرات آپ کے بائیں ہاتھ پر ہے۔ کوئی دس میل کے فاصلہ پر کہ
 آپ اور کے ہند۔ وہاں میں پہنچ گئے۔ میں ایک شریعت و سوز و گہر لائے
 میں ایک بچ پیدا ہوا۔ نام ابراہیم رکھا گیا۔ با حسب روایت قودیت پلے
 ابراہیم اور بعد کو ابراہیم۔ سال پیدائش اُنکا یوحی (اثبات) کے مشہور ہے
 سرچارلس مارشمن کی تحقیق کے مطابق مسلمان قبل مسیح تھا، یعنی آج سے
 ٹھیک پانچ ہزار ایک سو سال قبل۔

فنون لطیفہ میں نقاشی، سنگ تراشی جو درجہ آج رکھتے ہیں، یہی اُن فن
 ہیں ماسل تھا کہ یہ فنون قدامت میں سے ہیں۔ مذہب شرک تھا،
 پُرانی اصطلاح میں یا مذاہن کا اعتقاد حال کے بول چال میں۔ اثرات اہل حق
 کے ایک اور ماہر سربراہ، دوئی کا بیان ہے کہ اور کا مذہب علیٰ ترین شرک
 تھا۔ جن دیوتاؤں کے نام ہر ایک پر پڑے ہیں، انھیں کی تعداد پانچ ہزار ہے!
 سنگ تراشی کو بہت تراشی میں متعلق ہوتے کیا دیر لگتی ہے۔ بچہ کے
 والدین کا نام نوربت میں آیا ہے آرتھ اور قرآن میں آذر۔ خود ایک بڑے
 آرٹسٹ (مناج) تھے۔ وہ خاص آرٹ یا صنعت، سنگ تراشی اور
 بُت گری تھی۔ پتھر کی ہوتی اس کا یہ گری، اس ہنرمندی سے بناتے کہ
 دیکھنے والے وہاں کہنے لگتے۔ بچہ کی فطرت سلیم تھی۔ جسم کی آنکھ نے یہ
 منظر دیکھا، تو بناوٹ کی شان لی۔ روح کی آنکھ نے فوج کی جھانک کھادی۔

منبر کی آسانی قوت تھے، غیب کا اشارہ پا، زہر و سم و روحانی انقلاب کی
مٹھرائی۔ اُسے، بڑے، بولے۔ چلے، بیٹھے، پھر تلے، تلے، بٹائے گئے،
ٹٹائے گئے۔ وطن چھوڑ، رخِ سبز کی جانب کیا۔ شام چو پئے۔ قطبین
کی وارپاں ملے کبیں، مصر کی سرزمین چھائی۔ قدم اُس ملک میں رکھا، جہنم
تھا اور ایک، رگستان ہے آب و گیاہ۔ آفاق، روشنی کی ایک تڑپ نے نشانہ دیا
کی، کہیں قورہ زین ہے، جسکے بے ازل سے، رنگِ آسمان ہونا، کائنات
انسانی کا، روحانی مرکز بننا ملے ہو چکا ہے۔ تباہی کے قدم رک گئے، مسافرت
سے وطن گزینی، شان پیدا کر لی۔ مصری جو شاہزادی تھیں، ان سے
ساجزاد، تولد ہوئے۔ نام اسماعیل رکھا گیا۔ پرورش لاڈ سے، پیار سے ہوئی۔
پلے، بڑھے، بڑھے ہوئے۔ باپ کا اتھ بٹاتے، ماں باپ کے کام آئے گئے۔
ادھر، زمین پر یہ جو را تھا۔ ادھر باپ کو خواب میں حکم آسمان والے کا
ہو سچا کہ بیٹے کو ہماری رو میں قربان کر دو۔ یہ ٹھیک ہے، نشانِ قربانی کا
دستور اس وقت عام تھا۔ دیویوں، دیوتاؤں کے پرستاروں پر انسانوں کی عبثیت
آئے دن چڑھتی رہتی تھی۔ لیکن بیٹے اور انکو نے بیٹے کی قربانی کس باپ نے

کہ جس نے چاہا کہ اس سے بیوی تھی؟ اب اس پر صرف عشق و محبت کے بہت
 کشت کے بہت اور گزبان عیدیت و عہدیت کی بہت سی جھیلے ہوئے استخوان
 لائیائی کے ساتھ بہت سے دیکھ ہوئے تھے۔ یہ تو آرایش سب سے بڑی سب سے
 گزائی تھی۔ ایسا استخوان و صورت سو قد ہی کا ہو گیا تھا۔ یہ محبت ایسی جوش
 یہ جو صلہ صرت ہوئی تھی کہ ملتا تھا۔ اللہ اللہ! قیامت کی تھی وہ گھڑی جب
 ہوئے تھے۔ ان اس وقت کے اوسلہ جس کے حساب سے یہ میرے گزائے اب نے اگلے دن نظر
 گزائی تھی۔ سب سے پہلے جگر کو زین پر لٹایا۔ اپنی آنکھ پر چڑی بازوئی اور چوٹی
 پہلے دی۔ اب اس میں نے پٹے دے کا اعلان کیا تھا، کما تھا اور جب کائنات
 کی ساری مضاشر کا نہ تھا کہ میں سو قد ہوں میں مسلم ہوں میں اپنا
 سب کچھ سوچ چکا ہوں اپنے الگ سے لگے۔ اپنے کو تار کر چکا ہوں۔ ہر اچھا
 کچھ میں نہیں نہ جان اپنی نہ بولا و اپنی نہ سب کچھ اسی پاک بے نیاز کی بہتان
 اسی دعوے کا تھا!

چھری پٹی۔ لیکن اس میں کے معلقہ پٹیں ایک دہنے کے لگے۔ یہ استخوان
 عاشق صادق کا بندہ مسلم دفرا بھر لہ کا ہو چکا تھا۔ ایک دہنے غیب سے لا کر
 اس میں کی جگہ پر رکھ دیا گیا تھا۔ بشارت ملی کہ تمہاری قربانی قبول ہو گئی۔ اس
 مقبولیت کی یادگار دنیا میں منتقل اور پائدار کر دی جائیگی!

میں آج کہہ رہا ہوں۔ یہ ہفتہ ہفتہ کتبہ بنایا جا رہا ہے۔ کتبے
 ممکن تھا کہ یاد تعمیر کتبہ کی ولایت جاتی اور خط و کتبہ کو بھلا دیا جاتا۔ اب ہم ذہنیت
 اور قرآن و دونوں کی زبان میں اللہ کے دوست اور غلیل دہشتے کے انیس نے
 اور ان کے انیس جگر گوشہ اسماعیل نے سن کر کہ یہ کی باتیں بنائی تھیں دنیاویں
 اٹھائی تھیں۔ پتھروں کی اٹھائی کی تھی زبان کی تھی۔ ساریت جب تک زور
 ہے سارا بھی مرد و نہ ہونے پانچگانہ اسکا کام نہ اسکا نام۔ روایوں میں آگے
 کہ واقعہ قربانی کے وقت حضرت اسماعیل کی عمر ۱۳ سال کی تھی اور یہ تعزیر کا ذہنیت
 میں سوچو وہ کہ حضرت اسماعیل کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم کا سن
 ۸۹ سال کا تھا۔ یہ دونوں حساب اگر سمجھیں تو سن ۹۹ سال
 گھٹا دیجیے۔ اور واقعہ قربانی کی تاریخ اگر سن ۹۹ گھٹا دھرتی ہے۔ یعنی آج سے
 چار ہزار ایک سو سال قبل!

وہ دن ہے اور آج کہ اوس سال کی وہ قمری تاریخ آئی اور اوس صرت
 ابراہیم کا نام لیا۔ مسلمان دوسے زمین کے میں حصہ پر بھی آباد ہوا۔ قربانی کے
 جانور کی کھش میں گل کھڑا ہوا۔ جانور اچھے سے اچھا ڈھونڈ کر لایا گیا۔ جانور حرام
 نہ ہو، گندہ نہ ہو، اندھا الولا، لٹکا نہ ہو۔ ملال ہو، پاکیزہ ہو، تندرست صلا چکا
 ہو۔ جانوروں میں شرانت کا بھی ایک صبار ہوتا ہے۔ شریعت نے شرانت
 غاذائی صرت چند جانوروں کی مستثنائی ہے اور وہ معلوم و صحت میں جن میں
 سب سے بڑا جانور اونٹ اور سب سے چھوٹا بکری۔ مسلمان ان میں سے کچھ دھوں
 اپنا ملال پاکیزہ کلائی سے خرید کر لایا۔ کھلا بھگا، پانچکا اپنے سے پانچکا، اور
 جب وقت پانچکا تو بید روی اور خوشنیت سے نہیں عہدیت اور عہدیت کے عہدیت
 سے مطلوب ہو کر اپنے اور ان کے دونوں کے خالق و ایک کو یاد کر کے یہ کہنے ہوئے
 جو میں پر قبلہ رخ ہو کر کھانا بھگا، کہ اسے ہارے ایک روٹی قبول کر چاری قربانی میں چکا
 تو نے قبول کی قربانی اسے غلہ اور گھنہ۔ سب کچھ دہشتہ اور دہشتہ اور دہشتہ

بہت زور کا بھی تشبہ پیدا کر کے ابراہیم غلیل سے۔ مبارک تر ہے وہ قربانی کا جانور
 جو بڑے ام سے کون تو نسبت تمام کر کے اللہ کے ذریعہ غلیل سے!
 گلے پر چھری پھیرنا ہائیگا اور کتنا جانچا، اتنی وجہت و جی اللہ کی غلہ اسوات
 دائر میں جینا دانا، من الشکرین۔ میری ساری توجہ کا مرکز میری ساری عہدیت
 کا ثلثہ تو اسے قبلہ حاجات صرت آپ میں! زمین اور آسمان کے پیدا کر کے والے!
 مجھے اور کس سے خمن کیا؟ میں اپنا رشتہ سب سے توڑے ہوئے ہوں صرت، اپنے
 نہ دے ہوئے ہوں۔ اس وقت میں نسبت صرت آپ سے تقرب کی ہے۔ قبیل آپ ہی
 کے علم کی ہے! عید قرباں یادگار ہے دنیا کے اول المسلمین کی۔ ایک شہر
 ترین و قد کے آثار کی حق ہے کہ توحید ہی کا رنگ چھلکے اسکی ایک ایک شان سے
 اسکی ہر ہر آن سے۔ اسلام کی جہزی میں شین صرت دکھیں عہد اور بفر عہد۔ اللہ دونوں
 کا مقصد ہے امت کی مرکزیت اور شہزادہ بندی۔ ایک یادگار ہے نزول قرآن کی دورگہ
 یاد دلاتی ہے کتبہ کی تعمیر کا کتبہ کے سار کو!

(بقیہ صفحہ ۳۰)
 درغوب سے باپ کی عیاشی تو ہوں کہ لمان خواتین میں اسکی بیہوشی قائم
 رہی اس نے غاصری شکل میں آگے بڑھیں یہ نظر آئے کہ بولوں
 اپنی چار ماہت کو خود ہی بدل دے ہیں اور باپ کے رنگ میں
 رنگے جا رہے ہیں اسکی منافرت تو کس سکھ پر جائیگی!

یہ سر شیخ عہد انوار نے اردو کا لغزش (کا پور) کے خلیفہ صدارت میں ارشاد
 فرمایا۔ (جہادی زبان) اولی کیم جہزی شہد)۔ گستاخ و جہزبان
 ہندی مسلمان! چاہے غازی، مجاہد، لانا، سردار، پد اعتراف کی زبان
 کھڑے! کتابہ میں انھوں نے عربی حروت کو شمار دینے اور لا طینی حروت
 کے رواج دینے میں غلطی کی۔ گویا اس ظہیم المرتبت ذوق البشر انسان کو
 اتنی بھی سمجھ نہ تھی جتنی ہندی علماء کو ہے! اور پھر فرحی وضع قطع انہوں
 جا بھنے پر، انفرانیوں سے تشبہ اختیار کر لینے پر بھی انھیں! گویا ساتویں صدی
 عیسوی آج چھویں صدی ہجری میں ملکر ہے۔۔۔۔۔ تو کچھ خطبہ صدارت
 کا پور میں پڑھ چکا گیا، اور زہر سکون سے سن لیا گیا، اب اسے ہو کہ اس
 شان سے خوش ہو کر انجمن ترقی اردو والے کہیں ہذا خواستہ اب اس میں صحت
 پسند و منتقب کر کے آئندہ اجلاس مراد آباد میں کر ڈالنے کی محنت کر کے ہی۔

(بقیہ صفحہ ۳۱ کا مل)
 خدا کی صرت رسول کی صرت اور عام انسان کی طرف لکھن سنون میں ہوتی ہے۔
 وہ یہ چھوڑ کی خدمت میں آخری گزارش یہ ہے کہ دنیا بہت
 جلی کا فدی سکتا! آگے بھی چلی ہے، علم بہت کچھ ہمیں چکا ہے، ان کو
 تجربہ ہو چکا ہے، کہ کافذ کا جلی سارے آسمان، اگر اسکا چلانا بہت مشکل ہے۔
 اس تجربہ سے انکو سبق حاصل کرنا چاہیے۔ والسلام

تصحیح ۲۲
 صلہ پیرا لکھت ۳۔ سطر میں "بلا جلتے تھے غلط" دھلتے جاتے تھے "جمع۔
 التماس کی پذیرائی
 (۱) حکم دہندہ مراد صاحب (۲) غلط (۳) ایک بیڑا

کلام اللہ

(۴)

(۱۹) زولنا سید سلیمان صاحب ندوی

غرض روایے حقہ بھی اس قسم میں داخل ہے۔ شریعہ مدد بھی اسکا ایک کارآمد ہے اور اسکی اعلیٰ قسم یہ ہے کہ فائدہ کا نقل اسکے سلسلے ہوتا ہے اور سنا دی غریب اسکو سنائی دیتی ہے جیسا کہ حضرت مریمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی بیوی اور دوسرے اہل علم اسلام کی بیویوں کے مذکوروں میں قرآن میں ہے۔ قرآن پاک میں اس دہی کا ذکر صرف انبیاء کے تعلق سے ہے۔ یعنی انکی زبان سے اطلالت دوسروں کو دیتی تھی اس لیے اس کا تعلق کسی خاص چیز یا واقعہ سے ہے نہ کہ عمومی جلیغ است سے اور اسی لیے ہے اس کا نام دہی شخصی اور دہی جزئی رکھا ہے۔ مگر آپ پھر بھی یہ دیکھ لیں کہ بر محل سوجھو بچھو اور نفسانی تاثرات کا پیاں بھی کوسوں پتہ نہیں۔

اب آئیے اس دہی بیوی پر غور کریں جو کتاب میں کے نزول کا دہی نبوی کہتا ہے کہ اسکی نسبت قرآن کا فیصلہ کیا ہے۔ سرچا کہ یہ بحکم پہلے نہیں گزر چکی ہے مگر اقتضائے مقام کی وجہ سے اسکا اعادہ سوزوں ہے۔ قرآن پاک نے دہی نبوی اور عظام اللہ کے اتمام کا ذکر اس آیت میں کیا ہے۔

و اما کان للبشر ان تکلم اللہ اور کسی بشر کی تاب نہیں کہ اللہ اس سے دوبارہ کلام کرے، لیکن یہ کہ وہ الہام کر دے، یا پردہ کے پیچھے سے بات کرے، یا کوئی خاص پیچھے جو اللہ کے حکم سے اللہ جو چاہتا ہے اسکا پیام اس کو پہونچا دے۔

اب یہ کہہ دیتا ہے کہ کلام اللہ پاک کہنے ان میں سے پہونچنے والی اور دہی کی کیا صورت بنائی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کا دہی ہے کہہ دے کہ جو جبریل کا دھن نہیں (رفوہ ہوا) اس قرآن کی صداقت پر حلت نہیں آتا، بلکہ اسنے دل سے محمدؐ تیرے قلب پر خدا کے حکم سے اس قرآن کو اتارا ہے۔

یہ قرآن سارے جہان کے پردہ دہا کی طرف سے اُترے، اسکو روح، بن فرشتہ لیکر تیرے قلب پر اترا۔

دل سے رسول اسنے جو ہیں کہ روح القدس نے تیرے پردہ دہا کی طرف سجائی کے ساتھ اسکو اتارا ہے۔

یہ رسول اپنا طراش سے نہیں ہوتا بلکہ روح دہی ہے جو اسکو کی جاتی ہے اسکو بڑی قوتوں والے نے سکھا یا ہے۔

بیشک یہ قرآن ایک بزرگ پیام رساں کا

شاہ ولی اللہ انوسوئی والا بقول کا حق قلباً اتنا کر دین تنزل من سب العالمین، اولو تقول علیہ بعض الاقادیل لاخذنا منه البین، ثم لقلنا منہ الامین، فلما شکم من احد منہ عاجزین (معاذہ)

ان آیتوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے باطل خیالی اور گویا قوتوں کی گئی ہے جو پیغمبر کے سامنے بھی گزرے ہیں جو قرآن پاک کے نفسانی تاثرات اسکو پہونچنے والے ہونے کے قائل تھے، اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ یہ شاعر کا کلام نہیں، کیونکہ دوسرے نفسانی تاثرات کا نتیجہ ہوتا ہے، اور نہ کسی سیاحی کا کہ کلام ہے۔ جو خوب سمجھو سمجھ کر اپنے کلام کو جوڑوڑ کر سنا لیں، بلکہ ایک بزرگ پیام رساں کی زبان سے ادا ہوا اور جو پردہ دہا کا عالم کا آما ہوا ہے، اسکو یہ دیکھ گئے کہ اگر یہ رسول اپنے نفسانی تاثرات بذاتی سمجھو بچھو سے کچھ کلام لکھتے تو ہم اس کا لہجہ پڑھ لیں اور اسکو وہ سزا دیں کہ اسکو کوئی نہ بچا سکے۔

نشد کبر حسین کلام کی یہ شان ہے، ایک دہی اسلام کی قطریں محمدؐ کا نفسانی تاثر اور انسانی سمجھو بچھو قرار پائے۔ الیاذ باشد! ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے

ان تقول رسول کو ہم ذی قوت مند دہی العرش کچھند مطاع ثمین، و اما را حکمک مجنون، ولقد راہ با لائق البین، و اما علی السبب البینین، و اما بقول شیطان رجیم، (تکویر)

اس سے زیادہ تصریح کیا چاہیے اللہ تعالیٰ نے جبریل کے دل میں اسکو ڈالا، اور جبریل نے محمدؐ رسول اللہ معلوم کے قلب مبارک پر نازل کیا، اور محمدؐ رسول اللہ اپنے زبان فیض ترجمان سے اسکو بندوں تک پہونچا یا۔ نہ یہ دہی غریب و غنی ہے، اور نہ شہد کی گمبوں کی طرح ذرا انسانی کے تمام افراد اس میں شریک ہوتے، نہ دہی شخصی ہے، نہ تمام انسانوں کے لیے قابل تسلیم نہ ہوتی بلکہ دہی نبوی ہے جو روح القدس کے ذریعہ نبی پر اتاری اور اس کے واسطے سے واجب، علیٰ فہری۔

اب ایک چیز دہی شیطانی راہ گئی، جس کا اس دہی دہی شیطانی کے سوا اور کوئی قائل نہیں۔ قرآن پاک میں یہ چند فقرے

بے شبہ ایک دوہیک ہے، و کذاک جلتا کل نبی مدداً شیا لین الکس و ابن یوحی معیض الی بعض ذخرت القول غرود آدہ (انعام ۱۱۴)

یہاں یہ کہہ دیتا ہے کہ کسی شاعر کی طرح ہونے کے لیے ہونا دیکھ کر کسی کا یہ کہہ دیتا ہے کہ نصیحت لکھنے سے پہونچنا کا عالم کا انداز ہے، اور اگر یہ سول بھی دہی غیبی ہے، کچھ اتنا ہی طرح سے، یا اگر گھوڑے پر ہم سنا دیتا ہوں، یا اس میں پھر اسکی رنگ رنگ کا کٹاں دہی پھر تم میں سے کوئی اسکو پہونچ سکے۔

ان آیتوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے باطل خیالی اور گویا قوتوں کی گئی ہے جو پیغمبر کے سامنے بھی گزرے ہیں جو قرآن پاک کے نفسانی تاثرات اسکو پہونچنے والے ہونے کے قائل تھے، اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ یہ شاعر کا کلام نہیں، کیونکہ دوسرے نفسانی تاثرات کا نتیجہ ہوتا ہے، اور نہ کسی سیاحی کا کہ کلام ہے۔ جو خوب سمجھو سمجھ کر اپنے کلام کو جوڑوڑ کر سنا لیں، بلکہ ایک بزرگ پیام رساں کی زبان سے ادا ہوا اور جو پردہ دہا کا عالم کا آما ہوا ہے، اسکو یہ دیکھ گئے کہ اگر یہ رسول اپنے نفسانی تاثرات بذاتی سمجھو بچھو سے کچھ کلام لکھتے تو ہم اس کا لہجہ پڑھ لیں اور اسکو وہ سزا دیں کہ اسکو کوئی نہ بچا سکے۔

نشد کبر حسین کلام کی یہ شان ہے، ایک دہی اسلام کی قطریں محمدؐ کا نفسانی تاثر اور انسانی سمجھو بچھو قرار پائے۔ الیاذ باشد! ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے

بے شبہ یہ ایک بزرگ پیام رساں کا کلام ہے جو قوت دالہ ہے، عرش دالے خدا کے باں ذی مرتبہ ہے، اسکا کلاما جانا ہے، اور اس دانت دار ہے، تھا را یہ رفین (یعنی رسول) دیوانہ نہیں، اس نے اس پیام رساں کو آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھا، دو غیب کی باتوں کو (جو اسکو نہائی باقی ہیں) چھپانا نہیں، اور نہ یہ شیطان رائے دے گئے کلام ہے

اس سے زیادہ تصریح کیا چاہیے اللہ تعالیٰ نے جبریل کے دل میں اسکو ڈالا، اور جبریل نے محمدؐ رسول اللہ معلوم کے قلب مبارک پر نازل کیا، اور محمدؐ رسول اللہ اپنے زبان فیض ترجمان سے اسکو بندوں تک پہونچا یا۔ نہ یہ دہی غریب و غنی ہے، اور نہ شہد کی گمبوں کی طرح ذرا انسانی کے تمام افراد اس میں شریک ہوتے، نہ دہی شخصی ہے، نہ تمام انسانوں کے لیے قابل تسلیم نہ ہوتی بلکہ دہی نبوی ہے جو روح القدس کے ذریعہ نبی پر اتاری اور اس کے واسطے سے واجب، علیٰ فہری۔

اب ایک چیز دہی شیطانی راہ گئی، جس کا اس دہی دہی شیطانی کے سوا اور کوئی قائل نہیں۔ قرآن پاک میں یہ چند فقرے

بے شبہ ایک دوہیک ہے، و کذاک جلتا کل نبی مدداً شیا لین الکس و ابن یوحی معیض الی بعض ذخرت القول غرود آدہ (انعام ۱۱۴)

ایک معروف کاتب

۱۔ گجراتی سیرت محمد علیؐ کا دیا چتر ترجمہ کے قلم سے مدق عمل میں
درج ہو چکا ہے۔ ذیل میں "تعارف اور سفارش" کے عنوان سے ایک اور
ممتاز گجراتی اہل قلم کا مقدسہ درج کیا جا رہا ہے۔

معروف کیا بھی کہیں تعارف ہوتا ہے؟ اگر ہو تو پھر تعارف کا
تعارف اور اسی طرح یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس
"تعارف" کو تو کسی اور کے تعارف کی حاجت ہی نہ تھی کیونکہ یہ ہندوستان
کے ایسے نادر محمد علی کا تعارف ہے اور مسلم ہند کے اور محمد علی کے معروف کرم
عبداللہ صاحب دیر یا یاد کی کا کھینچا ہوا تعارفی نقشہ ہے۔ اس میں غیر عربی
ہے ہی کوئی کیا یا کہاں کہاں اس کو ایک دیا چہ کی صورت میں تعارف کی
مندرست پیش آئے؟ لیکن رسم نوی بلو ہے اور مسلم گجرات نے راجا جی ستر
اب تک نہیں چھوڑا ہے۔

خیر مجھے یہ تہارت نامہ لکھنے کی خوشی اسی لیے ہے کہ علامہ دریا بادی کی طرح میں بھی اس مقدس مرقوم کا اکب ادنیٰ اور پُرانا معرّفت ہوں اور انکے سوانح حیات کا ساری قوم میں پہلا مصنف ہوں۔ اور فزیہ کہوں تو قومی کاموں میں انکی رہنمائی کے ساتھ خدمتِ کمالیہ بھی حاصل کر چکا ہوں۔

مولانا محمد علی اور علامہ دریا باری علی گڑھ کے ایک ہی وقت کے دو عالم ہیں۔ ایک ہی وقت میں فرنگیت ہیں ڈوب کر ایک ہی دشت میں اسکاٹ کے دریا میں تیرنے والی خوش بخت اور حق ہیں دو مختلف ہیں۔ فسق اور کفر سے لے کر ایمان اور ایمان تک اور اس طویل چوٹ میں ہر منزل پر چلنا وقت قائم رہی، پھلی اور پھولی ہو اسکے دامن میں اور سعادت ان دو رفیعوں سے بہتر کون ہوگا؟ اسی وجہ سے اس کتاب میں جو عقائد اور کیسے گئیں اور جو مناظر پیش نظر لائے گئے ہیں ان کے ہوتے ہوئے نہیں کے شبہ ہو سکتا ہے؟ یہ کہرا وہ ہے جو نہ مبالغہ کر سکتا ہے اور نہ انفر۔

اسکے بعد "غریب" صاحب نے جو مضمون لکھ کر دیا ہے اس کے متعلق میں
کچھ کہنا باقی رہتا ہے۔ اے اسکے کہ ایک ذاتی تجزیہ قارئین کرام کے سامنے
پیش کر دوں کہ اس عزیز میں عمل پہلے اور دیکھی بعد میں آئی ہے۔ ان کے
معاہدین میں ہمیشہ عمل پہلے نظر آتا ہے عمل کے آراستہ ہو ایسی دیکھی کو وہ
دور ہی سے سلام کرتے ہیں۔ بہرے بعض قارئین عزیز اس حقیقت کو سمجھ لینگے
مادب کا ایسا نتائج دیکھ کر عورت عمل کی توفیق ہی سے ہو سکتا ہے۔

غریب و صاحب نے دیکھا کہ عہد المابعد ماضی کی یہ ڈائری گجراتی مسلمانوں کے لیے جتنی نئی ہے اتنی کارآمد بھی ہے یہ ہجرات کے مسلمان محمد علی کے اوروادفت تو نہ تھے لیکن انہوں نے محمد علی کو دوسرے دور میں سے یافریب سے بیگنی فائینگ کا پانچ سے دیکھا نہ تھا۔ دوسرے الفاظ میں کہوں تو غریب کہ یہ احساس ہوا کہ وہ یامادی صاحب نے اس تمارت کے جریعہ قوم کے سامنے اکہ انوکھے محمد علی یعنی اسل محمد علی کو پیش کیا ہے۔ اس

در طبعان کوک العبدی کرے میں اپنے دوستوں
 کی طرف تاکہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم سے
 کہنا ان لیا تو شک تم پر ہو۔

۱۔ کوئی زبان کے آداب کا ذرا بھی ذوق رکھتا ہے تو سمجھ سکتا ہے کہ زبان کی
 اصلاح سے شہادت کی جتنی بدولت ہو گئی ہے۔ اس قسم کے علماء سے ہر زبان کی
 اصلاح و ترقی سے کوئی واقف نہیں۔ لفظ کوئی خوبصورت اور سنی لگے مگر اس
 میں کوئی معنی نہیں کہ وہی کلمہ است قرآن نے شہادت کی حثیت کی ہے۔ قرآن
 کے کلمے کوئی نہ کہتا ہے

فیض علیہ السلام
ان کا فرس کو درواگ عذاب کی تھ شغری دریا
عذاب کی خوشخبری کہ کیا شیطان کی دھمکی سے زیادہ موجب نہیں اقرآن میں کفر
و دھن کو خطاب ہے کہ عذاب کے وقت اسکو کہا جائیگا

نہیں ایک انتہائی عزیز و گرامی (روحانی) - اسکا مزاج چمکے، تو تو پڑا غالب اور عزت دار ہو
ایک دوزخ کی مغز و محترم و غالب کا خطاب ظاہر ہے اگر کھن طعن و تحریج
کے لیے ہے، کیونکہ وہ بتایا ہی اپنے کو ایسا ہی سمجھتا تھا۔

یہ لفظ بعض مفسرین و تویحین و تفریح کے لیے ہے نہ کہ ذاتہاً

قرآن انسان کی فطری قوت کا نتیجہ نہیں ہے۔
اس ایک ایسی آیت پیش کی جاتی ہے جس سے یہ ثابت ہوگا کہ قرآن پاک کسی آدمی کی فطری قوت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ غیب کی طرف سے آتا ہوتا ہے۔ اس سے پتہ چلے گا کہ یہ نبیوں کا نام ہے۔ ارشاد ہے :-

اور اسی طرح ہم نے اس کتاب کو عربی قرآن کہنے
 لیا اور اس میں طبع عربی کے ذریعے
 بیان کیا کہ وہ ہمیں گاہ ہوں یا انکے یہ
 یاد پیدا کرے تو ان پر تہ ہے وہ تو شاہ
 بہ حق اور جلدی است کہ قرآن میں اس سے
 پہلے کہ اسکی ذمہ تیری طرف گردی جایا کرے
 اور کہ اسے یاد رکھا جائے زیادہ سے سمجھاؤ علم۔

لفظ "قرآن" قرآن ہی : دوسری آیتوں میں بھی ماآلہ نے جس سے
 قرآن سے قرآن کی غنیت خدا کی طرف منسوب ہے جس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ
 قرآن کے الفاظ ہیں خدا سے پاک کے ہیں۔

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

۱۔ من مباحث
 ۲۔ بلکہ یہی ہے کہ کلامی ہجرت پھر یہ میں اور جن خطرناک
 ۳۔ بلکہ یہی ہے کہ کلامی ہجرت پھر یہ میں اور جن خطرناک
 ۴۔ بلکہ یہی ہے کہ کلامی ہجرت پھر یہ میں اور جن خطرناک
 ۵۔ بلکہ یہی ہے کہ کلامی ہجرت پھر یہ میں اور جن خطرناک

تعارف میں محمد علی کا دل ہے۔ دل کی تصویر اور داستان ہے۔ دل کا آئینہ اور تاج ہے۔ دل کا قول اور فعل ہے۔

در غیب میں یہ بات ایک طاقت سی ہو گئی ہے کہ جو چیز خود کو از کسب وہ قوم کے سوا نہایت کی کوشش کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ "غنیہ" صاحب کے "سین بولین" میں گجرات کے مسلمانوں کے قومی اساس اور علمی فرض سے یہ ممتاز اور انوکھی ڈائری یعنی تعارف گجراتی لباس میں شائع ہوا۔ یہ ایک علمی خدمت ہوئی جو سخت جزا اور لائق شکر تھی۔

بلاشبہ علامہ قاسم عباس صاحب کی ذہنی اور فنی ہونا گوارا کی بھی داد دی جائے کہ غریب نے جو اخباری دنیا پر روشن کیا، کتابی صورت میں شائع کرنے کی انکو سوجھ بوجھ ہو سکتی ہو۔ چنانچہ خوش پسندی کی بنا پر گجراتی مسلمانوں کی دلی داد کے مستحق ہیں۔

زمانہ پر نظر کرتا ہوں تو یہ کتاب کی اشاعت بالکل بے عمل ہے۔ ہر چیز کی اہمیت اسکے وقوع پر اور مسنون کی اثر کی ضرورت پر ثابت ہوتی ہے۔ ہر دو پہلو سے مرزا قاسم بلک کا یہ کام بے عمل اور بے اثر ہے۔

سطور بالا میں ہم دیکھ چکے کہ ایک آئیڈیل سلطان لیاقت کی دلی وسعت کا یہ نظری مطالبہ ہے اور مطالبہ نگار بھی اپنے فن میں اہر اور اپنے سعادت و دست کا رنق ہونے کے اتفاق سے مطالبہ بھی بلا شک و شبہ آئیڈیل ہوا ہے۔ بہترین انداز کیسا ہونا چاہیے۔ وہ بہترین طریقے سمجھنے کے لیے ان اوراق میں بہترین موقع دیا گیا ہے۔

آج سے پچیس سال قبل کا زمانہ مسلمانوں کے لیے سخت مہینوں کا وقت تھا۔ جس وقت کہ خفہ قوم کے بعض جاگنے والوں کو اسکا ہوا تھا کہ وہ قوم کو اپنی نیند سے بیدار کریں۔ ہوشیار ہونے والے بہت کم تھے اور بہت ہی کم تعداد میں جگمگاتے تھے۔ آہ! اس سے بھی ہر قدر اپنی قوم کی "آج" ہے کہ جب قوم جاگ چکی ہے اور گامزن ہونے کو تڑپ رہی ہے تو جگمگاتے والے سوہے ہیں۔ آہ! وہ "کل" جب رہنا تھے تو پرانے تھے اور آج جب پرانے تو ہیر نہیں تھے۔ یہ دونوں تنہا دایو سیوں کے درمیان کا امید افزا زمانہ جو خدا اسی میں محمد علی نے کامیاب کیا۔ اسی درہنائی کی۔ اس زمانہ کے رہنماؤں کی اسکے پیروں کی اور ان کے کاموں کی یادداشت آج کی ہے کسی کس پیر کی حالت میں ہم کو اور ہر ایک دیکھائے اور ہم میں مزاری رہنمائی کی روح چھوٹک دینے کے لیے کافی ہے۔

یہ باتیں ہیں جس وجہ سے میں نے کتاب کو بکھل اور باسوق کیا ہے۔ اس لیے آئیڈیل رہنمائی بے نقاب ہے اور اپنی سب آراؤں کے ساتھ چمک رہی ہے۔ قوم کا کامیاب اور ممتاز لیڈر اپنے تمام عیوب اور خوبیوں کے ساتھ بیان عاجز ہے۔ بہت سی خوبیوں والے محمد علی میں کچھ عیب ضرور تھے، مہلت، بے صبری، غصہ، اور منہ، مثال کے طور پر ان کے اعلیٰ خیالات کا ترجمہ تھے اور عیب بھی۔ ہارنا پڑے، پیچھے ہٹنا پڑے، داغ لگے یا ثابت قدمی نہ رہے، وہ کبھی گوارا نہ کر سکتے تھے اور ایسے وقت نہ کہنے کی باتیں کہتے اور نہ کرنے کے کام کر جاتے۔ سچ تو یہ ہے کہ عاشق کا عذر ایسے ہی رنگ میں لگا ہوا ہوتا ہے۔ جسکے بہتر سے بچے دشمن کا سیار

محمد علی کے عیوب اور خوبیوں کا بیان: نثر اور تصویر کا مجموعہ

لیڈر کی ایک ہی خوبی میں ہو سکتا ہے۔ اور وہ: بلا غلوں، سزا یا غلوں سے۔ عشق کا ایک جزو غلوں سے اور جہاں عشق ہو وہاں غلوں کا ہونا ضروری ہے۔

جہاں غلوں ہو وہاں کے عیوب بھی قوم کو اپنے لیڈر کی طرف سے غلوں کی طرح کھینچتے ہیں اور قوم میں لیڈر کی حرمت سے ایقان پیدا کرتے ہیں کیونکہ غیب یعنی ادھور دہن انسان کی غلو صیت ہے۔ قوم سمجھتی ہے کہ انکا سردار انکے جیسا ہی ایک بشر ہے، کوئی فرشتہ نہیں ہے تو وہ بلا کسی عیب کے اسکی طرف دوڑتے ہیں پلٹے گئے ہیں اور پلٹ کر کسی چوہا چرکے اسکی پیروی کرتے ہیں، اور اسے اپنا سردار تسلیم کر لیتا ہے پھر عیوب کی عاجزی یعنی غرور کی غیر عاجزی اور اسکے ساتھ ہی عیوب گزری ہوئی بڑی اور مصنوعی عیب و محنت کی بھی غیر عاجزی۔ جہاں اس قابل تقلید نما ہو وہاں قوم رہنما میں اور رہنما قوم میں جذب ہو جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ محمد علی کے عیوب کی وجہ سے محمد علی پر قوم کی طرف سے طعنہ زنی بھی ہو سکتی تھی، لیکن یہ کہنا بھی ضروری ہو گا کہ قوم کی اس طعنہ زنی سے محمد علی کا قوم کے ساتھ جو تریبی رشتہ تھا، کبھی ٹوٹنے نہیں پایا۔

ان عیوب کے ساتھ دلی اور داغی، غلی اور زبانی، قومی اور دینی قابلیت اور عیوب سمیت کا یہ سمجھنا کہ عیوب قوم کے لیے اگر حیدری صلاح ثابت ہوا تو اس پر اچھے کی بات ہی کہہ سکتی تھی؟ محمد علی نے اپنی ان تمام عیوب کے ساتھ قوم کو اپنی زندگی کی ایک آس بنائی اور قوم کی وہ مستقبل کی آس بنے۔ قوم کے اور انکے درمیان ایک کامل اور مضبوط رشتہ قائم ہوا اور دونوں ایک دوسرے کے پوری دامن کا ساتھ ہو گئے۔ یہی محمد علی کی قابل تقلید لیڈر سی جو قلمی اور دینی ہو سکتی تھی۔

اس لیڈر نے حسب موقع کبھی ایڈیٹر و معرین کرکے شاعر و مصنف ہو کر کبھی مسد کی کرسی پر بیٹھ کر تو کبھی جیل جا کر کبھی خادم (کلب کا) ہو کر تو کبھی غلامی ٹکر کبھی آباد و آبادہ کر تو کبھی برباد و پریشان ہو کر خفہ قوم کو اسکے شانوں سے اُکھا کر جھینڈا اور جگا یا کھڑا کیا اور ثابت قدم بنایا اور اچھائی اور منزل پر گامزن کر دیا۔ جیسا کہ ایک مخلص لیڈر کو ہونا چاہیے۔ عیوب ہی محمد علی رہے تھے اور نیت بھی، مسلم بھی تھے اور رہنا بھی، مختصر اُکھے تو گفتار میں تھے اور کردار بھی۔

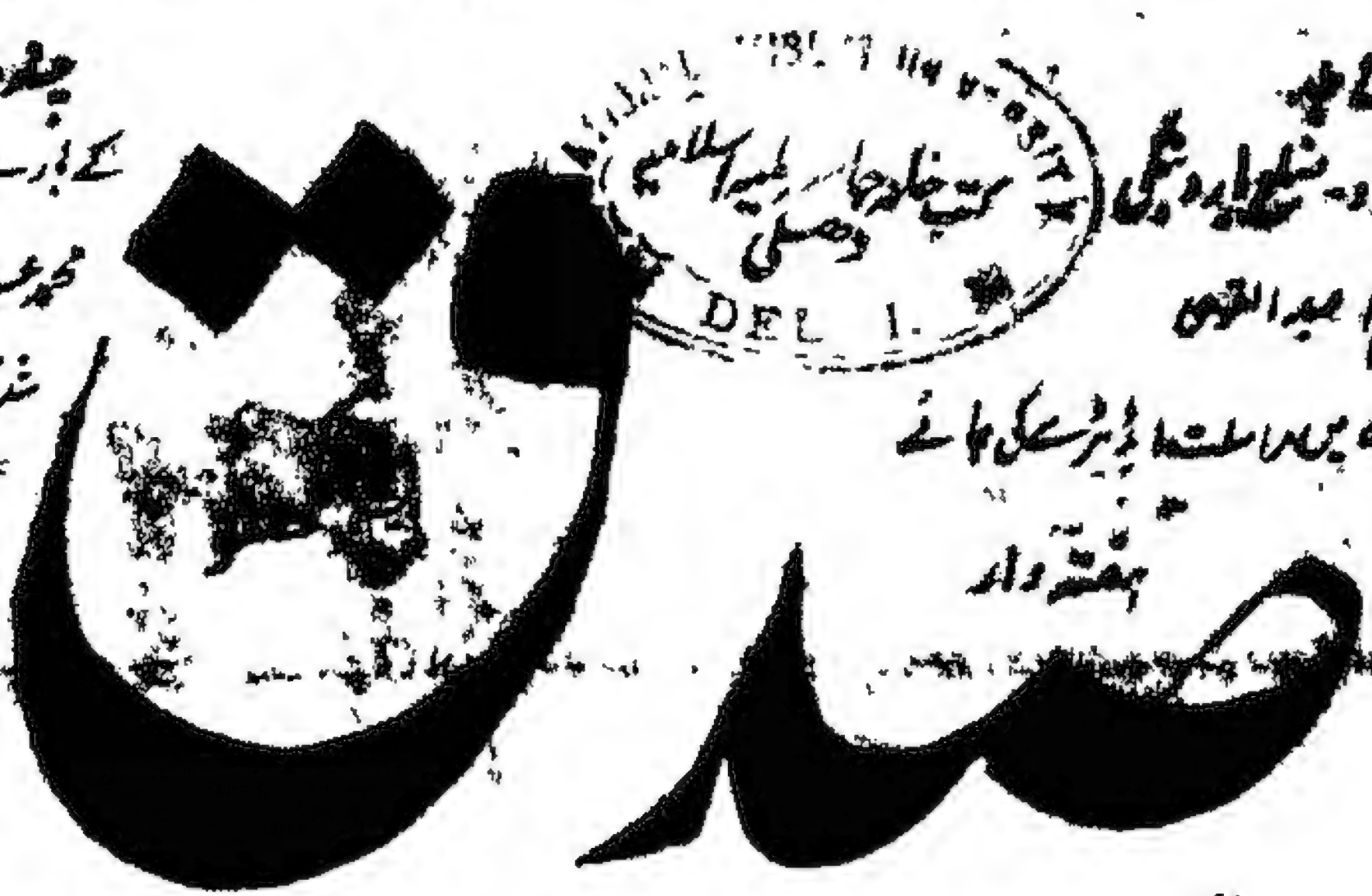
اتفاق کی بات ہے کہ آج بھی قوم ایک محمد علی کے پیرو ہو کر رہی ہے اسے سچ پر۔ وہاں لگتی بکھلتی ہوئی کہ خدا یا محمد علی کا زمانہ اس محمد علی کا عیوب محمد علی کے عیوب اور اگلے محمد علی کی دیوانگی اس محمد علی کو بخش دے! زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کتابی لباس کی کامیابی جانتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ایسی کتاب پڑھ کر عمل پیرا ہونے کی پوری دعا مقبول ہو جائے۔ ایک گزارش ضروری معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ کسی طور پر یہ بیان کتاب کی ابتدا میں لگایا جائیگا لیکن پڑھنے والے اس رواج پر عمل نہ کریں۔ آٹا میں آن سے جاتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس کتاب کے پڑھنے والے کے بعد پڑھا جائے تو مفید ہو جائے۔

غاکسار سادہ

مسلم گجرات پریس۔ بھالکا ناٹاب روڈ۔ سورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام
 (اور جو کسی نے بیکار آباد میں نے اس کو چھانا بی روگ پر ہر گاہ رہا)

چند اور انتظامی امور
 کے بارے میں اس پتہ پر ہمت کیجیے
 محمد عبدالرؤف عباسی مستقر
 شہزاد پلس۔ گورنگ۔ لکھنؤ
 چند سالہ
 شکاری
 بیرون بندہ
 قسرتی پرچہ اور



مہاراجہ
 وہاں سے
 (عظیم عبداللہ)
 ہفتہ وار

نمبر ۳۶ - دو شنبہ ۲۸ - دیوبند المکرم ۱۳۱۵ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۰۰ء - جلد ۲

چچی باتیں

پچیسویں صدی کے ثلث آخر کے شاہرہ و بے ایک سامع
 پروفیسر ایرشمن اسمتہ سوسلے میں کچھ بچہ پورشی میں ان زمان کے مسئلہ
 تھے اور عرب و مسلمات عرب پر انکی تحقیق آج تک سند ملی آتی ہے ساری
 مذہب پر سند و قاضی نہ کچھ دینے - انکا مجموعہ بعد کو *Religion of*
the Semites نام سے شایع کیا گیا۔ باب دوم
 کے آغاز میں لکھتے ہیں :-

"جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے اویان قدیم کو جیسے مجوزہ عقائد
 مسائل کے ایک رواج یا دستور کننا زیادہ صحیح ہوگا۔ قدیم مذہب
 ایک جڑ ہوتا تھا اسی نظام معاشرت کا جسکے ماتحت اسکے پیرو
 کرتے تھے۔ اس لیے قدیم مذاہب کے ساتھ لفظ 'سٹم' کا استعمال
 صرف اسی معنی میں درست ہے جیسے کسی سیاسی سٹم کا
 ذکر کیا جاتا ہے نہ اس معنی میں کہ ان مذہب کے کچھ مخصوص عقائد
 اور اصول تھے۔ عام طور پر یہ سمجھے کہ مذہب نام تھا چند
 احوال و رسوم کا جسکے صحیح ادا کرنے پر مبادعتا دیوتاؤں کی خوشی
 اور ناخوشی کا۔ اور ان مراسم میں شرکت پر ہر شخص اس بنا پر مجبور
 تھا کہ وہ پیدا اسی خاندان یا اسی قبیلہ میں ہو اسے یا یہ کہ اسے
 فلاں مرتبہ یا منصب حاصل ہے۔ اپنے ارادہ اور پسند سے
 مذہب اختیار کرنے کے کوئی معنی نہ تھے۔ مذہب تو گویا درخت میں
 تل ہی جاتا تھا جیسے اور خاندانی رسم و رواج لگتے تھے۔ اور ہر فرد کو
 کم و بیش مذہبی ہونا ہی پڑتا تھا، جیسے آج ہر شخص کو کم و بیش بین
 کا خیال رکھنا ہی پڑتا ہے۔ (مسند)

گویا دین جاہلی کوئی جسم متحرک نامی زندہ تھا ہی نہیں ایک جامد سرد لاش
 تھا۔ ایک مجبورہ تھا دستوروں رسوم رواجوں کا۔ نہ عقل سے کوئی تعلق تھا
 نہ عقل اعلیٰ یا وحی ہے۔ مرسوم یا قبیلہ میں ایک بنانا یا سانچہ کچھ عقائد و
 رسوم کا پتہ پلٹ سے چلا آتا رہتا تھا، قوم یا قبیلہ میں جو سچے آئینہ کھولتا
 وہ تھا واضعاً ان ہی آبائی رسوم و عقائد کی راہ پر چلنا۔ دخل نہ اس
 میں کسب و اختیار کہ ہوتا نہ غور و فکر۔ اسی لیے اس جاہلی تخیل میں کسی نے مذہب
 کے قبول یا اختیار کیے اور قدیم مذہب کو ترک کہنے کے کوئی معنی ہی نہ تھا۔
 دلائل فرنگ اور مسیحی تک اب پہنچے ہیں۔ قرآن سادھے تبرہ موجود ہو کر
 ہوئے اس ذہنیت کہ دین جاہلی کے سلسلہ میں مابعدا علیہ آباد، مائینا علیہ
 آباد، ماسدنا ہذا، ابنا الاولین وغیرہ مختلف عزائمات کے ذریعہ سے
 روشناس کر چکا ہے۔

تیرہ سو برس کے بعد تو پھر وہی چل رہا ہے۔ "روشن خیالوں نے دین کو ایک
 "مردنی" "آبائی" جزر سمجھ لیا ہے۔ اور دین کی زندہ حیثیت کو "قوم" کی کردہ
 رعیت کے اندر گم کر دیا ہے۔ مذہب کا جاہلی تخیل نے سرے سے ذہن سما ہے
 بس حمان کے گھر میں پیدا ہو جانا اور مسلمان کا سامان رکھ لینا بالکل کافی ہے۔
 قانون اسلام کے بہترین شارحین اور *مفسرین* بدل کھوئے
 معنی کیجیے، احادیث رسول و رجال کی جانچ پر مال تین عمریں صرف کر دیتے والے
 محدثین بلکہ رسول کے صحابیوں تک پر بازاری زبان میں پھبتیاں کہیے، اقوال
 رسول کی حجت سے انحراف کر دیجیے، قرآن کی تعلیمات سے بے لگن لگا کر کہتے
 پہلے جلیے، بیگتہ جلیے کہ اسلام کا قانون سود قابل ترسیم ہے، شریعت کا
 قانون وراثت قابل نسخ ہے، مضابطہ و بیداری ناقابل عمل ہے، قرآن کے
 زبان کو قرآن کے رسم الخط کو بس چلے تو جرم قرار دیدیجیے، رسول کی زبان میں
 اذان اور نذر و نذر کی ممانعت کر دیجیے، گلوں عورتوں کو ہلے نقاب اور بیجا
 لباس زیبیے، لباس غنیمت نیم برہنہ پہنا دیے، اسکا جسم کی سونا لوزن سے

اور قوم کے بعض نامور رمیوں، مثلاً نواب صاحب چوہدری کے زلمیو بہ بہ مولانا

ایک نام کے ندوی کا دوستراپیام

ندوہ کی برادری کے نام

خطبہ صدر امت علیہ الرحمین طابہ قدیم ندوہ - ۱۰ - ستمبر ۱۳۸۵ھ
آٹھ سال بعد باروں کی طبیعت پھر لہرائی اور اہل ندوہوں نے اس سے بھاڑ کر دنگ کی ٹھرائی۔ جو اردی محض ہم کا اور جکی ترویج نری (ازاد) اور شاہد اس کے نصیب میں۔ سرائی ندوی اسلئے یہاں تک غیر غنیمت تھا کہ سہایت محض استقبالیہ کی۔ ہی مسئلہ میں آپ ہی مدد و اصل علیہ کی۔ ایک نام چیز کو اپنی ستم طریقہ کا ہوت ہا۔ نہ اندر ان نیک بندوں نے اتنا سوچا کہ باہر کی دنیا اس کے اس میں تنہا باہر کھل کھلا کر نہیں نہ چرسے تو آخر کیا کرے؟

بزرگو اور عزیزو بٹھے اور چھوٹے بیٹیاؤ

آج آپ، توں کے بد پھر ہیں اسکتے ہو سے ہیں جہاں آپ کے عمر کے بہترین اور خوشگوار حصے گزر چکے ہیں۔ کسی کے عزت چند جیسے اور کسی کے سالہا سال۔ کوئی بچپن میں آیا ہو گا اور جوان ہو کر نکلا ہو گا۔ کوئی ہندی کی حیثیت سے داخل ہوا ہو گا اور عالم و فاضل ہو کر رخصت ہوا ہو گا۔ آج بے اختیار یاد آ رہے ہونگے وہ پراسے ہم نہیں اور ان کی محبتیں۔ وہ زمانہ مصوبیت کے خون اور نوجوانی کی جہتیں اور بیکاری کی سہمی اور پچھے، وہ فوری کے غم و دلورے اور طالب علمی کی راتیں اور ان میں بدایاں وہ آپس کی ذک جھونک اور پھر ہمدردیاں اور ٹکساریاں اور وہاں کے معن اور میدان کے کھیل کود وہ وہاں کی مسجدوں کے کوع و سجد اور امتحانات کی کاسیا بیاں اور کہیں نامکایاں وہ استادوں کی شفقتیں اور کبھی چہر گیاں دنیا کے جمیلوں میں پڑ کر عملی زندگی میں قدم رکھ کر انکر معاش کی دلدل میں پھنس کر اب قدر ہو رہی ہوگی بیاں کی آدابوں کی بھکاریوں کی خوش فتنوں کی آہ! کیسی مٹھاس معنی اس وقت کی لمبوں میں اور کتنی لذت تھی اس سین کی بزرگیوں میں! کاش وہ زمانہ پھر آتا کاش بس رہا ہوتا پھر لانا گئے ہوئے سین کا بگڑے ہوئے دن کا! کاش ممکن ہوتا زمانہ کی گھڑی کی سوئی کو اڑا لگھا دینا!

یہ حسرتیں تو اب زندگی کے ساتھ ہیں، لیکن برادران کرام! امانت کیساری خوشگوار ہو، اسکی یاد کیسی ہی پر لطف سی، فکر کی چیز تو ماضی میں، حال و مستقبل ہے، اور اصل دولت خوشنما سی کی دولت ہے، روزگار رفت گو رو باک نیست، تو جاں لے آکر جزو پاک نیست!

نہ ہو کہ جب یہ حال بھی ماضی بن جائے اور آئندہ گزشتہ بن جائے، یہاں تک کہ ہم آئندہ بھائیں اس وقت کی فرحتوں پر اور مینہ کوئی کریں آج کی دلتوں پر! ساری خرابیاں تو پیدا ہوتی ہیں اپنے کو بھلا دینے، اپنے کو پہچان لینے، اپنے مقام کو جان لینے، عرفان نفس کا سبق حاصل کر لینے، تو ابھی ساری مشکلیں حل ہوتی جاتی ہیں

لے ویلا پیام دیکھو گزشتہ عرصہ گزشتہ عرصہ، امانت کیساری۔

ندوہ یا دارالعلوم ندوہ نام در دیوار کا نہیں، اسٹا اور چھوٹے خانہ کا نہیں، دفتر نظامت کے کاغذات اور رجسٹر کا نہیں، کتب خانہ یا کتاب خانہ کا نہیں، نام ہے چند مقام کا، ایک تین ہزار گرام کا، ایک بلند نصب العین کا۔ آپ اگر ندوی ہیں، تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ نے ندوہ کے اس پیام کو قبول کر لیا۔ اس آواز کے آگے اپنا سر جھکا دیا، ندریت کوئی مادی ڈھانچا یا کاغذی سند نہیں، نام ہے اس نسبت کا، اس رشتہ کا، اس رابطہ قلب کا، جو آپ نے مقام ندوہ کے ساتھ قائم کر لیا ہے۔ ندوی ہونے ہی آپ کے جزو زندگی بن گئے یہ مقام ندوہ، اور نرمن ہ گیا آپ، ان مقام پر اعتقاد میں، انکی تبلیغ و ترویج، انکی نشر و اشاعت۔ اب آپ لوگوں سے ایٹھے انکے لیے، اڑتے انکے لیے، کھینٹتے انکے لیے، جھکیتے انکے لیے، تھکتے، غرض یہ کہ پیٹھے انکے لیے! مقام کی فرست کچھ بہت طویل نہیں۔ پھیلانے کی جگہ سیکھنے پر اور سب کے سب اسے ایسا نہ پڑ آئے، تو کئی دو لغتوں میں اور کر سکتے ہیں، اسلام کی خدمت اور دین کی نصرت۔ توحید کی زارت اور ناموس رسول کی فہرت۔ اسی کی شان سے بیٹا، اسی کی آن پہرنا۔ فلا توتن الا ذاتہ مسنون۔ یہی مقصد ہے اور یہی دنا۔ یہی قبلہ مقصود اور یہی نظر کا سنتی۔ باقی جو کچھ ہے سب اسی متن کی شرح، اوپر شرح کا حاشیہ۔ درس و تدریس کے شغلے، عمارتوں کے سطلے، تصنیف و تالیف کی الماریاں، ادعا و تزئین کی سرگریاں، سب اسی مقصود کے ماتحت اور اسی کے تابع، سب اسی مطلوب کے وسائل اور اسی کے ذرائع۔

دین کی نفس خدمت میں یہ نہیں کہ ندوہ منفرد ہو۔ دین کی خدمت کے وجود میں آئے سے پہلے ہی جو رہی تھی اب بھی ندوہ کے مدد سے باہر ہو رہی ہے۔ دینی کلمہ، دو بند، سوا، چوہ، و غیرہ وغیرہ کی درگت میں پہلے ہی معطل نہ تھیں اب بھی خاموش نہیں ہیں۔ کہیں تجوید سکھائی جا رہی ہے، کہیں رجال پر جرح و تعدیل ہو رہی ہے، کہیں سے نقد کے مفتی کل رہے ہیں، اور کہیں دیہات کے لیے مبلغ و سناظر مل رہے ہیں۔ یہ سب خدمتیں اپنی اپنی جگہ اہم ہیں، اور مستحق اجر ہیں، تاہم ندوہ میں۔ لیکن ندوی کا دائرہ عمل ان سب سے کچھ الگ ہے۔ اسکا مقابلہ ہے وقت کے سب سے بدلتے اور سب سے پر شوکت فتنہ ہے! زب مار کر تڑپا دینے، بے بچھوڑوں سے نہیں، بلکہ تسلیم مل جانے والے اڑ رہے سے! اسکا فیصلہ میں گڑی ہوئی پھانسیں اور تلووں میں چنبھے ہوسے کانٹے کا لانا نہیں، اسکا کام ہے جسم ذات کو محفوظ رکھنا، سب سے بڑے قلب کے اور حملے سے! فتنہ کا نام دجالیت رکھے یا ازگیت، ہر حال ہے، ہفتہ فتنہ! ترکی اسکا شہید، ایران اسکا قاتل، مصر اسکا شکار، ہندوستان میں اسکا پھیلنے کے راستے بٹھا رہے ہیں، وہ آ رہے ہیں بونوشتوں کا لہجہ، اسکو لوں کی آہ، کہیں قدم جما رہے مختلف کانگرسوں کا نفوس کے بھیس میں۔ افادات اور رسالے اس کے نقیب۔ سینا اور یڈو اس کے وکیل۔ کہیں وطن پرستی کا نقاب اس کے چہرہ پر ڈھانچا، کہیں وہ نجد کے پردے میں جلوہ نما، کہیں مالینی حروت کا پردہ بگھڑا۔ کہیں شور نسائیت اور بے پردگی کا برہا۔ غرض خدا سلیم کئے اسکا نام میں اور کئے مظاہر۔ سچ ندوی کی زبان سب کیلنگی اسی حملہ کے جواب میں اسکا قلم عیب اٹھایا، اسی حریف کی تردید میں۔ مقابلہ جب ہو گا اس عرصہ میں سے اسی اللہ انحصار سے!

نوروز کی تاریخ دیکھ لیتے۔ قدیم ترین نام مولانا شاہ محمد علی دہلوی تھے۔
سینکھت کی تردیدیں: نور کے نور اس وقت لکھو گئے جب دل درازا مراد
تھے دانا بان فرنگ کی دانائی اور حکمت سے اور بہ اشتناء و شاذ کسی میں
ہست تھی نہ جو ملہ فرنگیت اور فرنگیوں کے مقابلہ میں آئے بلکہ آفریں آپ کے
اس قدیم ترین مذہبی کے اس عزم بجا ہوا تھا اس ہست مردانہ

شہلی مرحوم کے دور میں تھے۔ اپنا تو اور دھنا بھیجنا ہی تھا اسی وجہ سے
ذرا دانائی کو تا۔ سوال بیان شہلی کے جوابات کی قوت و ضعف کا نہیں، مرث
اُن کے سطح نظر کا ہے۔ تاریخ ہو، سوانح عمری ہو، ادب ہو، اور تو اور شاعری ہو۔
کوشش ہر جگہ ہیں، رہتی ہے کہ سلام کا ہلکا ہوا اور دین کا چہرہ روشن ہے
روشن تر نظر آئے۔ کہیں اور ناک زیب سے رنگوں کا لہجہ دہر دہر رہے ہیں کہیں ہونٹوں
کا دربار سجا رہے ہیں کہیں فاروق اعظم کی آستان بوسی کی تیاریاں ہیں، کہیں
غزالی، نغان ابی منینہ اور مولانا نسیم رستم کے سوانح بیات سنا رہے ہیں، کھانا
رنگ سب سے جھلکتا ہوا، حد یہ ہے کہ جب فارسی شاعری اور شاعریوں کے زلیں
مذکر شعرا ہم پر قلم اٹھاتے ہیں تو اسکی تہذیبیں ہوں دوزخ بن جاتے ہیں:-

”اسلام ایک بزرگم تھا اور اس کے چپ چپ پر ہر سارا لیکن بعض

ہو قدر استناد و چو نچا... جس میں میں قسم کی قابلیت تھی اسلام نے

اُسکو اور جکا دیا۔ ترک شجاع تھے شجاع تر ہو گئے۔ ایرانی سیرے

مذہب، معاشرت اور علوم و فنون میں سنا دئے اسلام نے اُنکو

سنا دیا۔

اور آخری تصنیف سیرۃ الہی، جسکی قوت باخبر سے قبل نور مصنف کا فائدہ باخبر
ہو گیا، اسکی کلامی حیثیت تو اسکی تاریخی حیثیت سے زیادہ نمایاں ہے۔

مولانا شہلی ہی کی لپیٹ میں اُنکے عزیز قریب مولانا حمید الدین فراہی اور
اُنکے رفیق و صیب مولانا شروانی کو بھی لیے چلیے۔ فراہی مرحوم و منقولہ نور زندگی
بہر قرآن مجید ہی میں لگے پڑے، لیکن خود شروانی صاحب کے بھی دینی کار کا
اور اسلامی مذہبات کب سماج میں کسی تمارت جوہر اور ترویج مزید کے ہوا
دونوں کے گہرے تعلقات، وہ اور اس مذہب سے باہل ظاہر ہوا، انھیں ہیں۔ پھر
پھر ملاذ شہلی ہی کی فرست نظر میں رکھیے، تو خدا سلام کئے برس میں
میسے اعزازی مذہبی، قلم کے معنی اور مخالفین اسلام کے حق میں، لیرا جری
نکل آئے۔ سراج الدین، صحت سادہی دینہ کے مصنف سید ذہب علی ائمہ
اور کمریہ کے شہور نامور حق گو ایڈیٹر مولانا محمد علی، یہ دو نام اس سلسلہ میں کافی
ہونگے، دونوں کی حمایت مذہب اور دونوں کی دھجیاں جاری جماعت کے
ساتھ سماج بیان نہیں۔

یاد اب پڑا، ترقیب ذاتی کے لحاظ سے ایک نام مولانا شہلی سے بھی چلے آ
چاہیے تھا۔ سو بہ ہمار میں ایک مشہور اور پرانا منصب ہے، پھلوا ری۔ پڑھے لکھوں
میں کون تا واقعہ ہے اس میں کے قبل ہزار داستان سے مولانا کا ہی شاہ سلیمان
سے؟ کا نظریں کے مجمع میں، مذہب کے جلسہ میں، جہاں کہیں یہ دعا خط سحر میں کھڑا
ہو گیا، سننے والوں کا شہ گلاب گیا۔ ہجوم بڑھوں سے بڑھ کر جو ان کا عربی دالو
سے کچھ بڑھ ہی کر انگریزی والوں کا۔ اب حضرت سلیمان میں کہ خدا جانتے کتنے
پڑھے جوں کو شبہ میں بنا کرتے جلتے ہیں، کتنے علم یوں کو جان سے ہارتے جاتے
میں اپنے بیٹے ہاں سے، شہی کے ٹریٹہ نڈوں سے۔ پڑھے ہونے کے بیان

سینکھتے جلتے، از رنگت اور ادب ہی کے داغ اور دہتے دلوں سے اُٹھتے جاتے
شاہ صاحب مرحوم و منقولہ آپ ہی کے مذہب کے رکن خاص، خاص تھے۔

آپ کے قدیم ارکان میں کا کوئی کے نشیانی مرحوم نے سب سے بہت و ہمارے
صوبہ کی طاغوتی حکومت کا مقابلہ کیا، اسکی نظر اس وقت کی تاریخ میں آسان نہیں
بعد کے ارکان میں ایک نام ہی شیخ شیر میں خدا دانی مرحوم کا ہے۔ انگریزی میں
رساوں، پھلوں، کتا ہوں کا ایک بار لگا گئے ہیں، سب کے سب سائنس اسلامی
ہی کی حمایت و نصرت میں۔ اور آخر میں تو بالمشورہ اور اسلام پر ایک تنظیم
محرکۃ الآراء کا بکلمہ کر اپنی مذہبیت کا حق ادا کر گئے، اور پھر آپ کے ایک سائنس
مولانا امیر علی مرحوم، منقولہ کے عذات دینی کو بھلا نا چاہے بھی تو کونسا بھلا سکا؟
ہاں یہ اور عالمگیری جیسی تنظیم کتا ہوں کا نہ مرث کمل ترجمہ لکھ شرع بھی اور فتح الباقی
کے تنظیم مصلحت کے بیشتر حصوں کو، دین متعل کر جانا، اور پھر جس جلد دے کی
طویل و عریض تنظیم تفسیر و احکام اور اس کے متدہ میں عہد پر سن شدہ مذہب سے
تخالف نہ کا رستہ ایسے ہیں کہ جیسے ایک فرد کے اگر ایک جماعت پر تسلیم کر۔ یہ بیاب
تو جماعت بھر کے فکر کے بے کا نی ہیں۔

(بصیہ صفحہ ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی زندگی میں اور دینی وفات کے بعد بھی اپنے
ابا قدر شناس آج تک کیوں ملا دیا؟ آتا شہلانا شد۔ اور آئے ہیں۔
آج کے دور انقلاب میں مقاصد مادیہ کو حاصل کرنے کے سوا
پادگراں ہم یورپ سے سیکھنا ضروری سمجھتے ہیں، جیسے کام مٹرنی
طالب میں ہو رہا ہے۔ جاپان، ترکی اور کھلی جنگ کے بعد ایران
افغانستان اور تمام عربی ممالک اور آفریقہ میں کشمکش کا گڑھ ہے۔
یورپ سے سیکھتے رہے۔ سب سے ہم نو جوانوں کو اپنے
نظریات کے ساتھ عملی تہار بکھانے کے لیے انھیں یورپ میں بننے
کی دعوت دیتے ہیں۔ (رستہ)

یہ قدر لیکن جامع تہارت ہے اس” یوگیشی اللہ کا جو کا ایک ستر شہرہ جانا ہے
نہ قائم کر رہا ہے اللہ کمل خاکہ ہے” دلی اللہ فاؤمی یا دلی الھی بیت، لکھ دیا۔

”سجدہ اور تشدد“ کا ایسا عجیب و غریب یون رکب ات سے قبل کیوں کسی کے ذہن
میں آیا ہوگا!

کسی پجری یا سجدہ ایڈیٹر کے قلم سے ایسی جنزیاں جانیں تو عجیب نہیں گرفت
دینی سے قوم جنبش میں آجاتی، لیکن چونکہ تحریک پیش ہو رہی ہے ایک مولانا ”یا کم از کم
”سابق مولانا“ کے قلم سے اس لیے

جو گنہ کیسے تو اب ہے آج!

شخصیتوں کا ادب، احترام اپنی جگہ پر بالکل صحیح، لیکن آخر اسکی میں کب نہ
ہونی چاہیے! خود احترام کی بنیاد ہی تو مذہب، اسلام ہی ہے۔ یہ تو خود کو ان کی
تخریب دین پرش جاتے، اور ہم میں کہ محض اسکی شہ غلظتوں، مذہب پر
جانیں! — دین تو صرف اسلام ہے، شاہ سوا سلیمان کا کوئی نہ۔

ذہنی اسلامیت اور مذہبی اسلامیت، ان میں

تکبر مکتوبہ ان جوں کو

حیاتِ انسانی کا بہترین دستور العمل

وَقَدْ جَاءَ الْوَحْيُ بِمَا كُنْتُمْ تَعْتَمِدُونَ
فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمْ
فَإِنَّهُمْ كَانُوا يُكْذَبُونَ
وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ
رَسُولًا لِيُنْذِرَ أُمَّةً بِآيَاتِنَا
وَلِيُنْذِرَ الْكَافِرِينَ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ
وَيَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ فِي الْآثَارِ
وَيَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ فِي الْآثَارِ
وَيَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ فِي الْآثَارِ

بہارِ الفتوح مسلمانوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر دین اسلام جلد مزاہب عالم پر غالب ہو جائیگا اور اللہ تعالیٰ کبھی ہوسوں پر کافروں کو غلبہ پالے گا تو وہ دنیا کا
اس سے بہتر ریادہ و احسان اور واضح الفاظ میں دعویٰ کیا ہے۔ بشرطِ امکان
اسی نعمت تو مردوں، نخل، اولیاء و کلمہ فی الحیوة الدنیاوی و الآخریہ۔ مسلمانوں کو نصیب
کے بشارت سے دور حضرت جنت کی نشاوت ہے بلکہ ہم دنیا اور آخرت دونوں
میں سنبھلے رہیں گے۔ مسلمانوں میں۔ تو انکم میں یہ دیکھنے کی اور کان پہنسنے کے منتظر
ہے کہ دنیا کی آسانی مسلمان ہی کو رہے ہو گئے لیکن اسکے برعکس آج مسلمانوں
کا۔ بہت برا گناہ ہے اور غیر ان کے مسلط نظر رہے ہیں۔ کس قدر تیرت و تیرت
خاصیت کہ ان بظاہر توں اور وعدوں کے باوجود مسلمان بہت اور منزل کی
تیریں ہیں۔ مگر توڑ رہے ہیں۔ غیر حاکم ہیں یہ محکوم، غیر۔ ٹی انہیں یہ رعایا،
غیر۔ انہیں یہ غلام، غیر۔ ماحب ثروت ہیں بغیر دانا دار۔ آخر اس انقلاب
کو جب اللہ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کی موجودہ دہلیوں عالی
کی۔ چہ اسکے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ رعایا اسلام احکام اسلام پر حال
نہیں ہیں اور وہ اپنے دستور العمل کو فراموش کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سننے
جہاں مسلمانوں کی سرپرستی و سرپرستی کا یہ وعدہ فرمایا ہے وہاں ان کی نعمتیں
کی شرط بھی قائم کر دی ہے اور ساتھ ہی فرمایا ہے۔ یا ابا الذین آمنوا بین
یرتد شکم عن دینہ سنوت یا فی اللہ یقوم سبھم و یعقونہ اسے ایمان دالو اگر تم
دین سے انحراف کر دگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سردوں پر مسلط کہنے کے لیے
ایک ایسی قوم لے آئیگا جو اللہ سے محبت کرے گی اور اللہ اس سے محبت کرے گا
میں بھی شام ہے کہ جب تک مسلمانوں نے قرآن کو ایجاد دستور نہ لے رکھا
فی الواقع وہ دنیا کی آسانی کرتے رہے اور جب اسے فراموش کیا تو مذلت
میں جا گرے۔ آج مسلمانوں پر ذوال، اس خطا کی جو گستاہائی ہے اسی
وجہ سے کہ انہوں نے تسک القرآن سے اعراض اختیار کر لیا ہے
فی زمانہ اسے مسلمانوں کی تعداد نفی کے برابر ہے جو قرآن سے روشنی و
دریت حاصل کرنے ہوں اور ملازم سمجھتے ہوں کہ انہیں قرآن کی روشنی میں
قدم اٹھانا چاہیے اور اسی کو اپنا دستور العمل بنانا چاہیے۔ اگر آج بھی مسلمان
اس طرف متوجہ ہو جائیں تو اللہ کے وہ حوصلہ افزا وعدے اس طرح پورے
ہو سکتے ہیں جس طرح فردن اولیٰ میں ہر سال ہر چھکے ہیں اور جن کی نگین نے
ایک دنیا کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔

قرآن کی جامعیت

بیان کرنے کی ضرورت کہ اس میں کیا ہے، اسکو کس طرح پڑھنا چاہیے اور
اور اس سے کس قسم کا استفادہ کیا جائے، اس پر وہابی کتاب میں نہ
صرف جملہ علوم و فنون، اسرار و نبوہ اور انھوں بشریت کی غلام و ذوق کے
وازیہ سے سربستہ کا اکتشاف کیا گیا ہے جو اسکے انھ اور دانے والوں
کے دل و دماغ میں اسکے متعلق پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس پر ان ربانی ہی
اس امر کی وضاحت کہ دی گئی ہے کہ وہ کیا ہے، اس سے اس طرح ہر ایک
و فلاح حاصل ہو سکتی ہے، کن افراد کے لیے یہ باعثِ نیکت و برکت
ہے، اس پر کس حد تک غور و خوض کرنا چاہیے اور اسکے اور مرد و نوری کن
خداوند کے سوا کسی کو جب یہ ہے۔ اور اس قسم کے تلخ سوالات کا مدلل و معقول
جواب قرآن ہی میں مل جاتا ہے۔ قرآن اپنی ماہیت (اور نوعیت پر خود
روشنی ڈالتا ہے اور اپنے ان مرد و نوری کا فلسفہ خود ہی بیان کرتا ہے۔ وہ
اپنے تلامذہ میں سے یہ نہیں چاہتا کہ اس کے احکام کی تفسیر بلاسوچے سمجھے مدعا
و عند کی جیسے باکردہ بنا یا سوچنے سمجھنے اور اس و نوری سے کام لینے کا
مکرر دینا ہے۔

[illegible]

بنائے گئے ہیں۔ ان کے لئے جو کتاب قرآن کے نام سے اُنزل کی گئی وہ ایک عجیب و غریب کتاب ہے۔ پھر اس پر بھی ہے کہ وہ ہر زمانہ اور ہر جگہ میں عجیب و غریب انسان کا دستور اس ہے۔ اس کے خیال سے آج تک تقریباً چودہ سو سال کی

دست گرد ہو گیا تھا اور اس طرح جس میں زمانہ نے مسجود رنگ چلے انقلاب کی
بیشمار لہریں اُنھیں ذہنیوں اور فطرتوں میں تغیرات عظیم پیدا ہوئے لیکن بھی
اس قانون اعلیٰ کے نفاذ میں کوئی وقت و دشواری پیش نہ آئی حالانکہ مسرت
میں بیشمار انسانی قوانین و منع ہو کر سرٹ گئے۔

آج دنیا میں جتنی قومیں موجود ہیں اتنے ہی قوانین سوج دیے۔ برص
برص میں یقین اور سیاست و اس سرچرک ان قوانین کو وضع کرتے ہیں لیکن تھوڑی
دست بھی گزرتے نہیں پانی کو وہ قلعے بیکار ہو جاتے ہیں اور ان کے نفاذ میں
صد ہا دشواریاں پیش آتے لگی ہیں۔ مگر اسلام کے سیاسی - معاشرتی - تمدنی
مالی اور کل تمام قوانین اس مدجہ مکمل ہیں کہ گزشتہ تیرہ صدیوں کے اندر ان کے
نفاذ عمل سے کائنات انسانی سے کوئی سخت محسوس کی اور نہ آئندہ قیامت
تک محسوس کر سکیں گی۔

اگر وہ مگر ذہاب عالم پر سرسری نظر ڈالی تو یہ امر بخوبی واضح ہو گا کہ اس وقت
دنیا کا کوئی مذہب انبیاء نہیں جو اپنا مکمل قانون رکھتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف
مذہب کے قوانین میں ضروریات کے مطابق ترمیم کرنی پڑی اور یہ سلسلہ
آج تک برابر جاری ہے لیکن اسلامی قانون ہر زمانہ اور ہر نفس میں انسانی
تغیرات سے بے نیاز رہا۔ اس کے بزدائی اور عالمگیر قانون ہونے کا یہ نشانہ
نبوت ہے کہ اس میں آج تک شوشہ کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مختلف آب و ہوا
اور مختلف فضا میں مختلف اسلامی حکومتیں قائم ہوتی رہیں۔ ہسپانیہ سے لیکر
چین تک متعدد اسلامی خاندان عرصہ دراز تک حکمران رہے تمام حکومتوں کا
قانون میں قرآن ملا۔ اور سب نے پوری کامیابی و کامرانی کے ساتھ حکومت
کی۔ تقریباً ڈیڑھ سو برس کا زمانہ ایسا گزرا ہے کہ دنیا سے اسلام میں صرف
قرآن کے سوا حدیث و فقہ کی بھی کوئی کتاب موجود نہ تھی۔ محمد رسالت اللہ
خلفائے راشدین، عہدِ پیری، عہدِ امیر مہادیہ اور عہدِ بنو امیہ میں اسلامی
سلطنت کے حدود ملک عرب سے تجاوز ہو کر نصف کرہ ارض تک وسعت
پزیر ہو چکے تھے اور باکھبر مس بنو امیہ کی حکومت و سلطنت تو اتنی عظیم الشان
اور وسیع حکومت تھی جس سے بڑی حکومت آج تک دنیا میں قائم نہیں ہوئی
اس وقت بھی یہی ایک قرآن دستور اعلیٰ تھا۔ ۱۱۰۰ء تک مسلمانوں کے پاس
سیاست و معاشیات، مذہب و تمدن - تاریخ و ادب جو کچھ تھا وہ صرف
قرآن تھا۔

دنیا میں لا تعداد کتابیں معرض وجود میں آئیں اور انھیں پڑھنے سے بڑا
نقد سے کا درجہ بھی حاصل ہوا مگر جو جامعیت اور کمال و عظمت قرآن کریم کو
حاصل ہوئی وہ اور کسی کتاب کو حاصل نہ ہو سکی۔ ابتدا سے آخر تک سب
اس وقت تک جملہ کتابیں مل کر صرف اس ایک کتاب کی ہمسری نہ کیں۔ اللہ
نے دنیا والوں کی اصلاح و ہدایت کے لیے جو کتاب نازل کی تھی وہ یہی
قرآن ہے چونکہ یہ آسمانی کتابوں میں آخری کتاب ہے اس لیے اس میں وہ
تمام چیزیں پورے کمال و جامعیت کے ساتھ مرکوز کر دی گئی ہیں جو آخرت
تک انسانی فلاح و بہبود کی کنیل ہیں چنانچہ ہر حصہ سے قدم سے ایوم
اکملت لکم دینکم کے الفاظ میں اس حقیقت کو واضح فرما دیا ہے کہ اسکے بعد
ہدایت و عمل کے لیے انسان کو کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں۔ اسی کو
دستورِ اہل بنایا جیسے۔

یا ایہا الناس قد جاءکم موعظۃ من ربکم۔ شا
قرآن اور رحمت ربانی | اللہ و رسولہ و رحمۃ اللہ علیہ۔ اسے لوگو تمہارے
پردہ دھارنے۔ ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو حکمت و موعظت ہے اور
دلوں کی بیماری کے لیے نسخہ شفا ماننے والوں کے لیے مریض ہے۔

ماہرین نفسیات بتائیں گے کہ دل کی بیماریاں سے انسان پر کس قدر
مہلک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ امراض قلبی ہی کا حجب تھا کہ انسان سچو
نما نہ نواز اثرات، مخلوقات ہونے کے باوجود کائنات کی اذلی ترین مخلوق کے
آگے سرسجود ہو گیا۔ کائنات کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں علم و رسم - ہر وجود کا
بازار گرم اور خشک و خور کا دودھ دردہ تھا۔ انسانیت پسندی و رحمت کی انتہائی
گہرائیوں میں دم توڑتے لگی تھی۔ گناہ - جہنمی - بددیانتی - بدکاری - کینہ
حسد و بغض - عداوت - کبر و نخوت و فیرہ انسانی دلوں میں نہر کو پلے
تھے۔ بدل و انصاف - سن و رواداری - نیکی اور بھلائی کا دہ سے نام
دنیا سے سٹ چکا تھا اور اس تاریخی حقیقت سے بھلا کوئی ایسا کر سکتا ہے
کہ اس وقت اسی نسخہ شفا سے تمام امراض دور ہو کر قلب انسانی کو شفاء
حاصل ہوئی اور جب قلب انسانی کو شفا حاصل ہوئی تو گویا ہدایت
مل گئی اور اللہ کی رحمتیں نازل ہونے لگیں اور سب پر اللہ کی رحمتیں نازل
ہوں کیا کوئی اسکی کامیابیوں اور غنائم امیوں کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے
قرن اولیٰ میں جو بزرگ اس نسخہ شفا سے استفادہ کیے ان کے قلب آئندہ کی
طرح پاک ہو گئے اور امراض قلبی کا دور جو نا تھا ان کے قدم سرسجود
جسم گئے ان میں وہ ساری خوبیاں پیدا ہو گئیں جو انسانی ترقیوں کی ضمانت
ہیں یعنی ان میں جہاد بالفس و المال کا انتہائی جذبہ پیدا ہو گیا۔ اتفاق و احوال
کی بنیاد قوت و عزم و کراتی صبر و استقلال کے ہر پہلو ہو گئے اور اللہ پر وہ
مہر و کرامت و کوشش عقل و خود سے کام لینا سیکھ گئے لگاؤ کی قوت
تاج و ہوئیں اور وہ راہ ترقی پر گامزن ہو کر حکومت و اقتدار کی ان لمبائیوں
پر پہنچ گئے جبکہ رب العزت نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ یہ رحمت، اللہ
تس تو اور کیا تھا کہ وہی غلامان نبی جنکے پاس نن ڈھانٹنے کے لیے پڑا
نیر نہ تھا، دیبا و حریر کے پوشہ قانون کے مالک بن گئے کھربوں مراثیت
چٹائی نہ تھی ایران کی پیش بہا قلعینیں اُنکے جوتوں کی جولاں باہنگیں۔

قرآن اور اس سے عظمت کے نتائج | سمجھا کر اور ہدایت سے کہ قرآن اہل
کے اتباع کا حکم دیا اور واضح فرما دیا ومن اعظم من ذکر ابایات و خیرات
عہدہ میں نے قرآنی احکام و آیات سے انکار کیا اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا
یعنی قرآن بنی نوع انسان کی فلاح و بہبودی کے لیے نازل کیا گیا پھر بھی اگر
کوئی منکر سے تودہ دنیا میں بھی ان تمام سرلمبائیوں اور سر فرازیوں سے
محروم ہوگا جو اتباع قرآنی کی عودت میں اسے حاصل ہوتی ہیں اور آخرت میں
بھی جلا سے نوازا ہوگا۔

من اعرض عن ذکر ی فان لم یستشع عنتک و خیرہ یوم القیۃ اعمی۔ جس نے
باری یاد ترک کی اور قرآن کے ادا و امداد ہی سے بے پروا رہی اسکی حارث زندگی
جہنم اور سبقتیادوں میں گزرے گی انھیں اس دن تک سچی اور معاشی فکارتیں نہیں
اور رزق قیامت میں ہم اسے اندھا مٹائیں گے۔ (باقی آجندہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّ لَکُمْ فِیْ ہٰذَا اٰیٰتٍ لِّاُولِیْ اَلْبَاسِ

(اور ہم بھی بات لے کر آ رہے ہیں غلہ سڑک مانا، دی پڑھنا گا، ہیں)

USL 001 75 00

ایڈیٹر: عبدالماجد

پتہ: دیارِ صلح بابہ ٹکی

تاج: (ریکھ) عبدالنوی

مضامین کے بارے میں خط و کتابت ایڈیٹر سے کی جائے۔

ہفت وار

پندرہویں نمبر

کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ

DF

صد لکھنؤ

چندہ اور اجتماعی امور
کے متعلق مراسلت اس پتہ پر کیجیے
محمد عبدالرؤف عباسی مہتمم اخبار صدق
مرشد آباد پلس۔ گولہ گنج۔ لکھنؤ

چندہ سالانہ مقرر
شغلیہ فیکس
بروز پندرہ سالانہ
مفت
تبت فی پروج اور

نمبر ۳۷ و شنبہ ۶ - محرم الحرام ۱۳۷۷ مطابق ۲ - فروری ۱۹۵۷ء

پہلی باتیں

۱۔ ہندوستان میں ہے کہ امریکہ میں تیار کردہ سے تین فرسنگوں کا
بینی سٹرنی سے لیکر مغربی ملکوں میں لے کر ۲۰ ہزار میل کی ہے۔ اس قاصد
کے طے کرتے ہیں ۱۱۰ سال کے اندر ترقیاں سب ذیل ہوئی ہیں :-
۲۔ ۱۹۴۷ء میں یہ قاصد پہل گاڑوں کے ذریعہ ہمارے ۶ سینچس طے ہوتا تھا۔
۳۔ ۱۹۵۰ء میں یہ گھوڑا گاڑی اور ریل کی ۱۰ سے سیکڑوں کے ۲۲ دن میں طے ہوئے
۴۔ ۱۹۵۱ء میں یہ گھوڑے کی ٹاک اور ریل سے کل ۱۲ دن میں
۵۔ ۱۹۵۲ء میں یہ گاڑی اور سلسلہ قائم ہو گیا۔ اور یہ سفر ٹھیک ۱۰ دن کا ہو گیا۔
۶۔ ۱۹۵۳ء میں یہ سٹیل ٹریک دونوں کو گھٹا کر چھٹے بنایا اور ریل کل ۱۰ گھنٹوں کی ہو گئی۔
۷۔ ۱۹۵۴ء سے تیار اور ٹرین کی دوسرے دت صرف ۲ گھنٹوں کی رہ گئی۔
۸۔ ۱۹۵۵ء سے تیار رات اور دن چلتے گئے اور ریل کل ۳۳ گھنٹوں تک رہ گئی
۹۔ ۱۹۵۶ء سے با منابہ ہوائی ٹائم ٹیبل کے لحاظ سے دت ۴۲ گھنٹوں کی رہی۔
۱۰۔ ۱۹۵۷ء میں ہوائی ٹاک نے ۱۲ گھنٹہ کر کے ۱۰ گھنٹوں کی کر دی۔
۱۱۔ ۱۹۵۸ء میں مغربی ترقیوں سے مسافت صرف ۱۰ گھنٹوں کی رہ گئی۔

دو آہے یا بارہ پھل ہے؟ زندہ بھی ہے یا مرگے ہے؟ جانیں کہاں تک محفوظ رہا
قتل، دن و رات کے ڈاکے، لوٹ مار کے حادثے، سارا سارا مال و مالک
کیا ہے؟ واقعات خود کشی کے اعداد کیا ہیں؟ اسباب خود کشی کیسے بن گئے
روستے آتے ہیں! قتل و ہلاکت کی جو تعداد ہے جو طریقے برسوں صدی کے
مہذب انسان نے ایجاد کر لیے ہیں! انگوں کے کبھی خواب و خیال میں بھی آئے
تھے؟ مال ایک انسان کا دوسرے انسان کے ہاتھوں کس حد تک محفوظ رہا
ہاں ماویں ایک کی دوسرے کی طرف خود چھین جھپٹ کر خواہ کر دینا اور
جیسا زہی سے اس شرم سے قتل ہو رہی ہیں! انوس ایک بھائی کا دوسرا
بھائی کے ہاتھوں کب محفوظ ہے؟ اس باپ، بھائی، بہن، عزت کسی کی بھی
محفوظ ہے؟ شہوت پرستی اور ہوس رانی کے جو طریقے آج ہر گھر، ہر اسکول
میں عام ہو چکے ہیں پہلے اوھر کسی کے ذہن رسا کی بھی رسائی ہوئی تھی؟

اور حقیقت امر یہ ہے کہ یوں دیکھیے۔ یورپ کے ایک ایک ملک کا کیا حال
ہے۔ برطانیہ اور فرانس اور جرمنی اور اطالیہ اور روس، سیاسی حیثیت سے
نظام حکومت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے کیسے ہی منہ ہوں، تازی ہوں،
شعلہ ہوں، اپرٹیکٹ ہوں، کوئی ہوں، اور انہیں کے شمول میں جاپان، کیم
رکھ لیجیے۔ تہذیبی اعراس اور روحانی دباؤں میں کیا امریکہ سے بہت کچھ، یا کچھ
بھی مختلف ہیں؟ اور پھر پتی ترقی "خود کشی" میں کیا قدم چاہیے؟
تو کی ہو یا ایران، مصر، یا شام، عراق، یا خود ہندوستان، وہاں کیا حال ہو رہا ہے؟
جاگ رہی اور جی رہی کون سی چیز ہے؟ اور سر رہی کون سی چیز ہے؟
انسان اپنے انسانییت سے کچھ اسٹے غرض حاصل کیا کیا؟ محض حیوانیت اور حیوانیت
میں بھی جو ان "پانڈی" سے بھی بڑھ کر حیوان کی درنگی! اور آدمی سکون اور سڑگی
س جو میں شہید نہیں! بلکہ مہذب دنیا ہے کہ عیش و راحت کی محنت، بھنگ کی بیگ
راز روز بنتی جا رہی ہے لاکھوں کا ایک جسم زار!

غلام ترقیوں کی اس راند کا یہ ہے کہ مہذب و ترقی یافتہ انسان ہمارے
اڑ کر جا چو پھنے کا تعلق ہے اپنے باپ دادوں کا تو خیر ذکر ہی نہیں ہوا میں اڑتے
رہنے، اسے پاندوں سے بھی آگے کل گیا ہے۔ اور ترقی کے اس دور میں چل اور کھڑے
۱۰۔ کہو تو اور باز اور گد، اور مقابلہ کہ اپنے سے کہیں پیچھے چھوڑ گیا ہے۔
لیکن اس امر کی باتیں اس ترقی یافتہ و ہوا باز امریکہ میں، کیمیں، یورپ میں، انہیں
پیدا ہوئے۔ کہ خود انسانییت بیک تڑپ رہی ہے۔ انسان کی تندرست

ایک نام کے ندوی کا دوسرا پیام

ندو کی برادری کے نام

نمبر (۱۲)

محترم ہندوؤں اور اُمتوں سے منع نظر بجا، درست اپنی جماعت کی طرف آئیے۔ علامہ ندیم ازلہ بوند، بااثر اسکاغلی ترجمہ ہندو "بوتھ سے لے کر"۔ آپ کا یہ فیصل اپنے جانتے پہچانتے سپر ایڈیٹر سلیمن کو اپنے۔ وقت کے ہر تندر کا مقابلہ آج ان سے بڑھ کر کس نے کیا ہے؟ اور سلیمن ہر اجتماعی ضرورت کے لئے ہر ان سے بڑھ کر کون کام آیا ہے؟ میرٹ سربراہانہات میں اپنے شخصیات کلامی ہیں، دھڑکے دھڑکے انہوں نے نیا کر ڈالے۔ نئے انکار و عاریت کے مقابلہ میں بنگالہ آج تک شمشیر فاع۔ سلام کا پیام ہزار ہا ہزار نوجوانوں کے دل و دماغ اس انہیں نے پہنچایا۔ شکوک و شبہات کی دلدل سے عدا معلوم کتنے انگریزی ڈاکٹر انہوں نے نکالے۔ خود آپ کے اس خیرین سفلیات کا جو ایک علوم و سورت شواہد ہے، اسکے ستریں کا تو سب سے بڑھ کر انہیں نے کہا۔ اور ہر اسکے ساتھ اسکے رفیقوں، شاگردوں کی جو سرگرم اور کارکن ایک ہر جماعت میں ہے، قابل فخر ہیں اور قابل قدر ہیں۔ وہ بھی آخر سب ندویوں ہی کی ہے، یا کسی اور کی؟ دارالصفین کے کارنامہ ہندوستان ہی سے نہیں، انشا اللہ ہر دن ہند سے ہیں دار حاصل کر چکے ہیں، لیکن خودی ادارہ اگر اندوہاں ہی کا سامنے ہوئے اور ندوہی کا ایک ہر تو نہیں تو اور کیا ہے؟ اور انہاں کے مشہور دسورت بیچر مہا جیکے دود "سود" سے ہم اس وقت بھی سرفراز ہو رہے ہیں، یہ حیثیت "قوال" جیسے بھی کہیں ہوں، اسکے "قوال" ہونے اور انکی معاملات میں انکی زبردست عقلیت سے کس جگہ کو بھی انکار ہے؟

مغلذادہ ہی کے ایک گروہ میں ایک چھوٹے سے منصب میں خدمت قرآن کا جو کام انجام پا چکا اب باختم باہلہ، اور ان کی زندگی قابل رشک معانی اور سادگی، یہ سب آپ کے ندوہی کا فیصل ہے۔ اور اسکے پڑوس کھڑے تھیں گرام بھی کس طرح آپ کے ندوہی کی ہمدردی سے بھگتا رہے۔ مید آباد کی اہم علمی، دینی، تعلیمی زندگی میں ندوہی کا جہاں تھ ہے وہ کس سے پوشیدہ ہے؟ جو ان مرگ عبدالرحمن نگر امی مرحوم جیسے جوان صالح اور حاج علم و عمل فرزند کیا ہر مدرسہ کے نصیب میں ہر روز آتے رہتے ہیں؟ دکن، بھین، دہلی، پنجاب، بہار، یو۔ پی، بنگال، ہندوستان کے مختلف علاقوں کی تعلیمی اور دینی زندگیوں میں آپ کے دارالعلوم کا سفر کہاں سو نہیں؟ مصافحت جہاں کہیں بھی ندوہی کے ہاتھ میں ہے، خصوصاً علیہ مد و رہبئی، اپنی مناسبت، خرافات کا انبیا قائم کیے ہوئے ہے۔ جامعہ اذہر بیسی دنیا اسلام کی سنا ترین درس گاہ، جو گرام اور عظیم الشان نقش آپ کے ایک بھائی ابھی حال ہی میں چھوڑ گئے ہیں، وہ ہمارے اور آپ کے فکر کے پس ہے۔ دین کی تڑپ اور تبلیغ دین کی دھن کی مجسم مثال دیکھنی ہو، تو انہیں نظریہ سے محفوظ رکھئے اور انکی اخلاقی صلاحیتوں کو بچنے سے بچنے نہ کہئے، یہی مجمع کے اندر اعلیٰ میان کو دیکھو جیسے خود دارالعلوم اور مجلس ندوہی کو کھینا جائے کہ سوقت ملی عرصہ سے آپ کی رہائی

کے ایک چلا رہے ہیں۔ انہیں ندوہی، مسند تسلیم ندوی، محترم دارالعلوم ندوہی و قس علی ہذا۔ پھر مدرسہ ۲۰ جو کی جگہ ۲، طیب کا جگہ طیب، ایڈیٹر کا جگہ ایڈیٹر، غرض اجتماعی زندگی کا کون سا شعبہ ہے، جہاں آپ کے بھائی ہندوں کو ایک نمایاں اور اتنی باری حیثیت حاصل نہیں؟ اور ندوہیت دن سب میں مشترک۔ بہت سے ایسے ہیں جنہیں باہر راستہ اسلام کی ضرورت کے موقعے حاصل نہیں۔ یہ اپنے مختلف عہدوں اور منصبوں سے اہل اسلام کی خدمت کر کے باواسطہ اسلام ہی کے خادموں کی فوج میں داخل ہیں، حضور ان مثالوں کے پیش کرنے سے، ان ناموں کے باوجود اس سے (اپنی جماعت کی بڑائی جتنا نہیں) انہوں کو چکا تا نہیں، شہیدیت، شہادت اور شہر کے لئے شکر کے ساتھ اپنے کون فرائض کی طرف اور زیادہ توجہ کر رہے۔

کوئی کہاں تک گناہ ہے، کوئی کہاں تک شہادہ ہے، ایک ایک نام کو، ایک ایک کے کام کو، بھگتا آپ، یہی کھانم کیے ہوئے، یہی ماحول کی بڑائی اور تبلیغی فنکار کا اثر ہے کہ یا جو جیوں اور تباہیوں کی زد آج جہاں بھی اور جب بھی دین پر پڑتی ہے، یہ آپ کا ندوہی ہے کہ سب سے پہلے تڑپ اٹھتا ہے، اور پہلی ہی آواز پر آپ کے ارکان، اساتذہ، طلبہ، سب کے سب اور سب کا ہاتھ کیے بغیر جو افراد باہر نکل آتے ہیں، اور جادمانہ ڈٹ جاتے ہیں، کاتھم بنیاد میں کے مصداق "السا بقون الامم" کے مرتبہ سرفراز، اس کا حال کوئی اس وقت فرزند کے دل سے پہچھے، جس کی مردانہ تہمت نکلا۔ یاں اب سوسٹ عالم ہو چکی ہیں، اسکے ہر حویہ کا گندہ کر دینے والی جماعت سب سے بڑھ کر آج ہی کے ندوہی کے فرزند ان قدیم و جدید کی غلی۔ ایک فضل اللہ بوند میں شہادہ اپنے چھوٹے بھائیوں، یعنی موجودہ طلبہ کی مشکلات کا اندازہ کیجئے۔ انکی کڑی آزمائشوں کو نظر میں رکھئے، شہری زندگی کے عام فتنے اور بلائیں، جو ہر شہر مرکز کی طرح، اس شہر پر بھی مستط ہیں، انہیں چھوڑ دیے۔ صرف یہ سوچئے کہ یکس بن میں اور کہاں وہ رہے ہیں؟ انکے پڑوس، امین پڑوس میں کون سی عمارتیں، عظیم الشان، اعلیٰ و ذنی عمارتیں ہیں؟ یہاں کے دن گزرتے دہتے ہیں، اسٹراٹوں، ملاہوں، مظاہروں کے غروں میں اندوہاں بے سرتوئی رہتی ہیں، نیلا اور گرامو فون اور ریڈیو کے نگوں میں؟ آپ کے عزیز اگر اس فنکار اور اس ماحول میں ہیں، اپنا تقویٰ اور اپنی شرافت قائم رکھتے ہوئے سکون دیکھنی کے ساتھ اپنی تعلیم، تدریس میں مشغول ہیں، تو اسے اللہ کی رحمت اور فضل و کرم کے بعد، اور کس چیز پر محمول کیا جائے، بجز آپ حضرات کے اسوہ حسنہ کا بجز آپ حضرات کی قائم کی ہوئی روایات اسلامیت و شرافت کے؟

خطبہ "ازلہ بوند" کے طلبہ کے مدد سے بڑھ چلا۔ سادہ فواری کی جگہ سادہ خراشی و پرہیز ہو چکی، اور عجیب نہیں کہ سادہ بین کی جین تھیں پر کپڑے لگے ہوں۔ ساری شنگھ علی غلی اس پر کہ خود شتاس پیدا کیجئے، اپنے کھپان خوش بیجئے۔ اپنی اس خودی کو قائم رکھئے، اندوہاں رکھئے، اپنی اس روشنی کو گرم نہ بننے دیجئے۔ اور وہ خودی ہے کیا؟ فلسفہ خودی کے مشہور اسرار سناش اقبال کے الفاظ ہیں:-

خویشی اور یاب از ترک فرنگ!

ندوہی کی خودی، ندوہیت، یہی اسی ترک فرنگ کا دوسرا نام ہے۔

نمبر (۱۱)

از

آپ سبٹ کے ہر پہلو کو بار بار مولانا شوکت علی صاحب مرحوم اور میرے اختلافات ٹھیک مزور ہو سچا دینے ہیں [تعمیک، تعریف، توہین و استہزاء کے لیے جبکہ اس کا تعلق کسی غلام دین و ملت کی ذات سے ہو، مجھ کے نسبت میں یقیناً سب سے زیادہ پردہ پوش لفظ] اختلافات ہی کا ہے باصدق اہل اسلام معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس اس زبان دراز گئے کو مانسنے کے لیے ہی سبک مولانا ڈنڈا ہے [مولانا شوکت علی مرحوم کی حیثیت کی حمایت کے سونے ڈنڈے] کا مصداقہ نہیں، لیکن "زبان دراز گئے" کی ترکیب پر فارسی صاحب ذرا سکون و اطمینان کے وقت از سر نو غور فرمائیں۔ شاعر کے نظر سے جب بند شہر بست اور آب کے قلم سے ترکیبیں جب غیر ادبیہ نکالے لگیں تو یہ نشان اُنکے ذہن طبع و کیسوی دماغ کا تو ہر حال نہیں۔ صدقاً! لیکن سیرا منیر اس معاملہ میں رد و جوہر سے مطمئن ہے۔ اول یہ کہ مولانا مرحوم نے اپنی زندگی ہی میں مجھ کے کافی انتظام لے لیا تھا۔ کیا آپ بھول گئے کہ اُنکے اخبار کے صفحات پر میں بجا اعلیٰ اور مداری بنا کر سچا یا جا چکا ہوں۔ یہ حوالہ اگر صحیح نہیں ہو تو سوال تو مولانا شوکت علی کے "بہت کافی سخت جوابات" کی بابت تھا۔ کہ اُس اخبار کی تحریروں کی بابت جو اُنکی نگارانی میں نکھنا رہتا تھا۔ کیا فارسی صاحب کا منیر اسکی شہادت دیتا ہے کہ مولانا اور اخبار مذات سزاوت تھے؟ ان غیب کو بیسوں معاصرین کی خبر بھی نہیں ہوتی تھی۔ کیا تب دسے ترین کے بھی کوئی نے سلی ایجاد کر لیے ہیں؟ صدقاً! پھر جب مولانا خود انتقام پیکے تو اب آپ کی یہ نکالت بعض بے معنی ہے۔ اُنکے ملاوہ سب سے زیادہ میرے منیر کے لیے پیش طابقت یہ واقعہ ہے کہ مولانا کے انتقال سے پہلے میرے اُنکے در بیان معنائی حوالگی تھی اور ہم دونوں نے گزشتہ واقعات کو بعلل و باقلا ذکر جنگ گویا آپ آپ کی اُنکی ذاتی تھی! "شام سربازانہ سعادت پس دیوار کی اس سے جوہر کر

ہمیں اور صفائی، جو صاحب پیام کے غلو کہہ رہے ہیں، اصدق آئینہ پر نشانی
مرحوم کو بھی معلوم تھا کہ ان کے بعد بھی ایسے چست گواہ، موجود ہیں گے جو
ہر معاملہ میں گڑھے مردے، اکیڑا کرینگے [یہ فقرہ بھی آپ نے اسی مغز و نہ
کی بنا پر تحریر کیا ہے کہ مولانا کی نیت ہر پیام کے مسلسل صلے کو یا معنی ایک
پرائیوٹ اور ذاتی حیثیت رکھتے تھے، جو مسلم پبلک کو کوئی تعلق ہی نہ تھا، یہ
غلط فہمی اگر دور ہو سکے، تو اچھا ہے۔ صدق آ اور اپنے ذہن و قلم کا بڑا سنا بہرہ
اسی کو سمجھنے کے جب عبدالغفار انکی رائے کی غلط فہمی کے قلعہ کو ٹپا کر دیتا
کہے [خود وہ "حزب" قائدانہ دست کے پہلے کیسے ہی تو بین آئینہ اور خود
شمار اسلامی کے حق میں کیسے ہی فن انگیزوں۔ صدق آ اسی وقت دنیا
کو یاد دلایا جائے کہ لوگو! دیکھو یہ وہی مرد و زن ہیں جن نے مولانا کو شکست ملی
کو تو برا کہا تھا [ماضی صدق کو انفرادی شخصیت، اہل فتنہ کیوں فرض کر دیا
گیا ہے؟ آپ نے لکھا تھا کہ تعریض اور تنقید کے ذریعہ ان فرض باقی رکھنا
چاہیے۔ اس پر صدق نے عرض کیا تھا کہ اس نواہن کے اعتبار سے آپ
"لا ذلّٰل سر دار" ہی ہیں! غریب شرکت علی بھی اسکے کسی درجن میں مستحق ہوسکتے
تھے، مگر مسلسل حملوں سے پیام کے خاتمہ پر یہ ہیں؟ صدق کی اس نیت
کو اس رنگ بن پڑ کر، سجدہ ہی کی افشاں کی صداقت کو اور دیا، جسے نقاب
کر رہا ہے۔ صدق آ اس عام شدت و حدت کا بہت ہی بوجھ پہلایا ہے
کہ جناب نے مسقطی کمالی کے "فقرہ کلاس آدمی" کے جانے کو تو نہ صرف
کو گوارا فرمایا بلکہ آج تک کہنے والی کے تائید میں اپنا ذہن و قلم صرف کر رہا ہے
ہیں [یہ عقیدہ آج تک عمل نہ ہوا کہ کسی دینی مدبر کو اسکے غلط فہمی
بائلی کی بنا پر "فقرہ کلاس" کہنا کیا کوئی گناہ ہے؟ کچھ اسکی نیت پر مبنی ہے؟
اسکے پرائیوٹ چال چلن کی پروری ہے؟ آخر کیا ہے، جو سجدہ کے پڑنے سے ہوسے
فقرہ ایسٹر کو آج تک اترنے نہیں دیتا؟ شکایت مولانا ابوالہ علی سے یہ ہوتی چاہیے
تھی کہ جرائم کی شدت و نوعیت کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مجرم کے لیے عزت
سے زیادہ نرم دلائل لفظ استعمال کیا۔ صدق آ لیکن اگر کوئی شخص کسی عورت
بندوستانی لیڈر تھی کہ [بہت ہی بڑ بھٹ، بوجھ، معنی خیز ہے "سچی کو" انھیں
وہ ذات کی انتہائی گرائیوں کے انوار، کہیں اس سے پہلے تو چرایا اور کیا ہوسکتا تھا، نتیجتاً
انھیں علی غاں صاحب کی پکاب، انڈی پر بھی اشارہ کچھ عرض کرنے کی جرأت کرے تو
وہ آپ کی نظریں قابل تعزیر قرار پاتا ہے [بناو دی مرکزی نقطہ نظر پر آپ اب
آئے۔ سجدہ کی بارگاہ میں قابل عزت (شاہ قابل پینٹش) امرت (نونی کامیابی،
مادی نعمت کی) اقبالندی ہے، اور اس لیے "لا ذلّٰل سر دار" قابل عزت و اکرام
ملیک وہی مدیار، جو "صاحب" کے ان عزت و اکرام کا ہے اور جسکی بنا پر فرنگی
ہر زمین کے نزدیک حضرت عمرؓ کا مرتبہ، حضرت عثمانؓ و علیؓ کا تو ذکر ہی نہیں حضرت
ابوبکرؓ، بلکہ خود رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے اعلیٰ و افضل ہے! صدق غریب کے نزدیک مولانا
جنت عزت کے معیار اسلامی ہند کے خادوم اپنی پٹری ہونی بوسیدہ و دیوانہ ہوئے
ہوئے رنگ خور، ہندیوں کے باوجود ہمیں اس اصدق آ ہندوستان کے ایک
اخبار نویس اور ایک سیاسی لیڈر کے حق میں یہ گمبوشی اور ترکوں کی قوم کے ہر فرد کے
مستحق رہے تھی، [اسے کیا کیسے گا کہ وہ اخبار نویس! سیاسی لیڈر، ہر سنا، مسلمان
سے اور باغی پرار نہ ہے اسلام کی خدمت کے لیے۔ "سچ قوم کا ہیرو" نہیں ہے، نہ
"ترک قوم" کا، نہ "ہندو قوم" کا، نہ وہی قوم کا، نہ جرن قوم کا! یہاں اس لیڈر کی عزت

مسجد جامع اسلامی دہلی ایمان کی بے پناہ قوت

(بقیہ صفحہ ۵)

مقوم ہے اس لیے آپ کا اظہار حیرت سمجھ میں نہ آتا۔

(۲) نظریہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ یوں اس پر مسلمانوں کا عقیدہ رکھنا بجا ہے یا نہیں؟

۱۔ عدم التعلق اس چیز پر جو الگ الگ کے ساتھ بھی لگی ہوئی ہے۔ بظاہر معلوم ایسا ہے کہ اس وقت کے ذہن حضرت مولانا کا ذہن اور عقل نہیں ہوا۔ اس لقب کے استعمال میں فی نفسہ کوئی غالی ہے یہی نہیں، حیرت الہیاس کی بنا پر امتیاز ہے۔ اس لیے کہ شیعہ عقیدہ میں لفظ امام کی اصطلاحی معنی رکھتا ہے (امامت شیعہ فرقہ کے اس ایک مستقل مذاہب منصب ہے مثل نبوت کے، گو اس سے کسی درگفت کر) اور سیدنا حضرت سیدنا کے نام کے ساتھ اسے لگایا اس معنی کے ساتھ التباس و اشتباہ پیدا کر دیتا ہے۔ ورنہ اگر التباس کا اندیشہ نہ ہو اور قرینہ نظام سے مراد حضرت تنہیم ہو تو ظاہر ہے کہ یہ لفظ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہیں کمزور جہ کے معجزات کے لیے بھی بالکل جائز ہے۔ مغربی سنی کے لحاظ سے ہر واجب الکرم شخص امام (مردار، پیشوا، استاد فن) ہے۔ لہذا اس لحاظ سے حضرت کا مرتبہ محض امام کیا سنی امام ادا لہ کا ہے۔

(۲) نظریہ کے متعلق حدیث، آثار میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ قرآن مجید کی بعض آیتوں میں اشارے اس جانب ملتے ہیں، مثلاً سورہ یوسف میں جہاں حضرت یعقوب اپنے فرزندوں کو مصر کی شہر بنیہ میں طریق داخلہ کی نصیحت فرماتے ہیں۔
مراسلہ نگار کا تیسرا سوال ان شاء اللہ آئندہ پرچہ میں درج ہوگا۔

خریداران صدق کی خدمت میں

مندرجہ ذیل خریداریوں کی سیاد اس اور فروشی میں ختم ہو رہی ہے۔ بروز اکرم ختم ماہ سے پہلے پہلے چندہ ارسال فرمادیا جائے۔ ورنہ مارچ کا پہلا پرچہ ہی اپنی ارسال ہوگا۔ اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع کر دیں تا کہ دیہی پی نہ بھیجا جائے ورنہ بلا وجہ دفتر کا نقصان ہوگا۔

۲۳۸	۲۳۹	۲۴۰	۲۴۱	۲۴۲
۲۴۳	۲۴۴	۲۴۵	۲۴۶	۲۴۷
۲۴۸	۲۴۹	۲۵۰	۲۵۱	۲۵۲
۲۵۳	۲۵۴	۲۵۵	۲۵۶	۲۵۷
۲۵۸	۲۵۹	۲۶۰	۲۶۱	۲۶۲
۲۶۳	۲۶۴	۲۶۵	۲۶۶	۲۶۷
۲۶۸	۲۶۹	۲۷۰	۲۷۱	۲۷۲
۲۷۳	۲۷۴	۲۷۵	۲۷۶	۲۷۷

(ایک مصری اہل قلم نسیم آفندی کے قلم سے)
حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم سب نے جنگوں میں کہیں کثرت تعداد یا جنگی ساز و سامان کے بل پر کامیابی حاصل نہیں کی بلکہ ہماری ساری کامیابی اس بات کی بنا پر ہے کہ جو ہمارے دلوں پر چھا گئی ہے۔ (آپ کا مطلب ایمان سے تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا گیا کہ آپ کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ آپ ہمیں چار ہزار فوج سے مصر کی ہم کو سر کر لیں۔ آپ نے فرمایا کہ گو ہم چار ہزار فوجی گروہ میں سے ہر ایک کو اپنی فوج و حضرت کا یقین تھا۔ آخر یہی کامیابی حاصل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایک ہمارے ہاتھوں فتح کر لی۔ حضرت نزار بن ازد رضی اللہ عنہ نے فتح شام کے موقع پر برہنہ تن چیم چلے کر بے تھے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ عذاب اپنے کو سچا ہے۔ حضرت نزار نے فرمایا: کینہت کیا اپنے کو جنت سے بچاؤں؟

جنگ بد۔ میرا کچھ گھمسان کارن بڑا رہا تھا، ایک صحابی نے ایک جگہ زوار کا قبضہ پکڑ لیا اور نذرانہ دے کر دے آگے بڑھے۔ افسوس کا مقام ہو گا اگر یہ جانتے ہو کہ یہ جنت کے درمیان میری زندگی کا عمل ہے میں اپنے کو جنت میں نہ پہنچاؤں۔ یہ کہہ کر آپ تیروں اور بیڑوں کی بازو میں نکل پڑے اور سینہ کو سامنے کر دیا۔

جنگ قادسیہ میں مسکی ہولناکی سے کون واقف نہیں بے پناہ ابراہانی فوجیں سخت گھروں کے غیر کمان نہیں اور ان کے کنگے آگے سلاح پوش ہاتھیوں کی ایک قطار تھی جس نے مسلمانوں کی پیادہ اور سوار فوج کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ لشکر پر رعب و ہیبت چھا گئی۔ گھوڑے بھڑکنے لگے۔ نیزے اور تلواریں ان ہاتھیوں کے مقابلہ میں کچھ کام نہ آتی تھیں۔ اس موقع پر جنگ قادسیہ کے نامور نبرد آزما حضرت قنقاع بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بلند آواز سے کہا کہ کون ہے جو اپنے آپ کو خدا کے حوالہ کرنا چاہتا ہے؟۔ سننے ہی پر جانب سے شہسوار جمیٹ پڑے اور ہر صفت کے ہمارے سنے اپنے آپ کو پیش کیا حضرت قنقاع اور ان کے ساتھی پیادہ ہو گئے۔ تلواریں سکوت میں ہاتھیوں کی کوہ پیکر و ہوار کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ اور ناک ناک کر انکی سوزناؤں اور شکوں پر ہوا کو کہنے لگے۔ پھر کہا تھا۔ جودہ چاہتے تھے وہی ہوا انھوں نے ہاتھیوں اور نیلہاؤں میں ایک نعلیہ اور زلزلہ ڈال دیا اور ان میں آگ لگی لگا دی کہ اس میں سارے ابراہانی مل بھیں کر عیسیم ہو گئے۔ رستم اگیا۔ اور اسکا لشکر نہ ٹھننے والی اسلامی روح شجاعت کے سامنے تباہ و برباد ہو گیا۔ یہ نفسی اسلام کی اس روح معنوی کی تابانی اور نور ایمان کی برقی فتائی میں سے مسلمانوں کے مسلمانوں کے دل پور تھے جو غلبہ اور بے آب و گیاہ جزیرۃ العرب سے نکل کر دنیا کے چپے چپے تک پہنچ گئی تھی۔

شیخ شہادت حسین بن مرتضیٰ حسن پڑتگ سپس میں چل کر انکے نذرانہ صدق کو لے کر کھڑے ہو گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

راور جو بھی بات لے کر آیا اور میں نے اسکو سچ مانا وہی لوگ جو مرزا کا رہیں

ایڈیٹر: عبداللہ جاد

پتہ: دریا آباد، منہاج آباد، لاہور

نائب: (دیکھیں) عبدالغنی

مضامین کے بارے میں مفاد نقاب ایڈیٹر سے کیا جائے

(مرزا کا پتہ لاہور ۳۹)



جنت اور مقامی امور کے لیے مرشد اساتذہ پر ہونا

محمد علی بدایون عباسی، محمد انصاری بدایون، مرشد آباد پولیس، گورنمنٹ، لاہور

چند سالہ عہدہ ششماہی بنیاد پر دین سند سے سالانہ ششماہی قیمت فی پوچہ

نمبر ۳۸ - دو شنبہ - ۱۳ - محرم الحرام ۱۳۵۷ - مطابق ۱۰ - فروری ۱۹۳۷ء - جلد ۶

سچی باتیں

- (۱) دو عاشرے ترقی یافتہ مرد اور عورت کے درمیان تحقیق جدید کی ہے، کچھ فرق ہے؟ اگر ہے، تو کس قدر؟
 - (۲) فرق اگر ہے، تو طبعی اور فطری کس قدر، معاشری حالات کی بنا پر کس قدر اور تعلیم و تربیت کی بنا پر کس قدر؟
 - (۳) ان طبعی، معاشری اور علمی اختلافات میں شخصیت امتداد کی کس حد تک گنجائش ہے؟
- تجربات پیدا کیے ہوئے کسی جو درپہنہ شرقی کے نہیں عصر حاضر کے ایک بڑے ماہر اور مشہور "ڈن نیل" نے الحاد و انانیت پر و فیسر جوائن ہلکے کے ہیں۔ جو بات بھی انھیں کے قلم سے ملا نظر ہوں :-

"محل قرار پانے ہی مرد و عورت دونوں کی بنیاد ایک ایک شروع ہو جاتی ہے، "کوہ نوزوم" کی تعداد کے لحاظ سے، یعنی ان ذرات کے لحاظ سے جہلی بابت پچھلے دس سال کی تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ دراشت کے حامل اور صفات و امتیازات پیدا کرنے والے بھی ہوتے ہیں (مجلس المدینۃ العلمیۃ ۱۹۳۷ء)

فرق بہت بڑا ہے۔ اتنا اندازہ کر دوں جنسوں کے بعض مساوات کے کوئی سنی ہی نہیں ہے۔ (۱۳۵۷)

۱۹۲۳ء میں بورڈ آف ایجوکیشن کی طرف سے کیٹی مقرر ہوئی تھی تاہمی اسکولوں میں لڑکوں لڑکیوں کے تصاب درس کی تحقیق کے لیے۔ اس کیٹی کی رپورٹ میں یہ تھا کہ مرد و عورت کے فوارے داخلی میں بہت ہی کم فرق ہے، لیکن "داغوں پر عام تو مزاج ہوتا ہے اور مزاج کے لحاظ سے دونوں جنسوں میں بنیاد ہی فرق نہ صرف آج موجود ہے بلکہ موجودہ سیکل میں ایک نہیں ہوتا، بلکہ آگے اور سینے :-

"میں نے بیٹھ کر جرات کرتا ہوں کہ دونوں جنسوں کے درمیان فرق اتنا بڑا تھا جیسا کہ کم درجہ کا لکھ بیسا کہ ماضی میں ہونا چاہیے اور حال میں جاری ہے، مستعجب میں دم زود آج کے ذریعہ فرق نمایاں ہونا چاہیے۔ (۱۳۵۷)

ان "ڈن نیل" پر غور کرنے والی جنس اور معانی پہلے خدا تعالیٰ کریں کہ تم بہت پسند اور "جوہر پرست" اس سے زیادہ کچھ بھی کہنے میں جانا اس نامور بڑا ذہنی سائنسٹ نے کہہ دیا ہے؟ اور یہ شہادت کوئی منفرد ہے؟ کتنی اور شہادتیں کتنی اور انھیں صفحات میں دوسرے شاہیر کی نہیں پیش ہو چکی ہیں۔ تاریخ کے فاضلوں کی "بیالوجی کے ماہرین کی" سوشیا لوجی کے محققین کی؟ غلام سب کا یہی کہ مرد و عورت کو انسانی حیثیت سے مشترک ہیں (اور اس بنا پر شریعت نے انسانی حقوق دونوں کے کساں تسلیم کیے ہیں) لیکن وہ الگ الگ جنس ہیں۔ دونوں کے تولد، ایالات، علحدہ، صلاحیتیں جدا جدا۔ اور اسی بنا پر دونوں کے عبادات میں ایک دوسرے سے مختلف، دونوں کے فرائض، عبادات، نچر، یہ ان، دریا، دونوں اپنی جگہ پر پڑی چیز اور بغیر دونوں کے اشتراک نہیں ہو سکتا۔ اور وہی طرح؟ سکی پرورش، تمام سچا

تزوج الوديع والودع اور اتنی سلاش بکر الا محکمہ

سورج و اسرار معراج

نمبر (۱)

و نامنزل گرامی و نامناظر اس سلسلہ کی ایک گیلہ کی وہ پڑھتے و محققانہ تقریر
جو ۱۲۰۰ء میں جب مسند کو شریک و مددگار بنایا۔ سے نشر ہوئی

امجد شاہ دکنی و مسطورہ و اسلام علی بن ابی طالب و ابن ابی طالب
کہ سورج اور معراجی تجربات و مشاہدات کا چرچا اب صرف مسلمانوں میں
پایا جاتا ہے۔ ہر سال وہی اس وقت کی یاد دلاتے ہیں۔ ان کی
حکومتیں اس دن تعطیل دیتی تھیں۔ اسلام میں ملک میں خلیفہ بنانی باقی
میں۔ مگر عیسائی معراج و اس کے بارے میں ان کے علم کی زبان سے کچھ نہ
کہ "مازلت بدنامی من الرسل" (ان کے دلوں میں خلیفہ ہیں) کہتے تھے۔ ان کے
بنائے کر عیسائیوں میں۔ یعنی خدا کے برگزیدہ بن کے ذریعہ سے جو غیر بنانی سہا یا
اور لا ذوال بعد اقسیم و بنائے میں تقسیم دنیا میں تقسیم ہوئی تھیں۔ ان کی تردید
بکنہ یہ نہیں کہ ان کے بعد ان کی آخری تشریف کو کے محفوظ کر دیا یہ بھی
آئندہ مملی اللہ علیہ وسلم کا ایک اہم کام تھا۔

سچ پوچھتے تو معراجی مشاہدات میں اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے
اس راہ سے جو میں گزرے تھے انھوں نے جو کچھ دیکھا تھا حسبِ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا وقت آیا اور آپ کو بھی اس راہ سے گزنا پڑا تو ظاہر ہے کہ
جو کچھ پہلے کے سلسلے آیا تھا عیسائی گزرتے تھے کہ وہ آپ کے آگے میں آئے۔
مگر جس طرح بہت سے دینی تجربات اور مذہبی حقائق جو پہلے
گئے تھے یا قریب تھا کہ ٹھیکہ دے جائیں وہ نہیں۔ کے خاتم مملی اللہ علیہ وسلم
کی بدولت آج زندہ ہیں۔ تعجب نہ ہوا چاہیے اگر مذہبی ماہر کا وہ حیرت انگیز
تجربہ مسکا نام معراج ہے وہ ہیں آج محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج
نام ہی سے زندہ ہے اور اللہ و اللہ تعالیٰ اب تک زندہ رہیگا۔ شاید عوام
کو نہ معلوم ہو لیکن جاننے والے تو جانتے ہیں کہ مغربی ممالک میں یا شرقی
ان میں میں قسم کے ہیں جو مذاہب و اہل پائے جاتے ہیں ان کے بھولے سرے
مذہب ذہن سے کسی نہ کسی شکل میں اس تجربہ کے ذکر سے اب بھی خالی نہیں
ہیں۔ عیسائی و یہودی ادبیات میں اس موضوع کی کتاب "توحنا کے
بیک شفاٹ" پولس کی روایا کتابوں کے سوا دعوت نامہ اب ہمیں جسکے
معلق قدیم ہی نہیں بلکہ جدید محققین میں سترت میں کہ سچ علیہ السلام سے
مدد پوچھنے کی کتاب ہے۔ اس میں تو کلیات ہی نہیں بلکہ معراجی واقعات
کے جزئیات کا بھی ایک ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ فرشتہ کے ساتھ باری نامی
سواری پر حضرت ابراہیم کی آسانی سیاحت اس سلسلہ میں گزشتہ دو سو
خصوصاً آدم علیہ السلام سے ملاقات آدم کا اپنی اولاد کی نیک روحوں کو
دیکھ کر خوش ہونا اور بدوں کو دیکھ کر گھناؤنا و غمناک ہونا ان تمام چیزوں کا ذکر
موجود ہے۔ اور یہ تو مغربی ممالک کے مذاہب کا حال ہے۔ ان کے ان کا گم نامی
کتاب ہندوؤں میں پائی جاتی ہے۔ اس میں بھی کچھ اسی قسم کی آسمانی سیر کوارجا

راہ و لاہ کے ہندوؤں کے معراج کے خیال سے ایک نکتہ پایا اور ان کے معراج

ملاقات زبردستی کی روح اور دلیر اور ان چوبیس درجہ کا ہے
ہوتی ہے وغیرہ۔ کہا جاتا ہے کہ بودھی شریک میں بھی اس قسم کی آسمانی سیر
و سفر کا ذکر پایا جاتا ہے۔

ہر حال ایک ایسا واقعہ جس کا ذکر قرآن کے سوا تیس چالیس صحاح
سے حدیث کی صحیح و معتبر کتابوں مثلاً بخاری، مسلم وغیرہ میں ہو اور سنا
بعد منسل سورہی طور پر یہ قوت اتر ہم تک ہو سکا وہ ہم تو اس کے مستند ہونے
مجبور ہیں لیکن مسلمانوں کے سوا دنیا کی دوسری قوموں کے بے بھی یہ واقعہ
کم اہمیت نہیں رکھتا۔ اور ایک معراج کیا تمام اسلامی حقائق کا یہی
حال ہے کہ سب سے نئی باتوں کے زیادہ تر لوگوں کو ان کے بزرگوں کا ہی ذکر
و اس پایا جاتا ہے جسکے یقین سے محرم ہو کر شک بلکہ بعض دفعہ تو
ان کا رنگ کے لوگ شکار ہو چکے تھے۔

مگر جہاں معراجی واقعات کا ذکر ان ادیان و مذاہب میں پایا جاتا
ہے۔ جہاں تک میرا علم ہے سرت ایک حیثیت ایک واقعہ کی ہے باقی یہ
بات کہ یہ واقعہ "آیا اچانک ہو ہی بلا وجہ کسی کے ساتھ پیش آ جاتا ہے یا
اسکا میں تعلق قدرت کے کچھ مقررہ قوانین سے ہے اور یہ کہ یہ کوئی لازمی واقعہ
ہے یا دوسرے بھی اس سے اپنی زندگی کی سلاموں میں نفع اٹھا سکتے ہیں۔
شاہد قرآن کے سوا اور کسی دوسری کتاب میں میرے علم کی حد تک اسکی طرف
اشارہ نہیں کیا گیا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی جس شہرت آیت میں اس
واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی منصب رسالت سے زیادہ عہد بیت اور زندگی کے پہلو
سے ہے۔ یعنی نبی و سیری و غربت کے جن دردناک مصائب سے پہلے
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گزنا پڑا اور جو ان میں ایک نہیں بلکہ متعدد
پہلے پوسے بچوں کی موت کا داغ، لوگوں کا اس پر اتنا "یابے نسل ہونے
کا آپ پر طعن، ان سے قتل نظر نبوت کے بعد آپ کو وہ آپ کی وجہ سے
آپ کے ساتھیوں کو مسلسل، کہ میں فوس سال تک جن حالات سے گزرنا
پڑا حتیٰ کہ بالآخر اسکی انتہا شب ابی طالب کے واقعہ پر اس شکل ہوتی
ہے کہ مہینہ دو بیٹھے نہیں کامل ڈھائی تین سال تک کہ دلوں نے آپ
سے اور آپ کے ساتھیوں سے کھلی سفاک کر لیا۔ زندگی کے تمام ذرائع بند
کر دیے۔ پھر اسکے بعد آپ پر اور آپ کے رفقاء پر انکی عورتوں مادر بچوں پر
جو کچھ گزرا۔ یہی قصہ اور ان لوگوں کے کرب و بھینچ کا آپ کی نرم دہ گداز
روٹ و جسم فطرت پر جو اثر پڑا تھا، لیکن جسکی طرف سے یہ واقعات پیش

آرے تھے اور بنیر کسی انتفاع کے بغیر چلا۔ یہ ایک مسلسل پیش کردہ تھے
 پہلے پہلے کے اسکی طرف سے آپ کا بڑھنا، بڑھتے ہی چلا جانا، ہر چہرے کو
 جو کمرہ زینت کے اپنے کوڑاں دنیا.....
 اگر اس سہیت کی نسبت میں آپ کے سامنے "معراج کی خندہ پیش روئی اور
 ہر سب سے زیادہ گراہو انتہا اگر اسی کو سب سے زیادہ ادھیڑا گیا تو
 آخر سوچا چاہیے کہ اسکے سوا دوسری صورت کی گنجائش ہی کیا تھی۔ اس
 میں سمجھتا ہوں کہ معراجی مشاہدات کا اگر حضور ذکر بھی نہ فرماتے تو یہ
 آپ کے حالات سے واقف ہیں انگوٹوں میں اس واقعہ پر یقین کرنا چاہیے
 تھا۔ خود قرآن نے جن الفاظ میں اس واقعہ کی تفسیر کی ہے اس کا
 حاصل یہ ہے کہ جس نے سب سے الگ ہو کر "الامم الامم" (دوسرے
 اور میں) کے آگے نہیں بلکہ "الشیخ البصیر" شہداء دنیا کے آگے پہنچ کر اہل
 دنیا سے دور دیکھنے والے سنے والے انسان سے جب اسکی توقع نہیں
 رہی تھی کہ وہ اسے دیکھ کر ہی بڑا ہونے لگا۔ تو عام رحم کرنے والوں
 سے جو سب سے زیادہ رحم فرماتے والا "رحم الراحمین" ہے یقیناً اس کی
 ذات ایسی سنگدل اور بے دردی کے الزام سے پاک ہے۔ بلکہ اپنے بندے
 کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اس نے رات کو اس لیے سیر کرانی تاکہ
 اپنی نشانیاں اُسے دکھائے۔ (باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۳)

مناہین محرم

سید قمر الدین صاحب مہاراجہ سے لکھتے ہیں :-
 "صدق ۲۰ جنوری میں عبدالانہی پڑھا۔ اللہ اس سے
 زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ۱۰ روزی اکبر
 اور ۱۰ محرم کے واقعات میں فراموشی اور اعتقادی
 غلطی کے علاوہ جزائی ممانعت بھی ہے۔ ہر بانی فرما کر حضرت
 سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کچھ تحریر فرما دیں تاکہ
 مسلمانوں کو فرماں برداری اور امان کی خاطر حضرت مہدوح
 کی طرح اٹھنا، قربانی اور صبر کرنے کا سبق ملے۔ اور اس واقعہ
 کے متعلق جو غلط فہمیاں جاری ہو گئی ہیں، ان کا ازالہ ہو سکے۔
 انہوں سے کہ یہ مہدوح میں بھی آخر ذی الحجہ میں وصول ہوا، تصدیق
 کے معنائیں بہت تھیں سے مرتب کوٹے پڑتے ہیں۔ اس لیے انکی عاشورا
 محرم پر لکھنے کا کوئی موقع نہیں رہا، ان شاء اللہ آئندہ اگر خیال ہوا تو
 سزاوارتہ اس موضوع پر بھی کچھ گزربلی کر دی جائیگی۔"

مناہین حدیث

مولوی غلام دستگیر صاحب رشید ایم اے، استاد نظام کالج
 حیدرآباد سے تحریر فرماتے ہیں :-
 "صدق ۱۱ میں انکار حدیث کے سلسلہ میں آپ نے
 حدیث شریفہ کی محبت دینی اور تاریخییت پر پہلے معنائیں

میں بعض گناہ کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں
 مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کا معنون "صفت"
 دوبارہ اشاعت میں لازماً ہو۔ لیکن میرا خیال ہے کہ
 کچھ مدت تک ایک مستقل عنوان قائم کیا جائے اور
 بعض معرکۃ الارامین کا انتخاب شائع ہو کر سے
 جو مکتوبہ چلوں پہ عادی ہو۔ وہ حصہ ان معنائیں
 کے ساتھ حصہ ہوں۔ جدید معنائیں میں مولانا سناظر حسن
 گیلانی کا "مناہین معنوں سے جو عثمانیہ یونیورسٹی کے
 توسیعی گپڑوں میں بیان کے باغ و بانہ میں پڑھا گیا۔ اسکا گریڈ
 نکالنا۔ میں یونیورسٹی ریسرچ جرنل میں شائع ہو گیا ہے۔
 ترجمان القرآن میں بھی پچھلے سال معنائیں کا ایک سلسلہ
 شائع ہوا ہے۔"

ان مناسب تشویش کا دلی شکریہ۔ حسن اتفاق سے اس مکتوب کے بعد ہی مولانا
 گیلانی کا اصل مقالہ نذرین حدیث موصول ہو گیا۔ اس کا جامع بھی ہے اور
 دلچسپ بھی اور پُرغز، محققانہ بھی۔ غرض ہر اعتبار سے اس قابل ہے کہ غلط
 تصدیق کی مذمت میں تمام رکناں پیش کر دیا جائے۔ ان شاء اللہ ایک دو نمبر
 کے بعد سے، یعنی مولانا مہدوح کا دوسرا مقالہ معرکۃ الارامین شائع
 آئندہ نمبر میں ختم ہو جائیگا، ختم ہونے ہی شروع ہو جائیگا۔ انہوں سے اور یہ
 انہوں سے بہت زیادہ رہتا ہے کہ حدیث اپنی بہت سی مجددہ و منفرد پیش کے باعث
 بہت سے قابل قدر معنائیں، مقالات کی اشاعت کی سزا دے سے محروم ہی رہتے۔

ایک عیسائی مبلغ کا قبول اسلام

لکھنؤ۔ ۲۶ جنوری۔ ریورنڈ ایم۔ جال نے جو ایک مشہور و معروف عیسائی مبلغ
 ہیں، مسلم کلب نذر باغ لکھنؤ کے دفتر میں اسلام قبول کیا۔ اور آپ نے تقریر کرتے
 ہوئے فرمایا۔ میں ایک پڑانا عیسائی مبلغ ہوں اور میں نے اپنی زندگی میں بہت
 سے مسلمانوں کو دائرۃ عیسائیت میں داخل کیا ہے۔ میں قرآن کریم کی تلاوت اس
 نظریہ سے کیا کرتا تھا کہ اسکے نقائص مسلمانوں پر وضع کر دیں لیکن قرآن کریم کے
 گہرے مطالعہ سے میں محسوس کرنے لگا کہ میں اسکے مطالعہ میں خاص کچھ سیکھ رہا ہوں
 آخر کار اسکی حیرت انگیز تعلیمات نے میرے دماغ کو روشن کر دیا۔ اور میرا دماغانی تخیل
 بہت لمبہ ہو گیا۔ اہم میں اس شش و پنج میں مبتلا رہنے لگا کہ کس طرح اپنے
 مسلمان ہونے کا اعلان کروں۔ لیکن آج صبح کو خدا کے مقدس کلام نے میرے
 اور جرات پیدا کر دی کہ آپ حضرات کے سامنے انتہائی سرت و انبساط سے سادہ
 قبول اسلام کا اعلان کر دوں اور میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ میرے دائرۃ
 اسلام میں شامل ہونے اور عیسائیت سے تائب ہونے کے گواہ رہیں۔ میں
 اپنی گذشتہ زندگی پر انتہائی مذمت کا اظہار کرتا ہوں کہ میری سابقہ زندگی
 کے قیمتی لمحات ضائع گئے۔

آپ نے اعلان فرمایا کہ وہ ۲۲ فروری کو پھر مسلم کلب نذر باغ میں
 اپنے اسلام لانے پر تقریر کریں گے۔

(اورینٹ پریس آف انڈیا)

مراسلہ

تجدد کا رجز

از: جناب تمام علی عبد الغفار صاحب مراد آبادی پٹی لے ایڈیٹر روزنامہ "پیام" (کن)

نمبر (۲)

اس روز آپ نے۔۔۔ غالباً بطور تنبیہ۔۔۔ نیاز فنجوری کا بھی
"لکھ دیا ہے" تاکہ اگلا مشر جو کچھ ہوا اسکو دیکھ کر میں بھی کانپ جاؤں۔
ترکی مارا تانہ میکانا اگر مجھے اتنا عرض کہنے کی اجازت۔ یہی کہ مجھے اس
منزل تک پہنچانے میں ابھی بہت دیر لگیں۔۔۔ دیر ہی اس لیے دیر ہی ہے۔
کہ "تجدد" کا قدیم، یعنی ارتداد سے پیچھے بہت۔۔۔ پیچھے ہے۔ بہت کی تو رازگار
تیز ہو جائے، تو پیام کو بتا رہی جاتے دیر سی یا لگ۔ سکتی ہے؟ صدق! البتہ
اس تشدد کا یہ کارنامہ ہر دلت میری نظر کے سامنے ہے کہ آپ کی جسٹیشن فاشا
کی "خشکی" اور سخت گیری ہندوستان کے مسلمانوں کو ہزار ہزار ہزار
ارتداد کی گود میں ڈھکیں رہی ہے! بلکہ یہ تجدد کو۔۔۔ ہے ہزار ہزار
طیفوں کی فوج ظفر علی خان!۔۔۔ اپنی اپنی سمت۔۔۔ کسی کے
حصہ میں مزید دین کی خشکی آئی، اور کسی کے غضب میں "تجدد" کی تری
اس میں آپ کی خشکی کی کیا بات ہے!

نیز دراد و رسم ظنری خود جاہ رنگ سکندری

اگر میں خوش است ویر خوری اگر آن برست مرا سزا صدق!

مگر جو آپ کی شکست ہے اسکو آپ اپنی فتح سمجھ رہے ہیں! (ادانیل نم
الاقتصاد فی الامن قالوا انما نحن مصلون۔ صدق!) مطلق انسان اقتصاد ہمیشہ
یہ دھوکا کھایا کرتا ہے! میں جانتا ہوں کہ آپ اس بات کا نہیں کر سکتے
کے لیے تیار نہ ہونگے لیکن یہ بھی کہتا ہوں کہ میں نفسی طور پر ہمیشہ آپ کے
علم و فضل کا احترام کرتا رہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا لیکن اسکے پس منظر میں
نہ ہونگے کہ میں آپ کے یا آپ کے دوستوں کے خیالات اور آپ کی آراء پر
تغیبہ کرنے کے حق سے دست بردار ہو جاؤں۔ علم و فضل کی یہ جاہز
شنشناہرست۔۔۔ جواب ایک ٹریوین کی شکل اختیار کرتی جاتی ہے
۔۔۔ نہ میں نے کہیں گوارا کی نہ گوارا کر سکتا ہوں۔ اگر آپ کی عدالت مجھ جیسے
یہ چھ باغی کو سزا دینے پر تلی ہوئی ہے تو ممکن کرے مرے "کھاٹے" سے
یہ کام انجام نہیں پاسکتا! لیکن دین تجدد کی تبلیغ بھی تو بعض چیز شد و
مقبول تجدد دین کی شہرت سے ناکہ نہ اٹھائے سے پوری پوری نہیں ہو سکتی۔ راز
خطر سے یہ خوف دہرا اس اور یہ دغ احتیاط آخر تک ٹھیک ٹھیک سلیکی؟ صدق!
تو ڈاہرت "ماضی" ہر شخص کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر اجار دہی کا باراب
اسی بات ہے کہ مراد بر کے امنی کو سرائے بکٹ بنایا جائے تو مجھے بھی حق ہے
کہ میں یہ عرض کروں کہ

"جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو وہ پہلا تپہ مارے گا۔"

اگرچہ میرا سہا میں ایک جگہ "دروغیت خود سیکوید" کے مرقع پر ارشاد ہوا تھا
کہ "نوک نہ از ترقی" انکی ترقی کر کے فلم سن شمشیر کی ترش اور خنجر کی روانی کا
صدق! میں نے اس جملہ میں تمام ایسی باتیں کہ دی ہیں جو غصہ تیز کر دیتی
ہیں۔۔۔ یہ انداز تو کچھ انڈیوں کا سا ہے کہ پہلے خود ہی غصہ سے چور ہو گئے۔

یہ بھی کوئی فن سیکر نی ہے کہ اپنے دامن کے زور میں خود اپنا ہی جسم زمین سے
لگ لگ جائے! صدق! میں جانتا یہ ہوں کہ "وکیل سرکار خود نو" و
صفائی بن جائے! لیکن دعا علیہ حبیب خود! انبالی مجرم ہے تو اب مسئلہ
کا سوال ہی کیا! اتنی ہے؟ صدق!

آپ صدق کے صفحات پر لکھے جائے اور میں ہر جگہ لکھ ڈالوں گے
دلیہ سے اپنے سرور و نشاط میں اگر ہوں گا نقطہ بہت بہتر خبر دانی
کے "سرور و نشاط" رہنے کی دنیا شاعر نے تو کس دن کہی ہے کہ جو ہر
تجدد کی انشا ہے اور وہیں جہاں اور نئی صفیں پیدا کر رہی ہیں
صدق! ان میں سے ایک نئی صفت "گروہ" بھی ہے اور قاضی صاحب

اس میں نہ شک نہیں کہ اس فن میں امام دفت میں۔ سوال نہیں طور پر یہ کیا
گیا تھا کہ آپ نے جو ہندی لید میں سے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ انھوں نے آپ
کو بہت کافی سنت جوابات دیے ہیں سو یاد کر میں میں صحت۔ دو سے مزاح
جو آپ کی ایک نئی کہ صحت میں سے زیادہ رہے ہیں یہ ارشاد ہو جائے کہ
انھوں نے کب اکھاڑا کہاں یہ جوابات دیے ہیں۔ اس مطالبہ کے جواب میں
ارشاد ہوتا ہے کہ شکست علی نہ سہی، "کے ذہن گرائی جو انہیں لکھا تھا اس نے تو
لکھا تھا! (مالا کہ شریعت کی بارش ان پر بہ حیثیت ایڈیٹر غلامت، مطلق
نہ تھی بلکہ تاجر بیک لیدر کی حیثیت میں تھی!) اسے ظفر علی خان تو وہ ہیں کہ
شمار و قمار میں! (گویا "کلی" بہت دغیر صحت میں زیر بحث تھی!)۔

نئی صحت گریز کی اس سے زیادہ دھچک مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی! غیر
یہ تو جملہ سرحد تھیں۔ اصل بحث شروع ہواں سے ہوئی تھی کہ آپ کے "لاذال
سرور و نشاط" کے خود کیا کارنامے ہیں؟ جن پر صحت اسلامیہ کی درجہ میں بھی اسکی
شکر گزار ہو سکتی ہے؟ کیا یہ کہ غلامت اسلامیہ تیرہ سوال کے بعد پوری طرح
توڑ کر رکھ دی گئی؟ کیا یہ حکومت کا دین سپا سے اسلام کے لادینی قرار پا گیا؟
کیا یہ کہ ساری قوم کے معنوں سے رسول کا اور صدیق کا اور نازدک کا لباس
اترنا کر فرنگیوں اور فرنگیوں کا لباس پہننا دیا گیا؟ کیا یہ کہ بخش اور بھاری
کی اشاعت عام ہو گئی؟ کیا یہ کہ شراب خوری جرم نہ رہی؟ کیا یہ کہ تانہ و تانہ
خانہ و تانہ ہو گیا؟ کیا یہ کہ نازدک سی مسجد نبی قرآن کی زبان میں نہیں پڑھی جاتی؟
کیا یہ کہ دوان غریب میں نہیں دی جا سکتی؟ کیا یہ کہ تقسیم جائداد اب شر بن گئی
مطابق نہیں ہو سکتی؟ کیا یہ کہ "لاذال سرور و نشاط" اپنی نفسی سماجی کے ساتھ
مل کر تانہ شروع کر دیا؟ کیا یہ کہ سارے عالم اسلامی کے لیے جو شرک سمجھا
تھا اسکا لکھنا جرم قرار دیا گیا؟ کیا یہ کہ ضابطہ دیوانی اور ضابطہ فوجداری انوں
سارے کے سارے قرآن کے توڑ کر جرمین اور سوزنا بند سے لے لیے گئے؟۔۔۔

کیا فرنگیت کے اس نقال اسلم کو اگر بوال علی مودودی صاحب ترجمان القرآن نے
اسکے اجتہاد فکری سے بھر جی کی بنا پر اور پیام کی بے پناہ قوت و نفوذ و نفوذ سے
بے نیاز ہو کر فقر و کلاں آدمی لکھ دیا تو بھر جرم جن کوئی کے اور کس خطا کا ارتکاب کیا؟
پیام کا دلیہ و لادار اور انڈیہ و لادار! پڑھیں اس قسم کے سوال۔ کوئی پڑھ لیا۔۔۔
گویا یہ بحث کہیں جھڑپی ہی نہ تھی۔۔۔ اور درجہ پڑھنا شروع کر دیا مجھے
نیا۔ فنجوری نے سمجھ رکھا! میں دوسروں کے انہی کے سرور و نشاط کے واقفیت رکھتا
ہوں، شکست علی کی یوں خبر لے چکا ہوں، ظفر علی خان کی سہی ہی کیا ہے، وہی نہ ایک
ہندوستان پر حسی کہ ظفر علی خان یا مخلصہ درودہ اپنی اپنی

ہیں ہندوؤں کی تمام جماعتوں سے درخواست کرتا ہوں کہ۔ مسیح کی ایسی
ذاتوں کا نام ہندوؤں پر نہ لگ جائے۔ اور اگر ہمارے ہاں سے بھی ہم

معراج واسرار معراج

نمبر ۲۰

وگ سجدہ مرام اور سجدہ نفس سے کہہ بھی مراد میں لیکن میں ذریعہ ہمتا ہوں کہ میں بندہ کی مرکز میں سجدہ کیا دیکھتے ہیں اسکو جب بدن مٹا کی گئی ہے تو عالم شہادت و محسوس کے اقبال عالم غیب و نامحسوس حدود میں پہنچی ہو چکا جو بید ترین آفریں نقیہ تھا جسکی غیر قرآن ہی میں دوسری جگہ "ادنی الا علی" سے کی گئی۔ اور بنا گیا کہ "لا ینالانی" کے بعد پھر کائناتی و آیتی سوچ بات سے نہیں ملکہ جو سلسلہ کے در (زب کا سنا) شروع ہو جاتا ہے۔ اور شہادت و غیب کے ان ہی دو ذریعہ مرکزی نقطوں کے درمیان خدا کی بڑی اور چھوٹی شانیاں یا آیات سبز (عالم ملامت محسوس) اور آیات کبریا (عالم غیب) واقع ہیں۔ اور وہ آپ کو ہرگز کے عالم کا سیر کرنے لگی۔ اگرچہ سورہ "اسری" میں فرمایا لیکن انہی میں آپ کے ان روحانی مقامات کو بھی بیان کیا گیا ہے جہاں ملکوت سے آگے بڑھ کر "ادنی الا علی" و "لا ینالانی" نواب زمین و آسمان تک آپ پہنچے۔ ہر حال اس سلسلہ میں گزرتے ہوئے واقعات آتے رہتے واقعات بھی اسکو ایک خاص ملک میں دکھائے گئے۔ اور اس عالم کے پیچھے تو زمین و آسمان سے بہ غیر مری اور تابد و تفلک استہیسا کا بھی سامہ آگیا۔ آجیے عالم سے بھی گزرتے ہوئے ان میں دنیا کی چیزیں صفات کے رنگ میں نظر آتی ہیں۔ ہاں کسی شخصیت جو ہر مری لیکن وجود کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اسی بنیاد پر سمجھا جاتا ہے کہ انسانی فطرت جو ملکوتی اور حیوانی صفات کا مجموعہ ہے۔ جب سب سے الگ ہوتی چلو چلتی ہو تو غالب کر لیتی ہے تو غیب کے اس عالم میں جسکا مصلحت ہی نام نشان ہے یہ صورت نظر آتی ہے کہ آدمی کسی دابہ (چوہا یا بے پر بڑھا) جیسے آواز کی حیوانی صفت غالب ہوتی ہے وہ دیکھتے ہیں کہ خود کوئی جانور ان پر سامہ ہے۔ یہ سخن فرشتہ علی اللہ علیہ وسلم اسی سے مثال تک برائی کی سواری پر گئے۔ آگے برائی میرزا آگیا اور معراج (سیرت) آئی۔ اس پر آپ نے دوسرے غیبی مقامات کی سر کی اور گزرتے ہوئے پتھروں سے ملاقات ہوتی بعض آتے دے حوادث مثلاً دجال وغیرہ کو بھی آپ کو دکھا گیا۔ جنت و دوزخ کی بھی آپ نے سر کی۔ اسلام آپ کی قدرت میں دور کی شکل میں پیش ہوا۔ جسے آپ پی گئے۔ اور خشک سبکی ڈاھب پانی کی شکل میں۔ اسی طرح شروع میں جو پتھر لکھیں جو خوش و خوش لے آتی ہیں اور آخر میں بے نتیجہ ہو کر رہ جاتی ہیں شرب کی شکل میں پیش ہوئیں۔ آپ نے دونوں سے اگلا کیا۔ آپ کے سامنے وہ درخت بھی آیا مبادا کہ دوسرے مذاہب میں جیسا کہ غرض دعا میں عرض کیا گیا تھا پاپا جان ہے۔ یہ کہہ تھا۔ یہ فرماتے ہوئے کہ اس درخت سے جنت کی پتھر ہیں اور اسی سے دوزخ نہیں۔ سلطان بجان کو بھی میں سننے کئے دیکھا۔ ارباب تحقیق نے لکھا ہے کہ یہ اشارہ ہے کہ محسوس و نامحسوس عالم کا رشتہ اتحاد میں اشتراک وجود کے ساتھ ملتا ہوا ہے۔ یہ وہی شجرہ الگوں بار درخت استی ہے۔ کسی نے پتھر میں برکت راقی ہو کر کل تو ہم کوئی نشان کے سرچشمہ سے ہر غم سار۔ عالم کا

تقسیم ہوا ہے میں انکو رنگا رنگ پتھروں شکلوں میں اسی درخت پر چھلوانے ہوئے آپ نے بوجہ مختلف پتھروں اور شکلوں کی شکل میں وہ آپ کو نظر آ رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ میرزا ابن علی مد تک آپ کا ساتھ رہا۔ آگے جب کائناتی اور آیتی سلسلہ ختم ہوا گیا تو جب کہ کہ چکا ہوں صرف وہ اور اسکا بنادہ گیا تھا۔ ہر حال اس سفر کے واقعات چنگ آپ کے ساتھ سند و توثیق آگے اس لیے شیخ اکبر ابن علی نے آپ کو نہیں بدراہم شہرانی نے جنس تک قضا بیان کی ہے۔ عموماً محدثین کی اکثریت کم از کم دوزخ کی مثال ہے۔ اس لیے کہ یہ واقعات مختلف شکلوں میں مختلف زمانوں میں پیش آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے نزدیک تاریخ و توثیق بیان کے ابن ابی کثیر کا اختلاف ہے۔ پھر یہ کہ خواب میں ہوا یا بیداری میں یہ روحانی کیفیت بھی باطنی اسالات ہیں اس میں شریک نہیں ہر سب سے سبب اختلافات ہیں۔ بلکہ واقعات یہ ہے کہ ہر پتھر میں کالی تھا اور معراجی شہادت کے سلسلہ میں تمام پیٹھروں کا امام بنا کر آپ کے (اسی مقام) محمود کا اعتراف کیا گیا تھا) چونکہ اس راہ والوں کے آپ امام ہیں اس لیے معراج کے سلسلہ میں بھی آپ پورے ساری کیفیتیں گزریں جو اس راہ میں گزر سکتی ہیں۔ آپ کو وہ سب کچھ بھی دکھایا گیا جو دوسروں نے دیکھا تھا۔ اور وہ بھی جس میں دوسروں کا حصہ نہ تھا۔ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ روحانی اور دنیاوی یعنی خواب والی یا صریح روحانی سراج میں تو دوزخ کو بھی ہو سکتی ہیں لیکن عالم محسوس سے ان محسوس عالموں کی طرف یہی سفر جس میں دیکھتے دیکھتے کھل جاتا ہے اس عالم کا رنگ اختیار کر لے۔ گہروں کی روحانی خون بن کر آنکھ میں آگے۔ جگر میں چل کر گوشت میں گوشت ناخن میں ناخن بن جاتی ہے۔ دوزخ کا شاہد ہے تو تجھدار و احبار تروح اجساد کے نظریہ کا ان لوگوں کو انکار نہیں کرتا چاہئے جنہیں کسی ایسی راہ کے تجربات سے سابقہ نہیں پڑا ہے۔ ہستی کا یہ غیر محدود نظام اور کے مختلف مقامات و عوالم کے مختلف آثار سے جو واقعات ہیں انکو ان لوگوں پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے جو اس راہ کے محرم اسرار ہیں۔ مگر مرحوم نے سچ فرمایا ہے

جہاں ہستی ہوئی عدد و لاکھوں پیچ پڑتے ہیں
عقیدے عقل و غصہ سب کے سب آپس میں لڑتے ہیں

جسے دوزخ کے قوانین کا تجربہ نہیں ہے اسکو جھٹلانا نہ چاہیے اگر لکھا جائے کہ حیدر آباد والے لندن والوں سے ہوں سکتے ہیں۔ غیر یہ سب تو حضور علی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزرا۔ اور سلطان عموماً ان کی تعصبات سے کم و بیش واقف ہیں لیکن جو ہر پہلو کے حساب سے ہمارے لیے نمونہ اور اسوہ ہیں۔ دانش میں چلو کوئی اپنی زندگی کی ان تلخیوں کے سناہن جنہیں عقلی قریب میں ٹان نہیں سکتیں ہم نمونہ بنائیں اور سچا سے پاس و نا اسید کے انگاروں پر لامحالہ طور پر دوشے رہنے کے۔ ان تلخیوں کو اپنی عبدیت و تسلیم و رضا کا ذریعہ بنا کر دنیا کی ہرستی کو اپنی بندگی و عروج کا زینہ بناتے رہیں تو عمر ہی انہیں غارت کے ہیں قوانین کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کوئی وجہ نہیں کہ حضور کے غبار

لے روح کا صدف میں ایشیا کیا اور جب کا روح نچلا "اسی کی غریب ہستی"

مراد

ایک بُزدل دہری

دہریشہ کے ”مظہر“ میں ایک صاحب نیاز فقیہ رسی سے دوا کرتے
کرتے ہیں :

آپ کی طرف سے مسلمانوں یا کم از کم علماء اسلام کو سب سے زیادہ شکایت یہ ہے کہ جب آپ مسلمہ عقائد اسلام کے خلاف نہیں مازب اپنے کو مسلمان کیوں کہتے ہیں ؟ کیوں نہ آپ اس کا اعلان کر دیں کہ آپ مسلمان نہیں ہیں ؟ اسکے بعد مخالفانہ پھر کوئی شکایت باقی نہ رہے گی ۔ سید سلیمان ندوی اور

مہذب المائدہ وریا ہوسی : غیر کی بہرہی کا زیادہ تر سبب ہی سے
 کیا آپ ”گلزار“ کے ذریعہ جواب دینے کی تحفہ گراں فرمائیں گے ؟
 نیاز فنیو ہی استفادہ بالاکا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

سید سلیمان اور اُنکے شرکاء نے پانک کو میرے خیالات (آج) کے لیے جس قدر کذب و فریب کے کام لیا ہے اُسکا اندازِ ناپاک بات سے ہو گیا ہے کہ اُنھوں نے غیب سے ان باتوں کو جو کہیں جو کبھی میری زبان کے نیچے نہیں میں مدانت صاف بتا ہوں کہ رسول اللہؐ کو میں بہت بڑا نشان سمجھتا ہوں اُنکے اخلاق کی منبذی کا قائل ہوں لیکن سید سلیمان صاحب فرما ہں کہ یہ میرے دل کی بات نہیں.....

عجیب کیس میں خدا اور رسول کا اتنا ہی احترام کرتا ہوں جتنا وہ ان کو یا کسی کو کیا حق ہے کہ وہ مجھے مسلمان نہ سمجھے؟ اور میں کیوں ترک اسلام کا اعلان کروں، عجیبی میں خدا اور اسلام کو ان کے بہتر سمجھتا ہوں" (جنگل، ۲۰ ستمبر صفحہ ۶۶)

اب پہلے الفاظ میں نیاز و صاحب نے خدا اور رسول کے احترام کا اعلان کیا ہے۔
اب آپ ”لکھنؤ“ کے اسی پرچے کے ایک عنوان ”عند الکامعنی“ اور ”مستقبل“
کی چند سطریں بھی ملاحظہ فرمائیے:-

”دوسری دنیا کا ذکر تو مذاکے ان پر تاروں کے بلے چھوڑو۔
 جنگلے لیے، ہاں محلات کا فرسے کیے گئے ہیں.....
 ہم تو سرت یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر مذاکا کوئی وجود ہے تو
 وہ سجدہ عالم ہے۔“

آج معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اپنے تئیں کو اور بھی عجیب رکھا ہے
لیکن خدا کی عدم موجودگی میں بھی ہر چیز اپنی جگہ پر بدستور
جاری و ساری ہے۔

کتاب تخلیق ہم کو بتاتی ہے کہ انسان کو خدا نے اپنے نمونہ پر بنایا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کو خود انسان کے مذہب جوٹ نے پیدا کیا۔

کیا مذاکام کوئی وجود ہے؟ تب سے سندن : انا آج میں
اسلا جواب اثبات میں دینگے، لیکن جب سائنس کی ایجادوں
ذہن انسان کا گوشہ گوشہ اپنی روشنی سے منور کر دینگی کیا اسوقت

کو بھی اپنے اپنے فرائض و مقام کے مطابق بعض معائب و اُلام سے بچیں
جس کا دامن متانہ کر رہے ہیں ہم بھی اعلیٰ قیمت نہیں حاصل کر سکتے۔ لیکن
کے عظیم الشعار (حضرت امجد) پر یہ حقیقت ہر گھنٹی ہے کہ
تو ہے جب سے لطیف خاکساری
تزلزل سے ترقی کر رہا ہوں۔

خدا کرے ہم سب پر کھل جائے اور زندگی کے وہی حوادث اور کامروایاں
ہو آج ہماری برادری کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں اگر ان کے مصلحت ممبر اور مصلوٰۃ
سے درو حاصل کریں تو یہی بوسن کی سرانجام کا ذریعہ بن سکتی ہیں بہر حال
نہ سچا سچا کے نور کو اسے ترانا نہیں ہے وہ آئندہ
بد شکستہ تو عزیز تر ہے بگیا و آئندہ ساز میں

اربعینہ نمبر

مولانا عبد القدیر صاحب مدنی، مولانا محمد حسن علی صاحب مولانا انور حسن صاحب
انگلیٹانی، ان بزرگوں کے متعلق کچھ کہنا قصیدیں نہ مسمیٰ ہے۔ علماء و ادیبانہ جو انور یا
بعض ایسے ہیں جو ان امور سے گہری کچپی رشتہ ہیں۔ ان میں بعض ایسے ہیں جنہیں
اسلامی زندگی میں کچھ بصیرت حاصل ہے۔ اور بندہ بہ نسبت سے بتا رہا ہے۔ بزرگ
چند نام اور چنے لگتا ہوں :-

چنانچہ آگے چلا نام ورنہ ہیں۔ ان میں سے دو تو اچھے خاصے بانیوں جیسے
 موسیٰ و نوح ہیں۔ اللہ انکی سمیتوں میں برکت عطا کرے۔ کلام کا اصل تعلق سولہ اسید
 سلطان صاحب ندوی سے ہے۔ اسید ہے کہ سننے و فزنی کا دار و درشت میں یہ سب
 نام ضرور انا تک پہنچ جائیں گے۔

خوش فہم کی نامہنی

خوس ہم کی مامی

”لاہور کیم فروری۔ بہت کی تعریف میں

ملیہ کے ایک شکر گنج میں تعریف کیے ہوئے سرسکندہ حیات: اس وزیر

اعظم پنجاب نے کہا کہ پاکستان، خاندان، وغیرہ ہندوستان کی

تقسیم کی ساری تجویزیں ملو، یہاں ہیں۔ یاد رہے پنجاب ہر کوئی دوسری

حکومت نہیں قائم ہو سکتی بجز پنجابوں کے۔“ (ایسوسی ایٹڈ پریس)

سرحدوں کی خوش فہمی جب تک مشہور دستاویزات نہیں۔ تقریر کی رپورٹ اگر صحیح ہے
 تو اسے اُس شہرت کے ساتھ کیونکر مطابقت دی جائے؟ اس آئینی اور قانونی
 بحث کو چھوڑیے، اگر کوئی مسلم لیگ مسلم لیگ کی پیش کی ہوئی اسکیم کی مخالفت کرکے کیونکر
 کہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ پاکستان قائم ہو یا نہ ہو۔ یہ مسئلہ کہاں سے چھو گیا، کہ
 پنجاب پر حکومت پنجابیوں کی ہو یا پر: بسبوں کی؟ کیا کوئی فرین انٹھ کا بھی مدعی ہے
 کہ پنجاب پر حکومت وکن کے مرٹوں کی۔ مذکور اس کے در اسبوں کی کامروا اس
 کے آسایوں کی قائم نہ جائے؟ اور پھر پاکستان کے بعد پنجاب اپنی موجود
 بحالت کے ساتھ باقی ہی کب رہتا ہے، جو سوال اس پر اپنی یا بیگانوں کی
 حکومت کا پیدا ہو؟

گزارش

۱۔ اہل کرم خط المکاتیب کے دفت نہر خدیو ای منوار مخبر

نزلہ دیے - نیکو

وطن پرستی

بہسی کے ایک اجتماع میں ڈاکٹر دادھاکر نے کہا کہ "ہندوستان کے بنیادی مسائل پر ایک تقریر کی ہے۔ تقریر کا سارا زور اس پر مرکوز کیا گیا ہے کہ ہندوؤں کا مقدس ملک ہے اور ہر شہر اور صوبہ کا ہندوستانی ہے۔ جہاں تک وطن پروری کا تعلق ہے مسلمان اپنے وطن ہندوستان سے پوری محبت رکھتے ہیں اور اس کی ترقی اور خوش حالی میں اپنی خوش حالی سمجھتے ہیں کہ رتن کا وطن کا فرض انجام دیں۔ انھیں اس کے تسلط کو کمزور کریں اور اہلسنی ترقی و ترقی کا رخ ابانی کے لیے اپنی جان تک قربان کر دیں۔"

مسلمان بلاشبہ وطن پرور ہے "وطن پرست" نہیں ہے۔ وہ تو خدا کے سوا اولیاء اور پیغمبروں کی پرستش کو بھی کفر اور شرک سمجھتا ہے۔ وہ تو آفتاب و چاند کو اپنا آقا سمجھتا ہے کہ ساری مخلوق اور تمام انسان صرت ایک اللہ کے قلم میں اور انسانی ساری کائنات انسان کی خادم اور غلام ہے۔ کائنات کی ہر چھٹی بڑی چیز انسان کے لیے بنائی گئی ہے، انسان کائنات کے لیے نہیں بنایا گیا ہے۔ اور یہی وطن پرستی اور وطن پروری کا وہ بنیادی فرق ہے جہاں سے ہندوؤں اور مسلمانوں کی راہیں مختلف ہو جاتی ہیں۔ اور جن سے اسلام کے تصور و معانی اور منہاج اخلاق کا کمال نظر آتا ہے۔

دادھاکر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہر صوبہ کا رہنے والا ہندوستانی ہے، پنجاب یا بنگالہ نہیں ہے۔ پنجابی، بنگالی، مرہٹی گجراتی اور اسی سب ہندوستانی ہیں۔ اگر ہندوستان کو تقسیم کر دیا گیا تو یہ ہندوؤں کے مقدس عقیدے پر ایک زبردست حملہ ہو گا جیسے کوئی ہندوستانی برداشت نہیں کر سکتا۔

کرچی نے بڑے فخر سے کہا کہ ایک عام بات ہے جو عام طور پر بلا غور و فکر کہہ دی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک بنگالی ہندوستانی کیوں ہے؟ جواب یہ ہے کہ ہندوستان اس کا وطن ہے۔ لیکن وطن سے مراد کیا ہے۔ کیا زاد و بوم اور پیدائش کی جگہ؟ اگر ایسا ہے تو ہندوستان کا کوئی شخص چار گز زمین سے زیادہ کو اپنا وطن نہیں بنا سکتا کیونکہ اس کی پیدائش زمین کے ستے ہی حصہ نہیں آئی ہے۔ اگر وہ اس پر قناعت نہیں کرتا تو اب سوال کشادہ نظری اور بلند ہمتی کا رہ جاتا ہے۔ وہ جس طرح گھرتی مٹا کر دھکے شہر کا اپنا سمجھے لگا ہے اور شہر بھی قناعت نہیں کرنا بلکہ پورے ہندوستان سے اپنا رشتہ قائم کر لیتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہ رفتار ہندوستان کے خلاف ہو جا کر رک جائے۔ وہ کیوں نہیں سمجھتا کہ ساری دنیا اس کا وطن ہے اور تمام انسان اس کے بھائی اور ہم وطن ہیں۔ اس کے بھائی ہیں کہ ساری دنیا انسان کا وطن ہے اور سارے انسان اس میں بھائی بھائی ہیں۔ جہاں انسانی حدود انسان قائم کر لے۔ اور جب اس تقسیم کی بنا پر خود بڑی ہوتی ہے تو سر پر کر دیتا ہے! رادھا کرچی نے نہایت صفائی کے ساتھ فرمایا ہے کہ "ہندوؤں میں مادر ہند ایک دیوی کی طرح پوجی جاتی ہے۔ تمام ہندوستان کی پوجا جیو لائٹنگ کی حیثیت سے ہندو مذہب کا ایک لازمی جز ہے جس میں ایک کو عام ہندو اور ہندو کو بڑے ہوں اس میں مداخلت کا کسی کو بھی اختیار نہیں"۔ مگر ایک مسلمان ہندوستانی لکھتا ہے کہ ہندوستان کے محبت کرتے ہوئے میں اس شہر کا نہ نظریہ کا حامل نہیں ہو سکتا۔ اور جن کو اپنا خادم سمجھتا ہے مہندم نہیں سمجھتا۔ اور اس کے نزدیک ہندوستان اور ہندوؤں کی ترقی اس کی ترقی نہیں ہے۔ کیونکہ زمین کا ہر حصہ خالق کر دگا۔ یہی کی سب سے

میں کوئی دماغ اس کا جواب اثبات میں دیکھا؟

ادھر کے الفاظ کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ دہریہ اور الحاد کی گھلی تلخ ہے۔ جس سے خدا اور خدا پرستی کا جی کھوں کر خشک ہو اڑا ہے۔ تیار صاحب اسکا زیادہ سے زیادہ یہ جواب دے سکتے ہیں کہ "انکے اپنے الفاظ نہیں، بلکہ کسی دوسرے شخصوں کی گارے ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ جب آپ اپنے رسالہ میں اس قسم کے اسلام سوز مضامین شایع کر رہے ہیں تو وہ لازماً آپ ہی کے ذہن اور اعتقاد و خیال کے آئینہ دار مقررہ دہنے جا چکے۔ پھر جب آپ قرآن کو الہامی کتاب تسلیم نہیں کرتے، خدا کی ہستی کے قائل نہیں، اس حالت میں آپ احترام رسول کا لاکھ دھڑکے کوئی نتیجہ دے ہی سکتا ہے جو یہ قول آپ کے سید سلمان ندوی نے لکھا ہے، یعنی احترام رسول کا دھڑکے آپ کے دل کی بات نہیں۔

دہریہ اپنی جڑی نہیں، جتنی منافقت، مگر جب یہ دونوں چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو اسلام کے نزدیک ہی سب سے بڑا جرم ہے۔ ایک منافق شخص کسی سوسائٹی یا مذہب کو جو نقصان پہنچا سکتا ہے، پہلے محضوں سے ممکن نہیں۔ علماء اسلام نے آپ سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ کیا تھا، کہ آپ "مار آئیں"۔ بھائی! لگا لگا کر خود پر ترک اسلام کا اعلان کر دیں۔ مگر اس زمانہ میں آپ نے بڑی ہی بندوبستی کے ساتھ یہ غمہ لیا تھا۔ "آئندہ سیری طرف سے ایسے سفالات کبھی شایع نہ ہونگے جس

ذہنی شکایات کا سبب پیدا ہو۔ مجھے افسوس ہے اور بہت ہے کہ ان مضامین سے مسلمانوں کو صدمہ پہنچا اور یہ یقین دلا کے لیے ہیں ایک مسلمان کی حیثیت سے یہ سب کچھ گوارا ہوا ہے۔ جنہاں سے جناب باری میں انھما رب اکت دستغفار کرتے ہوئے اعلان کرتا ہوں کہ لا الہ الا انت سبحانک انی كنت من الظالمین

یہ تو بہ منافقت کی تو بہ تھی مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کا ایک ڈھنگ تھا۔ دس برس گزرنے کے بعد اب وہی نیاز ہے، وہی گھٹا ہے، وہی قرآن کی توہین اور وہی خدا کا انکار!

رسالہ "مدارت" سے یہ سلام کر کے خوش ہوئی کہ شہر یار دکن نے ایک برس کے لیے اپنی ریاست میں "گلزار" کا داغہ بند کر دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ دوسرے مسلمان دلیان بھی اپنی اپنی حدود میں اس ذہریہ پرچہ کا داغہ ممنوع قرار دیں۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمان اس منافق اور بزدل دہریہ کے رسالہ کا مکمل بائیکاٹ کر دیں ورنہ یہ مسلمانوں کا خون جو جس چوس کر پردیش بھی پائیکا اور ان پر نمیش زنی بھی کر گیا۔

محمد اقبال سلمانی - امرتسر

یہ ہے! البتہ وہ ہندوستان کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھے گا! اور جارحانہ قوم پرستی قوم پرستی کے محلوں سے اسے بچائے گا۔ کیونکہ ایسی حالت میں وہ ہندوستان کو خطرہ سمجھنے لگے۔ اور ظلم کی حمایت و ادراک کرنا اس کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہو گا! (ترجمہ: لاہور)

MUSLIM UNITE

سید خداموہیہ علیہ السلام

DE 1-1

نائب :- (مکرم) عبد القوی

105

大正十三年

محمد عبد الرؤف عباسی

چند ساله
شش

برون فیہ السلام

قیمت فی پو ۱۴۰

تعلیم کا فیضان اور "مدرسہ اسلامیہ" کے قیام کے لئے

As a result, the model is able to capture the complex relationships between the variables and provide a more accurate prediction of the outcome.

موتیر پہ سوئے آ رہے ہیں، یہ نور علی کے سائبان میں رک رہے ہیں۔

آئے ہیں ان کے دیوہو رس کے ساتھ یہ صاحب ابلیس کے پرہیز

ابن ابی ابراہیم کے ساتھ تھے۔ ان کے پاس سے وہ گزرے اور دیکھا کہ وہاں ایک کھجور کا درخت تھا جس کے نیچے ایک کھجور کا پتہ لٹا ہوا تھا۔

کے گریڈس ہیں۔ انکی ترقی ابھی مارہ سو تک ہوئی ہے اور انکا شمار

اس وقت ڈیڑھ ہزار ہے۔ مہتمم کے گراں قدر معاون نے اپنی پونہ لاکھ

اور زمین خدا عاجی گویم تو مرا عاجی گو کہنے (اصول پر) دوسری یونہی شیوں

سے اس کے علاوہ ! لندن کے وہی 'اس' سہی 'پہر' کے وہی 'ٹ'، جیسی

جسے بنی ایچ۔ ڈی۔ ایل کو اپنی احوال سے ہماری کیا سہاوتیں؟ اسی سے ہم

پا ہے! — خود ڈگری دار بھی محض اس لیے ڈگری دار ہیں کہ ان کے

والدین انکی تعلیم اور لاجی تعلیم پر بے مشرک دولت خرچ کر کے —

یہ امور ہیں آپ کے لڑکوں اور (اب تو) لڑکیوں کی سیرت سازی پر ! یہ

فرنگی ہل اور فرنگی دماغ رکھنے والے اور مٹی اور سادہ آدمیوں میں ہے

رفیقوں کے لئے جاسنے والے اور کچھ دوسرے کاموں میں بھی اس روز زمین نہیں

تھنوں کے بے کرنے والے، ماہرین علوم و استادانِ توحید تعلیم دے رہے ہیں

پائے بچوں کو امانت کی، دیانت کی، صداقت کی، اختیار کی، انصاف کی

جے ریائی کے، حب وطن کی، قوم پروری کی، قناعت کی، دولت سے بے میلی

سید سہیلہ دارسی لہو توڑنے کی، مسایات مام کی !

”تعلیم کا بول بالا“ جماعت کا نہ کالاً! نعرے لگاتے ہوئے اسکل سے
 اڑ گئے تھے۔ غول کے غول، آگے پیچھے اسٹر سافٹ ساتھ ساتھ۔ ۱۶ فروری۔ آج
 ٹرینی ڈے ہے۔ ”یوم فائنگ“ ہے جماعت کی تاریکی دور کی جائیگی، علم کی
 روشنی پھیلانی جائیگی، ملک کے بچہ بچہ کو حریت شناس بنا دیا جائیگا۔ جلسے
 ہو رہے ہیں، جلوس کھل رہے ہیں، ریڈیو پر تقریریں ہو رہی ہیں۔ دیہاتی اور
 شہری سب شریک۔ گورنمنٹ اور کانگریس ایک دوسرے کی حریف نہیں ملتی۔
 لڑکوں کا جلوس آگے بڑھا۔ نعرے بدل گئے۔ اب ”تعلیم“ نہیں،
 بلکہ ”انقلاب“ زور و جادو، برطانیہ، براہ راست، سپر نلیم سہارا دے رہا ہے۔ اسٹر
 قریب آگئے۔ ہلکی سی ڈانٹ اور ٹھکانہ نعرہ، بھر پور مل گئے، اچھر ہی تعلیم کا بول بالا
 ”جماعت کا نہ کالاً!“ — کیا خوب ہے تعلیم اور اسکی روشنی! کیا خوب
 ہے = علم اور اسکے عالم باعمل! میں علم سوتوں کو جگا رہا، لوہوں کو گرما رہا، داغوں
 کو روشن کر رہا، ملک کو آزاد کر رہا!

ہم نے غظیم الشان اور بے رادق عمارت آپ دیکھ رہے ہیں؟ اور پھر
اسکے ارد گرد ایک سلسلہ شاہی و مملکت عمارتوں کا، فرلانگوں تک پہنچا ہوا،
سیلوں کا رقبہ گھیرے ہوئے۔ یہ کیا ہے؟ کس ایر کیسر کی کوٹیاں ہیں؟ کس
بڑے راجہ، ہراجہ، رئیس، نواب کے محلوں کا سلسلہ ہے؟ جی نہیں۔ یہ یونیورسٹی
ہے، اور اسکے لمحات، کتب خانہ، تجربہ گاہیں، انعامات فائز، وغیرہ۔ ہر
عمارت کے اندر لاکھوں کامران آلات، کتابیں، فرنیچر وغیرہ۔۔۔

فیصلوں پر فیصلیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ مصداق تعلیم گراں سے گراں تر ہوتے جارہے
ہیں۔ کتابوں کی قیمتیں مستزاد۔ سائنیکل رکھناؤ گویا طاعون کے لوازم میں داخل۔

دشمن کا افسوس

ایر فیصل کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے

نئے پیروں کے ہاتھ میں قرآن دے کر ان سے طعت لیتا کہ
جب تک آپ کے رہیں گے ہم بھی آپ کے ساتھ رہیں گے۔
اب بڑھ چکے ہیں بڑھ چکے۔ آج سے کسی ترک کی طاقت
کوئی ہے۔ ہر عربی بڑے واسے سے غارت، ہندوئی یا ملیں
یا شامی یا خالص عرب اور سن بکھلے اور آزادی کے جان
مال، خاندان سب پر مقدم رکھتے: (دشمن کی بیادست مہر)

in the desert

یہ وقت وہ تھا جب پہلی جنگ کے خوف پر سب دشمنوں میں ناخوش
گوشت ہوا کیا جا رہا تھا۔ جب عربوں پر "آزادی" اور قومی آزادی
کا افسانہ بنایا پڑھ کر پوچھا گیا تھا، اور "قربانی" کی تشکیل
قویت کی سندیں اور اس کے جوڑ پر غارت ہوتی تھی!۔
افسوس کا یہ باب ہوا، اسلامی "خوش" کے بجائے انہوں کی غیر قوم
دشمن، سانی، بنیادوں پر غارت ہونے لگی، عرب "آزاد" ہو گیا، ترک
کی ترقی تمام ہو کر رہی، شریعت حسین اور شریعت زادوں کا دور دورہ
خاتم ہو گیا، اور وعدت امت پارہ پارہ ہو کر ایک خواب پریشان
تعبیر ہو کر رہ گئی!

ایک خوش آئند خبر

"حیدرآباد سے یہ اطلاع موصول ہوئی

ہے کہ آئندہ سے عیدین اور دوسرے شہرک اسلامی ایام کے
متعلق حیدرآباد تمام ہندوستان کو مطلع کیا کریگا۔ ہمارے
دیکھنے میں جو سوانح مائل ہیں اسکی وجہ سے اکثر عیدین میں
دنوں کا اختلاف پڑ جاتا تھا اور تمام ہندوستان ایک ہی دن
عید منانا کوئی یقینی چیز نہیں تھی۔ اس دشواری کے منظر پر
انتظام کیا جا رہا ہے کہ حیدرآباد جو سب سے بڑی مسلم ملکیت
ہے پانڈ کے متعلق بیچ خبریں حاصل کرنے کے لیے نام ہندوستان
کے مرکزی مقامات سے، بڑبہر اکبرس ٹیلیگرام اور ٹیلیفون
وصول ہوا کریں اور صحیح تاریخ عید کا اعلان بذریعہ محکمہ اسکی
حیدرآباد بروقت کیا جائیگا۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ تحریک
آزاد میل سٹریسید عبد العزیز صدر انعام امور مذہبی و عدالت
نے پیش کی ہے اور وہ اسکو عملی صورت میں لانے کے لیے
کوشش کر رہے ہیں۔"

خبر یقیناً بڑی مبارک اور خوش آئند ہے۔ اور اگر احکام و بیت ہال کے تمام
شرعی اور فقہی پہلوؤں پر غور کر کے ملک کے معتبر علماء و فقہاء قبول کر لیں،
تو اس سے بہتر انتظام اور کیا ممکن ہے؟ اور اس تحقیق کے لیے ملکیت آصفیہ
کے حکمہ اور مذہبی خود ہی ماثلاً اشد کیا کہ ہے۔ سنہ اگر لے پا گیا، تو حیدرآباد
کو اب بھی سارے اسلامی ہند کے ساتھ جو ربط و مرکزیت و مرجعیت حاصل ہے، وہ
بہر جہاں آزاد اور محکم و پابند ہو جائیگا۔

صحافت کی مجلس ذمہ داری

یوشی ایڈیٹر پرس کی اطلاع

ہندوستان ٹائٹس اور اکثر انگریزی روزناموں میں درج شدہ ہے۔
"علیگندہ"۔ معلوم ہوا ہے کہ مشر معتز حسین نجم نے مسلم یونیورسٹی
کے طالب علم ہیں، انہوں نے گورنمنٹ سے سٹیپنڈی گرانٹ کی اجازت
حاصل کر لی ہے۔

مسلم یونیورسٹی کے طلبہ میں کانگریس کی تائید کا ذرا ہندوستان
جاتا ہے۔ چنانچہ علیگندہ میں طلبہ کے طلبہ کانگریس کے
بڑے گروہ کی تائید کی

خبر کی تردید، ڈاکٹر اطلاعات مسلم یونیورسٹی کی طرف سے ہے۔

"اس نام کا کوئی لائسنس ہی مسلم یونیورسٹی میں نہیں۔

طلبہ نے کوئی طلبہ اس قسم کا نہیں کیا، نہ طلبہ میں سٹیپنڈی کی

تحریک میں حصہ لینے کا کوئی رجحان مطلق موجود ہے۔"

صحت اور فطرت سے نفع نظر و صلی لطیف ہے کہ ننگہ پیٹ اور تہ بند شایع کلاں
روٹی ہے۔ یقیناً ہندوستان ٹائٹس میں اور نہ انگریزی روزناموں میں!

اس لیے کہ ایسوسی ایٹڈ پرس کے صدر دفتر دہلی سے اس تردید کی اطلاع
سے انتظار رہا، اور مجبوراً یونیورسٹی کے محکمہ اطلاعات کو بعض اور اخبارات
کی فوارش پر تمام کرنا پڑی!۔ ذرا اپنے ذہن میں ایک لمحہ کے
لیے یہ فرض کوئے تو دیکھیے، کہ غلط خبر کو شہر کرنے والی نیوز ایجنسی مسلمانوں کی
ہو، اور نہ نور سٹو سٹو سٹو کے بنارس کی ہوئی!

آلودہ انسائیکلو پیڈیا

اور نیٹ پرس کی ایک اطلاع حیدرآباد

سے حسب ذیل شایع ہوئی ہے:-

"آلودہ کے مطالعہ کے دوران میں ہر وقت حوالوں اور مزیدی اور

اہم معلومات کے لیے ایک آلودہ انسائیکلو پیڈیا کی ضرورت

محسوس ہو رہی تھی اسی مقصد کے تحت ادارہ ادبیات آلودہ نے

اسکا بیڑا اٹھا ہوا ہے اور اس کے ابتدائی مراحل طے کر لیے ہیں

اور ترتیب کا آغاز ہو گیا ہے۔ اس کام کے لیے ادارہ کی مجلس انتظامی

نے حسب ذیل اصحاب کا مختلف مشینوں سے انتخاب کیا ہے،

صدر:- ڈاکٹر سید محمد الدین صاحب قادری آلودہ

معتد:- مشر محمد فیض محمد بی آلودہ

ارکین:- پروفیسر فضل حق ایم اے، ڈاکٹر، احسان اللہ خان

صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ایچ۔ ڈی۔ پروفیسر عبد المجید صدیقی

ایم۔ اے۔ ایل۔ ای۔ بی۔ پروفیسر عبد القادر سردار ایم اے۔

ایل۔ ای۔ بی۔ سٹریسید محمد ایم اے۔ (دستاویز)

یقیناً آلودہ کے ہر کو خواہ کے لیے خوش آئند ہے۔ لیکن اگر مجوزہ انسائیکلو

پیڈیا کو آلودہ کے شایان شان نہ لگتا ہے تو یقیناً ہے کہ لاکھوں نے کام کی

حیثیت و دست کا میں پارا اندازہ کر لیا چھوڑا جن حضرات کے نام ادب شایع

ہوئے، بعض ان میں سے یقیناً آلودہ کے پراسٹے قادم اور آلودہ کے پراسٹے

میں اسٹند اور مجلس صحیح ہے۔ لیکن نام شایانہ کی ہمتوں سے جس کچھ بڑا ہی ثابت ہے۔

وقت سرایہ، نشست سبکی ست بڑی محنت و محنت ہے۔ حیدرآباد نے

اس میں شبہ نہیں کہ آلودہ کے سلسلہ میں چند سال کی قلیل مدت میں وہ لازماً

(۳۴) حاذق، اہ نامہ، نگراں، مجید من صاحب مالک مدنی وہ خانہ،
درہ بختزل، بھنور (پو۔ پنا) قیمت سالانہ نہرونی پرچہ ار
اخبار تہذیب کی کاسیاہوں سے کون واقف نہیں۔ اس کے مالک و نگراں
میں ایک بوٹائی دواخانہ بھی کچھ عرصے کھل گیا ہے اور اب اسی کا آئین
یہی سالہ بھی کلنا شروع ہوا ہے۔ اس پہلے نمبر میں شذرات کے علاوہ حسب
ذیل ابواب ہیں :-

امراض و المعالجات - حفظ صحت، اعجاز نباتات - آب و ہوا، اشلوآت
و تحقیقات - تجربات - تحقیقات - تفتیش الامراض - انسانی و ہر باب
کے تحت ایک یا سند دسنا ہیں۔ معاین عام ناظرین کے نفع و ہمہ کی
توہر حال میں اور عجیب نہیں کہ طبیوں کے بھی کام کے ہو۔

پرچہ کے حسن کتابت و طباعت لیے دینہ پریس کا نام خود ایک ضمانت
ہے۔ اور جو کاروباری طبقہ اسکے مالک کا حاصل ہے۔ اُن کے لگانے اس
ادارہ کے مستقبل کی طرف سے عہدہ بھی نہیں ہوتا۔

(۳۵) اضطراب (گفتار) خاص نمبر - جزوی سلسلہ قیمت - ارچہ و
دفتر اضطراب - نظیر آباد - گفتار -

نکسوں کے علاوہ اس کا بیشتر حصہ انسانوں کی ذر ہے۔ علی عباس حسینی
جو اہری محمد علی سلطان مہر جوش، حیات اللہ انصاری کے انسانے بہت
فیضت ہیں۔ لیکن خدا معلوم بعض اور انسانوں کو، خصوصاً ایک قانون کے
کے ہرے انسان کو، حضرت جگر مراد آبادی کے "نگراں" رسالہ پرنے کے باوجود
کیسے جگہ مل گئی۔ امید ہے جگر صاحب آئندہ انتخاب معنائیں میں اتنی مروت
کو دخل نہ دیں گے۔ بحث و نظر کے زیر عنوان بعض معنائیں اچھے خاصے ہیں۔
مثلاً نیا من علی صاحب کا مختصر معنون "آپنل سے" - غراں کے حصہ میں ہونے
اور ڈوی مرحوم، جگر مراد آبادی، مجذوب، ادنی مدتی، اہر فارسی کے نام
کے خود ایک کشش رکھتے ہیں۔

خریداران صدق کی خدمت میں

مندرجہ ذیل خریداروں کی سیاداد مارچ سلسلہ میں تمام ہو چکی ہے
دفتر شکر گزار ہو گا اگر آپ حضرات ایسے دقت میں سنی آرڈر بھیجیں کہ
غیر ماہ سے پہلے پہنچ جائے ورنہ اپریل کا پہلا پرچہ بڑبڑی پٹی
روانہ ہو گا۔ اس صورت میں ۴ روپے زیادہ خرچ ہے۔ اگر کسی صاحب کا
آجہ: خریداری منظور نہیں ہے تو ہمارا کرم ایک کارڈ لکھیں تاکہ دفتر کو
مصارف دہی پٹی کی زیر بارسی نہ ہو۔

۱۹۴	۱۹۳	۱۹۲	۱۹۱	۱۹۰
۶۱۲	۶۱۱	۶۱۰	۶۰۹	۶۰۸
۶۰۷	۶۰۶	۶۰۵	۶۰۴	۶۰۳
۶۰۲	۶۰۱	۶۰۰	۵۹۹	۵۹۸
۵۹۷	۵۹۶	۵۹۵	۵۹۴	۵۹۳
۵۹۲	۵۹۱	۵۹۰	۵۸۹	۵۸۸

(صاحب برہنہ دہی) مولوی سید ام الحسن علی صاحب (صاحبہ اللہ) گفتار (مولوی
مولوی محمد امین غازی و غیرہ) اور معنائیں سب کے پڑھنے کے قابل۔ لیکن اکابر
کے معنائیں تو سب کے درجہ کے ہوتے ہیں اس نمبر میں سب سے زیادہ
قابل قدر مقالہ مولوی سعید عالم ندوی (نائب مہتمم کتب خانہ خدائش خاں - پٹنہ)
کے قلم سے "امام ولی اللہ دہلوی سے پہلے اسلامی ہند کی دینی مالک اسکے نزدیک ارتقاء
پر ہے۔" سولہ اچھے اشد سندھی کا معنون "امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف"
کے بعض نمونے اپنے اندر رکھتا ہے، لیکن ساتھ ہی حضرت شاہ صاحب پر
"لائبل" کی مدد بھی پہنچ گیا ہے اور عجیب نہیں کہ شاہ صاحب کی رہنمائی
آج بھی عالم ہذا میں اپنے ایسے شارح و ترجمان کے غلات استثنائے ہی کر رہی
ہو۔ ہر حال اتنی مشکلات کا ایسا قابل و پرکھوہ دورہ یہ قیمت میں
ہر طرح ارزاں ہی ارزاں ہے

ایک مخلص کی وفات

مولوی سید امین الحسن سیل مولانی نے
۲۰ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ شعبہ کو اپنے حیدر آباد میں انتقال فرمایا۔ انشاء اللہ انالہ
راجون - مدنی کے اور اس سے بھی کہیں بڑے کریم و صدق کے ذاتی کرنا
آج سے ہیں سالہا سال سے تھے۔ چنانچہ حسب سلسلہ میں پہلی بار حیدر آباد
کا نام اپنے سر دفتر تابع و ترجمہ کے سلسلہ میں منسلک ہو کر خود قیام
بہشتوں تک انہیں کے پاس رہا۔ مدتوں - مالار جنگ اسٹیٹ کے ناظم ہے۔
آزادیں سرکار عالی کے محکمہ دیوانی میں ناظم عدالت تھے۔ بیٹن اسی عہد سے وہی
ایک سال ہو سے لی تھی۔ حیدر آبادی، وہ پڑھتے۔ انکے والد مولوی شریف الحسن
مرحوم حیدر آبادی کو شہر کے کچھ تھے اور صاحبزادہ معراج سنی میں شریف زاد
تھے۔ ۱۱۱ مولوی آل من مولانی اپنے زمانہ کے ایک ممتاز عالم اور مہیا پوں
کے مقابلہ میں مناظر تھے۔ مرحوم خود بھی بڑے سلطان آدمی اور متواضع اسکڑ
خلیق تھے۔ شر خوب لکھتے (رہبر کن میں بہت سی نظمیں نکل چکی ہیں) اور
سخن بھی کا پاپ سن گولی سے بھی پڑھا ہوا تھا۔ شگفتگی و زندہ ولی کی تصویر تھی۔
اور کم از کم دُر مدق کے حق میں تو ایک پیکر اثار و محبت اخلاص و احسانات
انے زمانہ کو سب نہ شمار میں آسکتے ہیں۔ یاد رہی رکھے جاسکتے۔ طبیعت خواب
ایک عرصہ سے تھی، لیکن یہ خیال ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ دقت نظر پیدا ہو
اچانک غیر وفات نے دل دہلا دیا۔ اللہ رحمتوں اور نوازشوں سے احوال
کر دے

رسائل و اخبارات

(سلسلہ صدق منہ)

(۳) شاہ - بلند اول - نبر اول - اردو ہزم ادب - ہائی اسکول - راپنہ
(صوبہ بہار) کا چار ماہی رسالہ - ۱۰ صفحے - قیمت فی نمبر ۴
مغزین معنائیں کا مجموعہ - بیشتر تعداد انسانوں کی ہے۔ رسالہ کا آغاز
تینا اہل العراط المستقیم سے ہوتا ہے، لیکن خانہ کو بیچے معنوں پر چکی و غری
سطر پر ہری تھائی کے لیے سخت گستاخانہ ہیں۔ غلطی اگرچہ نادانستہ ہے لیکن
ہر حال ہے شہر اور قابل گرفت۔ زبان بھی نظر ثانی کی ضرورت جاسیجی محسوس ہوتی۔

تدوین حدیث

(مولانا مناظر حسن صاحب گیلانی)

(غایت افسوس ہے کہ مدنی کا ادارتی عقائد کا کھانسنے کی غفلت سے مناسخ ہو گیا، اس لیے یہ پوچھ بغیر کسی ادارتی عقائد کے نکل رہا ہے۔

انکے بجائے مولانا مناظر حسن صاحب گیلانی کے نامعلاء عقائد کا ابتدائی حصہ درج کیا جاتا ہے)

علم حدیث پر بحث کرنے کے لیے میں اپنے سامنے ان چند سوالات کو رکھ لیتا چاہیے

- (۱) حدیث کی حقیقت کیا ہے
- (۲) اس علم کی تدوین کب، کس طریقہ سے، کس زمانہ میں شروع ہوئی اور ان طریقوں کا اس علم کے دوٹون، اعتماد کیا اثر مرتب ہوا ہو سکتا ہے
- (۳) ابتدا سے اس وقت تک اس فن کی ممتاز حدیثیں جن بزرگوں نے انہام دیں خود انکی اور انکے کارناموں کی تفصیل
- (۴) اس فن کے متعلق کیا جدید تکمیلی کوششوں کی ضرورت باقی ہے۔
- (۵) حدیث کے بعد فن حدیث کے دوسرے تعلقات یعنی فن آراء الرجال اور اصول حدیث کی حقیقت، انکی تاریخ، موجودہ حیثیت، انکی آئندہ ترقیوں کے امکانات۔

سب سے پہلے میں یہ سوال کو لیتا ہوں یعنی حدیث کی حقیقت کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ لغوی دنیا

میں دو طرح کی توہین پائی جاتی ہیں۔ بعض بلکہ شاید زیادہ تر توہین ایسی ہیں جنہوں نے اپنے مال کو مامنی سے وابستہ رکھنے کی کوشش نہیں کی اگرچہ واقعہ یہ ہے کہ کسی قوم کا کوئی مال مامنی سے منسلک ہو کر تیسرے پر نہیں ہو سکتا۔ لیکن باوجود اس واقعہ کے جیسے جیسے دنیا آئندہ کی طرف بڑھتی رہے گی اپنے مامنی کو بھلاتی چلی آئے گی۔ انکے پاس اپنے مروجہ حالات پر غور و فکر کرنے کے لیے گزشتہ حالات و واقعات، تجربات و مشاہدات کا کوئی سرمایہ نہیں ہے۔ گویا جس طرح جنگ کی زندگی گزاری جاتی ہے یہ بھی گزارتے ہیں۔ آخر کچھ یوں اور بزرگوں کو کیا معلوم کہ انکے جد اعلیٰ کن تھے، کن کن جنگوں اور وادیوں، پہاڑوں نے جھلا لیں راستے ہوئے انکے آباد و جداد مقام تک پہنچے، کن کن حالات سے انکو مدد چاہنا پڑا۔ لیکن انکے مقابلہ میں انسانوں ہی کا ایک طبقہ ان قوموں کا

بھی ہے جنہوں نے حتی الوسع اسکی کوشش کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو حال کی تعمیر میں مامنی کے تجربات و واقعات سے نفع اٹھایا جائے اور اسکے لیے انکو ضرورت محسوس ہوئی کہ گزشتہ دہائی کے واقعات کو کسی طرح محفوظ کر دیا جائے۔ انسانیت کے اس گروہ کی اسی کوشش کا نام تاریخ ہے۔ ابتدا میں "تاریخ" کی حفاظت و بقا کا شوق قوموں میں کم رہا ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ ایسی ناگزیر ضرورت لگتی ہے کہ اپنی توہانوں کا ایک بڑا حصہ ہرقدم

اس پر خرچ کر رہی ہے جس سے ہم اور آپ سب واقف ہیں۔ جنگ کی زندگی بسر کرنے والے بھی اب اجداد و اسلاف کے کارناموں کی جستجو گڑھی ہوئی ہڈیوں اور پڑائے مقبروں اور مرگھٹوں میں کورہے ہیں۔ کون سے کون سے قدیم گتے برآمد کیے جا رہے ہیں، کتنے قبروں کی کتاہوں کے حوت چرے کی کوشش کی جا رہی ہے، پڑائے کھنڈروں کی ایک ایک ٹکڑی کی چینی جاری ہے۔ انہیں برواقعی کیے! خیالی، بلند بالا عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں۔ گویا اس علم کی ناگزیر ضرورت کو دنیا کی اکثر قوموں نے اب تسلیم کر لیا ہے اور یورپ، چین، تبت، بلجیج، ترکی، مزاج، خٹک، و ماغ فلسفیوں کے عام دنیا کا شدید رجحان بھی ان چیزوں کے جاننے کی طرف ہے۔

تاریخ اور فن حدیث

تاریخ کی اسی تاریخ کے ایک عظیم الشان بہت اگلیز انعامی حصہ کا نام ہے۔ پوچھتا ہے۔ میرا مطلب، برے کرمین (مذہبات، واقعات سے گزرا کر منسلک انسانی موجودہ حالت تک پہنچتی ہے ان میں ایک ایسا واقعہ جس نے کسی خاص شعبہ عبادت ہی میں نہیں بلکہ ذہنی، سیاسی، معاشرتی، انسانی عام شعبوں میں انسانیت کا رخ پلٹ دیا، جس سے زمین کا کوئی خاص حصہ نہیں بلکہ بالاسالہ شرق و مغرب دونوں متاثر ہوئے اور رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ مامنی کے اس ہمیشہ حیرت انگیز واقعہ کی "تاریخ" یا "تعلیلی بیان" کا نام حدیث ہے۔ اگرچہ عام طور پر مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ سے حدیث کا تعلق قرار دیا جاتا ہے لیکن جہاں تک واقعات و حالات کا تعلق ہے میں "حدیث" کو "انسانیت" کی تاریخ کا ایک حصہ اور حصہ قرار دیتا ہوں جسکی صورت بھی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ایک بے پیر اور ندیم الشی انعامی حصہ سے اسکا تعلق ہے بلکہ سچ پوچھتے تو آدھیں کسی کے پاس یا جس قوم و امت کے ہاتھ میں مامنی بلکہ حال کی تاریخ کا بھی جو حصہ ہے وہ دو ٹوک و اعتماد میں تاریخ کے اس محفوظ حصہ "یعنی حدیث" کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ میں ان آرزو، فطرت، شکلیں ہیں جن میں ہوں، جو تاریخ کو جمیٹ کا جنگل قرار دیکر مامنی کا انکار کرتے ہیں۔ اور جو کچھ محسوس ہو رہا ہے یہ میں محسوس ہو رہا ہے "اس سوسطانی نظریہ پر زور دیکر حال کے وجود کو بھی شک کے دانوں سے چھڑک کر ختم کر دیا جائے ہیں بلکہ تاریخ کے مقررہ مدار پر مامنی کے جن واقعات کی اب تصحیح ہو چکی ہے، انکی قدر کرنا ہوں، اور سمجھنا ہوں کہ آئندہ کی راہ درست کرنے کے لیے میں ہمیشہ مامنی کی روشنی سے نفع اٹھانا چاہیے۔ نا نقصان نقصان حکم بنکر دن لوگوں سے پچھلے قصے بیان کیا کروں (دوسریں قرآن مجید)

لیکن اگر یہ سچ ہے، جیسا کہ ایک بڑے شہور مستم الثبوت مورخ کا بیان ہے "کسی زمانہ کے حالات سب غلبہ کے بدلے ہیں تو یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ ہر قسم کی بازوی ایوان میں غلبہ کرنی جاتی ہیں، جو قرآن و زیارات کے مطابق ہوتے ہیں، مقررہ زمانہ کے بعد (یعنی انسانی شکل اختیار کرنے کے بعد) ہی ایک پچھلے تاریخی کتاب بن جاتی ہے، پوچھ کی اکثر تفسیریں اسی اصول پر لکھی گئی ہیں۔" (باقی آئندہ)

اسلامی تمدن

(اسلام پر کونسل کا نعرہ میں مذہب بشارت اور جنگ کی ایک نعرہ کا خلاصہ)

میں نے اپنی تقریر میں یہ عرض کیا تھا کہ تعلیمات اسلامی میں سب سے پہلی چیز انسانیت کی وحدت ہے۔ اسلام نے سارے حدود و رسائی و وطنی اور ملی اور ملی شاہیہ میں یہ تعلیم کسی خاص مقام تک محدود نہیں رکھی۔ یہاں پر اپنی سب اس تعلیم میں شامل ہیں اس لیے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نے جو تعلیم پیش کی ہے وہ سب کے لیے عام ہے۔

جب آپ نے یہ سن لیا اور سمجھ لیا کہ حقید باری تعالیٰ اور وحدت انسانیت کے متعلق اسلام کا نظریہ کیا ہے تو آپ یہ سمجھنا چاہیے کہ انسان کے متعلق اسکا تصور کیا ہے۔ یعنی انسان کی پیدائش کا منشا کیا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان حکومت الہیہ کے اقرار اور خلافت الہیہ کے قیام کے لیے پیدا ہوا ہے۔ جب یہ صورت ہے تو ظاہر ہے کہ سب سے پہلے قیام خلافت کے لازم رکھا۔ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ وہ شیعہ وجود میں آیا ہے جو اسلام کے علی قوانین اور ریاست اور مذہبیت سے متعلق رکھتا ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے اپنا نعرہ میں قانون بنایا جو ایک لائق عمل ہے اور آج بھی جب "دین لا" بنا کر بہت سے حصہ پر چھایا ہو ہے۔ اسلامی قانون اپنی جگہ سے نہیں ہٹا۔ لا تبدیل نکلات و لا یشد۔ یہ قانون اس قدر ہم گیر ہے کہ اس کے ایک صفت کی تفصیل کے لیے مستقل وقت کی ضرورت ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کو ایک مستقل بنا رہے۔ اسلامی تمدن و قانون کی بنا شعور صحیح پر ہے۔ جو اس شعور صحیح کے تابع ہے اور وہ شعور صحیح ایمان ہے۔ گویا اسلام میں مقدم ترین چیز ایمان ہے۔ اور اس کے بعد عمل صالح ایمان و حقیقت ایک صحیح خیالی کا نام ہے جو شخص بنیر ایمان کے عمل صالح کرتا ہے اس کی مثال اس میں ہے جیسے کوئی شخص ریت پر محل تعمیر کرے۔ شعور صحیح مائل کرنے کے لیے مسلمان کے پاس قرآن مجید موجود ہے۔

مسلمانوں نے قرآن مجید کے علاوہ دنیا کی دوسری قوموں کے علوم بھی سیکھے۔ مثلاً یونان کے منطق و فلسفہ حاصل کیا لیکن اسے اپنے مذہب کا بنادیا۔ انھوں نے اسلوب کے انھیں منطق کی اور ہندوؤں کے علوم ہریت لیا۔ لیکن انکو گھملا یا اور پھر اسلام کے غالب میں اصلاحی شکل تبدیل بیان کرنے کا یہ موقع نہیں مسلمانوں نے ان علوم میں انھیں قدر تبدیل دیا۔ امانتہ کیا ہے کہ آج اگر اسلوب کی روح دوبارہ دنیا میں لائی جائے تو وہ بچوان نہ سکیں کہ یہ وہی علوم ہیں۔

ذرا دانی طب کو دیکھیے کہ اسکو کہاں سے کہاں پونچھا بنا اور اسے اپنا بنا لیا۔ آج اگر وہ یونانی اطباء اس طب کو دیکھیں تو یہ کہیں گے کہ یہ ہماری نہیں ہے۔ اس اصول کو فارابی ابن سینا اور ابو حیان اندلسی وغیرہ نے برتا۔ انھوں نے اپنے زمانہ میں علوم کے وہ خزانے جمع کر دیے جن کو آپ کے لیے گستاخی شکل ہو گیا ہے۔ جس طرح مسلمانوں نے سیاسی حیثیت سے غلبہ حاصل کیا اور راج سکوں کو اپنے زیر اثر لائے اس طرح ہر چیز پر اہمیت حاصل کی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ کوشش بھی

ہی کی کہ اسے اپنا بنالیں۔ جس چیز کو یہ دیکھا کہ وہ اپنے مطلب کی نہیں بن سکتی تو اسکو اپنے خوشہ خاند سے اٹھا کر پیٹک دیا۔ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں اصلاح کی اور اپنا ایک خاص تمدن قائم کیا۔ مثلاً مختلف قوموں کا لباس ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے لیکن ذہن بالکل نیم برہنہ رہتی ہیں، لیکن اسلام نے اس کے اصولی مفرد کر دیے ہیں۔ مرد کو اپنی ٹاٹ سے لیکر گھٹنوں تک چھپانا چاہیے، عورت کو سینہ بھی چھپانا چاہیے۔ یہ اسلام کی مذہب ہے۔ اب اگر میں کسی ایسی عورت کو دیکھوں جس کا سینہ کھلا ہوا ہے تو میں کہوں گا کہ تو مسلمان نہیں بلکہ کافر نظر آ رہی ہے کیونکہ تیرا لباس اسلامی نہیں ہے۔ غرض اسلام نے دنیا میں اگر ہر چیز کی اصلاح کی اور اس میں اعتدال پیدا کیا۔ کثافت اور گندگی و دور کی اور ہر چیز کو سستا سستا بنادیا اور انسان کو اس کے اصلی مرتبہ پر پہنچایا۔ اسلام کسی ایسی چیز کے سیکھنے اور کسی علم کے حاصل کرنے کی مخالفت نہیں کرتا۔ دہذنگی کے ہر شعبہ میں ترقی حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے، البتہ یہ چاہئے کہ تم ہر حالت میں پیچھے مسلمان رہو اور

اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

رکاز نعرہ گزشتہ

نسوانی ادب لطیف

ادب لطیف — ایک خاتون کے قلم سے :-

"آہ! ہم میری سرد آہوں سے

شیخ مجھ جاسنے کہے۔

پھر بھی مایوس نہیں ہوں کیونکہ

اس کے پھر جھلنے کی امید بھی ہے!"

آہ! اے دوست! میرے گرم آنسوؤں سے دامن تو نہ جاسنے کہے

پھر بھی مایوس نہیں کیونکہ — دامن خشک ہو جانے کی

امید بھی ہے! — آہ! اے دوست! میری آہوں سے گریبان

میں آگ لگ جانے کہے۔ پھر بھی مایوس نہیں ہوں کیونکہ

نئی قیص کے سوانے کی امید باقی ہے! — آہ! اے

دوست!

یہ "آہ! اے دوست!" قسم کا ادب لطیف جب تک ہمارے

گھروں کی چار دیواری کے باہر کارفرما تھا تب ہی کیا کم تھا، مگر اب تو خواتین

کے قلم کی نقاشیوں میں بھی نظارہ فرما دینے لگا! آہ! اے دوست! —

(پتہ)

اپنے مراسلہ نگاروں سے

مولوی محمد سعید صاحب (راڈری) آپ کا مراسلہ رت پہنچا، مولیٰ ہو گیا تھا، ایک

اور اسی وقت کے برابر آپ کے مستفادات کے جواب کی ناکرخی پچھلے ہفتہ نہ ادا

کر کے اس پر ایک پورا مقالہ تیار کر کے درج ہونے کے لیے بھیجا گیا۔ تو اگلا دن کی دنیا سے

دفتر کھٹہ ہو چکا۔ اب اس کے سوا کوئی چار نہیں کہ آپ میں کھڑے موت گوارا

محمد علی جناح
 قائد اعظم
 دہلی



چند اور انتظامی امور
 کے متعلق مراسلت اس پر کی جائے گی۔
 محمد حیدر اللہ عباسی مہتمم (نیا مسجد)
 رشید آباد پلین - گولہ کچ - لکھنؤ

چند سالہ
 نشاوری
 ورنہ ہندو مالوہ شنگ
 قیمت فی پوچہ اور

مضامین کے بارے میں خود کتابت یا ٹریس کیجائے۔

نمبر ۴۲ - دو شنبہ - ۱۱۔ ستمبر ۱۹۴۷ء مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۴۷ء - جلد ۶

سچی باتیں

گیارہویں اور بارہویں اور تیرہویں صدی سچی کا زمانہ ہے اور دنیا سے مسیحیت ایک شہید بن کر میں بھران بن بکلا - انگلستان اور فرانس اور وسطی مشرقی یورپ کے سارے حصے اور چھوٹے ملکوں میں یہ جوش جنوں طاری کہ جس طرح بھی ممکن ہو، قہر کر کے اور لیکڑ کر کے بیت المقدس کو بولہ پٹج کہ "کالم و کافر" مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین لیا جائے، "معاذ اللہ" کے پنجہ سے آزاد کرالیا جائے۔ بوٹھے اور لٹکے، جوان اور نوجوان سب کے سب سپاہی بنے، روسے، پھول اور سارے فوجی کو پکے مقام کرتے ہوئے فلسطین کی جانب روانہ۔ "ارض مقدس" تھلیٹ و توجہ مسیحیت و اسلام کی مستقل رنگاہ و تھلیٹ، اس ٹڈی دل لشکر کے اعداد و ۳۰ ریح کی کتابوں میں درج ہیں اور "معارفات صلیبی" ذکر و سبائیا کی تاریخ سے پڑھے لکھوں میں ناواقف ہی کون ہے؟ یہاں کہنے کی بات نہ اس قدر ہے کہ سچی مجاہدوں اور صلیبی پناہیوں کے جلو میں ایک بستی فوج بیوس کی تھی اور انکی تعداد ۳۰ ہزار تھی! یہ حال اس لشکر کشی کا تھا جو تھلتر دینی مجاہدوں جوش کے ہاتھ سے ہوئی تھی!

چھوٹے افسروں، سپاہیوں، سب کے لیے اگر ان اور اراکوں، الگ الگ نرغ لے کر سفر کر دیے گئے اور سب کے لیے صبح ۱۰ وپہر شام اور رات کے گھنٹوں کے الگ الگ اوقات نہیں ہو گئے! - بہت آپ بے پیرتے ہیں "غزا" اور "جہاد" کے لیے جنت اور جنت کے حور و قصور کو کہی خواب میں بھی نصیب ہوئی ہیں آپ کو ہو سنا کہیں کی یہ فوری فوری باتیں؟

۱۹۱۷ء کی مشہور جنگ عظیم ہو رہی ہے - فاتحہ پر معلوم ہوتا ہے کہ امرامین جہنم میں مبتلا ہونے والے مجاہدوں اور جو افراد کے اعداد و سب ذیل ہیں :-
 برطانوی فوج میں ۳ لاکھ -
 آسٹری فوج میں ۷ لاکھ (اور ۸ لاکھ کے درمیان) (مرمت شدہ کے انداز)
 فرینچ فوج میں ۱۶ لاکھ!

جوش اور اتحادی دونوں درجوں کے سبب جس پرکاری قہر غاؤں کے مستقل انتظامات رہتے تھے - قرب و جوار کا ہر شہر اور ہر قصبہ اس "کار خیر" کے لیے رخت - راستے کے برابر! - اُجاڑ مکانات، بننا شدہ قلعے، سب اسی کی نذر! ہولٹوں میں چائے خانوں میں اکھالنے کی میزوں پر شراب کے ساتھ ساتھ اس مشن عصمت کے نرغ لے کر تھکے ہوئے بائنا بطریق! - منت قدر! جراتیں مقرر - گوہ میں طرح فقہا کے ہاں ایک نظارت آتی ہے، کھر دوں کفر کی، یعنی کفر کے علاوہ ایک اور کفری! اسی طرح ہر فوج کے پیچھے ایک اور فوج! ایک فوج سپاہیوں کی، دوسری فوج دو سپاہیوں کی! - ہے عرب ندیم کی تہذیب جاہلی میں بھی بہت حد یہ تہذیب جاہلی سے مقابلہ کی؟ - تفصیلات اس سے کہیں پڑھ کر گزری اور کردہ رہی ہیں - رنل پرنٹ
 کتابت و اشاعت کی کتابت - ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲،

(۲) دریائے مراد فلسطین کا مشہور دریا ہے۔ یہ دریا ہے۔ یہ دریا تو اصل فلسطین کا ہے۔ شمال میں حرمون پہاڑ سے نکل کر بحرِ روم (میدیا بحرِ روم) میں گرتا ہے۔ ایک زمانہ میں یہی دریا فلسطین کی مشرقی سرحد کا کام دیتا تھا۔

فتاویٰ انکار حدیث

(۲)

(از مولوی مہدوب الرحمن صاحب لکھنؤ)

تائید کبریٰ میں ہے :-

ما تصبوا امرہ وایامہ وادعائکم رسول کا اور آپ کی پکار کو آپس کے معاملات
کما یرون من بعض الذلک پر قیاس نہ کرو۔ کیونکہ آپ کا حکم مانتا اور انکی
... فرماتا کرتا ہے۔
نیل لازم اور فرض ہے۔

آگے لکھتے ہیں

کما ان قولہ تانی من امرہ متبادل من امرہ سے مراد رسول کا قول اور فعل
قول الرسول وفعلا وذلک ہے جسکا منشا یہ ہے کہ رسولی کے قول و
بعضی ان کل ما فیہ علیہ فعل کی تقلید ہم پر واجب ہے۔

اسلواہ و اسلام کیون اور نبی

تلینا

جسکی ولایت اور پکار کو خدا نے یہ اور چہ دیا ہوا اس کے فرمان اور میں کی
حجت کا جسکا دوسرا نام "حدیث" سنت ہے اسکا حدیث و سنت
کا نام نہیں اپنی جے ہمیشہ اور کو تاہ عقلی کا اختراع ہے۔

اس سلسلہ میں ایک فلسفی شبہ و بھی پیدا ہوا ہے کہ یہ قرآن کیم
نے پہنچے تعلیمات کل شئی تفصیلاً کا دعویٰ کیا ہے تو پھر حدیث و سنت
کی اثر بھی امتیاز ہی کیا جاتی، د جاتی ہے؟ لیکن عقل و نقل دونوں کے
معارف سے و شبہ بھی با عقل ہے وہاں ہے۔ کیونکہ اسی قرآن میں جسکے ایک
آیات کی قاطع تاویل کو کے لفظ نتیجہ نکالنا لانا ہے بدیہت۔ اس کی غرض کو
پورا کیا اور فرمایا گیا ہے۔

لقد انزلنا علی الامیین بعد نے احسان کیا ایمان والو جو بھیجا ان میں
از یوسف ایم رسولاً فیہم رسولاً فیہم رسول ان میں ہیں کا پڑھنا سے انہر بیتیں اکی
فیہم اعلیٰ آیات و ذلہم اور پاک رہا ہے انکو یعنی شرک وغیرہ سے
اعمالہ و اللہ اعلمہ اور سکھاتا ہے انکو کتاب اور کام کی بات
و ان کا ذوق ان میں عقلی اور کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح
نہ ان میں ہی میں تھے۔

آیت "انما ہے" کی تفصیلات پر احسان یا نفرت الہی کے قدرت با اسانہ تو
پورا دل کی بشت کر سزاوارت ہی کیا عقلی اور بشت کی سزاوارت کو بھی تو تعلیم
کتاب و سنت کی کیا تفسیر ہوگی؟ یہ سوائیکہ پرور طر مانتے رسول کی بشت
و بشت کو ان فرشتوں کو سپہ ہم انسانیت میں گناہا ہے وہ حقیقت یہ
آیت قرآنی خود اسی بات کی شاہد ہے کہ یہ کتاب تفصیلاً لکھی گئی ہے
سکے ساتھ ہی اپنے مصلحتی مطالب۔ اپنے اسرار و رموز کی روشنی کے لحاظ
سے ایک بھرنا ہم انکو ہے میں کی گرا بیوں سے گوہر تاجدار کا باہر لانا اسکی
عزت و مرتبہ کو پہچاننا اور دوسرا ان کو چھوڑنا امرت نہیں بلکہ ہے۔ اس لیے
ہر دو دگار عالم نے ہی کمر ہم کو امرت رسول اور بلے پر بنا کر پیش بھیجا بلکہ آپ کو
دوسرے دنیا و نفسیاتوں کے ساتھ یہ تفہیمت بھی عطا کی کہ آپ کا کتاب مکمل
کی تعلیم کا ذرا دربار کر بورت کیا۔ بعض علما نے نہایت عموماً حرکت کے

سنت "سنت" کے برابر ہے یعنی ایک جانب تو حضور کے سپرد ہوا کام تھا کہ
وہ قرآن کے اسرار و غامض کو سمجھائیں اور اس کے احکام و اوامر کی تشریح
فرمائیں۔ اور دوسری طرف یہ ذمہ داری تھی کہ ان احکام پر عمل کر سکیں مسلمانوں
کے ایک طریقہ اور سنت قائم فرما دیں۔ اس تفصیل کے بعد اس شبہ کی کیا
حقیقت جاتی رہ جاتی ہے جسکا ذکر اوپر آچکا ہے اور کیا یہ آیت بھی سجدہ
دوسری آیتوں کے حدیث و سنت کی اہمیت و عظمت کی ایک اور دلیل
نہیں ہے؟ وہ گویا خشکی کے شہ کا دوسرا پس "حدیث کی" یعنی حدیث
و ایک ایسی نمایاں اور واضح حقیقت تھی کہ جس میں کسی کو علوم و فنون کی
تاریخ سے کچھ بھی غفلت ہے وہ جانتا اور بخوبی سمجھتا ہے کہ علم و ہدایت سے
زیادہ ستر، محفوظ اور غیر مشکوک کسی دوسرے علم کی تاریخ نہ ہے اور
نہ ہر سکتی ہے ایہ یہ علم کے تمام مسلمانوں کا دھرم رہنا ہے جسکی شہادت
آج دو ستون سے نہیں دشمنوں کے ظلم سے اور انکی زبانوں سے مل رہی
ہے۔ و بفضل اشد سے بہ الامداد۔

آج حدیث ہی سکے مع و ترتیب، حفظ و تہذیب اور جرح و تعدیل کے
تمام کا نتیجہ ہے کہ یہ سب سے بلند رتے مستشرق اور بعض مسلمانوں کی اس فوجی
اور فنی خدمت پر نعرہ تحسین و آفریں بلند کر رہے ہیں، چنانچہ آج ہر گز
باہر مہم ہمتہ وغیرہ۔ اپنی تعریف میں موقع بہ موقع مسلمانوں کی اس
خدمت کو بہت سی اچھے الفاظ میں سراہا ہے۔

حدیث کے علاوہ دوسرے علم کی تاریخ ہے جسکے سبب و تہذیب میں
وہ تمام نظر رکھا گیا ہو کہ اس سے مراد ہے کہ انکی زبان و انداز و عبارت
ذہن و حافظہ سکھنے والوں کے واسطے سے تحریر نہیں لایا گیا بلکہ اس علم کے
کتابی صورت میں مدون اور مرتب ہونے تک اسے ایک واسطہ اور ذریعہ
کی پوری زندگی کا کھوج دیا گیا ہوا اس کے عام حالات کی تحقیق کی گئی رہی
اور کسی پہلو سے کسی واسطے میں اگر کوئی نقص نظر آیا ہو تو پھر اس سلسلہ و ذرا
کو مرتبہ اعتبار و عقائد سے گرا دیا گیا ہو۔ ایسے علم کے تاریخی اعتبار و شہادہ
شک اگر ہو سکتا ہے تو آج دنیا کی ساری تاریخیں و ثقافت انسی کی ساری
دانشانیں علموں کے غروج و ذوال کے اسلئے فتح و غلبہ کے قسے
جسکی دنیا وں پر نئی نئی علامت بننا رکھنے والوں کو بچلے یا ستر انداز امر کی
گرہاں مل رہی ہیں انھیں اتنا در اعتبار کے کس دھرم میں جگہ دیا جائیگی؟
یہ بھی واضح رہے کہ یہ اعادیت جن راہوں کے واسطے سے ہم تک پہنچی
میں انکو سکی جمع و ترتیب میں جو شغف تھا اسکی مثالیں بھی کسی دوسرے علم و
فن کے حامین کے نہیں نہ دیکھی گئی رہی جاسکی۔ ایک ایک حدیث
کی تلاش و جستجو اور اسکی فوٹو و تصدیق کے لیے ان عاشقان رسول نے
سیکڑوں سیل پا پیا وہ سفر کیے اپنے ہزاروں روپے خرچ کر ڈالے اور اگر
کسی کو ان مشقتوں اور محنتوں کے برداشت کرنے کے بعد چند حدیثیں بھی معلوم
ہو گئیں تو وہ سمجھا کہ اسکی زندگی ٹھکانے لگ گئی اور وہ اپنے مقصد حیات
میں کامیاب و باہرام رہا۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ وہ صحابہ کرام جن سے ہم تک
وہ ایتیں سلسلہ یہ سلسلہ پہنچی ہیں وہ ایک ذمہ دار حیثیت کے ایک تھے
یہ نہ تھا کہ جو ذہن میں آیا رسول کی طرف منسوب کر کے کہ پہلے انکے دل میں

(میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

تاریخ اور ہندوستانی سیمیت

میسائیت جب - ہندوستان میں آئی اور بعض ہندوؤں نے اسکو اختیار کیا، اُس وقت سے آج تک ہماری اس امر کا سراغ ملتا ہے کہ ان لوگوں نے ان پریش مذہب کو سودیشی بنا کر اپنی قوم کو پیش کیا۔ جو لوگ مسلمان سے عیسائی ہوئے ان نے تو عیسائیت سے اپنا سامی و غیرانی رنگ و روغن کسی قدر قائم رکھا، اسلئے کہ وہ سچین سے سامی اپنی اور تورات پر جو رد و بھیل کے نام سے پتلے آئے تھے، لیکن ہندوؤں اور اچھوتوں کی آرائی اور روادری طبعاً سے اس - اسی مذہب کی ہی رہی۔ کو اخذ کرنے کی کبھی کوشش نہ کی، بلکہ اس کو ہندو اسنے "کی سنی یا نگت" کہا۔ یہاں تک کہ یوں کے عیسائیوں میں بھی ایک عجیب و غریب فرقہ پیدا کشیدگی" پائی جاتی ہے۔ یہ فرقہ اسٹنٹ اور رومن کیتھولک کی کشیدگی ہے۔ بلکہ "مسلمان عیسائیوں" اور ہندو عیسائیوں" کی باہمی عنیبت ہے۔ جس طرح ہندو مسلمانوں سے متعصبانہ نفرت کرتے ہیں اسی طرح ہندو سے عیسائی ہونے والے لوگ، مسلمان سے عیسائی ہونے والوں کی بیگانی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور عام طور پر سیاسی و معاشرتی حقوق کے معاملہ میں ان کو بچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس تعصب کی وجہ کار، اور یہی ہے کہ "مسلمان عیسائی" سیمیت کو اسکی اصلی صورت اور سامی روحیت کے ساتھ قائم رکھنا چاہتے ہیں اور "ہندو عیسائی" اس مذہب کو تمام پریشی اثرات سے پاک کر کے خاص ہندوستانی مذہب بنا لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جنوبی ہندوستان کے بعض عیسائی اخباروں اور رسالوں میں اس مقصد کے لیے صفحہ بین میں لکھے گئے۔ اور یہ مرض جہاں تک بڑھا کہ بعض عیسائی اسکالروں نے مسیح کو ہندوستانی ثابت کرنے کے لیے اس نظریہ کو بھی پیش کر دیا کہ مسیح تریو ندرم (درہم) میں پیدا ہوئے تھے۔

پچھلے دنوں لاہور میں بعض عیسائیوں کی طرف سے ایک عجیب حرکت کی گئی۔ ہندوستان، برما اور سیلون کے "عیسائیوں کی ایک تحریک" اسٹوڈنٹ کرپشن موومنٹ کے نام سے موجود ہے۔ جسکے سکریٹری، پارسہ دلاہام ہیں۔ اس تحریک کی شاخ لاہور کا ایک سالانہ جلسہ منعقد ہوا اور اس میں عیسائیوں کے عام طریقہ نماز کو ترک کر دیا گیا۔ بلکہ جو عیسائی اس تحریک کے سلسلہ میں شامل نماز ہاے وہ اپنے جوتے باہر آتا کر فرش پر بیٹھ گئے۔ قربان گاہ پر دیے روشن کیے گئے۔ اور لوہان چلا گیا۔ گوہا بالکل ہندوؤں کی پوجا پاٹ کا ساماں پیدا کر دیا گیا۔ عیسائیوں میں جو چیزیں "اذان و قاسم" کی قائم مقام ہیں، انکی جگہ ٹیچر دی "گیتان علی" میں سے کچھ اشعار پڑھ گئے۔ اور بعض پرستش نامی داس اور سنت کمارام کے اشعار سے اخذ کو کے پڑھی گئیں۔ اس عبادت کے ساتھ ہندوستانی موسیقی بھی گیت پنجابی زبان میں گائے گئے تھے۔ اور پوجا کے خاتمہ پر تمام عیسائیوں نے تہنہ شانتی - شانتی - شانتی بھی پکارا۔

یعنی اس تحریک کے رہنما سبھی "بادت کو بھی بالکل ہندو پوجا پاٹ کے سانچے میں احوال رہے ہیں۔ اور کتنے ہیں کہ عبادت کا سبھی طریقہ ہندوستانیوں کے لیے سوزوں نہیں۔ لہذا کوئی ہندوستانی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ پارسہ دلاہام نے یہ بھی فرمایا کہ "اسٹوڈنٹ کرپشن موومنٹ" کی پوری کارروائی ہندوستان کی ہر قوم کے لیے کھول دینا چاہیے۔ تاہم اس سے پارسہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ہندوؤں کو ہندوستان ہندوستانی بنائیں۔ اور ہندوؤں کی اذیتوں کو بھانپ کر کے ہندوؤں کو اپنے تمام فریب میں لائیں۔

اسی سے اندازہ کیجیے کہ جو لوگ حضرت مسیح کا ابن اختیار کرنے کا دعوے کرتے ہیں اور پھر اسی دین پر تو رسم و اصلاح کی دست برداری کر رہے ہیں، ان سے اسلام کو کب محفوظ رہیگا۔ اگرچہ اسلام نے ایک ہزار سال کی دست میں اپنے آپ کو ہندوؤں کی مذہبی زندگی سے الگ رکھا ہے۔ "اسلام سماج" اور "محمد ہندو" (۱) نہیں بننے دیے، لیکن ہندوؤں کا خیال ہی ہے۔ اور اہم مختلف طریقے سے ظاہر بھی کیا جا چکا ہے کہ اسلام ایک پریشی مذہب ہے اور مسلمانوں کو بدیشی مذہب - بدیشی زبان اور بدیشی نام وغیرہ بالکل اختیار نہ کرنے چاہئیں۔ (انتخاب)

ہندوستانی ادب

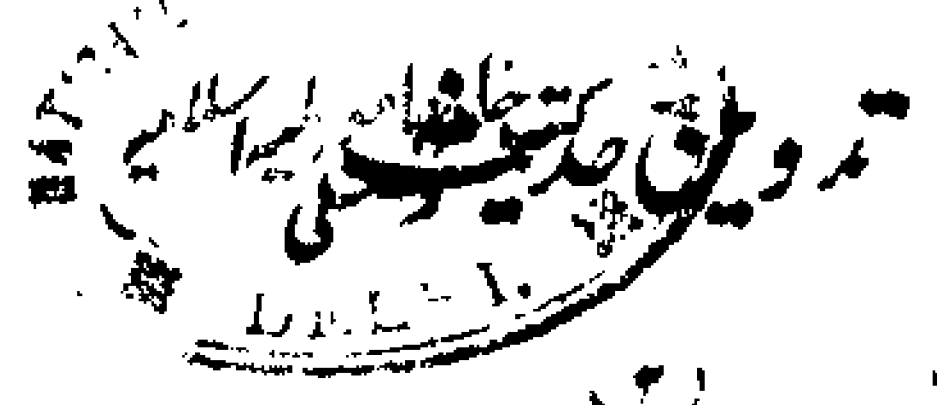
علی، اربلی، امروا مچا

اگر آپ مختلف علوم و فنون کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، تو پہلے "ہندوستانی ادب" کو پڑھو اسلئے۔ یہ مجلہ نہ صرف نظم و نثر کا مجموعہ ہے بلکہ علم و لغت کا پتھر ہے۔ "ہندوستانی ادب" کا مطالعہ آپ کو کتب بینی کی رحمت سے بے نیاز کر دیگا۔ آپ مزید اس کے خریدار بن جائیں۔ چند سالانہ علامہ رفیق الرحمن پورہ

ایڈیٹر "ہندوستانی ادب" پرنسپل کھڑا
میدر آباد دکن

(بقیہ صفحہ ۶)

رسول کی صحیح طاعت و وقت میں جوشی سول کے حقیقی جذبات سے اٹھا، دل تھوڑا تھا۔ جہاں رسول کا پسینہ گرنا دہاں وہ اپنا خون گرنے۔ رسول کے چشمہ ابرو کے اشارہ پر اپنی جانیں تقدف کر گئے۔ وہ رسول کی نظر کرم کو اپنی زندگی اور نظر عناب کو اپنی موت تصور کرتے۔ لیکن تھا کہ کسی ایک نقطہ کو بھی وہ رسول کی طرف غلط منسوب کیے گئے۔ ان تفصیلات کے پیش نظر حدیث کی محبت دینی" اور اسکی "تاریخیت" کا انکار بدھیات کا دروازہ روشن میں آفتاب کا اٹکا ہے۔



(از جناب مولانا سید مناظر حسین صاحب گیلانی مدظلہ)

اس وقت ہمارے پاس ماضی کی تاریخوں کا جو ذخیرہ ہے خواہ وہ روم ہو یا ایران، چین ہو یا ایران ان قدیم اقوام کی تاریخ جن کے بارے سے مرتب ہونے والے اگر ان کے اساسی سرچشموں کی جانچ کی جائے گی تو جو کچھ اس نامنل مورخ نے بیان کیا ہے، بہت کچھ اس کی توثیق کرنی پڑے گی۔ شکل ہی سے انسانوں کے پاس اس وقت کوئی ایسی تاریخی یادداشت مل سکتی ہے جسے واقعہ کے عین شاہدوں نے خود مرتب کیا ہو۔ یا ان کے برادر است بیاہوں کو خود ان ہی سے سن کر کتابوں میں درج کیا گیا ہو، اتفاقاً اگر کوئی ایسی چیز مل بھی جائے تو اس کا پتہ چلنا قطعاً دشوار بلکہ شاید ناممکن ہے، کہ غلط واقعات، سیرت و کبریا کے لحاظ سے اٹھایا گیا درجہ تھا۔ ستر سے معتبر ترین کسی ایسی ذخیرہ کے توثیق کے تعلق اگر کوئی بات پیش کی جا سکتی ہے تو یہی ہے کہ جس زمانہ میں واقعہ گزرا ہے مورخ خود بھی اُس زمانہ میں موجود تھا، اتفاق سے کسی واقعہ کے متعلق اگر ایسی شہادت میسر آ جاتی ہے تو تاریخ کا یہ حصہ ذریعہ شاہکاروں میں شریک کر دیا جائے گا۔ لیکن خود اس معاشرت کا یہ حال ہے کہ قدیم ماضی کے تاریک زمانہ کو تو جاننے دیجئے، آج جیسا کہ جدید صنعتاغات و ایجادات نے زمین کی دنیا پر کھینچ کر ایک ایک کو دوسرے ملک سے لادیا ہے، تعلیم نام جو علی ہے کم از کم یورپ کے مکتبوں اور اسکولوں میں دوسرے زمین کے افسانوں کا مطالعہ ہر ایک کو کر دیا جاتا ہے۔ لیکن ایک واقعہ نہیں آئے دن ایسی ایسی جمالیاتیں اور غلط فہمیوں کے شکار غریب جہاں شرفی ہی نہیں بلکہ فرزندانہ روزانہ فرنگ کے ارباب خبر و علم ہوتے رہتے ہیں، کہ بعد از قند آدمی کو حیرت زدہ جاتی ہے۔ اور تاریخ جمعوت کا محفل ہے، تاریخ سوچنا کہتا ہے کہ کیا اس دوسرے میں کچھ واقعہ کا عنصر بھی شریک ہے؟ بہت پرانے زمانہ کی بات نہیں ہے کہ مشرق و میں کانگریز (پنجاب) کا مشہور زلزلہ ہندوستان میں آیا تھا، ایک نہیں بلکہ متعدد انگریزی اخباروں میں اس زلزلہ کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ "کانگریز جو بمبئی کے آس پاس ایک جزیرہ ہے وہاں ایک سخت زلزلہ آیا" اور پھر اسے اخباروں کو خبر خبروں کی جماعت ہے، عام طور پر گپ فوہی میں یہ بدنام ہے اس سے کہ زلزلہ کے متعلق یہ عبارت اس وقت تک موجود ہے۔ ایک سخت زلزلہ نے ایک وسیع ضلع میں جو آگرہ اور شملہ کے درمیان واقع ہے عام تباہی اور سخت نقصان پہنچایا۔

انہی کی تفصیل بتاتے ہوئے صرف اسی مورخ نے نہیں بلکہ دوسروں نے بھی یہ اتمام فرمایا ہے۔

"اس سے کہی سو آدمی ہلاک ہوئے۔"

حالانکہ پنجاب گورنمنٹ کی رپورٹ کے مطابق اس زلزلہ میں بیس ہزار سے کم آدمی ہلاک نہیں ہوئے تھے۔ معاشرہ برصغیر کی کتابوں میں اگر اس قسم کی

تفصیلات اور پوچھوچوں کو تلاش کیا جائے تو ایک ایسی خامی کتاب تیار ہو جائے۔ سیاحوں کی یادداشتوں کو بھی تاریخی وقائع کے ثبوت میں بہت اہمیت دی جاتی ہے اور اس سے بے پروا ہو کر خود اس سیاح کا اپنے ذاتی رجحانات، سمجھ بوجھ سچائی، استبدادی میں کیا حالی تھا، لیکن ان سیاحوں کی بدولت واقعات کی صورت کہیں کہیں کتنی سچ ہو جاتی ہے اس کا ایک سرسری اندازہ ہمارے موجودہ سیرت و خیالات (نویس) ناظر یا مہنگ جسٹس میدرا آباد (ٹیکوٹ) کے ڈرائیگ دوم کی ایک تصویر سے ہو سکتا ہے جو انگلستان کے ایک معتبر اخبار سے ایک کپ کے محفوظ کی گئی ہے۔ یہ ہندوستان کے ایک نوع کی تصویر ہے اور اس کے نیچے چپ خد صورت میں یہ لکھا ہوا ہے کہ پورے مذہب کے لوگ اپنی ایک شہر مذہبی رسم جو ہاتھ کے نام سے موسوم ہے ادا کر رہے ہیں۔ میں نے اس تصویر کے نیچے جب اس فقرہ کو پڑھا تو ہمارے حیرت ہوئی تھی کہ آخر کیا ہے۔ تصویر سے سمجھنا معلوم ہوا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی ایک جماعت نماز پڑھ رہی ہے، انکی شکل و صورت لباس و منہ، قطعاً طریقہ نشست ہر چیز ہندی مسلمانوں کی تھی، لیکن ستر سیاح نے جس وقت یہ نوٹ لیا تھا، اس کے نیچے اس نے یہی عبارت درج کی تھی: آخر جب سیرت و خیالات ناظر نے لکھے، اُن سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آپ نے قطعاً اس تصویر کو اسی لیے محفوظ کیا ہے تاکہ یورپ میں سیاحوں کی تاریخی شہادت کی ایک گواہی ہو، آپ نے فرمایا کہ یہ دہلی میں نماز عید کے موقع کی تصویر ہے۔ ایک سوزی سیاح نے اُس عید کو آدیا بنادیا اور آدیا کو خدا جاننے کس طرح اس نے بودھ مذہب والوں کی رسم قرار دے کر اخبار میں اپنے اس جدید افشاء کا اعلان کیا۔

ان چند تفصیلی مثالوں کے پیش کرنے سے سیری غرض یہ نہیں ہے کہ واقعی دنیا کے موجودہ تاریخی ذخیروں کو بالکل غیر معتبر اور ناقابلِ اعتماد قرار دینا چاہتا ہوں بلکہ مقصد صرف اس قدر ہے کہ ان احتمالات و مشکوک کی کمر زبوں کے باوجود بھی آج جب علمی دنیا میں فن تاریخ ہر قسم کے احترام و اعزاز کا مستحق ہے تو "حدیث" جو صرف مسلمانوں ہی کی تاریخ نہیں ہے بلکہ عیسائیت میں نے عرض کیا تمام دنیا کی انسانیت کے ایک عظیم انقلابی عہد آفرین کا ایک ایسا مکمل تاریخی مرتب ہے جسے نہایت حقیقی اور اصلی شکل و صورت بلکہ ہر خط و خال کی حفاظت میں لاکھوں ہی نہیں بلکہ کروڑوں انسانوں کی وہ ساری کوششیں اور دیرینہ سرت ہوئی ہیں جو کسی واقعہ کی حفاظت کے متعلق آدمی کا داغ سوچ سکتا ہے۔ بلکہ اس کی حفاظت و صیانت میں بعض ایسے تمدنی عوامل نے بھی کام کیا ہے جیسا کہ ابھی آپ کو معلوم ہو گا جو دنیا کے کسی تاریخی واقعہ کو نہ اس وقت تک میرا لے اور نہ آئندہ آسکتے ہیں۔

کلیات خسروی

(از جناب بدیع صدق کی ایک قدیم تالیف)

حاکم و محکوم کے باہمی تعلقات و فرائض پر قرآن مجید و حدیث کے حکام و وظائف اور ان کے بہترین اقوال کا مجموعہ، مفید انتباہات اہل ہمارے میں پھیلائے۔

مذہبی مکتبہ کی پیشکش

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِالنَّدَى وَصَدَقُوا بِأَدْلِكَ كَقَوْلِهِمْ الْمَقُولُ
 (اور جو بھی بات لکھ آیا اور جس نے اس کو سچ مانا اور ہی بولے بہرہ کار میں)

چندہ اور انتظامی امور

کے لیے جس میں مراعات اس پتہ پر ہو۔

محمد عبدالودود عباسی "تم صدق"
 مرشد آباد پولیس۔ گولہ گنج۔ کھنڈ

چندہ سالانہ لکھنؤ

ششماوی چار

میراں ہند سے ہلاک شدہ جنگ

قیمت فی پوچہ (۱۰)

صدیق لکھنؤ

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ
 دہلی
 DELHI

ایڈیٹر عبداللہ صاحب
 پتہ :- دریا باد ضلع بارہ بنکی
 نائب و (علیم) عبداللہ صاحب
 منامین کے اسمے میں خط و کتابت ایڈیٹر سے کی جائے

(۳۹۱ نمبر)

نمبر ۴۴ - دوشنبہ - ۱۰ رجب الاول ۱۳۷۲ھ مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۵۱ء جلد ۶

سچی باتیں

و تقبل شہادۃ نمونہ ہوا وہ
 انھنٹ فی اربے من الافعال
 لاجہ کاسن ... ولا انھنٹ ولا
 منغیہ لانھا ترکبان مورا ...
 ولا بن الشرب علی اللہ لانا
 ارکب محرم دینہ دلاسن لیب
 بطیور لانا یورث غفلۃ ولانا
 قد یقت علی عورات النساء
 یفسد سلمہ بطیر میرہ دلاسن
 بنی الناس لانا یحیی الناس
 علی انتخاب کبیرۃ رہاچہ
 جلد ۳ - کتاب الشہادۃ

اسلامی عدالتوں میں شہادت نہ قبول
 کی جائیگی نمونہ کی اور نمونہ وہ ہے
 جو اپنے افعال کے لحاظ سے فاسق ہو
 اور وہ جس کے اعضاء میں پیدا ایسی لوچ ہو
 اور نہ بین دیکھا کرنے والی کی اور نہ گاسنے
 والی کی کہ یہ دونوں عورتیں ترکیب ہیں
 فعل حرام کی اور نہ اسکی جو بہ طور تعزیر
 شراب پیتا رہے کہ وہ ایسی چیز کا ترکیب
 جو گناہ ہے جو دین میں حرام ہے اور نہ
 پرند باز کی کہ پرندہ باز کسی سے غفلت
 پیدا ہوتی ہے اور پرندہ باز ڈانے کے لیے
 کوٹنے پر چڑھنے سے عورتوں کی بے پردگی
 ہوتی ہے اور نہ اسکی جو لوگوں کو گناہ
 سنا ہے اس لیے کہ وہ لوگوں کو گناہ
 کبیرہ پر جمع کرنے کا ترکیب ہوتا ہے۔

روابط کیا گیا ہیں، فقہاء اسلام اور مفسرین شریعت کی تحران گراموں
 اور ان بار کیوں تک پہنچی اور ظاہری نظریں ایسے بے مہر نظر
 آنے والے مشلوں تک پہنچا بھلا یا گیا! کیا ٹھکانا ہے اس ضیاع
 اور اس عمارت پسندی کا! بدی کے سرچشموں پر کس کس طرح بند
 اندھے ہیں! - فرست ابھی تمام کہاں ہوئی ہے؟ چند منو آنا
 پر نظر اور کہنے چلیں :-

ولا سن یہ فعل احکام طیر الاذار
 اور نہ اسکی گواہی قبول ہوگی جو حمام میں
 اور بالکل المرہوا اور یقیناً المرہوا
 والی شریعت ... ولا سن فیصل
 الافعال المستقرۃ کا بدلہ
 علی الطریق والا کل علی الطریق
 لانا تارک المروۃ و اذا کان
 لا یحیی عن شل ذلک لا یحیی
 عن الکذب نیستہم۔

اور نہ اسکی گواہی قبول ہوگی جو حمام میں
 برہنہ داخل ہوا اور نہ اسکی جو سود کھاتا
 ہے اور نہ اس کی جو جو اٹھاتا ہے نہ دیا
 شریعت کے ذریعے ... اور نہ اسکی جو
 خفیہ و حقیر دیکھیں کر تھے، شاد شکر
 پر پشیماب کرنا ہے، شرک پر کھانا کھانا ہے
 اس لیے کہ جب اس میں اتنی بھی غیبت
 و خود داری نہیں تو وہ جھوٹ سے
 کب باز ہوگا۔

یہ قاعدے اور ضابطے بھلے خود کیسے ہیں اسے چھوڑیے سوال
 صرف اتنا ہے کہ اگر کہیں (امر محال) ہیں لیکن ہر حال فرض کیلئے میں
 ہر جہاں ہی کیا ہے؟ اسلامی حکومت قائم ہوگئی، شریعت کا قانون آر
 کسے نافذ ہو گیا تو جس تہذیب اور جس تمدن پر آج اتنا غرہ ہے جس
 شائستگی اور جس نظام پر آپ آج کے ہوسے ہیں، اسکی کوئی گنجائش
 باقی رہ جائیگی؟ سبوزک کاجوں کا کیا حال ہوگا؟ سینا ہاؤس کے دن
 نئے زمانہ بھلیں گے؟ آرٹ کے بڑے بڑے نگار خانوں کا کیا حشر ہوگا؟
 نقاشوں، مصوروں کو زندگی کے دن کی نصیب ہوگی؟ فلم اسٹار ڈیو اسٹار
 کے گھڑی جیسے پائینکے؟ سرراہ بڑے بڑے ریشروں، چائے خانوں اور

انتخابات، نشر و ترجمہ کے ساتھ، فقہ حنفی کی مشہور دستہ کتاب
 پر آپ کے گزربچے۔ اسلامی حکومت کا مطلب آپ سمجھ؟ اسلامی حکومت
 اگر ہوتی تو اور اور کبوتر بازوں اور پیشہ وند گھانے والوں، لگانے والوں
 تک کی گواہی کسی عدالت میں قبول نہ ہوتی! یہ ایسے ذلیل ایسے حقیر
 ٹھہرنے! کبوتر بازوں کی بجائے خود کوئی جرم نہیں لیکن اسکے لازمی اور طاری

بیچنے جلنے۔۔۔۔۔ ابھی ایک ہی سالہ اُدھر کی بات ہے،
 طلبہ میں یہ تجویز پیش ہوئی کہ کاہرہ والی کا آقا تلامذہ قرآن سے ہوا
 چاہیے۔ "راش خیاں" ممبروں نے سنا سنکر شروع کر دیا۔ ایک صاحب
 نے، طلبہ ہی کا میں، ایجنڈا کی ہر ہر ذمہ کا آقا قرآن سے ہونا چاہیے
 دوسرے صاحب نے فرمایا کہ تلامذہ قرآن ہی نہیں، دوسرے تلامذہ
 سے ہونا چاہیے۔۔۔۔۔ ان حضرات کے نزدیک تجویز ایسی، جو محبت
 غریب و تقابل معافہ تھی۔۔۔۔۔ سرسلیمان نے دانش فرائض کے اس
 منظر، کہ روکا اور تجویز نہ صرف منظور کرادیں، بلکہ ہر طلبہ کا انتخاب خود
 ہی آپ کو کہہ سہم اللہ الرحمن الرحیم سے کرنا شروع کر دیا۔ یہ ایک لڑکا سا نو
 قدام کی ذہنیت کا۔ آج سے چار سال اُدھر یہ صاحب نے یہ صدق کے گھر
 ترجمہ، تفسیر قرآن کا پہلا پارہ، تفسیری سی ق اور میں بطور نمونہ طبع ہو کر
 تقسیم ہوا تو اسے پچھلے علقوں میں اسکی سب سے زیادہ داد دینے والے
 مرحوم ہی تھے۔ آج کا یہی چیزیں آ رہی ہرنگ۔ اللہ آبادانی کورٹ کی
 چیف جسٹس ریڈرل کورٹ کی ججی اور اسے صاحب و مراد۔ تو
 بس اس عالم اب وکل تک ساتھ دینے والے تھے۔

نبی بے غیرتی

"دو شاعر چکے اس آقا شاعر کا اور
 جو اتنا لہجہ کبھی کمزور شعر لکھ غلط شعر بھی نہ لکھ سکتا۔
 انگریزی شاعر چوہپ کا یہ شعر مزب اہل ہو گیا ہے، کہ کبھی کبھی
 ہومر بھی ادھکھنے لگتا ہے۔ اور کچھ دایع النعمان گھر لکھ کو بھی
 جھپٹنے والے سچے مسلمان قرآن پاک مسلسل پڑھا کر کہہ سکتے
 ہیں کہ اللہ میاں آیا سے لیکھنے لگے۔ در سالہ ... مارچ
 ۱۳۳۳ھ، ۱۳۳۵ھ

اقتباس اُدھر کے ایک ہندو شاعر کے تلامذہ سے ہے۔ معنوں میں
 شاعر صاحب نے اپنی شاعری پر اپنے ہی قلم سے تبصرہ فرمایا ہے۔ اور اپنے
 کلام کے نشیب و فراز، بہت و بلند کی وجہ میں وہ فقرہ بھی تحریر فرمایا
 ہے جس پر بیاں خط بھیج دیا گیا ہے اس بحث کو چھوڑیے، کہ اب یہ سب
 خود صحیح کہاں تک ہے اور "ان" واضح العقیدہ "مسلمانوں کا وجود اس
 زمین کے اوپر اور اس آسمان کے نیچے کہاں ہے" جو رنوزا اللہ اللہ
 بھی جھپٹتے رہتے ہیں۔ سنوں گاہیکے اس ذوق سلیم و عذیبہ شرافت کی
 داد دینے پر وقت نہ عنایت کیجیے، کہ اس نے ایک مسلمان رسالہ کے صفحات
 کی میرا بانی سے کیا خوب فائدہ اٹھایا، بجاوہ کہ کیا خبر کہ مسلمان
 ہر نسل اپنے اللہ سے کیا اور کس قسم کا رہتا ہے، اور یہ ہے محل تسخر کے
 لیے کس وجہ دلائل ہے۔ تیرت مہرٹ رسالہ کے مسلمان اڈیٹر ہے۔ انہوں
 نے آخرا کیا سمجھ کر اس فقرہ کو اپنے اسکے عالی پورہنے دیا، اگر اسکو سب
 سے عذرت نہیں کر سکتے تھے، تو کم از کم اس پر ایک تنبیہ نٹ نوٹ بھی کیا
 نہیں دے سکتے تھے۔۔۔۔۔ مفاد کا سوال یہاں آتا نہیں، بلکہ
 غیرت و خود داری کا ہے۔ اور پھر جب یہ یاد کر لیا جائے کہ
 یہ چہ آغا یا کسی کا ذاتی نہیں، بلکہ ملک کے ایک مسلمان "اسلامی" ادارہ
 درگاہ کا مالک نہ تو گن ہے!!

تذکرہ شریک کے مالیشان ہٹوں کی عمارت پر کیا گزرا رکھی؟ گارڈیال
 کی قس کے تانے اب دن بھی سینے کی مہلت پاسکیں گے؟ کاش، نمونہ پور
 شہر خ کی ترقیوں کے لیے قائم ہوئے اسے کلب کس کا تھا جاؤ صندھ سینٹ
 "اسلامی حکومت کی طلبہ تانے کیے، اسکے یہ سنی و سنی و سنی
 کے بند بھی باقی ہے؟

نہ سچا تو بچکا سن مبارک میں ہماں تیر
 سنا یہ بھی جویں آئے تو دل کو لگائے

دو مسلسل معنوں

صدقہ میں دو معنوں، پچھلے دو نمبروں سے
 ایسے نکل رہے ہیں جو ان کی فوج و انتہات کے خاص طور پر محتاج
 ہیں، ایک معنوں میں اس کا منظر اس کی لائی کا "تدوین معنیا"
 ہے۔ یہ سب اس کا معنی ہے۔ دو نمبروں میں نکلیے، اسے سمجھت اور اسے
 مطلقا پر جان، اور گویا آخری فیصلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہونا کا
 علم اپنی لکھت "فریضہ کسے" مشہور ہے، لیکن یہ مقالہ تو گویا عالمی
 ہے۔ دل میں اگر کچھ بھی انصاف باقی ہے، تو اس سے بڑے شاعر
 کے شہادت کے ازالہ کے لیے کہتی ہے۔ عوام و خواص دونوں کو ان شاعر
 اپنے اپنے کام کی باتیں لی جائیں گی۔ دوسرا معنوں کہنا چاہیے کہ صدق
 کا اب ایک مستقل جزو رہ گیا۔ اس سے مراد اُدھر تفسیر قرآن سے ہے۔
 ان شاعر اللہ اس کی تسلیں بڑا بکاس رہ گئی، یہ انگریزی سے ترجمہ نہیں
 رہیسا کہ اسکے قبل کا سلسلہ تفسیر، چاہے (کہ خود اُدھر کی زیر نظر مستقل
 تفسیر۔ اسکی اشاعت سے مقصود خاص یہ ہے کہ اس علم کی
 نظر اس پر پڑتی ہے۔ اور ان حضرات سے استدعا ہے کہ اذراہ کرم اپنے
 شعور، دو ترمیموں اور انہوں سے دیر کا مطلع فرماتے، ہیں۔ ابھی گنجائش
 اصلاح، ترمیم، عتاب و اضافہ کی ہے۔ کہانی سورت میں آئے سے
 قبل ایسی اور ہم پور پچھ جانا ایک نعمت ہے۔

سر شاہ سلیمان مرحوم

نہ چکی۔ تھی کہ پانچویں سر شاہ سلیمان
 کی خبر فائت پر چنانچہ نظر پڑی۔ دل دھک سے رکرہ گیا۔ فرود فائت سے
 ممکن ہوئی آنکھوں والا نقشہ نظریں کے سامنے پھر ہاتھ اور دل کسی طرح یہ قول
 کرتے پر آمادہ نہ تھا کہ ایسا برفشاں چہرہ اتنی چلے پوچھ نہ ٹا ک
 ہو جائیگا اللہ وانا لیراجون۔ انکی ظاہری شہرت، انکی ہی مرتبہ اعزاز
 سے سب واقف ہیں، سامین اور با معنیا میں انکا جو پایہ تھا، اس سے
 بھی ہندوستان ہی کے نہیں یورپ اور امریکہ کے خواص خوب واقف ہیں۔
 کہ لوگوں کو علم ہو گیا کہ مرحوم بہ اس فضل و کمال، بہ اس جاہ و چشم، پختہ مسلمان
 بھی تھے۔ طبیعت میں توازن و انکسار غضب کا تھا۔ سلم و یونیورسٹی کورٹ
 کے جلسوں میں بوسلویہ نظر رکھنے میں آیا، کہ کوئی اسلامی روایتی سدا و ریش
 ہوا اور روشن خیال و سجد و نواز مبروں نے حسب معمول اس پر ہتھمال گھیر
 طبع آزمائی شروع کی، اس وقت، اس چانس سرسلیمان ہی کی ذہنیت آئے
 "اللہ وہ اپنے اقتدار و تدبیر و دونوں کو کام میں لاکر طلبہ کو مزید بھی سے

تدوین حدیث

(باب اول: مناظر من صاحب گیلانی)

(۱۷)

اسی کے ساتھ میں اس کا بھی امتنا ذکر کرنا چاہیے اگر حضرت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی حفاظت کی اتباع میں ان بزرگوں
کے بے ضروری نہ تھے بلکہ میں قرآن اور جس قرآن نے ان پر یہ فریضہ
عاید کیا تھا اسی نے ان کو اسکا بھی ذمہ دار بنایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو جو کچھ کہتے ہوئے انھوں نے سنا ہے اور جو کچھ کہتے ہوئے
انھوں نے دیکھا ہے اور دوسروں تک مسلسل ہو جاتے چلے جاتیں اور
حاضر غائب کو اس پر پلا کھیلوں کو کئی طرقت بتاتا جاتا۔ قرآنی آیتوں
(۱) انھیں خبر دے ان بات لانا اس
نامروں باعدوئے انہوں
عن الشکر

کی رہی خدای، کسے بے تم ظاہری
گئے ہوں کہ انہیں باتوں کا لوگوں کو
علم دے اور بھی باتوں سے ان کو روکے۔

(۲) راتیں گم، رات یہ خون الی کھر
دیا مردن باعدوئے انہوں
من الشکر

پایسے کہ تم میں ایک کو روک دیا
نیکی اور عیالی کی طرقت لوگوں کو
گلاسے اچھی باتوں کا حکم دے
اور بھی باتوں سے روکے۔

ہی کی یہ تفسیر تھی جو مختلف پیرایوں میں صحابہ کرام کو مخاطب ایک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے سنی کا میدان ہے، خیف کی
مسجد ہے ایک لاکھ سے اوپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے
والوں کا مجمع ہے، سب کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے

(۱) انھیں اللہ عباد اس مع تقاضی
نوعا باثم ادبا الی من
لم سیدھا (صحاح)

ترتازہ رکھے اللہ اس بندہ کو جس نے
بیری بات سنی پھر اسے باور کھا اور جس نے
نہیں سنا ہے اس تک اسے پہنچایا۔

میں منی کا میدان ہے، حجة الودع کے شور و تارخی خلیہ میں اعلان فرمایا جاتا ہے
(۲) ترکتم انکم شئین لمن تعلوا
بہما کتاب اللہ و سنتی
ولن یفرقا سنی برہم اعلی

یہ تم میں۔ دین میں جو چیزیں جوڑنا ہوں جسکے
بعد ہم کتاب اللہ و سنتی
اللہ کی کتاب (اور دوسری) میری سنت
یہ دونوں باہم ایک دوسرے سے جدا
نہ ہونگے جب تک کہ خوف (کوثر) پر پھر
سیرے سامنے آجائیں

مجمع سے یہ دریافت فرمائیے کہ بعد کہ کیا میں نے پہنچا دیا: سلطان
کی طرف اٹھائیں اٹھا کر انھیں مل لنت انھیں مل لنت انھیں مل لنت
کے ارشاد فرمائیے کہ بعد آخری جنت کے اس خدا کو اس شہور
متواتر فقرہ پر ختم فرمایا جاتا ہے

لا فیلین الشاہد انما اب (صحاح) پایسے کہ جو حاضر ہے: نائب کو پہنچا جاتا ہے
میں دعوایک اثر انگیز ماحول میں اس غامضہ کا اعلان ہو اسے اندازہ

کیا جاسکتا ہے کہ جن جذبات و مہیما اس نے مخاطب مجمع پر ابھارتا ہے
کیا اثر ہوا ہوگا۔ اسی اثر کا آئینہ انھیں تھا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و کثرت
کرتے۔ طور پر یاد کی اپنی ذراستے و درستی
نعمون: میں منکر و منع: تم مجھ سے سن رہے ہو: تو تم سے بھی یاد آجائے
من الذین سجدوا منکم: اور جن لوگوں نے تم سے سنا ہے ان سے
(ابو داؤد) راستہ رکھا: بھی لوگ سنیں گے۔

حضرت عام مجاہد میں: اعلان کیا جاتا تھا کہ ملک کے مختلف حرث
سے دفعتاً دفعتاً و ذور کے جو سلسلے دربار: نبوت میں حاضر ہو اور کھڑے
عموماً ان کو اسی مجاہد شہر یا جانا تھا: جہاں سے اس "واقعہ" کے سائنہ
ورشاہدہ کا ان کو کافی موقع مل سکتا ہو: جسکے وہ مورخ بنائے جاتے
تھے۔ پھر جو کچھ سنا اور دیکھا مقصود یہ تا وہ سنا یا اور دیکھا یا جاتا۔
آخر میں رخصت کرتے ہوئے حکم دیا جاتا: بیسا کہ بخاری میں ہے:-
احفظوا من: اخبار من من ذراکم ان بائیں کو باور کھو اور جو لوگ گھارے
پہنچے ہ ان سے صلہ کرتے رہنا۔

ما تذا من خبر اس فقرہ کی شرح میں لکھتے ہیں:-
شیں من جاہل من مذہب: ان لوگوں کو جس شالی ہے: بننے پاس سے
باجار: امکان و شعل من یحیث: یہ لوگ آتے تھے اور یہ بات مکان کے لحاظ
ہم من الماد: خبر ہوا: سے ہے اور ان آئندہ سنوں کو بھی لیا ہے
باعتبار انراں (نفع الیہ) جو بعد کو پیدا ہوئی الی تب اور یہ بات
زمانہ کے حساب سے ہوگی۔

اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں، کہ اسلام کے دائرہ میں قبائل داخل ہونے
جاتے تھے دربار رسالت سے انکی تعلیم و تلقین سنیے ذمہ دار صحابہ کو
مبعوث: حکم دیا جاتا تھا کہ جو کچھ کہتے ہم سے سیکھا ہے وہ انھیں
ہم جا کر سکھاؤ: صرف استنباطی احکام ہم نہیں بلکہ قرآن کی آیت:
ان الذین یتقون ما انزلنا من
الایات و الہدی من بعدہا
یتذکرہ الناس فی الکتاب
و انکم لمنہم اللہ و یصلیہم
اللعنون

آواز ہے: جو کھلی باتوں اور سوجھ بوجھ
درایت کی باتوں پر متعلل ہے اور اسکے
بعد چھوڑتے ہیں جب انسانوں کے بے
کتاب میں سنے اسے بیان کر دیا ہے۔
میں لوگ جن پر خدا بھی لعنت کرتا ہے
اور لعنت کرنا ہمارے بھی لعنت کرتے ہیں۔

کی بنیاد پر صحابہ کرام میں تاریخ کی نشر و اشاعت کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے
تھے اسکا چھاپنا گناہ خیال کہتے تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہ حدیث بھی روایت کرتے تھے:-

سن شیں من علم ثم کتمہ انھم یوم
القیۃ لہما من اللہ: کہ دو دنوں
از مذہبی) اسے چھپائے تو قیامت کے دن آگ کی حکام
اسے چھپائی جائیگی۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ سکاٹ میں تباہ ہیں لیکن بعض صحابہ سے مروی ہے
کہ سوقت بھی محقق اس خیال سے کہ "علم کے چھپائے" کا (الزام ان پر نہ
دیا جائے حدیث بیان کرتے جلتے تھے۔ (بخاری و مسلم و عام صحاح)

(۵)

ان تمام امور کے ساتھ ساتھ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جس ذات
نگواہی کے ہر قول کو وہ خدا کی بات اور خدا کا حکم سمجھتے تھے۔ اسی لئے
بار بار کثرت ان کی غفلت میں مشہور حدیث

من کذب علی متعمداً فلیتو مقعداً جو مجھ پر تصدداً جھوٹ باندھیں گا چاہیے کہ
اس کا تدارک

کے بعد وہی خوف کو اس طرح واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ جتنے سے ایسا
ہے یہ حدیث مروی ہے مشکل ہی سے چند حدیثیں اس کی ہم پایہ ہو سکتی ہیں
اور وہ بھی قرآن کی رہے یہ اتنی بڑی بات تھی کہ جس قسم کے ایمان و
یقین کی دولت سے یہ لوگ سرفراز تھے اس فعل کی جرات کس کو ہو سکتی
تھی جس اعلیٰ کردار کے وہ لوگ تھے جو بھی ان سے غلط بیانی کی
تو فتح کون کر سکتا ہے۔ اس واسطے جب وہ جلسہ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف کسی امر کا انتخاب دراصل اس چیز کو خدا کی طرف نسبت
کرنا ہے اور ایک جگہ نہیں جیسا آیات میں قرآن نے مغتری علی اللہ
(خدا پر جھوٹ باندھنا) کو سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے کیا قرآن
پر تازہ ایمان رکھنے والوں کے لیے اس کے بعد اس کی کوئی گنجائش ہو سکتی تھی
کہ وہ تصدداً ایسا کرنا اپنے محبوب رسول پر جھوٹ باندھیں؟ یہی
وجہ ہے کہ بعض صحابہ تو جس وقت "عدیث" بیان کر سکتے تھے یہ جھوٹ
نہیں کچھ بیان کر سکتے تھے من کذب علی متعمداً وہی حدیث کو ضرور پڑھتے
تھے تاکہ ان میں اپنی تازگی اور بختی بیداری کا احساس پیدا ہو اور تازہ
ہو جائے۔ امام احمد بن حنبل اپنی سند میں روایت ہیں کہ خصوصیت
کے ساتھ ذخیرہ حدیث کے سب سے بڑے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا یہ رواں قاعدہ تھا کہ

تصدداً حدیثہ ان یقول قال	اپنی حدیث جس وقت بیان کرنا شروع
رسول اللہ الصادق المصدوق	کرتے تو کہتے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم	مصدق وہی الفاظ صلی اللہ علیہ وسلم نے
من کذب علی متعمداً فلیتو مقعداً	جس نے مجھ پر تصدداً جھوٹ باندھا
مقعداً من اللہ (اصابہ)	چاہے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں تیار کر لے

جس کے بعد جو کچھ بیان کرنا چاہتے تھے بیان فرماتے۔

(۶)

اسی کے ساتھ ہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم جو کچھ صحابہ کو سناتے یا کر کے دکھاتے تھے ان کے متعلق معرفت یہ حکم رہا
کہ تم کبھی ان کو یاد رکھنا یا کرنا، محض اس پر کفایت نہیں فرماتے تھے بلکہ
اسکی یا صاف لکھنا یا فرماتے تھے کہ اس علم کی کس حد تک تکمیل کی جاتی ہے
ہو ذات شریعت اور اساسی امور کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
فرمانی کا کیا حال تھا اسکا اندازہ آپ کو اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک
معمولی بات یعنی سبیل کو یہ بتاتے ہوئے کہ جب سڑنے لگو تو یہ دعا پڑھ کر
ہو یا کر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے کہ بعد فرمایا اور چھاپنے
کہا، اُسے دوہراؤ۔ صحابی نے آخری فقرہ "آمنت بکتابک الذی
ایمان لایا میں اُس کتاب پر پڑھتے آتا رہی اور اس میں پڑھتے تھے

انزلت ربیک الذی اسلمت" میں "بکتابک" کے لفظ کو "رسولک" کے لفظ
سے بدل دیا، جو تقریباً ہم سنی الفاظ ہیں، یعنی مجھ سے نبی کے رسول کا
لفظ استعمال کیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک
سے چونکہ "بکتابک" کا لفظ ادا فرمایا تھا، حکم ہوا کہ میں نے یہ نہیں کہا
وہی کہ جو میں نے بتایا۔ ظاہر ہے کہ قانونی طور پر سونے کی دعا کی حیثیت
ان شرعی حقائق کی نہیں ہے جنہیں فرض و واجب کے ذیل میں شمار کیا
جاتا ہے، لیکن باوجود اسکے ایک ایک لفظ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی ایسی سخت نگرانی تھی۔ بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی عام گفتگو کے متعلق یہ دوامی عادت بیان کی جاتی ہے کہ ان کا کان
اذا تخلم جملۃً اعادہا اثلاً۔ غالباً اس میں بھی زیادہ تردد نہیں ہو سکتا کہ
تھا۔ فعل کے متعلق مشہور حدیث ہے کہ ایک صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے، حالانکہ نماز کے تمام اہان یعنی قیام، رکوع
و سجود کوئی کی نہیں ہوتی تھی، صرف ذرا محبت اور عبادت بازمی سے تمام
نماز پڑھتے تھے، تو اسے جب وہ نماز پڑھ رہے تھے یہ سن رہے تھے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر نماز پڑھتے تھے نماز
نہیں پڑھتی، ارشاد فرما رہے ہیں۔ اُنھوں نے پھر نماز پڑھائی، لیکن
نہیں، اس میں وہ وقار اور طہانیت نہیں پیدا ہوئی تھی جس سے
منازک اور ایتموئی اعلیٰ و تمیز اس طرح نماز پڑھیں جو اس طرح بھی نماز
پڑھتے ہوئے دیکھتے ہوئے کے ملکہ کی تعمیل ہوتی۔ ان میں تیسری بار چھاپنے
کے بعد اُنھوں نے اپنی نماز جیسی پائینہ اور اک۔ نماز میں سبکست
اطمینان کی حیثیت اکثر فقہاء اصحاب کے نزدیک فرض و واجب کی نہیں
تھی۔ لیکن ان لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری زندگی اس کے ساتھ
ظاہر و باطن اندر اور باہر بنا کر چلتے تھے، ان پر یہ پابانہ ساتھیوں کے
تکلیف بھرا پوری نگرانی ہو سکتی تھی، کیا دنیا میں کوئی تاریخ ایسی ہو
سکتی ہے جس نے ایسے بزرگوں اور راویوں کے بیان و روای کی خود نگرانی کی ہو،
و ایسی سخت نگرانی!

یہ جن امور کی تفسیر میں نے فیصلہ کر لیا
تذکرہ میں ہے کہ ہے اور عام تاریخی سرائیسے تاریخ کے اس حصہ میں جن
بنیادوں پر اس کتاب کا مدعی ہوں، اسکے ٹھوس اور مضبوطی سبب تو
تھے۔ لیکن خصوصیتوں کا یہ قصداً نہیں ہے کہ ہم ان میں بزرگوں
کے ہاتھوں علم کے اس حیرت انگیز اوان کی تفسیر نہ کر سکیں، الکی اور بھی چند
باتیں قابل لحاظ ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ ان تمام ذمہ داروں کے
ساتھ جتنا ذکر آپ سن چکے، قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
بہترین دعوت و شاعرانہ زبان میں نہیں بلکہ فی الحقیقت مولانا عالی دروم
کی اس طبع تفسیر کی صحیح تصویر تھی۔

وہ سبیل کا کردار تھا یا صوت ادا
عرب کی زبان میں جس نے ساری راوی
اک آواز میں سوتی سنی جگہ دی
نئی اک لکھن سب کے دل میں لگا دی
لکھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات کرتے تو اسکو تین دن دوہراتے۔

مجلس نظام اسلامی کا ابتدائی خاکہ

۱۔ مجلس نظام اسلامی کے ایک غیر وابستہ شخص کی طرف سے ذیل کے امور و مسائل پر ترقی دہانہ مباحث کے بالکل ابتداء کی خاکہ کے طور پر پیش کیے گئے تھے۔ تاہم صاحب نے انہیں ارکان مجلس میں اضافہ و ترمیم و اصلاح کے لیے گفت کر دیا ہے۔ موضوع کی اہمیت ارکان مجلس کے علاوہ عام اہل علم کو بھی دعوت و فکر و فکر سے رہی ہے۔

پہلے ایک مبسوط مقالہ، بحث کے سادہ و آسان پر لکھا جائے۔

یعنی قرآن سے کائنات میں انسان کی کیا حیثیت، کیا پوزیشن رکھی ہے۔

غیر ان کے سمجھے ہرگز کوئی سماجی سیاسی، سماجی، عمرانی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ پارپ کی اصل اور بنیادی گراہی تو یہی ہے کہ بنیادی عقائد کے بنیادی الہیات کے وہ معاشیات، عمرانیات و عمرانیات وغیرہ کی منزلیں ملے کر اپنا چاہتا ہے، اور ان غرضات کے فروغ و فروغ کو۔

اصول اور مستقل علوم بنائے ہوئے ہے۔ قرآن مجید اس کا منظر گراہی کا حلقہ کھینک دے سکتا ہے۔

جب خلافت الہی، انبیاء الہی، مہدیت اور توحید کی آیات کی مفصل تفسیر و تشریح آپ کر چکیں تو بقیہ مباحث کی سرخیاں اس قسم کی دکھی جا سکتی ہیں :-

- ۱۔ حکومت عادلہ - تنفیذ قوانین اللہ، تبدیلی کی مہدستی و مہداسے حقوق و غیرہ پر مخصوص قرآنی وحدیش - حضرت داؤد علیہ السلام کے طرز حکومت سے اشتہار و استنباط - اصول و اصول اسوہ خلاصہ، راشدین - مائین کا تقرر - اقبہ حکومت کی صورت واد تقسیم - تحصیل زرگوتہ و جزیرہ - بیت المال وغیرہ وغیرہ۔
- ۲۔ ترکیب و تشکیل حکومت - "رئیت" کی اہمیت - اہم شوریہ بنیم - شاد و ہم فی الامر وغیرہ کی تفسیر - اطاعت اطیر - اہل بیت الہی و اولی الامر منکم کی تفسیر - حقوق، عایا - قانون تازہ نم فی شئ - اتجاہ - مساوات حقوق - افراد کے حق و عورتوں پر - عورتوں کے حق فردوں پر - والدین کے حقوق - اولاد کے حقوق - اہل علم کے حقوق - نفاذ و سائیکس کے حقوق - اعزہ کے حقوق - سلاہ رحم کی اہمیت - وغیرہ۔
- ۳۔ معاشیات - (تقسیم دولت - دولت بین اغنیہ کی تفسیر - حریت سود و قمار و تجارت حرام کی اہمیت - تقسیم ترکہ کی اہمیت - وغیرہ)
- ۴۔ نظام جنگ - (خلائی وغیرہ)
- ۵۔ جرائم، حدود و تعزیرات - طریق فضل خصومات - اسکے بعد دوسرا حصہ مسائل جدید پر لکھیے - اور یہ دلکشاہے کہ اگرچہ نظام اسلامی کے بعد ان مسائل میں سے نہشتی مدی سوسے بدای نہیں پڑتے - مگر آجکاری - مگر انون - بینک - بروک - بینک - سودی و سودیوں کا کاروبار - پیشہ ور وکیل - بیرسٹر - اور این منسی کے لیے بڑے بڑے اسپتال - لائبریری - گھر و گھر کی لائبریری - سبھا۔

تشریح و غیرہ کا سوسے سے وجود ہی کہاں آتی ہے اسے جو لکھیے علی سوسے اور لکھیے جائیں - جس میں ہر چیز مافیہ و بائیں کی سمت قبلہ، ہوائی جہاز میں گارہ وغیرہ) اسکے نفسی جوابات بخش کر کے لکھ دیے جائیں۔

مراسلہ

محترم محترم - بعد سلام سنون و عرض ہے کہ صدق ۲۰۱۱ء میں حضرت مولانا گیلانی مدظلہ کے متعلق دو جہد لکھا: مقالہ شایع کیے گئے ہیں ایک دوسرا مولانا گیلانی مدظلہ کا بیوان "قدین حدیث" سہنے پورا سفر لکھا ہے دوسرا مولانا مطلوب الرحمن صاحب کا بیوان "فتنہ انکار حدیث" جس کے سفر سے شروع ہو کر سفر کے کٹ کی ۱۲ سطریں لکھی ہیں۔

اس باب میں میری خواہش (اور میرا خیال ہے کہ بعض دیگر ناظرین میں بھی) اس امر کے خواہشمند ہوں گے) یہ ہے کہ آج کے دو دنوں مقالے ایک دوسرے سے الگ شایع ہوں (اور اس طرح کہ ہر ایک کے لیے ایک ایک درجہ مختص کر دیا جائے۔ اور اس درجہ مختص میں حق الوم کسی اور اہم مقالہ کا کوئی حصہ نہ آئے پائے۔ کوئی شذہ یا کسی شذہ کا کوئی حصہ آجائے تو جذبات حنا تفر نہیں۔

اسکا فائدہ ناظرین کو یہ ہوگا کہ وہ ان دونوں مقالوں کو کامل محبت میں صدق سے الگ کر سکیں گے۔ انہیں مرتبہ اتنی زحمت کرنی ہوگی کہ یہ پوزیشن سے سمجھوں والا مسنون نقل کیلئے۔

کتاب صاحب کی خدمت میں التجا ہے کہ وہ ناظرین صدق کی خاطر اتنی محنت گزار فرمائیں جو اسکے التزام میں انہیں پیش آئیگی۔

احقر عبدالرحیم ادلی بازار لاہور

صدق - مولوی مطلوب الرحمن صاحب کا مسنون تو ختم ہی ہو چکا مولانا گیلانی مدظلہ کے مبسوط مقالہ سے متعلق آپ کی فرمائش کا تب صاحب ایک پونچا دی گئی۔ آپ جیسے مخلص کی فرمائش کی نہیں سے بڑھ کر سرت لکھا ہے اور کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن عملاً ایسا ہونا ناخواہ ہی ہے۔

سیرۃ ابنی بڑی تقطع کی قیمتوں میں غیر معمولی تخفیف

ہمارے دارالاشاد میں سیرۃ ابنی تقطع کلاں (جلد دوم تا پنجم) کلاں کی سوجو ہے۔ جسکی اشاعت کی رفتار جھولی تقطع کے شایع ہونے کے بعد کسی قدر سست ہو گئی ہے۔ اس لیے اس کی قیمتوں میں غیر معمولی تخفیف کر دی گئی ہے۔ اسید ہے کہ کتاب کے کتنے اعلیٰ اعلیٰ طبیعتی انجمن اور عام اہل علم تعزیرات اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

اصل قیمت	عائیتی قیمت	اصل قیمت	عائیتی قیمت
جلد دوم	۱۰۰	جلد چہارم	۱۰۰
جلد سوم	۱۰۰	جلد پنجم	۱۰۰

فیہر دارالکشفین اعظم گڑھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پتہ: دریا باو۔ ضلع بارہ نکی

ملحق :- (عليه) عبد القدوس

معنا میں کے بارے میں غلط فہمیاں اب ایڑی سے کی جانے

۱۰۰

161

کفر

چندہ اور انتظامی امور
کے متعلق ملاقات اس پتہ پر کیجیے
آر جی آر روڈ عباسی مہتمم مسجد
مرشد آباد پٹی گوڑہ گنگوٹھ

چند سالہ سالہ
شہر
بروز سے سالہ سالہ
نہت فی پرچہ

نمبر ۴۵ - دو شنبہ - ۹ - ربیع الاول ۱۳۲۷ھ مطابق - اپریل ۱۹۰۷ء - جلد ۶

سچی باتیں

ذکر، سی سلسلہ کا ہے اور ابھی چند ہفتوں کا۔ شمالی ہند کی ایک
 یونیورسٹی میں بی اے کے پانچوں کے بعد علیہ کا زبانی امتحان ہوا ہے
 اصطلاحات سے مراد صحت کتنے ہیں۔ غیر مسلم معتمدوں نے
 سامنے ایک مسلم طالب علم پیش دیا ہے۔ معتمد چھتے ہیں کہ یہ بی اے
 کرنے کے بعد کیا ارادہ ہے؟ مسلمان طالب علم کہنا کہ کیا جواب دیتا ہے
 ڈاکٹر ہنسے گا اور یا پھر گڈ گری کر سنے کا۔ معتمد کہتے ہیں، اچھا فرمیں کیجئے
 ڈاکٹر میں گئے، تو آئندہ پردہ گر ام کیا رہے گا؟ لڑکا اب جو جواب دیتا ہے،
 "معلم ہو گا اگر اسے امتحان کا دیکھا، دیواری تک بندہ رکھا جائے۔ کہتا ہے۔
 "مندوستان کا ڈاکٹر نوکری پر کام یہ ہو گا کہ سارے ملک میں سب
 اسلام پھیلے، وہ کسی قوم کی منہ میں نہیں، کسی پر ظلم کو کہہ نہیں
 میں سب کی محبت دہوا خواہی میں۔ اسلام تو میرے اس بہترین
 قہقہے۔ تو اس سے چاہتا ہوں، جناب میں اس کے لیے، اگلے
 سب کے دلوں میں انار دوں، سب کے دماغوں میں انار دوں
 سب کو بہترین نقشہ زندگی دکھا دوں سمجھا دوں۔ غیروں کے ساتھ
 سلو دوستی ہی ہے یہی ایک دستور العمل، یہاں ہے جو دنیا ہے ہر قسم
 سے خاتمہ و فساد کو نشانہ بنا رہا ہے، اور ہر فلاح و ترقی کا نشانہ ہے۔
 معتمد یہ پہلے یہ صورت تقریر سن، صرف اتنا اور پوچھتا ہے، وہ بھی مسکرا کر کہ
 اپنا نام اور پتہ تو لکھاتے جانیے، کہ اگر آپ کہیں ہو گئے ڈاکٹر تو مجھے اپنے کو
 تلاش کرانے میں، وقت نہ ہو، اور امتحان ختم کر دیتا ہے۔

تفتاؤں میں ہے کہ اگر زمین میں مٹی اور پانی اسکا دعویٰ نہیں کہ جو کچھ
اسکی ہے اور روایت نقل ہے۔ تقریر کا یہ باب بہر حال

یہ تھا۔۔۔۔۔ سوال یہ ہے کہ یہ جو امت ہم میں اسو آپ میں کیوں ہیں؟
 وہ نہ کلا تو دیونہ یا نرودہ یا کسی نہ درینی درس کا، کا منیں اعاص اُترنی ہی ہی
 ملتی کا طالب علم تھا۔ اُسے اسکا بھی خوش نہ ہوا کہ کہیں غیر مسلم تھیں اُسے
 قبول ہی نہ کر دے۔ جو اسکے جی میں آیا جو اسکے دل و مرغ نے سمجھایا،
 بے کفٹے کہ گزرا کیوں نہ ہم آپ اس کسن کی اس جرات ایمانی سے سبق
 لیں، اور میں گاؤں جو یا نوٹل، نر، نو یا درخان، کچھری ہو یا نوری گاہ،
 نری سے لیکن صفائی سے اپنا فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہا، یقین فرمائیے۔
 کہ جس دن ہمارے اندر یہ جرات پیدا ہوئی، اور ہمارے بوجھوں اور جوانوں
 اور بچوں اور عورتوں اور مردوں اور بڑوں اور چھوٹوں کے اندر یہ مواعظ ہوئے،
 اور ہم نے کلیہ توحید بے شرک اور بے جہمک لکھا شروع کر دیا، اُپت اس یا
 اسلامستان، اُسی گفٹی بے مانگے مل کر رہ گیا۔ سب اُپت کرام کی قوت کا ہمارے
 بھر اس جو خش توحید اور جنون تبلیغ اسکے اُڑھنا کیا؟

شروع ہوا۔ غنا - اور محمد علی ظفر بڑی کے زمانہ میں ایک بار، اپولہ
سے چھتہ مارٹ کے لیے لکھنؤ کے راستہ سے گزرے۔ ریل میں ساتھ ہو اور
کچھ دیر تک ساتھ رہا۔ اسی جوش تبلیغ سے بہرہ نفعی۔ اس سوال پر کہ اہل
کے بعد کیا پروگرام ہے؟ اہل پڑے اور لکھنے کے لیے پ کا دورہ تبلیغ
اسلام کے لیے دہرا۔ ہر ہر جگہ لوگوں کو دعوت اسلام دینا اور سب کو
مسلمان کرنا پھر دنگا۔ میں تو از سر نو مسلمان ہوا ہوں۔ اور لو مسلمین کا سنا
جوش رکھتا ہوں۔ جو نعمت مجھے ملی ہے، یہی سب کو پہنچانا پھر دنگا۔
دینا سے کہہ دنگا، کہ اگر جنگ کی مصیبتوں سے تنگ آجکی ہے، تو عاقبت اسلام
ہی کے واسطے میں ٹیگی۔ افسوس ہے کہ حالات سننے پر اس موقع تو اس جوش
کے غماز کا نہ رہا۔ دوسرے دفعہ مشاغل ایک سے بڑھ کر ایک مہرزیں
برابر پیش آتے ہی رہے۔ اس پر بھی یہ دامن گسیں گے۔ آخر ملک کا
رہی۔ اور جب ذرا بھی سوت پائی اور دیکھ رہے ہیں، دوستوں نے نذاریت
تو بے سوچے ہی تبلیغ سے نہ چو کے۔ لیکن آج صبح کے دل سے

...بجانبہ ...

نشان راہ

(درجہ اولیٰ)

راہِ حق، ضلعِ سورت سے مولوی محمد سعید صاحب کا مکتوب ذیلِ صدق
مذکور کے ذریعہ آیا پڑا ہوا ہے، تاخیر کی معذرت خواہی کے ساتھ
جواب کی ذمہ داری آج آ رہی ہے:-

”گزارش اینکه کتاب الاعتدال فی مراتب الرجال پر صدق
تقدیر پڑھی، نیز کتاب بھی نظر سے گزری، اس قسم کے سوالات
انفرادیات، عابوس کے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں، آپ
کی تحریروں کا دل شیدا ہوئے، اور کمالِ ارادہ ہوا کہ
صدق کے نام نہ ملے اور اس امت اسلامیہ کے رہبر و مفکر کو تکلیف
دی جائے اور ان کی خدمت میں یہ سوالات پیش کیے جائیں۔
لیکن اس خیال سے کہ شاید آپ بھی مصالحانہ جواب دیں یا بات
خالصہ میں، قبل ازیں نہ لکھا گیا، لیکن اب اس تقدیر سے امید
دلادی، اس لیے نہایت اب کے ساتھ کتاب مذکور کے
سوالات جناب والا کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں، خصوصاً
۱۱۱۱ سوالات جو صدق میں درج ہو چکے ہیں، امید ہے کہ
آپ صدق کے صفحات پر مذکورہ بالا سوالات کے تفصیلی جوابات
تحریر فرما کر مہنون کریں گے۔ مدللے تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے اور
امت اسلامیہ کو آپ سے تاج و تاج پو سچائے، اور آپ کو
خدمتِ دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔“

جواب ”مصالحانہ“ تو اب بھی ممکن ہے کہ کسی درجہ میں ہو، لیکن نام نہ ملے
جواب کی شکایت تو ان شاء اللہ مکتوب نگار کو نہ ملے پائیگی۔ جو کچھ عرض کیا
جائے گا، اپنے ضمیر و بصیرت کی روشنی میں، ایک حاضر و ناظر کے وجود کا تحفظ
کر کے۔ کو تاہیں جو رہ جائیگی وہ یقیناً قسم کی ہوگی۔ سائل کا شمار عابوس
ہو یا نہ ہو، بحسبِ توہر حال عامی ہے۔ اور عامی کے فہم کی رسائی ہی کیا؟

سوالات: جیسا کہ صدق میں نقل ہو چکے ہیں، حسبِ ذیل ہیں:-
(۱) مولانا اثر علی صاحب تھانوی اور مولانا حسین احمد صاحب میں باوجود
دو دنوں کے مخلص اور اہلِ اشد ہونے کے اتنا شدید اختلاف کیوں ہے؟
کیا مخلصوں اور دینداروں میں بھی ایسا اختلاف ہوتا ہے، یا جو کچھ
(۲) آپ کے نزدیک حق پر کون ہے، اور ان سائل میں آپ کی کیا رائے ہے؟
سوالات کی بنیاد خود ایک شدید منافق یا فاسد شخص پر ہے۔
سائل نے گویا یہ فرض کر لیا ہے کہ سائل حاضر کے باج میں صحیح داسہ ہی
ہو سکتی ہے، جس پر اس کے خیال کے مطابق ان دو بزرگوں کا اتفاق ہو۔
ایک از کم وہ جو ان دونوں میں سے کسی ایک ہی کی راہ ہو۔
اس مکتوب پر مقالہ لکھنے سے پہلے کہ کردار ترجیح میں دیا گیا تھا، تاہم
تلف ہو گیا۔ صدق میں اسکا ذکر بھی آچکا ہے۔ خود یہ مکتوب میں طوابع
کا تذکرہ میں کر دیا گیا تھا، تاہم شمس کے بعد اتفاق سے مل گیا۔ (صدق)

دین میں اگر ہم آباد ہوتے تو ہم تیسے ہر ایک کا دین
نظر کیا دینی (یعنی کوئی نہ دین) اور اگر ہم گرہ پڑتے تو پھر
نہایت جہنم، تیار ہوتا۔

یاد اور سورت، ہر ماں زمین ہی کی طرح مادی اجسام و اجرام ہیں اور اسی
تک قسم قسم کے اجزاء، تنہا مائیکس، اور شجاعت کے باوجود، یہاں اور وہاں
تین فریق کتنا عظیم انسان ہے، آپ قیاس کیجیے، اس پر عالم آخرت اور عام
برزخ کو۔ وہاں کے حالات اور کیفیات کو اس عالمِ مائیکس سے گناہاں
مناہت ہونا چاہیے، وہاں اور وہاں میں تو جتنا فرق ہو، تو وہاں ہے۔ پھر یہ
کس قسم کی ”دشمن خیالی“ ہے جو وہاں کے حالات کو یہاں کے کیفیات پر قیاس
کرتے، ان کیفیات کو اعتبار اور شک و شبہ، اشتباہ، الجھاؤ کے کاہنوں سے
مناہت ہے۔ ”مقلیت کے نام پر بے عقلی اس سے بڑھ کر اور
بہتر کچھ ہے؟“

نوکھی تشنیں

”جو لوگ ایک سے عصمتِ فردوسی کی روک ٹوک
کو اٹھاتا چاہتے ہیں اس کے مقصد کی سرشت انسان کا بند کرنا
نہایت نام نہان ہے طویل اقدار میں درمیان میں فرمایا، اور ہر شریعت انسان
فردوسی ہو کہ کم از کم اس ایک مسئلہ میں تو سجد و سجود کا ہم زبان نکلا۔ لیکن کمال
تسلیم کرنا اور شاد ہونا کہ
”لیکن اس نکتہ کے اندر ادنیٰ جوتہ پریں بتائی جاتی ہیں وہ ناقص
درجہ کی نظر نہیں۔“

ایک سجدہ کے مطلب میں، ناقص، کمزور اور ہلکے علاج سے تو یہی بہتر ہے کہ زمین
کو یہ ستر شدتِ مرض میں ڈھپتے ہی پھوڑا دینا چاہئے۔
”امنِ غایت اور علاجِ عورت، یہ ہے کہ ایک طرف تو ان
مردوں کو کہ جو اس گناہ کے شریک غالب ہوتے ہیں، تعزیر کے
تکلیف دینا یا مذہب دینا اور دوسری طرف تو ان کم کردہ راہِ عورتوں
کو بے سماج بنے بند روئے کھول دے، انکو وہ سماج
آزادی عطا کر دے جس کے نہ ہونے سے انکا روحانی وجود فنا
ہو رہا ہے۔“

کوئی جہاں جہاں آج ”سماشی آزادیاں“ عورت کو پوری طرح حاصل ہیں،
ان لوگوں سے عصمتِ فردوسی کا وجود فنا ہو چکا ہے، نہایت سنی تو یہی ہے کہ
عزت کم ہو گیا ہے، بہت کچھ گھٹ چکا ہے۔ اور گویا جن جن قوتوں
اور قوتیں ہیں یہ عاشرینِ مائیکس میں اور لٹاؤں میں ہے، وہاں عصمت
فردوسی کا بازار مردانہ دستِ گیم بہت ہے، بیویائی کی دوکانیں گلی گلی کھلی رہتی
رہتی ہیں۔ جمود کی تردید میں ان کو رات اور رات کو ان کے ہاں
شاید اسی کا نام سجدہ ہے، صداقت عزیزانہ ہو نہ سہی، آزاد اپنی عزت و حیثیت
بھی تو کوئی چیز ہے۔

اور پھر مرد کے بے عورت سے جمود کی شکل نظر آتی ہے اس لیے کہ شریکِ جرم دنیا
تو ہے۔ گویا سجدہ کے منافیہ تعزیرات کا اصول یہ ٹھہرا کہ شریکِ جرم سبابت
جرم کی سزا، اصل مجرم سے بھی بڑھ کر ہے، یا خیر یہ بھی سہی۔ تو کیا تجویز
ہے اس کے لیے اس سے تیرہ سو برس کا فرسودہ اور دھندلا قانون دنیا، ایک

حق کا عنصر کسی ایک شخصیت یا زائد شخصیتوں کے ساتھ کر دینا یہ بیکار اور
وقت کا ایک اہم فقدان ہے۔ شخصیتیں تو خود حق کی تابع ہوتی ہیں نہ کہ
حق کا سیار شخصیتوں کو بنا لیا جائے؟ آنکھ بند کر کے پردی اور اتباع کے
قابل نہ صرف حضرات انبیا و کی ذات ہوتی ہے۔ کسی اسی کے اسب و احترام
میں جس طرح کی تعریف و تحسین ہے اسی طرح یہ غلو و افراط بھی ہو سکتا ہے
نہ وہ لوگوں کو دین میں سمجھ دے کہ وہ سکتا ہے کہ وہ دین کی راہیں غلط ہوں ہو سکتا
ہے کہ وہ دین میں سے صرف ایک کا سلاک صحیح ہو ہر صورت ان میں سے
کسی کی "برائی" کا تعلق کسی خاص سلاک یا کسی نہایت سے ہرگز نہیں۔
وہ جس کے لئے حق کے قبل لازمی ہے کہ وہ ان کو شخصیتوں کے تعلق سے بالکل
پاک کر لیا جائے۔

سائل کے ذہن کے سامنے کیا امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے اختلافات
کی مثالیں نہیں؟ کیا ایسے سائنسی نہیں جن میں ایک طرف بڑے سے
بڑے فقہاء ہیں اور دوسری طرف ان کا برعکس؟ ان سے بھی اوپر چلے۔
حضرت بھی بڑے درجہ کے ہیں ایسے اختلافات وہ چکے ہیں اور ان میں
تو بہت زیادہ سے گزرا کرتا ہے۔ خود اختلافات کی آگنی ہے! اور قرآن
مجید میں تو ذکر خود انبیا، علیہم السلام کے اختلافات اجتہاد کا قلم ہے۔ ایک
تذکرہ میں ہے: "حضرت داؤدؑ نے تفسیر لکھی کہ چاہتے تھے اور اسے انکی
پہلی غلط تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے نصیحت دے کر لیا۔ اور اسے قابل ترمیم
انہیں کی قرار پائی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی صلح اس کی پالیسی پر تو حضرت
سوسنی کو اس قدر ناگوار ہی پیدا ہوئی کہ حکم ایک سے دریغ نہ فرمایا۔
حق ہمیشہ اپنی جگہ پر ہوا۔ ایٹمی بینیں اپنی جگہ پر۔ شفا میں یکم ہی محرم میں
حق اللہ کے نزدیک ان سے بھی محرم رہے۔ انہیں چھوڑا جاسکتا ہے
حق سے جتن نہیں ہوتا جاسکتا۔

آگے بڑھنے سے قبل ہنر و گاہ ایک چھوٹا سا لطیفہ، ان فرمودہ کی اپنی
کے سلسلہ میں سن لیجیے۔ جس میں مال کی بات ہے۔ سنہ غالباً ۱۹۲۰ء
دہلی میں شریعت اسلامیہ ۲۰۰۰ کو پھیلنے کا شباب تھا۔ اور جب سے مولانا
ابوالکلام نے اسکی بے جا "عدم تعاون" کے "توکس" کے اصطلاح
رکھ دی تھی مسلمان علی ہمارا ان کی زیادت میں جو حق اس میں شریک
ہو چکے تھے اور کچھ مذہبی لوگ اس کی سرکاری نہیں کر رہے تھے۔ لہذا چاہیے
کہ ان سے کہنے۔ میں خود بہت سے مسلمان تو ہمارے ان کی طرح (دیکھ کر) ہلاک
کے جو حالات۔ "تہا تا ہی" کی سیاست سے کہیں بڑھ کر انکی رد عبادت اور
مذہبیت کا قائل تھا۔ اور انہیں ایک بڑا عذر سیدہ مقدس و برگزیدہ مظلوم
سمجھ رہا تھا۔ اللہ آج وہ ہیں حضرت اکبرؑ کا مہمان ہوا۔ دربار ان کے میں ہنر
اس نے مذہب کی پہلے شریعت کی اور انہیں وقت کی تحریکات کی طرف
مذہب اور ان میں شامل کرنا چاہا۔ حضرت اکبرؑ پیرائے نہ تھے سننے
سے اس کے بعد ہمارے "تہا تا ہی" ان کی میں وہ افادہ کی پہلی شرط
لا لہ اللہ! یہ ہے یا نہیں؟ ————— میرے اوپر جیسے گفتگوں ہوتی ہیں
جو اب کیا بننا۔ خود سوچ میں پڑتا ہے کہ جن مجلسوں میں تو حید کی اپنی بھی قدر
نہیں اور نہ مسجد اور شرک ایک صلح پر ہوں۔ ان میں مجلسوں کے لئے ہاتھ

مذہب و عبادت سے کیا نسبت ہو سکتی ہے!

لطیفہ ختم ہوا۔ لیکن ساتھ ہی سلاک کا عمل بھی بہت ہی آسان ہو گیا۔
پیشہ کی کوئی پیدا کرنا چاہے تو جتن چاہے پیدا کرے۔ ورنہ سہل سامان
مسائل اور سیدھا۔ تو اس اسی قدر ہے کہ مسلمان کا سیاسی آئیڈیل (مذہب)
ہونا کیا چاہیے؟ جواب: جامع اور دو قطبی صورت ایک ہی ہے، یعنی اسلام
کی حکومت، قرآن کی بادشاہت۔ بس اس کے سوا کوئی اور نصب نہیں ہو سکتا ہے
نہ اب تک پیش ہوا ہے۔ زمین کی بادشاہتیں، محدود جزائی رقبوں کی حکومتیں
اگر اسی اصل کی فرما ہیں، اگر حکومت الہی کے قیام سے ان کو لازم آجائی
ہیں تو سبحان اللہ۔ ایک درجہ میں وہ خود بھی مطلوبہ مقصد ہیں۔ باقی
گراں میں شامل نہیں، یا کسی حیثیت ہی اس میں ماری بازاہم میں تو مطلقاً
کا ان سے اصلاً تعلق نہیں ہو سکتا۔

اس حقیقت کے ذہن نشین ہو جائے کہ بعد اس طبع کی تفسیر وہ
غلط روی از خود واضح ہو جاتی ہے، جس سے اس سے اکثر کس نہایت
پر قناعت کرتی ہے، یا کسی غیر اسلامی حکومت کو تسلیم کر کے اس کے اندر
مسلمان نامے ایک قوم کی محض دیوی سرپائی کی خوشحالی کو اپنا مقصد
بننا کہ ہے۔ مسلمان تو صرف اللہ کا بندہ ہے، اللہ کا غلام ہے، اللہ
کی رعایا ہے۔ اس کا قانون صرف قرآن کا قانون ہے۔ اس کا ناظم تعزیرات
صرف اللہ ہے، مٹا بیٹھ دیوانی صورت قانون فریب ہے۔ یعنی اگر آپ صفت
اور ان کے استبدادات۔ اسے چھوڑ کر کسی غیر اسلامی نظام کے ماتحت، علی و
ادنی ملازمتوں پر قانع ہو جاتا تو بہن ہے اسکی اسلامیت کی اور حق ہے
اس کے مرتبہ خلافت الہی و نیابت عذاب الہی کی۔ ————— یہ ذہنیت
ہوتی اور ہر سی ہوئی فوج کی ذہنیت، بہت بہت، کم و کثر اور حقیقت
الادادہ لوگوں کی ذہنیت ہے۔

لیکن یہ غلطی پھر بھی تفرقہ از کیے جانے کے قابل ہے۔ اس سے کہیں
بڑھ کر شدید اور سریع کچھ دی ہے کہ اسلامیت کے اس محدود و ناقص
نصو کی بھی اہمیت سے قطع نظر کر لی جائے، اور اپنے کو تاکثر ایک
واجب الارضی فرض کر کے، محض ایک ملک یا خطہ میں کا باقیہ فرض
کے اپنے جد و جہد کو محدود و محدود اس پر کر دیا جائے، کہ وہ محدود و قبیہ
زمین، پردہ نیوں! غیر ملکوں کے نظام حکومت سے محل کردیوں یا ملکوں
کے عطفہ اقتدار میں آجائے، اور اسکی ایک غیر اسلامی بلکہ مخالفت اسلام ہونے
کے لحاظ سے یہ اور وہ دونوں نظام بالکل سادی ہیں! اور ان میں نہیں۔
اس مقصد کے حصول کو وہ سہل اور آسان کسی ایک ایسی انجمن کو بنا لیا جائے جو شرع
ہو، یعنی جو علی الاعلان غیر اسلامی ہو اور جس کے اندر موسن الملحد، شرک
کیاں مرتبہ، حیثیت رکھتے ہوں! ————— چھ طبقہ کے ہاں مرکزیت کا
مقام کم از کم اسلام کی ظاہریت کو تو حاصل تھا، اس و دوسرے طبقہ نے تو
دین کی مصونیت و ظاہریت دونوں سے کسیر قطع نظر کر لی اور دین کی باہریت
کو تاثر حصول و بنا پر قربان کر دیا۔

ظاہر ہے کہ یہاں اس طبقہ کے افراد کی شخصیت، انفرادی زندگیوں
کا مشاق نہیں اس لیے ہمارے "تھوڑے و بھارت" کو استلال میں پیش کرنا

اسلامی تعلیم

پہلے انیسویں صدی کے ابتدائی نصف میں ہندوستان میں اسلام کی ترقی
 پہلے شیعہ مذہب کے بعد فوجیوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ
 شیعہ مذہب کے پیروں نے اپنا سر تسلیم خم کیا۔ فوجیوں کے لیے
 دوسری صدی ہجری میں دہلی کے شیعہ علماء نے جو کچھ لکھا
 لیکن بہت سے مسلمانوں نے شیعہ مذہب کی ترویج کی تھی۔
 اس لیے ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ ان کے لیے جو کچھ لکھا
 گیا تھا اسے ستر لکھ کر لیا جائے اور اس میں جو کچھ
 مذہب کے خلاف تھا اسے مٹا دیا جائے۔ لیکن اس میں جو کچھ
 مذہب کے خلاف تھا اسے مٹا دیا جائے۔ لیکن اس میں جو کچھ
 مذہب کے خلاف تھا اسے مٹا دیا جائے۔ لیکن اس میں جو کچھ

آپ نے فرمایا۔

رشتہ و گردنم انگذہ دوست

میں ہر جگہ کہ خاطر خواہ دوست

حضرت: معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اسلام کی ترقی
 کا دعویٰ تھا اور اسے ارادہ و غرض پر عمل دینا تھا۔ اس لیے
 وہ اپنی کامیابی کا ارادہ کر چکا تھا لیکن مجبوراً آپ کے سامنے
 پہلے مذہب کی ترقی کرنا پڑی۔ لیکن اس میں جو کچھ لکھا
 گیا کہ اسلام کی ترقی ہو جائے۔ لیکن اس میں جو کچھ

حضرات! اقبال مرحوم نے ایک خط میں چند سوال کیے ہیں
 بھی کچھ اس کے جوابات سنا ہوں۔ وہ کہتے ہیں

ترے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے

خود کی تیری سلامتی کیوں نہیں ہے

کہ اس ملک میں تو خود تقدیر یزداں

تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

یہ سوچا کہ ایک وقت تھا کہ میں تقدیر یزداں تھا۔ لیکن آج
 میں نہیں ہوں۔ لیکن انیسویں صدی کے ساتھ اور انیسویں صدی کے ساتھ
 پھر کیا وجہ ہے کہ کل ایک مسلمان تقدیر یزداں تھا لیکن آج نہیں ہے۔
 اس لیے کہ جب آپ نے بتایا کہ ادا اہل اسلام میں بادشاہ
 ادا اہل اسلام کا کیا عزم و حوصلہ تھا اور اس کے نزدیک
 علم کی کس قدر قیمت تھی۔ جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب
 جنگ ہونے لگی تو ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ ان کے لیے
 کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ ان کے لیے
 کر دیے جائیں گے۔

حضرات! اسلام نے جو تعلیم مسلمانوں کو دی تھی وہ سچ بھی ہو
 ہے لیکن اب مسلمان اس کی تعلیم کو بھول چکے ہیں۔ لیکن اب مسلمان
 شیعہ مذہب کی ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اب مسلمان

شیعہ مذہب کی ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اب مسلمان

مسلمان اس کا یہ غائب نہیں تھا۔ ساری قدرت و طاقت اب بھی
 ہستی میں جمع ہو گئی ہے۔ لیکن اس نے وہ جو کچھ لکھا
 مست ہو کر میدان میں نکلتا تھا۔ لیکن اس زمانہ کے مسلمانوں نے یہ
 سوچا کہ جب اللہ تعالیٰ میں سب قدرت ہے تو مجھے کام کرنے کی کیا ضرورت
 ہے۔ غرض سوچنے کا فرق اور تعبیر کی غلطی ہے۔ پہلے علم کے مسلمان
 نے یہ سوچا کہ جب اللہ تعالیٰ میں سب قدرت ہے تو مجھے کام کرنے کی کیا ضرورت
 ہے۔ غرض سوچنے کا فرق اور تعبیر کی غلطی ہے۔ پہلے علم کے مسلمان
 آیت کی تعبیر اس طرح کی جس سے اس میں نہایت اولوالعزمی پیدا ہوئی لیکن
 ہمارے زمانہ کے مسلمان نے اس آیت کی دوسری طرف سے تعبیر کی اور اسے
 دوسرے انداز سے سوچا۔ غرض علم کی تعلیم آج بھی وہی ہے جس کے
 اصول پہلے بتائے گئے تھے۔ لیکن خود ہمیں سے وہ کیفیت و قدرت
 باقی رہی اب ہمیں وہ طریقہ نہیں سکھایا گیا جس سے ہم تقدیر یزداں
 بن سکیں۔

سچ کل "مذہبی تعلیم" کا جو طریقہ جاری ہے، وہی یہ طریقہ ہے ہندو
 زیادہ مفید نہیں ہے۔ لیکن اسلامی تعلیم و دین کا فقدان ہے اور اس
 کے غلط استعمال۔ حالانکہ قوانین اسلام میں ایسی ہی کچھ ہیں اور ان کی
 مضبوطی کا یہ عار ہے کہ ہر مفید چیز کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔ کیا
 اب ایسے مفید نیاں پیدا نہیں ہو سکتے جو اسلام کے صحیح اصول کی تعلیم
 دے سکیں۔ جبکہ دل چاہے بھی صلاحیت لکھا ہے وہ کسی حالت میں تعلیم
 اسلامی سے مل سکتا ہے۔

ایک مسلمان ہر شے کو اپنی پادشاهی کو تسلیم کرتا تھا۔ لیکن اس کے
 خیالات میں فرق نہیں آتا تھا، بلکہ وہ دوسروں میں اپنے خیالات
 کو پھیلاتا تھا۔ آخر اس کی کیا وجہ تھی کہ ایک سنجار نے کہنے والا مسلمان
 عدن سے ہندوستان کے اتھوانی جوہنی ساحل پر آنا اور ان کو خدمت
 کرانا تھا اور لوگ اس کے اخلاقی اثر سے اسلام قبول کر سکتے تھے لیکن اب
 کیا وجہ ہے کہ آج ایک نماذنی مسلمان عبدالقادر وغیرہ جب انگلستان
 جاتا ہے تو مذہب کو ساحل ہند پر چھوڑ دیتا ہے اور کیا وجہ ہے کہ ایک
 ہندوستانی پشتمن مسلمان دوسروں کے دامن سے سوچتا ہے۔ بات یہ ہے
 کہ یہ سارا تصور خشت اول کا ہے جو سیدھی میں رکھی گئی۔ یہ اسلام کا تصور
 نہیں ہے۔ ایک مسلمان نے مجھ سے سسر میں پوچھا کہ کیا مذہب ماش ترقی
 ہے؟ میں نے کہا ہاں صحیح ہے، جو لوگ اسے کہتے ہیں ان کا مذہب بیشک
 مانع ترقی ہے، مگر تیرا مذہب مانع ترقی نہیں ہے، آج یورپ میں ترقی پزیر
 کہہ لیا ہے اور جس پر ترقی پزیرہ فکر کرنا ہے وہ مسلمانوں کی ترقی کی ایک وجہ ہے۔
 غرض پہلے خشت اول کو سیدھا کچھ پھر سب کچھ ہونا چاہیگا۔ یورپ کے
 استاد ایک مسلمان کو بہت کچھ سکھا سکتے ہیں اور سب کچھ بنا سکتے ہیں
 مگر مسلمان نہیں بنا سکتے۔

سلسلہ بیان میں آپ نے بتایا کہ مسلمانوں کو اپنے میں وہ دولت پیدا
 کرنا چاہیے جو دوسروں کے مسلمانوں میں نہیں ہے، مسلمان موجودہ مصلحت
 کے لحاظ سے اپنی تعلیم نہ تھے لیکن ان میں اخلاقی کی وہ بلندی تھی جو موجودہ
 علم کے مسلمانوں میں مفقود ہے۔ موجودہ تعلیم کے آپ کو فیسر یا دس پانچ

تو بن سکتے ہیں لیکن مسلمان بنیں نہ سکتے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں کوئی بیوی بیٹا کر دوں تو میں یہ کوئی گناہ کہ اسلامی تعلیم کی اصل اور بنیاد قرآن مجید ہے اس لیے اپنے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم اس طرح دیکھیے کہ وہ اسکو سمجھ سکیں اور ان میں اسلامی روح پیدا ہو۔ یہ عقیدہ غیر قرآن مجید کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے حاصل نہ ہو گا۔

بعض بڑے بڑے دانشور اور مذہبی اہل سنت

دگر باریک بینی سے دیکھ رہے ہیں

آپ نے اگر جو بچا دیا مسلمانوں کو ان کے پاس یا ہٹلر اور سولہ کی اس تو اس سے کیا حاصل ہے اگر آپ کی اس گناہ میں قرآن مجید کی تعلیم نہیں ہے تو ایسی عورتیں یہ تو ہٹلر کا جانیگا کہ آپ تعلیم کی خدمت کر رہے ہیں لیکن یہ نہیں کیا جا سکتا کہ آپ مسلمانوں کی باسلامی کی خدمت کر رہے ہیں دنیا تم سے کہتی ہے کہ تم آگے بڑھو اگر میں کتابوں کے ساتھ تیرے ہوں سچے ہو۔ جبکہ تم آزاد ہونے اور کسی کے غلام نہیں بنے۔ مسلمان سچی ہیں اگرچہ آپ انہیں بھراؤ ٹھیکے، ان میں خالہ اور ابو نیبہ پیدا کیجیے۔ سلسلہ تقریریں آپ نے انہوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اسے زچہ انو، امت کے مستقبل کا مدار تم پر ہے۔ تم کو لباس اور نہورت کے لحاظ سے مسلمان ہونا چاہیے اور اس سے بھی زیادہ سیرت کے لحاظ سے حضرت ساد بن جبیل جب رستم ثانی کے پاس گئے تھے تو کسی دھیری دستان کے ساتھ گئے تھے۔ مدام ہوتا تھا کہ ایک مسلمان جا۔ ہرے۔ اسی طرح ایک طالب علم کو اپنی درس گاہ سے اس طرح بھگنا چلائے کہ لوگ دیکھ کر کہیں کہ یہ بھارہا ہے مسلمان جو آزاد ہے اور کسی کا غلام نہیں۔ ستم ہے مسلمان اور کسی کا غلام اسے، جہاد کا نام لیکر جھوٹے دالے مسلمانوں کو شہر سے ہٹا دینا آتا ہے اور ان کو کیوں نہیں سوار کرتے۔

حضرات۔ مجھے دوسرے مدارس سے کوئی گلہ نہیں لیکن یونیورسٹی سے گلہ ہے کہ وہ قرآن مجید اور مذہبی تعلیم کا اہتمام کیوں نہیں کرتی۔

اب رات کا ایک بج چکا تھا اس لیے ذاب بہادر بار جنگ بہادر نے معذرت کہتے ہوئے اپنی تقریر ختم کر دی۔ اور فرمایا کہ میں نہایت خرم ہوں کہ آپ نے میری تقریر سے جو امیدیں قائم کی تھیں وہیں پوری نہ کر سکا۔ سدا جہاں تقریر کے بعد حکم غلامہ ادب پیش کیا گیا آپ نے فرمایا کہ یہ آبادی غلام اسلامیہ کی جو خدمت انجام دی وہ ظاہر ہے۔ مزار سے بادشاہ کو سلامت رکھے اعلیٰ حضرت علیہ السلام کے ۲۵ سالہ دور میں حکومت نے تعلیم کے متعلق جو کام کیا ہے وہ کسی دوسری جگہ سے کم نہیں ہے۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ میں جناب صدر کے توسط سے کانفرنس کے بہروں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنا آئندہ سالانہ اجلاس حیدرآباد میں منعقد کریں میں جناب صدر سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ کانفرنس کے ارباب صل و عقبہ سے اس کی منظوری حاصل کریں تاکہ میں ابھی سے اجلاس کی تیاریاں شروع کر دوں۔

ذاب صاحب کی اس دعوت پر جناب صدر اور تمام حاضرین نے گرجو شہ سے اظہار مسرت کیا۔ بعد ازاں یہ وفد انور احمد عالم صاحب مدظلہ

نے مختصر الفاظ میں یہ بتایا کہ مسلم یونیورسٹی میں قرآن مجید اور اسلامی تعلیم کا انتظام ہو رہا ہے۔ میں پوچھا کہ صاحب بہادر بار جنگ بہادر نے اخبار سرت کیا۔ اور تقریباً پڑھ سبکے رات کو شبہ تعلیمی غایہ اجلاس ختم ہوا۔ (کلیاں میں آگیا)

کہ غلطہ کا ایک شاہد

پچھلے دنوں دہلی جانا ہوا تو اٹلے مانات میں مولوی سعید احمد صاحب اکبر آبادی ایم اے، جیٹر سالہ ان سے اپنے سفر حج ۱۹۸۷ء کا ایک واقعہ بیان کیا۔ جس سے ایک طرف سیرت محمدی پر روشنی پڑتی ہے اور دوسری طرف استقامت و غایہ۔ در خواست کرتے ہوئے ان سے یہ واقعہ کو غلطہ بھی کر دیا۔ ناظرین مدنی کے لیے تشکیک ہے۔

واقعہ یہ ہوا کہ ۶ رزی الحجہ کی شام کو مغرب کے بعد والدہ ماجدہ مدظلہ کے سینے میں سخت درد ہوا اور بچا رہی تھا۔ میں نے فوراً ایک

ڈاکٹر کی امداد حاصل کی۔ انہوں نے بہت دیر سے دیکھا بھالا اور ایک سونہ لکھ دیا۔ میں نے اس نسخہ کی کئی فراہمیں دیں، لیکن درد میں کمی نہ ہو سکی، خانہ ہی ہوتا رہا۔ اسی پریشانی میں رات کے اسی گھنٹے۔ اگلے دن یعنی ۷ رزی الحجہ کی صبح کو حج سہیلے بنا اور ان سے عرفات جانا تھا۔

اور دوسرے والدہ ماجدہ کا یہ حال کہ شدت کرب سے بچپن اور وفود پر یہی بے آپ کی طرح مضطرب تھیں۔ جب کوئی اور تہہ بھر کچھ میں سنائی دیتی تو اس کا "مذا کے گھر میں کس چیز کی کمی ہے" طلب مواد کی شرط ہوتی ہے تو "میں یہی بھڑا اذاعا" فرمایا ہے۔ وہ بہت ہی چھیڑا ہے۔

کی بات بھی دیکھنی چاہیے۔ اس خیال کے آتے ہی میں جو منہ مندر دل سے سنا تھا اٹھا۔ پہلے منہ کیا۔ نئے کپڑے پہنے۔ اور پھر والدہ کو اسی حالت چھوڑ کر سیدھا سب حرام ہو سچا۔ جلتے ہی دو رکعت نفل ادا کی۔

مواظف کیا۔ جہاں سود کو ہوسہ ریا۔ اس وقت ایک اور دیکھ کے دیکھنا نہ چکا ہو گا۔ دن کے مقابلہ میں اس وقت طوائف کرنے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ انہیں کم لیکن خوش نصیب انسانوں میں میں سے دیکھا کہ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک نہایت دالمانہ انداز میں طوائف کر رہے ہیں۔ پیچھے پیچھے انکی بیگم آ رہی ہیں۔ مولانا خود طوائف کی دعا پڑھتے جاتے ہیں اور اتنی بلند آواز سے کہ اسی کے مطابق انکی بیگم بھی دعا پڑھ رہی ہیں۔ میں مولانا محمد علی کی اس غیرت و نسبت امور عارہ

کو دیکھ کر ایک کونے میں مقام ابراہیم کے پاس بیٹھ گیا۔ اور مولانا کی ایک ایک حرکت کو دیکھتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ مولانا نے طوائف کے آخری شاہ (جگر) میں جھرا سدا کو بڑے مزیدار اشتیاق سے ہوسہ دیا۔ اور پھر ان کی کعبہ کو ان کی بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر میرے بھی آنسو نکل آئے۔ اور دیر تک عجیب کیفیت طاری رہا۔ مولانا مرحوم غلام

کعبہ پرشے ہوئے دیر تک رونا کر دھائیں کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی بیگم نے ان کی ہڈیوں پر ہاتھ مار کر کہا کہ "میں نے انہیں سنا ہے کہ ان کی بیگم نے ان کی بیگم کو

دعا کی

خریداران صدق کی خدمت میں

مدرجہ ذیل خریداروں صاحبان کی سیوا خریداری، اپنی سہولتوں میں ختم ہو رہی ہے۔ انکی خدمت میں انکس ہے کہ سالانہ پندرہ ختم ہونے سے پہلے اپنے روزانہ فرما دیں۔ ورنہ سنی سالانہ کی تبدیلی ۱۲ جون میں دی جانی روایت ہو جائے گی۔ اگر چند اخراجات کسی صاحب کو آئندہ خریداری منظور ہو تو دفتر کا اطلاع دینا اہم دفتروں کو تیار ہوا دی۔ اپنی کی واپسی سے زبردستی نہ ہوا پڑے۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
---	---	---	---	---	---	---	---	---	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	-----

بزم ہمدردان صدق

جناب مولوی عبد المجید صاحب ڈپٹی کلکٹر فیض آباد ایک خریدار

نصائیف جناب لانا عبد الماجد مدیر

- ۱۔ تصوف اسلام - خالص اسلامی تصوف کا بیان، خدا سے مومن کے حالات، تعلیمات، طبع ثانی، (امداد کثیر) ۱۲۲ صفحہ قیمت ۲ روپیہ
- ۲۔ فنیہ افسیہ (فارسی) منظومات ۱۲۱ صفحہ روپیہ ۱۲۲ صفحہ قیمت ۲ روپیہ
- ۳۔ سفر مجاز - غازی کی کہے بہترین ہنر، فنیہ افسیہ، ادبی چرچہ کا جامع، ۱۱۱ صفحہ ۱۲۲ صفحہ قیمت ۲ روپیہ
- ۴۔ فلسفہ جذبات - شعور و حروف کتاب، طبع، ۱۱۱ صفحہ قیمت ۲ روپیہ
- ۵۔ مبادی فلسفہ - حصہ اول: فلسفہ کی پہلی کتاب ۱۸۵ صفحہ ۲ روپیہ
- ۶۔ حصہ دوم: فلسفہ کی دوسری کتاب ۱۵۱ صفحہ ۲ روپیہ

مثنوی بحر المحبت (معصن) ۱۱۱ صفحہ ۲ روپیہ
مثنوی بحر المحبت (معصن) ۱۱۱ صفحہ ۲ روپیہ
مثنوی بحر المحبت (معصن) ۱۱۱ صفحہ ۲ روپیہ

مثنوی بحر المحبت (معصن) ۱۱۱ صفحہ ۲ روپیہ

کی - وہ تو مولانا محمد علی نے دل کی گہرائیوں سے سنے ہوئے کلمات ہیں۔ اور صرف اسی لیے کہ یہ مذاہب جو سچ ہیں، اور خدا سے ان کا کیا تعلق

نور ۱۰۰

بہ دقت و حقیقتوں سے خاص طور پر سمجھیں، ایک مولانا محمد علی کی اس حالت کے شاہد کے الفاظ سے "ایک ایک لمحہ کے اس میں ہے" بابت و دعا کا تجربہ ہو گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جیسے اس نے عرض کیا ہے میں اس وقت نہایت پریشان ہو کر بارگاہ حق میں اپنی دعا کی سمجھائی دے گا کرتے آیا تھا۔ چنانچہ میں نے حوائث کے بعد عالم اعتقاد میں دعا کی اس وقت غائب کا جو حال تھا اس کا اندازہ وہی ہو گیا کہ سچے میں جو اس قسم کے احوال پیش آتے ہوں۔ خدا کی شان کیجیے۔ سید حرام سے واپس لانا تو دل اگرچہ انا مذہبن مبدی کی "کے تصور سے بہت کچھ پراسید اور ہشاش و بشاش تھا، لیکن پھر بھی ایک دھڑکن مٹی ہوئی تھی، ورنہ اس کے بہت قریب آنا جانا تھا اس قدر اس دھڑکن میں امانت ہو جاتا تھا۔ یاں کہ کہ گھر ہو چکا۔ ورنہ اس میں قہم رکھا تو کہاں کھڑے ہو گئے کہ تیار اب پورا (واللہ صامیہ) کے کہنے کی آواز آئیگی۔ لیکن یہ خدا نے بالکل غلط ثابت ہوا۔ گھر میں داخل ہو کر دیکھا کہ بڑے بڑے طبقوں سے سو ہی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہیں کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔ فیض دیکھی تو بخار بھی نادر تھا۔ خوشی کے مارے ان اچھلنے لگا۔ خود زور دیکھت، فضل شکرانہ کے ادھیے۔ اپنی ایک رفیقہ سفر سے جو بولے پاس ہی مکان میں مقیم تھیں ان سے باجرا پوچھا تو کہنے لگیں "تمہارے جاننے کے بعد میں درخشید تھا۔ مگر کوئی آواز دو گھنٹہ پہلے کہ نہ دیکھا ایک بندہ ہو گیا۔ اور بوا کی آواز لگ گئی" میں نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ درخشید کے وقت ہونے کا وقت بعینہ وہی تھا جبکہ میں خدا کی بارگاہ میں تیار ہوا تھا سے دعا کر رہا تھا۔ بوا کی غیر متوقع غلات سے دل کو جو پریشانی ہوئی تھی میں اسکو بہت سیادک سمجھتا ہوں کہ اس کے ذریعہ دل سے ارشاد خداوندی "ان بحیب المضطر اذا دعاه" کی حقیقت ثابت ہو جائے۔ شاہد، شک و تردد نہیں بلکہ بزم و یقین کی آنکھ سے کر لیا۔ ورنہ خدا علی ذلک۔ صبح کو بوا کی آنکھ کھلی تو بالکل تندرست تھیں، اس قسم کے درد کے بعد جو کمزوری ہو جاتی ہے اس کا میں کہیں پتہ نہیں تھا۔

(تقریبی صفحہ ۳)

ذریعہ "اقدام جلت" عصمت فرہادی بہ مورچہ۔ اور جیالی کی درخان کا سر سے سوال ہی نہیں، اتھانی اور صرف ایک لغزش کی بھی یہ سزا کہ مجرم اور مجرم دونوں پھر اکر کے ہمیشہ کے لیے ختم ہی کر دیے جائیں؟ یا یہ کہ کم از کم دونوں پر کاروں پر مجمع عام بین سوسو کوڑے اس طرح بوسا دیے جائیں، کہ وہ ۱۰۰ روپے ہو کر فورہ ہی جائیں!

شیخ شریعت حسین پڑھنے میں ہر شاہ پس میں طبع کر کے دفتر اجارہ صرف "مرشد آباد میں گورنمنٹ فنڈ سے شایع کیا

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَدَرِ وَهُمْ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور جو چاہے لکھ کر آئے اور میں نے اس کو چاہا (وہی لوگ ہرگز گمراہ ہیں)

ایڈیٹر: عبد الماجد



چند روزیاد: ضلع بارہ بکھری سب تحصیل اسلام آباد

نائب: (حکیم) عبدالقدی

معاونین کے بارے میں غلط فہمی نہ پڑے گی



ایڈیٹر: عبدالقدی

چند روزیاد: ضلع بارہ بکھری سب تحصیل اسلام آباد
کے لیے مراعات اس پتہ پر کی جائیں
محمد عبدالرؤف عباسی مہتمم اخبار "مکتبہ"

مشہد آباد پریس گروہ گنج - لکھنؤ

چند سالانہ

شمارہ

بروز ہفت روزہ سالانہ شریک

قیمت فی پرچہ اور

نمبر ۴ - ۱ - رجب الاول ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء - جلد ۶

زندہ بھی قائم رہے۔ ابھی تو زمانہ قنوط رہی ہوا ہے، اس لیے زیادہ
اس میں قائم کرتے جی ڈرنا ہے۔

عاشیات اسلامی کی برتری

نعمت خداوندی کے استاد عاشیات پر و فیروزانہ، قبال قریشی نے دکن کے
ایک انجمن قریشیہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر اپنی تقریر میں کہا۔
ایک ماہر فن کے اس اہل پرور بیان کے بعد ان کے پیروں کا کیا حشر ہوا ہے
جتنی ساری عمر کی کمائی، مشرق و مغرب کے کس علم و فن میں مہارت نہیں
بلکہ صرف "روشن خیالی" ہے! جو اسودہ ہو، رسالہ شایع کرنے اور مسلمانوں
کے اندر تبلیغ سود کے موقع کیسے! قندار علی گڑھ کے
خوش فہمی، حکومت اصفیہ کی خوش خیالی اور بانی جامعہ عثمانیہ کی خوش فہمی
کا ثمرہ ہے کہ اسکے استاد و فن ہر اچھے خاصے تعداد صاحب اہل انجمن
کی جی ہو گئی ہے۔ یہ حضرات چاہیں، تو ان کے عاشیات و اجتماعات
میں دین کی مفید اور ٹھوس خدمت بہت کچھ انجام دے سکتے ہیں۔

سرسلیمان کا ایک کارنامہ

معنوں کا اقتباس
"سب سے بڑا کہ یہ کہ آپ ایک عقیدہ مسلمان تھے"
اپنی سرگرمیوں کے ہر شعبہ میں اسکا مظاہرہ فرماتے تھے۔

ایک انگریزی مضمون
مصدق، ۱۹۷۱ء میں دہلی کے ایک انگریزی
مضمون کا ذکر آچکا ہے جو تعدد اذوائی پر اسلامک، یو ایڈ (کنیٹڈ ٹریڈ
لکچر) میں لکھا ہے۔ یہی مضمون انسان سے، سی اے اے، جے میں لندن کے
اسلامک ریویو میں بھی شائع ہو گیا ہے۔ اور اصل میں بھیجا بھی اسکی لیے
گیا تھا۔ جب وہاں اسکی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہوئی تو مجبوراً لکچر
کے رسالہ کو داگیا۔ اب وہ وہاں بھی چھپ گیا۔ نفس مضمون تو دو سوچوں پہنچ
میں ایک ہی ہے۔ لیکن کاغذ و طباعت، سفائی و غیرہ محاسن ظاہری
میں اسلامک ریویو کا پڑ اپنے سامنے کہیں بھاری ہے! اور پڑھنے کا
حلق اس میں پڑھنے میں آتا ہے۔ ہندوستان میں اسکا پتہ:- عزیز منزل
بندر، قندور، لاہور۔

ایک مسلمان خبر رساں اکیسی

پیشہ سے اب تک ملک میں
مسلمانوں کی کوئی خبر رساں اکیسی نہ تھی۔ اگرچہ میوزک اکیسیاں سب کی سب
غیر مسلم ہاتھوں میں تھیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ ایک مسلمانوں کے ذہن وہ کچھ
کی خبروں کی اشاعت ہی برائے نام ہو جاتی۔ اس سے جس واقعہ سے تعلق جو
خبریں انگریزی پریس اور اسکا ترجمہ ہو کر اردو پریس میں آتی، اُس میں مذہب
غیر اسلامی، غیر مسلمان ہی غالب رہتا، غنیمت ہے کہ مسلمانوں کو اب ہوش
آیا، اور کچھ دور سے انکی بھی ایک میوزک اکیسی ادارہ چھپت پریس میوز
روس کے نام سے قائم ہو گئی ہے۔ صدر مقام دہلی۔ شاخیں تمام مرکزی
مقامات، لاہور، لکھنؤ، حیدرآباد، حاکم و غیرہ میں۔ خوشی کی بات
ہے کہ اب ملک اکیسی مذہب کی کارگزاری اچھی ہے، خبریں علیحدہ سے دی
ہے، مفصل ہے، یہی ہے، نتیجہ ہے، یہی ہے۔ مسلم اکابر کی تقریریں
مسلم اداروں کی رویدادیں، جن کی ملک ملک انگریزی پریس میں نہ پہنچتے
پانی، اس وقت بعض اس اکیسی کے سلف: سرگرم علی، ۱۹۷۱ء، داروں لاء
کا، پروڈکٹوں کے انجمن، سفر عام پر آ رہی ہیں۔ خدا کرے یہی حالت

اپنے ملک کی اخلاقی گندگی پر دورے دے اور اپنے ملک کے بیٹروں، نوجوانوں، مختلفوں کی تعداد پر شرم سے کٹ کٹ جاسے، اسے سن لیں اور دیکھ لیں کہ مذہب اور شایستہ قوموں کے مشعلے بھی کیسے کیسے مہذب و شایستہ، لطیف و شستہ، پاک و مقدس مشعلے ہیں (صفحہ ۲۲۱)

وطنیت کی تاریخ

اس سلسلہ ہی رسالہ سیاست (میدر آباد دکن) اور دنیا میں سیاسیات پر سنجیدہ علمی بحث کرنے والا واحد رسالہ ہے جس کے ایک مضمون کا اقتباس :-

”وطنیت کے تصور کا اظہار سیاست کے ذریعہ اٹھا رہا ہے

مندی عبوی کے دسد سے شروع ہوا اور انقلاب برائش

نے اس تصور کو اور زیادہ قوی کر دیا۔ بعد میں وطنیت کا اظہار

مخدوموں، مذہبیوں کی ادبی، تاریخی اور لسانی خصوصیات کے

ذریعہ سے کیا گیا۔ وطنیت کے جذبہ کی ترقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ

عوام ایک مشترک سیاسی ہیئت میں منسلک ہو گئے اور تاریخی

نفع پرستی کی گرم بازاری کے لیے اہل مغرب کے بیٹے محالاً

بہت سا رنگ رنایت ہوئے۔۔۔۔۔ اس جذبہ کے نشوونما میں

بادشاہوں کا بڑا حصہ رہا۔ خصوصاً انگلستان اور فرانس

میں قومیت انھیں کی سامعی کی رہنمائی ہے۔۔۔۔۔ ہر جا

قومیت یا وطنیت ہی کی بنیاد پر اپنی سیاسی اور مبنوی

تنظیم کرانے کی دعویدار ہوئی۔ قومی اقتدار، معاشی قوت و

نفاذ ماحصل کرنے کا ذریعہ ٹھہرا اور معاشی قوت سے قوموں

کے سیاسی اقتدار میں اضافہ ہوا۔ ہر قومی طاقت اپنے

معاشی مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے مقدر کی تشکیل د

تکبیل کے درپے ہو گئی بلکہ لیاقت اس امر کے کہ دوسری جماعتوں

پر اسکا کیا اثر مرتب ہوگا۔ جب ہر طاقت جو دینے کا وزن

کا حق رکھتی ہے، خود ہی اپنے علاقہ عمل کے صدر دکھائی

کرنے لگی تو اسکا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنے زیر اثری عسکری

قوت پیدا کرنے پر مصر ہوئی جو اسکی دانست میں دوسری

قوموں کی دست درازی سے محفوظ رکھ سکے اور اپنے

من مائے حقوق منوائے سکے۔ (جنوری نمبر، صفحہ ۱۲)

ہمارے علماء اکرام اور اُنکے بہت سے متبعین جو اب تک نیک نیتی کے

ساتھ وطن دوستی یا وطن پرستی کے مسلک پر چلے جا رہے ہیں، ان سے

انھیں کے تہذیب، اخلاص کا واسطہ دے کر عرض ہے، کہ سکون و سنجیدگی

کے ساتھ ہر پارٹی لیبل سے الگ ہو کر زرا وطنیت کی اس تاریخ پر بھی غور

فرما لیں کہ فرنگ برائی میں کہیں خود ہی وطنیت کا شکار نہ بنیں

ہوئے جا رہے ہیں!

یہاں خواب میں ہونے جو جاسے ہیں خواب میں!

تاریخ

تہذیب کے عجیب و غریبوں کے ایک عام مفسرین

کے تہذیبی برائے برائے اور برائے برائے لہجے کے ساتھ،

پر آپ کے ڈرائنگ روم میں احتیاط اور صفائی کے ساتھ رکھے
ہوئے کلام پاک کے نسخوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا جو کمرے میں داخل
ہوتے ہی سب سے پہلے نظر آتا تھا کلام پاک کی تلاوت آپ
بالا تزام اور مہینے و مہینے کے ساتھ فرماتے تھے اور دعا و سترام
اس اورچہ لہجہ کا ماحر تھا کہ جہاں کہیں کسی غیر مسلم کے پاس یا ایسے
شخص کے پاس جو اسکا پورا احترام نہ کر سکے آپ کوئی قرآن مجید
دیکھتے تھے تو اسے جس نیت پر بھی ہوسکتے ماحصل کر لیتے
تھے۔ یہی ذخیرہ جس کو کرباب کا فی ختمیم ہو گیا تھا مسلم بیوقوفی
میں اپنی دایں چائسری کے ذریعہ آپ کے راجہ عقیدہ
سلطان ہونے کی سند و درخشاں یادگار میں پہنچا رہی ہیں جن میں
سب سے زیادہ نمایاں یہ دیکھا گیا ہے کہ آپ نے جو نورس
میں مہنت و تھکیل سچا ہے اور ان کے جذبہ کو گودی۔ اور یہ سرسیر
نصیر الرحمہ کے وقت سے اس وقت تک نہ ہوا تھا (مسلم پریس
پریس)

یہ خود سچی گزشتہ یہ آخری بات، جسے یہاں زیر غور کر دیا گیا ہے خوب
یاد دلانی۔ حقیقت یہ مروجہ کی زندگی کا روشن ترین کارنامہ ہے۔

ایک یہ محکوم ”زویل“ ہندی مسلمان ہے جو اپنی غلامی اور جبر و کد کے
بادجو و اپنی زندہ اسلامیت کا یہ ثبوت دے جاتا ہے اور سرکاری کھربوں
دفتروں، ڈاکخانہ، بینک کے بوم تھکیل کی پروا نہ کر کے اپنے ادارہ
میں جہد کا احترام یوں قائم کر جاتا ہے۔ اور دوسری طرف سجدہ و تفریح
کے وہ ستون اعظم ہیں جو ”آزاد“ اور ”خود مختار“ بادشاہ، فرماں روا
آمر مطلق ہو کر پہلا فائدہ اس سے بھی اٹھا لیا کہ اپنے ملک سے صدیوں
کے قائم شدہ احرام جہد ہی پر ہاتھ نہ لگاتے کر دیا!

شیطان کی اجاد معانی

میلان رکھنے کی اہمیت مرد بیواؤں کی کثرت، تعداد سے
ظاہر ہے۔ اسکی تحقیق برائش میں خاص طور پر کی گئی ہے جہاں
پولیس نے اسے جائز قرار دیا ہے اسی اہل پر جس پر عورت
کی بیوائی جائز ہے، یعنی اس غرض سے کہ یہ تابو میں ہے۔
ہر شفیقہ کے خیال میں تو شہر برائش مجھو و بیواؤں کی تعداد
۲۰ ہزار کے قریب ہوگی یا وہ نہ کمپن کا اندازہ اور محنت طر تھینہ
کے بموجب ۶ ہزار۔۔۔۔۔ عام سبب عورتوں کی عصمت
پریشانی کی طرح یہاں میں بے روزگاری، بیان کر دیا جاتا ہے
کہ یہ مطلب یہ ہے کہ سترہ دوسرے اسلپ و نو فرانس میں

ایک لاکھ لاکھ ”سائیکا لوجی کلس“ ص ۲۲۵

اقتباس سے زیادہ اسکا اور اس کے متعلق درج کیا اور اس سے بھی اور
انگلستان سے متعلق۔ چنانچہ انگلستان کے سلسلہ میں معنوں کا بیان ہے کہ
تھیلر کا فتنہ طبقہ کی بڑی تعداد میں ملت میں ابتلا ہے، تھیلر کا اثر اور
موسیعی کا ذوق رکھنے والی ہیں، ایسا کہ

”میرے بچے کے مطابق ۸۰ فی مادی“ (صفحہ ۱۲۱)

تدوینِ حدیث

(۶)

(از جناب مولانا سید مناظر حسین صاحب گیلانی)

اس نے صحابہ کرام کی ذہنی قوتوں اور عقلی توانائیوں میں نئی زندگی کی روح بھر کر ان میں ایسی نہیں پیدا کر دی تھی کہ: "قُلْ کَاذِبِی سَیُکْسِ عِیْسٰی" اس کے بارے میں تو اچھا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نشہ آپ کے پیروں میں پیدا کر دیا تھا کہ جبکہ عیسٰی کے پیروں میں تلاشی کرنا سب سے سہل ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ عیسائی ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر جگہ بچا ہے کہ اس نشہ کی نظر نہ اس سے ہٹے، کہیں گئی اور اس کے بعد دیکھی جاسکتی ہے۔ وہ بن مسعود ثقفی نے جو اس وقت اہل عرب میں جو سے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کو صحابہ کرام کے اس نشہ کی خبر کھینچ کر صحیح الفاظ میں دی تھی۔

ای قوم و اللہ لعنہ و ذلت لوگ باغی کی قسم مجھے بادشاہوں کے درباروں علی الملک و ذلت علی قہر میں بھی باریابی کا موقع ملا ہے قیصر (روم) و کسرے و النہاشی و اللہ اتی کسری (ایران) نہاشی (ابی سیدہ) کے سامنے راہب ملکا فلک یقیمہ صحابہ حاضر ہوا ہوں، قسم خدا کی میں نے کسی العظیم مصائب صحابہ محمد و اللہ بادشاہ کو نہیں دیکھا جیسا لوگ اتنی عظمت ان تھم سخاۃ الا ذلت فی کرتے ہوں، جتنی عظمت محمد کے سامنے محمد کر کے ہیں۔ قسم خدا کی جب وہ جہلم غرق کئے ہیں تو نہیں گرتا ہے، وہ لیکن ان کے ساتھیوں میں سے کسی آدمی کے ہاتھ میں۔ پھر وہ لیپنے پھرہ اور ہن پر اسے مل لیتا ہے (محمد) جب کسی بات کا انھیں حکم دیتے ہیں تو انکی تعمیل کی طرف وہ جمعیت پڑتے ہیں، جب محمد کو کہتے ہیں تو اس وقت ان کے دھنکے پانی پر آپس میں الجھ پڑتے ہیں، تب محمد بات کرتے ہیں تو انکی آوازیں بے صوت ہو جاتی ہیں محمد کو بگایا، بھر کر انکی عظمت کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے۔

یہ دوست کی نہیں، بلکہ ایک دانا دشمن کی شہادت ہے۔ اذازہ کیا جاسکتا ہے کہ جس جماعت کے نشہ کا یہ حال ہو، جو احکام و احادیث کو بڑی جہیز میں، تنوک اور غبار تک کو اپنے اذہر پوست کرتے تھے، اور ایک دم بدعت کو اپنے من گویا باہم الجھ پڑتے تھے، ایک ایک سوے مبارک کے تعلق یہ حال تھا کہ بخاری میں ہے کہ حضرت عبیدہ تابعی جنہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سوے مبارک ہاتھ آگیا تھا، فرماتے: ... مدی شریعت ہوا جب میرے پاس کسی ان کا ہونا اس سے زیادہ ... مدینا مانیا ... محبوب ہے کہ اور کچھ دنیا میں ہے

وہ سب کچھ میرے پاس ہو

جن لوگوں کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قسم کا ہوا انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی "جیسے خدا کی طرف سے عطا کردہ محافظہ اور مصلحت قرار دے لے گئے تھے، سو چنا چاہیے کہ ان ہی لوگوں نے اس "زندگی" کی نگہداشت میں کس اہتمام کس انتہاک اور وجہ سے کام لیا، لگا۔ ایک ایک سوے مبارک بھی جن کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھا، ان ہی کے نزدیک اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و افعال کی غور کیا، چاہیے کہ کیا قیامت تھی۔ اب ایک طرف حضرت صحابہ کرام کے ان جذباتی طوفانوں کو اپنے سامنے رکھیں، دیکھیں اور اس کے ساتھ اس پر بھی غور کیجیے، کہ جس اہم میں اس تاریخ کی حفاظت و تسامع ان ذمہ داری قدرت کی جانب سے انھیں سپرد ہوئی تھی اس زمانے میں ان کے پاس کسی قسم کا کوئی دماغی مشاعرہ قرآن مجید کے سوا موجود نہ تھا۔ عرب جاہلیت کی تاریخ ہم سب کے سامنے ہے۔ ان میں جانتے تھے کہ اس حیرت انگیز ہوش اچانک، اعلیٰ دہادری کے زمانے سے اپنے وہ اور ابکا ملک تقریباً ان عام غلٹی اور ذہنی مشغلوں سے غفلت نہ جھکا کر چائوٹا حصہ نہایت تمدن کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگرچہ میں اسے تو قائل نہیں ہوں کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ عرب کے ایام جاہلیت کا یہ مطلب ہے کہ ان کی حالت ہندوستانی قبیلوں اور گنڈوں کی تھی، نہ عرب قریش قریش بلکہ اور بھی دوسرے قبائل کے صحیح حالات سے جو واقعت ہیں، وہ ایک سکند کے لیے یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے بلکہ جیسا کہ عنقریب آپ کے سامنے اس کی تفصیل آئے گی کہ جاہلیت کا یہ ترجمہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، عربی زبان اور قرآن مجید میں یہ لفظ نا اہل پہلی دفعہ استعمال ہوا اس کے عام محاوروں کے خلاف ہے۔ عربوں کی حیات کا جو یہ مطلب سمجھتا ہے وہ اصل واقعات سے جا مل رہا ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کے سلسلہ میں عرب کا بھی اس زمانے میں تقریباً وہی حال تھا جو عموماً اس زمانے میں اگر کالانی رستم ملالک نہیں تو نیم تمدن ملالک کا تھا۔ یعنی جس طرح قدیم زمانہ میں تقریباً ملالک اور قوم میں لکھنے پڑھنے والوں کا ایک خاص پیشہ ور طبقہ ہوتا تھا، اور عام ملالک کو تو اس سے چنانچہ تعلق نہیں ہوتا تھا، اسکی اتنی ہمت تھی کہ کسی ملک میں پادریوں، کسی میں بویوں، کسی میں بھمنوں، الغرض کہ کسی قسم کے لوگوں کے ساتھ یہ کام محض ہوتا تھا، اگر بالکل نہیں عربی عرب کا بھی یہی حال تھا۔ آئندہ یہ بتایا جائیگا کہ عرب میں بھی ایک خاصی تعداد خاندانوں اور نو سیدوں کی تھی، نہ صرف مرد بلکہ بایک جاہلیت میں بھی بعض لکھی پڑھی عورتیں پائی جاتی تھیں، شرفاوی نہیں بلکہ غلاموں میں بھی ایسے افراد موجود تھے۔ میں اپنے اس موضوع کی تقویری بہت تفصیل آگے بھی کر دینا چاہتا ہوں، لیکن اس پر ابھی کے ساتھ یہ بھی شائع ہے کہ یہی لیڈر شہادت و خاندان چھوٹے گئے تھے لوگوں تک محدود تھے اس سے آگے عربوں کی ذہنی اور دماغی قوتوں کے لیے اس زمانہ میں انکی خاص اہم خوراک موجود نہ تھی، (اور تو اس بات

کچھ قس بھی تو وہ ادنیٰ درجہ کی تھی۔ ان کا سب سے بڑا دماغی مشاعرہ شعر و شاعری کا تھا۔ بالآخر دوسرے پر تقاضا کر کے لیے باتوں کے لیے وہ انسانی سب کے علم سے بھی دلچسپی رکھتے تھے، اور بھی ابتدائی نوعیت کی کچھ فنی چیزیں معدودہ سے چند افراد کے پاس تھیں، لیکن اسلام نے شریعت کو دار کا جو مہیا کر دیا تھا اس میں گانے بجانے، قیڑ سرور، بیوشی، مغازت یا مشاجرت وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں رکھی تھی۔ اہل خمری و لغوی، فحش و سیالہ والی شاعری کی بھی اس نے کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ ایک طرف عربوں کی ذہنی اور عقلی مبہوت کی وہ شہرت اور دوسری طرف عربوں ہی کے ایک کادامہ یعنی شہابی سے غالی ہونا چند بھی کچھ ادنیٰ درجہ کی کچھ نذرانیں ان کے پاس جو موجود تھیں ان کے سلسلے سے آگیا بھی نہ تھا۔ اور سب کو ہٹا کر اس شہرہ و افواہ تشکی کے وقت میں ان کے سلسلے صرف قرآن اور سنی قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا علم، عربوں کے دلائل میں اونا اسی کی کمی مٹتی ہے۔ سوسائٹی میں افراد کے مدارج کا قدر و ثناء مقرر ہو جانا غور کرنے کی بات ہے کہ ایسے افراد میں ہر چیز سے ٹٹ کر ہمہ تن توجہ دینا چاہیے۔ میں اگر وہ ڈوب گئے تھے تو آپ ہی ان کو بکھیرے کہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔ ایسی حالت میں یقیناً ہی ہو سکتا تھا اور یہی ہو کر رہا، بلکہ اسی کے ساتھ ہم جب اس واقعہ کو بھی ملاحظہ ہیں کہ نافذ کش، غریب، اور مجلس عرب جو اپنے ملک کے خاص حالات کے لحاظ سے ایام جاہلیت میں سماشی حیثیت سے انتہائی سخت کوٹھوں کا شکار رہا تھا، تیش و روناہیت کا کیا ذکر ہے، مزدوری سماشی رسد کی نگلیں میں بھی انکو آسمان و زمین کے قلابے لٹانے پڑتے تھے۔ ساری عرب کے پیشل، گیتانی اور شگستانی صحراؤں میں بیچارے صرف اس لیے کہ دور وقت کی خشک روٹی خواہ کسی شکل میں بھی مل جائے اور وہ بھی ہر شکل میں آتی تھی لیکن اسلام نے ایک طرف ان کے باطنی قسے اور ذہنی طالب میں یہ طوفان برپا کیا، دوسری طرف پندرہ پندرہ سال کی مدت میں جسمانی اور سماشی مطالبوں کے لیے رسم کا ایک ایسا بے قاعدہ سمزدنگ اس غیر آباد، قلیل التعداد ملک میں تھا جس میں مارے لگا کر سچ بیہے کہ اسکی نظیر بھی عرب کے آسمانوں سے نہ اس سے پہلے دیکھی تھی اور نہ آج تک پھر وہ ناشاد بکھنا نصیب ہوا۔ ان خزان اور دفائن غنائم اور فتنے جو قرنازن سے کسرالہ ایمان کے خزانے میں جمع ہو رہے تھے،

یاد وہ دولت جو زمین فرعون (مصر) سے بارہا شام سے آتی تھی سنوں فی صحت (سین ساٹھ گز لمبا اور سا گز چوڑا) والا جو ہزار ہا ہزار تاکہ ذرا مٹی غالباً، جیسے تمام نقش و نگار جیٹا فتن مختلف مناظر اور موسموں سے تھا انمول بزمات کے ذریعہ کار سے لگے تھے۔ کسے کا وہ مرصع تاج جو اپنے قیمتی اور دینی تحفوں کی روپے سے سجایا سر پہ رکھنے کے سونے کی زنجیر لگا دیا جاتا تھا اور کچھ کلاہ ایمان کیسی ہیں اپنا سر داخل کر دیتا تھا۔ کچھ ریز کے تنہ پر مدینہ میں جو مسجد کھڑی تھی اس میں یکے بعد دیگرے یہ سب کچھ ہر طرف سے چلا آ رہا تھا۔ خوراک کی رسد کا یہ حال تھا کہ عام رواد کے قحط میں حضرت عمرؓ نے سحر کے دانی عزم

بنی ماس کو غلہ کے لیے جب لکھا تو انہوں نے جو آپ دیا کہ انہوں کی اسی غلہ غلہ سے ماہر کر با یہ تحت غلات ہیں جیسا کہ سب کا پلا اونٹ دینہ میں چکا اور آخری اونٹ کی دم پر سے انہوں میں ہوگی۔ یہ سب تو رفتی دولت تھی، اصل چیز دیکھنے کی یہ ہے کہ اس پندرہ سال کے عرصہ میں مجاز، بن، یاسہ، بحر بن، ابرار، ابان، اشام مصر کے لاکھوں مہاجرین کے جو علاقے فتح ہوئے، جن میں کچھ مجاز کے تقریباً اکثر حصہ صرف ثروت و دولت کا بیٹ پنا، سرچشمہ تھا۔ مصر سے ہجرت کرنے والے بنی ماس کا حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کے نام آیا تھا کہ ایک اس زمین پر عذائے قبیلہ دلائیے، جو اچانک موتی کی طرح سفید اور پھر سبز کے مانند رہا، اور اسی کے بعد ہر سال کے مانند ہر سبز ہو جاتی ہے۔ ان سارے علاقوں کا ایک بڑا حصہ اصحاب رسولؐ پر سنی اللہ علیہ وسلم کی جاگیروں پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ کون اندازہ کر سکتا ہے کہ اموال غنیمت کے حصوں کے ساتھ ساتھ ہر صحابی کے گھروں سالانہ کتنی دولت ان جاگیروں سے آتی تھی۔ آریخوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ عہد فاروقی تک ہونے والے ہونے والے کی بارگاہ کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ عہد نبوت میں جس گھر میں قیمت پندرہ درہم تھی، اب پندرہ سو میں آتا تھا۔ بخاری کی مشہور روایت ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی زمین پر دینہ کے پاس ہے کئی ایک لاکھ شہرزادہ درہم میں مول لی تھی، لیکن ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب اسے فروخت فرمایا تو اسکی قیمت سولہ لاکھ ملی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جو دینی دود و دہش کی وجہ سے مرنے کے وقت ایک پیرہن چھوڑ سکے، لیکن سکانات اور زمین کی شکل میں جو انکی جائداد تھی، اسکی قیمت عیسایہ کہ سترہ سو ہے سچا س کر درود لاکھ لگائی گئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عوفؓ نے انتقال کے وقت جو بڑا چھوڑا اسکا حساب تو بہت طویل ہے، لیکن فراخی و فراخی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اپنے اثاثے کے انھوں نے وصیت کی تھی کہ ہر بڑی صحابی زمین کی تعداد اس وقت تقریباً ایک سو کے قریب رہ گئی تھی (چارپا سو دینار دیے جائیں۔

مسجد جامعہ ملیہ اسلامیہ
کتاب خانہ

انبار زرم لاہور میں ڈھائی جہن سے موافق و مخالفت ہر دو قسم کے مضامین غیر جانبدارانہ طور پر باری باری شائع کیے جا رہے ہیں تاکہ مسلم عوام کے سامنے تمام اچھے اور بُرے پہلو سنے آجائیں اور وہ کسی نیچے پر ہونے لگیں۔ بنی اصحاب کہ مذہبی اور سیاسی بصیرت حاصل ہوا انکا فرض ہے کہ وہ سلا مذکور کے متعلق اپنے خیالات سے زرم کے ذریعہ مسلم عوام کو مستفیض فرمائیں اور مسلم عوام کا فرض ہے کہ وہ کسی نیچے پر ہونے کے لیے تمام مہذبین کا یہ غور مطالعہ کریں۔

منبر اخبار زرم - لاہور

کے بعد آپ ایک بڑے ستارہ کی طرح بجنا رہے جانتے اور وہ خوش و خرم تھے اور بیش قیمت ہو گئے، ٹیلیفون، عرصہ میں درامت کے جملہ سامان ایک ایک کر کے آپ کے قبضہ سے نکال لیے جائیں گے۔

یہ وہ کسی خشک مٹا کی زبان سے نہیں، خود ایک نابور ایکٹرس کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔ آخر کا بندہ اور سن لیجیے اور جس کے تو اس سارے معنوں کو ایک ایک سکول اور ایک ایک کالج کے اردو دیا ایک پوسٹا دیجیے۔

”یہ ایک بہت بڑے ایکٹر کی جانتی ہوں ہے کبھی اپنے صحن

مردانہ پن نہ تھا۔ آج اس کی بہت کدائی دیکھیے۔ ٹال

بے معنی کے رشتہ داروں پر جو کر چکے گئے ہیں۔ روشن اور بڑی ہند

آنکھیں اندر کہ جھنسن گئی ہیں۔ اور زندگی سرت سے غالی

ہو چکی ہے۔ اس طرح ایک ایکٹرس بھی ہے، جسکی تست کا

ستارہ اب گردش میں آچکا ہے، اور وہ فلیٹ گناہی میں

محو ہو چکی ہے۔ ... غرض یہ کہ وہ چمک دیکھ چکی خاطر

نوجوان فلم اسٹوڈیو کی طرف کشاں کشاں چلے آ رہے ہیں

ایک سو سو چھترے، حقیقت کے کوسوں دور ... ہو کام

کی خاطر اس لائن میں آنا چاہے وہ آئے منہ دیکھیں اس چمک

دیکھ کا قریب کھا کر ت آئے۔ یہ چمک دیکھ اس نقی سونے

کی ہے، جو ہمارے ڈھائی، دوپہ تو رک رہا ہے۔

ان بد نصیبوں کا ”کل“ جو کچھ ہونے والا ہے، اُسے چھوڑیے، بھلا آج

کچھ کم قابل مہرت ہے؟

نظر اس وقت کی بہتوں کو پہنچتی ہیں۔ اب تو حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر اس پکار پڑی ہے تو ہم سننا میں دوا

عیش دے رہے ہیں، اگر آپ نرس کے عالم میں ہے تو ہم

”بنگلہ دہش“ میں مصروف ہیں، اگر میں نہ جانا داتا ہوا ہے

تو اٹھے کریم کو گلاب کی تفریحوں سے فرمت کہاں! جاوی

نہ لگیاں دائرہ انسانیت سے گزر کر سمیت کے اُن حدود

میں داخل ہو گئی ہیں جہاں نہاں کی کوئی ہنیت ہے اور نہ

باپ کا کوئی مرتبہ۔ جہاں نہ محبت ہے اور نہ شفقت۔ نہ

مذہب ہے اور نہ ملت، نہ مذہب ہے اور نہ سترام، نہ محرم

ہے اور نہ غیر محرم۔ سب اسلامی تعلیمات کا جنازہ اس جگہ

سے جا رہے ہیں کہ مذہب پر اٹھ جائے تو کیا ایسی قوم سے

والدین کی اطاعت کے تو نجات قائم کیے جاسکتے ہیں؟

یہ سادات تو ان کے لیے ہے اور یہ جو ہر تو انکی نفرت کو غطا

ہوتے ہیں جو اپنی الہامی کتاب پر غور و فکر کرتے ہیں، اُس کے

معانی و مطالب کو سمجھتے ہیں، مگر جنکی کتاب، بد نصیبی سے

صرف مٹھلی غلافوں میں رکھی رہتی ہو اور وہ مغربی افکار پر

سرزد ختم ہوں، یا کسی رقاصہ کے رقص پر تھکتے ہوں یا کسی

منقبہ کے نعشوں پر ٹپوٹ ہو جلتے ہوں، وہ سب بات آخری

کے اُن اسرار کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ مغربی تہذیب کا کپسل

ہمارا دین و مذہب بن کر رہ گیا ہے اور اس میں ہم ایسے اُلجھ کر

رہ گئے ہیں، کہ اس سے نکلتا اگر مشکل نہیں تو آسان ہی نہیں۔

”سچی باتیں“ آخر پیام کے بھی صفحہ اول پہنچتے لگیں!

نہا کی ہے اور بات مگر خوشخبری نہیں!

نمائندہ جدید

شائع ہوا ہے، کہ امر کہیں

۱۔ اگر ڈر جو تیں، اقرا ایش حسن و جمال کے مصنوعی طریقوں سے

کلام لیا کرتی ہیں۔ اور سٹار ہر وقت کا خرچ ان چیزوں پر ہوتا

سالانہ ہوتا ہے۔

گویا امر کی خاتون کا مجموعی خرچ ۱۰ کروڑ پونڈ سالانہ کا اسی ایکٹ میں ہوتا

اس ۱۰ کروڑ میں سے ۶ کروڑ پونڈ تو گھر کے اندر اس سامان میں صرف

ہوتا ہے اور ۴ کروڑ پونڈ شہر کے ہر مختلف حسن خاتون میں جا کر

تھوڑے ۵۰ غریب مختلف کریمیں (در غلیات) چہروں پر لگاتی ہیں، اور

میں سے ۵۰ غریب مختلف پوڈر (غاس)۔

لیپ اسٹیک سٹار ہر ہر بالغ خواتون میں سے ۵۰ غریب میں ہیں۔

دنیا سے بے یار کی خاتون جدید کی ”تہذیب“ میں اب بھی کسی کو

شک و شبہ کی گنجائش ہے؟

برنسبوں کے حقوق

”سوئٹ دوس نے شادی بیاہ کے

علا بطوں کے سلسلے میں جو باتیں کی ہیں، ان میں سب سے زیادہ

کام کی رفتار

اردو ترجمہ: تفسیر کا کام کو سمجھنا، جس کو قومی

تو ہے، لیکن پہلی پندرہویں میں رکاوٹیں بہت پیش رہیں اور رفتار گویا

مڑکی رہی۔ سوانح کچھ تو خالی تھے، اور کچھ دوسرے کام بھی۔ اور اندیشہ ہے

کہ ماہ میں بعد بھی رفتار اور اسی ہی شست رہی۔ اس اور بیان میں رقم

ذیل، بالکل گنہام، وصول ہوئی، اور قبول کی گئی۔

۱۰۰۰۔ اپریل۔ اورنگون (ذریعہ ایک مخلص از کلکتہ)۔

سچی باتیں

ذیل کا اقتباس جناب ہوش بکراچی سید آبادی کے

ایک معنوں کہ ہے، جو اسی اپریل کی کسی تاریخ کے پیام کے صفحہ اول پر

شائع ہوا ہے۔

”گزارہ انہ اب اسلامی تعلیمات ہمارے محافظوں میں باقی ہیں اور

نہ مشرقی عادات، اطوار ہم میں موجود ہیں۔ ان کا احترام باپ کا

اب اور بزرگوں کے احکام کا زمانہ لگ گیا۔ یہ تو انکشاف ہونا

ہے، میں کے قلب اجماع کی روشنی سے ہوا ہوتا ہے، جنگی

منفرد اسکا رویہ تا جائزہ لادوں سے متعلق ہے۔ حکومت زار کے زمانہ میں مسٹر ایکسٹریڈیٹریٹ کا یہ تھا کہ ناجائز بچہ نہ باپ کی جانب منسوب ہوتا تھا نہ ماں کی جانب۔ اس کے بعد سے انگلستان اور برصغیر میں فرانس وغیرہ یورپ اور کیر کے اکثر ملکوں کے دستور کے مطابق وہ ماں کی جانب (نہ کہ باپ کی طرف) منسوب ہوئے تھے۔ سوویت روس میں ۱۹۱۷ء اور روس کے اصلاحیہ کی کہ قانونی رشتہ کی بنیاد محض خونی رشتہ کو، نہ کہ مناسبتہ نکاح کو، قرار دیا، اور اس طرح ناجائز اولاد بت کا تخیل ہی سرسے اٹھا دیا۔ "شینیاواں کی عورت" سوویت روس میں "Woman in Soviet Russia" (۱۹۵۰ء)

یعنی ترقی یافتہ "رودش خیال" روس نے "جائزہ" کا قانون ہی آزاد کیا اور عادات و عادات کے خلاف کمال و خوار کی فہم پرستی کی باطنی و کھارجی اور گواہوں کے سامنے احتجاج و قبول ہوا تو کیا اور نہ ہوا تو کیا اور لاوار جرم حال اپنی ماں کی ولادت کے سارے حقوق پر صورت مسلمہ نامزدن ایسی نا انسانی برکزی نہیں۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر کچھ نہیں کیا، تو وہ جس کی اور کوئی ناجائز قرار دینے کے۔ بیان اس کے کسی تحفظ و سائنس کا نہیں کہ ایک ایسے ذمہ دار خاؤں کی تباہی سے جو خود اس روسی کیونرزم کی زبردست استقامت و عقائد اور اس پر ایک ضخیم کتاب کی منتظم ہیں! حراسوں کے حقوق کی دکالت اس پر روز اس سے قبل کبھی کیوں کی گئی ہوگی؟

آزاد عورت

یہ آئینہ دی مسئلہ ہے کہ باپ ہر حال اپنی اولاد کی پرورش کا ذمہ دار ہے اور اس لیے سوویت روس میں پرورش اولاد کے لیے ایک ہی قانون ہے، وہ وہ مناسبتہ نہیں ہیں [انلاور نتیجہ ہو نکاح کا یا محض عارضی تعلق کا، حقوق سب کے بالکل یکساں ہیں۔۔۔۔۔]

اب اگر باپ باپ ہونے سے نکاح کر دے تو حسب ذیل ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔

والی ایلی

سورة البقرہ

(۲۰ سلسلہ صدق)

۵۔ اولک علی بن ابی طالبؑ ہیں ہر ایت پر پہنچ کر ہر گاہ کی
د اولک ہم المفلون ۵ طرشتے اور ہی اولک ابی بکرؓ

۶۔ ان لوگوں کے خدو صیات ذیل قرآن مجید ہی سے معلوم ہو چکے۔

(۱) انکا ضمیر زندہ ہوتا ہے، یعنی انکے داس میں خوف خدا کی جگہ ہوتی ہے
(المتقین)

(۲) انکا اعتقاد اس مادی سے نہیں ہے، ایک عالم غیب پر ہوتا ہے۔ (المتقین)
(النبی)

(۳) علم انکے متعلق اللہ کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ یہ نماز پڑھتے رہتے اور
نماز کا حق ادا کرتے رہتے ہیں (المتقین المصلوق)

(۴) مالی حیثیت سے ادا و طرح پر بھی یہ مخلوق خدا کی خدمت میں لگے رہتے ہیں
(ما از قنم نیفقدن)

(۵) انکا اعتقاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول و حق ہونے پر مبنی علم
و مادی ہونے پر اور قرآن مجید کے کلام الہی ہونے پر بہترین و متور دیت
ہونے پر ہوتا ہے۔ (و یستون بما انزل الیک)

(۶) یہ تصدیق کرتے رہتے ہیں جو سے سلسلہ وحی و نبوت کی۔ (و انزل
من قبلک)

(۷) انکا اعتقاد کامل یہ ہے کہ ایک یوم آخرت پر، روز جزا پر، بالآخر
ہم پوچھتوں۔

۸۔ سورہ فاتحہ میں دعا بنان کی زبان سے حصول ہدایت کی تھی۔
ادنا انصراط المستقیم۔ دعا سنا قبول ہوئی۔ کتاب نازل ہوئی، بری اللعین
اب ارشاد ہوا کہ بن میں فلاں فلاں علمائیں موجود ہوں وہی تو ہیں
و او ہدایت پر۔ اولک علی بن ابی طالبؑ

۹۔ دنیا اور آخرت دونوں میں دنیا میں فلاح یہ کہ وہ ہدایت غیب
ہو گئی اور انفرادی و اجتماعی، شخصی و قومی دونوں حیثیتوں سے بہترین
و متور حیات، نازل مذکور کی طے کرنے کا بہترین ہدایت نامہ اکتوا کیا آخرت
میں فلاح یہ کہ وہ اس پر اپنا عمل کر دے گا۔

اسکے لایق اور جو دعا طلب واد بخوش شرمنا مشیہ چرا زین ہر
من ابن عباسؓ

نقطہ فلاح غری میں ہر کسی ہی وسیع معنی میں آتا ہے۔ دنیا و آخرت و
ساری خوبیوں کا جامع ہے اس لیے مفلون کا بار مفلوم کا برابر ہے اور
غیر کسی اور نقطہ سے ظاہر ہونا ممکن نہیں پس فی کلام العرب کہ
رجع من لفقة الفلاح لغیری الدنیا و الآخرة کما قال انہ اللسان (تاج)
ہم دنیا و ضمیر فلاح ہے۔ اسکے لایق سے معنی حصر کے پیدا ہو گئے۔
یعنی فلاح پس انھیں لوگوں کو حاصل ہوگی۔ ہم فلاح لے لے فلاح
حصر لغیر لغیر (کبر)۔ لیکن اس حصر کا تعلق فلاح کامل سے ہے نہ کہ

لیکن اگر کوئی، میں کی جہتی تک فلاح میں پورا ذکر جائے تو ہر اہم
بڑی خوشی ملے گی۔ (ہندو آدراس ۲۰۱۰ اپریل سلسلہ ۲)

یہ فلاح ہے کہ اکثر غریب و پل ایک نامور امریکی ماہر سائنس اور دوسرے
ماہرین کی تحقیقات کا مقصد یہ رہا ہے کہ اسی مادی فلاح میں چین
میں کے اسٹ پھر سے کتنا تیز ہونا چاہتا ہے اور وہ مادی آلات کے ذریعہ
سے علم میں آجاتا ہے۔ اب لوگ آج کی حالت پر کل کو قیاس کرتے
ہوئے ہیں اور اسوت کے پیمانہ سے پوزخ، فخر، تہمت، روزخ کے
مات و کفیات کو ناپنے لگے ہیں۔ وہ کس درجہ سطحیت و انا کی میں
نہلا ہیں۔

حال میں وزن اگر آج کسوں میں ہوتا تو قیامت میں
اسکے حق پر آخر کیا دلیل سے!۔۔۔ نوادوں کا کہنا ہے کہ تجارت ح

اپنی تمام شاخوں کے نام سے بہت وسیع ہے۔ بے دینی ہونا نہ ہو لیکن بے انشائی
اور سطح بینی یا تو اسکے کچھ بھی شہر نہیں ہو سکتا۔

مصدقین گجراتی میں

بھائی صاحب کی طبی کے

مصدقین پہ ابتدا ہی سے زیر مطالعہ رہا۔ جب چھٹے یا ساتویں
درجہ میں ہو چکا تو بھائی صاحب کو تجارتی مصروفیتوں کے
بڑھ جاسنے کی وجہ سے کبھی انوں کا گجراتی کلام جاری نہ
ہو سکا۔ میرے بھائی صاحب نے اس کی کھپ اور معذرت
کے تحت رغبت اور توجہ دلائی اور سکول کے زمانہ ہی سے سیم لٹر
کر کے اس کام کو شروع کر دیا گیا۔ میٹرک کے بعد تجارت کے
میدان میں قدم رکھ کر یہ شتاد پابندی کے ساتھ جاری رہا
اس دوران میں میں نے "اسلم بلین" (دب سلم بلین) کے ایڈیٹر صاحب
کچھ روز تک سچی باتوں کو اپنے اخبار میں پیش کرتے رہے۔
صدق کا اجراء تو چار لکھوں تک غریب "صاحب اس غریب
کو انجام دیتے رہے۔ اسکے بعد یہ خدمت پھر بند ہو گئی
آئی "اسلم بلین" میں یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ آپ کی
نیوں نشر شدہ تقریریں (یعنی قرآن کیا ہے؟ "عید الفطر"
اور "عید الاضحی") اللہ کے فضل و کرم سے گزشتہ مہینوں میں
گجراتی لباس میں ہر روز ناظرین ہو چکی ہیں۔ یہ تقریریں ہمارے
عزیز کریم جناب "ناروی" صاحب کے "اسلم گجرات" میں
شائع ہوئی ہیں۔

انتباس بھی کے ایک بچہ ان کے خد کا ہے۔ یہ مصدق کی تقریریں اور
محبوب جو کچھ بھی ہوں یہ غیب تو ہر حال میں موجود ہے کہ دوسری زبان میں سکا
ترجمہ بہت دشوار۔ اور جس لوگوں کی مادری زبان اردو نہیں، اسکے لیے تو
اسکا باری طرح سمجھ لینا بھی آسان نہیں۔ اس صورت میں یہ تا مترادگی
قدرت ہی ہے کہ ایک بچہ ان کے دل میں صدقین صدق کے سلسلے
ترجمہ کی بہت پیدا ہو گئی!۔۔۔ ایسی افلاں میں مجسم جنتوں کے آداب
شکریں ایک لفظ بھی لکھنا ان کے لبہ ترین جذبات کو نکلیں لگا ہے۔

<p>۶۔ ان الذین کفرو سوا علیہم وانذرتم امم متذہبہم باہونہ</p>	<p>یعنی جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے ان کے حق میں خواہ آپ لوگوں کو یہ ذرا نہیں اٹھو، ایمان نہ لائیں گے</p>	<p>۷۔ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم</p>	<p>۸۔ نہر کوئی ہے البتہ اس کے دلوں پر اور انکی شنوائی پر اور انکی آنکھوں پر</p>
--	---	---	---

ہو جاتی ہے۔ اسوقت وہ ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ طیب روزنامی میں
کہ سکے کہ رب پر حق کو نہ قبول کرے گا، کیونکہ اسکی استعداد درست نہیں رہی۔
(معاذی)

۹۔ اس لیے کہ وہ ایمان لےنے کا تمہد ہی نہیں کرتے، اور تعلیمات اسلامی
پر غصہ نہایت کے ساتھ غور ہی نہیں کرتے۔ یہ وہ ان یوسوا (ایہ عباسی)
س سے پہلے فقرہ کی اور تاکید اور توفیق ہو گئی۔ اور معاذ کافروں کے
میں میں انہما اور عدم انہما کا کیاں ہونا اور زیادہ روشن ہو گیا۔

۱۰۔ بالعموم جملہ کی ترکیب توفیق یوں ہی کی گئی ہے، اور معنی میں ہر ایک
ہیں۔ جملہ ہو کہہ لگتی ہو کہ (ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور
ہو کہہ لگتی ہو کہ (ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور
تعبیر اور مراد ہو کہہ میں۔ یعنی لایوسون جملہ معصروں کو کہہ لگتی ہو کہ
خبر ہو۔ (ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور
میں ہو۔ جملہ معصروں کے آگیا ہو۔ اصل مقصود وہ دونوں ترکیبوں کی صورت یہ
ایک ہی ہوتا ہے۔ کھیل ان کیوں لایوسون خیر لان تقدیرہ ان الذین
کفرو لایوسون کیونکہ تو کہہ لگتی ہو کہ (ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور
(ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور
اعتراض (ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور
کیونکہ لایوسون خیر لان تقدیرہ ان الذین
کفرو لایوسون کیونکہ تو کہہ لگتی ہو کہ (ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور
(ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور

۱۱۔ اللہ کی طرف سے ہر ایک کے لیے اختیار کی گئی ہے، اور
نہ کہ اس کے قبل۔ نظریات سیم اور حق میں غور و فکر کی وقت ہر انسان کو عطا
ہوئی ہے، لیکن جب انسانی ہدایت و رہنمائی کے منہ موڑ کر تاؤں
شبیانی پر پہنچنے کا غم نہ دیتا ہے، تو وہ سلسلہ غفیس میں جا داخل ہوتا ہے
ایہا وعلیم السلام کے سلسلہ رحمت سے خارج ہو جاتا ہے اور نصرت الہی
سلسلہ سے چھوڑ دیتی ہے۔ اب اسے ہر روشنی تاریک ہے اور ہر تاریکی روشن
نظر آتی لگتی ہے۔ اس نے اپنے لیے جو کچھ اختیار کیا، وہی اللہ اسے عطا
عطا العمل ہے، اب نہ توں کہہ لگتی ہو کہ (ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور
لگتا ہے۔ اور یہی معنی میں انسان کے عقل و حواس پر ہر گھبراہٹ ہے۔
نہا ہر ہے کہ یہ ہر خداوندی کوئی مادی چیز نہیں۔

۱۲۔ ختم علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم
تباہی فی اعتقاد باطل اور کتاب مظلومہ کیونکہ نہ طاعت و جہاد الی (حق)
ورقہ ذلک بلیغ ثمرہ علی استخوان العاصی وکانما ختم بذاک علی قلب
(در غیب) دل ختم وہ تفسیر علی تحقیقہ والمراد یہاں یہ کہ فی نحو سہم سہم
تہتم علی استخوان العاصی وکانما ختم بذاک علی قلب
تہتم وکانما ختم علی القلوب وکانما ختم بذاک علی قلب
نہا الحق (بیماری) وکانما ختم بذاک علی قلب
نہا وکانما ختم بذاک علی قلب
نہا وکانما ختم بذاک علی قلب

۱۳۔ (بناچار اب یہ سمجھتے ہیں)۔ دل سے مراد سینہ کہ (ذکا و غفہ کو

مطلق فلاح سے۔ اور اعلیٰ سے مراد ہے کمالوں کی فلاح۔ اس سے مترادف
کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہے کہ آیت سے مرکب کیا سکے یہ عدم فلاح کلی ہے۔
۱۴۔ فلاح نہیں عدم فلاح کمال الہیہ تخلیقی ہے۔ یہ دل علی انہما کمالوں کی
الفلاح فیازم ان کیوں صاحب الکبریا غیر کمالوں کی الفلاح (کبریا) فلاح
الفلاح المطلق لا یتعلق الفلاح فیما فی الفلاح المطلق لا یتعلق الفلاح فیما فی

۱۵۔ (درود اسرار)۔ ختم علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم
یہ لوگ علم النور میں حالت کفر میں پہنچے ہوتے ہیں۔ ہر ایک
دلائل حق پر غور نہیں کرتے، بلکہ کسی نہ کسی تعبدیت کے ماتحت اپنے دین ہائے
پرستہ رہتے ہیں، انکی استعداد قبول حق روز بروز کمزور ہوتی جاتی ہے،
ہاں تک کہ بالکل مردہ ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ اس سلف کے ایک روایت یہ بھی آئی ہے کہ آیت میں غامض اشارہ
یہود مدینہ کے سرغنڈوں کی جانب ہے، جبکہ کفر کفر محمود تھا، یعنی یہ لوگ
ویدہ ورواستہ خفا سے حق کرتے تھے۔ (ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور
وکان ابن عباس ہی ان ہذا الایۃ نزول فی الیوم والیومین کا فائدہ اٹھا
اللہ نے اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ فی جو دسم یومہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم (ابن جریر)۔ عن ابن عباس (ع)
۱۷۔ (انکے عدم التفات اور بے حسی کی بنا پر)۔

۱۸۔ لیکن آپ کا فرشتہ تبلیغ برابر جاری رہے اسے پیغمبر (ابن عباس)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم کو جو حق کہہ لگتی ہو کہ (ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور
خبر برداری گئی، کہ آپ خواہ کچھ بھی کریں، جو بدعت، یعنی سلاحت حق فساد کا
بہ نتائج کر چکے ہیں انکے حق میں سب کیاں ہے۔

۱۹۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکر من ان یوسن مع الناس ہوتا ہوا
علی اللہ علی فاجر، اللہ تعالیٰ انہ لایسن الا من سبق لہ من اللہ العادۃ فی اللہ
القادر (ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور
انہ لایسن الا من سبق لہ من اللہ العادۃ فی اللہ
القادر (ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور
انہ لایسن الا من سبق لہ من اللہ العادۃ فی اللہ
القادر (ایہ کثیرا) جملہ معصروں کا جہان مانتا ہے اور

۲۰۔ قناہ ہے کہ یہ مردہ ختم علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم
مرعنی الی کا بیان نہ ہو کہ "علم" اور "مرعنی" کے درمیان فرق نہیں ہوتا
کا ہے اور عوام ان میں غلط کر کے عجیب اکھنوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔
طیب عاذن بارہا مدتیں بشر جبرہ دیتا ہے کہ غلاں برینین برابر ہونے
چھا نہ ہو کہ۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ مرعنی کی موت کی خواہش طیب کے
اس پاس بھی نہیں ہوتی۔ "اللہ تعالیٰ اپنے ہر شخص میں اس کی پیدائش کے
ساتھ استعداد قبول حق کی رکھی ہے، اگر یہ شخص خود اپنی ہوسے نفسانی و خود
غرضی کہ وہ جسے حق کی مخالفت کرتا ہے، حتیٰ کہ ایک روز وہ استعداد و فنا

(بقیہ صفحہ ۸)

رحمت اللہ علیہ ہی تھے۔ لہذا میں بھی اپنے آپ کو ایک دریا پار دی ہی
سے رجوع کرتا ہوں۔ والسلام

خاکسار رحمت اللہ الہ ذری (آئندہ دور - دکن)

صدق آپ کا تحلیل املاً صحیح ہے، البتہ ایک اور دیکھنا چاہیے اور
دوسرے کی مخالفت میں شاید ناوائستہ بیان ہو گیا ہے۔

اس موضوع کے بڑی بات و تفصیلات، خصوصاً شخصیات و تواتر کے
دائرہ سے بالکل خارج ہیں۔ بنیادی حیثیت سے جو کچھ عرض کرنا تھا،
آستانِ رواہ کے زیرِ عنوان ایک قریبی قریبی عرض کیا جا چکا ہے۔

تصحیح

صدق کے اس سے پہلے نمبر میں "ان کے قدموں پر کے ہم ہوں"
جو مضمون درج ہوا تھا، اس کے آخر کی سطر میں "کتاب سے" لکھیں۔
وہ طریقہ یہ ہیں :-

۱۔ احباب کرام مجھے تعزیت اس لئے لکھنے کے بہتے ہوئے ہو گئے کہ شہری سے
دعا سے مغفرت اور توفیق درجاست کریں اور ایمان و اہل گمراہی سے
توبہ ہی تمام ہو کر دیں۔

خریدارانِ صدق کی خدمت

حب ذیل خریداروں کی بجاوہ خریداری، اس مسئلہ میں تمام ہو رہی ہے
انکی خدمت میں عرض ہے کہ براہ کرم چند ماہ میں کے اندر اندر جو ادب و دفتر
شکار گزار ہو گا۔ اگر اس میں تک نہ وصول ہوا تو بدرجہ مجبوری کم جون مسئلہ کو
دی۔ پی روئے ہوئے۔ اس صورت میں کام کی زیادتی کے علاوہ خریدار صاحبان
کا بھی امر کا زائد خرچ ہے

۲۵۸	۲۰۱	۳۳	۲۵۸
۲۶۸	۲۲۶	۵۰۴	۲۶۸
۹۹۹	۸۰۳	۸۰۳	۹۹۹
۸۹۶	۸۵۱	۸۰۴	۸۹۶

پاکستان و ہندوستان

مرتبہ سید عبدالقدوس ہاشمی (مذہبی)

دست کی سب سے اہم اور مقبول تحریک پاکستان کے متعلق مستند کتاب
سلاطین پاکستان کو سمجھنے کے لیے اس سے بہتر کتاب کوئی نہیں۔ پاکستان سے
بچیں رکھنے والے حضرات علیہ لطف کریں۔ بیخاست ۲۳۶ صفحہ جلد
نہایت صحت دور و پیر

لئے کا پتہ :- مہتمم دارالافتاء و ناساعت سیاسیہ شاہراہ عثمانی حیدرآباد دکن

خداوند! دہم عذابِ عظیم۔ | پروردگار! اور اس کے لیے عذاب ہے۔

نہیں جو اصطلاح حسبِ میں طلب کیا ہے، بلکہ مراد ہے مرکز احساس اور عقل
اور ارادہ کا۔ محاورہ زبان میں دل اسی کو کہا جاتا ہے، اور تمام افعال ارادی
کام اس سے ہوتا ہے۔ یہی محاورہ قرآن میں ہے "اور نیت و انہل"
اور دوسرے ادیان کی کتب میں سب سے یہی محاورہ اختیار کر لیا ہے۔

۱۔ چنانچہ قرآن کی ہر آیت اور حق کی ہر کلمہ اس کے لیے غور و خوض سے
۲۔ چنانچہ سب سے دلائل حق اور روشن آیات الہی ہیں انہیں نظر میں
آئے۔)۔ سب ثمرہ ہے ان کا فزوں کے اادی و عوام میں منہ کن کا۔

من فانی کی جانب سے افعال کا انتخاب بعض کو اپنی حیثیت سے ہے۔
۱۔ طور حالت "ال" یا "ع" یا "س" کے۔ اور اس میں حرج انسان
کے زہر کھانے پر غور و خوض سے کرتا ہے، اسی طرح انسان کی ارادی قریبی
سے ارادہ الہی پر غور و خوض سے کرتا ہے۔

تو ریت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے افعال کے انتخاب پر غور و خوض
بکثرت ملتی ہیں۔ مثلاً :-

"خدا نے تم کو وہ دوں جو سمجھو اور وہ آنکھیں جو دیکھیں اور
وہ کان جو سنیں۔ آج تم میں دے گا (تشریف ۱۹: ۱۱)
تم سناؤ اور چہرہ چھو نہیں تم دیکھا کرو اور چہرہ چھو نہیں اسوۃ
ان لوگوں کے دلوں کے چہرہ دے گا ان کے کان کو بجا گا۔

(یام - ۱۹: ۱۱)
"وہ نہیں چاہتے اور نہیں سمجھتے کہ آنکھیں ہیں اور وہ
دیکھتے نہیں اور اس کے دل بھی سوتا ہے۔" (اسیاء ۱۰: ۲۲)

"تو تیری آنکھیں جو کہتی ہیں "بہرہ" اور "تو تیری سرب
پر جو کہ غیب میں ہیں" حجاب ڈالے گا۔" (اسیاء ۲۳: ۱۸)
"میں نے (نہیں) اس کے دلوں کی سرکشی کے بس میں چھوڑ دیا"
(زبور - ۱۰: ۱۱)

انہیں بھی اسی اشارے سے غالی نہیں۔ وہ چون (۱۱: ۱۱) اور (۲: ۲) تفصیلی کیوں
۱۱: ۲ - خیرہ -
۱۱: ۲ (آخرت میں)

یہ عذاب آخرت میں متعین ہو گا اور ان فرماؤں کی مسلسل تفرایوں کا بیان
آخری جہ طور لازمی نتیجہ دہم کے ہے اسی بخوبی زندگی کے۔ جو ختم آج ہاں
ڈالے گئے ہیں اور وہاں تناور درختوں کی شکلیں ہیں تاہم یہ
عذاب کے شدید و عظیم ہونے میں شک ہی نہیں۔ البتہ سلی قادیانی
کفایت و حقیقت اور انک بھری سے باہر ہے۔ من الامام، من الامام اور
عظیم ناہیلم کمنہ، الامام (سیدنا دوسری و مرادک) و التکبیر فیہ اللوغیۃ لہم
فی الآخرة من العذاب غیر متعارف فی عذاب الدنیا۔ (مروج)

مکرمیت و تقدس خدا کے اس کوئی قابل قدر چیز نہیں بلکہ جو کچھ قابل چیز ہے
عند اللہ بھی اور عند الناس بھی۔ وہ انسانیت کا نام ہے جو امانت بزرگانی
و خلافت و حکمرانی سوائے انسان کو مطلقاً پوری کر دکھانے کے اور عرصہ و رب
بھی کامل و اتم رہے اور اُدھر انور بنوری کی نظمیں اور جلال عیشت انسانیت
بھی بدرجہ اتم پوری ہو۔ یہ درجہ اکملیت عبودیت کسی انسان کو سوائے ذات
محمّدی کے حاصل نہ ہو سکا۔ مگر ہر منہنی غرب کی وجہ جو کہ امانت عظمیٰ یعنی
خلافت علیٰ سناج نبوت کھڑی مدت کے بعد ہی رفع ہو گئی اور ایک مخصوص
کھٹ دانی بدشاہت یعنی ملکیت مطلقہ و مستبدانہ و تغلب و تصرف بجا
آنے لگی جاکے لی اور رفتہ رفتہ اس نظام بدیع و کبریا کے جاتے رہنے سے
اسلام کی ساری خصوصیات ایمانیہ و احسانیہ رفتہ رفتہ گزشت ہو گئے جنہیں
کہ مغلوں و ترکوں اور پھر یورپین قوموں (یا جوج و اجوج) کی زبردستی اسلام ہی
پر اجاست ہوئے کی ذلت آنکھی اس لیے پھر سزاوارتہ ایک سماجی برائی جو
شریعت پر لکھی ہوئی تھی اور احسانات یعنی سحر و شہادت کے
رنگ میں جب تکیم حاصل قرآن و حدیث رنگ دے تاکہ ملکوت اسلام حسب
مستطلاح انجیل اور امامت عظمیٰ حسب اصطلاح اسلام نہایت پر نام
ہو سکے جسکے قیام سے ہی وہ امن و امان عام بنایا میں قائم ہو سکا ہے
جسکی پیشگوئیاں کی گئی ہیں اور اسلام میں تو نہایت صراحت کے ساتھ
اسکی تفصیلی بتدین گویاں موجود ہیں۔

اس سے زمین پر امانت عظمیٰ کا قیام۔ ظاہر ہے کہ ایک نہایت ہی سخت
عقارب عظیم کا محتاج ہے جو اپنی زندگی و نشاط میں سابقہ اعلیٰوں سے
بڑھ چڑھ کر رہے اور جو حق کو غالب اور باطل کو ہمیشہ کیلئے مغلوب کرے
لہذا اسے طاقت و قیامت کبر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اسکی سلامتی
اور وجہات کو شرائط السانہ بھی کہنے میں اگر اس عاجز نے بحث با جوج
یا جوج دالے مضمون جاریہ "صدق" میں تفصیل یہ انکی بات تبادلی ہے
کہ حسب قرآن و حدیث ساعات میں ہیں۔ تنفر سے اور شعلی کبر سے سگری
موت کا نام جو ہر انسان کی انفرادی و جزئی قیامت ہے۔ اور سنی
قومی دلی موت والا انقلاب ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں اقوام سابقہ
عاد و ثنود و غیر جماعتی و بادلوں اور ملکات کو قیامت کے الفاظ سے جو
عذاب یوم الیم عذاب یوم کبر و غیر ہا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسلامی قوم کی تباہی
لیسے قیامت کے تین درجہ احسانی و ایمانی و اسلامی۔ اور ان تینوں حیاتیوں کے
لیے بھی انقلابات ضروری ہیں۔ دور احسانی خلافت راشدہ دور ایمانی ملکوت
عربیہ گزار چکے ہیں اور ان دونوں کے بھی انقلابات ہائیکہ یعنی قیامت کے سنی
قائم ہو چکے ہیں یعنی قتل عثمانی و جنگ صفین و صل و حرہ و غیرہ اور قیامت سے
ترکیہ و منلیہ چنگیز خانی و گورکانی عثمانی و غیرہ اب دہری سنی قیامت و سنی جو
ان سب سے گزرے ہے اور سخت ہولناک وہ بھی انقلاب عظیم ہے جسکے علاوہ
و شرائط با جوج و اجوج اور مسیح و نبال و غیرہ ہیں اور شاید اس
صدی کے اندر ہی گذر دیتا۔ وہ انقلاب امانت عظمیٰ کے قیام کا نام
سے اور ملکوت اسلام کا مشاہدہ کر لے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و اعلم۔

مسح و مریم علیہما السلام

(سلسلہ صدق)۔

از مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب تاج تاجری - حیدر آباد دکن
یعنی امام ہدی سب مذاہب و ملی کو اٹھا دیکھا اور سوسے خاص
و اصلی دین کے اور کوئی باقی نہ رہ گیا جسکی اصل بنیاد کتاب اللہ و ہجرت
اور حدیث بہ طور شرح و تفسیر۔ فقہاء کی مختلف فقہیں اور کلامیوں کے
مختلف خانہ ساز عقائد و کلیات سب ہباء و منشور ہو کر رہ گئی۔ جب فرقہ
و ادیانہ عقائد و عقاید مختلفہ و مجتہدات فقہیہ متنوعہ ختم ہو چکیں گی تو ساری
قویاتیں مٹ کر ایک ہی نوعیت و قیامت کی قائم ہو جائیگی تو دنیا (یعنی نجات
کا وہ منظر) کچھ لیگی جسکے لیے وہ زمانہ سے تڑپتی رہی ہے۔

محمد اور مسیح

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انا اولیٰ بعیسیٰ بن مریم
ولیس نبینا نبی۔ یعنی میں سب انبیاء سے زیادہ عیسیٰ بن مریم اور انبیاء سے
مبارک و بزرگوار اور مکمل اللہ و روح اللہ سے حقیقہ و معنی قریب تر شخصیت
رہنے والا ہوں اور ہمارے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اس حدیث میں
اسی اتحاد و یقین کی طرف اشارہ ہے۔ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت
و ہی تعلیم لے تشریف فرما ہے جو حضرت یسوع صریٰ ابن مریم دیا گیا
دینا چلتے تھے جیسا کہ غار قلیط کی نسبت حضرت یسوع صریٰ نے
فرمایا تھا کہ میں اپنے باپ (الاک، مریم) کے پاس جاتا ہوں اور
اس غار قلیط روح النحن کو تھا، اسے پاس بھیجے دیتا ہوں جو تمام وہ
تعلیمات تم کو دیکھا جو میں دینا چاہتا تھا اور اخیر زمانہ کا کے اقامت
تم کو بیان کر دیا گیا (اس مضمون کو وہ مختلف عبارتوں میں ادا کرتے تھے)۔
دیکھو اناجیل موجودہ۔ مگر چونکہ یہود و مجتہد مونی تھے اور عیسیٰ محض و شہر
حضور اقدس کی سنانے آئے تھے اس لیے انکو اس تعلیم کی تبلیغ نہ کرنی
تھی اور نہ انھوں نے کی۔ اور درحقیقت وہ کہ بھی نہیں سکے تھے اسلئے
کہ وہ ناقص البشریت پیدا کیے گئے اور محض ہو و بوجہ ختم کرنے اور
اور انکو معصوب علیہم و ملعون بنانے آئے تھے۔ لہذا انسانیت کاملہ کی
تعلیم ایک ناقص البشریت مغلوب الملوک و نبوت انسان دے نہیں سکتا تھا۔
لہذا حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام کے لیے جن لایا گیا جبرائیل
سے انسان کامل کا بہترین نمونہ بنایا گیا تھا جو ادھر اُدنی انسان کے
صفات بشریہ میں بھی ایک کامل ترین انسان تھے۔ اور ادھر اس بشریت
و مادیت کاملہ کے باوجود قرب ایزدی کے اس تقدس اعلیٰ کا رتبہ حاصل
فرمایا تھا جو خود کسی ملکوت دالے کو بھی حاصل نہیں تھا۔ حضرت عیسیٰ محض
نسخہ بشریت کی اور یہ کہنے سے رہ گیا کہ

اگر ہر قوم سے ہر قوم پر

خود شاہی ابو ذر پر

انکی وجہ یہ ہے جو میں اب تک سوا اور بار بار بیان کرتا آیا ہوں کہ نفس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاحیہ انداز میں تقریباً پانچ سالی ہوئے ہیں کہ خاکسار کی وجہ کانگریس اور مسلم لیگ کے سیاسی اور ادبی ہم مرکز رہی اور ہمیشہ یہ سمجھنے کی کوشش رہی کہ ان ہر دو اداروں میں سے کونسا ادارہ مسلم قوم کی دینی و دنیوی ترقی و ترقی و ترقی کے لیے بہتر ہے۔ لیکن ابھی کم سوادی کے باعث کوئی قطعی فیصلہ نہ کر سکا۔

یہ دو ماہ قبل ایک شب کا واقعہ ہے کہ اسی مجلس و مجلس میں نصف شب کے بعد آنکھ ٹپک گئی، علی الصباح قوم و ملت کی دینی و دنیوی حالت میں آیت ذیل تلاوت کرانی گئی

اللہ ولی الذین آمنوا وخرجہم من الظلمات الی النور والذین کفروا اولیاء ہم الطاغوت یرجوا نهم من النور الی الظلمات۔

اس ہدایت ربانی کی روشنی میں اپنے ہم انھیں کی بنا پر غور و فکر شروع کیا۔ کانگریس کے ضامن یہ خیالات پیدا ہوئے کہ (۱) اسکے بنیادی اصول ہیں قوم اور ملت پرستی۔ اہمیت۔ ان اصول کا نہ صرف زبانی اقرار کرنا۔ بلکہ عملی یقین کے ساتھ ان پر عمل کرنا بھی لازمی ہے۔

(۲) ان کے جلسوں کی ابتدا خدا سے پاک کے نام سے ہو جو رب العالمین اور وحی القیوم ہے) نہیں ہوتی بلکہ ”ہندو ازم“ کے ترانہ سے جس میں وطن کو (جو محض ایک بے جان چمڑے) ایک پوی تعلق کو کہے اس کی حمد و ثنا کی جاتی ہے۔ جہاں خدا کا نام لینا ممنوع ہے اور حضرت پرستی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

(۳) جو شخص جس قدر شدت اور شدت آتش کے ساتھ خدا سے پاک کا انکار اور تمسک کرتا ہے اسی قدر تعریف و توصیف کا مستحق اور بلند رہی کے لیے موردِ تصور کیا جاتا ہے۔

(۴) جس چیز کا خدا سے پاک سے معمولی سا بھی تعلق پایا جاتا ہے وہ چیز قابلِ نفرت اور اس کا ٹھکانا ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ مثلاً راجا اور راجے اہل ملک کے بلحاظ مذہب و ملت ہندوستان میں رائج کیا، اسی جماعت کی اکثریت نے اسے عزت اس بنا پر کہ وہ فرقہ (جو مسلمانوں کے نزدیک خدا کا کلام ہے) کے ہم الخط نہیں لکھی جاتی ہے، علی الاعلان ماننے کا نتیجہ کر لیا۔

(۵) اس جماعت نے علی طور پر بھی اپنی حکومت اور وزارتوں کے زمانہ میں مسلمانوں کے دینی رسم و رواج، تعلیم و تہذیب، وغیرہ کے خلاف جو کچھ کیا وہ انہیں اور غیر جانبدار اشخاص اور اداروں کے بیانات سے بخوبی واضح ہے۔

(۶) جہاں نسل۔ قوم۔ وطن جیست ادا رکھتے ہیں اور مذہب ناموسی جیست۔ مادیت اصل الاصول۔ روحانیت تقویم پارینہ۔ ان خیالات کے پیدا ہونے سے پکار کر کہہ دیا کہ یہی جماعت اولیاء و طاغوت

(۱) شریعت میں نہ صرف یہ بلکہ ہر چیز میں بھی اگر کوئی چیز صحت کو رکھنے کے لیے ضروری ہے

ہے۔ خود فرمائیے کہ علامہ کرام کی ایک نہایت جامعیت مسلمانوں کو کانگریس میں جو حق و شرکیت ہونے اور ان کی جائزوں پر آنکھ سے کچھ چھوڑنے کی ترغیب دلائے اور ان کی شرکت کے لیے ایڑی چھوٹی کیا اور لگائے۔ لیکن اسکے باوجود مسلمان رفتہ رفتہ کانگریس سے علیحدگی اختیار کر گئے اور علامہ کرام: ”سب سے بڑا کاروان جو کہ مارے مارے پھرتی، کیا یہ خدا کی ترقی نہیں ہے؟ خدا کی نشان دہی ہو کہ وہ غلام و غلام دین کے کورے۔ خدا اور رسول کے برابر مغربی علوم و فنون کے دیوانے۔ تو دین سے نزدیک ہو رہے ہیں اور تہذیب کی طرف توجہ کر رہے ہیں۔ اور ہمارے علمائے کرام و فضلاء وغیرہم داخل بہتجدد۔ اور عالمی باطل پرستی۔ یا الہی یہ کیا ارتقاء عظیم ہے۔“

حسن زبیرہ ہلال از حبش صہیب زردم
زناب کہ ابو جہل اس پہلو بھیست
آب جو مسلم لیگ کی طرف خیالات رجوع ہوئے تو اسکے اعتراض و مقاصد طریق کار، اثرات حسب ذیل پائے گئے۔

(۱) اسکے بنیادی اصول اسلام سے متصادم نہیں ہیں۔ خدا اور رسول کے احکام کے خلاف کسی قانون کے وضع کرنے سے انکار۔ مادیت سے پرہیزی۔ روحانیت سے دلچسپی۔

(۲) اسلامی رسم و رواج۔ تہذیب و ثقافت کی ترویج و تائید۔ شریعت حقہ کا تقاضا اور پاسداری۔

(۳) اسکے جلسے خدا کے نام اور آیات قرآنی کی تلاوت سے شروع اور ختم ہوتے ہیں۔

(۴) خدا کی ہستی۔ وحدانیت۔ رسالت۔ قرآن کے کلام ربانی اور اس کا لسانی اور تبلیغی اذعان۔

(۵) وطن کے حدود و شریعت کے اندر محبت اور عزت۔ غیر اقوام کے ساتھ مساوات اور داد داری۔

(۶) اس جماعت میں گو شریعت کی پابندی کرنے کی کمی ہو لیکن شرک۔ لادینی سے یہ جماعت معذور ہے۔ اس میں بے عملی چھوڑ کر عمل کی طرف رجوع ہونے کی ترغیب پائی جاتی ہے۔ بے اعتدالیوں سے تو ہر ایک احساس اور تقاضوں سے پاک ہونے کا جذبہ پیدا ہوتا جا رہا ہے۔

سندرجہ بالا مقاصد اور طریق عمل سے یہ خیال پیدا ہوا کہ کیا عجب خدا سے پاک اس جماعت کا دوست بنائے۔ اب لیگ تو یہ جماعت صرف تائید الہی کے ترقی کر رہی ہے۔

یہ خیالات تو مجھ ناچیز کے لئے۔ جو کہ مولانا سے محترم کا شمار میں حق پرستی رہا ہے۔ اور انھیں حق سے کبھی دیر نہیں فرمایا گیا، لہذا اس بارے میں بھی خاکسار کی رہنمائی فرمائی جائے تو باعثِ ممنونیت ہے۔ محض سادہ کہ خاکسار کا دریا بڑے قدیم فاضل و فاضل ہے۔ میری ساتویں پشت کے جدِ علی۔ دریا بڑا ہی سے اولاد کوں میں رہا ہوئے۔ جتنے فیضانِ الہی کا سرچشمہ حضرت سید محمد دریا بادی ہیں۔

مولانا محمد عظیم دہلوی

وَأَتَى بِجَاءٍ بِالْصَّدَقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (ادھر جو سچی بات لکھنا اور جس نے اسکو سچ مانا اور ہی پہنچا رہا ہے)

ایڈیٹر: عبدالماجد

چند روز اور انتظامی امور

کے بارے میں مراسلت اس پتے پر ہو۔

محمد عبدالرؤف عباسی مستم صدق

مرشد آباد پٹن۔ گولہ گنج، گھنٹو

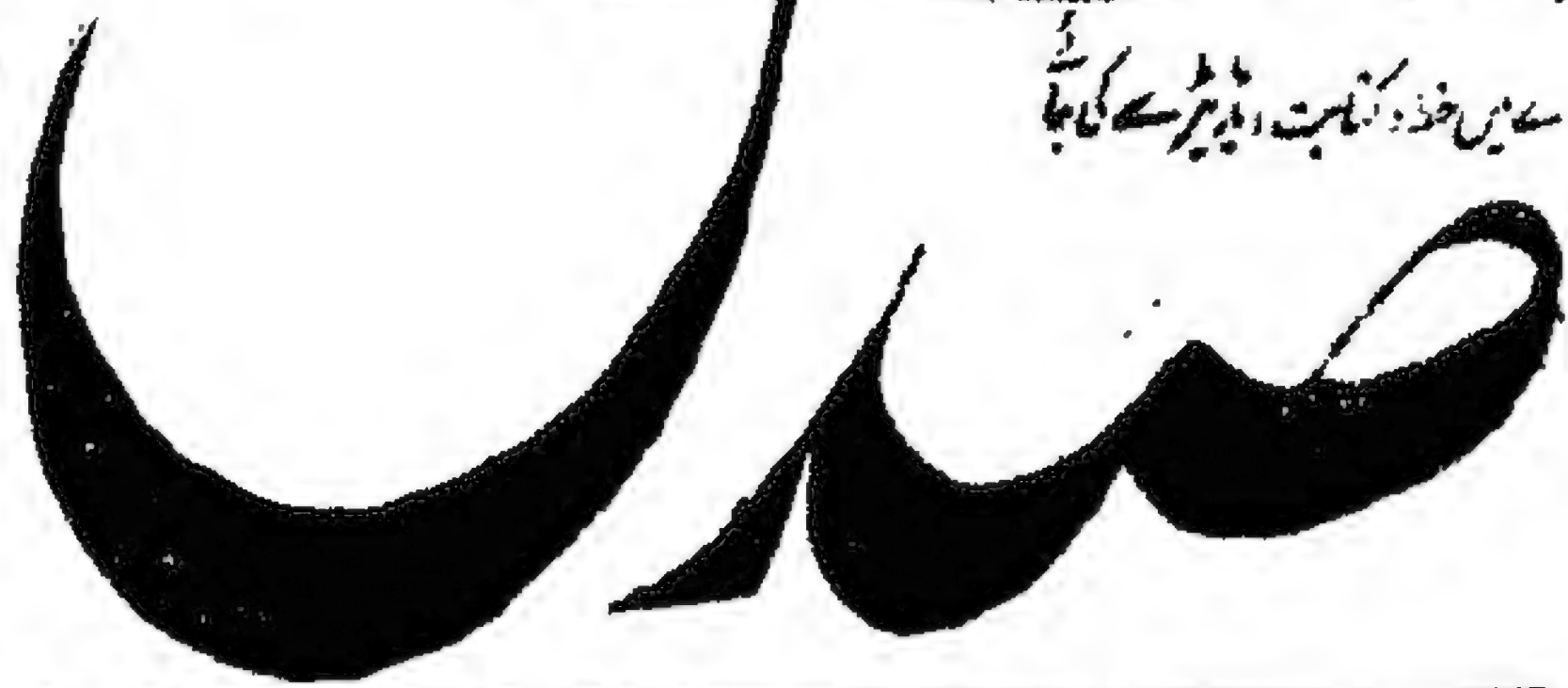
چند سالانہ

ششماہی

برمان ہندو سالانہ

ششماہی

تہمت نی پونچہ امر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمبر ۲۸ - دوشنبہ - ۲۸ - ربیع الثانی ۱۳۸۱ - مطابق ۲۶ مئی ۱۹۶۰ء - جلد ۶

کام کی رفتار اور ترجمہ و تفسیر قرآن قسط وار ان صفحات میں

عمل رہی ہے۔ کام بھلا اللہ جاری ہے اگر رفتار بہت ہی سست ہے۔ دوسرے مشاغل قدم قدم پر جاری ہوتے رہتے ہیں اور انہیں میں سے اگر کسی ترجمے کی جگہ سے بھی کسی کوئی دن منسل گزر جاتے ہیں نہ اردو ترجمہ تفسیر کا وقت ہی نہیں ملتا۔ میں روز و وقت ملتا بھی ہے کام قرآن مجید کی ایک دو آیتوں سے زیادہ نہیں ہو پاتا۔ بہر حال بیسیا بھی ہو رہا ہے اسکے نوٹس پیش ہی ہوتے رہتے ہیں۔ اہل علم میں سے تفصیلی رسلے سے کسی صاحب نے بھی شرف نہیں فرمایا ہے (جہاں رسلے بھی دہریہ ہیں)۔

۱۔ سنی - ایک مخلص از پشاور (قسط دوم)

بھکار حکومت کے سایہ عاطفت میں! ایک رسالہ نگار و تحریر فرماتے ہیں:-

"آپ کو یہ سن کر شاید تعجب ہو کہ نیاز فنیوری نے جس طرح ریڈیو پر اپنا رنگ چار کھا ہے اسی طرح انھوں نے صوبہ گورنمنٹ کے محکمہ پبلیش میں بھی اپنا سونہ بڑھا لیا ہے۔ چنانچہ آپ کے ... مناسب کی منابت سے جو اس وقت اس محکمہ کے اسٹنٹ سکرٹری ہیں، رسالہ نگار کے ... پرچے گورنمنٹ سے خرید رہے ہیں۔ یہ سیاد سنی میں ختم ہوتی ہے، لیکن نوشہ نے اسکی تجدید کی فکر کر ہی لی ہوگی۔ نصیبت یہ ہے کہ یہ خریداری سلم مبلوعات کے ذیل میں ہوئی ہے۔ بہر حال مذکورہ ملکیت خوش کامیاب سے ہے۔"

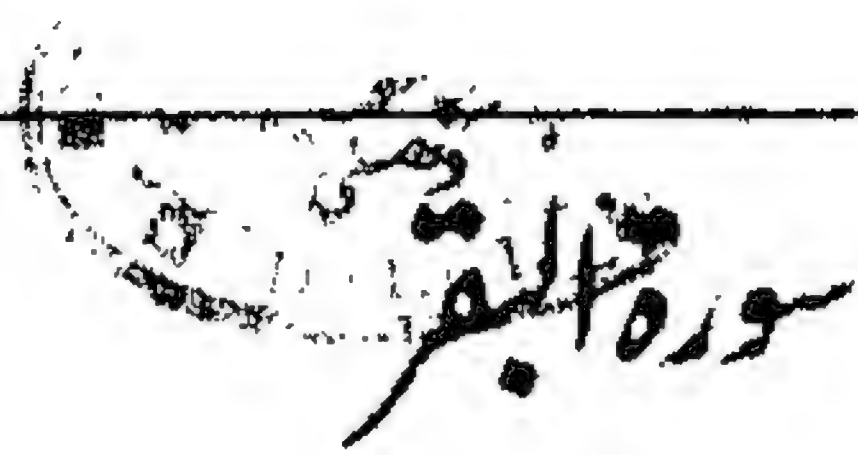
گورنمنٹ کو مشورہ دیتے رہنا۔ حق کے دائرہ کی چیر نہیں، لیکن صورت ادا کر رہی ہے جو مراسلہ میں درج ہے تو اظہار حیرت انگیز ہے کیا

سرکار کا محکمہ اطلاعات اس سے بچ رہا ہے کہ سلم پبلک اس سلم رسالہ کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟ یہ چار سو پرچے گورنمنٹ آف پاکستان کے تقسیم فرماتی ہے؟ سلم آبادی کے آخروہ کن سے گئے ہیں؟ جو ۲۱ بناب نیاز کی رہنمائی کے منتظر رہتے ہیں۔ اور پھر جہاں تک حکومت برطانیہ کی حمایت و امداد کا تعلق ہے۔ نگار میں ہوتا کیا ہے؟ اپیل دسویں نمبر نریہ صدق کی نظر سے گزرے ہیں، کم از کم ان دونوں میں تو چند سطریں بھی ایسی نہ ملیں جو برطانوی اخراغن کے لیے نفید نہیں! اور پھر سب سے بڑا الطیفہ یہ کہ ایسے سلم آزاد رسالہ کا شمار سلم مبلوعات میں کیا جا رہا ہے!۔۔۔ اگر یہی شکل شاید ایسے ہی موقع کے لیے ہے کہ واقعات، افسانے، عجیبہ کہیں ہوتے ہیں!

مراسلہ میں جن سلمان عہدہ دار کی طرف اشارہ ہے، وہ ذاتی طور پر یقیناً ایک پیکر تواریخ و شرافت ہیں۔ افسوس ہے کہ انکی عزت سے کوئی دلیر بیباک شخص یوں فائدہ اٹھائے۔۔۔ نگار کی خوش قسمتی میں تو بہر حال شک ہی نہیں کہ عین اس وقت جبکہ میسوں اسلامی پختہ اور ادارے اس پر طاعت کا درشاہ اس کر چکے تھے، سلم پریس میں شد و سسکا نصیبی ہو چکا تھا، حیدر آباد میں اسلامی ریاست اس کا رافعہ اپنے عہد میں بنا کر چلی تھی اسے صوبہ گورنمنٹ کا سایہ عاطفت نصیب ہو گیا! بھارگ ہو اسے یہ نئی سرافرازی!

دو صحیح علمی اعزاز علمی ادارہ دینی حلقوں میں یہ خبر یقیناً بڑی

سرت سے سننی جائیگی، کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے بالآخر قوم و ملت کے دور ویرتہ کار کونوں کو، اردو علم ادب کے دو نامور مخزن نگاروں کو ڈاکٹر آف لٹریچر (ڈی ایٹ) کی اعزازی ڈگری سے سرافراز کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ان دونوں کے ایک رسول اللہ مسلم کے مشہور سیرت نگار مولانا سید سلیمان صاحب نادوی ایڈیٹر مقارنت ہیں اور دوسرے مبین ترقی اردو کے دیرینہ سال دو جواں بہت، سرگرم عمل سکریٹری مولوی ڈاکٹر



(سورۃ البقرہ)

۱۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔
۲۔ اَلَا اَنَّهُمْ يَمُوتُونَ
وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ۔

۳۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔
۴۔ اَلَا اَنَّهُمْ يَمُوتُونَ
وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ۔

۵۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔
۶۔ اَلَا اَنَّهُمْ يَمُوتُونَ
وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ۔

۷۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔
۸۔ اَلَا اَنَّهُمْ يَمُوتُونَ
وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ۔

۹۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔

۱۰۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔
۱۱۔ اَلَا اَنَّهُمْ يَمُوتُونَ
وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ۔

۱۲۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔

۱۳۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔

۱۴۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔

۱۵۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔

۱۶۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔

۱۷۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔

۱۸۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔

۱۹۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔

۲۰۔ اِذَا قِيلَ لِمَ لَا تُعْبَدُ
فِي الْاَرْضِ قَالُوا اَنَا عِبْدُ
مُسْلِمُونَ۔

۱۵۔ اللہ سترجی ہم و پیر ہم فی
 طعنا ہم بھون۔
 اللہ اُنھیں بنا رہا ہے، اور اُنھیں ٹھیک
 ہے، رہا ہے (تو) وہ اپنی سرکشی پر
 سرگرداں ہو رہے ہیں۔

۱۳۔ وَاذْكُرُوا الَّذِيْنَ آمَنُوا قَالُوا
آمَنَّا وَذَكَرْنَاكَ اَللّٰهُمَّ
قَالُوا اَتَا سَلَمُ اِنَّمَا نَحْنُ
مُسْتَرْزِقُونَ۔

- 4 -

49

at

الفريق

100

10

109

مفتی محمد رفیع

11

تہذیب

1

1

۱۵۶

تصانیف جناب صدق

۱۔ تصوف اسلام - خالص اسلامی تصوف کا بیان اقداس
 صوفیہ کے حالات و تعلیمات طبع ثانی، ایما نازنگشیر - ۲۲۲ صفحے - قیمت پیر
 ۲۔ فیہ ما فیہ - (فارسی) لغو لغات مولانا سید محمد علی صاحب دہلوی
 دہلی، ۲۲۰ صفحے - قیمت ۲۰
 ۳۔ سفر حجاز - حازمین حج کے لیے بہترین رہنما - فقہی، تاریخی، ادبی
 حرمیشت کا جامع - دیا چہ از سید سلیمان صاحب دہلی - ۲۲۱ صفحے، ۲۰
 ۴۔ فلسفہ جذبات - شہرہ و معروف کتاب طبع ثالث ایما نازنگشیر - ۲۲۰
 مبادی فلسفہ - حصہ اول یا فلسفہ کی پہلی کتاب ۱۸۵ صفحے، ۲۰
 حصہ دوم یا فلسفہ کی دوسری کتاب ۱۸۱ صفحے، ۲۰
 غنوی بکر المحبت (مصحفی) ۱۲ نمبرہ و مقدمہ و غنوی ۱۲۰
 مکالمات برکت -
 طبع کا پتہ :- منجر دار المصنفین عظیمہ

تدوین حدیث

(۱۸)

۱) از جناب مولانا سید مناظر الحسن صاحب گیلانی (رحمۃ اللہ علیہ)

صاحب علمی کے ان دنوں میں ابھر رہی تھی، اللہ عنہ پر کیا گزری تھی کہ جس سے اسے گریبان کرتے تھے۔ لیکن پھر یہ کہ امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے

روایت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہتے ہیں کہ اسی حدیث کی قسم جسے سوانحی روایت ہے

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی نے کہا کہ میں نے اسے میں جگر بھرا کر زمین

پر لٹا دیا اور اپنے پیٹ پر پھیرا تو وہاں

کبھی فرماتے :-

۲) تیسری اسیر بن سیر رسول اللہ ﷺ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت

عائشہ صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے

نچان بھون بھون مانی بھون مانی تھی

کیا جاناکہ میں نے اس کا حال دیکھا تو مجھے بھون

سے کیا تھیں وہ تو سرت بھونک اٹھتا تھا

مگر یہ سب گزرا ہوا تھا دوسرے ساتھیوں کو بھی دیکھ رہے تھے کہ

کلا رہا کر کے آرام اٹھا رہے ہیں لیکن تیس سال کا یہ دہی بیٹی

نوجوان

بوج خوں سر سے گزری کیوں نہ پڑا

آستانِ یار سے لگنے لگا

۳) از مہم کیا تھا اور اس وقت تک پہنچا ہوا حبیب اللہ ﷺ تو فی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم - اور اس قسم سے کہ ایک آدمی نہیں ہے اس حضرت

بہاؤ الدین - رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ یہ بھی صحابہ کی جماعت میں

میں سے تھیں وہ اس کو کہتا تھا کہ حضرت ابو بکر کی شہری سکتے

ایر نہ سمجھیں میں سے آئے تو ہر سو سے تھیں کہ اب سمجھتے ہیں

۴) جس میں اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے دور میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

نشت اللہ علیہ وسلم لمانوی میں

دخول اور شول اسے لٹا لٹا

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی بیٹی تھی۔

۵) یہی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو ۶ سال تک مسلسل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ اور ان کے سوا بھی

حضرت کے سوا کسی نے ان کا ہاتھ نہ چھوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو بہت کم

نہایت رسالت کی عاضی کے محروم رہتے۔ یہ تو مردان میں۔ اور شہوتوں

میں بھی حال احوال المؤمنین کا تھا۔ جن میں کوئی شکوت کی ذمہ گ

پیرا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تھیں۔ انیس باؤں کا

تیمبر یہ ہوا کہ صحابہ نے جن لوگوں کو آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تھیں اور ان کے سے کی گرائی

ان میں کے ذمے تھے۔ اس لیے ان کے نزدیک وہ گناہ تھا۔

جن اور کا علم براہ راست حاصل نہ ہوا تھا ان کو اپنے دوسرے صحابیوں

اور ساتھیوں کے ذریعہ سے معلوم کر لیا کرتے تھے اور اس میں شہاد

جمعہ کے کی بحث نہیں تھی۔ خود حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ

کا ذی یزید لڑی فیما لونی

عن حدیث سہم عمر و عثمان و علی

و طلحہ و زبیر (ابن سعد)

عائشیں مجھ سے پوچھا کرتے تھے۔ ان پوچھنے والوں میں عمر بھی ہیں عثمان

بھی علی بھی طلحہ بھی زبیر بھی۔

حدیث کی کتابوں میں ایک ذخیرہ موجود ہے جس میں غافلہ (اشرف

اور دوسرے جلیل القدر اصحاب نے باہم ایک دوسرے سے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پوچھی ہے۔ مردوں میں اگرچہ نہ چلتا، تو

احیاء المؤمنین کے پاس آدمی بھیجا جاتا کہ ان کو اگر کوئی علم روایات

کریرہ کیا ہے اس حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہم ذکر گذرے۔

حالانکہ ۵ سال تک صحبت نبوی میں ان کا ہمہ وقتی رفاقت کا موقع ملا

سے، لیکن ایک حدیث بیان کر رہے تھے کہ علقہ کے لوگوں میں سے

کسی نے پوچھا

انت سمعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا آپ نے اس حدیث کو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا

۷) کل شئہ کم - سمعہ من رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم لیکن بیان

یہ حدیث بعد ازاں

(سندک حاکم)

بعضوں سے بھی سنی ہیں (یعنی ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے سنا ہے)

اور یہ میں تمام بہت بڑا تخفیم نفع حضرت صحابہ کی کثرت تعداد

ہر ایک اپنی اپنی دوسرے کے علم سے پوری کر لیتا تھا۔ اپنے علم کے شوق

کی تگیں ہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تابعین یا اصاغر صحابہ ہی کے زمانہ میں

فکر خود ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے اپنے علمی نقص کی تگیں کیسے

کبھی کبھی سنے سفر کے میں۔ اور ان کے میں اسوۂ حسنہ کی کان بٹا

اور پوری کیا ان سے جو مطالبہ کیا تھا اس کا لہذا بھی نتیجہ یہ ہوا کہ ابھی چاہیے

تھا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جتنا گھر دینہ ہی میں تھا

در خاص طور پر حدیث کے مشہور سرمایہ داروں میں ان کا شمار ہے ابھی

کہ آگے بیان ہو گیا، خود بیان کرتے ہیں کہ

بعضی حدیث عن رجل من اصحاب

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت لیس

نشوت علیہ رضی اللہ عنہ سرست الیہ

شہر حتی قذرت انعام فاذا

عبداللہ بن انس لانداری قادی

منزور در سلطت یہاں جابر

علی صاحب حدیث والی رسول

میں سے ایک صاحب کے

سے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

ایک حدیث پوچھی میں نے سن لی

ایک روایت فرمادی اس پر پناہ کجا

کس کو ایک ماہ تک چلتا رہا بیان تاک

کہ شام ہو گیا اور عبداللہ بن انس

جابر بن عبد اللہ نقلت نعم غفر
 الی کا عنقہ و عنقہ قال
 قلت حدیث یحییٰ عنک
 ایک سمدہ من رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فی الخالم لم اسمدہ
 انما منہ قال سمعت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا کذب
 (مباح: بیان اہل بیت علیہم السلام)

کے ذریعہ سے ایک حدیث جو بھی ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے "مخالم" کے متعلق آپ نے سنی ہے اور میں نہیں سن سکا ہوں۔
 عبد اللہ بن انیس نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ (پھر عبد اللہ نے پوری حدیث سنائی)
 اس سے بھی زیادہ دلچسپ واقعہ مشہور صحابی حضرت ابو ایوب
 انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فون قسطنطنیہ کا ہے کہ ایک حدیث
 "فون" نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی راست سنی تھی
 لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ شک زیادہ ہے۔ آپ کے ساتھ
 اس حدیث کے سننے کے وقت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ صحابی بھی دربار
 رسالت میں موجود تھے، لیکن وہ مصر میں قیام پذیر ہو گئے تھے جن کو
 حیرت ہو گئی کہ صرف ایک حدیث میں معمولی شک ٹٹانے کے لیے
 حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے مصر
 روانہ ہوتے ہیں اور حضرت عقبہ بن عامر کے پاس حاضر ہو کر فراموشی
 حدیث مامونہ من رسول اللہ
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ستر اسلم
 فوجی احد سمدہ غیر ذلک
 سنا ہے اب اس حدیث کو سننے والوں میں یہی ہے کہ ہمارے سنا
 کون بہتر نہیں رہا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو ان کے
 سامنے دوہراتے ہیں۔ حدیث یہ معنی من سترہ ستر علی مذبح
 زہرہ و سمدہ القتیہ وہ سننے لگے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے، وہ
 اس سے بھی زیادہ عجیب ہے کہ
 فانی ابو ایوب را سمدہ فرمایا حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لے قسطنطنیہ میں آپ کے دفن کا واقعہ بڑا عبرت انگیز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ
 ان قسطنطنیہ کا محاصرہ کے پڑے تھے جس میں حضرت ابو ایوب انصاری
 بھی تھے۔ اتفاق سے یہاں سے اور یمن ہو گیا کہ آخری وقت ہے وصیت فرمائی
 کہ بری وفات کے بعد جنازہ کو لیکر مسلمان حملہ کریں اور دشمن کی زمین میں وہاں تک
 گھس سکتے ہوں گے جہاں آخری نقطہ جہاں تک تمھاری رسانی ہو
 آسمانیا مجھے دفن کرنا۔ جنازہ لیکر مسلمانوں نے حملہ کیا اور یمن کو سپا کر تے ہو
 فسیل کی دیوار تک پہنچ گئے۔ یہ خبر خود حضرت کو فوج کو دیا گیا۔ محمد فاج
 لے سب سدا یوں بعد قسطنطنیہ سے آیا تو خواب میں آپ نے اپنی قبر کا نشان دیا
 مسی جو خارج اذا ابوب تیار رہی۔

والنہر فی الدنیا و ما مل
 رملہ (۹۴ - جات)

اپنی سواری کے پاس آئے ہیں اور
 سواریوں نے اس مدینہ منورہ روانہ ہو گیا
 میں۔ آپ نے (مصر میں) اپنا کجاوہ بھی نہ کھولا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کے نام نامی سے
 حدیث کا ابتدائی طالب علم بھی واقع ہے، اس کے متعلق بیان کیا
 جاتا ہے کہ "ان الامام عبد بن علی بن حرث" یعنی حدیث کے اکیس حرث
 کی تصبیح کے لیے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بائنا بلکہ کوچ کیا۔
 داری میں ایک اور صحابی کے متعلق ہے، ان رجال من اصحاب النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ اصل الی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
 فضالہ بن عبد اللہ و ابو یسر
 فعدم علیہ وہو یسیر لہ
 نقال و حیا قال اما انی لم اراک
 زاراً و لکن سمعت الامام
 حدیثاً من رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم و حوت ان یکن
 سندک منہ علم (داری)

علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے، میں یہ امید ہے کہ آیا ہوں
 یہ تو بڑے بڑے صحابیوں کا مال تھا، انی ایسے کس صاحب جو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک سے اتنا فائدہ اٹھا سکے
 تھے یا ان کے سامنے اذکار انہیں تاہیں سکتے ہیں اس باب میں ان کے
 کارناموں کا ذکر کوئی تھا، ان میں سے کسی نے ذکر کیا تھا کہ عبد اللہ
 ابن عباس رضی اللہ عنہما باوجود قربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی عظمت کے صحابہ کے درجہ و درجہ پر تلاش حدیث میں گروہ کھاتے پھرتے
 تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کی کثرت تعداد
 کے اس فائدہ کو خود سنا دیا تھا کہ ان کے ذریعہ سے اپنی تاریخ کے تمام خط
 و خال کی کاپی میں پوری مدد مل سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں اپنے پیام طلب
 کے قصے بیان کرتے ہوئے فرماتے کہ میں نے اپنے ایک رفیق سے کہا کہ
 ہم فلسطین اصحاب النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم قانہم ایوم کثیر
 کریں، کیونکہ ابھی انکی جہاز اندر نہ پہنچا ہے۔

لیکن ان کے رفیق بخت نہ چھوٹے تھے بولے
 یا ابن عباس اتری الناس یحیون
 الیک فی الناس من صحابہ النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم (داری)

لیکن اس بیچارے کو کیا معلوم تھا کہ وہ ہی چھوٹے بڑوں کے
 گزرنے کے بعد بنے ہیں۔ بعد کو اپنے علمی سرمایہ کی بدولت جب ابن
 عباس مرجع امام بن گئے تو وہ بیچارے کچھ بولتے تھے اور کہتے
 تھے، کان ہذا الغلی عقل منی (یہ نوجوان مجھ سے زیادہ
 دانشمند تھا) (باقی)

قَالَ هُوَ تَجَارِبُ الْقِدِّ وَصَدَّقَ بِهِ اَوَّلُكُمْ هُمُ الْمُتَّقُونَ (اور وہ بھی بات لیکر آیا اور میں نے اسکو سچ پایا، وہی لوگ پرہیزگار ہیں)

ایڈیٹر۔ عبد الماجد

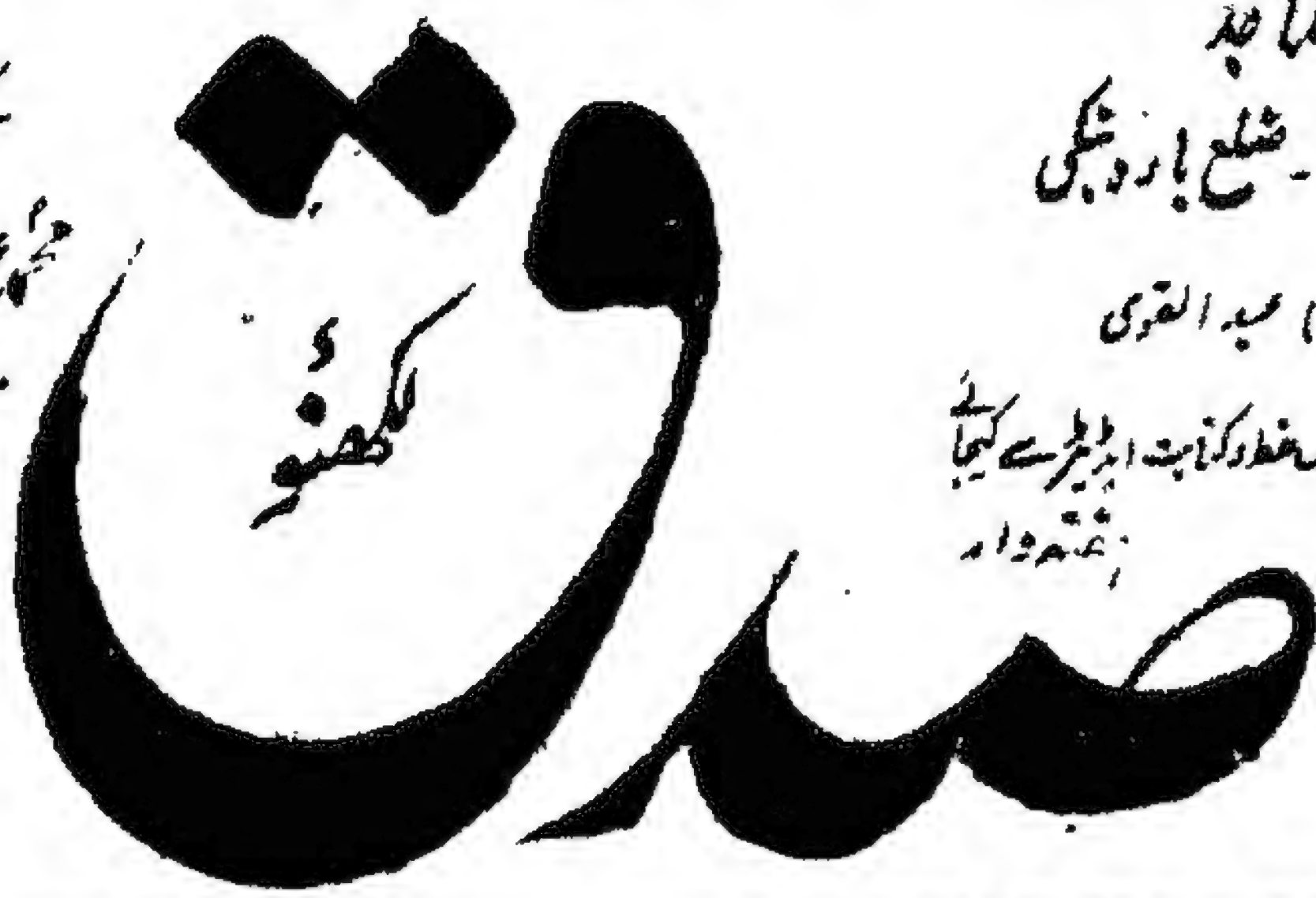
چپہ۔ و۔ وریا باد۔ ضلع بارہ بنگی

نائب۔ و۔ (عظیم) عبد القوی

مضامین کے باب سے ہر خط و کتابت ایڈیٹر سے کی جائے

نقشہ دار

(پیشہ نویس) (۲۹)



چندہ اور انتظامی امور
کے تعلق مرسلت اس پتہ پر ہوا۔

محمد عبد الرؤف عباسی مہتمم انجمن صدق

مرشد آباد پتہ۔ گورکھ۔ لکھنؤ

چندہ سالانہ

تشیع

برائے ہندوستانی مسلمان

نہایت فی پتہ اور

MUSLIM UNIVERSITY

نمبر۔ و۔ شنبہ۔ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۲ مطابق ۱۶-جون ۱۹۷۱ء جلد ۷

سچی باتیں

زمانہ آج سے ۱۲ صدی آدھ کا ہے۔ شاہ کا۔ ملک اسپین۔
۹۔ جولائی کو ایک دریا کے کنارے دو فوجیں ایک دوسرے کے مقابل
میں لڑ رہی تھیں۔ ایک طرف شاہ اسپین اور دوسری طرف
اس پر سلطان حملہ آور تھا۔ اس کی سپہ سالاری میں۔

راؤ ایک بڑی شان سے میدان میں آیا آگے آگے تھوڑا
پر سوار تھا۔ سر پر چتر شاہی سایہ انگن اور جلو میں سلج گارڈ
اور انسانوں کا موہن مارا ہوا سمندر تھا۔ ... دونوں کی
حالت اور قوت میں کوئی تناسب نہ تھا۔ ایک طرف ہر طرح
کے اسلحہ سے آراستہ ایک لاکھ فوج تھی۔ ... سپین بھر کا موٹا
ہمارا اور جاگیر دار تھے۔ دین ملک تھا۔ سالانہ رسد کی فراوانی
تھی۔ ہر طرح کے ذرائع مہیا تھے۔ بادشاہ وقت خود کمان
کر رہا تھا۔ دوسری طرف اپنے ملک سے ۱۲ ہزار پرتگیزی
تھے۔ جنگ کے اندس بالکل اجنبی مقام تھا۔ نہ ان کے پاس
ترقی یافتہ اسلحہ تھے نہ سالانہ رسد کے ذرائع۔ (تاریخ اسلام
از مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی، حصہ ۲، ص ۱۱۱)

نتیجہ ان باتوں کی بنیاد یقیناً مسیحوں ہی کو ہونا چاہیے مگر لیکن
مازی میں معنوی عباسی بھی مدخل دوسرے اثر نہیں رہتے۔ چنانچہ
"معنوی اقتدار سے وہ لوگ ہیں بڑا فرق تھا۔ ۱۲ ہزار مسلمان
ایک قلعہ کے لیے مستعد تھے اور انکا ہر فرد جام شہادت کے
پے بیتاب تھا۔ اس کے برعکس اسپینیوں میں باہم اختلاف تھا
گوکہ وہ کسی کے ساتھ ایک لاکھ فوج تھے، لیکن وہ شاہی خاندان

سے نہ تھا اس لیے اسپین کے اکثر شرفاء علماء اور خاندان
شاہی کے افراد اس کے خلاف تھے۔ ... چنانچہ راجہ وڈکے
رہائی حاصل کرنے کے لیے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور زمین
میدان جنگ میں انھوں نے پلو تھی کی۔ راجہ وڈک کی ساری
قوت کا مدار امراء اور جاگیرداروں پر تھا۔ اس لیے ان کے
اگ بوجھنے کے بعد اس نے نہایت فاش شکست کھائی۔
... یہاں پہنچا ہوا کہ آج تک تاریخ اس کا انجام بتا رہی ہے
تو میرے۔ (ایضاً)

گویا تاریخ کی نہ کوئی گنتی تھی نہ وہی کام آتی نہ تصویروں کی مدد تھی۔ قوت
نہ سالانہ کی فراوانی نہ تخت و تاج کی جگہ گاہت۔ کام جو آتی۔ فیصلہ التدا
اور پرتگیزی مسلمانوں کی سرشت
(۱) ایمیت رینیسیس اور تچا اسلام جوش۔ ذوق شہادت۔ سچائی
ایمان
(۲) وحدت مقصد (یعنی تفریق و اختلاف خود غرضی و خود رانی سے
اجتناب۔ طاہر امیر)
یہ نتائج آفوقیہ ہیں مگر اسپین کی سرزمین پر کھلے پامیسوں
سے ہیں اور ہندوستان کے ملک میں انہیں سبب کے نتائج یہ نہیں
پیدا اور کل کر۔ یہاں گے؟

آرڈو مصریہ سلم یونیورسٹی گزٹ، ایڈیشن مارچ ۱۹۷۱ء کے
حوالہ سے لکھا ہے۔
سورقہ مصر ایڈیشن مارچ ۱۹۷۱ء کے کہ وہ غیر محمد بن غزالی
جو باغی و اخوة الاسلام قاہرہ کے سکڑی ہیں اور جاہ مصریہ
میں شعبہ آرڈو کے اسٹاچر ہیں آئی کل منہستان شریف

جنگ شہر۔ وزیرانہ مسٹر۔ ایکٹو اور دیگر امور اور دیگر امور

سوا کوئی اور بزرگ نہیں! — اچھا ہے کہ سچہ اپنے دفتر میں ہر ایڈیٹر کے سابق پیشوں اور مشنوں سے متعلق ایک ہٹری شیٹ " کھول رکھے!

عورت اور مرد کا عورت

"مرد کو آزاد عورت سے

بھی تو سخت اور معقول حکایت ہے۔ وہ ایک طرہ تو ان حد پر حالات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتا جانتی ہے، اپنی نئی سادات کا ہر طرف، اٹھان کرتی رہتی ہے۔ لیکن دوسری طرف وہ ان مراعات سے بھی ہرگز اور کس درجہ میں بھی درست بردار نہیں ہوتا جانتی! بڑے آج سے سہ یوں بیشتر سے عیش شہیقت سمجھ کر نہ کر بیٹ گویا، مرد سے عین معرکہ آرائی کے وقت صحت جنگ میں آہ مردانہ نہیں نما تر دانا نہ ہی مقابلہ کرنا چاہتی ہے! اسکا کہ پرندہ سرشتیں و ڈاکٹر فوراً تو کی کتاب *موسمات* (۱۹۷۸ء ص ۱۵۹)

کہہ دیجئے کہ اس طرح کی ساری عبارتیں صدق اپنے ناظرین کا خوش کرنے کے لیے گڑھ لیا کرتا ہے!

طلاق بہ طوفان

"آج جہاں ایک طرہ اسلام

شادیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور ہر شادی میں نام و وقت کے موقع زیادہ ہوتے جلتے ہیں اور انقطاع تعلق کی فہم آسانوں کے اثرات بھی ظاہر ہو رہے ہیں یہاں تک کہ طلاق میں اب عورت کے لیے کوئی عیب ہی نہیں رہا ہے۔ اب طلاق عورت کے لیے نہ باعث ذلّت رہی ہے نہ باعث شرم۔ بلکہ کثرت و تنوع اور عموم کی بنا پر اب تو وہ داخل فیض ہو چکی اور موجب عزت بن چکی ہے۔ (کتاب مذکور۔ صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

کیسے اب بھی اسلامی طلاق پر طعن کا حوالہ دیتی ہے؟ — اور اسلامی طلاق کو بھی چھوڑیے۔ "جاہلیت" میں بھی طلاق کی گرم بازاری کیا اس کے کچھ زیادہ بھی؟

زندگی بخش تمدن!

۱۹۷۹ء، م س یکشنبہ ۱۱ ذی الحجہ

۱۹۹۲ سال کی ہوتی ہے اس ساری مدت میں کل ۸۰ سال آج و ان کے گزرنے، باقی ۱۱ سال باوجود جاری رہی!

تسلطی م اور تسلطی کے درمیان معاہدے ... کی تعداد میں ہے، متعدد معاہدہ کا مستقل قیام امن ہی کہا جاتا رہا، لیکن اسکا کسی معاہدہ کی بھی زندگی دو سال سے زائد نہ ہو پائی!

۱۹۷۹ء سے جبکہ "سی سالہ جنگ" شروع ہوئی ۱۹۷۹ء تک بڑی لڑائیاں ... کی تعداد میں بڑی بڑی جنگیں۔ ان میں سب سے زیادہ فریق جنگ خراسان رہے۔ اس کے بعد آسٹریا، یوگوسلاویہ اور یوگوسلاویہ

لاسٹ ہیں اور لاہور میں غم ہیں۔ انہوں نے نائندہ انجام سے بیان کیا کہ جامعہ مصریہ میں اردو کا ایک الگ شعبہ قائم ہو گیا ہے اور اس حضرت شاہ فواد نے اپنے فرمان خاص سے اردو کو لازمی مضامین کا رتبہ عطا فرمادیا ہے۔ جامعہ مصریہ کے شعبہ اردو کے اسچارج ڈوڈ پروفیسر غمی صاحب ہیں۔

اردو کے علاوہ ہندوستان بھریں کوئی دوسری زبان ہٹ جو ایک کے محدود کے ہر بھی جاتی ہو جاتی ہو۔ ہندو غنت کی گناہ سے دیکھیں جاتی ہو؟

اقبال اور مصر

بیت اخوة الاسلام (قاریوں کے سیکڑی دور

جامعہ مصریہ کے استاد اور شیخ محمد حسن غنی نے یہ بھی فرمایا کہ مصری علامہ اقبال مرحوم کی بہت عزت کرتے ہیں۔ اور ان کے ترجمانی کا عربی میں ترجمہ ہو گیا ہے جو جماعت اخوة الاسلام کے ہر شاہد میں سنا جاتا ہے۔ اس انجمن کی طرف سے علامہ موسوی کی سوانح عمری بھی تیار ہو رہی ہے جو اردو، فارسی، عربی، ترکی زبانوں میں شائع کی جائیگی۔

اقبال نے اپنے گونا گوسلام میں فنا کر رکھا تھا۔ جامہ اسلام کتبک ان سے بے خبر رہتی۔ اس سے قطع نظر اسل مسرت اسکی ہے کہ اقبالی کے کلام کے اثر سے ان شاء اللہ امریکہ کی مذہب اسلامیت محکم ہو جائیگی۔ افرنگیت اور روایت کے زہر کا بہترین تریاق اقبال کا کلام ہے۔

نیا اصول تنقید!

"علیگڑھ سے ایک نیا اخبار جاری ہوئے

میں کا نام "تحریک" ہے۔ "تحریک" کے مالک: چلشرا ایک ایف ایف ڈی کلکٹر ہیں، ہمیں سلام نہ تھا کہ اس طبقہ میں بھی صحافت کے جہم پیدا ہو گئے ہیں (پیام ۲ جون ۱۹۷۹ء) "بہ خاں: لطیفہ باب ڈی کلکٹر سے ہمارے پیشہ کا کوئی تعلق نہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے، لیکن معاملہ چونکہ علیگڑھ کا ہے۔۔۔ (پیام ۳ جون ۱۹۷۹ء)

"گذشتہ سچاس سال کی صحافت میں یہ شاید پہلا اردو

اخبار ہے جو کسی سرکاری طبقہ باب کے نام سے جاری

نیات عامہ کے رفیق پر نمودار ہوا ہے۔" (پیام ۳ جون ۱۹۷۹ء)

گویا ایک ہفتہ کے اندر میں تین سراہوں اور افتاحیوں اور سلسلہ تنقید کا اصل اصول یہ تھا کہ تنقید کے لیے ہٹ بنانا چاہیے مگر کوئی حکم کی ذات کو، تحریر کو نہیں، تحریر کی شخصیت کو! اور علیگڑھ کی تاریخ سے استناد و واقعات سے گناہاں! — واقعتاً ہمت مسبب تیار ہو رہا

گویا تہذیب افغانی کے سنوں نگاروں اور تحریک علیگڑھ کے پلانے والوں میں (دو ایک کو ششمنی کر کے) بحرِ بحرکاری پیشن یا نوں کے کوئی اور بھی تھا؟ گویا علیگڑھ انسٹی ٹیوٹ گزشتہ کے آئندہ ایڈیٹر اکثر بیشتر سرکاری پیشن یا نہ ہی نہیں رہے ہیں! اور گویا آج بھی صاحب پیام کے دست راست علیگڑھ ہی کی موافقت میں ایک بیشتر کپتان پولیس کے

واجب و نسر من انوا منع بکے (راغب)

آسمان کوئی گھوس باوی جسم ہے یا محض ایک ظاہر ہے نظر اس قسم کے سائل کا تعلق نامتواذنیوی، تقریبی علوم سے ہے۔ قرآن مجید کو جس طرح آئینی جزائیہ کی تحقیق سے کوئی سروکار نہیں، اُسی طرح بہت و ظلمات کے سائل سے بھی اسکا کوئی واسطہ نہیں۔ اُسے تو صرف تعلق زمین و آسمان کا انسان سے دکھانا ہے۔ اور اس غرض کے لیے موزوں ترین الفاظ بھی ہو سکتے تھے۔

خریدار ان صدق کی خدمت میں

سب ذیل اصحاب کی سیار خریداری جون ۱۹۸۷ء میں تمام ہوئی ہے
برادر کرم چندہ داد جون کے اندر معیجیدیں۔ دتتر شکر گڑا ہوگا۔ درہ
کیم جولائی کو دہائی ارسال خدمت ہوگا۔ اس صورت میں آپ کا
۴۳ کا نقصان ہے۔

۳۳	۲۵۹	۱۰۶	۵۶
۶۲۸	۶۲۵	۵۱۹	۵۲۰
۶۳۲	۵۰۹	۵۱۵	۵۱۵
۹۹۰	۵۵۶	۹۱۶	۹۱۵

بقیہ صفحہ ۸

سے پُر زور درخواست کرتا ہوں کہ وہ فوری طریقہ پر اس طرف غور فرمائیں۔

از چندہ مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ نظام العلوم
سہارنپور کے پاس معیجیدیں یا دہلی میں بھی شرک کو غلطی حاجی علی جان
مرحوم پر بنام حافظ محمد زبیر صاحب ارسال فرمائیں۔ ان دونوں
جگہوں سے سبتر طریقہ پر چندہ دینے شروع میں پہنچا ہوگا۔ اور اگر عظیم
(ایکس کا ہزار یا سچا س ہزار) حاصل ہوگا اور صدقہ جاریہ علیہ کا

”نگار“ اور حکومت صوبہ

(۱) مدینہ (بکینو۔)

ناصر غزنوی صدق لکھنؤ نے اپنے ایک مراسلہ نگار کی یہ اطلاع شائع کی ہے کہ نیاز فتح پوری نے یو۔ پی کے محکمہ نشر و اشاعت کے مسلم سٹنڈ سکرٹری کے ذریعہ حکومت کو ۲۰۰ روپوں کا خریداریا لیا ہے اور یہ خریداری مسلم مطبوعات کے ذیل میں ہوئی ہے۔ ان دنوں نیاز صاحب ایک عرصہ سے محکمہ ایڈیو کے خزانہ کی خدمت پر ریڈہ چھنی کر کے نظر آ رہے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے وطن نے انکے ہزلیات کی اشاعت اور انکے مقصد کی کامیابی کی طرف سے مایوس کر کے انھیں حکومت کے آغوش شفقت میں جھکا دیا ہے اور وہ ریڈیو پر ماہرانہ انداز میں جنگ اور بین الاقوامی سیاسیات پر تبصرہ فرماتے ہیں۔ ہم اس مسئلہ میں بھی ان تبصروں کا تذکرہ کر کے حکومت کی نظر انتخاب کی غلطی واضح کیجے ہیں (لیکن نگار کے ۲۰۰ روپوں کی خریداری اور اسکو مسلم مطبوعات میں شامل کرنے پر ہم حکومت سے احتجاج کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ حکومت نگار اور صاحب نگار کے تعلق مسلمانوں کے جذبات اور اسلام کے فیصلہ سے ناواقف نہیں ہے، پھر دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس نے اس کو مسلم بوجہ کیوں قرار دیا۔ وہ کون سی ضرورت تھی جو اسکی خریداری سے پوری ہوئی اور وہ کون سے مسلم طبقے میں اسکو تقسیم کیا جانا ہے۔ حکومت کو اس بات کا پورا اختیار ہے کہ وہ جس شخص کو چاہے اپنی سرپرستی میں لے لے اور اسے کو پسند کرے، سب خریدے، لیکن ایک ملحد اور زندقہ کے لہجہ میں خیالات کی نشر و اشاعت کرنے والے پر پابندی کو مسلم بوجہ قرار دے کر خریدنا، جس سے قبل اعتراض ہے ہم اس پر کہتے ہیں کہ حکومت ہمارے عرصہ خدمت پر تو بددیوگی اور مسلم سٹنڈ سکرٹری صاحب اپنی غلطی پر متنبہ ہو جائیں گے۔

(۲) زمیندار (لاہور)

ناصر غزنوی صدق لکھنؤ نے کہتا ہے کہ یو۔ پی گورنمنٹ نے رسالہ نگار لکھنؤ کے چار سو روپے خریدنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں نگار کو اسلامی مطبوعات میں شمار کیا گیا ہے۔ ہم یو۔ پی گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے ایک اردو رسالہ پر مرحوم خضر داتا کی بارش کی۔ لیکن نگار کو اسلامی مطبوعات میں شامل کرنا غلط نہیں اور غلط اندیشی کا بدترین ثبوت ہے۔ کیونکہ اس رسالہ میں الحاد و دہریت کی حمایت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہ باتیں اسلام سے انہی ہی دور میں بتانا چکا، وہاں کو سوجھ سے ہونا چاہیے۔ ستم بالاسے ستم ذیہ ہے کہ اس ”اسلامی مطبوعہ“ کو مسلمانوں میں تقسیم کیا جانا ہے۔ یہ حرکت اور بھی قابل اعتراض ہے۔ گویا یو۔ پی کی حکومت نادانستہ طور پر مسلمانوں میں دہریت و الحاد کی آگ پھیلا رہی ہے۔ اس سے یہ ”نگار“ پروانز نہیں کرتی بلکہ زندقہ کو تقویت پہنچاتی ہے۔ اگر حکومت نیاز صاحب کی دیہاتی تقریریں کاؤنازش انٹرا جواب دینا چاہتی ہے تو اسے بے نقاب بنی مزارع طریقے بھی دیکھا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے یو۔ پی گورنمنٹ کو اپنے فیصلہ پر غور کرنا چاہیے۔

۱۔ اس صفحہ کا حق یہ تھا کہ اس میں حضرت ابو بکر کے مشن اور ان کو عزت پر تفصیل لکھنا کی جاتی لیکن مجھ نے یہ کہ اس شاعریت کے بعد یہ انداز اختیار سلویم ہوتی ہے ۔ اس سے ہمارا یہ باب بھی مختصر ہے گا ۔

نظام اسلامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصہ دوم - اسلام کے مفائد سے اسکا فلسفہ اخلاق کس طرح متعلق ہے۔
 پہلی بات یہ ہے کہ اسلامی اخلاقی تصورات کا تجزیہ اور پھر اس نظام اخلاق کی تفصیلی صورت جو ان بنیادی تصورات سے پیدا ہوا ہے اسلام و انسانیت کو جس سانچے میں ڈھالنا ہے اسکا احتمالہ ان حتمات سانچوں سے جن میں دنیا کے دوسرے اخلاقی فلسفے اُسکو ڈھلتے ہیں اس سلسلہ میں ہندو دھرم، زرتشتی، مسیحی اخلاقیات پر بحث کی جائے گی اور اسکے ساتھ ان اخلاقی نظامات پر بھی تبصرہ کیا جائے گا اور انقلاب فرانس اور انقلاب روس سے تعلق رکھتے ہیں۔

حصہ سوم - وہاں پر فصل بحث - اسلام کے تصور عبادت کی تشریح - اسلام کا عقائد اور اسلامی فلسفہ اخلاق سے عبادت کا تعلق ربط - یہ عبادت کس طرح انسانی سیرت کی تشکیل کرتی ہیں۔ کس طرح اُس خاص طرز کے آدمی تیار کرتی ہیں جو اسلامی سوسائٹی کو درکار ہیں۔ اور کس طرح اُس خاص طرز کی سوسائٹی کو وجود میں لاتی ہیں جو اسلام بنانا چاہتا ہے۔

حصہ چہارم - اسلامی جماعتیات کا محسوس گریبان بیان - اسلام کا فلسفہ اجتماع کس طرح اسکے عقائد اور فلسفہ اخلاق سے ایک متعلق نتیجہ کے طور پر نکلتا ہے۔ انسان اور انسان کے باہمی تعلق کی اساس کیا ہے (ان فلسفہ عالم میں ذکر و انقیاد جہلکم شعوبا و قبائل لتاروفا ان اگر کم عند اللہ تعالیٰ کی تفسیر) انسان کے بنیادی حقوق - انسان کے بنیادی فرائض - جماعت کی تشکیل کے اصول - فرد اور جماعت کے تعلق کا تعلق - قومیت اور بین الاقوامیت کا توازن - تمام ذہن انسانی صرف اسلام ہی کے نظام اجتماع میں امن اور سلامتی کے ساتھ مجتمع ہو سکتی ہے۔

حصہ پنجم - اسلامی نظام معاشرت پر اصولی بحث اور مفاد کی تشریح - فرد و جماعت کے تعلق - قائدانہ کی تشکیل - مساوات کا تعلق - شہریت کے حقوق و فرائض - اجتماعی زندگی میں امن اور نظامیت کی تدابیر حصہ ششم - اسلامی نظام میں شہریت پر اصولی بحث اور مفاد کی تشریح - کتب و احکامات کے طریقوں پر پابندیاں اور عقائد و مہمندی - شہریت دولت کے طریقوں پر پابندیاں اور جائز و ناجائز حق و التزامات دولت پر پابندیاں اور ذکاوت کی ضرورت - وزارت کا قانون - اسکے ذریعہ سے ہر شخص کی موت پر اس کے جمع کردہ مال کا تقسیم کر دیا جائے گا۔ زمین کا بندوبست - تجارت و صنعت میں سرمایہ بحکمت کے درمیان بادل اور تفصل خدمات کا انتظام - تجارتی معاملات کو پیچیدگی اور نزاع آذینی اور اتفاقات کے فیصلے سے روکنے کی تدابیر - شہریت کو لوگوں کے لیے تنگ کر دینے والے اسباب کی روک تھام - شہریت کو کم سے کم انسانی ضروریات پر پورے کفایت کا انتظام - شہریت کو عام اور مشہور

بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔ عاجز کے نزدیک اسکا ایک بڑا تجربہ ہی کا رنامہ "بدعت حسنہ" کی پردہ دہی ہے۔ دوسری تیسری صدی ہجری میں سے طوائف سودا اور نام نہاد مونیہ، اپنی نت نئی بدعتوں کی پردہ پوشی "بدعت حسنہ" کے خوبصورت اور جاذب فقرہ سے کیا کرتے تھے۔ کس منکر پر حجت گیری کرو، جواب ملے گا "بدعت حسنہ ہے کسی بدعت پر متنبہ کرو ورنہ اس حسنہ کی پیر سائے آجائیں گی۔ اللہ۔ رسول ان صلی اللہ علیہ وسلم کا قوارشاد ہو سن احدث فی امرنا ہذا المینہ فہم وود۔ لیکن علماء و سودا ہیں کہ دین کے اندر بدعت کا انبار لگاتے پہلے جانتے ہیں اور پھر مچھوٹا ایک جوب - "بدعت حسنہ" حجت یہ ہے کہ دین کے اندر جو اعتقاد لگائے وہ بدعت ہے اور اسی لیے غلط ہے۔ جیسا کہ "عند العربیہ" کی کوئی تفریق نہیں۔ میں "دین کے اندر" کہ رہا ہوں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "فی امرنا ہذا" فرمایا ہے۔ راجحہ نظام ان فلسفے پیچھے کے آداب اور طریقوں کا سوال نہیں۔ بحث ان جدتوں اور ذرا شیدہ رسموں سے ہے جو دین اور دینی اعمال کے اندر پیدا کر لی گئی ہیں وہ کسی حال میں سنہ نہیں ہو سکتیں۔ محمد مصباح کا احسان ہے کہ انھوں نے اس کفر زاد میں پہلی مرتبہ بدعت کا راز فاش کیا۔ انھوں نے صاف صاف فرمایا - النبیۃ ہی الدین - متابہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم علیہم الصلوٰۃ والسلام وایمان اللہ سنہ وانا جناب عن البدعہ اللامعرفیۃ وان کانت البدعہ تری ش فیس وسیع لانی، کحقیقۃ لا نور فیہا ولا ضیاء ولا لیل نہا شفاء ولا لہاء شفاء واداء کفیت والبدعہ الامارۃ للشر واما کفیت عباد الساکتہ ان کون زائرۃ علی اللہ فیکون فاسقۃ لہا فی کحقیقۃ ایضاً لان الزیادۃ علی الشر شیء لا یزال بدعۃ کفیت کانت کون رائفۃ للشر نقیضۃ لہا فلا غیر نہاد ولا یسور نہادیت شری میں ابن ملک بحسن البدعۃ المحدثۃ فی الدین واما بدعۃ اللہ (مقبولہ) - حصہ ششم و نذر ویم) حج کا حضرت مجدد دے معلوم نہیں ان لوگوں نے (دین کامل کے اندر) اختراع کردہ بدعتوں کی بہتری اور سچائی کا حکم کہاں سے لگا دیا؟

بدعت حسنہ کی پردہ دہی میں مجدد مصباح کے اقوال اس درجہ صاف اور واضح ہیں کہ کسی نادان کی گنجائش نہیں۔ لیکن کہتے ہیں جو مجدد صاحب کی پیروی اور عقیدت کا دم بھرتے ہوئے بھی اس میں مت مت نہیں؟ اللہ ہم سب کو سچائیوں اور ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ (اپنی آئندہ)

سیدہ بدعت حسنہ کی بدعت میں انوار کا دفتر مجروح ہے۔ اعتراض کے نمبریں جا سواں انتہا سہ آئے ہیں۔

سیدہ کرم

خط و کتابت میں اپنا نمبر فریداری مندر لکھ دیا کریں۔

ادارہ

مراسلہ

مدرسہ شریعیہ (مدنیہ منورہ)

۱۱۔ مولانا سید حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

اگرچہ مدنیہ منورہ میں جنگ عظیم کے بعد جبکہ ترکی حکومت کا سایہ مدنیہ منورہ
زیر اثر تھا اسے اٹھ گیا تھا اور اسکے اوقات اور امدادوں سے غلامی اور
ستادہ تارکین محروم ہونے کی وجہ یا جنگ کی پالٹ آمیز کارگزاریوں سے
فنا کے گھاٹ اتر گئے تھے) بہت سے مدارس تعلیمی یا صنعتی بلکے یا
حکومت حجاز کی طرف سے قائم کیے گئے مگر وہ یا تو صرف ہفتی کے ذمت
ثابت ہو کر معمول کے درجہ کو تقریباً پونچھ گئے ہیں یا ارباب حکومت
کی پالیسیوں اور مصری اور شامی یورپ زدوں کے زیر اثر کرکٹوں اور
اور معاشرہ قرآنیدہ مدنیہ منورہ سے تقریباً غالی ہو گئے ہیں ایسے تارکین
مصر میں مدرسہ شریعیہ ہی وہ ایک تنہا ادارہ ہے جو اپنی خوش نظمی
اور لہجہیت - علوم نبویہ (مطلیٰ و جمہ العلوٰۃ و النہیہ) کی تہذیب کی بنا پر
روز افزائی ترقی کر رہا ہے - چنانچہ آٹھ بھی محو باوجود ہر قسم کی بے سرو
سامانی کے تمام ممالک حجاز میں اپنی نظیر نہ ملے اپنے آپ ہی کی رکھتا
ہے مدرسہ شریعیہ کی بنیاد اور مخلصانہ صحیح خدمات کو دیکھ کر ہوا میں
مدنیہ منورہ - جبران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اپنے بچوں کو
اسی مدرسہ میں داخل کر کے نبیوں نبویہ سے فیضیاب ہو رہے ہیں -

حال میں آنے والے فطوط سے رجوع ادا خرچہ مدرسہ کے کئے ہوئے
ہیں اپنی چلتا ہے کہ بالفعل مدرسہ موعودہ میں تعلیم پانے والے لاکھوں کی
مقدار (۷۸۰) سات سو اسی طلبہ سے زائد ہے شہر مدنیہ منورہ کے کس
مدرسہ میں اسکے چوتھائی طلبہ بھی غالباً نہیں ہیں -

اس عظیم الشان دینی اور ملی خدمت کا سہرا اہل ہند اور ہندوستان
کے سر پر ہے جبکہ ظہور ربانی سید احمد صاحب مرحوم فیض آبادی کی مخلصانہ
جد و جہد اور مسلمانان ہندوستان کی مالی امدادوں سے ہوا ہے - حکومت
حجاز کا کوئی دخل مالی امداد میں نہیں ہے اور نہ انتظامی اور داخلی کارروائیوں
میں اس کا کوئی رونا ہے - اہل بیت اس پر جس قدر بھی غر کر رہے ہیں
وہ بیجا نہ ہوگا - جو لوگ بارہا اس مدرسہ کے سائنس سے فیضیاب ہوئے
ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مدرسہ مذکورہ میں دینیات اور ادبیات عربیہ
کے مکمل نظام تعلیمی کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ اور معاصرہ کی بھی تعلیم
دی جاتی ہے - چونکہ موجودہ جنگ کی وجہ سے حجاج اور زوار کا جانا واپس
بہت ہی کم ہوا اس لیے مدرسہ موعودہ کی آمدنی بھی بہت کم ہوئی - جسکی وجہ
سے مالی مشکلات نہایت زیادہ پیش آرہی ہیں طلبہ کی افزائش تعلیم کی
عزیزت - جبران آقا سے تا دار عالیہ السلام کی پیش از پیش مجلس القدر
تعلیمی خدمات کی شدید ترین حاجت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اس میدان
میں نہایت فراخ حوصلگی سے قدم بڑھایا جائے - مگر سرمایہ کی قلت
قدم قدم پر رکاوٹ پیدا کرتی ہے -

ہاں سے آئے ہوئے فطوط بار بار اس طرف ہندوستانی مسلمانوں
کو دلانے کے درپہ ہو رہے ہیں - بنا بریں ارباب خیر اور طابین برہمن

و تہارتی ترقی اور خطرات و مآذات سے تحفظ کے لیے فیضان جنگ
اور انشودن کا انتظام کس طرح ہوگا - بین الاقوامی تجارت اور تبادلہ
زر کی کیا صورت ہوگی - اسلامی نظام معیشت کا مقابلہ سرمایہ داری
ہو سکتا ہے - کیا لازم اور ناگزیر ہے -

حصہ ہفتم - اسلامی نظام حکومت - اسلام کا نظریہ سیاسی اور
نفاذات کا اساسی تصور - بادشاہی - آمریت اور انسانی ساخت کے
کے تمام وسایر حکومت سے اسلامی نظام حکومت کا اصولی اختلاف -
حکومت اسلامی کی بنیاد ترکیبی - خلیفہ کی حیثیت اسکے زیری عدل
سے اختیار است و فی الواقع اس کا طریق انتخاب - مجلس شورای
شوری کے اصول - اہل بیت کی مجلس کے انتخاب نامہ نفع - مجلس قانون ساز
کے سیاسی ماہرین قانون تربیت کی الیہ مجلس (مجلس شرع سے
فرامی حکم کا استنباط کیے - نہ ممالک کی انتظامی خصوصیات
سے - سراسر - عدالت پر مبنی - انتخاب - ممالک - دین و غیرت کا عامل
اسٹیٹ فیڈریشن - امور مذہب (پالہ و کس) - عدالت - تجارت - صنعت
خبر سالی - تعلیمات - ذبح - دفاع - ملکی - اجتماعی اہل ذمہ پر تفصیلی
نظم - اسلامی قانون - اسلامی اصول قانون پر
روشنی ڈالی جائے - پھر فقہ کے چاروں اسکولوں کی خصوصیات بیان
کرتے ہوئے یہ بتایا جائے کہ ان اسکولوں نے استنباط احکام کیسے
جو شاہراہیں بنادی ہیں ان پر چل کر ہر زمانہ کی ضروریات کے
مطابق احکام اخذ کیے جاسکتے ہیں - اسی سلسلہ میں حدود و امتداد کی تشریح
بھی کر دی جائے جس سے یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ ان حدود
نے زندگی کے ہر شعبہ میں کسی طرح بے راہ روی کے امکانات کا سد باب
کیا ہے -

حصہ دہم - بین الاقوامی تعلقات - خیر مسلموں کے ساتھ تعلقات
کی مختلف شکلیں - جبکہ وہ اسلامی حکومت کے ماسخت ہوں - جبکہ وہ
معادہ حساس ہوں - جبکہ وہ برسر جنگ ہوں - ان تینوں حالتوں کے
مختلف احکام کی تفصیل - جنگ کے مفاد اور قوانین - دار الحرب
دار الکفر میں مسلمانوں کی حیثیت - دار الحرب میں مسلمانوں کی حیثیت -
دارالاسلام میں دار الحرب یا دار الکفر سے آبرو والوں کی حیثیت -

حصہ یازدہم - علم اور ادب اور ہنر (آرٹ) کے مطابق اسلام کا
رہنما - اسلام کس طرح صحیح علمی تحقیقات کی نہ صرف بہت افزائی
کرتا ہے بلکہ تحقیق کے ہر شعبہ میں رہنمائی بھی کرتا ہے - اسلام ادب اور
آرٹ کے غلط رجحانات کو روک کر کس طرح ایسے راستوں پر چلنے
نشانہ دیتا ہے کہ وہ انسانی سادہت میں مددگار ہوں - اس
سلسلہ میں فنون لطیفہ پر تفصیلی بحث کی جائے - اسلام سائنس و
ترقی سے حاصل شدہ فوٹوں کا صحیح طریق استعمال بتاتا ہے اور
غلط استعمال سے روکتا ہے - سلام کی رہنمائی کس طرح انسان کو غلط
تجربات کے نقصان اور غیبت و تہمت و فتنے سے بچاتی ہے - اور
اگر اسکی رہنمائی سے استفادہ کیا جائے تو انسان کی رفتار ترقی کس قدر
تیز ہو سکتی ہے -

ایڈیٹر: عبدالماجد

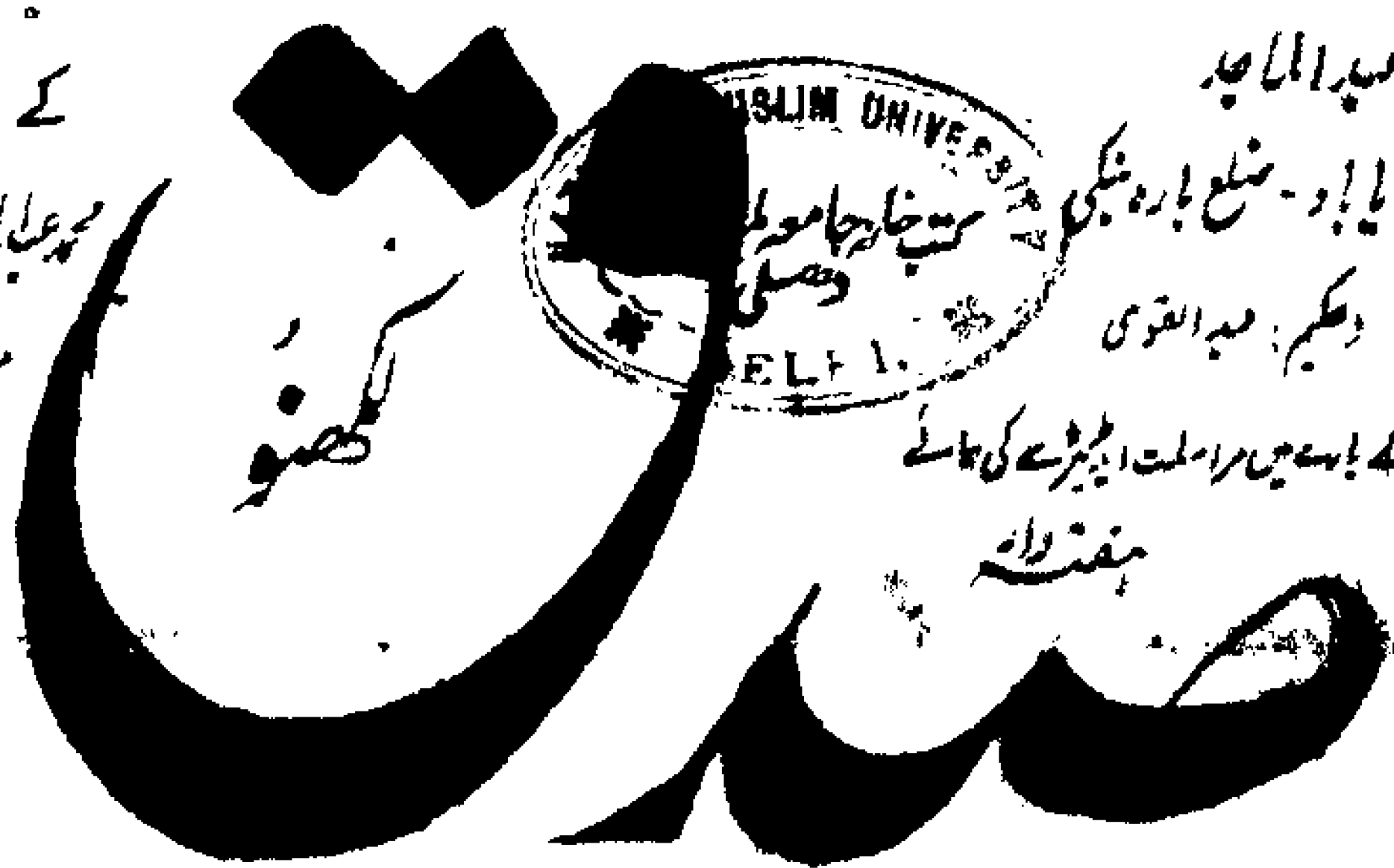
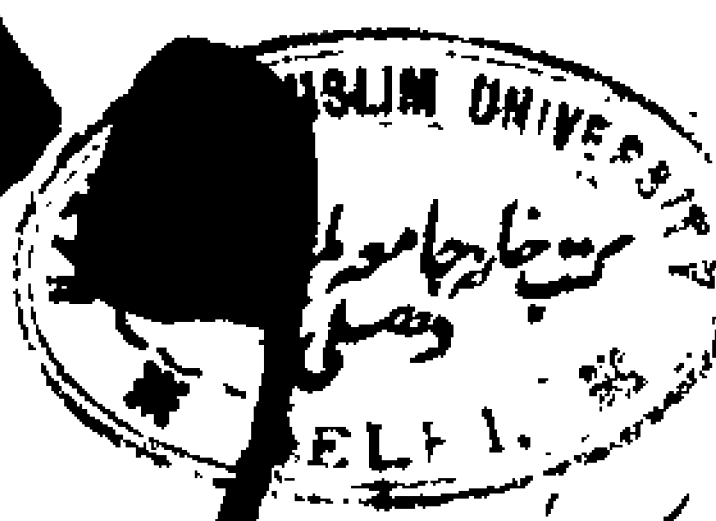
پتہ: دریا باد - منلع بارہ شکی

نائب: (مکرم) عبدالغوی

نصاب کے بارے میں مراسلت ایڈیٹر سے کی جائے

منفرد

پیشہ ورانہ (۲۹۱۵)



چند روز انتظار میں امور کے بارے میں مراسلت میں بند ہوئے
محمد علی بروٹ عباسی مہتمم اخبار صدق
مرشد آباہ عیس گولہ گنج لکھنؤ

سالانہ: ۱۰۰
ششماہی: ۵۰
بروز ہند سے سالانہ: ۱۰۰
قیمت فی پونہ: ۱۰

نمبر ۲۶، ۲۷ جمادی الاول ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۰۶ء جلد ۷

مقدس تحریف

”یا ایہا المدثر... مژگے مراد انشا“

سے ظلم و کفر ٹھانے والا تھا۔
قرآن یعنی اسے وہ کہ تو دیتا ہے، شایستگی سے کفر و طغیان اور ظلم و جور و دور کرنے کا مشن لے کر آٹھا ہے۔ بیحد کج خویش سوچنے اور رد و دیوشن پاس کرنے سے کام نہیں لے لیا بلکہ اڑھ کر کمر ہمت باندھ...
یہ بیک فٹنر۔ اس انقلاب کے لیے کسی خاص نشان یا دردی کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ یہ بین الاقوامی انقلاب ہے۔ اس میں ہر قوم اور نسل کے افراد جو انسانیت کی خدمت کے لیے آ رہے ہیں، وہ تیار ہوں شامل ہو سکتے ہیں۔ البتہ ایک شرط ہے کہ لباس پاک ہو اور پاک رہ سکا ہو۔ اخلاق کی پاکیزگی میں مددگار نہ ہو۔

سائنس، سحر، لیکن اس احتجاجی کے لیے اس بد اخلاقی کی آگ سے بچنا محال ہے۔ اسے ظلم کی تائید کرنے کی آگ میں ڈالا جائیگا۔ (قرآن - لاہور - خلافت نبرہ)
چند روز پہلے ’ہیں اس سرپا مریم‘ تحریک کے جو سربراہان کی ”مکملہ تفسیر“ کے عنوان سے ”حضرت مولانا“ عبید اللہ سندھی کے نام سے شائع ہوئی ہے!

ناطفہ سرگربیاں کہ اسے کیلے کیے!

اگر اس کا نام تفسیر ہے تو خدا معلوم تحریف اور بدترین تحریف کا نونہ اور کہاں لے گیا! ہمارے علمائے کرام، بعض ان میں کے یقیناً مخلص و نیک نیت، لیکن عقیدت میں غلو و افراط کے شکار، ایک بڑی حق پرست کے نام سے عروج و سکور، براؤ و کرم ہم عباسیوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ اگر یہ تفسیر بالکل اسی درجہ میں ہے یعنی خدمت کسی جاسکتی ہے تو آخر ہم سب مل کر عنایت اللہ المشرقی کا نام صحر تسلیم کر لیں، اس ذریعہ کی

مبارک تحریف قرآنی کے باب میں کیا اس سے کچھ بڑھی ہوئی ہیں؟

شرف ہم زبانی

ماٹا نگر سے آیا ہوا محبت و محبت کے لحاظ سے ایڈیٹر مل صفحہ پر شائع ہوا ہے اسکا مفہوم اردو میں:

”یقیناً آپ کو یہ آئے تو تجربہ کرنے میرے: غور سے تصدیق کر لیجیے۔ واقعہ یہ ہے کہ کتنے جس آسانی کے ساتھ انگریزی سمجھ لیتے ہیں ہندوستان کی کوئی اور زبان نہیں سمجھ پاتے اسباب پر غور کرنے میں ہیں۔ ان کی تہذیب حرام کر چکا ہوں، لیکن واقعہ ہر حال یہی ہے۔ اگر تھیں ساجوں ہی کہتے انگریزی میں ہیں جب بھی غیبت ہے۔ لیکن ستم یہ ہے کہ کوئی سا بازاری مرچائی آتا ہے لیجیے، تجربہ سے معلوم ہو جائیگا کہ انگریزی تو وہ فوراً سمجھ لے لیا، باقی کس اور زبان میں لے لے چکا رہے تو وہ بہر نظر آئیگا۔ میرا ہمت پر انگریزی کے صرف چند لفظ جانتا ہے، میرے کتوں کو کبھی ہندوستانی میں نہیں لگا سکتا انگریزی ہی میں مخاطب کرتا ہے۔ اور جب میں نے دیکھ دیکھی تو بولا کہ کتنے لوگوں کی زبان ہی انگریزی ہے دوسری زبان نہیں سمجھتے۔“

سار کا باد اس شرف ہم زبانی پر سمجھ میں نہ آیا کہ کس پیش کی جائے۔ صاحب کو کیا صاحب کے گوتوں کو!

تعلیم قرآن کا انتظام

جلسہ اتحاد المسلمین کے اس سالانہ

اجتماع کی غور کردہ رسلے ہے کہ مسلمانوں کی دنیوی و دینی فلاح و بہبود کا انتظام بالکلیہ قرآنی تعلیمات پر ہے اور چونکہ سرکاری مدارس میں اس طرف سے کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ لہذا مجلس اتحاد المسلمین کا یہ طلبہ عام سالانہ اجلاس کو اس طرف توجہ کرنا ہے کہ اس میں مسلمان طلباء کے لیے قرآن مجید

کل تک فلم کسی کو وائٹش نشان کا دل نہ بنا ہوا تھا اور معلوم اسباب ہوتا تھا کہ وہ صرف ایک انتخاب ہوا، اور اُدھر علیگڑھ کی اینٹ سے اینٹ بن کر رہی! پنک کا حافظہ یقیناً قابلِ اعنا و نہیں ہوتا، لیکن اُس سے ایسی بد فہمی بھی کیا، کہ ابھی کل تک جو کسر سیاہ تھا، اُسے آج بے تحلف سفید کہا جائے گا! — کوئی آتش نشان اس قدر آٹا فانا کہیں کہیں سرد ہوا ہوگا! — بچ کہا ہے کہنے والے نے سے ہے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا چاہو پھر اہو ہے قدری نگاہ میر!

مشاوروں کا اقرار

ہندوؤں کی سوشل رازم ریویسی ایشن (مجلس اصلاح معاشرت) ابھی نے اپنے ایک تازہ موزڈم (یادداشت) میں لکھا ہے :-

”جڑی قانون سازی سے (ہندو) عورتوں کو فائدہ پہنچنے کی بجائے اُنہما نقصان پہنچا، بلکہ مزدورت، س بات کی ہے کہ ہندوؤں پر یہ حیثیت بھرمی نظر ثانی کی جائے اور اُس میں اس طرح ترمیم کی جائے کہ وقت نے ہندوؤں کی سوشل حالت میں جو تبدیلیاں رونما کر دی ہیں، وہ اُنکا ساتھ دے سکے!“

گویا یہ کھلے لفظوں میں اعتراف ہے کہ ہندو قانون کم از کم ہندو عورتوں کے حقوق کی حد تک تو زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا! اور پھر لکھا :-

”لڑکی خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، اُسکو اپنے باپ کی جائداد سے حصہ لینا چاہیے۔ تاہم چونکہ لڑکی کو اپنے باپ کی حیثیت میں اور پھر استری دھن کے حقوق کے باعث اسے بیٹے پر توفیق ہوگی۔ اس لیے ایسی ایشن کی ملے ہے کہ لڑکے کے مقابلہ میں لڑکی کو نصف حصہ لینا چاہیے۔“

لیکن صاف لفظوں میں یہ کہہ دینے کی جرات نہ ہوئی، کہ ہندو قانون، لڑکیوں کے حق میراث کے باپ میں بالکل نہ ہی ہو جائے جو اسلامی شریعت میں ۱۳ سو سال سے چلا آ رہا ہے!

انجمن ترقی اردو

انجمن ترقی اردو، ہندوستان میں خدمت زبان و ادب اردو کی سب سے پرانی اور مستند انجمن ہے۔ اسکی شاخیں ۱۸۸ کی تعداد میں سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اسکے قائم کیے ہوئے درجے ۶۴ کی تعداد میں ہیں۔ اسکی مطبوعات کا شمار ڈیڑھ سو سے اوپر پہنچ چکا ہے۔ لغت، ادب، تاریخ، سیاسیات، فلسفہ، صورت و نحو، سائنس، سب اسکے دائرہ میں ہیں۔

۲۵ گنا ہیں صورت و معنی میں شایع ہوئیں۔ ۲۰ گناؤں کی منظوری شدہ اسکے لیے تھی۔

اسکا ایک ہندو روزانہ اخبار ہمارے زبان کے نام سے نکلتا ہے اور دوسرے ماہی رسالے، ایک کا نام اردو ہے، دوسرے کا نام سائنس ہے۔

میں جیٹک پر ایک ضخیم نازک کتاب ہے ”آثارِ جمال الدین افغانی“ (اختصار کے لیے صرف ”آثارِ جمال“ کہنے میں کیا مضائقہ ہے؟) مشہور روزنامہ پیام کے شہرہ زمرہ، جناب فاضل عبدالغفار صاحب مراد آبادی کے قلم سے۔ کتاب ہے شیخ کی سیرت اور اصلاحی خدمات پر۔ لیکن کوشش محترم صنعت کی ہر ملک میں ہے۔۔۔ بن السور میں بھی اور سلوڈ میں بھی۔۔۔ گویا شیخ اپنے وقت کے اترک تھے! اترک نہ تھے جب بھی اس ”لائٹل مراد“ کے نقشِ اول ہو چنانچہ مقدمہ سے بھی پہلے جو پیش لفظ ہے، اس کی صہم شدہ جہی اترک ہی کا ایک قول درج ہے۔

کتاب کے دو قوانین صفا بتائیں، ”میں نے یہ بھی پڑھا، کہاں کہاں یہ ہے کہ انجمن کے مسئلہ مطبوعات میں اسکے گہرے سنا بعد ۱۹۴۷ء کے تقاریر کے آتش ہے۔ بعض امریکی ماہرین سائنس باتیں کرتے اور جابجائیاں کے ایک استاد سائنس کا ترجمہ۔ اس کا سائنس کا لٹریچر (سکریٹری سائنس) کا ڈی نیو یارک کے قلم سے ہے۔ بیان بعض ہندو جسم کی فعلیت کا وہ ہے کہ ”ان میں غلطی سے انہی صنفی خصوصیات کا تعین ہوتا ہے۔“ اس پر سائل سوال کرتا ہے کہ وہ ختم و صیات کیا ہیں؟ جواب دیتا ہے :-

”میں صورت، جسم، اور تہ سب، اعضا وغیرہ، مثلاً مرد کے پورے کندھے اور پیش کمر اور عورت کے چھوٹے کندھے اور چوڑے سر، موٹی مردانہ آواز اور باریک زنانہ آواز“ (مثلاً)

اتنے فرق تو اسی جواب سے ظاہر ہو گئے۔ مائل جو تہہ دکا بیل معلوم ہوتا ہے مزید جو ح کرنا ہے :-

”کیا دونوں صنفیں دماغی خصوصیات کے لحاظ سے بھی مختلف ہوتی ہیں؟“

گویا پہلا تاہم چاہتا ہے کہ نہیں، جسمانی فرق جو کچھ بھی ہو دماغی اعتبار سے تو دونوں یکساں ہیں۔ لیکن ”سنے، ڈاکٹر دیکھیں“ کا نثر ہوتا ہے :-

”مختلف ہوں میں تو بہت کم۔ باہر میں ہم دونوں صنفوں کی بنیادی زندگی مختلف ہو سکتی ہے، بلکہ اکثر ہوتی ہے۔ بہ الفاظ دیگر مردوں اور عورتوں میں فکر کی راہیں تو بہت کچھ ایک سی سی ہوتی ہیں۔ لیکن جذبات کی راہیں سب ادوات جاکانہ ہوتی ہیں (مثلاً)

لیجے، خشک سائنس کا یہ نکتہ ہے، کہ جسمانی امتیازات و اختلافات کے علاوہ جذبات کے لحاظ سے بھی مرد و عورت کی زندگیوں میں ایک نہیں مختلف ہوتی ہیں! — اور انجمن ترقی اردو کی ستم نظری کا کمالی، کہ مسئلہ کے چٹ پٹ بعد مسئلہ پر جگہ اپنی مطبوعات میں ایسی رجعت پسند کتاب کو دیدی آں کی آن میں مزہ ہی کرکرا کر دیا!

تجدد کی نیرنگی

”ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اُنکے ذہنی جدید و اس چائلڈ کے کام میں کوئی ایسی مداخلت نہ کریں جو انورکٹ کے عام مفاد کو متاثر نہ کرے۔ طلبہ کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں یہ سمجھ کر علیگڑھ جانا چاہیے کہ وہ قوم کا سب سے بڑا تعلیمی مرکز ہے۔“ (پتھام)

اسد گبرایہ وہی و اس چائلڈ میں، جسکے انتخاب کی مخالفت میں ابھی

نئی کتابیں

(۱) فیض الباری علی صحیح البخاری (عربی) از حضرت مولانا انور شاہ کشمیری

جلد اول - صفحات ۸۰۰ ۸۱۲ - ج ۲ - (۱) مجلس علمی ڈابھیل

تفلیح کلاں - قیمت غالباً صمد

(۲) ایقان - جلد دوم - صفحات ۲۳۰ - (۲) کتب خانہ رشیدیہ، قریب

۴۹۰ - تفلیح کلاں قیمت غالباً صمد

بخاری کو جو مرتبہ اور جو شہرت عالم اسلام میں حاصل ہے، اتنی

بہ سہ، لیکن اُسی سے لمبی جملتی ہوئی شہرت بخاری کے شارح و تفسیر نویس

کشمیری کو ہندوستان کے معلقہ علم میں حاصل ہے۔ اور ان کے ان کا مجموعہ

مجموعہ صمد - بخاری کی شرحیں اب تک متحد و گھسی جا چکی ہیں، اور لکھنے

والے بجائے خود اپنے فن کے نام گزرتے ہیں اس پر بھی کوئی تو ایسی بات

ہے کہ سلسلہ اب تک جاری ہے، اور لکھنے والوں کو یا نہیں لکھنے کے قابل

مل ہی جاتی ہیں۔ پھر شاہ صاحب کا اب دقیق النظر علم کو گنہ گری تو

ان کا حصہ ہی تھا۔ یہ سب اس لیے عرض کیا جا رہا ہے، کہ میں یہ نہ کہجیایا

جائے، کہ ان جدید شہرت میں محض اندیم شرحوں کا بے مزہ، عادیہ و کجکتاب

کا ذکر نہیں، منتہیوں کو بھی ان شاء اللہ فیض الباری کے مطالعہ سے نفع ہی ہوگا

جلد اول کتاب التہم کے آخر تک ہے۔ اور جلد دوم کتاب العیادۃ

سے کتاب البخاری تک۔ کل شرح پانچ جلدات میں ہے۔ باقی دو جلدوں میں

یقیناً بقیہ ابواب ہونگے، اس وقت تو پیش نظر پہلی ہی دو جلدیں ہیں۔ شروع

میں ایک بہت مفصل و بصیرت افزا مقدمہ مولانا محمد یوسف تیوری کے

قلم سے ہے، اور ایک مختصر پر موز و جامع تقریظنا منسل جلیل مولانا شبیر احمد

غفاری کے قلم سے۔ حاشیہ پر ایک دوسری کتاب ان امالی کے مولف و مرتب

مولانا بدر عالم بیرٹھی کے قلم سے البدر الساری الی فیض الباری کے نام سے ہے

جو گویا اس شرح کی ضروری شرح ہے۔ کاغذ نفیس، کتابت روشن، حسن

ظاہری جمال معنوی کا ہر توہ۔ نہرست معنایں، مطالب، اگر نیری کتابوں

کی طرح شروع میں بہت ہی مفصل۔ حشبت ظاہری مجموعی طور پر ایسی

دلکش کہ کم استعدادوں کا بھی حوصلہ بڑھ جائے، اور نہ پڑھنے والوں کا

بھی دل پڑھنے کو خواہ مخواہ چاہے لگے۔

مصنف علام مغفور کی خوش قسمتی کہیے یا ان کے حسن نیت کی برکت

کہ اپنے پیچھے شاگردوں رفیقوں کی جماعت ایسی مخلص و فرض شناس چھوڑ

گئے۔ مجلس علمی ڈابھیل، بن اور علم کی جو گراں قدر خدمات انجام دے رہی

ہے اُس کے کارناموں میں ایک روشن ترین کارنامہ کا عنوان ہی فیض الباری

کی اشاعت ہے۔ کسی اسلامی کتب خانہ کی الماریاں، اگر کسی شایق علم خوشحال مسلمان

کا کتب خانہ ایسے گہرے بھاسے خالی نہ رہنا چاہیے۔ اور اللہ العالی

مدد و توفیق سے اس قسم کی گراں بہا خدمات انجام دے رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ

سرکار و کن کی امداد و سرپرستی کے شان حال ہے۔ اہل کمال بلکہ دنیا پر

کہ انجاء مجلس علمی کے غریب و غامض کونوں کا ہے، کہ ان سے بڑے بڑے

کارناموں کی ہمت کر جاتے ہیں۔

(۳) جہرۃ البیانۃ (عربی) از مہتمم عبد الحمید الفزازی - ۸۰۰ صفحے - تفلیح

۲۰۰ ۲۶ قیمت ۱۲ ارچہ - دائرۃ حمیدیہ - مدرسۃ الاملاص، سرسہ ہیرا

منبع اعظم گڑھ -

مفسر قرآن مولانا حمید الدین کی وفات کو دس گیارہ سال گزر چکے، لیکن

جو جواہر ریختے وہ اپنے بعد چھوڑ گئے ہیں، ان کی بیعت و اشاعت کا سلسلہ ان کے

لائق جانشینوں کی عالی سعی کے ہاتھوں، بھلا اللہ باریہ جاری ہے۔ اور سہیل

ان کی تادیر تہانیت میں سے بھی عربی کہیں، اور ایک آدھ لکھتی ہی رہتی

ہیں۔ اس نہرست و زاد میں از و ترین اصنام جہرۃ البیانۃ ہے۔

مولانا کے قرآنیات کا اہم ترین جزو ان کا ذوق ادب تھا۔ ادب میں بڑا

ذہن راسخ تھے اور ان کے پید کرنا رہتا تھا اور ان کا الطباق وہ

بلاغت قرآن پر کیا کرتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ہمارے اکثر طلباء ادب

نے اپنے فن بلاغت کو دونوں اُس وقت لیا، جب بھی علوم بہ کثرت اسلامی

داغ میں داخل ہو چکے تھے، اور یونانی علامہ و فنون کے عربی تہجے ہو چکے تھے،

اس لیے ہمارے اکثر اصول و قواعد بلاغت بجائے مائیس عربیت کے بھی

اور یونانی تخیل کے سانچے میں ڈھل گئے، اور عرب کے اصلی اور سادہ

جو ہر ادب کے غلات بہت سے مہیا رہے، اچ پاسے، مولانا ایک بھٹیا

دل دو مار گئے کرتے تھے، وہ ایک بے مثل ادیب ہی نہیں، شاعر ادب ہی تھے

انہوں نے ارسطو اور خلدین ارسطو کی تعلیم سے آزاد ہو کر نئے اصول نقد نام

کیے، اور انہیں اصول پر بلاغت قرآنی کو جانچا اور پرکھا۔

جہرۃ میں اس کے خواجہ، قدم قدم پر ملتے ہیں۔ بلاغت مجملہ و بلاغت

عرب میں فرق، شعر و خطابت میں امتیاز، تشبیہ و استعارہ، تخیل و مجاز

کی حقیقت، اسباب و مطالب کے مباحث، اشارہ و کنایہ و توفیق کے

سائنس، ان سب کے دفاتی کیا تعلق اصل کتاب کے مطالعہ ہی سے۔

ارسطو کے فلسفہ تشبیہ و فیہ پر نقد خصوصیت کے ساتھ قابل دید ہے۔

سودہ میں جگہ جگہ چھوٹی ہوئی ہے، اور بعض عبارتیں ناقص و گھٹی

ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظر ثانی اور تکمیل کا موقع مصنف علامہ

کو بالکل نہ مل سکا۔ ممکن ہے کہیں کہیں نفس معلوم بھی پوری طرح واضح نہ

ہو سکا ہو۔ باوجود کتاب عربی کے ہر مسلم کے لیے اول سے آخر تک

پڑھنے کے قابل ہے۔ علم سانی و بیان کے وہ دھنکے اس مختصر نتجاست

دانی کتاب کے اندر مل جائیں گے، جو محقق و مصنف ہی کا حصہ تھے۔

(۴) زبان و قلم - از قاضی عبدالصمد صاحب مدارم - صفحات ۱۶۶

قیمت ۱۱ روپے کا پتہ - کتبہ "زبان" فردل بارہ - نئی دہلی -

اسلامی و کتاب اس آریہ سماجی اعتراض کے جواب میں لکھی گئی

ہے کہ قرآن عربی زبان میں کیوں ہے، تو صورت ایک مختصر مسئلہ کی زبان

ہے؟ لیکن اس سوال کے مفصل جواب کے علاوہ کتاب میں اور بہت سی

قابل قدر تحقیقات آگئی ہیں۔ کتاب کئی چار حصوں میں تقسیم ہے۔

(۱) معنایں متفرق - اسکے نمائندہ مباحث اس کی پیدائش، زبان بہت

آدم کی زبان و فہم ہیں۔

(۲) دنیا کی زبانیں - اسکے تحت تقسیم اس نام الاسماء وغیرہ بہت سے

حوالات ہیں

(۳) فنِ کتابت - اس میں ایجوکاتو کتابت عرب و کتب و غیرہ پر گفتگو ہے۔
(۴) مورخین کی غلطیاں - اس میں بعض قدیم غیر مسلم مورخوں کے کلام پر نقد و جرح ہے۔

کتاب کچھ بہت مرتب صورت میں نہیں تاہم متفرق معلومات کے لحاظ سے دلچسپ بھی ہے اور پُر مغز بھی۔ بعض جگہ حوالے ناکافی ہیں۔ مثلاً صفحہ ۷ کے وسط میں جہاں انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا ذکر ہے وہاں اس کے ایڈیشن کا ذکر بھی ضروری تھا۔

(۵) سائنس اور اسلام - از مولانا محمد طیف صاحب دیوبند - صفحہ ۹۲ تا ۹۶ - تقطیع ۲۲x۱۸ - پتہ: سکریٹری انجمن اسلامی تاریخ و تمدن - مسلم یونیورسٹی - علیگڑھ

موضوع نام کے لحاظ سے - اس موضوع پر اردو میں متعدد کتابیں موجود ہیں، لیکن شاید کسی میں موضوع پر اس وقت نظر اور جاہلیت سے سنجیدہ و مدلل بحث کی گئی ہو، جیسی اس رسالہ کے صفحات میں موجود ہے۔ فاضل مصنف اپنی ذہانت و تحقیق پسندی کے لیے ہفتہ ہی کے مشور ہیں۔ یہ تازہ تصنیف انکی اس شہرت میں اور چار چاند لگا کر کتاب دراصل تصنیف نہیں، مولانا کا ایک مقالہ ہے جو علیگڑھ میں شش ماہ میں چھاپا گیا تھا، اور وہی اب کتابی صورت میں شائع ہو گیا ہے۔ مسلم یونیورسٹی میں چند سال سے ایک بڑی مضبوط کراڑا انجمن تعلیم تاریخ و تمدن اسلام سکالرام سے قائم ہے وہ ہر حال ملک کے منتخب اعلیٰ علم حضرات کو فاضلانہ خطبات کے لیے دعوت دیتی رہتی ہے۔ اسی سلسلہ میں ایک خطبہ یہ بھی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ مقالہ نویس نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

مقالہ کی ابتدا اترندی کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس کا بظاہر کوئی تعلق موضوع سے نہیں معلوم ہوتا، لیکن مقالہ کے چند صفحے بھی نہیں ختم ہونے نہیں پاتے ہیں کہ بہترین ربط موضوع اور اس حدیث کے درمیان پیدا ہو جاتا ہے۔ مقالہ کے بڑے حصے یہ چار ہیں:-

- ۱۔ سائنس کی حقیقت۔
- ۲۔ اسلام کی حقیقت۔
- ۳۔ دونوں میں باہمی نسبت۔

۷۔ اس تحقیق کے نتائج: احکام - آیات کی سچی روحانیت کی لمبائی۔
سارے مقالہ میں بجز صفحہ ۵۵ کے جہاں بعض ثنائیں نسبتاً کمزور ہیں، اور ہر پیغمبر تائید فکر و سمجھت و استدلال و حسن استنباط کا ایک مرقع ہے۔ اور اس دور میں خدمت دین کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ پورے خوبیاں اصل رسالہ کے دیکھنے سے نکل سکتی ہیں۔ مستحق داد ہیں فاضل مقالہ نویس، اور قابلِ داد ہے علیگڑھ کی وہ انجمن۔

(۶) بزمِ اکبر - از مولوی محمد الدین احمد صاحب بدایونی بی بی کے لکھی - صفحات ۲۲۳ - تقطیع ۲۲x۱۸ - قیمت درج نہیں - غالباً پھر ہو۔ پتہ: انجمن ترقی اردو - دریا گنج - دہلی۔

اکبر جیسے نامور سخن گوئی قابلِ ذکر سوا مخمری اب تک اردو میں موجود نہیں۔ کلام پر تبصرہ بھی اُس کے شایانِ شان نہیں۔ کلام کا ایک

خاصہ بڑا حصہ، وفات کے ۲۰ سال گزر جانے پر ایک غیر مطبوع اور اُس کے صاحبزادہ کے پنجہ غضب میں محصور ہے۔ اس صورت میں انجمن ترقی اردو کی یہ کوشش یقیناً قابلِ داد ہے کہ اُس نے کچھ تو اس سلسلہ میں قدم بڑھایا، اور ایک کتاب ادسط درجہ کی سہی اکبر کی سیرت و کلام پر شائع ہو کر اسی۔

بزمِ اکبر کے مصنف خود بھی شاعر ہیں سخن نغمہ جہاں اور حضرت اکبر کے آخر زمانہ کسے دے۔ لیکن تعینِ تجربہ شاید زیادہ نہیں رکھتے۔ حالات اُنہوں نے اچھے خاصے جمع کر دیے ہیں۔ کلام پر تبصرہ بھی بُرا نہیں۔ لیکن اول تو سوت موضوع کے لحاظ سے کتاب مختصر بہت ہے اور پھر کتاب کی ترتیب اور انتخاب مضامین میں بھی ترقی کی بہت کچھ گنجائش تھی۔ حضرت اکبر مصوم یقیناً نہ تھے، لیکن سیرت کی جن کمزوریوں کو نمایاں کرنے کی کوئی شدید قومی یا ملی ضرورت نہ ہو، انہیں غیر واضح ہی رہنا چاہیے تھا۔ اسی طرح اکبر کے کلام پر تبصرہ کے ضمن میں مصنف کا لایا اپنے بامداد اپنے عزیزوں کے کلام کو پیش کرنا، یا اپنی اصلاحوں کا ذکر کرنا بھی مذاقِ سلیم کو بہت ہی گراں ہے۔ مصنف اکبر کے سامنے بالکل خود تھے، لیکن سب دلچسپ جو انتہا پر کیا ہے اور بالکل باہر دے سامعین کا بے کلام پر گرفتیں جو کی ہیں ان میں سے اکثر خود تباہ گزشتہ ہیں۔ تو وہ جتنی مناقب اکبر پر کی ہے اُس سے کچھ کم شاید اکبر پر بھی نہیں۔ اور ذیل کے فقرے اور الفاظ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے، کس عالم میں ظلم سے نکل سکتے ہیں:-

"خود اس جہل مرگب سے نہ بچ سکتے تھے" (صفحہ ۱۷) کوئی بات ظلم

میں اور اکبر کے قابلِ بڑا نہ ہو، موقع کتنے کا ہوا نہ ہو، مروجہ

کے جلنے کی ایک عادت ہو گئی تھی" (صفحہ ۱۷) "زیادہ کوئی

کو کینے کی حد تک ہو سچا بیتے تھے" (صفحہ ۱۷) "یہ شاعری ہے کہ

ہذا یان ہے بہ وقت بنار" (صفحہ ۱۷) "بے کار بادش کچھ کیا کر

کپڑے ہی اُدھیر کر سیا کر" (صفحہ ۱۷) "اگ کا کرنا اکبر کی بجا جانے"

(صفحہ ۱۷) "غلامِ نقالی" (صفحہ ۱۷) "غلامِ کوشش" (صفحہ ۱۷)

"ایجاد بندہ محبوبہ انما فیض" (صفحہ ۱۷) "ایک دفعہ اشارہ" (صفحہ ۱۷)

خدا نہ کہے کہ اس خوش فہمی کی موائد اور میں عام ہو جائے، اور خدا نہ کہے انجمن ترقی اردو جیسی خود دار ادبی مجلس آئندہ ایسے خوش سلیقہ اہل قلم کا غم آزار رکھے جھوٹے!

ان ہلوں کے باوجود کتاب فی الجملہ دلچسپ ہے اور اکبر سے ہر دلچسپی رکھنے والے کے لیے قابلِ مطالعہ۔

(۷) محاسنِ سجاد - مرتبہ مولانا سید عالم ندوی، ضخامت ۱۷۷،

صفحہ - قیمت ۵ روپے، اہلال کتب انجمنی - بانگی پور - پٹنہ

ہمارے نائب امیر شریعت مولانا محمد سجاد کی وفات کے ابھی دن ہی کے

ہوئے ہیں، کتنوں کے دل میں ابھی یہ زخم ہرا ہوا۔ محاسنِ سجاد انجمن کی

یادیں دور توں، رفیقوں، مستفدوں کے دل سے نکلے ہوئے متفرق مضامین

کا مجموعہ ہے۔ شروع میں درودِ حق کے قلم سے پیش لفظ، جو تمدن کے

ایک پچھلے نمبر میں نقل ہو چکا ہے۔

مضامین عموماً سنجیدہ ہیں اور مفاد۔

ہوتا ہے پر موفع ایسا آجڑا ہے کہ جس کے ہوسے بھی رہائیں جانا...
نام نہاد فقرا اور صوفیہ فقر کی بساط بچھا کر سادہ لوح مسلمانوں کے
مال اور اسباب پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ مدرسوں میں ابھی تک اسطو
کی سٹری ڈوئی لاش پر عمل جراحی جاری ہے۔ شمس بازغہ اور قاضی
مبارک کی دھوم ہے۔ قرآن کریم اور حدیث رسولؐ کی کانون میں
بودلک پڑ جائے تو خیر ہرج نہیں، لیکن انکی تحصیل میں عمر عزیز کے
کچھ حصے نذر کیے جائیں یہ ناممکن۔ بڑے بڑے علماء کے خانوادے
مشکوٰۃ شریعت اور مشارق الافکار پڑھانا کافی خیال کہتے تھے۔ ایسا مسلم
ہوتا تھا کہ پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ از شیخ عبدالحق کی ترغیب و تلویح کے
فیض سے کوئی جماعت اگر کبیر محمد رہی تو انھیں اہل دروہ کی اہل فتوے
کا حال نہ پوچھو۔ انکے اس میں متاخرین کی تدریس کردہ فقہ اور فتاویٰ
کی گویا پرستش ہوتے لگی۔ کیا مجال کہ ابن نجیم (رحمہ اللہ) اور علاؤ
تاری (رحمہ اللہ) کے کسی فتوے یا قول سے آپ احکامات واسے کا
انکار کر سکیں۔ اور اگر کسی سرپرست نے کبھی ایسی جرات کی تو وہ دین
مبتدع، غیر متقاہ.... اور دوسری شرعی گالیوں کا مستحق ٹھہرا۔

دس بنیادی اصول

لازمی مباحثہ صاحب ایم اے انجمن بنیاد اسلامیہ لکھنؤ

۱۔ تمام اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں میں درجہ بنیاد بالعموم قوم کے سرایہ سے ہوتا ہے جو اسلام اور قرآن عزیز کا واسطہ دے کر ملت اسلامیہ سے اکٹھا کیا جاتا ہے (تعلیم قرآن عزیز کو لازمی قرار دیا جائے۔ اور کسی طالب علم کو ایسے اسکول میں ترقی نہ دی جائے جو مجوزہ نصاب بنیاد میں کامیاب نہ ہو۔ خواہ اگر نئی اور حساب میں اس کے نمبر سب سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں)۔
۲۔ اگر نمبر ۱ پر ذریعہ عمل نہ ہو سکے، تو کم سے کم یہ پابندی ضرور لگا دی جائے کہ کسی طالب علم ترقی نہ دی جائے جب تک وہ مذہبی استاد سے یہ سند نہ حاصل کر لے کہ اسلامی نصاب سے یہ طالب اس قابل ہے کہ اسے اعلیٰ درجہ میں ترقی دی جائے

۳۔ قرآن عزیز کی تعلیم کے لیے وقت کم از کم اتنا ضروری ہے جتنا دوسرے لازمی مضامین کے لیے ہوتا ہے

۴۔ ہر اسلامیہ اسکول کا مڈل سٹراہ اسلامیہ کالج کا پرنسپل پابند ہو کہ وہ ہر سب سے کم از کم قرآن عزیز کی ایک آیت کا ترجمہ خود تمام طالب کو پڑھائے۔ (جس طرح شیراؤالہ ہائی اسکول میں مرحوم مولوی محمد الدین صاحب (پورنوا) اگر ابتدا میں ایسا ممکن نہ ہو تو ہال میں تمام طلباء کو جمع کر کے اور مذہبی اسرار غرض کو سہرا بنجام۔ ایک اسرار اعلیٰ کا طاعری میں دس میں لازمی ہو۔
۵۔ قرآن عزیز کی تعلیم کے لیے مستند اور سلی قابلت کے اساتذہ مقرر کیے جائیں جو ڈپلن (منیٹر) اور تعلیم کے لحاظ سے کسی ایسے اعلیٰ دینی یا "علمی" سے کم نہ ہوں۔ انکی تنخواہ اور انکی عزت دنیاوی تمام مبادیوں پر چلنے والے اساتذہ کے کسی قیمت میں کم نہ ہو۔

۶۔ مذہبی استاد بننے کی حیثیت میں اساتذہ بالائے نام احترام کے لیے اپنے ماستحوں کے سامنے وقتاً فوقتاً ملی نوٹ پیش کرتے ہیں جس طرح میسائی دنیا میں ان کے شبہ وغیرہ بلحاظ عمدہ ایک خاص احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ مجلس اجتماعات میں ان کے لیے کرسی کی خاص جگہ مقرر ہوتی ہے، یہ عزت مذہبی استاد کے لیے امتیازی کیفیت تسلیم لی جائے۔ یہ نشان صرف مغرب زدہ انبیا کے لیے ہے ورنہ اس احترام کے لیے اسلامی۔۔۔ میں امام و الشیخ اور امام مائیک کے نام زد نہ مناجات ہیں۔

۷۔ اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں میں سب سے زیادہ حفاظت، فیس کی رعایتیں اور عام رعایتیں ان طلبہ کے لیے ہوں جو مذہبی حیثیت میں اعلیٰ طور پر بہتر ہوں۔

۸۔ اسلامیہ اسکولوں میں مذہبی اساتذہ کے اختیارات عام اساتذہ سے زیادہ ہوں جس طرح اس وقت تک اساتذہ کے ضامین کو زیادہ اہمیت دی جائے۔ مثلاً اگر عام غیر ماضی کا جرمہ (ارہو) تو مذہبی پیر کی غیر ماضی کا جرمہ کم از کم ہر دو۔

۹۔ ہر اسلامیہ اسکول اور ہائی اسکول میں ایک غرضی کرپس (جماعت سلیٹن) ہو

آپ اپنی جگہ کہ اس بنیم میں کتاب ربانی کا کیا حال تھا؟ تو سچی بات تو یہ ہے کہ آج تک سننے میں نہیں آیا کہ یہ ان اہل مدرسہ کے ہاں کتاب عزیز کیسے بار پاتی تھی۔ اور ذہنی ان بیچاروں کو "علوم الہیہ" میں فرصت کہاں ملتی تھی کہ وہ کتاب الہی کی طرف متوجہ ہوتے۔ پورے مدرسہ نظامی میں اگر ذہنی کوئی کتاب درس سے خارج تھی تو یہی کتاب ربانی جسے قرآن کریم کہا جاتا ہے جس پر ہم آپ ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ تو علماء اور اصحاب درس کی حالت تھی۔ عوام اور متوسط طبقہ کی حالت اور دردناک تھی۔ ایک غیر مسلم مہتر کے الفاظ میں فی الجملہ اسلام کی جان بھل چکی تھی اور محض بے روح رسمیات اور مبتذل توہمات کے سوا کچھ نہ رہا تھا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر دنیا میں آتے تو وہ اپنے پیروں کے اعتقاد پرستی پر بیزاری کا اظہار فرماتے۔ جدید دنیا سے اسلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (مترجمہ جیل الدین صاحب بدایونی)

یہ پُر آشوب زمانہ تھا اور یہ دردناک حالات تھے کہ غیرت حق کو حرکت ہوئی۔ وقت آیا کہ از سر نو پیام محمدی کی تجدید ہو۔ سید نبوی (مدنیہ سورہ) کے وہ طالب علم خاص طور پر اسی منصب سے نوازے گئے۔ ایک ہندی نژاد مفسر، دوسرا نجد کا بادیہ نشین۔ آپ سمجھئے۔ یہ طالب علم کون تھے۔ نجد کا بادیہ نشین محمد بن عبدالوہاب (رحمۃ اللہ علیہ) اور ہندی نژاد ولی اللہ ابن عبدالحکیم دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ)۔ یہ دونوں کیلئے، انھوں نے کیا کیا، اس کی تفصیل ضخیم جلدوں کی محتاج ہے، ہم اتنا جانتے ہیں کہ آج ہندوستان میں ایمان اور علم دین کی جو کچھ بڑی کھلی شمع ہمارے پاس موجود ہے وہ امام ولی اللہ اور ان کے ہاشمیوں کا مدنیہ ہے، اور اس دین میں جہاں کہیں بھی علم اور سبیل کی معرفت جاری ہے سب کا منہج وہی ذات گرامی ہے جس کی یاد تازہ کرنے کے لیے آج کی صحبت مرتب کی گئی ہے اور جس کی غارت میں ہم آپ اپنے علم اور عملوں کے مطابق اپنی عقیدت اور محبت کی نذر پیش کر رہے ہیں۔

۱۰۔ ائمہ کے ذمہ امام ولی اللہ سے پہلے اسلامی ہند کی دینی تاریخ کا اجمالی خاکہ پیش کرنا تھا، معتد رہو اس نے اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کی ہے اگر خامی رہ گئی ہو تو یہ اسکے علم کا تصور ہے اور اگر کچھ میں کہیں تلمیح ہو تو یہ شدت احساس کافیت ہے، جس کے لیے معذرت کی غرضت ہیں۔
۱۱۔ ذرا دلچسپی میں لیں جو ذہن فہم کم یا بالی (لغزبان) ولی اللہ بنو محمدی و امیر ترمیچوں کو بھلے اگر ان میں

پہلے استاد بننے اپنی کتاب میں ائمہ میں مدنی کی اسلامی دنیا کا جامع اور پرورد نقشہ لکھنا ہے۔ امیر غلبہ اسلام کی ریلے میں کوئی ماذن سلیمان بھی اس سے زیادہ صحیح تصور نہیں لکھ سکتا۔ بہر سید احمد شہید (رحمۃ اللہ علیہ) میں اساتذہ کا پورا انتخاب درج ہے۔ عداوت ہمارا درج کر سکتا ہے مانع ہے۔

۱۲۔ اسی طرح شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے مجاہدانہ اور مجددانہ کارنامے بھی کچھ کم اہم نہیں۔ امام شیخ الاسلام کی مفصل سیرت لکھی ہے جو انشاء اللہ اپنے موضوع پر جامع چیز ہوگی۔

کا قیام عمل میں لایا جائیگا۔ جماعت ان پاکیزہ پیشوں جو چوچلی زندگی قرآن عزیز کی خدمت کے لیے وقف کر دیں۔ اساتذہ بھی اس میں شامل ہو سکیں۔ ان کو نماز پڑھانا، خطبہ دینا اور تمام ضروری مذہبی معلومات سے آگاہ کیا جائے۔ تاکہ عام مولویوں سے بہتر طریقہ کرکے اس نظام کے لیے خاص رقم کی نشاندہی دی جانے والا سکولوں اور کالجوں کی عام سائنسوں سے کم از کم دو گنا ہو۔ سال میں نصف بورقہ بہتہ شبہ "تہنیتی ٹرپ" پر جائیں۔ تاہم یہی اشد خود غلامی رہ سکتی کرے۔ اسکے خرچ کا ایک حصہ درگاہ بردار ملت کرے۔

۱۰۔ مذہبی اساتذہ کے گریڈ اور حقوق عام ملازمین سے زیادہ بہتر شجریہ بنیت جائیں تاکہ تان طلبہ کو رغبت ہو کہ وہ اپنے پڑھنے کے لئے اس کے لیے دی گئی نظام کے مقابلہ میں اسلامی خدمت کر کے بھی زندگی بسر کرتے ہیں اس طرح جذبات احساس اکثری ہو جائے۔ جس سے مذہبی غم۔ تشویش۔ دوسروں کے جھڑپ۔ رسنے والوں کی ایک جماعت پیدا کر دی ہے۔

صدق۔ اصول: بلا سبب سے خود رات منروی اور نامہ ہیں۔ بشرطیکہ اور یہ شرط کو کہ ضروری نہیں۔ ان پر عمل اعتقاد و صحیح کے ساتھ اور خالص نیتاً ایمان کی ترقی میں ہو۔

(بقیہ صفحہ ۳۴)

اسکی کارکن جماعت اور اس کے ارکان میں مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں کی بھی ایک تعداد شامل ہے۔ اسکے مدرسہ سر نیچہ بننا بہرہ اور ان تلمذ جو ان بہت سکرٹری ہوئی سید الحق بن ۱۱۔ اونی، ایشیائی۔ سکرٹری کی زندگی کا احوال خدمت کردہ کے لیے رشتہ ہے۔ سالانہ رپورٹ شائع کی جاتی ہے۔ بھی شائع ہوئی ہے۔ بیشتر معلومات اس سے ماخوذ ہیں۔ مزید معلومات دفتر انجمن، دیرانچ، دہلی سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۳۵)

نظامی مدیران کے "آؤ آؤ" مولانا سلیمان ندوی کے "محاسن ابوالحسن" اور خود مرتب کی "مولانا کی بار" بہترین ہیں۔ عسکری ایک بویل نظامہ درج کتاب کے منافی مسلم لکب کے ایک نادران درست کے فلم سے ہے اور عسکری اس کا جواب اسی اشتعال انگیز پیرایہ میں ادا ہے شرمیہ کے ایک دان درست کی طرف سے۔ اس باہمی سب دشمن اور آوازدار طرز و خیرین کے چھوڑ کر کتاب اور ہر حیثیت سے اچھی ہے۔ اور نامہ منسلک میں اپنی کوششوں کی تکمیل پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

(۸) مرکا لمات سائنس۔ ترجمہ پر دینیر نصیر احمد صاحب نظامی (اشاد طبیات، جامعہ عثمانیہ) صفحات ۶ x ۲۸۴ x ۹ قطع ۱۸ + ۲۲ قیمت درج نہیں، غالباً تیار ہو چکا ہے، انجمن ترقی اردو۔ دیرانچ، دہلی۔ سائنس کے مختلف موضوعوں پر یہ کتاب اسکے امریکہ کے مختلف مستند اہل سائنس کے خیالات کے تحت تیار ہوئی ہے۔ چار سالہ زمین اور آسمان میں

آواز زندگی کی تخلیق پر ہے۔ اسکے بعد کے چار سالے ارتقاء سے جوانی کے مختلف مسائل پر ہیں۔ پھیلا سکا نہ زیادہ (جنس) کے اسرار پہلے۔ رسالتوں، مسیح کے بعض عذر و زور کی نفی ہے۔ آفتوں اور فوس کا لے نفسیاتی و اجتماعی دیکھنے کے ہیں۔ ان میں جذبات، انسانی اور ان کے تمدنی موثرات پر بحث ہے۔ آخر کے تین سالوں سے "دیکھیں" کی سائنس کی مدد سے دریافت شدہ تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً: کرکٹ اور مادہ زردی کے استعمال سے انسانی ارتقاء پر کیا اثر پڑا، چٹانوں پر جو تصویریں اور نقش تیار ہوتے ہیں ان سے انسانیت کیونکر اسجد اور گناہت کا سبق لیا، و قس علی ہذا۔

ترجمہ سلیمان احمدی اور شمسہ زبان میں کیا گیا ہے۔ البتہ کتاب ظاہر ہے کہ فنی ہے، تقریبی نہیں۔ خیر اگرچہ اسے احاطہ ادب کے مرادفاہ کی مفصل نرسٹ ہے۔ انجمن ترقی اردو جو مغربی علوم کی اپنی زبان میں ڈھالنے کی کوشش کر رہی ہے اس میں یہ قابلِ رقت اضافہ ہے۔

رسید کتب

(۱) پیام حریت۔ نظم: زکفر احمد صاحب انصاری ایم اے ریل ریل بی۔ ۱۰، سیٹھ۔ بہت ار سلف کے پاس سے ملے نتائج پور۔ اور آباد کے پتے سے ملے۔

انجمن ترقی اردو میں ایک پر جوش نئی اسلامی نظم۔

(۲) ہمارے مزدور۔ از عبد القادر صاحب پور۔ شعبہ معاشیات جامعہ عثمانیہ۔ ۵، صفحہ قطع ۸۱۰۔ انجمن ترقی اردو (۳) سعد بنی و باغیت۔ از سید امداد علی صاحب پور۔ دیرانچ، دہلی۔ نبرہ ہندوستانی کارخانوں کے مزدوروں کے معاشی مسائل پر ہے اور نبرہ کردہ کی صنعت کی تفصیلات، ایک بڑے اہرن کے تہے۔ اکثریت نقشے اور تصاویر

مذکرہ حبیبی

(حصہ اول)

(۱) مولانا حضرت لانا مولوی حافظ شاہ علی حیدر غلندر سجادہ نشین کتبہ شریفہ نظامی حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر غلندر، از آتشہ شریک الاطر کے ملازم زندگی کا یہ سرگزشت اور دلآویز تذکرہ مضمر شہور پر جلوہ گر ہو کر اپنی شہان اور لاجواری کا شامہکار اور کارنامہ علم و ادب ثابت ہو گیا۔ اس بابرک اور کثیر المناہج کتاب میں تقریباً ۱۲۰۰ ابواب ہیں۔ کوئی باب ایسا نہیں جو قلم نگیل ہو۔ کوئی سوال نہیں سکا حل نہ ہو جو نہ کوئی کتبہ نہیں جس کی نقاب کشائی نہ کی گئی ہو۔ کوئی حقیقت نہیں جو پس پردہ ہو۔ مضمر مضمر گشتا کینار و بہار در آغوش ہے۔ صفحات ۲۲۲۔ کاغذ سفید چاند ۲۰ x ۲۶ قیمت نظم اول محلہ للعدہ قسم دوم غیر محلہ ۵۰ علاوہ محصول لئے کا پتہ۔ ہمت کتب خانہ انوریہ کتبہ شریفہ کاظمیہ کتبہ کوری صنم لکھنؤ

انجمن ترقی اردو میں ایک پر جوش نئی اسلامی نظم۔

انجمن ترقی اردو میں ایک پر جوش نئی اسلامی نظم۔

(ادرجہ ہیں بات لیکر اور میں نے لکھا تھا وہی لوگ پرہیزگار ہیں)

چندہ اور انتظامی امور
کے تعلق رسالت اس پتہ پر:
محمد عبدالرؤف عباسی مہتمم صدق
مرشد اہل بیت ہیں۔ گولہ ٹنچ، گولہ
چندہ سالانہ لکھنؤ
ششماہی چار
بروز ہندو سالانہ ششماہی
قیمت فی پرچہ ۱۰



پیشکش: عبدالماجد
دوریا اود - ضلع بارہ بنگلی
(حکیم) عبدالقوی
مکاتیب کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے کی خاطر

پیشکش

نمبر ۱۱ دو شنبہ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۷۱ھ مطابق جولائی ۱۹۵۱ء جلد ۱

حفاظتِ نعت سے قبل ہی شروع ہو گیا تھا۔ تین اپنی اصلی اور بے پردہ
شکل میں 'قیامت' کے جن دو سب سے پہلے سامنے آچکے، درپٹے سے بڑا
نکر بھی اُس وقت اتر رہا ہے جس میں مجھ پر پانچا مبارک ہے وہ بندہ
جس نے جانتے جانتے پہلے پھرتے، سہتے جاگتے، ہوش و حواس کے
عالم میں اس کا احساس ہو جائے اور سعید بن خذیر اور سیاہ
نظر آئے ہوں!

ادب و لغت میں بڑے بڑے کام کر جانے والے، شاعر شاعری
میں اپنا نام دنیا میں پھیلا جانے والے، طب، فلسفہ، فنکارانہ فنون،
ادبیات، ہر علم، ہر فن، ہر صنعت میں بڑی بڑی کامیابیوں کو جاننے
والے، ادب و تحقیق سے جاننے والے، اپنی اپنی جگہ پر سوچیں، غور و
تامل سے کام لیں، کہ "کل" یہ علوم یہ فنون، یہ مناسبات یہ دگرگلیاں
کس کام آجھکی (تلاش و تہیکہ) میں خود دین کا نام نہ بنا دیا جائے، کسی وقت
سے بچانے سے موزن جمال سے بچانے میں ایک اور کام، ایسے (تلاش و تہیکہ) میں
سے دین کا کام نہ لیا گیا ہو! انہیں گواہ عدالتی بننے کے بجائے اُسے خود گواہان
استغاثہ نہ بن جائیں!

اس ہفتی جلد ۱ میں
۱۰۰ مضمون نیست ناس نہاد ہو۔

کسی نے یا جان نہیں لی کہ آپ نے وقت مناسب ہونے پر
جانے پر آپ بھرتے دیکھا ہے کتنا ہے؟

مذہب اور ادب
حیدر آباد سے ایک شخص نے جو شوقی کارکن
تحریر فرماتے ہیں:-
"انجمن ترقی اور ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد کے
۱۔ کتب و مباحث اخلاق اسلامی کی خدمت میں

چچی باتیں

"ساری" پیش پر شاہ صاحب، استاد فارسی و اردو ہندوستانی
بنارس، غائب کے پڑھاروں میں ہیں۔ حال میں خطوط غائب کی
جلد اول شائع کی ہے۔ شاعر غائب کا کتب و دیں قدر بگرامی سے
نام درج ہے:-
حضرت:-

غیرت شاعر کہنے سے تو یہ کی ہے (ملاح دینے سے تو یہ کی
ہے۔ شعر نہ آتا تو ممکن ہی نہیں ہوا ہوں۔ شعر دیکھنے سے نفرت
ہے۔ بچتر برس کی عمر پندرہ برس کی عمر سے شعر کہتا ہوں۔ ساٹھ
برس بچا۔ نہ دے کا ہلا نہ غزل کی داد۔ یہ قول انوری
اسے درنا نیست مہر دے سزا اور مدح
اسے درنا نیست مہر دے سزا اور غزل
سب شعرا کے اور احباب سے متفرق ہوں کبھی ذرا شعرا
میں غلام نہ کریں اور اس فن میں مجھ سے کبھی پیش نہ ہو۔
ز شاعر

مکتوب کا غلام کیا ہے؟ غزل سے نفرت، تنقید سے بترسی شاعر
سے بزرگی۔ اور یہ سب کون کر رہا ہے؟ غائب جیسا استاد، بلکہ استاد اور
میلے شاعر اور شاعر گروہ ۶۰ برس کی شافی ہی کسکو نصیب ہوتی
ہے۔ اس پر مجھ سے فخر و تہنیت کے، یہ تہنیت کے معنائیں کاغذی شاعر
سزاوار ہے پھر تہنیت ہے، حسرت کر رہا ہے، اگر اس عمر مناسبت کی
وقت بھلا کر کیا اور سندیں لب، مشہور شاعر، انوری کا کلام بھی پڑھا
مکتوب ہے! — بہ نصیب نہیں خوش نصیب تھے غائب اگر ان کی

اس وقت میں آپ پر ایک خاص رقت طاری تھی۔ آپ ابو جہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "تم انہی بچے ہو۔" کچھ دیر کے بعد کہ قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی تھی، آپ نے فرمایا: "میں نے یہ بچے دیکھے ہیں۔" اس وقت درباری راجہ نے فرمایا: "یہ بچے کون ہیں؟" آپ نے فرمایا: "یہ بچے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میری خدمت میں بھیج دیے ہیں۔"

ہر سال ہی انتہاء پر یا سب سے عظیم کی کار ۔۔۔ پرستی یا "ہو مو قفل" اتاری
مسلم العین تو سب ہی کو تہن لین ہر شخص کہیں سے یا ستر آستان میں ہے۔
ہم اس کے ساتھ جتنے بھی مسلمان تھے انکی زناؤں کا ایک بڑا حصہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی زنا کی کے قلاب میں ڈھلا ہوا تھا ۔۔۔ ہی بنیاد پر یہ صحابی
کو رھل حدیث کی ایک نسخہ باوجود اصطلاح میں ادا تھا ۔۔۔ بیٹے و بھائی
قرار دیا ہوں ۔۔۔ اور اس سے کہ ان میں بعض اہل تشیع میں زنا کا ۔۔۔ بھائی
بقیہ اور بعض میں ۔۔۔ باطلت نہیں پای جاتی تھی ۔۔۔ اور اگر صحابی کی بقید وجود
بیان کی گئی ہے صحیح ہے تو ایمان اسلام اور جو شخص صلی لی ان میں جو بیٹہ زنا
میں طو سانسے ملتے ہوئے یا ایقدا سالانہ نہ ہو گا کہ عہد نبوت ہی میں ہماری
ہ تاریخ بیکہ نامہ حادثات اسکے کمال و ناقص زنا ۔۔۔ واپس اور باریشوں
کی تعداد کھوں ایک پر پٹا چکی تھی ۔۔۔ یا پر کوئی مارے ۔۔۔ تاریخ کا
کوئی حصہ اب موجود ہے ۔۔۔ کے مابین شام اتنی تھ اوریں خود اس وقت کے
محبس آئیے بن کر دن کے سامنے پیش ہوئے ہوں ۔۔۔ اور کیا آید ۔۔۔ یا سب
کی ۔۔۔ زنا کی مٹی ۔۔۔ کیا ایسا کرے بخار کے جتنی تھ ہیں مٹی نہ لیلین لیت
اور بعد اسکے ۔۔۔ رخصت ہونا ہے کہ اس تجربہ ۔۔۔ شمس یزد ہوا
عہد پر ۔۔۔ میں ۔۔۔ میں رشتہ فامی ۔۔۔ اس سے ہی ہوا اور
ہو ۔۔۔ ۔۔۔ زنا کے کسی نسخہ میں آوے ۔۔۔ اس کی زنا
پر کھٹے سج نہ ۔۔۔ خلاقی مناسبتیں یا یا ۔۔۔ ہی ۔۔۔ کسی حد کا
غلبہ نہیں ہے ۔۔۔ آج بھی جو عمان ہندوستان کے کسی اور ۔۔۔ بات میری
پڑھتا ہے قسم کا کہہ سکتے ۔۔۔ درپیکار ۔۔۔ اپنی شہ میں سپا ہے ، کہ وہ اسی طرح
ہا تھا تھا ہے جس طرح آکثر عزت ملی ۔۔۔ مایہ و سلم آتے تھے ۔۔۔ دینی کتاب ہے
جو حضور کہتے تھے ۔۔۔ ہی پڑھتا ہے ۔۔۔ حضور پڑھتے تھے ۔۔۔ اسی طرح پڑھتا
ہے جس طرح حضور پڑھتے تھے ۔۔۔ اسی طرح دین پر مہر رکھتا تھا ، جس طرح
حضور کہتے تھے ۔۔۔ اسی پر مسلمانوں ۔۔۔ دوسرے مذہب اور دینی اعمال و عقائد
کو قیاس کیسے ۔۔۔ کچھ نہیں تو کم از کم اس تاریخ کی کوئی ایک ۔۔۔ ہی بات کہنے
شکارت ہی ہی اس تاریخ کا یہ جزو ہر مسلمان کے ذریعہ ایک کھنڈا
اور اسی بنیاد پر خط کے متعلق تو نہیں
حدیث کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے ۔۔۔ لیکن پہنچنے کے ۔۔۔ علم انسان ذخیرہ
کے ایک حصہ کو میری سزا تر خیرال کرتا ہوں ۔۔۔ سنی بغیر کسی تفصیل کے سنا
بدنسل لاکھوں اور لاکھوں کے بعد کو درم کر ڈر انسان کے ذریعہ سے شرق و مغرب
میں ۔۔۔ حصہ منتقل ہوتا ہوا دنیا کے موجودہ و بورنگ ہوتا ہے اور انشاء اللہ
تعالیٰ قیامت تک ہوتا رہیگا ۔۔۔ انکی مقدار کیا ہوگی ؟ ۔۔۔ کے متعلق صرف
اتنا کہ جا سکتا ہے کہ امت اسلام کے تمام فرقے جن سال پہنچیں ہیں ، تقریباً
سب کا ہی وار ہے ۔۔۔ عقائد ۔۔۔ بیانات کے سوا عمارت عمل ، و صنو عبادت
نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ و معاملات ، اعتدالت ، سیاسیات ، سیاسیات و حکومت

کے کرشمے

حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر فوراً اسے منکر کے علاوہ حالات زندگی کا
محرکہ آثار و دل و دین تذکرہ پیش فرمادے، بلکہ اگر ہو کر اپنی بیٹائی و لا جو ان کا شمار
اور کیا زماں علم و ادب ثابت ہو گیا۔ کہ اب ایسا نہیں جو نقشہ تکمیل ہے، کوئی سوال ایسا
نہیں جس کا حل نہ ہو، جو کوئی کہے ایسا نہیں جس کی نقاب کشائی نہ کی گئی ہو، کوئی شخصیت نہ
ایسی نہیں جو پس پر ہو۔ مگر مسٹر گلستان بکبار و بارہا غرض ہے۔ مولانا مولانا
مولانا شاہ حیدر قلندر صاحب دہلی عظیم شریف لکھنؤ کا گری۔

تو انھوں نے گوے ہا علمدہ اور "غنت رپود" طلحہ دار "غنت و بود" علمدہ کر کے اپنے ذہن سے ایک نیا سلاب پیدا کیا اور شاگرد کی تسلی کر دی۔

"غنت رپود" ہوس کہیم بوستان سٹری۔ قدیم طرز رکائب۔ سیل جی وغیرہ جسے ایڈس کو ایک عجیب طبع کا سورت میں پیش کر دیتے ہیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَدْتِ وَصَدَّقُوا بِمَا أُوتُوا هُمُ الْمُتَّقُونَ

اور جو بھی بات لے کر آیا اور جس نے اسکو بچانا اور لکھ کر لکھ کر لکھ کر

ایڈیٹر: غلام محمد

پتہ: دریا بارہ ضلع بارہ بکی

نائب: (علیم) عبدالغنی

مضامین کے بارے میں خط و کتابت ایڈیٹر سے کرنا

ہفتہ وار



دعوتِ اسلامی

لکھنؤ

چندہ اور انتظامی امور

کے لیے مراسلت اس پتہ پر کرنا۔

محمد بن ابی بکر عباسی مہتمم جامعہ

نند آباد پٹنہ گولڈنگ - لکھنؤ

چندہ مال: ۱۰۰

شمارہ: ۱۰

بیرون ہند سالانہ شائع

محنت فی پرچہ اور

سیرا دوشنبہ - جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۹۴ء - بلند

سچی باتیں

عن عائشہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل مدخل کان بحرة الويرة جل قد كان في مكة من جملة فرج اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں راوی۔

اور کیسے نہ ہوتے، جبکہ کے یوں پر زبردست طاقت کے میسر آجائے کون خوش نہیں ہوتا؟ اور ایمان و قریش کے قافلہ سردرسانی کے قطع کر کے ارادہ سے نکلے ہی تھے۔ جانتے تھے کہ قافلہ قریش کی شہرگ پاستہ قریش اس کی حفاظت میں جان لڑا دینگے۔

فلان اور کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جئت لایجاد حبيب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو من بائد رسولہ قال لا قال قاریع فلن استعین بشرك قال ثم مضی حتی اذ انزل بالشجرة اور کہ الرجل فقال لک قال اول مرة فقال لایحی علی اللہ علیہ وسلم کما قال و من مرة قال

قاریع قلیق استعین بشرك | ہو سچا تو پھر وہ شخص آلا اور کی پھر اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی عرض کیا اور ابکی پھر اسے اسی جواب ملا۔ اور کی احتیاج ظاہر ہے کہ تھی اور شدیدی تھی۔ اس پر بھی یہ عالم کہ قلیق بونی اور اور فلکان جاری ہے اور اس کی جارہی ہے اور ٹول اتحادیوں اور علیوں کی نہیں ایمان اسلام کی ہے! — جنگ میں فتح یقیناً مطلوب تھی اور دل سے لگی ہوئی تھی، لیکن مقصود بالذات نہیں مقصود بالذات تو وہی ایمان تھا اسلام تھا۔

قامت ثم رج غار کہ البیہ اور فقال کہ کما قال اول مرة تو من بائد رسولہ قال ثم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقبلت ورجع سلم کما بلجھا و اسیر تریب ختم باب۔ اور ابکی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو حید و سالت پر تو ابکی اس نے جواب میں ہاں کہا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو ساتھ چل کے ہو۔

رسول کا یہ اسود است نے دیکھ لیا؟ نہ ہوے آج کے قوم پرست اور روشن خیال شہد و نواز نہیں تو برج کر ڈالتے کہ تو کی فتح و ظفر کو انتہائی پیمانہ بین کی خاطر پس پشت ڈال دینے کے سنی کی کیا ضرورت تھی یا رسول کی تھی، ملک کی تھی، اپنی آزاد حکومت کی تھی، بیروں کی غلامی سے غلامی کی تھی۔ یہ عقائد ایمانیات کی کشت جھڑ دیا (نور اللہ) اسی طاقت ہے! "آترک" کے قریبوں اور لازول سردار کے نقیبوں کی ذہنیت کیا اس سے کچھ بہت مختلف ہے؟ — خود اپنے اندر ملحدی عقائد کی منفعت و تزلزل آجانے کا سوال نہیں محض دوسروں کی شرکت کے یوں پر یہ جارح بننا ہو رہی ہے؟

کیرہ آیت پر مزید روشنی

بعض استفسارات کے جواب میں پچھلے سال

صدق کے شمارہ ۱۱۱ میں آیت ذیل پر گفتگو آچکی تھی۔
تَعْلِيْقُ الْمُتَقَاتِلِيْنَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْغَنِيِّ كَاِفَرٍ فَمِنْهُمْ مُّسْلِمٌ مَّا كَانَ
اَلْاَمْرُ اَنْ اَيَّت ۱۲ اس میں اشکال جو کچھ آچکا ہے وہ یہ دو قسم تسلیم میں
ضمیمہ سے چڑا ہے۔ ۱۔ ائمہ تفسیر خود اس باب میں بہت مختلف باتیں لکھتے ہیں۔

اقوال ذیل زیادہ مشہور ہیں :-

- (۱) کافر جو دیکھ رہے تھے مسلمانوں کو اپنے سے دو گنا۔
- (۲) مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے کافروں کو اپنے سے دو گنا۔
- (۳) مسلمان دیکھ رہے تھے اپنے کو کافروں سے کئی گنا۔

صدق میں ان سب سے بہت کم مفسر قاضی محمد امجد علی مودودی نے

یہ چار اکتایا کر لیا گیا تھا

(۴) مسلمان دیکھ رہے تھے اپنے کو کافروں سے کئی گنا۔

یعنی یہ دو قسم میں نامعلوم دو قسم کی ضمیر کا فرد کی طرف اشارہ نہیں ہے
ضمیر بہ نسبت کی جاتا ہے۔ ایک شہد اس پر یہ وارد ہوا ہے کہ کلمہ والوں کا فخر
تو اس موقع پر رہنے چاہیے۔ علماء کے لگنا تھا اگر لفظ قرآنی سے معلوم
ہوتا ہے کہ وہ اپنے۔ میرٹ دو گنا دیکھ رہے تھے۔ شاہین کا لفظی ترجمہ بیشک
یہ ہے۔ لیکن یہاں یہ جملہ لکھنا ہے کہ اس مطلق کثرت عدو ہے نہ کہ تعداد
کا تعین دو گنا ہونا۔ تسلیم ہی المسلمین ہی اکثر سنہم اور حیل عاشق جلالین میں
ہے اور انہیں مطلق اکثر لا خصوص انہیں۔ اور ایک مشہور نوی دنوی
فراہ کا یہ قول بھی نقل ہوا ہے کہ شہین ہمارے دیکھنے کے نہیں لکھنے کے
معنی میں استعمال ہوا ہے۔ وزعم الغر انہم معنی یہ وہم تسلیم ثلثۃ اشاہم
کقول القائل عنہی الفت وانا محتاج الی شہید (بجرا محیط) اور امام ابن جریر
نے بھی محاورہ عرب سے اس معنی میں استشہاد کیا ہے: اداکم شہید یعنی اداکم
تسلیم قایہ انہذا علی معنی ثلثۃ اشاہم۔ اور سالم اور ابن کثیر میں بھی تسلیم
کی یہ تاویل نقل ہوئی ہے۔

اردو کی جہانگیری

روزنامہ سٹیٹسمن کا مشہور و مقبول انگریز نامہ نگار

منکا لکھتا ہے :-

"میں اعتراض نہیں کر رہا ہوں اب طور امر واقعہ بیان کر رہا ہوں کہ جن
قوموں نے اسلام قبول کر لیا ہے انہوں نے عربی کو اپنی زبان ثانی
نہیں بنا لیا ہے۔ البتہ ایک اور شرقی زبان ایسی ہے جسے ہندو
جنوبی وسطی، وسطی کی ساری قومیں بہت آسانی کے ساتھ اور بہت
تیزی کے ساتھ سیکھتی جا رہی ہیں۔ میری مراد ہندوستانی زبان
سے ہے۔ اردو ہندوستان کے سیاح حیرت کے ساتھ بیان کرتے ہیں
کہ انہوں نے قدیم ترین اقوام کی زبان سے نفرت اور الفاظ
ہندوستانی زبان کے لئے اس انہوں نے کہیں یہ نفرت سے
ہیں اور سن کر یاد کر لیں۔ ہندوستانی زبان میں ایک عظیم الشان
غولی ہے۔ وہ یہ کہ اس کی صرف و نحو اس قدر باقاعدہ کہ
بالکل سادہ ہے۔ انہوں نے انہوں نے اسلامی کی تعداد اتنی کم ہے

کہ انہیں یاد کرنے کے لیے دانشور زور نہیں دیتا۔ جب سے
جنگ شروع ہوئی ہے ہندوستانی زبان میں ہندوستان کا سابقہ قسم
کے افریقیوں سے پرانے لگا ہے۔ (روزنامہ ۲۹ جون ۱۹۴۷ء)

"جہاں کی اصطلاح میں ہندوستانی ہی ہے جسے ہم آپ اردو کہتے ہیں۔
اب تک تو ہندوستان ہی کے طول و عرض میں اسکی شاعت ہندوستان کا سابقہ قسم
جا رہا تھا اب ہندوستان کے ہر ہزاروں میں دو ہزار ہندوستان میں اسکی
شاعت دستیوریت میں دلوں پر غذا جاسے کیا قیامت ڈھا کر رہے ہیں۔
لیکن مصیبت سب کا چھوڑ کر انہیں ٹھنڈے دل سے سوچا جائے تو انہوں
میں حیرت کی بات اس کی رہتی ہے۔ جو زبان اتنے مختلف دستور و لغت کے
مل کر بنیگی اس میں قدرۃ اچھی زاد ہوگا اور دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ
میں زبان ثانی بنانے کی صلاحیت قدرۃ اس میں بہت زائد ہوگی۔ ہندی
کو اب نقصان مقام بھی کرتے جاتے ہیں جہاں تک اس کی نسبت سے ہے۔
اس میں زیادہ سے زیادہ ہے اور سزا پادہ ہندوستان کے زبان
میں ڈوبی رہے اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی چاہیں کہ عربی بولنے والے ان کی
بولنے والے فادسی بولنے والے اسے آسانی سے اختیار کر لیں تو اس ناممکن
کوشش میں کیا کیا کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ یا اگر اسے بن انصوری ابن الکی
بنانا ہے تو لا محالہ اس میں ہندوستان کے غرضی غرض کو داخل کرنا پڑے گا۔ نہ پھر
محض اس کے ملکی دومی بولنے کو کافی سمجھیے۔

ہندو دھرم اور عورت

سنو سمرتی کا اقتباس ذیل میں (اردو نامہ
ہندو اداس ۱۹۰۰ جون شمارہ ۱۱) ایک ہندو پیر شرفاؤن کے قلم سے
نقل ہوا ہے :-

"بچپن میں عورت کو اپنے باپ کی نگرانی میں رہنا چاہیے جو ان
کو کھانے پینے کی اور غلامی کی وفات کے بعد اپنے لڑکوں کی اور
اگر کوئی بیٹا نہ ہو تو قریب کے سرکاری عزیزوں کی اور اگر وہ بھی نہ
ہو جو ان کو اپنے لیے کے عزیزوں کی۔ اور اگر ان میں سے بھی کوئی
باقی نہ رہا تو پھر حکومت وقت کی۔ آزاد ہو کر کبھی بھی عورت کو
بہنا چاہیے۔"

یہ اس مذہب کے عقین غلطی نے کہا جس میں ایک طرف عورت بائبل اور
بالکل بھروسہ ہے تو دوسری طرف اسکا مرتبہ دیوی کے برابر بھی رکھا گیا ہے
انفرادیت و تفرد کی انہیں ہندو یوں کو دور کرنے کے لیے دیا گیا
اسلام آیا۔

ہندو دھرم میں عورت کا کوئی حصہ جائداد میں نہیں۔ باپ کے یا شوہر
کے دوسرے دور کے عزیز کا حصہ ملتا ہے۔ لیکن بیٹی اور بیوی کو کسی حال
میں نہیں۔ اور اسکا فلسفہ یہ ہے کہ عورت کو جائداد کی ضرورت کیا ہے وہ اپنی
زندگی کے ہر دور میں کسی کسی کے قبضہ میں رہے گی اس کا
خرچہ اٹھانے کا۔ اور پھر یہاں تک کہ اسے جائداد پر۔ جن قوانین و دھرم کا پوتا
ہے جو عورت کو کسی طرح کا حق نہیں دیتے۔ اور عورت اپنے خرد باپ یا
شوہر کو کوئی حق پہنچا سکتی نہیں اس لیے کہ عورت شرافہ نہیں کر سکتی ہے

شرعاً دھکے لے کر مرد ہی ہوا ہے اور یہ اس لیے کہ عورت ایک ایسا پاک جنس ہے۔
جن میں یہ کہ ہندو دھرم میں عورت کی عزت و محکومگی کو بنیاد میں اسی عقیدہ پر ہے کہ
عورت ایک پاک مخلوق ہے۔

کمتر ہوئے کمتر

نہوں نے ستر ۲۰۰ روپے - سنگاپور میں رہا ہے۔ یہاں سے لڑنے
 کی وجہ حکومت نے تنبیہ کر لیا ہے کہ اگر پشور گشتیاں - ہم کی
 قہر اور برائیوں کو ان سے جگمگاتے کام ہوں - گشتیاں -
 ان کی گشت کی - سے چلتے - ان کی جاری کا کام اگر کی
 بخیر و بر اور اس پرین کی - زبردستی اور ان کا کام شروع ہو گیا کہ
 (تو یہ - چوڑا)

سرقہ و سزا کے سرقہ

(از عبدالماعود)

(۲)

چوری یا سرقہ ہونے میں ایک لفظ ہے، کیا اچھا ہے کہ لفظ کے ساتھ اسکی حقیقت و حقیقت کی گنجائش ہی دل میں آئے۔ لفظ سرقہ کے لغوی معنی ہیں سرقہ فی اللہ اخذ الشيء من غیر کسی دوسرے کی چیز چھپا لو لے لینا، آٹکھ لے لیں اسلئے انصاف و الاستمرار سچا کر ڈالنا۔

شرعی اصطلاح میں اس پر چند قیدوں کا اضافہ کر دیا گیا، مثلاً (۱) مال کی مالکیت مقرر کی گئی کہ کون کون سا مال ہے، جب اسکی چوری پر جرم کا تحقق ہو سکیگا، ایک دوسرے کی چوری چوری نہیں کہلائیگی۔ (۲) چور کے لئے اب یہ افضل کا مفہوم رکھ دیا گیا، چنانچہ مجنون چور نہیں سمجھا جائیگا۔

(۳) مال کے لئے یہ بھی لازم قرار پایا کہ وہ کسی مقام محفوظ میں رکھا ہو، رات میں چوری ہو تو یہ حفاظت چیز کے اٹھا لینے پر دندہ سرقہ کی نہیں لگیگی۔

(۴) مقدار و اشخاص حد سرقہ سے متعلق قرار پائے، مثلاً شوہر پر بیوی کے مال میں اور بیوی پر شوہر کے مال میں حد نہیں جاری ہوگی۔ نفس علی ہذا

(۵) بعض چیزوں مثلاً عسل کی گھاس پھیل، ہندو فیروزہ اسے حد سرقہ ساتھ کر دی گئی۔

اب چور کی نفسیت پر غور کیجئے۔ سب سے پہلے تو اسکے دل میں یہ چور پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنی موجودہ حالت پر قانع نہیں ہوتا، اور سب سے محنت اور جائز کسب معاش کے، ناجائز و حرام طریقوں سے اپنی موجودہ حالت بدلنا چاہتا ہے۔ یہ پہلی منزل ہوئی خبیث نفس کی، پھر وہ چاہتا ہے کہ دوسرے کے اموال کا جائزہ اُن سے چھپ کر اور بددستی سے لے۔ یہ سب سے ذرا ایک مرض ہے۔ چور اس سے بڑھ کر اُنکے گھر میں انکی بلا اجازت و بلا اطلاع چھپ کر اور مالکوں اور پاسپانوں کی نظر بچا کر گھس جاتا ہے۔ مسئلہ جرم کی ساری کڑیوں کو گنتے رہیے۔ اور انکی دولت اور اندوختہ سے اچانک اور بغیری میں محروم کر کے گھر والوں کو شدید تلخیت قلب اور دہانہ و روح میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور جو گھر ایک عشرہ گنا تھا، اُسے ماتم سرانجام دیتا ہے۔ اب اگر آپ چور پر زور کھاتے ہیں کہ وہ بیچارہ قید ہو جائیگا، یا اٹھ مہینے محنت سے محروم ہو جائیگا، تو کھائے پئے گا کہاں سے، تو یہ غلطی تھوڑا سا آپ کے خیال کی ہے۔ سچے کی بات تو یہ ہے کہ وہ خود ہی تو مال و مالا و اجدا کو کے اپنے ایک بھائی اور اُسکے گنے کو اسی طرح رزق سے محروم کر چکا ہے، اور آسائش قلب کے بجائے درد و الم میں مبتلا کر چکا ہے۔ اب اگر سب سے اسی انتقام نہیں یعنی تو گناہ چاہتی ہے کہ اسکی مثال اور پھیلے، اور دلوگ اسکی ریس کر کے اسی طرح دوسروں کو تباہ و برباد کرنے رہیں۔

غرض یہ کہ چور اپنے خبیث نفس کی بنا پر اللہ کا جرم تو ہوتا ہی ہے۔ اسکے علاوہ جبکہ گھر میں چوری کرنا ہے، اُسکا بھی۔ اور پھر سوسائٹی یا معاشرہ کا بھوٹا بھی۔ وہ سوسائٹی کے سب سے بڑے دشمن، یعنی حفظ دین کے اہم

کے دہے ہے اور دوسری آس پر کھانا سرے سے بے نفع اور ہر روز اسکے ساتھ رہنا تو شرعیت پر مبنی ہے۔ وہ خدا اور بنیادوں و دوزخ کا جرم ہے۔ خدا کا ایک بڑا تو جندوں کا توبہ۔

قانون اسلام کی کسی ایک دھند پر مشتمل کہنے لوگ بھول جاتے ہیں کہ، خاص دھند، دوسری دھند سے الگ اور بے خلق ہو کر ایک مخلوق ذاتی وجود رکھتی ہی کیسے؟ شرعیت تو ہم ان سے انحصار و انحصار کی بات کا نہ کھلی تو بڑی نہیں منتظر ترین بھی ہے۔ ہر شے دوسری شے سے پہلی ہوئی، ہر چیز دوسرے سے پہلے سے چوستہ، ہر ایک دوسرے سے بڑا ہوا، زمین کا ہر پہلو، ہر ایک پہلو پہ اسبہ چست کہ ذرا جنبش کا امکان نہیں، ایک اس طرح کی جیسے جسم انسان کے کسی حصہ، کسی جناح سے حصہ کی طاقت پر غور کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک جسم پر حیثیت مجموعی پیش نظر نہ ہو۔ جسم، انسانی بہترین دوزخ ملکوت نگارنی کا، قانون اسلام بہترین دوزخ ملکوت تشریف کا۔ دوزخ میں باہمی نسبت و تعلق ہونا بالکل ظاہر۔

ساری کی اسلامی سزا پر بھی غور، اسلام میں نظام مصلحت و معاشرت کے اندر ہی ہو سکتا ہے، اس سے الگ اور بے خلق کر کے نہیں۔ اب حکومت اسلامی جہاں کہیں بھی قائم ہے، وہاں کی، درست حال کا نقشہ ذہن سے کھینچنا چاہئے کہ خود ساری کی حرکت پر غور کیجئے۔ جہاں وجود نہ ہا جہاں کا نہ ہو خود اساموکاروں کا، جو مال حرام کی کمائی سے بڑی بڑی کھلیاں بڑا سنے ہوئے ہیں۔ اور انکی دیو اوزوں کے نیچے انہیں کے بھائی بند پیٹ بھرے کے لیے سوئی روٹیوں کو ترس رہے ہیں۔ جہاں آبادی نہ تمام بازوں کی نہ لٹری پہنچنے والوں کی، نہ گھر و دروازے میں بازی لگنے والوں کی، نہ شراب کی تجارت کرنے والوں کی، نہ سینما اور تھیٹر کے مالکوں کی، نہ ایکٹروں اور ایکٹریسوں کی، نہ غلام عیش پرست، امرا کی، اور نہ رشتہ خواہ حکام کی، یہاں تو خود ہی عدل و عدالت کی حکمرانی ہے، تقویٰ و شرافت کا دودھ دودھ ہے، ہر قابل زکوٰۃ مال پر زکوٰۃ مل جاتی ہے۔ ہر مستحق کا درجہ تقسیم عادلانہ کے ساتھ سارے داروں کے درمیان تقسیم ہو چکا ہے۔ صدقات و خیرات کی دین کل دینی میں اور ان سے کوئی کسی پر احسان نہیں، کھانا، بلکہ خود اپنے لیے سرمایہ سعادت و باعث نجات سمجھتے ہیں۔ بیت المال سے ہر مقدار پر مستحق کے لیے وظیفہ مقرر ہے۔ ابا جوں، کمزوروں، بیادوں، سب کی امداد و خبر گیری حکومت خود کر رہی ہے کوئی کسی کو بھگا نہیں کر سکتا، کوئی کسی کی مزدوری نہیں مار سکتا۔ امن و سکون، الطمان و عافیت کی اس حدت ارمنی میں جو شخص دھند ڈالنا چاہتا ہے، اب اُس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے؟ چوری ایک گندی اور گندی حرکت تو یوں ہی ہے، لیکن اس ماحول میں تو اسکی گندی اور کھینگی کی کوئی حد ہی نہیں رہ جاتی۔ اس نقاب میں تو شرعیت اسلامی ایسے جرم کی جتنی بھی سخت سزا رکھ دیتی، سب بجا تھی۔ اُسکے میں اتنا ہی کہہ رہے کہ اُس نے جرم کا سر نہیں کٹایا، صرف ہاتھ کٹا سنے پر انصاف کی!

آگے بڑھنے سے قبل ایک لمحہ سزا کے مقصد و غایت پر غور کرنے کے لیے بھی غماں لیجئے۔ یہ نظریہ بشری ہے کہ انسان کو بلا و جہ جیسے کسی قسم کا بھی دکھ

172

جاء سن الیمن بعلم الخرقون
و فرأی فی الاصلیہ و ثرا لہ

فقہ۔ اسی عرصہ دشمن میں حضرت ابو ابراہیمؒ کو نہ میں عبدالرحمن بن سیدہ، قیسہؓ
 و مرثد بن حصین، اذنیہ بن قیس، سرور کزبی، جسر میں ان اعزاء میں کے تعلیمی مقصدی

شام پچ عرۃ کہتے ہیں کہ

۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰

حریف کی کتابی تدوین

یعنی ایک تو قاتل دوسری ذابت، لیکن آخر میں ایک سوال یہ جاننا ہے اور دنیا کے انسان کا مذہبی دوز میں غمنا گنا گنہ کی دسی کی؟ عشق ہے، دل ہی دل میں لوگ سوال کرتے ہیں، کہ یہ سب کچھ سنی الہین کتابی شکل میں آخر خارج کیا گیا۔

ایسے لوگوں میں اُتری جو نشت و خواگاہ بے عاری تھے جیسے شکل کے جس دور
گواہ ہیں۔ سرگزشتِ نرگس، اسی ایک قرآن کے اندرونی اشارہ پر، اکھا کر کے
اب میں اپنے دعوے کا اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ علی تو اتراد، روایت اب
ذریعوں کے سوا، حدیث کی کوئی معولی مقدار نہیں، بلکہ اسوقت ہمارے ہاں
اس تباہی کا جو ذخیرہ موجود ہے، طالبِ تہذیبِ حق، کم از کم ہندوؤں کی پیش
حدیثوں کی بابت دعوے خود اس کے سینے میں، ان لوگوں کے ذہن میں رہا، جو اس
کے ہاتھوں سے فیدِ تحریر میں آچکا تھا، اور اس کے بعد اس کا غیب پریم، اور شہ
کرتا ہوں کہ ان زمانہ کا ایک بڑا جزو جس طرح تو اتر کے ساتھ مسلمانوں
میں منتقل ہوتا جا رہا ہے، اور روایت کے متاثراتی و خود ہی عربیوں سے
اس طرح یہ موجود شکل میں آیا ہے تو یہ اس طرٹ اپنے پیشہ و کاروں کو اس
زمانہ سے فیدِ تحریر میں، اگر سہل ہے، اسی طرح ان کی شکل میں باقی رہا اور ایک
باقی سے، اس پر احتساب یہ ہے کہ کسی کو یہ شہ نہ ہو کہ ممکن ہے کہ ابتدا میں
معضل ہو گیا ہو۔ ہم ہمیشہ کے بعض ذخیرہ میں لکھ لیا ہو، لیکن بعد کو وہ کتاب
ذخیرے وراثت ہو گئے، اور در بیان میں بہر ذہنی روایت، اس کا دور و دار
ہو گیا ہو، اور آخر میں لوگوں نے اسے پھر تالیف کیا، یا سمجھا بھی تو تھا و انتہا
کے خلاف ہے، بلکہ اس طرح علت، رنگ و بھنگ اس نے لکھی، اور یہ نکتہ در بیان
میں غائب ہو، اسے بہر اس کتابی شکل میں منتقل نہ کی گئی، اور اس سے یعنی اس کتاب
پر ایسا کوئی زمانہ نہیں گذرا کہ دنیا سے بالظہیر ناہید ہو گئی ہو، اور بہر لوگوں نے
اپنے محافظوں سے ذریعہ سے اسے دور، و تہذیب پر برپا کیا، اور اس کے وقت
و غیر کے متعلق ایک و نہ نہیں بار بار، اسے پیش آتا ہے، زمین پر چاہا
سو سال کے بے اسکا تحریر میں نہ آیا، یہ ہو گیا، اور پھر سینوں سے اسکو
سفینوں میں لے لے کر کشتی کی گئی، اس کے اس کتاب و ذخیرہ پر مکتوبہ
ہم عاوضہ کبھی نہیں گزرا۔ (باقی)

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ان ترقی یافتہ ممالک کو کیا بے چینی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ہمسایہ ممالک کے اٹھنا چاہتے ہیں؟ ان ممالک کی اندرونی حالت تو بتا رہی ہے کہ اس کی درستی کی خاطر یہ شور و شر نہیں مچایا جا رہا۔ یہ بے چینی یقیناً اپنی گزشتہ حالت پر نظر کر کے نہیں پیدا ہو رہی۔ بلکہ بعض اُن دور ممالک کو دیکھ کر پیدا ہو رہی ہے جو گزشتہ سو سال میں ترقی کو کے عالمگیر دست پر چلے گئے ہیں۔ انہیں یہ شکوک نہیں جیسا کہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے رہنے کے لیے زمینیں۔ بلکہ یہ ظاہر ہے کہ انہیں وزیر کی اقوام پر حکومت کرنے یا ان کے حالات پر غور کرنے کے لیے سامان میسر نہیں جیسے کہ بعض اقوام کو حاصل ہیں۔ ان بعض رہنے کی جگہ کا سوال ہوتا ہے کہ ایک ہی دست میں جگہ کی تنگی کی شکایت اور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالَّذِي جَاءَ بِالصَّدَقِ وَمَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (اور جو بھی بات لے کر آیا، اور جس نے اس کو پکا مانا، وہی پرہیزگار ہیں)

ایڈیٹر: عبدالماجد

پتہ: دریا باور، ضلع بارہنکی

نائب: (ملکیم، عبدالقوی)

مضامین کے بارے میں خط و کتابت ایڈیٹر سے کی جائے

پندرہ سالہ ستمبر ۱۳۹۱ھ



چندہ - اور آٹھ ماہی امور کے متعلق مراسلت اس پتہ پر ہو۔

محکمہ ریزروٹ عباسی اہتم اخبار صدق

مرشد آباد پولیس - گورنگیو - لکھنؤ

چندہ سالانہ لکھنؤ ششماہی پندرہ سالانہ ششماہی قیمت فی پتہ ۱۰۰

نمبر ۱۲ - دو شنبہ - ۲۲ - جمادی الثانی ۱۳۹۱ - ۱۲ جولائی ۱۹۱۰ء - جلد ۶

سچی باتیں

بات بہت دت کی نہیں، ابھی حال ہی کی ہے کہ ملک سے ایک مشہور اور بزرگ رہنما جسے عزت یافتہ سنا و ایڈر سرہری شگم گوڑا، ایم اے ایل ایل ائی (ڈاکٹریٹ) نے راجستھان میں شریف لکھتے تھے ایک دہلی میں مقیم ہونا چاہا۔ انہوں نے ان کے لیے چہرہ ہیرا، رنگ، رپ، نگہ لکھوانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہاں تو کھانے کی چیزیں (خوردہ) کے ٹھکانے سے بائیں ہندوستان کے اخبارات میں ایک طوفان برپا ہو گیا کہ یہ کیا اندیشہ ہے! بیسویں صدی میں، اور پھر خصوصاً اس جنگ کے دوران میں، گوڑے، رکھنے کا یہ اتنا زور کیا قہر ہے ہندوستان کے ہندو مورخوں، انگریز ممبروں پارلیمنٹ کے افسروں نے پارلیمنٹ میں سوالات کر ڈائے، کہ یہ کسی تنگ نظری، بائیس نادانی ہے؟ آپ اگر ان بات پر غور کرتے ہیں تو یہ ساری چیخ بکا رہی آپ کے نقطہ میں تازہ ہوگی۔

اس طرح کا کوئی واقعہ ہمارے دورِ عروج میں بھی پیش آیا تھا، اس کی کوئی نظیر غرب اسیروں کی تاریخ میں بھی ملتی ہے، رنگ کی نسل کی وطن کی، زبان کی، بنیاد پر تحقیر اسلام نے کیں جائز رکھی ہے، تحقیر سنی دنیاوی سلوک بھی؟ تعلیمات اسلامی کو بھی چھوڑ دیے، تاریخ سلیم کو بیسے بڑے بیسے جبار و شہنشاہ، کھٹیم دنیا دار بادشاہوں کے زمانہ میں بھی کہیں نہ ہوا ہے کہ ان میں مسافر آیا ہے اور پورا گریہ سے رہا ہے، لیکن سزا کا جیلا یہ کہہ کر اسے دھتکار رہا ہے کہ تم کا لے گئے ہو کسی بیچ ذات کے معلوم ہوتے ہو، گنوار دیوانی نظر سے ہو، اور غیر رنگ، نسل وطن وغیرہ تو غیر اعتباری چیزیں ہیں، اعتباری چیز عقبہ ہے، درسی بنا پر اسلام نے

عقد لکھنؤ شرک کو سنی، ذیل سمجھ رہے، بیان کے نکالنا میں، نہ سنا بیچ و تجارت میں بسیار تازہ کاغذوں و شکر کے ساتھ بھی لکھتے تھے، اور صاحب سنے محمدی، ان کو راجا ہی کی تاریخ میں کھانوں کے ساتھ "حسن معاشرت" کی، "حسن معاشرت" کی یہ تازہ مثال، پہلی بات دیکھ سب سے بڑی کب ہے؟ شکر اس پر سجالا ہے، کہ ہوش کے منہ سے بڑھ کر ہٹ سے ٹوٹ کر نہیں رہی، اور عربیت، ہندو کی تکی، اسی وقت پھٹ کر، جا، یقینی تھی!

لیکن اس واقعہ پر اتنا شور و شب ہندو پر بس میں آخر کیوں؟ ہندو قوم کا روزانہ طرزِ عمل پر دسیوں کے ساتھ نہیں، خود دسیوں کے ساتھ کیا ہے؟ سمندر پار والوں کے ساتھ نہیں، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ کیا ہے؟ تو درجن درجہ کر دی، کہ برہمن غلام آئی؟ مسلمانوں کا اہم لگ جائے تو کھانا، کھانا پاک، بالائی دکان پاک، ہوائی ٹیکسٹ کا سا یہ پڑ جائے تو پاک، کھانا صم ہو جائے! یہ ہے کہ خود انہی کے مقبولہ و مذہب کا کوئی "بیچ ذات" والا ان کے جسم سے جبر جائے، تو عرم انکا بھرشت ہو جائے، اسی قوم کو تو ناخوش اسلئے کی مگر اور خوش ہونا چاہیے، کہ شکر صد شکر، کہ آخری روپ کو بھی مسلمان و عرم ہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں، نہ ہوا صدق، لی، وہ دانا اخبار درنہ بار آباد ہندو قوم کی خدمت میں پیش کی جاتی، اور خبر چھاپی ہی جاتی اس عنوان سے کہ

"چھوٹ چھات صاحب کے دس ہیں"

مشعل راہ

جامعہ عثمانیہ (دکن) کے تدریسی طلبہ ہیں۔
"مشرقی الدین غازی بن اسے سننے کے لیے شیعہ، غلام کے بڑا کی ترجمانی کرتے ہوئے کہ کہ عثمانیہ مملکت دکن کے پناہ دے، اپنے

نمبر (۲۲)

[illegible]

تدوین حدیث

(۱۲)

(ادبنا ب مولانا سید مناظر الحسن صاحب دیلائی)

ہر حال یہ تو سیراد عرصہ ہے اس دور کے۔ اس بارے میں اب اُنھیں پیش کرنے ہوں، لیکن قبل اسکے کہ اور با میں جان کی جائی پہلے یہ سن لینا چاہیے کہ اس وقت اس کے ہاتھ میں حدیثوں کا جو مجموعہ اور قابل اطلاق وغیرہ موجود ہے، اسکی مقدار اور درجہ حدیثوں کی تعداد کیا ہے۔

ہوں تو عام طور سے یہاں حدیث کے مافظوں کا ذکر کیا جاتا ہے، انکی تعداد بہت زیادہ بتائی جاتی ہے، مثلاً تو جاتا ہے کہ امام احمد بن حنبل کو انہیں ۱۰۰ ہزار حدیثوں کے سوا زیادہ قابل شمار سے محفوظ تھا اس کی تعداد سات لاکھ کے اندر تھی اس سے زیادہ امام ابو حنیفہ جو حدیثوں کا حاصل تیار رکھنے میں انکی حدیثوں کی تعداد بھی سات لاکھ بتائی جاتی ہے امام بخاری کے متعلق عام طور سے کہتے ہیں کہ انھیں دو لاکھ کے قریب تو غیر صحیح اور دیگر لاکھ صحیح حدیثیں یاد تھیں۔ امام مسلم سے نو گونے لاکھ حدیثوں کی آثار کیا ہے کہ اپنی کتاب صریح کے متعلق خود فرمایا کرتے تھے کہ یہ مکان سے سنی ہوئی تین ماہ حدیثوں سے نہیں ملے یہ مجھ سے آتے ہیں۔ اسی بات مختلف لوگوں کی طرف سے بڑے بڑے علماء و مشہور علماء نے بیان کیا ہے۔ یہ سب سے دور جو حدیثیں ہیں انکا مفہود بھی یہی ہے کہ بات یہ ہے کہ لوگ حدیثوں کی اس مقدار سے بڑے بڑے علماء و محدثین ہیں اور یہ حدیثیں میری مولیٰ حدیثیں ہیں۔ یہ حدیثیں کہ مثلاً امام بخاری کو اگر انھیں صحیح حدیثیں یاد تھیں تو یہ حدیثیں ان سے بڑی کتاب میں سب کو کیوں درج نہیں کیا۔ اور ان کے حدیثوں کی حفاظت و بیان کا جو دورانیہ طریقہ ہے پہلے بتا دیا جائے گا کہ اس طریقہ کا متکو، مضبوط بنانے کے لیے ابتدائے مشاہدات و خواہش کی ضرورت کا طریقہ عروض ہو گیا تھا، یعنی ایک حدیث کو جن جن حالتوں اور طریقوں سے روایت کرتا تھیں تھا، محدثین ان تمام طرق کو جمع کرنے کی کوشش کرتے تھے اور انکی یہ اصطلاح تھی کہ ایک ہی حدیث کو کئی مختلف طریقوں کے اعتبار سے سب سے ایک کے طریقوں کے حساب سے شمار کرتے تھے، مثلاً انکا اطلاق بالذات کی حدیث جیسا کہ بیان کر لیا ہوں، ائمہ کے لحاظ سے ایک حدیث ہے لیکن محدثین چونکہ سات سو طریقوں سے روایت کرتے ہیں اس لیے سب سے ایک کے مرتبہ اسی ایک حدیث کی تعداد سات سو ہو جاتی ہے اور یہ کسی ایک حدیث کی تعداد سات سو ہو جاتی ہے اور یہ کسی ایک حدیث کا نہیں بلکہ حدیث کے بیشتر حصہ کا بھی حال ہے، حدیثوں کے ان عجیب و غریب اعداد کی بنیاد ایک قویہ ہے دوسرے پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ گو ابتدا میں حدیث جس کے لفظی و لغوی معنی بات کے ہیں، اسکا اطلاق بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مفعولات وغیرہ پر کیا جاتا تھا پھر اس میں وسعت پیدا ہوئی اور آپ کے افعال و تقریرات کو بھی اسکے نیچے درج کیا گیا۔ اسی طرح رفتہ رفتہ اطلاق میں اور کشادگی پیدا ہوئی اور صحابہ کے اقوال و مفعولات، انیسلوں بلکہ تابعین و تبع تابعین تک

کی چیزوں کو بعض لوگوں نے حدیث کے نیچے داخل کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اسی وجہ سے قدرۃ حدیثوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے، لیکن عامی خیال کوئی نہیں کہ یہ زیادہ راست و سلیقہ مند علیہ وسلم کی حدیثوں کی تعداد ہے۔ اسکا موجب انظر رکھتے ہیں۔

و اکثر اسن المتقدین کا تو اعلیٰ القلوب
اسم الحدیث علی ما علی اہل البصائر
والذابین وناہیم وناہیم وناہیم
الحدیث الوردی باسنادین حاشین

محدثین کی سب سے بڑی جماعت ایسے نام نہاد متقدم پر کرتی تھی جس میں صحابہ تابعین و تابع تابعین کے آثار و مفعولات سب ہی داخل ہیں نیز ایک ہی حدیث جو دو ہندوں سے مروی ہوئی اسے دو حدیث قرار دیتے تھے۔

اور یہی سراسر ابن جوزی کے اس فقرے سے جو حدیثوں کے ان اعداد کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان افراد ہذا عدد الطرق لا المنون لم یفیع وھاذا یعنی ان اعداد سے مقصد حدیثوں کے متن کی مقدار نہیں ہے بلکہ اسکا طریقہ اور اساد مراد ہیں۔

یہ حدیث کے ان بڑے بڑے علماء کا حال ہے، لیکن واقعی و حدیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک سے زیادہ راست طریق رکھتی ہیں آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ کہاں لاکھ دو لاکھ چار لاکھ کی باتیں تھیں اور اب سینے کہ امام بخاری کی صحیح سند کے ساتھ جو حدیثیں مروی ہیں انکی تعداد لاکھوں سے کہیں دو ہزار چوبیس سو ہے اور امام مسلم کی حدیثوں کی تعداد کئی چار ہزار ہے لیکن اسکے معنی نہیں ہیں کہ مسلم میں بخاری کے سوا چار ہزار حدیثیں ہیں بلکہ زیادہ تر دونوں کی روایتیں مشترک ہیں۔ یہ تو ان دو بڑی کتابوں کی حدیثوں کا حال ہے، سوا امام مالک جیسے بعض لوگ صحیح بخاری پر بھی ترجیح دیتے ہیں اسکی کل حدیثوں کی تعداد صرف چھ سو ساٹھ ہے۔ ہر حال شمار کرنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ صحیح، حسن، شیعہ، ہر قسم کی تمام حدیثیں جو اس وقت صحاح ستہ سند محدود و دوسری کتابوں میں موجود ہیں انکی تعداد پچاس ہزار بھی ہیں۔ اور یہ ہر مطلب دیا جس کے مجموعہ کی تعداد ہے تمام کتابوں سے عہد بن کر ابن جوزی نے انھیں جن کی تنقید کا عیار بہت سخت ہے، بلکہ حاکم جو زنی اور ساجد میں شہور ہیں انکا یہ بیان ہے کہ اول درجہ کی صحیح حدیثوں کی تعداد دس ہزار تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ اب عالم کی اس پورٹ کو اپنے سامنے دیکھئے اور اسکے بعد میں نیا نیا چاہتا ہوں کہ ان خطوط اور سامانوں، امان ناموں، جائیداد قلائع وغیرہ کے نزاع میں کے سوا جن کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہوا ہے، اور جن کی تعداد سیکڑوں سے بچاؤ نہیں اور حدیث کی جو تقریر ہے ان پر وہ بھی صادق آتی ہے، حدیث کے اس کتابی ذخیرہ کے سوا، عمدت، قرون صحابہ میں حدیث کا کتنا سرمایہ باقی شکل اختیار کر چکا تھا، دنیا کی یہین لر حیرت ہوگی، لیکن کیا کیا جائے، رقم

سے جو اسے قائل و عزیز دوست جو اکثر و قاتل اللہ صاحب ای نل حدیث پر تفسیر جامعہ عثمانیہ نے ان کو ایک خاص نام علاحدہ ترتیب کے ساتھ جمع بھی کر دیا ہے۔ اور اب ان کی یہ کتاب معریں الیوائی السیاسہ کے نام سے طبع ہو رہی ہے۔ ایک بڑا کتاب صاحب مروج کہ عمدت نبوی کے (۲۰۰) کتابی بیانات کی پچھ میں

جیسے کہ دس ہزار ہی نہیں بلکہ اس سے بھی نہیں زیادہ تعداد میں مدثرین تھے۔
 دھند صحابہ میں کتابی شکل اختیار کر چکی تھی۔ اگر آپ خود جوڑ لیں یہ حدیثیں
 لکھیں اس کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثوں اور روایات کی تعداد
 پانچ ہزار تین سو چھترہ اور ایک درجہ سے نہیں مختلف ذرائع سے یہ
 ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اپنی یادداشت کے
 لیے ہی اپنی روایت کردہ حدیثوں کو کتابی شکل میں لے آئے تھے۔ حافظ ابی
 عبد اللہ نے جامع میں انکی اس کتاب کے درجہ کو اس طرح درج کیا ہے
 "شور صحابی عمرو بن ابی نعیر بنی موطا سمعہ بن ابی ہریرہ اور اسان اسر محرمہ
 عمرو بن ابی نعیر کے نام سے بہت مشہور روایت ہے ان کے معاصران نے بیان کیا ہے
 حدیث عن ابی ہریرہ بنی موطا میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ
 فاکرہ نقلت الی قدسہ ملک ایک حدیث یاد رکھی انھوں نے اسکا کرا کیا
 فقال ان کنت سمعتی فیہ میں نے عرض کیا کہ میں نے اس حدیث کو آپ
 لکھتے ہی ناقد پیدا کی اسے
 ہندوستان میں کثیرہ حدیثیں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں
 ایک حدیث میں لکھا ہے
 ان کنت حدیثک بہ فو لکھتے ہیں

حدیث میں پائی گئی حضرت ابو ہریرہ نے اس کے بعد فرمایا میں نے تمہیں خبر دی
 تھی کہ میں نے جو حدیث تم سے بیان کی تھی وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔
 حافظ ابن حجر نے دوسری سند سے فرقہ الباری میں اس روایت کو درج
 کیا ہے "ابن ہریرہ نے حدیثیں معلوم ہونا ہے کہ ابو ہریرہ کے پاس حدیثیں چند
 حدیثیں لکھی ہوئی تھیں، مگر جو کچھ وہ روایت کرتے تھے کتابی شکل میں
 اس کے پاس وہ خود لکھی تھیں یہ معلوم ہے کہ ان کی روایات کی تعداد پانچ ہزار
 سے اوپر ہے لکھتے ہوئے اگر ملاحظہ کیا جائے کہ پانچ ہزار سے اوپر حدیثیں ہونے وقت کی کہی
 ہوئی تھیں تو کیا اس روایت سے اسکی تصدیق نہیں ہوتی اور صرف ایک حدیث
 نہیں، دوسری جو حدیث کی سند کتاب ہے اور اس کا درجہ صحاح ستہ کی اکثر
 کتابوں سے بلند ہے اس میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 مشہور شاگرد بشیر بن نیک نے ایک نسخہ ان کی حدیثوں کا تیار کر کے خود لکھ پڑھا
 سنا تھا اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:-

عن بشیر بن نیک قال کنت | حضرت بشیر بن نیک سے روایت ہے انھوں
 اکتب لمان بن ابی ہریرہ | نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیثیں
 ظاہر روایت ان افادہ اتیہ میں شاکر افادہ اتیہ لکھ لیا کرتا تھا جب
 کتابہ فقرتہ علیہ وکالت لہ | میرا ارادہ ان سے الگ ہونے کا ہوا تو انکی
 ہذا اصحت شک ظننہ | حدیثوں کی جو کتاب تھی اسے لیکر ان کی خدمت
 میں حاضر ہوا پھر ان حدیثوں کو اس کے سامنے پڑھ لیا اور آخر میں لکھا کہ یہ وہ
 حدیثیں ہیں جو آپ سے میں نے سنی ہیں بولے ہیں
 ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسرے مشہور شاگرد میں ابی ہریرہ
 کے امرو میں تھے۔ ان کے زمانہ کی خدمت میں وہ حدیثیں لکھتے تھے
 میں کیا جو صحیفہ ہمارے امام سے مشہور ہے، امام احمد بن حنبل سے اس کتاب کا

ایک بہت بڑا حصہ اپنی سند میں داخل کیا ہے اور اس کے معنی یہ ہے کہ اسی
 زمانہ میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیثوں کے یہ نسخے تیار ہو چکے تھے اور ان
 قریب چالیس روایت ابو ہریرہ شاکر روایات کی تعداد امام بخاری نے آٹھ سو کے
 قریب بتائی ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ کتنی سے اس کا ذکر کیا ہوگا۔ جو حضرت
 ابو ہریرہ نے جب اپنے لیے نسخہ تیار کیا تھا، تو کیا وجہ ہو سکتی تھی کہ اس کے
 شاگرد ایسا نہ کرتے۔ اور اس سے بھی میں اور آگے بڑھتا ہوں، بیحدیثی
 میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بیان درج ہے کہ وہ فرمایا
 کرتے تھے۔

اسم اصحاب انہی صلی اللہ علیہ وسلم | حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہوں میں
 وسلم احمد اکثر حدیثا | حضور کی حدیثوں کا بیان کرنے والا کبھی سے
 اکابر میں عبد اللہ بن عمر | زیادہ کوئی نہیں ہے ابی عبد اللہ
 بن عباس اس سے سنتے ہیں | یعنی انکی حدیثوں کی تعداد بڑی ہے
 جس کے معنی یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمر کی روایات کی تعداد
 ابو ہریرہ کے ذاتی احزاب کی بنیاد پر انکی حدیثوں سے زیادہ تھی
 حدیثیں پانچ ہزار سے زیادہ میں تو انکا

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کی تعداد پانچ ہزار سے
 سے یقیناً زیادہ ہونی چاہیے بخاری کے صریح الفاظ کا یہ تقاضا ہے۔ اب
 سینے کہ عبد اللہ بن عمر بن عباس کی حدیثوں کا کیا حال ہے۔ بخاری کو انکی
 حدیث میں ابو ہریرہ ہی کا یہ بیان درج ہے کہ وہ لکھا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجاہد کے متعلق جو صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کی زندگی میں انھوں نے اس طرح کا اختیار کیا تھا یا وفات کے بعد لیکن عبد اللہ
 بن عمر بن عباس کی حدیثوں کی تعداد حضرت ابو ہریرہ ہی سے کم بیان کیے
 مشاہیر ان کی حدیثوں سے زیادہ اور کثیر ہے۔ ان کے متعلق یہ سب کچھ معلوم ہے
 کہ خود بڑا بڑا دست آ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلم سے وہ آپ کی حدیثیں
 لکھا کرتے تھے۔ انکا اپنا بیان ہے جبکہ حافظ ابن عبد البر ابن سعد بلکہ
 ابو داؤد وغیرہ سب نے ذکر کیا ہے۔ میں حافظ عبد البر کی روایت درج
 کرتا ہوں، خود حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں

قلت لرسول اللہ کتب کل | میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ سب کچھ جو
 اسے کتب؟ قال نعم قلت | آپ سے سنتا ہوں لکھ لیا کروں؟ حضور نے
 فی الزمان الغیب؟ قال | فرمایا ان میں نے عرض کیا کہ خوشی اور غم دونوں
 نعم لایزالہا فی ذلک کل | حالتوں کی باتوں کو لکھ سکتا ہوں آپ نے
 فرمایا ہاں۔ کیونکہ ان سب حالتوں میں میں نہیں
 الا حق

کہتا لیکن صریح "حق"۔
 اس روایت میں "اکتب کل ما سمع" وہ سب کچھ جو آپ سے سنتا ہوں لکھ لیا
 کروں قابل فہم ہے، جسک معنی یہی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر، آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات خواہ در مناسبات غضب کے حال میں کی جو لکھ لیا کرتے
 تھے۔ محدثین میں انکی یہ کتاب "صحیفہ مساوتہ" کے نام سے مشہور ہے اور اکثر
 کتابوں میں اسکا تذکرہ موجود ہے۔ وہ خود بھی اپنی اس کتاب کو کسی نام سے نہ
 کہتے تھے بلکہ اس کے نام سے ہی مشہور ہے، لیکن خیال آتا ہے کہ کسی نے اس
 نام سے اس پر پڑھا ہے کہ یہ نام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور انھوں نے اس نام

نایک جانور

از بیان مزارعہ صاحب فاروقی ملکنہ در پیغام صلح

سوز و گدگئی میں نہ مارنے والا اور کھانے والا بیچارہ جانور ہے۔ جسکے گوشت کے ٹکڑے سے انسان کو بھی نقصان پہنچنے کا ڈر ہے اور اس میں بھی یہ بڑی مہارتیں پیدا ہو جاتے ہیں کہ ان کا استعمال ایسا کرنا کہ گوشت میں بیماریوں کے کیرے بھی ہوتے ہیں جو کہ انسان کے لیے مضر ہیں۔ اب ذرا

ایک امرین رسالہ لکھا گیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ انسان کے جسم میں کیرے ہوتے ہیں۔ ان کیروں کو کھانے والا جانور کھا کر ہضم کر لیتا ہے۔ اس لیے اس کو کھانا کہتے ہیں۔ اس لیے گوشت میں ایک بار کیر ہوتا ہے۔ اس کی طرح کیر کھاتا ہے۔ جو ان کیر کو نشوونما پاتا ہے اور پھر اس سے کوئی نر نہیں پونچتا۔ اس کیر سے کڑا کڑی ذام (حمیہ) پیدا ہوتی ہے۔ (انسان کا جسم عام طور پر یہ گوشت میں نظر نہیں آتا۔ اس کے قصاب خانہ کے دارو فریڈیکس لیسے سور کے گوشت کو اچھا سمجھ کر اس کو دیتے ہیں۔ اس گوشت کو کھانے کے بعد یہ کیر سے انسان کی آنکھ میں جاکر گھر بنا لیتے ہیں اور اس کی آواز ۵۰۰ کے قریب بجے پیدا کرتی ہے جو کہ جسم کی آنتوں کی دیواروں میں سے ہو کر ان کے خون میں جھلکتے ہیں اور اس کے جسم کے گوشت میں پھیل جاتے ہیں۔

اور اپنے گرد ایک گول گھوسا بنا لیتے ہیں اور اس میں سالوں تک زندہ رہتے ہیں جب اس قسم کے میروں کے گھر جسم میں بہت پھیل جاتے ہیں تو انسان کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ ازل اول تو دست آئے ہیں جس میں قدرت ان کمرڈوں کو باہر نکالنے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر پھر مرض ٹرائیپھس (Typhus) پیدا ہوتا ہے۔ چھ ماہ تک جسم میں پوشیدہ رہتا ہے۔ جب یہ زور پکڑتا ہے تو جسم میں سخت درد اور ضعف پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے بعد بخار اور درجہ کی قسم کی ایک ماعنی جلدی ماحق ہوتا ہے جس میں اکثر انسان فوت ہو جاتا ہے۔ جب یہ مرض جو پکڑ جائے تو علاج بڑا مشکل ہے۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ مرض موبہ جات متحدہ امریکہ میں ایک کڑا انسان اس مرض میں مبتلا ہے۔ اگر گوشت خوب بھی مرچ کیا جائے تو یہ کیر سے مر جاتا ہے۔ کراہین اور

سلازن پڑا انسان کیا جو سور کا گوشت حرام کر دیا

جدید ادب لطیف

— اردو زبان کے جدید ادب میں سب سے پہلے ایسا غلام انداز اختیار کر لیا جس کو اگر میں حال بہا تو زبان کا ادب غیر عربی اور مغربی ادب کی تقاضی کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہتا۔ جسکو رسالوں اور ماہناموں کی اصطلاح میں "ادب لطیف" کہتے ہیں۔ اس کے چہرہ پر مغربی اندازہ اس قدر زیادہ نمایاں ہے کہ گویا یہ ایک سرکس کا سحر ہے جو چارسی زوی زبان کو ادبیات میں سحر انگیز حقیقت

نچانا پھیر رہا ہے۔ ایک سال کے ادبی شہ پار سے ہم اس جدت کی دو تین شاخیں پیش کرتے ہیں آنکھوں کی تعریف: آسمان کی سی نیلی زری۔

نخیل انکھڑیں :- جو زنی ہیں "عذبات کی دل پر و شاہی میں! زندگی :- زندگی کی مہین چوٹیں! شاہراہ :- قدموں کے پچھے چھوٹے ہوئی شاہراہ!

اب ان ادیب غمیر سے کوئی پوچھے کہ اپنے ادب کو آپ کتنا ہی غلام اور نکال بنادیں لیکن ہندوستان میں پہلی آنکھیں کہاں سے لائے گا۔ انہیں "آسمان کی سی نیلی زری نظر آتی ہو!" — اور یہ کہ

"دل پر و شاہی" کیا بلا ہے؟ اور یہ زندگی کی "مہین" چوٹیں اور ایک مہینہ پہ کتنا کھلے؟ جدید ادب کا بڑا کمال گویا یہ ہے کہ کوئی ایسا بے سرو پا ہفت لکھ کر جو کسی نے پہلے نہ لکھا تھا

— قدیم کے پیچھے چھوٹی ہوئی شاہراہ میں ایسا سلوم ہوتا ہے کہ گویا جونیوں جھوڑ کر مہانگے ہوئے ادیب کا قصہ ہے — زبان کی نظرت اور اس کی دھنکیا خصوصیات کو طائرانہ دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہ کون سا زبان کا خون کرتا ہے اگر یہ جدید ادب ہے جسکو دل پر و شاہی میں ادب کی حماقت کی لکھتیں کو باقی رہے رہا ہو "آسمان کی سی نیلی زری"

(بقیہ صفحہ ۵)

اور اپنی طبیعت کے ذریعے نہ سہی کم از کم انہیں گہنا بدن بقصور دور مصروف کے خیال سے لکھنا چاہیے۔ آسمان پر یہ دوسروں کی طبیعت اذیت والا غصہ۔ قاعدہ غمی سرنگی حق میں عرب نہیں ہنر ہے۔ البتہ اشتہار ہر کلیہ میں ہوتا ہے اگر کسی اشتہار صورت میں ہونے کے مجرم کے منسلکین: اعرفہ کی ادا کو کیا ہی موزاری سمجھتے تو پتا چلتا کہ اس کا نام ہے۔ اللہ اعلم

پہر روان صدق سے

پچھلے سال میں یہ رہا تھا، یعنی جولائی اور اگست کا مہینہ کہ حسب ذیل صدق خوانان در کرم فرماؤں میں دیکھئے۔ سالانہ کی کیشٹ اور اسے صدق کی ڈگگائی ہونی کشتی کو بھی یہ تھا۔ اور اپنے محبوب پرچہ کو اور از رو نازگی عطا کر دی تھی۔

جناب سرز محمد احمد (کٹری بازار - بمبئی)

- ۱۔ جناب اشقام بیگ صاحب (بید پال)
- ۲۔ جناب خاں صاحب محمد پور صاحب (گجرات - پنجاب)
- ۳۔ جناب منشی منگل علی صاحب (ریاست جواہر) (نصف رقم)
- ۴۔ جناب عبداللطیف صاحب (فریخہ بازار - بمبئی)
- ۵۔ جناب سلیمون وردا بھائی بارس (ایڈورڈ سٹریٹ - ڈگون) (بذریعہ علی)
- ۶۔ مائورن ٹریڈرس (کٹری بازار - بمبئی)
- ۷۔ جناب نعیم الدین شاہ صاحب (سرت)
- ۸۔ جناب مولانا سناظر حسن صاحب (یدنی - حیدر آباد دکن)

سال بھر کے بعد۔ فز کو مجبوراً چھ مہینے حال ان حضرات سے کرنا پڑا ہے۔ اگر اکثر خیر اور حضرات اپنی نذر دانی کا علی ثبوت دینے میں مستعد ہوں تو ثبوت اس اعلان و اعلام کی کیوں آتی۔

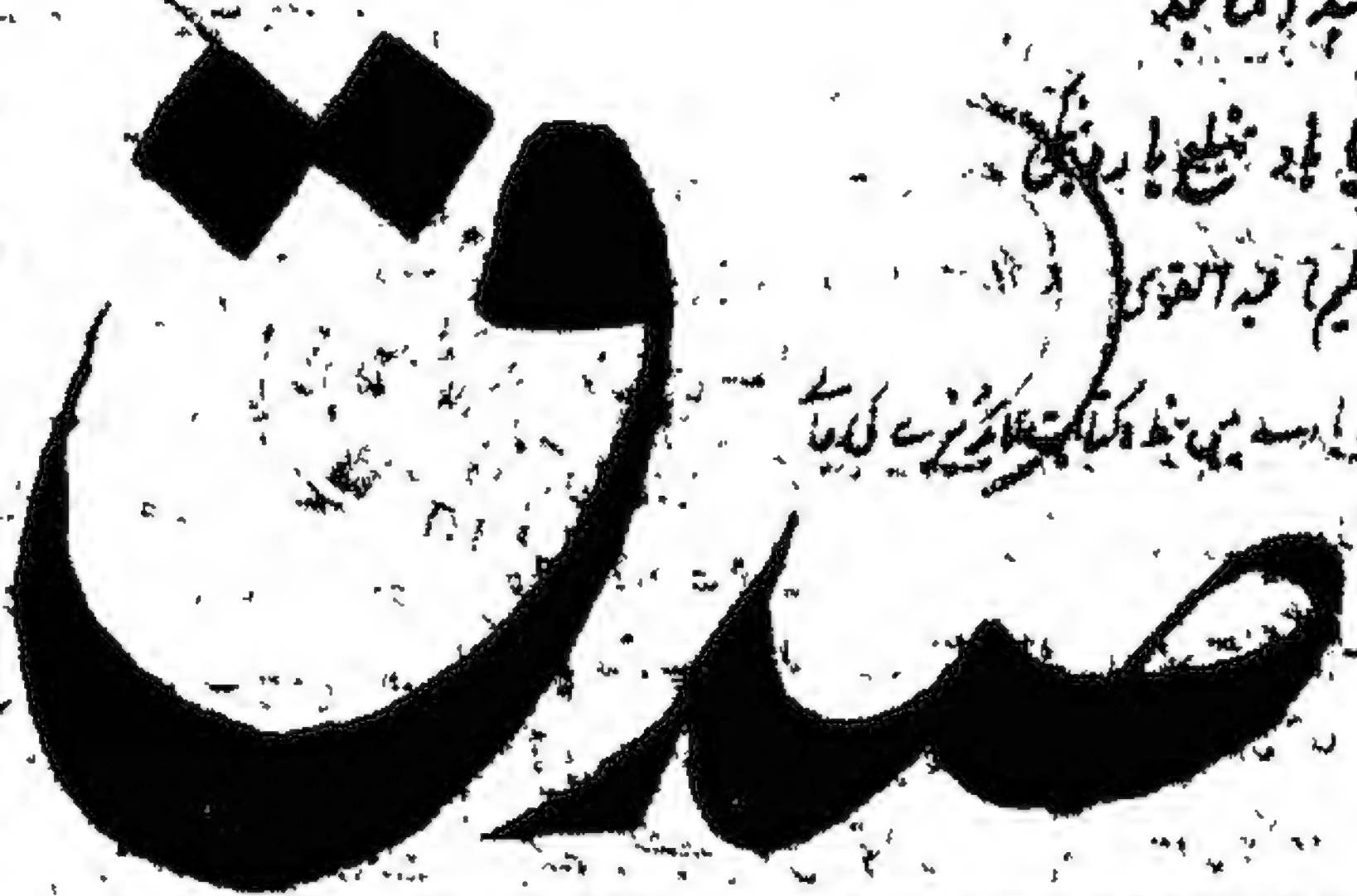
نیا زمانہ ہستم صدق

ابن سیرین

پتہ :- دریا پور پنجاب

تاج :- (عظیم قہر القوی)

مستطین بکرا سے ہیں یہ کتاب کا ترجمہ کیا گیا



چندہ اسد نظامی پور

اور کے بارے میں سند یہ ذیل ہے

محمد عبدالرؤف عباسی مہتمم صدیقی

مرشد آزاد پریس، لاہور

چندہ سالانہ

مغربی

بیرون پور سے سالانہ مشق

قیمت فی پرچہ

نمبر ۱۲ - دوشنبہ - ۹ رجب المرجب ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۲ - اگست ۱۹۴۷ء - جلد ۱

پچی باتیں

۱۲ سوال قبل بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ

۱۲ سوال قبل بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ

۱۲ سوال قبل بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ

ابن سیرین کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ
یہ ہے کہ بڑا قہر القوی کا دروازہ کھانے کا طریقہ

ذوالقرنین قرآنی قرآن مجید سورہ اعراف میں ذکر ذوالقرنین اور اس کی
تفصیلات کا ذکر ہے۔ یہاں میں خاص تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ لیکن خود ذوالقرنین
تاکون ۹ کا بر تفسیر اس طرح ہے کہ اس سے مراد مشہور نوح اسکن ریوانی
ہے۔ دوسرے احوال میں شروع سے مقول ہے آ رہے ہیں۔ اور اب جب سے
تحقیق اور دشمن خیالی کا مہیا رہی یہ قرار دیا گیا ہے کہ اگلے ماہ میں ذوالقرنین کے ساتھ
رشتہ اتحاد و اتفاق کا نہیں بلکہ اتحاد و ترقی کا قائم رکھا جائے گا۔ ذوالقرنین کے
اسکن رہنے کے سلسلہ انکار ہونے لگا ہے۔ حال میں دہلی کے ملکی دینی ادارہ
برائے ان میں ایک مفصل مضمون ذوالقرنین اور مشہور سکندری کے خزانے سے نکلا ہے۔
اس میں ذوالقرنین کے اسکن رہنے کے انکار پر دلائل قوی نام کیسے گئے ہیں۔
”سکندر مقدونی کی تاریخ کا یہ سلسلہ باب ہے کہ وہ دونوں کے قدیم مذہب

دیوانوں کی پرستش کا مقلد تھا۔ اور یہ کردہ ہرگز مسلمان نہ تھا۔
 ۲. سکندر: انتہائی عجب اور جابر و طاہر تھا۔ نہ کہ ایک سید بنک نفس
 (۳) یہ بات بھی مسلمات میں ہے کہ ہنکی فتوحات اور سیاحتیں
 کی جانب نہیں بڑھا۔

(۱۶۱۱ء - ۱۶۱۲ء) (بابت جولائی ۱۶۱۱ء)
 لیکن: اقدیہ ہے کہ یہ تینوں: عوسے مسلمات ہوا، الگ ہوا، سب سے خود مختار
 و مجروح ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ نزول قرآن سے قبل ذوالقرنین کا سر ہے کہ مسلمان
 سنی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس کے ہونے کے بعد مسلمانوں نے اس وقت
 ہو سکتی ہے کہ خود اور اپنے زمانہ کے بن کا مطیع ہو کر سودہ ایات ہو دیں (اور
 یہی ایک سہولت دوم اس زمانہ میں تھی) اسے اسی جیت سے کہہ سکتے ہیں
 چنانچہ جو زنیس (جو حواریان مسیح کا پیروں کا پیروں) کی قدیم تاریخ میں مذکور است
 موجود ہے کہ سکندر نے مسیح پر دھمکیاں مالدی دے کر وہاں مبادت کی۔
 اس کے دینی پیروں کی تعلیم و تدریس کی: اور جب دنیا میں کسی: پیروں کے
 دکھائی گئی کہ ایک دوسری تاریخ ایران کی شہنشاہی کے بارگراں: تو وہ اس پہلو
 کا مصداق اپنے ہی کو سمجھا۔ اور جویش انسا بیکو پینڈ یا میں یہ تعریض آج تک
 لکھی جاتی آ رہی ہے، کہ اس وقت کے یہود اسے مسیح موعود ہونے کو تیار تھے۔
 (طہرہ ص ۱۷۷) یہ سب سے کہ یہ یہود یہ ساتھ کسی شرک کے ساتھ: اور کہہ سکتے
 تھے، اور نہ کوئی شرک خراں ہوا خود یہ ساتھ مکرر عید کے ساتھ: اور کہتا۔
 دوسری گزارش یہ ہے کہ سکندر کا جابر و طاہر: تاریخ کے مسلمات میں دلیل
 نہیں۔ بہت کچھ مختلف نہیں۔ تاریخ میں اقوال و دون قسم کھلتے ہیں۔ کم از
 کم شک کا خاتمہ تو اسے ملنا ہی چاہیے۔

تیسری عرض یہ ہے کہ سکندر کی ابتدائی فتوحات: تاریخ کو مسلم ہیں کہ شمال
 و مغرب ہی کی جانب ہوئی تھیں۔ اور مغرب کے مغرب ہی کی سمت میں وہ جھیل
 ہے جس کا پانی اتنا گندہ ہے کہ سیاہی مائل ہو گیا ہے اور وہیں سورج: و بتا نظر
 آتا ہے۔ و جب باغریب فی میں حسیہ: جھیل کا نام آ کر کیا ہے۔ جس علاقہ
 میں ہے، اس کا بھی یہی نام ہے۔ وہ جنوبی سردیاں (لوگوں کو سلاویہ) میں سترے
 ۵۰ میل جانب مغرب واقع ہے۔ جو دریا اس جھیل سے نکلتا ہے، اس کا نام بھی یہی نام
 پانی کے سیاہ رنگ کی نسبت سے **black river** ہے۔
 انبار کے مختصر نوٹ میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں: اور تفصیلاً
 بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ جزم کے ساتھ کسی کی بھی تبیین کرنا بیفتا دشوار ہے،
 اس لیے کہ قرآن مجید کی بیان کی ہوئی ملامت کا پورا مصداق اب تک کوئی بھی
 نہیں ملا ہے۔ آخر مستعمل کے طلبہ قرآن کے لیے بھی تو کوئی موعود تحقیق
 باقی ہے، یا ساری تحقیقات جو وہیں صدی جبری تک ختم ہو جائے؟
 لیکن جہاں تک اغلب اور ارجح ہونے کا تعلق ہے، اسلئے رومی یا یونانی یا
 مغربی کسی اور سے پہلے نہیں۔ اور یہ امر ہمارے قدامت کی عظمت
 کے لیے بس کرتا ہے۔

حکمت امتیاز ایک صدیق و از خاندان اپنی ایک سہیل کی شدید طاعت
 اور امتیاز کرب کا ذکر کر کے ایک مذہبی سوال کرتی ہیں۔
 ... اب اللہ کے دربار کی تاجری کر رہی ہیں۔ چنانچہ کسی غلامت شریعت

سیدنا محمد مصطفیٰ: لیکن ہم سب کو سمجھنا چاہیے کہ یہ سب
 شہ پر ناز اور ذکر الہی چاہی ہے۔ ... میں آپ سے اس معاملہ کو
 مسات کرتا چاہتی ہوں۔ یہ آخر کیا راہ ہے کہ ایک فاسق اور بدکار
 کے ساتھ دنیا سے جانا ہے، اور ایک نیک کار پر پائی شدید
 سخت گزرتی ہے۔ اس سوال کا جواب آپ کے قلم سے سننے کو
 دل چاہتا ہے۔

شہ کی سچائی: تو اس معاملہ پر ہے کہ بیچارہ کے کرب و اذیت کو
 کا کہہ: اذیت سمجھ لیا جاتا ہے، اور اس کا تعلق کسی درجہ عالم آخرت سے نہیں
 کہلایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ تو عظیم تیرا: اور اس کے عزیزوں کے شاہد ہیں
 آتی ہیں۔ ... اس میں علم و عقل کی باتیں: اسی دنیا کی باتیں
 جیسے اور عظیم ہوتی رہتی ہیں۔ تو اب گویا سوال یہ ٹھہرا کہ نیک کار کا دنیا
 میں سہ سے کوئی تحلیف ہی کیوں پیش آتی ہے؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ بدکار کی ساری
 زندگی دور دراز تڑپ تڑپ کر گزرتی، اور نیک کار زندگی کا ہر منزل سہی خوشی
 سرت و اطمینان کے ساتھ گزرتا۔

سوال کا آدھا جواب سوال کی اس نصیح ہی سے مل آتا ہے۔ نیکی کا نتیجہ نیک
 اور برائی کا نتیجہ بد، اگر اسی دنیا میں فی الفور، اور ہمیشہ ملتی آتا، تو کسی دوسرے عالم
 کی، جزا و سزا دالے عالم کی ضرورت ہی سہ سے کیا تھی؟ اس عالم ناسوت کی تو
 آفرینش ہی اسی غرض سے ہوئی ہے کہ

ربنا لکم انکم احسن سلا۔ انسان کا جاسا جائے، پکا جائے، عمل سے اس کا نشان چلنا
 نتیجہ امتحان اٹھ رہا ہے دوسرے عالم کے لیے ہرے شاہین عالم کے ساتھ: گواہی
 کچھ جھلکیاں سی پیاں ہیں دکھا دی جاتی ہیں (اور جتنی تقریب تیز اور بصیرت بہت
 مسات ہے، تو جھلکیوں سے زیادہ ہیں دیکھ لیتے ہیں)۔ اس عالم اسباب کا
 دار و مدار تو انہی مادی و ذمہ کی پر رکھا گیا ہے۔ آگ کا کام جلاتا ہے، آواز کی
 پشت میں قرآن مجید یا مسجد ہی کیوں نہ آجائے۔ تو اس کا کام کا مٹا ہے خواہ اس کی
 زردیں سید الشہداء و حمزہ یا سردار جو زمانہ جنت میں ہی کے جسم کیوں نہ آجائیں نہر
 کا کام مارنا، پانی کا کام ڈبونا، ہر حال اور صورت میں ہے۔ زہر و تقویٰ خشید
 لوں نے ان قوانین ہی کے نسل و افعال کی مانع نہیں ہو سکتی۔ اب جسکے قوی
 خلقہ کمزور ہونے، یا جو قوانین صحت کی پوری پابندی نہ کرے، یا جو اتھاقی طور پر
 واپائی یا مستندی مرض کا شکار ہو جائیگا، اسے لا محالہ شد پر جسٹاں عظیمی بھائی
 پڑگی، اسے اس کے زہر و تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ علیٰ ہذا جسکے قوی مضبوط
 ہونے، جو ورزش وغیرہ کا پابند ہوگا، جو واپائی اور صدی امرات سے بہار ہوگا
 وہ لازمی طور پر جہاں اور تندرست ہوگا، خواہ افعالی و روحانی اعتبار سے کہیں
 بہت ہو۔

قرآن کا وعدہ صحت (مغزوہ) کہ ہر نیکی اپنے وقت معین پر ادھر ہی
 اپنے وقت معین پر، اپنا ثمرہ دکھا کر رہی۔ ... اپنے وقت پر بیفتا
 ایک تناور زبردست درخت بن کر رہیگا، بہت زمین گھیر لیگا، بڑی گھنی جھاڑوں کا
 بیسوں شاخیں، سیکڑوں ٹہنیاں، ہزار ہزار پنیاں پیدا کرے گا، لیکن ابھی تو
 سردست تو ساری ظاہری نگاہیں، اسے زمین میں غائب ہونے، علی کے اندر
 نہپ جاتے دیکھ رہی ہیں۔ ... تناور گل کا ٹھہر اگر کہیں گل کے ساتھ
 فی العز ہوئے گئے، ہر شراب خود کا نہ نہ شراب کے پہلے قطرہ کے ساتھ، گندگی تو

یہ سب کچھ دیکھ کر گناہ پر آمادہ ہو کر اسی کی پوجا کرنے لگے۔
 ساقی شربت شریعت ہو جاتے تو سب زمین پر ایک کاغذ کا چورہ جاتا ایک
 کاغذ کا۔ منظر اسب کے سب سے بہتر اور دلچسپ ہوتے۔ عالم ابتلا کی
 مصلحت ہر وقت ہو جاتی اور آزمائش و امتحان کے افراتفر کے پھر کسی نے
 عالم کی آفرینش کی ضرورت نہ جانی۔

یہی گناہ جس کے ہر جزوی واقعہ کی علت اس ایک ہی جہان کے کرشمہ
 ہیکل ہوتے ہیں۔ یہ ہر روز قحط پڑتے رہتے ہیں۔ سیلاب آتے ہیں۔ زمین ہل گئی
 ہوتی ہے۔ پھر بھی ہوتی رہتی ہیں۔ اسی لڑائی۔ جہاد دہشتہ رہتے ہیں۔
 ڈاکے پڑتے رہتے ہیں۔ مگر یہ کتنے بہتے ہیں۔ وہاں پہنچتی رہتی ہیں۔ زہریلے
 اور جنگلی جانوروں سے لاکھوں ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں سے کسی کی پوری توجہ عقلی
 بشری آج تک لڑائی سے اس کی طویل فہم میں پلایہ کی شدت کو کچھ کو بھی نشان
 کر لیا جائے۔ پانی پانی سے پانی کے ماحول کا ڈھلانا۔ پانی کا اچکے گناہوں کے
 حق میں گناہ ہو جاتا۔ پلیدی کے خدا کے اس کے مزہ کا پڑھنا۔ یہ سب چیزیں
 حادثات و حوادث ہیں۔ اور اس کے کئی مسلمان اس حال میں مبتلا ہو کر
 گمراہی میں نہیں آتے ہی ہیں۔ کتاب ہے۔

پھر یہ بھی ہو جاتا ہے کہ وہ ہمارا مشاہدہ کب کان انطیق دیکھ کر پڑتا
 ہے۔ ہر حال وہ۔ گہر علم و معرفت عالم انیسویں کا ہو سکتا ہے۔ اسکا احتمال انسانی
 علم کیلئے ہمیشہ ہی موجود ہے کہ جسے ہم سمجھتے تھے کچھ ہے۔ یہ وہ چھپا ہوا
 ہوا اور جو پھر فہم نظر آتا ہے۔ اسکا سرٹ نکال کر ہی خراب ہو۔ بشری علم و مشاہدہ
 تو کبھی بہت حسن و سواد ظہن کے عدو سے آگے قدم نہیں رکھ سکتا۔

آئینہ کا نقشہ

”بیتے جو اس کا اور پر ذکر کر چکا (علامہ ذوالفقار
 شامی و علامہ) وہ سب شہوانی زندگی میں محروک ہونے کی حیثیت
 سے گئے اور بیابان میں اُس ذی ترین محروک علم و عادت باہر کے آگے۔
 ممکن ہے کسی کو اس بیان سے اختلاف ہو۔ لیکن اسکی صداقت
 واضح ہو جاتی ہے جب ہم اسکا خیال کرنے ہیں کہ آئینہ ہمیشہ تلاش
 حسن و جمال میں رہ کر رہتا ہے۔ اور یہ علم ہے کہ حسن و جمال ہی وہ شے
 ہے جو عشق و شہوانیت کو بھڑکا کر رہتا ہے۔“

(Woman and Man جلد ۲ - صفحہ ۲۲۲)

وہاں کے ڈاکٹر برنارڈ مارک کی یہ تحقیق نفسیاتی و عضلاتی حیاتیاتی تجربات کے
 ذریعہ کے دفتر چھان ڈالنے کے بعد اب بیویں مدی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں
 خیال عرب کے اُس اُمی اور دنیا سے انسانیت کے اُس حکیم اعظم کی جیسے جسکی
 تربیت نے ساتویں صدی عیسوی سے مرد و عورت دونوں کو الگ الگ علم
 علم دے رکھا ہے۔ اگر نظریں نہیں رکھو۔ احرم و حسی الامکان نظری نہ پڑنے والا
 سلام نے سب سے زیادہ زبردست پھر نقشہ کے اسی دروازہ پر
 چھاپا ہے۔ اور اسلام اور عورت دونوں کے دائر دشمن کی تسلیم میں دونوں کا
 نادان دوست بھی آج اسی سبب سے بڑی حفاظتی قوت کے درجے پر پہنچا ہے!

نقشہ سامانیاں

”.... آج یورپ اسی سکوس تمدن کا علمبردار
 بن کر اپنے گھروں کو بھاڑ کر اب مشرق کے گھروں کو اُجاڑنے کے درجے

ہو رہے۔ اسکول اور کالج کی وہ کتابیں ہنگے منتقلی مرعوم سان اسعر
 نے فرمایا تھا۔“

”ہم اسی کل گناہیں قابل منہلی سمجھتے ہیں
 کہ جنکو پڑھ کے لڑکے باپ کو منہلی سمجھتے ہیں

ان کتابوں کے پہلے آثار و نتائج بتدریج شرعی ممالک کے خاندانوں
 میں سرایت کر رہے ہیں۔ ان کا کام صرف یہ رہ گیا ہے کہ بچوں کو پال کر
 جوان کوشے اور باپ کا فریضہ فقط یہ ہے کہ جہاں سے بھی ہو اسکول اور
 کالج کی زندگی کے مصارف میں میں فیٹیشن، بیٹا، نقص و سرور وغیرہ
 کے مصارف میں داخل ہیں۔ انکی پاسبانی صاحبزادہ کیلئے سلسل
 کرتا رہے۔ اور جب پچیس تیس سال کی عمر کے بعد صاحبزادہ میں کچھ
 کمانے کا پختہ کی ملازمت پیدا ہو تو نسوانی حقوق کے محافظ بن کر
 وہ اپنے جوش کے ساتھ جہاں جی چاہے ”ہی ہون“ سنانے پھرے۔
 بڑھتی ہاں منہلی اور کھوسٹ باپ شہر کے میں کہ چہ اور گناہوں کی جس گلی
 میں چاہیں ایڑیاں رگڑ کر دم توڑ دیں۔ آج اس خبیث مغربی تمدن
 کہ جو جس شریعت گھروں کو سکایا دے رہی ہیں اور کتنے خاندان
 گرہنے ہیں۔ راجا محمد علی شاہ میں اور یوں کے تفریحی سانس میں دھانا
 مناظر حسن گیمانی کی تقریر)

انسوئاک اور اور دیگر ہاں میں قدر بھی ہو، مبالغہ آمیز آپ اس تصویر کے کسی جز
 کو بھی کہہ سکتے ہیں؟ محبت نہیں؟ اکثر صورتوں میں تو اس تصویر کو لڑکے بچے گھر سے
 ہونے کے ہنگام ہی ثابت ہو۔

بے پردگی کے ثمرات

بھئی نہیں لڑکیوں اور عورتوں کے جتنے شرناک واقعات ہوتے رہتے ہیں انکی
 تعداد ہرے ملک کے واقعات کے مجموعہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اسکا اصلی سبب یہ
 کہ ہاں پھر وہ نہیں ہے اور یورپین تہذیب شرعی تہذیب و تمدن پر غالب آگئی ہے۔
 ایک مکان میں سیکڑوں آدمی ہتھتے ہیں اور عورتوں اور لڑکیوں کو مردوں سے ملنے جلنے
 اور باتیں کرنے کا بہت زیادہ موقع ملتا رہتا ہے اور جو خاندان پورے غیٹ میں
 رہتا ہے وہ اپنے نول کی وجہ سے یورپین تہذیب و تمدن کا مقلد ہو جاتا ہے اور یورپین
 تہذیب کا پہلا ذریعہ بنے پردگی ہے اور دوسرا ”بیجائی“ ہے۔ بیجائی سے مراد ہے شانہ
 تک بائیں اور سینہ تک گردن عریاں رکھنی۔ ساڑھی یا دپٹہ اتنا بامک ہونا کہ
 باپ بھائی دیکھ کر شرعاً جائیں اور ساڑھی کے پلو کا بار بار شانہ سے ڈھلک جانا کہ
 ایک طرف کا سینہ کھل جائے۔ چہرہ پر غارہ پوتا، اور بیوی گند سے باریک بنانا۔
 ہونٹوں پر سرخی لگانا کہ لڑکیوں کو لیکر مردوں کی مجلس میں بے محابا گھس جانا۔ غبر مردوں
 سے تھوڑی دیر میں بے تکلف ہو جانا۔ اور باپ بھائی یا شوہر کو ساتھ لیے ہنر دوست
 احباب سے ملنے جانا۔ یہ اختلاط صرف شادی شدہ عورتوں ہی تک محدود نہیں ہے
 کنوادی لڑکیاں بھی ایسی کہنے لگی ہیں۔ اور اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو می فرسودہ بیجائی
 کہتی ہیں یہ زمانہ روشن کا ہے اور جیسے کی بائیں نہ کیجیے یا وہ جلد دہرا دیتی ہے جو
 غلوں کی کنوادی بیرون اپنے باپ سے کہا کرتی ہے۔ اس بیجائی کا لازمی نتیجہ یہی
 ہے جو ہمیں میں روزانہ دیکھنے بائیں آنا رہتا ہے۔ نا جائز فعل، اغوا، تبدیلی تہذیب،
 غور ہے جنگ عظیم لیڈر مل، بیڑی، عصمت فردوسی رسوائی، ذلت، خاندان کی

بہائی اور آخر میں بائیں بائیں (خلافت)

سورۃ البقرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ دینہ الذین آمنوا و عملوا الصالحات
 ان لهم جنات تجري من تحتها الانهار
 كلما رزقوا منها شيء يقولون هذا الذي رزقنا
 قبل ان نؤمن بالله عز وجل
 ان لهم فيها زوجات مطهرة وهم فيها خالدون
 ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات
 هم الذين هم في جنات تجري من تحتها الانهار
 كلما رزقوا منها شيء يقولون هذا الذي رزقنا
 قبل ان نؤمن بالله عز وجل
 ان لهم فيها زوجات مطهرة وهم فيها خالدون

۲۔ (اسے پیغمبر)

۳۔ (توحید و رسالت)

۴۔ (یعنی قرآن شریف اسلام) نیک عمل کے سمجھنے میں ہوں کہ حکام کا
 ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ انکی اور ایمان دونوں ایک دوسرے سے الگ اور بے تعلق چیزیں
 ہیں اور یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص ایمان سے محروم ہو لیکن ایمان اس سے نیک عمار
 ہوتے رہیں۔ یہ تخیل کا شرط ہے۔ نیک ایمان سے نیک نہیں ایمان ہی کی عملی
 شکل کا نام ہے۔ ایمان جب تک قلبی ہے ایمان ہے۔ آرزوئی اور لسانی ہے تو
 اسلام ہے۔ اور وہی ایمان جب عمل سے ظاہر ہونے لگتا ہے اس کا نام نیک عمل
 نیک کردار ہی عمل صالح چڑھا ہے۔ اگر کوئی نیک ایسا ہے جسکی ہر
 خفیت سا بھی جذبہ ایمانی موجود نہیں تو وہ نیک نہیں نیک کی صورت صبر
 صبر تعلق ہے۔ اور جس طرح نماز کی نقل نماز نہیں اسی طرح کسی نیک کی نقل پر
 نیک کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ حسن عمل کا سایہ رہی مناسبت شریعت ہے۔
 بات بہت گہری اور کام گہبہ۔ اور ملاحظہ فرمائی کہ آغاز میں یہ کچھ بے دانی۔

۵۔ (عالم آخرت میں)

۶۔ یہ علم عمومی اور اکثریتی ہے، کئی اور حصہ کی صبرت میں نہیں۔ یعنی عام طور پر
 جب کہ انسان کو لطف اور ریاضت میں ملتا ہے اس بے شکے بے یاسان آخرت
 میں موجود ہوگا۔ لیکن بالآخر میں کوئی ایسا انسان ہے جسے سب سے چھین دگستان
 کے رنگستان ہیں۔ تو جنت میں یہ سامان لیا ہونے میں بھی کچھ دیر نہ لگیں۔
 ۷۔ یعنی فرط سرت و انبساط سے ہل اٹھنے

۸۔ دنیا میں یاد میں نہیں۔ یعنی جب کوئی چل چلا ہی کھانے میں آگیا تو اس جنت
 کو بھلا مزہ میں تازہ ہو جائیگا اور اسکی شکل دیکھنے ہی۔ ہل اٹھنے کے کہ اسے ہوا
 وہی لذت و سبوتا ہے جسکا مزہ میں خوب یاد ہے۔

۹۔ مفسرین نے دنیا کے باغوں کے چل چلے ہیں اور جنت کے باغوں کے چل۔
 مقصد دونوں صورتوں کا ایک ہی ہے۔ اہل جنت میں شوق افزائی و رغبت افزائی۔
 اسے من قبل ہذا فی الدنیا چل فرما جنت میں جنت فرما دنیا چل جنت میں

۱۰۔ ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات
 ان لهم جنات تجري من تحتها الانهار
 كلما رزقوا منها شيء يقولون هذا الذي رزقنا
 قبل ان نؤمن بالله عز وجل
 ان لهم فيها زوجات مطهرة وهم فيها خالدون
 ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات
 هم الذين هم في جنات تجري من تحتها الانهار
 كلما رزقوا منها شيء يقولون هذا الذي رزقنا
 قبل ان نؤمن بالله عز وجل
 ان لهم فيها زوجات مطهرة وهم فيها خالدون

۱۱۔ (بسم اللہ الرحمن الرحیم)
 ۱۲۔ (توحید و رسالت)
 ۱۳۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۱۴۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۱۵۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)

۱۶۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۱۷۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۱۸۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)

۱۹۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۲۰۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۲۱۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۲۲۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۲۳۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)

۲۴۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۲۵۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۲۶۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۲۷۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۲۸۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)

۲۹۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۳۰۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۳۱۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۳۲۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۳۳۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۳۴۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۳۵۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۳۶۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۳۷۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۳۸۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۳۹۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)
 ۴۰۔ (یعنی قرآن شریف اسلام)

۱۴۸ ہذا میں ایک بلو خفیہ و المانت کا بھی ہے۔ ہذا شد کا زجر آورد و زور کے لحاظ سے ہوگا۔ اس اس ایسی نشان ہوگا۔
 ۱۴۹ وقی قوہم ما اذا اراد انشد ہذا استغفار و کبریا وقی ہذا استغفار و انزال (بیضاوی)

۱۵۰ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)

اللہ کے خالق شریف نے میں مذاہب عالم کو بڑی بڑی امتیں پیش کیا۔ اور اس دنیا کی اصل بنایا ہے کہ شرک بھی غیر حق کی ترویج کوئی ایسا ہی وجہ نہیں کر رہا گیا ہے۔ حالانکہ شرک و اشیاء کائنات کے موجودات عالم کے صرف غلط و ناجائز طریق احتما کا نام ہے۔ خالق کائنات نے انسان کو آزادی باقوت، انتخاب و سہ رکھ دیا، مختلف راہوں میں سے ایک کے انتخاب کی۔ اور اسی کا نام ارادہ ہے انسان اپنے اسی ارادہ و اختیار سے کام لیکر تیب و طہارہ کا انتخاب کر لیتا ہے۔ تو اسی کو شر میں مبتلا ہو جاتا مکتے ہیں۔ اللہ اپنے قانون و رضا سے قطع نظر، ضرر و جوہر کا، خیر و سبب یا سبب الاسباب بھی نہیں۔ وہ بڑی کا خالق اسی حق میں ہے جس حق میں نہر کا اور نہر کے جانوروں کا اور خوشوار و زندہ کا ہے۔

۱۵۱ (اور اسی طرح دوسری قرآنی تفسیلات سے)

۱۵۲ ہم میں نمبر کا مرتب مثل ہے۔ (ابن جریر، سالم، بحر، جلالین)

۱۵۳ "بیت" وہی ہے جو اپنی قوت کا واسطہ لالہ کے معنی کام نہیں ہے۔ اور اس لیے اپنے ارادہ سے کفر و اختیار کیے رہتے ہیں۔ جن خالق کی رضا و اس کے کفر میں ذرا بھی غلط نہیں۔

۱۵۴ (اللہ اپنے قانون کو بنی کے مطابق)

۱۵۵ لا یتخطو حاشیہ مثلاً

۱۵۶ اور یہ "بیت" وہی ہے جو اپنی قوت کا واسطہ لالہ کے معنی کام نہیں ہے۔ اور اس لیے اپنے ارادہ سے کفر و اختیار کیے رہتے ہیں۔ جن خالق کی رضا و اس کے کفر میں ذرا بھی غلط نہیں۔

مجلہ نظا میہ کا خصوصی شمارہ

آج سے (۲۵) سال پہلے اتحاد اسلامی آزاد دینی وطن اور قومی تعلیم کی جدوجہد میں خیر و خرم لیا عبد الغفور کا خاص حصہ رہا ہے۔ وہ خلیل یا دگار ہستی ہے جن کے حضرات سے دکن، ہند اور بلا و اسلامی ملک پہلے ہوئے تھے۔ وقت کی اہم ضرورت کہ مجلہ نظا میہ کے خصوصی شمارہ کے ذریعہ آوا گیا ہے۔ بدھ زیب طباعت - سہ ماہی کا غذا اور (۲۰۰) صفحات کے ساتھ خصوصی شمارہ شائع کیا گیا ہے۔ رعایتی قیمت ایک روپیہ (دو روپے) منجر مجلہ نظا میہ - حسینی علم - حیدر آباد دکن

صدق کی دینی خدمات کے پیش نظر اس کا لا سبب اشاعت پر توجہ دینا اور صدق کا اثر من ہے۔ خصوصاً جبکہ کا غذا و سامان طباعت کی

۱۵۷ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۵۸ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۵۹ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۶۰ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)

۱۶۱ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۶۲ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۶۳ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)

۱۶۴ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۶۵ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۶۶ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)

۱۶۷ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۶۸ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۶۹ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)

۱۷۰ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۷۱ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۷۲ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)

۱۷۳ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۷۴ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۷۵ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)

۱۷۶ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۷۷ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۷۸ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)

۱۷۹ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۸۰ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۸۱ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)

۱۸۲ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۸۳ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۸۴ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)

۱۸۵ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۸۶ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۸۷ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)

۱۸۸ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۸۹ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)
 ۱۹۰ (اللہ اپنے تالوان کو بنی کے مطابق)

مصدقہ بر جاتے ہیں۔ تو پھر سود خوار لوگ اپنی حکومتوں پر نفرت حاصل کر کے قبر
 توہوں کو کھٹنے کی طرہت تو یہ کرتے ہیں اور ان کی طرف سے دار و ملک کی بنیاد قائم ہوئی جو
 ہر سبب سے دنیا کے ایک ترین دولت مند ہیں ان کے ایک دن وہ تمام ملک مختلف
 اور قوم سے قرار دیا۔ کہ سو دن در قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو غریبوں سے لیا جاتا ہے
 یہ تو جاتا ہے۔ اور دوسرا وہ جو تجارتی کاروبار کے لیے ہو۔ یہ البتہ جانتے ہیں۔ حالانکہ
 حق یہ ہے کہ وہ دونوں قسم کے سودا چاہتا ہیں اور نعمت حق جو سود غریبوں سے لیا
 جاتا ہے وہ افراد کے لیے نعمت ہے اور جو تجارتی کاروبار کے لیے لیا جاتا ہے وہ
 قوموں اور حکومتوں کے لیے نعمت ہے۔ اس سود کی وجہ سے موجود زمانہ کی
 اکثر جنگیں مٹی ہوئی ہیں۔ اور یہی سود جنگ کو عالمہ اور کاسشلہ بنانے رکھتا ہے
 اسلام سے سائے تیرہ سو سال پہلے ان دونوں قسموں کو الگ الگ بیان کر کے
 فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ سود بھی حرام ہے جو غریبوں سے لیا جاتا ہے اور وہ بھی تو جائز
 اور مکملہ و تمام اور دوسرے لوگوں کو روپیہ دے کر لیا جاتا ہے بلکہ قرآن کریم نے
 صاف فرمایا تھا کہ ایسے سود کا نتیجہ جنگ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ کے
 حالات سے اس سہائی کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے۔

میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اسلام تجارتی کاروبار سے نہیں روکتا بلکہ تجارتی
 کاروبار اور تجارتوں کے لیے ایسے اصول اسلام نے وضع کر دیے ہیں جن پر عمل کرنے
 سے افراد اور قومیں سود کی ضرورتوں سے محفوظ رہتے ہوئے زیادہ انفرادی اور قومی
 فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

دوسرے۔ چاہیے کہ روپیہ جمع کرنے کے مکانات کو کم کیا جائے۔ کیونکہ ان
 سے بھی حرص بڑھتی ہے۔ اور چند افراد کو قوموں اور ملکوں پر بغیر ذاتی قابلیت کے
 حکومت کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ جس شخص کے پاس روپیہ
 کی صورت میں دولت ہو اس کے واسطے اس المال پر نہ کہ اس کے نفع پر حکومت ایک
 ٹیکس لگا دے۔ اس طرح ایک طرف تو لوگ روپیہ جمع کرنے کی عادت چھوڑنے
 پر مجبور ہونگے۔ اور دوسرے بیکار و بے روزگاروں کی مالی حالت کی خرابی اور چند
 افراد کی ناجائز طاقت کا موجب نہ ہوگا۔ اور دوسری طرف اس ٹیکس کی آمد
 قوم کے کمر و حصہ کو ترقی دینے میں صرف ہو کر تمام قوم کی ترقی اور مضبوطی کا
 باعث ہوگی۔

تیسرے۔ یہ قانون جو بعض مالک میں رکھتے ہیں کہ ہر شے صرف بڑے لڑکے
 کو ملے۔ اس سے بھی مصنوعی ذرائع سے بعض افراد کو طاقتور بنا دیا جاتا ہے
 اور ایک طرف تو جموٹے نفوذ کا خیال بعض لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا
 جاتا ہے۔ اور دوسری طرف چند افراد کو سلاسل و سلسلے ایسی قوت دیدی جاتی ہے
 جو انکو وہ سہ سے نبی نوع انسان پر ناجائز حکومت کرنے کا موقع دیتی ہے۔ یہ
 اور اس قسم کے تمام قانون جو مراثت کو محدود کرتے ہیں بالکل منسوخ ہونے
 چاہئیں۔ تاکہ مال اور طاقت بعض خاص افراد کا حق نہ بن کر نہ رہ جائیں۔ اور اگر
 کسی وقت کوئی شخص مال اور دولت میں ترقی کرے تو اس کی دولت اور اس کا
 مال اس کے بعد لازماً اس کی تمام اولاد اور دیگر شاخ و بن میں تقسیم ہو کر اس خاندان کو
 دوبارہ اپنے سے چھوٹے خاندانوں کی صحبت میں لا کر آ کرے۔ یہاں تک کہ ایک
 دو نسلوں میں وہ باقی لوگوں کی طرح ہو جائیں۔ اور ان میں سے وہی لوگ ترقی
 کریں جو ذاتی قابلیت رکھتے ہوں۔ اور ان کی ترقی ان کے ملک اور باقی دنیا کیلئے
 مفید ہو۔

چوتھے۔ تمام بنی نوع انسان کو برابر قرار دیا جائے۔ اور کسی نسل اور قوم کو
 دوسری نسلوں اور قوموں سے برتر نہ تسلیم کیا جائے۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں
 ایک قوم کو دوسری قوم پر اور ایک نسل کو دوسری نسل پر حکومت کرنے کا حاصل
 شدہ حکومت کو قائم رکھنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔

پانچویں۔ سب حکومتوں کا فرض خیرا دیا جائے کہ تمام افراد ملک کے
 کھانے۔ پہنے۔ مکان اور تعلیم کی ذمہ دار ہوں۔ تاکہ وہ ہزاروں روپے جو ہمارے
 کی فادہ ہوں ہیں پیدا ہونے والے پیسوں کی طرح بغیر اپنی قابلیت کا جو مرد کھانے
 پینے گزار جاتی ہیں انھیں اپنی قابلیتوں کے جوہر کھانے کے موقع حاصل ہوں
 اور دنیا قدرت کے ان قیمتی خزانوں سے فائدہ اٹھا سکے۔ اور حکومت طاقت
 اور اختیارات صرف چند خاندانوں یا افراد کا حق نہ بنے رہیں۔

چھٹے۔ نقد روپیہ کے عوض تجارت کے طریق کو جہاں تک ہو سکے وہ
 کیا جائے اور تیار و راشیہ کے طریق کو زیادہ سے زیادہ رائج کیا جائے تاکہ
 المارہ و تمام غریبوں کی دولت کو سستے داموں نہ لٹ سکیں۔ مگر ان چھوٹوں
 پر عمل کیا جائے تو اس سے انسانی ذہن میں ایسی تبدیلی پیدا ہونی ممکن ہے جو
 اسے لاپرواہی اور حس سے آزاد کرے۔ اور اقوام آپس میں محبت اور پیار
 رکھیں۔

لیکن چونکہ بارہ و پوری امتیاط کے پھر بھی بعض دفعہ خرابی کیس نہ نہیں
 پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس نئی دنیا کو دوام و ثبات عطا کرنے کے لیے بھی
 ضروری ہے کہ آئندہ سب حکومتیں اور قومی اس نفسی نفسی کی پالیسی کو جو آب
 و انجمن سے ترک کر دیں۔ اور سب مل کر یہ وعدہ کریں کہ ہمیں تین اوکڑے ترین ملک پر
 بھی اگر کوئی اور ملک ملے کر لیا۔ تو اول تو وہ بیچ بچاؤ کو سکے تسلیم کرانے کی کوشش
 کریں گی۔ اور اگر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو اپنی ساری قومی طاقت کے ساتھ تمام
 کو غلام سے رکھنے کی کوشش کریں گی۔ سب ملک تمام بااثر حکومتیں اس ذمہ داری
 کو قبول نہ کریں گی غلام دور نہ ہوگا۔ اگر سوچو ریا اور ابلیسیا کی جنگوں کے موقع پر
 دنیا کی حکومتیں اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور ادا کریں تو آج کی جنگ کبھی نہ ہوگی۔
 اور جو نقصان دنیا کو آج ہو رہا ہے اس وقت اس سے ہزاروں حصے کم نقصان
 اٹھا کر امن ایک بے عرصہ کے لیے قائم کر دیا جاتا۔

بہر حال تدریجاً ہر ملک کے ایک نئی دنیا کے بنانے کا خیال بعض ایک دوسرے
 کسی صدر یا پاپا۔ انھیں ہو سکتا۔ مگر اصل اور یقینی ذریعہ جس سے ایک نئی دنیا پیدا
 کی جا سکتی ہے وہ جس میں یہ سب تدابیر اور انکی تمام تفصیل شامل ہیں یہ ہے کہ
 تمام بنی نوع انسان اس خدائے قدیر و حکیم کی طرف جھکیں جو دنیا کا پیدا کرنے والا
 اور جو انسان کی پیدائش کی غرض کو خوب جانتا ہے۔ اور اس سے غرض کریں کہ اسے
 رحمتوں اور فضل و اے عطا کرتے ہیں کہ ہر قسم کے آرام اور راحت کے سامان
 بخشنے لگے مگر ہم نے ان سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور ان ہی سامانوں کو اپنے لیے
 زحمت اور عذاب کا سبب بنالیا۔ اب تو ہم زحمت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ ہم اپنے
 ہاتھوں کے لیے سے ہزاروں کیری طریق اور سرتیری طریق جھکتے ہیں اور
 تیری خالص توفیق کا اعتراف کرتے ہوئے تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ تو ہم پر اپنا فضل
 اور رحم فرما۔ اور اس دنیا کو ہمارے لیے آرام و سکون کی جگہ بنا دے۔ اور دنیا تمام
 قائم کر دے جس سے ہمارے یہ دکھ دور ہو جائیں۔ اور اگر اس نظام کے قیام کا سامان
 تو نے پیدا کر دیا ہے تو ہمارے توجہ اس طرف پھیرے اور ہمیں اس کے قبول کرنے اور اس سے

تو نے پیدا کر دیا ہے تو ہمارے توجہ اس طرف پھیرے اور ہمیں اس کے قبول کرنے اور اس سے

فران اور علم

بازملاقات : چارسو سالہ شہزادہ کے سالانہ جلسے میں مولانا سید منظر احمد

مناسب نمبر پر لکھ کر (تقریر)

نور اللامع مولانا حسن صاحب گیلانی صدر شریعت و دنیاات جامعہ عثمانیہ
سینہ اسلامی علوم پر تعزیر کرتے ہوئے فرمایا کہ شکر یہ انفاق سے رہا نہیں کہ ان کا
ایک جامعہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ورنہ بان پر کافی نذرست رکھیں۔

سلام سے پہلے کئی علوم و فنون کا رواج تھا، پھر اب بھی ہے۔ علم کی
دنیوں سے کہنی ہیں۔ ایک سو دس برس سے بغیر چھپا کیا جاتا تھا۔ علوم و فنون
کہا جاتا ہے۔ درہم را حصہ دو کہ جو یقین کی راہ سے حاصل نہ ہو۔ اگرچہ وہ علم و فن
کی نگارہاں کا نتیجہ تھا۔ اسلامی علوم کے آثار سے بیشتر یہ سب علوم مشتق تھے۔
انہوں نے اندر پردہ شہادتوں سے یہ علوم نہ تھے کہ ان میں نہ تھے اور انسان
علوم غلط ہو گئے تھے۔

قرآن مجید کے نزول کے وقت یقین کی تمام راہیں بند ہو چکی تھیں۔
قرآن ہی نے "ذکر کتاب لاریب فیہ" کے ہرے کے ساتھ اپنا دستور
تمام طور پر انسان کو قرار دیا اور اسے اصول پیش کیے کہ جن پر عمل کرنے
سے انسان فرشتوں سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ اور قرآن میں علوم قدیہ و ماضیہ
کو نہ مٹا دیا گیا بلکہ قیامت تک اسکی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ
نے خود لے لی۔ اور ان قرآنی اصولوں کے عمل و شکل خود حضور اور علی علیہ
السلام کی سیرت مبارکہ ہے اور ان اصولوں سے جو فرامات پیدا کیے گئے وہ
نقہ کی صورت میں مدون ہوئے اور ان ہی علوم کو عقلی دلائل سے ثابت کرنا
تمام علم کلام ہے۔

اگر میں قرآن پڑھ رہا ہوں تو میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ میں قرابتِ امینہ
 زہرا اور صفحتِ ابراہیم اور وہ تمام روحانی کتب پڑھ رہا ہوں جن میں انسانی عالم
 اور مستقبل کو دیکھ رہا ہوں۔ علم کے بارے میں انسان کو کوئی ناظرہ ہونا چاہیے
 وہ ہر اس چیز کو اختیار کریں جس سے مادی زندگی میں استفادہ حاصل کیا جاسکے
 ہے۔ ہمارے سامنے حضورِ انورِ معلم کا اس سلسلہ میں مل موجود ہے کہ حضرت
 سلمان فارسی کے مشورہ پر ایلانیوں کے طریق پر خندق کھودنے کی ضرورت
 نہ تھی۔ اچانک وہی الجھ خود بھی شریک ہے۔ (زہر دکن)

کلام کی رفتار جیسا کہ مسئلہ میں ذکر آچکا ہے، انگریزی ترجمہ و تفسیر کی جہاں کی تحریر یک بعد از یک شروع ہو چکی ہے، وہ نہ اب تک تو محض انتظار ہی

انتظار تھا۔ ثانی ہند کے ایک مشہور شاعر قرآن سے طاقت برہم ہے اور
 (سید ہے کہ ان شاہد و دہشتہ میں شرافت و طاقت طے ہو جائینگے۔ لاف
 اور سارے سامان طاقت کی اس غیر موٹی گرائی کے زامیں اس قسیدہ کی
 واثاعت کا انتظام ہو جائے گا۔ طاقت کی طاقت میں سے ہے۔ لیکن حدیث و تقوا
 کے اس سے عقل بشری کو جیون کر دینے والے ایسے اچھے اور ہی سوار
 مولے رہتے ہیں۔ وہ ان کے علی اللہ عز و جل۔

سبکدوش ہفتہ روزہ ذیل بہ فراغت تہذیب کی گئیں :-
 ۱۔ آلت ایک مخلص اور پشاور (قسط ۲)
 ۲۔ ایک عاقبت فراز تبلیغ خاندان ملاحہ کی

سید سکندری گفتے ایک صاحب کے ہیں :-

"صدق کے امین ذوالقرنین قرآن پر آپ کا مخلص فٹ
 پڑھا۔ ایک خبر خبر بھی جاتی رہ گیا۔ وہ یہ کہ ذوالقرنین سے
 را۔ اگر سائنس پر مانی سے نہ اسکی سدا کا ذکر تو تاریخوں میں
 منور آنا چاہیے تھا۔ قرآن مجید نے ذوالقرنین کی بڑی پہچان
 تو ہی سہجائی ہے۔ آپ کے لوٹ سے اس پر کوئی دشمن نہیں
 پڑتی"

وہ شہزادہ ذوالقرنین کوئی مستقل مقالہ تو تھا نہیں جس میں سارے
 مزدوری پلوں سے بحث کی جاتی۔ اسکا مستند و معرفت اس قدر تھا کہ
 جن تین دلائل کی بنا پر سکندر و آقا کے ذوالقرنین ہونے سے انکار کیا گیا ہے
 وہ بنیادیں خود ہی ضیعت و ناقابل احتجاج ہیں۔ سید سکندری کی بحث پھر
 کسی نوح پر آتی اور مزید آتی۔ مختصر یہ عرض ہے کہ دینی اثبات میں شر
 ہمارے کوئی ۵۰ میل کے فاصلہ پر سمت جنوب و مغرب میں ایک مقام
 نہ بند ضلع حصار میں واقع ہے (اس درہند سے دو میل کا اس درہند
 کا نام، جیسا بیٹوں کو چوکا ہے جو تعقاز میں بحر فرعون کے قریب درہند ہے)
 یہ وسطی ایشیاء اور ہند اس بڑی شہر کے کنارے ہے جو ہندوستان اور
 ترکستان کے درمیان ہے۔ اسکا طول البلد ۶۰ درجہ شرقی اور عرض البلد
 ۳۸ درجہ شمالی ہے۔ سکندر اعظم اپنی قسری نو بلندی میں اسی علاقہ تک گیا
 تھا جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں صفحہ ۱۱۱ "معدن ذوقی" کے مطالعہ سے
 واضح ہوتا ہے) ہیں وہ قبیل ہے جو درہند سکندری کی یادگار ہے۔ اسکا
 نام اسکندر کل ہے۔ میں وہ مقام ہے جسے اب ترکستانی زبان میں زان قال
 ہے، لیکن پہلے باب احمدیہ یاد آ رہی ہے کہتے تھے۔ ساتویں صدی عیسوی میں
 ایک چینی سیاح نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے کہ وہاں دو پہاڑوں کے درمیان
 دو بڑے آہنی پہاڑ تھے۔ اس درہند کے مختصر حالات انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا
 جلد ۱۲ صفحہ ۱۱۱ پر مذکور ہیں۔

احمدیت کا حوالہ ایک مسلم نامہ کار کا اقتباس :-

"لاہوری احمدی جماعت اس سال ایک تبلیغی پروگرام پزیر رہے
 رہی ہے، ان کے امیر جماعت نے حکم دیا ہے کہ ہر لاہوری احمدی
 تمام مسلمانوں سے اس میں کوئی کوتاہی نہ کرے اور ہر ممکن ذریعہ سے

پیشکش کرے کہ وہ احمدی بن جائیں۔ اس سال کم از کم ہزار
 آدمیوں کو اس تبلیغ کے لیے جتنا جائز ہے اور انہیں ایک فرقہ سے
 نکال کر دوسرے فرقہ میں شامل کیا جائیگا۔

یہ آواز خود علی اس فرقہ کی ہے جسکا اب تک سب سے بڑا دعویٰ یہی تھا کہ وہ
 ہر فرقہ دار سوال سے الگ ہے اور وہ تبلیغ احمدیت کی نہیں، اسلام کی کرتا
 رہتا ہے!

یقین تھا کہ لاہوری جماعت کا سرکاری گروٹ اسکی پزیر و تردید کرے گا، لیکن
 حیرت اور شگفتہ دونوں کے ساتھ آنکھوں کو بچاے تردید کے سطر ناموں کا
 دیکھتے پڑا۔

"ہمارا پروگرام اس جماعت کو مضبوط کرنے کے لیے ہے۔ جسکا
 مقصد و حیرت و شگفتہ کا ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں خدا
 اور خدا کے رسول کا نام بلند کرنا ہے"

مجموعہ مسلمانوں کو جسکے قلب میں غیرت اسلام سے اور جسکی
 آنکھوں کے سامنے غلط بیانیوں اور غلط فہمیوں کی زنجیریں
 دھوت دیتے ہیں کہ وہ اس جہاد باقرآن میں بالآخر شریک ہو
 جہاد غیب اس جہاد باقرآن میں ہمارا شریک ہو انہیں چاہتا
 اسکی برحق پر ہیں نہیں ہے!

گویا اسلام کا نام آج تک جو بارے میں یہ تو قریب اٹھی ہیں انہوں نے
 اپنا عقیدہ اپنی زبان سے لے کر سوا کچھ اور بتایا تھا گویا اہلین نے کہا تھا
 کہ ہم خدا کی نہیں، خودی کی تبلیغ کے لیے آئے ہیں؟ گویا فراموش اپنے کاندھا
 نہیں، شیطان کا ایجنٹ بنائے گئے؟ گویا بے ایمان اپنا مقصد میات و ملامت
 حق کے بجائے ملامت باطل بیان کرتے ہیں؟ گویا اہل قادیان جب
 درویش خودی گویا پر آئے ہیں تو اپنے کو اس طرح سے کچھ بھی بچا رکھتے ہیں
 -- رہیں اس قسم کی اخباری سرخیاں کہ ہم مدالی بناہ میں ہیں تو ہوں
 انصاری تو اس سے بھی بڑے جیسے کہ تبلیغ کے مقصد پر پیش کر رہے ہیں، خودی
 بناواں اور آجواہ۔ نفس سلی بناوا۔ تارایان کے قابضوں کے مسلسل نفس
 کے جہاد میں رہنا کہ لاہور کو جس کثرت تعداد پر فوج کرنا "گزیرونگی سے"
 لیکن یہ کیا مزدور تھا کہ اس مزدور کو مسلمانوں کے سوا دوسری پر جہاد مارکر
 ہار کر دیا جاتا؟ اور جہاد عام مسلمانوں کے دعوے کو بیہوش جنگ میں تبدیل
 کر دیا جاتا!

مشن کی کامیابیاں "اعلیٰ تعلیم پر ایمان کی پیشکش ہندو"

میں کہیں زیادہ کامیاب رہی ہے یہ مقابلہ مسلمانوں کے۔ ہندو
 کے بہت سے علاقوں میں مسلمانوں، خصوصاً اعلیٰ تعلیم کے مسلمانوں
 نے ہمیشہ اس تعلیم کے قبول کرنے سے بے رغبتی ظاہر کی ہے۔ وہ کہتے
 اسکو اہل اور کانجوس کے ذریعے پیش کی جاتی رہی ہے۔ وہ بھی
 جوش و خلوک بنا پر تو کہیں کہیں مغربی تعلیم کی ضرورت ہی سے بخار
 کر رہتے ہیں۔ (سربان اسٹریکیٹی "آڈیا" صفحہ ۱)
 بات کہیں کئی بچپن سال آدمی سے متعلق ہے خوش حال روشن بنایا
 کہ انکی پیشکشیں بار آور ہوئیں۔ مسلمانوں کی غیرت و خودداری نے انکی کھائی۔

علم اور اسرار کا علم | اور علم و دیا (دہشت) آدم کو ہوا
خبر تمام ملک | اس کے کل کے کل کا۔ پھر میں پیش کر دیا
فرشتوں کے سامنے۔

”طلب یہ ہے کہ ہم تو سب کے سب آپ کے بیٹے و فرزند ہیں اور ان میں کوئی کوئی معصوم و سفاک بھی ہو گا۔ اس لئے یہ کام ہمارے لئے کیا جیسے تو ہم سب الگ الگ کر کے انجام دیں گے اور وہ لوگ سب اس کام کے نہ ہونگے البتہ جو بیٹے جو بچے وہ تو جان و دل سے اس میں لگ جائیں گے مگر جو معصوم و ظالم ہونگے ان سے کیا امید ہے کہ وہ اسکو انجام دیں۔ خلاصہ یہ کہ جب کام کرنا ہوا گا ایک گروہ ہو جو وہ ہے تو ایک نئی مخلوق کو جن میں کوئی کام نہ ہو گا کوئی نہ ہو گا اس خدمت کے لیے جو یہ فرشتے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ یہ طور اعتراض کے نہیں کہ انہا استحقاق جتنا ہو ان مقدس خدایوں پر شہادت پیدا ہوں بلکہ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی حاکم کوئی یا کام بخیر کر کے اس کے لیے ایک مستقل جگہ بچانا چاہے اور اپنے قدیمی علم سے اسکا اظہار کرے۔ لوگ اپنی جان بچا رہی کی داء سے عرض کریں کہ حضور جو لوگ اس کام کے لیے جو بڑے ہیں ہم کو کسی طرح تحقیق ہو اسے کہ بعض عقین تو اسکو بخوبی انجام دے سکیں گے۔ بعض بالکل ہی کام بخیر دینگے جس سے حضور کا مزاج خوش ہو گا۔ آخر ہم کس مرض کی دوا ہیں ہر انت حضور پر جان قربان کہتے کہ تیار ہیں اور حضور کی جان و مال کو دے دیتے رہتے ہیں۔ کیا ہی کام کیوں نہ ہو حضور کے اقبال سے اسکو انجام دے سکتے ہیں، کبھی کسی خدمت میں ہم غلاموں نے غارت نہیں کیا۔ اگر وہ نئی خدمت میں ہم کو عنایت ہوگی تو ہم کو کوئی عذر نہ ہو گا اور حضور کی مرضی کے موافق اسکو انجام دینگے۔ اسی طرح فرشتوں کی عرض و عرض اظہار بنا دینی کے واسطے تھی اور یہ بات کسی طرح انکو اللہ تعالیٰ نے معلوم کرادی ہوگی کہ بنی آدم میں جسے جیسے سب طرح کے ہوں گے“ (معاذی)

اللہ تعالیٰ یعنی وہ زمین پر۔
یعنی یہ پانچ مخلوق اور اسکی ذی آپ کے تو زمین کی نافرمانی بھی کرگئی اور اس سے بدست نہیں پر مادی و معنوی سرچشمت سے فساد ہی برپا ہو گیا۔
اللہ تعالیٰ فرشتے یہ ساری عرض و معروض کسی غیب والی کی بنا پر نہیں کر رہے ہیں بلکہ نیابت الہی و خلافت ربانی کا نام سن کر خود ہی اذہن کیا، ایک طرف تو اسے بشری کی ترکیب کا اور دوسری طرف انہی مخلوق کی عنایت و مقتضیات کا اور اس سے یہ نتیجہ خود بخود نکل آیا کہ زمین پر شر و فساد ہی ہو گا اور انسانوں میں سے باطنی و نافرمان بھی پیدا ہونگے۔
بما فیہ صبح الطبیعة البشریة (ابن کثیر) انم عرنا خلقہ و عرنا انہ ترکیب من ذلک لا خلط الا بدیہ (کیر) الا احتیاج الی الحاکم و اللقا معی انما لک و الذی ذلک و التکلم نکان الاختیار من وجود الخلیفہ اختیار من ذلک و ذلک

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ سے زمین پر اس سے قبل جو نباتات تھیں انکی طبیعت پر قیاس کر کے فرشتے یہ سمجھے۔ کہ انہی جو انجان فضا ہوا اشار علی القایہ (سالم)

ابن میں اس مخلوق کا ذکر بہ صراحت موجود ہے۔
اللہ تعالیٰ یہ دانا مایہ ہے۔ والوانی و سخن الحاکم (کیر)
یعنی جو خدمت بھی تفویض ہوئے وانی ہو اس کے لیے ہم خدام ندیم و جان و جانہ حاضر ہیں۔ اس نئی مخلوق کو جو ذات اقدس و انوار بیکسی سے اس کے لیے محل اسرار سے انداز معلوم کتنی بار وہ مرنے۔ انک کے بعض عمل کر بیٹھے۔ یہ خلافت ہم خدام ادب کے جو اپنی برکت کے بکاف سے بجز حضور والا کی تحدید و تقدیس کے اور کچھ کر ہی نہیں سکتے۔
فرشتوں کی عبادت محض کی اور پھر انہیں کی زبان سے قرآن مجید پڑھنا ایک اور تصریح کر دی۔ دنیا میں دینا پرستی کی باری انہیں ملے۔ اس کے فرائض کی غلط سمجھیں سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اس عقیدہ پر ضرب لگا تا بہت ضرر پہن تھی۔ مذکور دیتا، اگنی دیتا، وغیرہ فرشتے ہی نہیں، بادش اور آگ وغیرہ کے۔ مشرک قوموں نے انہیں کو حاکم و معترف تمام کر دیا تا بالیابے۔

اللہ تعالیٰ کا نام اسرار غیب کے باب میں
میں ہمیں سکایا خبر کہ جس نام سے اسم کی تسمیہ نامت الہی کے کاروبار کے لیے از نئی مخلوق میں اللہ تعالیٰ نے یہ نام پر وجود نہیں۔ یہ ساری مصلحتیں تو مہرنت ہم ہی عانتے ہیں۔
اسے انی العلم من المملوۃ الراجحة فی فتن ہذا العنہ علی الافعال النقی ذکر تو (ابن کثیر)
اللہ تعالیٰ دینا پرستی پر ایک اور ضرب۔ بلکہ پرستوں کو اس کے جبل پر ایک تہذیب کر فرشتے بچا رہے قدرت الہی الگ رہی علم میں بھی تو اللہ تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ انکا علم محدود، اللہ کا علم نامحدود۔
اللہ تعالیٰ یہ سب سے پہلے بشر کا نام تھا۔ صحیح اور حقیقی معنی میں ابو البشر ساری نوع انسان کا سلسلہ انہیں سے چلا۔ نبی بھی تھے۔ سلسلہ خلافت الہی کے مورث الہی۔

عربی میں انکا یہ نام کس نسبت سے پڑا۔ کسی نے کہا ہے زمین کی جلد (ادیم) سے پیدا ہوئے اس لیے آدم کہلائے کسی نے کہا اپنے بدن کے رنگ کی بنا پر۔ خلق آدم من الارض تسمی آدم (ابن جریر)۔ ابن جریر بن جبیر، فیل سخی بلکہ لگوئے جسد من اویہ الارض فیل سہرۃ فی لوز (راغب)
اللہ تعالیٰ عربی میں اسم کا مفہوم اردو نے نام سے کہیں زیادہ وسیع ہے اسم وہ ہے جس کے ذریعہ سے کوئی شے بنائی جائے۔ پہچانی جائے۔ اسم الشیء علامۃ (تائید) الاسم لا یعرف بہ ذات الشیء (راغب)۔ اور یہ شناخت ممکن نہیں پہلے ہوا معنی، خواص، آثار کا علم جس ساتھ ساتھ مذہب۔ اسی لیے اہل لغت نے ہی تشریح میں اس کا لحاظ رکھ لیا ہے۔ حال ابن سیدہ الاسم باللفظ الموضوع علی الجہر اور العرف للتمیز لے لیفصل بہ البیضاء بعض (تاج) اسم کے ساتھ اگر مستحق کا علم نہ ہو، تو محض ایک آواز کا ہونا کہہ دینگے۔

اللہ تعالیٰ

حقوق ماوری اور اسوہ عثمانی

(پیشرو) جانشین کے تفریق میں گواہانہ طور پر حسن صاحب گیلانی کی تقریر

(دوسرے) جن کی فراہم کردہ معلومات کی تصدیق ہوئی

مردی بن گیا تھا کہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ رسالت میں پہنچنے والے نے اگرچہ چھاکر برسے حسن سلوک و حسن خدمت کا موجب سے زیادہ حذر و گونہ بہ ارشاد فرمایا تھا کہ ایک (تیری ماں) اس سے پہلے پہر پہنچا، پھر ایک (تیری ماں) ہی فرمایا ہی گیا۔ پھر عرض کیا، جو اب میں تیری بارگاہ میں ایک (تیری ماں) سے اس کے حکم کے مطابق اس کے مکان میں گونج رہے تھے۔ آخرچہ قطع دفعہ ارشاد ہوا اے اباک! دیر تر اباجا میں نے کہا یہ بھی قرآن مجید کے ایک حکم کی تعمیل تھی کیونکہ اللہ سے زیادہ مفاہمت میں مال کے حلقہ ارشاد ہوا ہے کہ اس نے تمہارے متعلق ہر حق تعالیٰ پر اشتیاق کی ہے۔ حلقہ اللہ

وہاں علیٰ زمین و فضا لافنی طامین را سکی ماں سے ابراہیم خاں صحت کر رہی ہیں۔ پھر (مردی) پرکڑی دھمکی لگائی کہ اگر دیوں کے ساتھ دقت و دلاوت کی سبب (مردی) ارشاد ہوئے) پھر صحت دے دیتے ہیں۔ دو دو سال تک بھاتی سے لپکتے دو دو چلاتی رہی۔ اس کی بندہ دن کا کام تمہارے لیے تھوڑا

تھوڑا۔ مضمون میں جو راہ دلائے ہوئے عرض کیا گیا تھا کہ مجھے ہواں کے تمام کو قرآن اور دینی اہل قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبندی کے کس قیام پر پورا دیا ہے۔ ذکر کیا کہ مسلم حدیث کی مشہور کتاب کی روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خود بخود فرماتے تھے کہ غم و غم (گرد آلود ہونا) (اسکی) غم و غم غم و غم غم یہ ایک عربی محاورہ ہے افراد کا واکامی ذلت و خواری کا اس سے اظہار ہوتا ہے کہ ایسا شخص ذلیل و ناتواں ہوگا۔ دربار نبوت کے حاضر باشندوں میں سے ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کس کے متعلق ارشاد ہوا ہے فرمایا کیا سن اور ک والدین کے اندر اکبر و اجداد ہائے عالم میں یہ فعل اچھوتہ جس نے اپنے ماں باپ کو یا کسی ایک کو زخم پہنایا اور محبت میں داخل نہ ہو سکا۔

اسی سلسلہ میں صحاح ستہ کی اس تفصیل و ادب کا بھی ذکر کیا گیا تھا جسے آپ نے بھی نقل فرمایا ہے کہ ایک شخص دربار نبوت میں حاضر ہو کر حجاب میں شرکت کے خواہاں ہوا۔ ان سے دریافت فرمایا گیا۔

اسی والد اک۔ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ بولے نعم (ماں) اپنی انعام صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر سے کھجور کا پتہ جاری ہے فیما فیما ہر، تو ان دونوں (ماں باپ) میں جا کر جہاد کرو۔ یعنی انکی خدمت ہی تمہارا جہاد ہے۔ اسی کے قریب قریب جمع الفاظ میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ہجرت کا ارادہ کر کے ایک صاحب آستانہ رسالت پر حاضر ہوئے۔ وہی سوال ان سے بھی کیا گیا کہ کیا والدین بقدر حیات ہیں؟ جواب ملا ترکت ابوی بیکیان۔ والدین کو روکا ہوا ہے جو کہ حاضر ہوں۔ سننے کے ساتھ ہی حکم دیا گیا، قاریج ایسا غصہ کیا گیا کہ جیتا۔ خود وہیں بجا رہے۔ ان کو جا کر اسی طرح پھنسا کر جیسا تم نے مکرر دہرایا ہے۔

آخر میں نہائی کی مشہور روایت کا ذکر کیا گیا جو صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وہ بھی شرکت جہاد کی ادا کرتے ہوئے آئے۔ اس سے حال کیا گیا، اب تک میں ام کیا تھا کہ میں بھی میں؟ بولے ہاں! ابھی تو حکم ہو ا تھا، اگرچہ خان و بختہ حذر طلبا۔ تو اپنی ماں کے ساتھ چلے گئے کہ ایک ایک اچھوتہ اسی کے دونوں پاؤں کے پاس ہے۔

ثبت ان کے قصوں کے سچے ہے۔ مسلمانوں میں یہ عام روایت ہو مشہور ہے اسکی اصلیت یہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا تھا کہ حضرت ابو ہریرہ مشہور انسانیت کی سب سے بڑی فضیلت جو نبوت کے بعد کسی کو مل سکتی ہے یہ صحابہ کی سعادت سے محض ماں کی خدمت کی وجہ سے ہو رہا ہے لیکن یہی محدثی اس عظیم کامیابی کا موجب ہو گئی، جس کا ذکر مسلم، بخاری میں ہے کہ جلیل القدر اصحاب کو حکم تو ہی تھا کہ وہ اس سے اگر ملاقات ہوا تو اس سے درخو است کرنا کہ تمہاری حضرت کی دعا کریں۔

آج حقوق نسواں کے علمبرداروں کی سمجھ میں بھی یہ چیز نہیں آ سکتی کہ وہی جو ان عورت جسکی تیسرا سہا ہے جو ان عورت کے "نسوان" کے لفظ سے کر کے مذاجائے مطالبات کی گنتی پس چڑی فرست لگے فرد جرم مرتب کی گئی ہے اور یہ میں اس لیے کہ، ہا جوں کہ حقوق نسواں کے حامیوں کی زبان پر اگرچہ "نسوان" کا عام لفظ ہوتا ہے، لیکن پھر "جو ان عورت" کے آج تک بڑھی ماں، منصفہ خالہ، ماجزو بھوپتی وغیرہ کو بھی کہیں اس "نسوان" کا مصداق کسی نے فراموش کیا ہے؟ حقوق نسواں کے دیکھوں کے طرز عمل ہی اسکا صحیح جواب دے سکتا ہے۔ ہر حال "حقوق نسواں" کے ان حامیوں کے قلب میں خواہ کتنی ہی گرانی کیوں نہ پیدا ہو، لیکن یہاں ان کے درمیان پیچیدہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے پوچھنا ہے کہ کہیں نہیں رک سکتا کہ آپ کا عام حکم تھا کہ "بیوی" کو چھوڑ دینے اور طلاق دینے کا مطالبہ اگر والدین کی طرف سے ہو تو اس کے اس مطالبہ کی تعمیل بھی جائز تھو نبوت میں ایک دفعہ نہیں متدد بار یہ واقعہ پیش آیا اور سعادت مند صاحبزادوں نے اپنی چستی بویوں کو ماں باپ کے حکم سے ملانے دیدی۔ ترمذی و ابوداؤد میں آپ ان حدیثوں کو پڑھ سکتے ہیں۔ حضرت حدیث لکے قرآن تک میں والدین کے حقوق کو اس حد تک دست دیکھی ہے کہ شرک و کفر جیسے کبار اور ایک انسان کو دوسرے انسان سے ہمیشہ کے لیے جدا کر دینے والے جرائم بھی اس راہ میں حائل نہ ہو سکے۔ خود قرآن میں یہ فرما کر کہ والدین اگر شرک کا تم سے مطالبہ کریں تو اس باب میں انکی اطاعت نہ کرو اگرچہ والدین عورتوں (لیکن) بنیادی زندگی میں نیکی کے ساتھ انکی مخالفت کیجیو) اسوارہ سنت الی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ اپنی شرک ماں کے ساتھ حسن سلوک کر کے متعلق باگلاؤ نبوت میں استغناء کرنا۔ جواب ہی مایہ نعم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان اپنی ماں کے ساتھ ملے رہیں گے۔

ترغی ہی کی ایک روایت ہے کہ اپنے ذہن عظیم (پڑے گئے) انکا کھانا کھانے پوچھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ماں کی یاد دہانی ہے۔ بولے نہیں وہ چھوڑ گیا کہ خالہ؟ بولے نہیں وہ زندہ ہے۔ مگر اگر خیرا۔ تو اس کی خدمت کرو۔ یعنی خالہ جو تمہاری ماں کی بی بی ہے انکی

مذہب کا علم کا شمار یہی جائیگی جس نے عرب کو یہ بڑی مدد ملی
 ہے۔ سوار کا نام مسلمان علیہ السلام کی والدہ ماجدہ تھیں جو در قس
 لیکن آپ نے اپنی رضاعی ماں علیہ السلام اور اپنی کھلائی ام ایمن رضی اللہ
 عنہا کے ساتھ جس احترامی برتاؤ کو فرمایا جیسا کہ ان کے ساتھ
 ہو سکتا ہے کہ ایک امی کو اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہیے۔ مشہور بات ہے
 اور مسلم و غیرہ حدیث کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ نہ صرف
 علیہ السلام بلکہ ان کے نوہر ان کے صاحبزادہ تک کے لیے سید الانبیاء علیہ السلام
 و آلہ وسلم اپنی والدہ سے مبارک کو فرش کی جگہ بچھاتے تھے۔ ہر انسان کے اسرار
 و جلی قیدیوں پر صرف اس لیے رحم کیا گیا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی رضاعی ماں کا وسیلہ ڈھونڈھا تھا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا
 غلام خاص راوی ہیں کہ ام ایمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی کے
 پاس حضور کے ساتھ ایک دن میں بھی گیا۔ ام ایمن نے شربت کا ایک
 گلاس پی لیا۔ حضور نے روزہ کی وجہ سے یا کس اور دوسرے ہاتھ سے
 سے اٹھا کر پی۔ سننے کی بات ہے کہ عرب کی ملک و ارضی غلامہ آسمان زمین
 کے بادشاہ کے ساتھ اس شکل میں پیش آتی ہیں کہ اس کی تصویر ان الفاظ
 میں فرماتے ہیں فجلت تھوب علیہ و نہر علیہ (سلم) ام ایمن آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم پر پیچھے اور چلائے گی یعنی پیچھے ہی زبردستی کے ساتھ
 امرار کیا جیسے ایک بڑا اپنے کسی عزیز کو کھانے پلانے پر امرار کرنا ہے
 لیکن اس سارے محبت (پیچ) اور ذکر کا جواب زیر لب تمسک کے سوا اور
 کیا ہو سکتا تھا؟ خلاصہ یہ ہے کہ قرآنی آیات اور احادیث طبیات
 کے ذکر کے بعد خیر عرب میں کیا گیا۔ لیکن اسکے ساتھ بخاری اور مسلم ہی
 کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ (الساعت) قیامت کے شرائط کے متعلق
 جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حیران امی نے دریافت فرمایا کیا کہ
 ان کے والدین رہتا (صباح) بونڈی پھیلتا (آفتاب اور ماگن) کا جھلکی
 محدثین حدیث کے اس فقرہ کی شرح میں مختلف ہیں، لیکن ایک مطلب
 اس کا یہ بھی ہے کہ پھیلی سلسلیں پہلی سلسلوں کی غلام ہونے کی جگہ پر
 آفتابی کرنیکی جلیج کہ آذر شریف عورت نہیں بلکہ بونڈی تک کے پیٹ
 سے لڑکا نہیں بلکہ جو لڑکی پیدا ہوگی وہ اپنی ماں کی رتبہ (آفتاب اور ماگن
 بن جائیگی۔ گویا خاندان اور اکبر کے ہزار ہا ہزار سال سے جو تعلقات چلے
 آ رہے تھے وہ اٹھ جائیں گے جس سے منزلی زندگی کا نظام درہم برہم
 ہو جائیگا۔ اور خاندانی نظام کی بربادی قوم کی بربادی ہے۔ جب ہر قوم اسی
 حال میں مبتلا ہو جائیگی تو انسانیت کا نظام بگاڑ دیا جائیگا اور
 یہی عالم کی تباہی کا پیش خیمہ ہو جائیگا۔ آج جو رب اسی ملک میں تمدن
 کا علمبردار بن کر اپنے گھروں کو بگاڑ کر اب مشرق کے گھرانوں کو اچھا کرنے
 کے لیے ہی ہے۔ اسکول اور کالج کی وہ کتابیں جن کے متعلق لسان اعصر
 مروج نے فرمایا تھا ۶

ہم ایسی کئی کتابیں قابل ضعیف سمجھتے ہیں
 کہ جگر پڑھ کے بیٹے اب کو ضعیف سمجھتے ہیں
 کتابوں کے ذریعے اثرات و تاثرات بدیعاً شرفی ملک کے خاندانوں میں
 پیت کر رہے ہیں۔ ان کا کام صرف یہ رہ گیا ہے کہ بچوں کو پال کر جو ان

کر دئے اور باپ کا فریضہ فقط یہ ہے کہ جہاں سے بھی جو اسکول و کالج کی زندگی
 کے مصارف جن میں ٹیوشن سٹینڈ، رقص و سرود وغیرہ کے مصارف بھی داخل ہیں
 انکی باجائی صاحبزادہ کے لیے مسلسل کرتا رہے اور جب پچیس سال
 کی عمر کے بعد کچھ کھانے کھانے کی صلاحیت پیدا ہو تو خاندانی حقوق کے
 محافظ بن کر وہ اپنے جوڑے کے ساتھ جہاں جی چاہے اپنی بیوی کے ساتھ
 ہیں۔ بڑھاپے میں بڑھاپے اور کھوسٹ باپ شہر کے جس کو چاہے اور کھانوں کی
 جس گلی میں چاہے اڑیاں گزرتے تو دویں۔ آج اس فیسٹ مغربی زمین
 کی جو میں مشرق کے شریف گھرانوں کو دکھایاں گئے وہی ہیں مگر خاندان
 گر چکے اور گئے دوسرے تھے کہ ہر لڑکی پر لڑکی اللہ کی عطا کردہ نعمت
 وہی ہے جو باور میں کہ صیغہ صبیح کے نام اسید ہو چکے ہیں اور اپنی قسمت
 پہلا دیتا ہے۔ بین وقت پر مشرق کی غلیظ ہستی علوم کا سلطان سند
 کی سب سے بڑی حکومت کے مطلق العنان بادشاہ خلد اللہ علیہ السلام کو ماہ تبر
 کی چھپلائی ہوئی دھوپ میں پڑاں جوبلی سے مسجد جوبلی تک پادہ پاتھنے
 ہوسے اس مال میں پایا گیا کہ آگے آگے مادر شفقت (مادر کن) غفر اللہ لہا
 کا خزانہ جاری تھا اور پیچھے پیچھے اور تک منزل اور ایم آصفی کا وارث
 اپنے روزگار اور اہل کے درمیان اپنی اس سے بچھڑے ہوئے فرزند کا سچا نونہ
 پیش کر رہا تھا۔ بیسویں صدی کے تاریک عہد میں برہم اللہ کی آنحضرت شیخ
 علیہ السلام کی زبانی قرآن نے سچلے دیگر خصوصیتوں کے انکی اس خصوصیت
 کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ اپنی والدہ کے ساتھ بڑے حسن سلوک کرنے والوں
 میں سے تھے، پھر انہیں نسبت کا آفتاب پڑنا علی طور پر تم سب کے سب
 درخشاں ہوا جن کی آنکھوں میں نور ہے وہ دیکھیں اور جن کی تسمتوں میں
 سجاوت ہے وہ تابخ کے ان جگہ لگتے ہوئے تروت کو پاویں۔ حالانکہ جہاں
 تک میرا علم ہے ان کے ہمارے کے پیچھے پیچھے پادہ پاتھنے والے بادشاہ
 نے دو دن سے کافی کی ایک پیالی سے زیادہ کھانے اور تیس نوش فرمایا۔ اور یہ تو
 آخری دن کی بات تھی ہمارے کے طویل دنوں میں جو میں گھنٹوں کے اندر
 ان کے قدموں کے نیچے ہر قہوڑی قہوڑی درہنہ ڈیرہ کر ڈر انسانوں کے
 مالک فرزند کو دوتے سے کس نے نہیں دیکھا تھا۔ اللہ اعلم الباقی۔
 اللہ ہمارے عرب میں کیا گیا تھا، قرآن کی آیتیں اور یہ رسول پاک
 کی حدیثیں تھیں جو آپ کو میں نے سنائیں لیکن سچ یہ ہے کہ انہیں قرآنی
 آیات اور نبوی ارشادات کی عملی شکل کو آپ کے ادھر ہمارے آقا خلد اللہ
 علیہ السلام نے کر کے دکھایا ہے۔ پھر کیا ہم سب کے لیے وقت نہیں آگیا ہے کہ
 دکن کی اس غلیظ قربانی (وفاات مادر کن) کی قیمت کو ضائع ہونے سے
 ہم بچاویں۔ حقوق والدین کے بھولنے ہوئے سبق کا آپ کا آپ کے صلح
 بادشاہ نے علی غالب میں درس دیا ہے بلول بقا ہے۔ پھر ہم میں کون ہے جو
 ان سے بھی زیادہ بڑائی کا دعویدار ہو۔ لیکن ہم میں جو سب سے بڑا اور سب
 سے اونچا ہے جب اپنی ماں کے سامنے اُس نے اپنے کو سب سے چھوٹا کر کے
 دکھایا ہے تو چھوٹا کر کے دکھایا ہے تو جو چھوٹے ہیں ان کو سچا چاہیے کہ
 اپنے والدین کے سامنے اُنھیں کیا بننا چاہیے۔
 عرض کیا گیا تھا جیسا کہ آپ نے بھی مقالہ اقتضایہ میں ارشاد فرمایا ہے
 کہ موت و حیات اس زندگی کا اٹل قانون قانون ہے۔ میں نے قرآن کی آیت

لہذا جاسد کے خروج پر ہم رکھنے کے لیے حکومت کی کئی کڑی ممانعت اور اس قدر
فلت میں فلا المصل اذ ان مات، اتمل انقلب علی، عقابکم نہیں میں محمد علی ط
علیہ السلام لیکن رسول ان سے پہلے ہی رسول گزر چکے ہیں پھر اگر وہ وفات پا جائیں
ماتل و بائیں تو کیا ہم اپنی اہل بیت پر داپس ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد اس
تاریخ کا اعلان کیا گیا ہے : اعلان نفس ان توت الاباذن اللہ کتاباً
موتیو۔ کسی جان کسیے مکن نہیں گروہ اللہ کے ملک اور اذن کے بغیر جلتے
درت اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت سے بے جا ہوا قانون ہے۔

پس سپہ سپہ وقت پر اس کتاب میں ملے ہیں ہر ایک کو جو پہنچا
مقرر ہے، لیکن ہر ایک میں : ہستیاں جو قدرت کی کسی حرکت و جوش کو
بہ قیمت بنا کر نہیں کھوتیں ہر ایک میں آیات اللہ کا مظاہر کرتی ہیں اور
ہر ایک سے بہت لیتے ہیں۔ یہاں بہت رفتاری لکھ دی گئی ہے جو کوئی بالاتر
بہتر نہیں کیا تو اس کی ذرا لیاں پر شیعہ ہوں۔ حضرت اور کتب عالیہ کا
کئی وفات حضرت آیات سے بارے اور آپ کے راہ نما، ہر ایک شاد امام اللہ
یاد دہنے تو اس کی حیثیت نہایت گرامی ہے۔ وہی آیت اس آقا و ان
نما لہذا سے مشرق کی تسمیہ کیا جا رہا ہے۔

پس پڑھو : یعنی اس کا عمل کیا جاوے گا اور خدا سے ہم میں جس ذات گرامی
کو سب سے اچھا بنایا ہے اور قرب کی یہ آواز اسی کی رہنے سے آ رہی ہے۔
انشاء اللہ چھوٹا، کسے یہ انقلابی اقدام کی دعوت بن کر رہے گا۔

آخر میں "اور دکن" دتہ اللہ علیہا : برد اللہ صغیر کی مغفرت کی دعا
دار جاسد کی آیتوں کے در بیان کی گئی۔ رہتا تعقل بنانا، کائنات وسیع عالم
جہاں تک ماضی سے ہر دور کی اپنی ترقی کے الفاظ اور صفاتی کو اس معنوں میں
سب سے کئی حق الوص کو شش کی ہے۔ خدا کرے کہ لوگ اس واقعہ کی اہمیت
کو سمجھیں اور دنیا کو فوج سے شرفی گھرانوں میں پھر پرائی روشنی داپس ہو جائے
وہ تاریکی دور ہو جو دین باختہ پورے ہم میں پھیلا چکا اور پھیلا رہا ہے۔
وہ ایک ملکی اللہ عزیز۔ (اور دکن)

(بقیہ صفحہ ۱۰۰)

ان کے لئے کوئی معلوم نہ پیدا ہوا۔ تاہم نے اسی لیے شرح : یہاں کلام
کر کے آخر میں کہا ہے ان معرفۃ الاسماء لا تقصل الا بمعرفۃ الحق و معمول صورت
فی الضمیر۔ یعنی اسم کی معرفت بغیر حق کی معرفت کے ہو نہیں سکتی۔ اور صاحب
آج سننے اسی پر کہا ہے وہ کلام نفیس۔

چنانچہ آیت کی تفسیر میں محققین نے اسامیہ کے ساتھ ساتھ تصدیقات اور
ذوات و خواص اشیاء سب کا شامل کیا ہے۔ فالمراد الافاضۃ من
الکلام : صورت المسیات فی ذواتها (راغب) یعنی علم اسامیہ و اشیاء کا اور
اس کے آثار و خواص کا۔ اللہ معرفۃ ذوات اشیاء و خواصہا و اسامیہا و ہول العلوم
و قوانین الصلوات و کیفیت الامتار (مینیادی) اور ادوات جاس میں ہر حق و علم و علم
او الہا و ایتھن ہما من المناجیہ و الدنیویۃ (کنات) اور روح میں
یہ قول نقل ہے۔ و قال الامام المراد بالاسماء صفات اشیاء و کمات
ذاتہا لانہا علامات الہی علی ما ہیا تاہما فجاہان معرنا بالاسماء۔

نقشہ اللہ اکبر : یہ مقام ہے انسان کی فضیلت کبر کے کا : معنی ہے کہ وہ

دوتا پرستی میں مبتلا ہو جائے !

یہ مقام ذکر اللہ تعالیٰ فیہ شرف آدم علی الملکۃ (یعنی کثیرا کا کثرت
اللہ تعالیٰ فیہ شرفہم بالعلم و العلم)

نقشہ (اکثر فرشتوں پر) انسان کی ملکیت اور منصب حکومت الہی سے
اسکی بہت بڑا ہر ہو جائے۔

فرشتوں کے سامنے جو چیز پیش کی گئی، اور سرور کمال میں نہیں لکھیں
موجودات نفس اور اسی سے عزت و شرف نہیں لکھیں عزت و شرف اور
ضمیرہ : ہائی گئی جو اہل عقل کے لیے لائی جاتی ہے۔ غرضی عقول اشیاء
تجلی و غنائ ان میں شامل ہو جاتی ہیں۔ گویا پہلی صورت شامی : معنی ہے
حضرت آدم علیہ السلام کو تمام مخلوقات کے نام اور خواص بتائے گئے۔ پھر
خود ان مخلوقات کو لکھ کر پیش کیا گیا۔

غرضی عقل علی الملکۃ (ابن جریر) من ابن عباس بن مسعود (عمر بن
ملک الاشیاء علی الملکۃ (ابن جریر) من قتادہ) یعنی ملک علیہا
الاسماء و حق علی آدم : ابن جریر : المراد بہ ذوات الاشیاء و اولاد لائت الہی
(یعنی ذات) انما قال عزہم : لم یقل عزہا لان اسمیات اذ اجبت من
لیقل : لانا یقل یعنی منہا لفظ من لیقل (مسلم)

ہمارے ایک آواز

آورد کی موجودہ مصافحت کے ملحقین ہفتہ وار مساعرتہ صدق کو جو بلند
مقام حاصل ہے وہ تفاوت کا تمام نہیں۔ اس ہفتہ وار صحیفہ سے سرب
ذوق کے اذکار، پورے کے فاضل کی پردہ دہی اور اسلامی الفاظ و روایات
کے تحفظ کی غیر کافی غرضیں انجام پا رہی ہیں۔ نیز اسلامی مسائل و مباحث پر
بصیرت اندازہ دل اور جامع مضامین کی اشاعت اس کا طرہ نیاز ہے۔ قلمی کے
محترم فاضل دولا عبد الماجد ریادی آورد کے ایہ نذر تیار ہوا و ان میں شاد رہے
جاتے ہیں۔ انکے چھوٹے چھوٹے شند سے ادب کے انمول جواہر نر اپاتے
ہیں۔ اگر کسی دوسری زبان کے اس باب کے ادب و انشا پر ادب کی ادارت میں کوئی
صحیفہ جاری رہتا تو وہ بالعموم احمق ایا جاتا۔ مگر ہم ہمت صدق کے ایک
کتوب سے یہ معلوم کہکے افسوس ہوا کہ صدق کی مالی حالت اطمینان کے لائق
نہیں۔ نذر تہ سے کہ خریداروں کے اماند سے خسارہ کو بردہا گیا جائے۔
"صدق" پہلے "سج" کے نام سے نکلتا تھا۔ مہتمم صدق کا بیان ہے کہ
"سج" کے پرچے غیر معمولی تعداد میں ہمارے صوبہ میں بھی آتے تھے۔ موصوف
تھے "سج" کے خریداروں کی فہرست بھی بھیجی ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا
کہ ان میں سے بیشتر آدم کے حلقہ خریداران میں داخل ہیں۔ اس لیے یہ سرب
قلبتنگ لگی ہیں کہ "سج" کے بند ہونے کے بعد "صدق" کے جاری ہونے کی
اطلاع یا بودہائی کر دی جائے۔ جس امید ہے کہ اباب ذوق اس صحیفہ
کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھائیں گے۔ نو : کے طرہ ہم آئندہ صدق کے
کسی مصنف کو ناظرین کی خدمت میں پیش کر چکے۔ (رسالہ ترمیم، گیا)۔

شیخ شاکت حسین برٹرنے حسن پرنسپل پر میں طبع کر کے دفتر صدق
مرشد آباد پریس۔ گورنمنٹ لکچر سے شایع کیا

کمالی جہاد بالقدت وصدقہ پر اور کثرت ہمدانہ

چند ہزار از انشاہی انور

ایڈیٹر: عبد الماجد

پتہ: دریا باور - ضلع بارہ بکن

کاتب: (عظیم) عبدالغوی

مضامین کے متعلق خطوط کتابت ایڈیٹر کے ہاتھ

پیشکش



کے بارے میں رسالت میں پتہ پتہ

محمد عبدالرؤف عباسی مہتمم صدق
درشد آباد پلس - گولہ گنج - لکھنؤ

چند مسالہ: اللہ

ششماہی

بیرون ہند سے حالہ ششماہ

نہت فی پرچہ اور

نمبر ۱ اور شنبہ - یکم - تبیان المکرم ستارہ طابق ۲۵ - اگست ۱۹۴۱ء جلد ۱

موجودہ بریلی سے

رایستہ گوالیار سے

رایستہ کٹہر سے

کہ: یہ بیجہ کہ یہ اعداد بھی اور دواوں سے لینے والے کو دیکھتے ہیں

آئی سی ایس زبان کے سیارے

سوں سرور میں آئی کے پچھلے امتحان میں ۱۹۳۸ء۔ بدواروں میں سے زبان
امتحان کے لیے ۱۲۰ طلبہ ہر سے ۱۰۰ میں سے جنہوں نے جو زبانیں
لی تھیں ان کے اعداد حسب ذیل ہیں:-

آئی سی ایس ادب کے سیارے

ہاں ایک تعلق ہے آئی سی ایس کے طلبہ کے ذرا سے کچھ اعداد بھی
اپنے کے ایک شہر و میں گزر چکے۔ ان طلبہ کو زبان سے قطع نظر جو زبانیں
لینے ہوتے ہیں ان میں تاریخ، سائنس، فلسفہ، معاشیات، وغیرہ کے
ملاوہ، انہیں زبانوں کے ارباب بھی شامل ہیں۔ ادبیات کے سیارے
بھی کچھ اعداد ملاحظہ ہوں:-

۲۵	طلبہ ملے لیا
۲۸	انگریزی ادب
۱۹	عربی و فارسی
۱۲	اردو
۵	ہندی
۱	سنسکرت
۱	بنگالی
۱	پنجابی
۱	تلنگ

۱۰ کے خلاف اس قدر زبردست ہو چکا ہے اور عربی و فارسی کی
سے اقدسی اور کس بہرہ کے زمانہ میں اتنے اتنے طلبہ کا کل ۱۲۰ بجز
جو بے قدرت کے اور کس چیز سے تعبیر کیا جائے؟

آئی سی ایس اباس کے سیارے

زبان امتحان کے موقع پر ہنستان کے چند نوجوان، اور اس دہار
بنگال و پنجاب، کثیر و نادر سب ہی کہیں کے ۱۲۰ کی تعداد میں جمع
تھے۔ ان میں سے

۲	پنجابی لینے والے
۲	گجراتی
۲	کاشمیری
۸	ملائی
۸	مرہٹی
۱۲	ملا یالم
۱۰	بنگالی
۱۰	تامل
۲۰	ہندی
۶۰	اردو

۱۰ اعداد کی اس خاموش گویائی کے ساتھ پیش نظر حقائق ذیل کو بھی
(۱) ۴۰ ہندی لینے والے سب کے سب ہندو تھے۔ یہ خلاف اسکے
۶۰ اردو لینے والوں میں ۳۰ مسلمان تھے! اپنی ۲۳ غیر مسلموں
میں سے ۱۱ ہندو تھے!

(۲) کل ہندو طلبہ ۱۲۲ تھے۔ ہندی ان میں سے کل ۴۰ تھے، یعنی
پاسے بھی کہنے!

(۳) مسلمان طلبہ ہندوستان کے ذیلی علاقے میں علم کی لہر کے لیے بیرونی کے
سب تیشہ تھے اور یہ نے جنہوں کے حالات کے ۱۰۰ میں سے ۱۰۰ کی مخالفت
ہی کی تھیں۔ اور کے والے پچھلے صدق الفاظ تھے: ہر اتنے بظاہر زبان کی مخالفت

(۴) ۱۱ اردو لینے والے ہندوؤں کی علاوہ اور تقسیم حسب ذیل تھی:-
پنجاب سے ۱۱ (مجموعہ کل ۱۰۰) ہندو طلبہ کے
- ۱۱ (مجموعہ کل ۳۲) ہندو طلبہ کے

اور اس پر یہ روئے کریم ہر وہ نیشا تھا

کلام رب العالمین

پاس نامہ چاہیہ غلامیہ کے جواب میں والی شاہین خاں دوبار

کے تغزیر کے اقتباس :-

اسلم و فنی کو اس زمانہ میں جو عروج حاصل ہوا اس کی نظیر تاریخ
میں نہیں پائی جاتی، اگر نہ ہی شہنشاہِ عالم کی عظمت کے باعث ہی عالمگیر
جنگ میں شہنشاہ کے جس کردار کا مظاہرہ ہو رہا ہے اُس سے ثروت
مناہل ہوتی ہے۔۔۔۔۔ انسانوں کا مقام یہ گویا رشتہ داروں
بھی عام ہے تو جہی سے کم بیش سبھی آزاد و سہ ہوتا ہے۔۔۔
بھلا اللہ ملایا کے نظریہ کے لیے کس جہت و ذوق علم اور
رہنما سے ایسی تہذیب اور تمدن کی تکمیل ممکن ہے ؟

امید ہے کہ تجدد اور "روش خیالی" کے ایسے ہوسے کم از کم ان تقریباً ہی کسی کو
گول و شمس سنائیں گے

”صائب“ کی تدرواق

ماہنامہ "فی مہرِ رواقی" شمارہ ۱۰۰ - اگست - سچیلے محرم ۱۴۱۰ھ
 میں نسر کے جس محلے خربا میں ذر تھو اندھین ڈویشن نے امور کیا
 حاصل کی تھی۔ انہیں ایک پھر بندوستانی سپاہ مسعودیت عمل ہے۔
 لیکن ایک اطلاعوں کے علاوہ برہمنوں کو بھی تو کڑا ہے۔ چنانچہ
 عاں بھی میں جو آبیتہ صحرائیں داروہ ہے اسکے بر گئی رہنے
 اعلان کر دینے کہ جو کوئی سب سے پہلے کسی حرمین زندہ یا مردہ

گو، چلا آئے ایک بڑی تہیں کی اڑام لیکن ۱۰۰
گنگنہ کے اندر اس اجڑانے کی ایک بار پیدا کیے اور بڑی
مریوں کے حصے میں آئی، ہیشٹھیں، اور گشت سلاشہم
کیا سکتے ہیں صاحب کی تہہ دانی کے بابا تیار ہی اور سرورشی کا
غراب کی ایک پرتل! بہت خوب۔ شرف کا سارو مشن
کے ساتھ نہیں شرف شاعر کی ہی کے دیو اتھانوں تک پھر ورنہ کیا
کرتی یا نہ مغرب سے جنگ کے یا انوں تک پھر منجا دھجا

جنگ ویرانیوں

جنگ ایزد کی رست - کھل سے فوجی نہایت کے سلسلہ برائے
 فوج ان عورتوں کی بھرتی شروع ہوئی ہے۔ جنگی عورتوں کی
 اس پر راز کیا گیا ہے۔ رباوہ جی دیویوں میں داخل ہوئی
 میں نہ دوسری واسے چھینے ہیں۔ (تہ سے آگے ہیں انہیں
 ۳ صفحہ ۱۱۱)

[illegible]

جنس سمیت کا کال : اگر کسی حملاتی حالت پر روشنی

اس تحقیق سے پڑتا ہے، کہ نوح و دہلیز میں سے صورت ۱۵
فی صدی باگڑہ ہوئی ہیں۔ باقی ۵۰ فی صدی میں بیشتر ایسی
ہوتی ہیں جو شاہی سے قبل کم از کم تین صدیوں سے پورے
میں انعامات، کہ بکلی ہوئی ہیں۔ مگر امریکی ریڈیو میں
سفرہ۔ ان کے سن میں نتائج کو دیکھیں۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔
شہادت کا نشان کہ کئی قرن سفرے ہاں دلیوں اور یاد دہنے
مال دلیوں میں نہیں۔ (۱۱۱)

واقعات آپ حاضر تھے۔ اب ایسا بھڑکات پر بھی ایک سرسری نظر کیونکہ

”ایک پچھلے ابنیہ دکنیا باپکے کہنا تھا: ”میں نے اپنے بچے کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ ہے۔“

۱. مشرب

- ۶ -

۲ - وفتی

۴۰ - علی نقی

امریکی کا تجربہ بالکل اسی کی تائید میں ہے۔ (صفحہ ۲۴۲)

آبِ حیات: ۱۰۰۰ گالون. Annually. در سال ۱۰۰۰ گالون آب

نئی کتابیں

۱۱۔ تمدن اسلام کا پیام، بیسویں صدی کے ہم ۱۰، عبداللہ عابدی، نئی قیمت ۱۰ روپے، معتمد نشر و اشاعت، انجمن اہل حق و برکت، لاہور، یونیورسٹی، لاہور

میر صدق کا ایک مقالہ جو علامہ محمد امجد علی صاحب ساداتہ کے مجمع میں پڑھا گیا تھا۔ یہ تبصرہ ازبولا نا محمد طیب صاحب ریویژڈ ہے۔

۱۲۔ اقسام القرآن، ترجمہ مولوی امین حسن، ۱۰ روپے، نئی قیمت ۵ روپے، پتہ: ۱۱، نزد حبیب، سرسکے پیر، ضلع مظفر آباد (پو پل) مشہور شاعر و مفسر قرآن علامہ حمید الدین فراہی کے عربی رسالہ انسان فی اقسام آقاآن کا اردو ترجمہ ہے۔ قرآن مجید میں جو قسمیں آئی ہیں ان کے متعلق جو اشکالات وارد ہوئے ہیں، اس رسالہ میں ان پر توجہ تحقیق و جامعیت کے ساتھ نظر کی گئی ہے۔ جو اہل حق و برکت کے لیے بھی اپنے اپنے رنگ میں دیے ہیں، لیکن اس رسالہ کی شاہد سب سے الگ سب سے اہم چیز ہے۔ اس میں قسم کے فلسفہ، عربی ادب پر قسم کے علوم، قسم کے مقصد، غایت و غیبت، سادہ سادہ عبارت، حلقہ پر نہایت ذہنی و سنجی کے ساتھ گفتگو موجود ہے۔ جو اہل علم و سادہ سادہ پلوں کو سمجھنا چاہتے ہیں، ان کے لیے یہ ایک تحفہ بنے ہوا ہے، اور ان کے لیے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

اب تک یہ عربی میں تھا۔ اردو میں آج اس سے افادہ کا دار و مدار کہیں زیادہ وسیع ہو گیا ہے۔ مترجم کے قلم کا عیار یہ تقارن تحقیق حاصل ہے۔ اردو زبان کے بڑے بڑے شاعر و ادیبوں نے اپنے شیخ کی جب کسی تعریف کا ترجمہ کرنا چاہا ہے تو ترجمہ کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ ترجمہ ایک حرکت تو تقریباً عقلی رہتا ہے، یعنی اصل کے زیادہ سے زیادہ قریب اور دوسری حرکت نہ شک ہے نہ غلط۔ اور ایک خاص قسم کی عقلی اور سائنس کی جہت سے صنعت کی صحبت میں محسوس ہوتی ہے، وہ اس ترجمہ میں سراٹھار کے دیکھے ہیں۔

۱۳۔ فرعون کا پر۔ از جناب حکیم امین حسن صاحب تاش، ۲۰ روپے، صفحات، قیمت درج نہیں (تالباہ) پتہ: ۱۰، ستارہ کی کیتھانہ۔ ۲۵۵ فریزر اسٹریٹ، رنگون، برصغیر۔

فرعون کے جاہل و ظالم سلطان مصر ہونے، بنی اسرائیل کے لیے ہاتھوں شدید اذیت و آزار، بالآخر اس سے نجات پانے اور فرعون کے غرق ہونے پر مسلمان کا ایمان ہے، لیکن متعدد علمی و تاریخی سوالات زمانہ حال میں اس قسم کے پیدا ہو گئے ہیں کہ فرعون تو سلطان مصر کا ایک نام تھا، تو کیا یہ شخص فرعون کو بنا تھا؟ اسکا زمانہ کونسا تھا؟ وہ ایک ہی تھا یا دو فرعون تھے؟ وہ جس علیٰ ہذا ہمارے قریب مفسرین نے اس جانب توجہ نہیں کی، اور انکو ضرورت نہیں تھی۔ بائبل کے مفسرین نے سوالات کو حل کرنا چاہا، اور طرح طرح کے اشکالات میں مبتلا ہو گئے، تاہم اب تک ایک ہی حد تک اسے حل کیا گیا ہے کہ وہ تین تھیں، ان کے نام

سید حسین احمد صاحب شیخ الحداد و جیدہ مظلہ العالی کا عنوان ثابت در علم شریعہ مدنیہ منورہ کیا پڑھا تھا۔ بیان تصدیق خود ہمیں کوشش کی گئی تاہم پہلے چار سو سترہ روپے پر آدھین پانی جمع ہو گئے تھے۔ ہم نے تحریر کیا، اہل بیت کے مطابق مقام ربی نئی نزل، کہ کبھی حاجی علیجان صاحب مرحوم، بیابانہ لفظ محمد زبیر صاحب کے پاس ۱۰ روپے ۱۰ روپے کو سرفرازی لفظ جمع کر دیا ہے، اور در سید حاصل کر لی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ

مستظم علیہما رحمۃ اللہ افسوس ہے کہ ۱۰ روپے کو شب میں مستظم علیہما رحمۃ اللہ صاحب راہپوری نے ایک طویل ملامت کے بعد اندر میں دغا دیا۔ انا و اللہ۔ اذیارات میں پھر ایک آہٹ کے اور کہیں ذکر نہیں آیا۔ خود اس شاندار کے پڑھنے والے یہ سوال نہیں کہ یہ تھے کون؟ ہونا نا محمد علی کے عزیز و قریب، اور انکی بیگم صاحبہ کے برادر مستظم تھے۔ بہر حال اور ایک لفظ میں ڈھکا کہ یونیورسٹی میں لائبریری تھی۔ تاہم راہپوری کو رٹ کے چہیت جمع ہو گئے تھے۔ جہیز تو انکی ذاتی حیثیت تھی، پاکبیتیت یہ تھی کہ ۱۰ روپے ۱۰ روپے میں علی برادران کی نظر بند کی گئی تھی، مگر کون غلامت کی بیٹی کے سر پر تھی، اور اسکے ساتھ ۱۰ روپے ۱۰ روپے میں سرکار کو تسلیم کیا مبالغہ، کانگریس اور غلامت کی بیٹی کے پر وگرم کا اہم ترین جزو تھا۔ علی برادران اور گاندھی کی قید کے بعد، سی۔ آر۔ دوس کی رہنمائی میں اسی کے غلامت بنات شروع ہوئی۔ ایک نئی پارٹی سولاج پارٹی کے نام سے قائم ہوئی، اور موتی لال نرود، اور حکیم اہل خانہ مرحوم کے داخلہ کو تسلیم کی حمایت کے طور پر خاص تھے۔ اس سیلاب کے روکنے کی قوت کس میں تھی۔ اچھے اچھے کے پیرا کھڑے۔ زبردست اور پھر قوت مقابلہ عزت و شخصوں نے کہا۔ ان دونوں میں کانگریس کے ذریعہ سے راج گوبال آجاری تھے، اور مسلمانوں میں غلامت کی بیٹی کے واسطے سے مستظم علیہما رحمۃ اللہ۔ مستظم مرحوم کی علمی عظمت اور اجمیت کا وہ دور تھا۔ وہ دور جس نے دیکھا نہیں، وہ اب اسے سمجھ نہیں سکتا۔ جس نے برادر جس استقامت کا اس وقت انھوں نے ثبوت دیا تھا، وہ حصہ عزت محمد علی کا سمجھا جاسکتا تھا۔ دماغ اور جہیز بھی (جی) دماغ کے اسلامیت کی تصویر تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے غلامت کی بیٹی ہی گم ہو گئی، ڈا کے غلاموں کو کان یاد رکھنا ہے؟

بیسویں اور رنگون کے ناظرین سے

مولوی عبدالرؤف جان صاحب (مولوی عالم) عبداللہ مدرسہ سراج العلوم جھٹکے نگر۔ ڈاکٹر رام دت گج، ضلع بستی (پو۔ پی) ملتان بھی اور رنگون کے ایسے اہل کرم کے نام جاننے چاہتے ہیں جو علم و دست اور عقائد اہل سنت کے حامی ہوں۔ ناظرین مدد فرمیں کہ جو صاحب اس خدمت کا اجر لیا جائے وہ براہ راست مولوی صاحب کو وصول کر سکیں فرمائیں۔

(۳) ابن خلدون (انگریزی) از محمد عبد اللہ عثمان عری - مجلد پنجم ۲۰۰۰ - قیمت ہے پندرہ شیخ محمد اشرف تاجو کتب کشمیری بازار
مصنعت سرگودھا : انعام بن شہید پریس کے پبلشرز
تھے (یا اب بھی ہیں) انکے قلم سے ایک اور کتاب ایک اسلامی مضمون پر
فتح محمد اشرف لاہوری کے واسطے سے انگریزی میں شائع ہو چکی ہے اور اسکا
تمامت بھی ان صفحات پر ہو چکا ہے۔ اب انھیں کی دوسری کتاب انھیں اشرف کے
واسطے شائع ہو رہی ہے۔ مضمون نام ہے ظاہر ہے۔ یعنی شور و غلبہ اور
ابن خلدون ٹیونس (۱۳۳۲ھ - ۱۴۰۶ھ) کی سیرت اور انکے علمی اور علمی
کارناموں پر تبصرہ کتاب در حصوں اور ۱۳ - ابواب بن تقسیم ہے اور ابن
خلدون کے علمی کارناموں کو جدید ذائقہ والوں کے رشتہ سے کرانے میں ایک
کتاب کو شش ہے۔ انگریزی خوانوں کے کتب خانوں میں اسے ضرور پڑھنا
چاہیے۔ اصل کتاب عربی میں تھی۔ یہ اسکا ترجمہ ہے۔ ترجمہ چن کا اثر کہیں
کہیں زبان میں محسوس بھی ہو سکتا ہے۔ کما نذا، چوپائی، وغیرہ سب دیگر زبانیں
اور اس سبب سے نو اشرف کا نام لیتا ہی شاید کافی ہو۔ انگریزی چوپائی کی
انھوں نے ہندوستان میں ایک نظیر قائم کر دی ہے۔

جبرائیل بنو دانیال کا نام جبریم نذاران و بندہ جانان
بال بازان و اسکو سلطان بود بال نذاران و ہرگزستان بود
یہ تمام گویا، حق بکلام کی شرح حیدر را، ابیسکے فاضل، ایک شاید فاضل مدنی کو

نمبر (۱۴۱)

دار جناب سید محمد خان غفران گیلانی (مظلوم)

ان کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثوں کا نسخہ ہے
حدیثوں کی تعداد ایک ہزار چوبیس تیس ہے اب تک بچ گئی تقریباً بیست
اس کا تو نسخہ لیا کہ خود ابن عمر نے اپنی حدیثوں کا نسخہ تیار کیا تھا لیکن ابھی
تک کی یہ روایت ہے بلکہ طبقات ابن سعد میں بھی یہ روایت مذکور ہے کہ
سلمان بن مسعود کا بیان ہے

۱۰۰ ای تاجا والی اپنے عمر میں کہ ابھی عمر کے سولہ یا پانچ کو دیکھا کہ اگر اُن کی

تاج کے متعلق سب جانتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے پیشینہ آزاد ایک قریبی
 غلام تھے۔ تیس سال تک ان کی خدمت میں رہے۔ امام مالک کی انھیں روایت
 کو جو تاج ابن عمر کے نزدیک سے دور روایت کرتے ہیں بعض لوگ مسانید المذہب
 و سنن ابن عمر، زاد ویتہ میں۔ اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ابن عمر کا ظم خود
 ان کے ہاں درست شاگرد کے نزدیک سے یقیناً قلمبند ہو چکا تھا۔ اور واقعہ یہ کہ
 کہ ابن عباس و ابن عمر کے زمانہ تک بنی امیہ کی حکومت قائم ہو چکی تھی جس
 میں نصیحت و ایفہ بلکہ ترجمہ تک کا ترجمہ مسلمانوں میں نہ ہوتا تھا۔ ان لوگوں
 کی مدد پر کا قلم بند نہ ہونا ایسے محض تعجب ہے۔ پھر جب وہابی موجود ہیں تو
 ان کا کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

انکھائی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔
اور یہ حال تو ان بزرگوں کی حدیثوں کا ہے جو اکثرین کے طبقہ میں شہائیہ
بناتے ہیں۔ انکے سوا دوسرے اصحاب و ائمہ مثالی ائمہ علیہ السلام جکا شمار
اس طبقہ میں نہیں ہے۔ ان میں ایک نہیں تھا۔ دو صحابیوں کے سوا کسی نبی و
صرت ایک دو۔ خدا بڑا نہیں بلکہ اپنے ذہن سے غور سے اپنے جسم
موجود تھے۔ جن میں بعض تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھو اسنے
پورے تھے۔ مثلاً وائل بن حجر صحابی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں میں تھے،
دینہ آکر مسلمان ہوئے اور کچھ دن نبیام فرما کر توبہ کر دیں۔ انکے تو
خبر الخ صغیر نہ ہوتی ہے کہ حجاز کی سبلی شہادیہ و علمیت ایک عجیبہ لکھیا اور انکے
حوالہ کیا جس میں نماز، روزہ، شراب، سود وغیرہ کے احکام تھے۔

دوسری طویل چیز جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اُخوانِ نوا ہے
سکا تو ذکرِ بشارت ہی تک نہیں ہے۔ آپ میں کون ضعیف جانتا کہ حجۃ الوداع میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ دیا تھا اسکا یہ فقرہ سیکھ لیں خود تمام
یہ ایک اصول تھا اور اجماعاً عاماً قبول ہے۔ اب شاید کبھی صحابی کی روایت
پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ اُنکو خود لکھوا کر دیا۔ بشارت ہی کی روایت
سے شاید شبہ ہو سکتا ہے کہ پورے خطبہ کی نقل کا شاید حکم نہیں دیا گیا تھا۔
امام ابنِ اثیر جو سیر کے امام ہیں اُن سے یہ جوا آیا کہ دیا گیا خطبہ لکھوا دیا۔
لکھا تھا یہ ہے اُن !

۱) خطبہ النبی سکھو، مس الیسی
۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا تھا کہ کچھ لوگ

کے ہے۔ قرآن مجید، حدیث اور شیخ اکبر جامی اور خود اقبال کے کلام کی روشنی میں شاعریت سے اپنی دلی کرشمات بہت عام فہم بنا لینے کی بڑھ اور طرز بیان سیکھیں۔ لکھا ہے پھر بھی فلسفہ اور تصوف کی اصطلاحات کثرت سے استعمال کیے بغیر کیا دے نہ تھا۔ اور بالکل عام فہم تو نفس شناسی کے لحاظ سے بھی۔ فاروق کو ماننا چاہیے تھا۔

کتاب کا نام ہے کام کی نہیں، نامہ کی جگہ ہے، فلسفہ اور عقوت۔ کہ
 خطاب کے لیے جسوں تاذین ناما فلسفہ ہے۔ بڑی خوشی یہ کہ کم کر دینی ہے کہ کتاب کا
 کہ کتاب فلسفہ کی طرح ہے۔ آزاد کا بھی ہے فلسفہ سمجھ کے سلطان انہوں
 میں ہے اور سچا ہے کتاب کے ہر ایت ہی کا ذریعہ بن رہا ہے۔ کتابی
 کتاب کی کا نام ہے یہ ہے۔

(۱۸) اسلام کا اصل بنیادی معاشی سائنس کا (تشریحی) اور اثر
محیر اثر ہے۔ اس کے اثرات، چھوٹی تقصیر سے بڑھ کر
تبدیل، ترقی، عذاب الہی، خیرات الہی، اور دنیاوی و دینی
فلاح کے لیے ہر چیز کے لیے ہوتے ہیں۔

یہاں سے عثمانیہ کے آثار ڈاکٹر حمید اللہ کاظم اسلامی سال پر تحقیق کے لیے معززات ہے۔ یہ انکا گزرا کا دار اسلام و معاشیات پر سے بہل میں انکا یہ مقالہ حیدر آباد کے دیگر نویں سالہا اسلامک لچور میں لکھا تھا بعد سمجھ کر انجنیئر امام الدین الازہر اسنے ایک بغاوت کی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ اور یہ بیت چھاپا گیا۔ محض رسالہ میں چھپے ہوئے عنا میں وٹ بھول جا با کرتے ہیں۔ مقالہ سات مختلف تنزلات کے اختتام تک ہے۔ حوزہ کا نظام امور کا شکوک و شبہ۔ استدلال زیادہ تر صرف آیات قرآنی و احادیث نبوی سے کیا ہے۔ دلائل ایانات غورنا پر مبنی ہیں۔ اور اس کی توقع صنف کے تمام تھی۔ البتہ معاشیات کی مصطلحات اس کثرت سے چھٹاں جونی ہیں کہ کتاب نام ناخرین کے کام کی زیادہ نہیں رہ گئی۔ نہر طلبہ نہ ہی اور ہی طرح استفادہ ہو سکتے ہیں۔

۱۹) بت تراشی - از اشتیاق حسین صاحب قریشی (ام) اسے - جو نسخہ
نہایت ۲۴ کتبہ جامعہ - دہلی - (نسخہ دہلی) لکھنؤ (لاہور وغیرہ)
ایک مختصر پچھپ پچھپ اور ۱۰ افراد پیشہ عمل میں سرحد دو ہیں -
ایکبہ (سنان) بت تراشی) اور اسکی ڈاکٹر بیوی - شریخ میں عود کار حجام
'اوراد' - فان کائنات پر کتبہ چھپنے سے آغاز ہوتا ہے، لیکن غلامتہ کہ
پہ پہنچنے سے پہلے ہی اصلاح ہو جاتی ہے - زبان صاف، سلیس، آشنہ ہے -
(راستی آئندہ)

(۱) در صورتی که

کے لوگوں کو یہ مغالطہ کس بنیاد پر ہوا کہ سب سے پہلے حدیث کی کتابی تدوین
اس شہاب زہری نے بلکہ ہی کے اختتام پر عمر بن عبد العزیز خلیفہ کے
فرمان سے شروع کی؟ اس بنیاد پر کہ ازالہ کے بعد جن حقائق کا انکشاف
ہو سکا، ان کے تنازع پر بحث کرنے کے بعد "تدوین حدیث" کے دوسرے حقائق
کا تذکرہ کیا جائیگا۔ واللہ اعلم بالصواب

لیکن جہن کے نور سے کچھ ظلم نہیں آتا، ورنہ انکی کو لامنی ناک کیوں محوِ نور رکھے؟
غیثت کے مبتدیان آگے یہ حال میں کیا بخار، کچھ کم کر رہی ہے؟۔۔۔ کہتی
آگے جس بات پر اسی لیے بے قرار ہو کر۔ جس کو شرع شرع سے نکال دیا، اس کا استعمال بلا
ضرورت بہ طور غیثت شروع ہو گیا، انکی آنکھوں کا نور آخر کار اس سے گل ہو کر ہوا
کہ سیکھو، یہ خدا کا اصل غیثت تھا، اور غیثت دینیاتی پر مبنی اس کے اثرات کو نہ دیکھ سکتے
موجودوں کے واسطے اس پر ایمان نہ تھا، اور یہ راستہ اس کے بعد خدا کے
نبیوں میں مٹ گیا، یہ رسوخوں کے غیثت کی پابندی میں سرکے گئے، اور سیدھے
کو در پشت کو انہ کی ٹانگے میں راستہ کی سرچشما بن گیا، لکھا آیا، اپنی ہی نہ چھٹنے
کے نقصان سے، اس کے اثرات، چنانچہ انکی غیثت پرستی

سورۃ البقرۃ رکوع ۲

صدق لکھنؤ سے پہلے درجہ اول

ان بعد انما جبرئیل علیہ السلام فرما یتلوا قرآنہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۱۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۲۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۳۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۴۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۵۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۶۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۷۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۸۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۹۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۱۰۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۱۱۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۱۲۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۱۳۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۱۴۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۱۵۔ اور اس کے بعد ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم ان کے اہم

۲۳۔ کمال یا آدم انہم باسماں
فلما انجاہم باسماں کمال
ام اقل کلم انی اعلم سبب
اسماء را لاس اعلم
ما بعد میں کلمتوں

۲۴۔ کمال یا آدم انہم باسماں
فلما انجاہم باسماں کمال
ام اقل کلم انی اعلم سبب
اسماء را لاس اعلم
ما بعد میں کلمتوں

۲۵۔ کمال یا آدم انہم باسماں
فلما انجاہم باسماں کمال
ام اقل کلم انی اعلم سبب
اسماء را لاس اعلم
ما بعد میں کلمتوں

۲۶۔ کمال یا آدم انہم باسماں
فلما انجاہم باسماں کمال
ام اقل کلم انی اعلم سبب
اسماء را لاس اعلم
ما بعد میں کلمتوں

۲۷۔ کمال یا آدم انہم باسماں
فلما انجاہم باسماں کمال
ام اقل کلم انی اعلم سبب
اسماء را لاس اعلم
ما بعد میں کلمتوں

۲۸۔ کمال یا آدم انہم باسماں
فلما انجاہم باسماں کمال
ام اقل کلم انی اعلم سبب
اسماء را لاس اعلم
ما بعد میں کلمتوں

۲۹۔ کمال یا آدم انہم باسماں
فلما انجاہم باسماں کمال
ام اقل کلم انی اعلم سبب
اسماء را لاس اعلم
ما بعد میں کلمتوں

۳۰۔ کمال یا آدم انہم باسماں
فلما انجاہم باسماں کمال
ام اقل کلم انی اعلم سبب
اسماء را لاس اعلم
ما بعد میں کلمتوں

۳۱۔ کمال یا آدم انہم باسماں
فلما انجاہم باسماں کمال
ام اقل کلم انی اعلم سبب
اسماء را لاس اعلم
ما بعد میں کلمتوں

۳۲۔ کمال یا آدم انہم باسماں
فلما انجاہم باسماں کمال
ام اقل کلم انی اعلم سبب
اسماء را لاس اعلم
ما بعد میں کلمتوں

۳۸۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۳۹۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۴۰۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۴۱۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۴۲۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۴۳۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۴۴۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۴۵۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۴۶۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۴۷۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۴۸۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

نہیں بیان نہیں شجر ستر با شجر اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۴۹۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۵۰۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۵۱۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۵۲۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۵۳۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۵۴۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۵۵۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۵۶۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۵۷۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

۵۸۔ وَاذْكُمَا لَكُمْ اسجدوا لادم اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
نفسہ و االا ابلیس ابلیس کہا فرشتہ ابلیس کہ اسجدوا لادم
اور شکر و کان من الکافرن۔ اور (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے
ابلیس کے لئے (یا ذکر) وہ وقت) جب ہم نے

کج اور آج

مسلمانوں کا دشمنوں سے اب اس تک پہنچ گیا ہے کہ اسے
ہندوستان میں اب کئی جگہ ایسی نہیں جہاں ایسے مسلمان ہوں
جو ان کے شیعہ کو محتاج میں اور جنگی کاموں میں مصروف ہوں
ہست یہ متاقد کہ صاحب استطاعت مسلمان جنگوں میں
دشمنیت ہے اپنے حملہ باسحق کے معصیت زدہ بھائیوں کی ہمدردی
اور عقیدہ خود پر ان کی مدد کرتے تھے تاکہ وہ دوسروں کی نگاہ میں مبارک
نہ ہوں۔ لیکن اب یہ چیز غلط ہو رہی ہے۔ کیا یہ معصیت
زادہ لوگوں کی مدد کرنے سے چاہت ہیں کوئی شہرت میں حاصل ہوتی ہے
اور ان کی چرچا ہوتا ہے، نہ کام خوش ہوتے ہیں۔
کہ اب لیونزی سم جیتو کہیں تو اپنے دور فقار و غفلتوں میں
کوہست کے مسلمان ایسے ملیں گے جو پاک ملبوسوں میں مسلمانوں کی معصیت
و افلاس پر اس طرح گریہ و زاری کرتے ہیں کہ ایسا سلوم ہوتا ہے کہ
ان سے زیادہ درد مند اور کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ ائمہ یہ ہے کہ خود
ان کے خاندان، برادری اور محلہ میں ایسے معصیت زدہ مسلمان موجود
ہیں جو ان کی مالی و اخلاقی امداد کے شدید محتاج ہیں اور شرنا اس کے
ہست سے ہونا رکچے ایسے ہیں جو ذرا سا معاملہ جاننے سے تعلیم
حاصل کر کے اپنے خاندان کی ایک حیثیت قائم کر سکتے ہیں، لیکن یہ شہرت
پسند مسلمان جو قومی ملبوسوں میں ہنگامہ بنز تقویوں کرنے نہیں کبھی ان کی
مدد پر توجہ نہیں کرتے۔ کیوں؟ شہرت اس لیے کہ ان معصیت زدہ
انسانوں کی امداد سے انہیں چاہتیں کوئی شہرت حاصل نہیں ہوتی۔
(کاغز سن گزٹ)

اطلاعات

برادر کرم خط دکنا مت وغیرہ میں خبر خوار وری
مزدور وری فرما دیا کہے۔
بہر

تمام شاہین صدق نہایت سہرے کے ساتھ یہ مقررہ جانتا اصطلاح فرمائی
کہ میرے پاس صدق کے نقش اولیٰ معنی "سچ" کے جلد اول سے جلد ۹ تک جملہ
جلد کا مکمل سٹ و لاتی مقررے کے ساتھ ہر ایک جلد نفیس مجلہ بنوے دیں۔
جنگہ اب تین فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ قیمت ہر ایک جلد کی راجتی صورت
سات روپیہ مقرر ہے۔ مکمل سٹ کے خریدار کے ساتھ ناموں رعایت کی جائیگی
خط و کتابت اور تصفیہ امور کے لیے جو ابی کارڈ یا کٹ لفوف حسب ذیل
پتہ پر آنے چاہئیں :-
تجارتی محمد صادق مدرس مدرسہ اسلامیہ اکنانہ لاکھنؤ ضلع حیدر آباد

محقق کا کہ گوی بھروز عوسے اسلام، صنعت ایمان کا انکافی ہونا، غیر محقق دنا،
مطلق مختلف نہ نہیں۔ یہ تو کھلی ہوئی یاد و مسلم حقیقت ہے۔ سوال صرف اتنا
اسی رہ جاتا ہے، کہ اسکی غیر مقصودیت میں اتنا خاک کرنا کہ صنعت ایمان کے
ڈانڈھے انکار و بنیاد سے لمبائیں اور پر سننے والوں کو مترا و رباعی، بے علیوں
یا بے علیوں کے ساتھ ایک سطح پر نظر آنے لگیں، یہ ایک محقق کے نام کیلئے کیا شکت نام ہے۔

مسلم یونیورسٹی میں اسلامی ہفتہ

عزیزین یہاں جانتے ہیں۔ کوئی چاہے تو میں مبارکیاں بخش کر دوں۔ اس وقت کی مجلس میں کیفیت غلی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اس کا نظارہ از کونکہ کسی ایک نایاب جود سے منطقی نتائج کا استخراج ضرور حاصل کرنا ظلم ہے۔

اس میں تو کسی کو کلام کی گنجائش ہی نہیں کہ جو شخص دین کا محافظ ہے اس کے مقابلہ میں وہ ہر حال میں جبر ہے جو اس کا مخالفت نہیں ہے۔ اور جو شخص مخالفت نہیں ہے اس سے وہ بہتر ہے جو کم از کم دین کو برحق مانتا ہے چاہے علماء اس کے خلاف ہوں یا نہ۔ اسی طرح جو علماء دین کے خلاف ہیں وہ اس سے وہ بہتر ہے جو اس کی پیروی کرتا ہے۔ پس اگر بعض اختلافات خارج کا احوال پوچھیں تو میں بھی اس کا اتنا ہی قائل ہوں جتنا کوئی دوسرا شخص۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک مطلوب کیا چیز ہے؟ کیا وہ شخص جو دین حق کو جانتے ہوئے بھی بغیر مروت اس مہلت سے اس کا صحیح کتاب کو دین آگاہی دینے کی وجہ سے اس کے حق میں کسی طرح کا نقص رکھتا ہے اور وہ شخص جو ظلمی طور پر دین کا صحیح جاننے اور سمجھنے کے باوجود غلط باتیں نص کی پیروی میں اس کے خلاف چلا گیا ہو اس شخص کو پورا کر دیا ہے جس کے لیے اسلام آج ہے؟ کیا وہ دین لوگوں کو دین سے واقف کرنا اور ناسیقین کو اسی غصہ کی غرت دینا سب سے خیر ایک امر حق ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں اگر اختلاف اس امر میں ہے کہ پہلی قسم کے لوگ جب صفت اول سے آکر مسلمانوں کے رہنما بنیں تو اس وقت دوسری قسم کے لوگوں کی جب بیجا حمایت کی جاتی ہے تو ہم ان کو ان کے حقیقی مقام سے اٹھا کر ان کے حقیقی مقام پر لے آئیں تو ضروری سمجھتے ہیں اور ہم سے مختلف نقطہ نظر رکھنے والے حضرات اس موضوع پر محبت اسلامی کا احوال بیچ میں لے آتے ہیں۔ ان کے امر ہے کہ ایسے لوگوں کا "مسلمان بننا" ہی غنیمت ہے لیکن ہم دین نامی و سرور داری کے معاملہ میں اس غنیمت کے قائل نہیں ہیں اور نہ اس غنیمت کو اس حد تک بڑھاتے کہ یہ یارین کہ یہ غنیمت کے بجائے مبارک بن جائے۔ البتہ عوام کے حلقہ میں کفر باجماع اور بغاوت و انکار کی نسبت اس کو غنیمت مانتے ہیں اور غنیمت سمجھ کر ہی کام کر رہے ہیں۔

نکاحیہ ابو الانبلی

نوٹ بہار

(ایک سو فصد دل باری کے کتب کا انتخاب)

..... بہار دالوں کے نام سے حق میں اعلان نکل رہا ہے۔ پڑھتا ہوں لیکن ناکام لا شیخ المولیٰ ولا شیخ من فی القبر۔ اس باب کے اسطے ہی طبع پر موت طاری ہو چکی ہے۔ بہار میں تقریباً نصف کرد مسلمانوں کی آبادی ہے لیکن مسلمان جو نئے دن اب کہاں ہیں؟ کہہ رہیں؟ ان کے باب درویش نے انہیں اس کو بھیجا تھا۔ (سکول سے کالج پہنچے۔ لیکن کالج سے پھر کہاں گئے؟ کچھ پتہ نہیں۔ مسلمان ان مسلمان باب نے جس بچہ کو اس راہ پر ڈالا آہ کبھی اُس کو وہ بچہ واپس نہیں ملا۔ بہار میں تعلیم کی تیسری پشت ہے۔ دیوانی پشت اسی علاقہ سے شروع ہوا تھا۔ تیسری پشت والوں سے آپ کیا یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ صدق پڑھیں گے؟

انجمن اسلامی تاریخ و تمدن حسب جدول اسالی بھی یونیورسٹی میں

۱۳۔ انجمن ۱۹۔ شہر سلگ۔ اسلامی ہفتہ منعقد کر رہی ہے۔ ڈاکٹر ابرہیم مدنی نائب صدر انجمن ذکر کرتے مجلس تشکیلی کے مشورہ سے اسلامی ہفتہ کا ہر گرام مرتب فرمایا ہے جو درج ذیل ہے:

نمبر ۱۔ حسب ذیل علماء و شائہ برکت کو اسلامی ہفتہ میں مخالفت اسلامی سے منع پر تقریر کرنے اور مخالف پڑھنے کی دعوت دی گئی ہے۔

۱۱۔ شیخ الشیخ علامہ اکامج مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی۔ دہلی۔

۱۲۔ حضرت اکامج مولانا حافظ فاروقی محمد عیوب صاحب دیوبند۔ اسلام آباد۔

۱۳۔ سید ابوالاعلیٰ صاحب مولوی۔ لاہور۔ ۱۴۔ حضرت مولانا سید سلیمان صاحب مولوی اعظم گڑھ (۵)۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب برہنہ لکھنؤ (۶)۔ حضرت مولانا عبد القادر صاحب دہلی۔

۱۵۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب دہلی (۱۱)۔ حضرت حفیظ جالندھری۔

نمبر ۲۔ ملے چاہے کہ پاکستان کے مومنون پر حملہ درگاہوں کے طلباء سے مقابلہ لکھائے جائیں اور بہترین مقالہ نگار کو پانچ سو روپیہ انعام دیا جائے۔ بہار ڈاکٹر ابرہیم مدنی نائب انجمن ذکر کرتے ہیں۔

۱۵۔ بہار ڈاکٹر ابرہیم مدنی نائب انجمن ذکر کرتے ہیں۔

تحفہ خسروی

(جناب مدیر محمدی کی ایک قدیم کتاب)

حاکم و محکوم کے باہمی تعلقات و فرائض پر قرآن مجید و حدیث سے احادیث اسلام و علماء دین کے بہترین اقوال کا مجموعہ جس پر تفسیر و تفسیر فارسی میں تفصیلات، صفحہ ۱۰۰۔ اسٹاک ختم کرنے کے لیے آج بھی غیر معمولی رعایت یعنی مروت سائے جاہل کے ٹکڑے پیش کر رہا ہے۔

الشہر محمد تقی خاں نصیر دریا باطل بارگاہی

سائنس اور مذہب

سوالات (۱) سائنس انسان کو گمراہ کر دیتی ہے یا مذہب کی طرف رجوع کرتا ہے ؟

(۲) انسان سائنس کے لیے یا سائنس انسان کے لیے ؟

جواب (۱) مذہب سائنس تمام تو بہت ہے کہ یہ لوگوں کو مذہب سے بچنے اور دنیا سے الگ کر دیتا ہے اور اس کا پڑھنا والا سر یہ ہو جاتا ہے کہ وہ سچ و جھوٹ کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے اور اس کا فائدہ بھی نہیں ہے۔ بہت سے سائنسدانوں اور اہل علم کے لیے یہ مذہب کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ان کے دماغ میں وہ سب سے بڑا سوال ہے کہ کیا سائنس تمام حقائق کو سمجھ سکتی ہے؟ لیکن سائنس ان ہی پر کیا تو تھکتی ہے۔ آپ کو شاید لوگ ایسے ملیں گے جو سائنس دان نہیں ہیں لیکن ان کا مذہب ہے۔ یہ سائنس کو مذہب سمجھتا ہے۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی کثرت سے ہیں جو سائنس سے قطعاً ناواقف ہوئے ہیں۔ سائنس کو مذہب کے خلاف پیش کرتے ہیں اور بات بات پر مذہب کو رد کرتے ہیں۔ سائنس کے حوالے دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے ساتھ ساتھ کچھ مذہب لوگ آپ کو ایسے بھی نظر آئیں گے جن کی کشش یہ رہتی ہے کہ سائنس کے ہر نظریہ اور اصول کو مذہبی کتابوں سے ثابت کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ان قسم کے لوگ اپنے اپنے دماغ سے آگے نکل جاتے ہیں جس طرح سائنس دانوں کو مذہبی عقائد میں داخل نہ کرنا مناسب نہیں اسی طرح مذہب دانوں کو بھی خدا کو ثابت کرتے ہوئے سائنس کی مدد کی تلاش ضرورت نہیں۔ خدا کے نام پر جو کچھ ثابت کرنا سائنس کے لیے ہے یا نہیں۔ سائنس دوسرے علوم کی طرح ایک علم ہے۔ اس میں واقعات کا مشاہدہ کر کے عام قاعدے اور اصول حاصل کیے جاتے ہیں۔ اس کی مختلف شاخیں ہیں۔ طبیعیات میں قوتوں کے بحث کی جاتی ہے۔ کیمیا اور حیاتیات میں اور تبدیلیوں کے معلق ہے۔ جانداروں کے علم کو حیاتیات کہتے ہیں اور ستاروں کا علم فلکیات یا کائنات کہتے ہیں۔ یہ سائنس کے عام اس بات کے پابند ہیں کہ اپنے حقائق کے اندر واقعات کا مشاہدہ کریں اور نتیجہ نکالیں۔ اس سے اگر وہ آگے بڑھیں تو سائنس کے حدود کے اندر نہیں رہتے۔ ایک فلک کا کام یہ ہے کہ آپ کے سامنے کائنات کا ایک نقشہ پیش کرے۔ آپ کو ستاروں، شمس، مریخ، سیاروں کا حال بتائے۔ ان کی شکل و صورت، طبیعی حالت اور حرکت سے واقف کرائے۔ لیکن اگر وہ اس کا دھڑلے کرے کہ یہ سارا نظام عالم خود بخود وجود میں آگیا، اس کے لیے کسی بنانے والے کی ضرورت نہیں ہے تو اس کا یہ دعویٰ فلکیاتی نہیں ہے۔ یہ اس کا ذاتی خیال ہے۔ سائنس یہ کہتا ہے لیکن اس دعوے کے ثبوت میں وہ فلکیاتی شواہدات کو پیش نہیں کر سکتا۔ فلکیات کا یہ کام نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ خدا کے عدم یا وجود کو ثابت کیا جائے۔ اسی طرح سائنس کی دوسری شاخوں کو بھیجیے۔ ان سب میں اپنے حدود کے اندر دنیا کی مختلف چیزوں سے بحث ہوئی ہے۔ اس بحث میں جب کبھی آپ مذہب کا ذکر کر دیں یا ان میں سے سمجھ لیں کہ سائنس اب اپنے حدود چھوڑ کر فلسفہ اور ابدی حقیقتات میں داخل ہو رہی ہے۔

اس کا اور جان لینا ضروری ہے کہ دنیا کی سب باتوں کو سمجھنے کے لیے سائنس کافی نہیں ہے۔ دنیا میں سیکڑوں واقعات ایسے ہیں جن سے سائنس میں منکر سمجھنا اور سمجھنا سائنس کے لیے نہیں ہے۔ انسان کا علم اور اس کی داخلی صلاحیت محدود ہے۔ کچھ کا مفہوم یہ ہے کہ سائنس میں خود کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے انسان کی ذہنیات کی طرف توجہ ہو۔ ویسے آدمی مختار ہے جو چاہے سمجھ لے۔ مذہب کو ضروری اور غیر ضروری سمجھنا اس کا ذاتی فعل ہے۔ سائنس کا کام صرف اتنا ہے کہ واقعات اور مظاہرات قدرت سے آپ کو ایک حد تک واقف کرائے۔ ایک حد تک اس میں نے قصور افسانہ نہیں کیا ہے۔ ان کائنات کو پوری طرح سمجھ جانا سائنس دان کے دماغ کے لیے ہے یا نہیں؟ جب آپ کو سائنس کے قوانین قدرت سے ایک حد تک واقف کر دیا تو اب آپ کا کام ہے کہ اسی سے فوٹیج چاہے کمال میں۔ اگر کسی کے مذہب میں یہ لازمی قرار دیا ہے کہ زمین کو سائنس میں نہیں مانا جائے تو فخر ہے کہ سائنس کا اسی سے قصور ہو جائیگا لیکن میں نہیں سمجھتا کہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب ہے اور پھر یہ کہ مذہبی کتابوں کو طبیعات اور کیمیا کی کتابیں سمجھنا اور اس سے سائنس دانوں کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ بہت سے لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ جو مذہب میں لیکن ان کی لادہجیت میں سائنس کا کوئی دخل نہیں ہے اس کے برخلاف میں ایسے سائنسدانوں کو بھیجنا چاہتا ہوں جو کچھ مذہب اور دنیا کا بیان ہے کہ خدا کی عظمت اور مذہب کی ضرورت سمجھنے کے لیے سائنس پڑھنا لازمی ہے۔

(۲) مجھے مذمت ہے کہ آپ کا یہ سوال کہ انسان سائنس کے لیے ہے یا سائنس انسان کے لیے، میں اچھی طرح نہیں سمجھا۔ اگر آپ اس کا ذرا واضح کر کے لکھیں تو ممکن ہے کہ اس کا بہتر جواب دیا جاسکے۔ لیکن جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں اس سے نتیجہ یہ نکالنا ہے کہ آپ سائنس دان انسان کے عقل کو دریافت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے سائنس دوسرے علوم کی طرح ایک علم ہے۔ اس کا جتنا نہ جانتا انسان کی مرضی پہ ہے۔ ضرور ہے کہ سائنس کے ابتدائی معلومات ہر انسان کو ملتی ہیں۔ ان کو وہ مظاہرات قدرت اور قوانین قدرت کا اچھی سے مطالعہ کر کے ان کو اپنی پیدائش اور حواس کی قدر و قیمت سمجھ سکے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ آج کل کی ترقی کا راز سائنس کی ترقی پر منحصر ہے۔ تو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جو قوانین سائنس سے لاپرواہی بہت رہی ہیں وہ ترقی کے میدان میں بڑی تیزی سے پیچھے ہٹ رہی ہیں۔ اس لیے ترقی کے نقطہ نگاہ سے بھی سائنس کی طرف توجہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ (رسالہ سائنس)

ضروری تصحیح

مقدمہ نمبر ۱۵ کے بعد کے دو پرچوں میں غلط ہو گئے ہیں۔ ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵

وَالَّذِي جَاءُوا بِقَدْحٍ وَمَدَقٍ يُدْعَوْنَ إِلَيْهِمْ أَتُحْجَمُونَ (اور جو یہی بات لکرایا اور میں نے انکو چا انا اور یہ ہر گاہ میں)

پتہ :- دریا باؤ - منٹلج باؤ، ٹنگی

مضامین کے بارے میں فطرت کا بہت اڑے ہوا چاچا۔

پس فقط و کتابتہ اڑے ہونا چاہیے۔
 مد العوی۔
 منسلح بارہ ٹکی

لکھنؤ

کے لیے مراد سلت اس پر چسکے :-

مرشد آباد پولیس۔ گورنگیہ۔ لکھنؤ۔

چند سالہ

100

بریں سید سے ملاقات کے بعد

— 200 —

4

میرزا ۲۰ و شنبه ۲۲ - شبان المعظم ۱۲۶۰ - مطابق ۱۵ - ستمبر ۱۹۴۱ء

[illegible]

کہتے ہیں کہ آپ کی آیت پر بھی، آغازِ تمیزِ ملت کے زمانہ میں بسے ہوئے
 اوزاک رکت گزر چکے ہیں۔ مفاہیہ ناداروں کو ناداروں سے، مستحق کو مستحق
 داروں سے، ایک کو تین تین سے کرنا پڑا تھا، مگر سنی سنی میں ایسا سر نہ ہو کہ
 ایک لیسن پڑی تھیں۔۔۔ نمونہ کا اجوم آج کے بھی اسی بڑے بڑے کرتے۔ پھر
 اسے بھی کبھی کوئی ارتقعی بجز نصرت حق، دفع الظلم، و توفیق حق ہی نہیں
 کہہ سکتا کہ کوئی ارتقاء پہنچے، و توفیق حق کا یہ دعائے حق، و توفیق حق
 و حیات کا تہا تھا؟ بجز غرض ایمان کے مقابلے کوئی اور تہا تھا؟
 کے بھی جوڑا تھا؟

حکیم الامت کی حالت

حضرت مولانا محمد قاسمی، قلمیہ و تلواریہ

[illegible]

سچی باتیں

[illegible]

تو دس کہ کیا رہا ہے " کا جواب ہو گیا۔ اور آگے بڑھیے۔ اسی پر کیا رہا ہے؟
آج ان پنجاب سے بڑا درست کے سمجھے ہوئے ہے؟ انہیں ایک بڑا طلبہ کے
بنائے ہوئے ہے؟ کیا یہ سب سے زیادہ کس کی امداد ہوئے؟ تو ہے؟ جواب
میں نام انھیں دو سلطنتوں کے آتے ہیں جو دنیا کی سب سے بڑی سرمایہ دار
حکومتیں ہیں۔ یعنی برطانیہ اور امریکہ! اسی میں تو انھیں سے ہمارا ہے تو
انھیں کا! یہ پھر ان کے علاوہ اور بھی جو چھوٹی چھوٹی سرمایہ دار حکومتیں ہیں 'ترکی'
چین 'جاپان' وغیرہ۔ آج پورے دار و ان میں سے کسی کی دوستی سے نہیں!

اسے اسے ایہ قدر غضب آخر کس پر نصیب ہو؟ یہ بے پناہ جوش جہاد آخر
کس فریق کے مقابلہ میں؟ کیا تجھ، غریب و معصوم نجد، اکو جاوہر ارض
خرانات اور ارض بدعتوں کے خلاف تو کرنا ہے اگوا یا ترکیبیں؟ کائنات
سزا کا آئینہ و نشان نہ ملے یا نہ ہو کا کام ہے دے کر ہی نہیں کہہ کر نہیں
بیویوں کو اور شرعی اصولوں کو کیوں کو؟ دلو اٹھو اور رواج کے مقابلہ
احکام شریعت کی حمایت و نصرت کا جھنڈا بلند کرو۔ ۱۔ ۱۰

نتائج سے سناؤں کا تباد کر لیا۔" برطانی کے باوجود سماج میں بدستور بیانی کے ساتھ عزت و ادب رہے، رہنا " تو تھا ہے یا نکل ظاہر ہے کہ خود اور رنگیت کو اس سے کوئی واسطہ نہ رہا بھی نہیں! یہ آخالش مشرقی اور اسلامی تمدن کی پیداوار ہیں!۔۔۔۔۔ "سناؤ آزاد" کے شور مچا کر خواہر بیاد عزت خودی کو تو چھوڑ دینے والی سنجیدہ، جب میں تمہاری کہ رویداد و برتری کی اور بے نیچہ و برتری کی یہی سناؤں میں " آزاد" سے قبل کیوں دیکھتے ہیں؟

زندہ قوموں کی زندگی!

اس کے اڈیو پر گرام فون نظام حسب ذیل رہا ہے :-

گھانا۔ وقت کے اعلیٰ نمبر

ڈراما۔	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"	"
--------	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---	---

خیال ہو سکتا تھا کہ امریکہ خبروں کا عاشق ہو گیا اور سب سے زیادہ جگہ اس کے ہر گرام میں خبروں کے لیے رکھی جاتی رہی۔ لیکن معلوم ہوا کہ نہیں، اصل عشق ٹکائے، ناچ، اور اس کے تعلقات کے ساتھ ہے۔ چنانچہ ہر گرام کا (۵۲ x ۹ x ۸) = ۹۰ فی صدی تعداد اس کی تیار ہے!۔۔۔۔۔

سیار ترقی کی جب یہ سند ہا فم آگئی، تو اب کس کی مجال ہے جو آں لڑیا لڑیو کی ازراہ موسیقی نو ذہنی پر اعتراض کرے!

کیا ہمارے اس کے بڑے سے بڑے شوقین اور رنگینہ راجوں ہر اوجہ سیروں، خوابوں سے، فی صدی سے زیادہ وقت گھٹانے پہلے کے شافل پر صرف کیا ہے؟

شیطان کی ترجمانی

الہ آباد سے ایک کالج کے طالب علم، سرگیت کے خط میں لکھتے ہیں :-

"پیارا پنج مذہبوں کے جوش ملیح آبادی ہوا آنے پہلے سے۔۔۔۔۔

"ذکر غیر تو میں پہلے ہی کافی شن چکا تھا لیکن خیال تھا کہ کوئی مذہب پر صرف سوشلسٹ ہونگے۔ لیکن تب اچھا کلام سننے میں آیا تو اس قدر غصہ آیا کہ میں تو درمیان ہی سے اٹھ کر پلا آیا۔۔۔۔۔

ایک کتاب بنا کر رہے ہیں۔ اس میں خدا اور شیطان کے سوال جواب ہیں۔ اس میں نمایاں اس چیز کو لکھا ہے کہ انسان مجبور محسن ہے، وہ جو کچھ کرنا ہے، خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ پھر انسان سزا کا کس سزا سخی ہے۔ جو نیو سوشل کے لڑکوں میں لانا بھی سنو۔ بڑی بڑی ہے کہ ہر شر پر وہ وہاں ہوتی رہی!۔۔۔۔۔

محسن لانا بھی یا بے و بستی ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر بے پروائی یا بے غوری!۔۔۔۔۔

عین دوسرا اہم جو فونی ہیں۔۔۔۔۔ اور بھنڈا سب کے سب شاعر

و اسی خطرات کے ہم خیال و ہم عقیدہ بننا چاہئے۔ لیکن آنا دانگ سے اور اس اور : نگرانی و محنت کو نگرانی کر کے، کہ شاعر کہ کیا رہا ہے۔۔۔۔۔ شر بھائے خود ایک بل بھائیٹے والی چیز، اور پھر جب شاعر کہنے کی طرح اپنے عظیم کہنے کے ساتھ ادا کرے اسٹنڈ اسٹنڈ کے نشہ کا، تو آتشہر جانا ظاہر ہی ہے!

نفس، سلسلہ غلط ہی نہیں، غلط در غلط، باکجیروہ، غلط ہے۔۔۔۔۔

ہے نہ اسلام نے اسے مجبور قرار دیا ہے نہ مشریت نے کس نے نہ۔۔۔۔۔

وروا لکھی ہے، ورو اسلام اس قہر کے قریب ہی گیا ہے۔۔۔۔۔

"نہ اس کے حکم سے ہوتا ہے، ان عقائد کو بھی وراثت کے ساتھ سمجھنا ہوتا ہے اس کے سلسلہ، ق کے صفحات، عناصر ہیں۔۔۔۔۔

کی ترجمانی! اور قوم، ملت کو اپنے، یا با پتجیوں کا لہر اور نہ تو

سگڑ کے ۹ زہر

بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ تباہ کن ناشی نہ صرف کوئین سے نظام جسمانی کو صحت پر پھینکی ہے بلکہ وہ سب سے زہر بھی صحت پر پھینکی ہے۔۔۔۔۔

تباہ کن ہیں، برنش ٹیکل جن، اور اور کی محنتوں کی ایک، حاکمیت تباہ کن ہیں، ۹ قسم کے زہر دریا نشہ کیے ہیں، ان زہروں میں سے ۹ زہر تو ایسے ہیں کہ انکو ذرا کتنی ہی کم مقدار میں استعمال کیا جائے تباہ کن ہو کر ہولناک، زہر اسلے بغیر نہیں رہتے، قاب، پیپٹھ سے تباہ کن، اسے خاص طور پر ان زہروں کے اثرات کو قیام کرنے ہیں۔

نفس زہروں میں سے ایک زہر زہر ہے، جب فانی ہیں اسکی تھوڑی سی مقدار جمع ہو جاتی ہے تو عرشہ اور تشیخ پیدا ہوتا ہے۔۔۔۔۔

۹ سے ۱۰ اور مقدار میں استعمال کی صورت میں نا اچھی کیفیت پیدا کر دیتا ہے، فرورال حلق کی جھلکی پر بھی حرکت کر دیتا ہے۔

تباہ کن ہیں کاربن مونو آکسائیڈ، کوئین، زہر، بھی پایا نہ تباہ کن، ٹیس کی شکل میں یہ زہر جب خون سے ملتا ہے تو اس کے سرخ، انور، اس قسم کا اثر ڈالتا ہے کہ وہ کسی طرح جذب کرنے کی صلاحیت کو ہٹاتا ہے، میں، از نتیجہ میں عارضی تنگی نفس پیدا ہو جاتی ہے۔

ہوا سے سگڑ نوش ذہن اور بوڑھے، لڑکے اور لڑکیاں اب بھی پتہ نہیں چل رہا ہے کہ اسکیس گے؟

مذہب اور سنجیدہ

"حبوت سے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں سنا کے ساتھ مذہبیت کے مفروضات شامل کیے گئے ہیں شامل کیے گئے ہیں، میں ہندو، ہیفت اور لیڈر نے اپنی ترکیبوں کو تسخیر کر لیا، (پا) بنو، "تسخیر انگیزی" نہایت وقار اور سنجیدگی میں تبدیل، گئی ہے جبکہ صوفیت اور سیاست میں مذہب کی نہیں مذہب تہذیب کی ہر ذکاوتی شریعت کوئی ہے۔

ہفتہ اسلامی، علی گڑھ

(اعلان التواہ)

اسلم یونیورسٹی کی انجمن اسلامی تاریخ و تمدن کے اس تحت جو ہفتہ، ستمبر میں منایا جائے والا تھا، اسکی اہمیت اس کے متعدد صاحب لکھتے ہیں کہ بعض وجوہ سے اب ہفتہ کا کی تاریخیں بڑھا دی گئی ہیں، اب وہ آخر اکتوبر میں ان شاء اللہ منایا جائے گا۔

نئی کتابیں

آج کل کے دور میں فیضانِ اسلام کے کارکنان اور مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے دل میں جو کچھ ہے وہ اسی کا بروہا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی زبانوں میں ہر جگہ ہے۔ یہ اسی کا بروہا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی زبانوں میں ہر جگہ ہے۔ یہ اسی کا بروہا ہے۔

(بقية صفحة ١)

کتابت

ہامس کے نقطہ نظر سے

سلسلہ صدق پیر (۱۹)

۱۱۔ تذکرہ شہیدانِ ہندوستان ص ۱۱۱ تا ۱۱۲ ملاحظہ فرمائیے۔ کتاب
تذکرہ عالمگیری ص ۱۱۱ ملاحظہ فرمائیے، اس لیے تحریر اور چھاپہ میں
مرحومہ کی تاریخ کے اور ۱۱۲ کی بجائے ۱۱۱ میں تصاویر اور پڑوں کی پابندی کی دیکھا
چاہیے کہ تاریخ کے ساتھ ایک نہ پہلے بیان کیے ہوئے ہیں کہ تاریخ خاص ہے
اور پیش سے اس کے بعد سے دو دو ہیں۔

(۲) بابا و گشت - ۱۰۰ غزل و غنائات زمانہ بزرگ عالمگیر - ۱۲۰ صفحہ قیمت ۱۰/-
جناب عبدالعظیم عثمان صاحب - ۱۶۲۰ - کا چٹاؤں - میر و لعل دکن -
سنبھل ضلع مراد آباد کی ایک غنائات کا دیوان غزلیات - بترجمہ ماکہ گاہکوں
رستا و فوج کی نظر ثانی کے لیے شائع کی گئی -

(۳) عید کا روٹ - شایع کردہ پیرزادہ مہدی القاسم - تہذیب بازار لاہور ۳۶۵

یہ لغافہ میں لکھ کر بھیجئے۔ اسے غیدہ کھڑ دیں۔ سفود اول کی پیشانی پر انبیاء کا
مشہور شعر: چین عرب ہمارا دلچ کھلا ہوا، اور حلقہ میں "عبد سجاد گنہ گار" کا طغرا۔
صفحہ ۳ پر دنیا سے اسلام کا رنگین نقشہ اور اس کی طرٹ پیشانی پر سورہ لقمان
کی آیت: "وَأَسْمِعْ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ أَنْ تُبَدِّلَ مَوَاقِعَ" لکھی ہوئی۔

رسائل

(۱۱) اصلاح . سداسی . ایڈیٹر مولوی ابوالایت ندوی . پنجمت
۶ صلی . قیمت سالانہ دہریتہ ، سرٹیکس بر . ضلع اعظم گڑھ .

سرے سے یہ ضلع (ضلع) کا درست اصلاح، غریب درگاہوں میں ایک انبیاؤں
نیشیت رکھتا ہے۔ یہ رسالہ اسی کا ترجمان (آرگن) ہے۔ تقریباً اسی نام کا رسالہ
الاصلاح اسکے قبل بھی نکلتا تھا۔ وہ باہوا تھا، یہ سہ ماہی ہے۔ وہ خواص کے
لیے تھا، اسکا مقصد عام کی خدمت ہے۔ دو ایک مضمون اس میں بھی دراز و پختہ ہیں
جو لوگ اس درس سے غافل یا دلچسپی رکھتے ہیں، ان کے لیے تو اسکا مطالعہ لازمی ہے
باقی عام ناظرین بھی اسے دلچسپ و مفید ہی پائیں گے۔

(۲) سہ ماہیہ نظامیہ - مرتبہ مولوی ابوالخیر کبجہ نشیں (نامنظاریہ) نجات
۱۹۶۷ مسقط - قیادت پیر پتہ، مکتبہ مکتبہ نظامیہ - مکتبہ حسینی علم - حیدر آباد دکن۔

وکن کا مدرسہ نظامیہ ایک مشہور و معروف دینی دارالہ ہے۔ یہ سالانہ اسکالرشپ
تاسیس کی مکمل بمقتل روزداد ہے۔ اور اس میں وہ علمی و دینی مقالے جمع کر دیے گئے
ہیں جو دہم تاسیس کے موقع پر پڑھے گئے تھے۔ لیکن مقالے اب بھی سب کے پڑھنے
کے لائق ہیں، مثلاً قاری عبد الرحمن صاحب کاسمیوں "تایخ قرأت و تجوید" پر، اور
مولوی محمد علی صاحب استاد جامعہ عثمانیہ کا مقالہ "آزادی نسواں" تو اس قدر ہے
کہ نگارش جو قیامتہ تمدن میں پورا فضل کروا جائے۔ زبان عربی و مقالہ مغز کے لحاظ

جس سحابے زیرِ ہم ازِ آپ ہیں اس کا نام کہکشاں ہے۔ اس کے ایک ستارے آفتاب کے کچھ حصہ کے انجماد سے زمین وجود میں آئی ہے ہمارے کہکشاں میں آفتاب جیسے کربڑوں ستارے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے مجموعہ اندازہ لگانا کہ مادہ کب وجود میں آیا، کتنے دنوں سکون کی حالت میں رہا، اُس میں کب غل راقع ہوا؟ ناممکن ہے۔ لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ اس میں غل ایک لاکھ ارب سال سے جت پہلے ہی واقع ہوا ہو گا۔ ہم سے قریب جو بڑا سحابہ ہے وہ اندرونیڈ کا سحابہ کہلاتا ہے اس کی شکل آپ اس رسالہ کے سرورق پر اس کے حصہ میں بائیں طرف دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے متعلق خیال ہے کہ یہ کم از کم ایک لاکھ ارب سال پہلے وجود میں آیا۔ ہمارے کہکشاں میں جو ستارے ہیں انکی پیدائش پانچ سے دس ہزار ارب سال پہلے ہوئی۔ کہکشاں کے ایک ستارے آفتاب سے ہمارے زمین آج سے تقریباً ۱۰۰ ارب سال پہلے پیدا ہوئی۔ اور اس زمین پر انسان کو آنے سے تین لاکھ برس سے زیادہ عرصہ ہوئے۔ نظام عالم کو سمجھنے کے لیے انسان کو زمین کثرت سے استعمال کرتا ہے۔ دورانی کو اسباب دہرے تین سو سال سے زیادہ نہیں ہوئے۔ انسان کی جہازت کی داد دینی پڑتی ہے کہ اسکو یہ قول سننے پر پیدا ہوئے عہدِ محمدؐ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے۔ اور یہ راہِ نکات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے!

بہارِ شاخِ شکر کہ حسین پڑا
پس میں پڑا پڑا پڑا پڑا

تاریخ

مضامین کے بارے میں خود رکنا باب ایڈیٹر سے کچھالے

سید ابرہہ بن

غیر لغوی

میں خود کتاب ایڈیٹر سے کچھ لے

محمد مرزا

کلمہ

نمبر ۲۱ - دوشنبه - ۲۹ - شعبان المعظم سنه ۱۲۸۵ - ۱۵ - ستمبر ۱۹۰۶ء - جلد ۴

[illegible]

بہترین تربیت یافتہ و تعلم فوج و جب یہ کراکے اور یہاں پہنچا تو
 کے ایک اور اشارہ پر جہاز پر چڑھا اور جہاز سے اتر کر پہنچا تو
 اس فوج کے ایک ایسے سپاہی آئے جہاں میں بھی وہ ایک ہفت لگانا
 پتا سب چھوڑ گیا، یہاں پہنچا تو اس نے اپنے پاس کی پٹائی میں سے ایک ایسا
 پٹا نکالا جو اس کے سر پر لٹکا ہوا تھا، اس نے اس پٹے کو اپنے سر پر لٹکا
 اور پھر اس پٹے کے ارد گرد اپنے ہاتھوں سے ایک بڑا سا گولہ بنا لیا
 لاشیں ہمارے یہ ساری مردوں کی لاشیں ہمارے یہ ساری لاشیں
 ہیں، اس نے اس گولے کو اپنے سر پر لٹکا کر اپنے سر پر لٹکا کر
 کے کھان کی کھان، اس نے اس گولے کو اپنے سر پر لٹکا کر اپنے سر پر لٹکا کر
 بے مثل، بے مثال، بے نظیر، اس جواب انضباط کی، انضباط کی عجیب و
 غریب، بے نظیر، اس نے اس گولے کو اپنے سر پر لٹکا کر اپنے سر پر لٹکا کر
 براہ پیش کرنا نہ لگا، گویا وہ اپنے آپ کو ایک آلاشوں اور کلماتوں سے
 جو کچھ ملتا تھا، اس کے دل میں اس پر جھلک رہی تھی، اس سب
 سے پاک، اس نے اس گولے کو اپنے سر پر لٹکا کر اپنے سر پر لٹکا کر
 اس نے اس گولے کو اپنے سر پر لٹکا کر اپنے سر پر لٹکا کر

پسحی باتیں

[illegible]

اسلام کے پیادوں کے لیے۔ یہاں نہ ٹریننگ اور سالانہ سمر سکوئوں کے کھیلے گئے، ایفٹر شیر کو رسوں کے شروع ہونے کا موسم آگیا۔ مدت اسکی چار ہفتے سے بس ایک ہی دو دن زاد ہوتی ہے۔ چاندز کیہ کو شروع ہوئی ہے شمس حساب والوں کی طرح شروع نہ جنتریوں کی نہ۔ یہاں نیات و نیست کے پیادوں کی۔ مسلمان جاں کہیں بھی ہونگے گرم ملک میں ہوں یا سرد ملک میں ملک و زم سے کھانا پینا چھوڑ دینا۔ دارین جانیں گے، چین میں ہوں، یا جاپان، ہندوستان میں، مصر میں ہوں، یا افغانستان میں، طرابلس میں ہوں، یا ایران میں، امریکہ میں ہوں، یا انگلستان میں، آسٹریلیا میں ہوں، یا پاکستان میں، شمال میں ہوں، یا جنوب میں، مشرق میں ہوں، یا مغرب میں، کوئی جغرافیائی فرقہ، انکی معدت است کی راہیں ساری نہیں ہو سکتی کوئی

113

یورپ اور امریکہ میں جو سائنس دان آج سے اڑھائی سو سال پہلے
دعائی قوت کے استعمال سے سرخ و سبز اپنے جلیں لڑتی، خوشحالی
اور تندرستی لایا۔ اس کے فوٹات برزنا کے فلسفی اور علما نے ذہن و بوجھ
کرنے میں نہیں بچا۔ وہ کہیں کہیں اس تعارضات میں ملکی حد پہنچ گئی۔ دنیوی
نرمی بہت انسانیت ہے۔ ان کی طرف ایک غلط انداز ڈالی اور یہ کہ اگر
اگلے وقتوں کے میں یہ لوگ انہیں کہیں نہ آو۔

اپنی راہ لی اور نہ ہی کی رفتار سے تیز، موٹا ہو گئی اور نہ ذاتِ سلوک کی حدیں
سمتیں گئیں اور مغربی پر آپ کی تناب کا یوں بالا ہوتا رہا۔ اور اب پیرانِ زمانہ
میں خدا اس کے ایک بندہ سے ان خلیقِ مٹا بہ کن مخالفت کی برکت کی ہے۔ وہ
سودی یا کائنات میں بلکہ عصرِ حاضر کے علماء و زعماء میں سائنس دان ہیں۔ سب سے سخی
پیر و فیسر و نوز مبارک۔

[illegible]

گذاشتہ دیر اندہ سو سال میں جو رہا ہے، اس سے کچھ دیر نہیں
 سمجھ سکتا ہے۔ یہ شیطان اور ان کی ترغیبات پر یقین رکھتا اور اس کے کبوتر
 پریشاں ہے۔ اسے اسے صرف شیطان کا کارنامہ ہی لگتا جاتا ہے اور اسے
 شریعت نے جو احکام پر نشان لگا جو ایمان لگتا اسے ترغیب دینا اور اس
 طرح حیات دینی میں اسے بھٹائی اور ناپوسی میں مبتلا کر دیا۔ اس نے
 خود اپنے اندر اس کے دل میں یہ وہم پیدا کر دیا کہ ہر شخص اپنی سمجھ بوجھ سے کہ
 بعض اپنی عقل سے اور سے ساری اپنی نوح آدم کی نجات اور بیہودگی کا
 شکیار اور بوجھ لگے اور ایک شکر کہ زندگی کی بنیاد رکھے اور انسان نے اسکا
 یہ امر یہ اور آزاد کیا اور آزاد خیالی کے نشہ میں چھوٹنے لگا۔ اور اس نے
 ان کے دل میں، ان ترغیبات پر سہارا اور معیاریں جو آجکل کے علماء کے
 پاس ہیں، ان کے ذہن پر چلا دی ہیں۔ ان کے ذہن پر چلا دی ہیں۔ ان کے
 ذہن پر چلا دی ہیں۔ ان کے ذہن پر چلا دی ہیں۔ ان کے ذہن پر چلا دی ہیں۔

1. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 2. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 3. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 4. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 5. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 6. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 7. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 8. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 9. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)
 10. *Chrysomelidae* (Colorado potato beetle)

آبادی بڑھتی شروع ہوئی اور صرف ایک اُنسیویں صدی میں یورپ میں، اگرچہ
نفس بڑھ گئے اور طرز اجایہ ہوا کہ انسان کی عمر بھی بڑھ گئی یعنی چوبیس
سے تالیس اور پھر ۴۰ سے ۴۵ سالوں میں مردوں کی اوسط
توقعِ زیست ۲۵ سال سے بڑھ کر ۶۰ سال سے بڑھ کر ۷۵
سال اور اس میں پر انسان کی زندگی کے دن طویل ہو گئے۔ لیکن یہ کسی
نہ اکیلے بندے نے نہ سہ چاکریہ دن شیریں کی طرح کہیں گئے ابھڑوں
کی طرح اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز کہ یہ ہوا کہ انسان کی زندگی
صرف بڑھ گئی بلکہ بہتر بھی ہو گئی اور اضافہ نہایت آسان ہو گیا ہے
یہ باتیں سنا گیا ہر لکھ میں بلوں کا بیان چھو گیا اور سرسبز و بہار پہنچنے
لگے اور گھر گھر شہر بہ شہر، ملک بہ ملک، تہذیب و تمدن کا سلسلہ قائم ہو گیا اور
کی افزائش بینوں کی روز افزائی کثرتِ لا انتہا فرید و فروخت۔

اور وہ بنیادوں کی چھڑی جس نے یہ انقلاب پیدا کیا اس میں گناہ تھا۔
 تھا۔ جس کی وجہ سے سید رشید اپنی طماننت اس کی ٹھنی میں آگئی۔
 اس طماننت کے کرشمے ہر طرف نظر آتے تھے۔ اس نے اپنے ہر طرف
 انیسویں کی نصفی کاٹھن تھی۔ ۶۰ سال بعد، سن ۱۹۰۰ء میں یہ نسل تیرہ اور تیس
 ہو گئی۔ قابل مشرت چیزوں کی تعداد دو دن در دو رات بڑھ گئی ہوئے لگی۔
 بوڑھے سائیکھیں، اور استاد باڑی، اور بھلی کی، و خنی اور ایک ہزار کائیاں
 و دوا، اور پوائی جہا، اور افعصل آلات و ادویات، اور آبیہ، و درختیاں
 اور زہریاں آگئیں۔ ایسی اشیاں خود دینی جو دیکھنے اور نہکھنے میں بھی آتی
 معلوم ہوتی تھیں، انھیں بھی، مصنوعی تہوہ اور پھر مصنوعی رستم، انھیں
 سے، مصنوعی تہوہ اور پھر مصنوعی تہوہ اور پھر مصنوعی تہوہ اور پھر
 کہ بلکہ، باب و راحت پیدا ہو گئے۔ لہذا انھوں نے خوش مالی بنے، یاں فرحت۔

اس نمونہ پر ہیں سیاست سے بچہ نہیں ہے لیکن یہ مل کر کرنا کہہ کر
دولت فریضی اور تجارت کی اس گرم بازار کی بے مقدار سیاسی ماضی نظام پیدا
کر رہے ہیں۔ اس وقت یورپ اپنے گروہوں اور دشمنوں کے ساتھ ایک غم انگیز انسان بن
چکا ہے۔ اور خدا کی بقیمہ وسیع دنیا اس ٹھونک کے معانات میں غمزدہ ہو گئی
شہر ریوں کے معانات و آوارہ رویا بدنامی کا بیڑا اٹھایا اور وہاں
نہیں اور تجارت پھیلے اور تجارت کے جلوس دریا کو اپنے سایہ عاطفت
میں لینے کے لیے جانڈے لہرے لگے اور پہلے اگر سیاست میں جبر و تشدد کے کلام
اور جبر تھا تو اب ماضی دور کی معادلت سے ماضی طریقے ابطال ہو گئے
لے۔ دنیا کے تجارتی تعلقات کے انضباط کے یہ ہر طرف اس - آزاد
تجارت - خوش حال علی کے فوسے بلند ہوئے نہ مروت - البتہ خشاکوں سے
اپنی ہر بات سے یہ جانوں کو ترشے دیے اور اسے ترشے دیے کہ دنیا فرستوا
رہنما اور قوموں میں بٹ گئی اور بین الاقوامی الیاتی سرمایہ جس کی
کے ذریعہ گنتی کے بد بختوں کے ہاتھ میں تھی ہوا کے چرم اور بلی کی لہروں
آگے اور بے کلام رہا اور فرشتہ برکت اور شمس کی غامبی کی بلی کی
بے چوہے لگا۔ یہ شمسیت کا غامہ کرنے والے حویٹے کے ظہور و آمد
ہو گئے تھے شمسیت کا یہ زمانہ ہے اصل شمسیت -

پہلے سے تو اس کی مشینوں پر کام کیا کرتے تھے۔

سورة البقرة ع ۱۱ و ۵

۱. ملل و ملت

(عبدالحمید)

۱۱۱ دالین کفر دا

گوئی کہ میں نے اپنی طرف سے اس میں
بے حد ہمت و شجاعت کا مظاہرہ کیا ہے

۱۰۔ بیادِ مرطوب : اگر فوسق اترے سے بھی اس وقت تک یاد کو تیرا نہ اٹھام تو

ان کو ملے بلکہ وہ اپنے نو اہل بیت
اور اہل بیت کو ملے و اہل بیت کو ملے

میں سے تم پر ہوا، اور پھر اہل بیت کو ملے
اور پھر اہل بیت کو ملے

سیرت مجہدی سے

”بعض اہل جنت کے ذکر میں ذرا متحلیٰ لیے مبینہ (یعنی واضح) نظم (یعنی ہدف) کا
 ابھی گزر چکا ہے۔ اور اہل جہنم کے ذکر پر جمع نظم (آیات) استعمال ہو رہا تھا۔
 بعض اہل الحائث نے لکھا ہے کہ بد وقت الظہار خصوصیت کا اور شفقت کا
 تھا اس لیے ”بیری“ ہی مناسب تھا۔ اور اب کل جاگناہ جلالت و اوتار
 کے اظہار کا ہے۔ اس لیے ”یاں“ نامی ہی موزوں ہے۔

۴۴۰ معصومہ الملک: یعنی دوزخ کے واسطے۔ وہ لہجہ جو دوزخ کے پڑچکے۔ گویا وہ دوزخ ہی کی آلودگی ہے۔

المراد به الملازم (دواعب) بمعنى الصفة المترتبة بالشيء والناظر في
العرف ان يتطابق على الملازمة (موضح)

گوئی جو لوگ نماز، شریعت سے انکار اور تافان الہی کی گناہ میں
لگے رہتے ہیں، وہ دنیا، مستقل تعلق، روزِ آخر اور آتشِ ہوز سے بیدار کر لیتے ہیں۔

آخرت میں یقین مجسم اور مشکل نہ ہو جائے گا۔
 حضرت کے مزار آتشیں اور اسکے در: امر و معاد کے حوالوں سے بات کرنے کے

”خداوند سلطنت کرتا ہے۔۔۔ ایک بیگم، ایک لڑکے کے ساتھ ہے۔“

اور ان کے دشمنوں کو ہرگز نہ جلاتی ہے" (تہذیب ۹۰: ۳۱)

اور افسوس آگے کی بعضی چیزوں میں گئے۔ وہاں روزنامہ اور انہوں

۱۲ - ۴۹ : (سجی) ۶۰ - ۷۵

۱۳ - ۸۰ : (سجی) ۸۱ - ۹۵

۱۴ - ۹۶ : (سجی) ۹۷ - ۱۱۰

۱۵ - ۱۱۱ : (سجی) ۱۱۲ - ۱۲۵

۱۶ - ۱۲۶ : (سجی) ۱۲۷ - ۱۴۰

۱۷ - ۱۴۱ : (سجی) ۱۴۲ - ۱۵۵

۱۸ - ۱۵۶ : (سجی) ۱۵۷ - ۱۷۰

۱۹ - ۱۷۱ : (سجی) ۱۷۲ - ۱۸۵

۲۰ - ۱۸۶ : (سجی) ۱۸۷ - ۲۰۰

۲۱ - ۲۰۱ : (سجی) ۲۰۲ - ۲۱۵

۲۲ - ۲۱۶ : (سجی) ۲۱۷ - ۲۳۰

۲۳ - ۲۳۱ : (سجی) ۲۳۲ - ۲۴۵

۲۴ - ۲۴۶ : (سجی) ۲۴۷ - ۲۶۰

۲۵ - ۲۶۱ : (سجی) ۲۶۲ - ۲۷۵

۲۶ - ۲۷۶ : (سجی) ۲۷۷ - ۲۹۰

۲۷ - ۲۹۱ : (سجی) ۲۹۲ - ۳۰۵

۲۸ - ۳۰۶ : (سجی) ۳۰۷ - ۳۲۰

۲۹ - ۳۲۱ : (سجی) ۳۲۲ - ۳۳۵

۳۰ - ۳۳۶ : (سجی) ۳۳۷ - ۳۵۰

۳۱ - ۳۵۱ : (سجی) ۳۵۲ - ۳۶۵

۳۲ - ۳۶۶ : (سجی) ۳۶۷ - ۳۸۰

۳۳ - ۳۸۱ : (سجی) ۳۸۲ - ۳۹۵

۳۴ - ۳۹۶ : (سجی) ۳۹۷ - ۴۱۰

۳۵ - ۴۱۱ : (سجی) ۴۱۲ - ۴۲۵

۳۶ - ۴۲۶ : (سجی) ۴۲۷ - ۴۴۰

۳۷ - ۴۴۱ : (سجی) ۴۴۲ - ۴۵۵

۳۸ - ۴۵۶ : (سجی) ۴۵۷ - ۴۷۰

۳۹ - ۴۷۱ : (سجی) ۴۷۲ - ۴۸۵

۴۰ - ۴۸۶ : (سجی) ۴۸۷ - ۵۰۰

۴۱ - ۵۰۱ : (سجی) ۵۰۲ - ۵۱۵

۴۲ - ۵۱۶ : (سجی) ۵۱۷ - ۵۳۰

۴۳ - ۵۳۱ : (سجی) ۵۳۲ - ۵۴۵

۴۴ - ۵۴۶ : (سجی) ۵۴۷ - ۵۶۰

۴۵ - ۵۶۱ : (سجی) ۵۶۲ - ۵۷۵

۴۶ - ۵۷۶ : (سجی) ۵۷۷ - ۵۹۰

۴۷ - ۵۹۱ : (سجی) ۵۹۲ - ۶۰۵

۴۸ - ۶۰۶ : (سجی) ۶۰۷ - ۶۲۰

۴۹ - ۶۲۱ : (سجی) ۶۲۲ - ۶۳۵

۵۰ - ۶۳۶ : (سجی) ۶۳۷ - ۶۵۰

۵۱ - ۶۵۱ : (سجی) ۶۵۲ - ۶۶۵

۵۲ - ۶۶۶ : (سجی) ۶۶۷ - ۶۸۰

۵۳ - ۶۸۱ : (سجی) ۶۸۲ - ۶۹۵

۵۴ - ۶۹۶ : (سجی) ۶۹۷ - ۷۱۰

۵۵ - ۷۱۱ : (سجی) ۷۱۲ - ۷۲۵

۵۶ - ۷۲۶ : (سجی) ۷۲۷ - ۷۴۰

۵۷ - ۷۴۱ : (سجی) ۷۴۲ - ۷۵۵

۵۸ - ۷۵۶ : (سجی) ۷۵۷ - ۷۷۰

۵۹ - ۷۷۱ : (سجی) ۷۷۲ - ۷۸۵

۶۰ - ۷۸۶ : (سجی) ۷۸۷ - ۸۰۰

۶۱ - ۸۰۱ : (سجی) ۸۰۲ - ۸۱۵

۶۲ - ۸۱۶ : (سجی) ۸۱۷ - ۸۳۰

۶۳ - ۸۳۱ : (سجی) ۸۳۲ - ۸۴۵

۶۴ - ۸۴۶ : (سجی) ۸۴۷ - ۸۶۰

۶۵ - ۸۶۱ : (سجی) ۸۶۲ - ۸۷۵

۶۶ - ۸۷۶ : (سجی) ۸۷۷ - ۸۹۰

۶۷ - ۸۹۱ : (سجی) ۸۹۲ - ۹۰۵

۶۸ - ۹۰۶ : (سجی) ۹۰۷ - ۹۲۰

۶۹ - ۹۲۱ : (سجی) ۹۲۲ - ۹۳۵

۷۰ - ۹۳۶ : (سجی) ۹۳۷ - ۹۵۰

۷۱ - ۹۵۱ : (سجی) ۹۵۲ - ۹۶۵

۷۲ - ۹۶۶ : (سجی) ۹۶۷ - ۹۸۰

۷۳ - ۹۸۱ : (سجی) ۹۸۲ - ۹۹۵

۷۴ - ۹۹۶ : (سجی) ۹۹۷ - ۱۰۱۰

۷۵ - ۱۰۱۱ : (سجی) ۱۰۱۲ - ۱۰۲۵

۷۶ - ۱۰۲۶ : (سجی) ۱۰۲۷ - ۱۰۴۰

۷۷ - ۱۰۴۱ : (سجی) ۱۰۴۲ - ۱۰۵۵

۷۸ - ۱۰۵۶ : (سجی) ۱۰۵۷ - ۱۰۷۰

۷۹ - ۱۰۷۱ : (سجی) ۱۰۷۲ - ۱۰۸۵

۸۰ - ۱۰۸۶ : (سجی) ۱۰۸۷ - ۱۱۰۰

۸۱ - ۱۱۰۱ : (سجی) ۱۱۰۲ - ۱۱۱۵

۸۲ - ۱۱۱۶ : (سجی) ۱۱۱۷ - ۱۱۳۰

۸۳ - ۱۱۳۱ : (سجی) ۱۱۳۲ - ۱۱۴۵

۸۴ - ۱۱۴۶ : (سجی) ۱۱۴۷ - ۱۱۶۰

۸۵ - ۱۱۶۱ : (سجی) ۱۱۶۲ - ۱۱۷۵

۸۶ - ۱۱۷۶ : (سجی) ۱۱۷۷ - ۱۱۹۰

۸۷ - ۱۱۹۱ : (سجی) ۱۱۹۲ - ۱۲۰۵

۸۸ - ۱۲۰۶ : (سجی) ۱۲۰۷ - ۱۲۲۰

۸۹ - ۱۲۲۱ : (سجی) ۱۲۲۲ - ۱۲۳۵

۹۰ - ۱۲۳۶ : (سجی) ۱۲۳۷ - ۱۲۵۰

۹۱ - ۱۲۵۱ : (سجی) ۱۲۵۲ - ۱۲۶۵

۹۲ - ۱۲۶۶ : (سجی) ۱۲۶۷ - ۱۲۸۰

۹۳ - ۱۲۸۱ : (سجی) ۱۲۸۲ - ۱۲۹۵

۹۴ - ۱۲۹۶ : (سجی) ۱۲۹۷ - ۱۳۱۰

۹۵ - ۱۳۱۱ : (سجی) ۱۳۱۲ - ۱۳۲۵

۹۶ - ۱۳۲۶ : (سجی) ۱۳۲۷ - ۱۳۴۰

۹۷ - ۱۳۴۱ : (سجی) ۱۳۴۲ - ۱۳۵۵

۹۸ - ۱۳۵۶ : (سجی) ۱۳۵۷ - ۱۳۷۰

۹۹ - ۱۳۷۱ : (سجی) ۱۳۷۲ - ۱۳۸۵

۱۰۰ - ۱۳۸۶ : (سجی) ۱۳۸۷ - ۱۴۰۰

۱۰۱ - ۱۴۰۱ : (سجی) ۱۴۰۲ - ۱۴۱۵

۱۰۲ - ۱۴۱۶ : (سجی) ۱۴۱۷ - ۱۴۳۰

۱۰۳ - ۱۴۳۱ : (سجی) ۱۴۳۲ - ۱۴۴۵

۱۰۴ - ۱۴۴۶ : (سجی) ۱۴۴۷ - ۱۴۶۰

۱۰۵ - ۱۴۶۱ : (سجی) ۱۴۶۲ - ۱۴۷۵

۱۰۶ - ۱۴۷۶ : (سجی) ۱۴۷۷ - ۱۴۹۰

۱۰۷ - ۱۴۹۱ : (سجی) ۱۴۹۲ - ۱۵۰۵

۱۰۸ - ۱۵۰۶ : (سجی) ۱۵۰۷ - ۱۵۲۰

۱۰۹ - ۱۵۲۱ : (سجی) ۱۵۲۲ - ۱۵۳۵

۱۱۰ - ۱۵۳۶ : (سجی) ۱۵۳۷ - ۱۵۵۰

۱۱۱ - ۱۵۵۱ : (سجی) ۱۵۵۲ - ۱۵۶۵

۱۱۲ - ۱۵۶۶ : (سجی) ۱۵۶۷ - ۱۵۸۰

۱۱۳ - ۱۵۸۱

کی نرا پسینے (منہی - ۲۵ : ۳۱ : ۳۶)

میں نے یہ سب کچھ لکھ دیا ہے۔ (۱۰۰) میلے جہاں اسکا تیرا میں مرا اور ال میں
 کیجئے۔ (۱۰۰) میلے جہاں اسکا تیرا میں مرا اور ال میں
 (۱۰۰) میلے جہاں اسکا تیرا میں مرا اور ال میں

اندر لافش تغییر که در این نوبت پیدا شده است، علاوه بر تیرگی چشم، سوزش و خارش و خفگی
و تعادله طبعی و الحاحی است و اینها را باید در نظر گرفت و در صورت لزوم باید به پزشک مراجعه کرد.

35. *St. J. O. ...*

[illegible]

ج۱ - تم استعصم علیہ بقیہ انما در اغیب -

اور غاؤنی ایک نیا اور غاؤنی والا (سے) رو ہے جس کی فستوں: اجسم
کے عذاب کا دورام۔ اور ازل: نسبت۔ اور اجسم کا کہیں ایسے ایسے مقام سے

[illegible]

۱۵۵۰ حضرت امیر المومنین علیہ السلام عرفانِ حق ثم شامی ثم حجازی و از شمس و از قمر
سے شہور ہوئے۔ بتلین جیسے۔

ایک بی بی لمجرہ علیہا السلام، مصری کے بطن سے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام
 سے۔ یہ نسل بنی اسماعیل کہلاتی ہے اور آگے مل کر قریش اسی کی ایک شاخ بنی اسد

الغزوہ یمن عرب - ۱ -

علیہ السلام کے فرزند حضرت یعقوب مرتضیٰ حضرت اسرائیل علیہ السلام کے - یہ

اکس: تھا، شام ہی کا جز: تھا۔

لیکن اسکے توبیخ میں اس درجہ کی اہمیت ماحصل نہیں۔

انبیاء و مرسلین ان میں ہوتے رہے۔ بڑے بڑے غلام و آزادان میں پیدا ہوا کیے

کے وقت انکا نیویں استاد روت ہوئی رخصت ہو چکا تھا۔ اپنے وطن سے نکل کر

عراق، مصر و غیر، اطراف و چاروبابیں پہلے سے اور اسے سب سے
 حجاز و اطراف حجاز، خصوصاً یثرب (جس کا نام بعد کو مدینہ یعنی چڑا) اور

موانی تیرب میں الجاؤ پڑ چکے تھے۔ بنی اسرائیل کو ایسا بھی دشمنی آگیا تھا۔
 مذہبی حیثیت سے یہ لوگ جہاد تھے۔ اہل کتاب تھے۔ تہذیب و اخلاق میں مستند تھے۔

جو کہ تعلیم سہرہاں موجود ہے، دریا ان میں - سلسلہ: دھن بھٹ: از عہدہ
 حماد سزا کے کسی نہ کسی صورت میں قابل تھے - علوم انبیاء: سمارت اور لیاؤ

کے حامل تھے۔ والدہ ارنہ تھیں۔ سانبیکار تھے۔ ساندر ہی سفلی عظیمات، سکرا کما
نیز ستھارت سے بھی ٹپ ماہر تھے۔

حجاز کی آبادی میں اس دینی و دنیاوی تفوق کی بنا پر اجماعیت انھیں اچھی
نہ تھی۔ ماحول تھی۔ فلک کی عام آبادی شرک و کفر اور ریت پرستوں کی تھی۔ وہ

ابو بکر ایک بار سے تو یہ دو کے شرم و غفلت کے قائل اور ان کی دینی واقفیت سے
اسے مرعوب تھے اور ان کے ہونے کا ان کے ہونے کا کہتے تھے۔

از پیروان و پیروان اکثر! حیوان! نفس کو شکل گنا جانستے تھے۔ اور عیناً گناہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 فی اللہ سیدنا بالیقین وصدقہ ہمارا ہوتا ہے۔ اور جو بھی بات لیکر آیا اور جس نے اسکو پھانسا وہی لوگ ہرگز نہیں۔

ایڈیٹر۔ عبدالماجد

چتر۔ دریا پاد۔ طبع بارہنگی

تائب و حکیم عبدالنوی

مضامین کے بارے میں مراسلت کیجئے کی جائے

صدائے لکھنؤ

(پندرہویں سال ۱۳۹۱ھ)

چند اور انتہائی اور

کے مطلق خط و کتابت دفتر اس پتہ پر

محمد عبدالرؤف عباسی مہتمم صدق

موجودہ آباد پولیس۔ گولڈنگ۔ لکھنؤ

چند سالانہ
 ششماہی

بروز ہفتہ۔ شنبات

نیمت فی پوچھ اور

سیرہ ۲۵ || دو شنبہ - ۲۸ - رمضان المبارک ۱۳۸۵ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء جلد ۷

بچی باتیں

بہتر و شائق کی خاتون جدید نے احساس کر لیا ہے کہ سن خیال اور
 دنیا کی تازگی، اس کا نہ صرف سبب بنتی ہے بلکہ اس کا پیدائشی
 حق بھی ہیں۔ سنسکرت کے سالوں نے عورت کو کنول سے تشبیہ
 دی ہے اور کہا ہے کہ عورت کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہوا اسکا
 جسم بھول کی طرح نازک ہوا جلد نرم و ملائم ہوتی کنول کی طرح
 اور آنکھیں ہرن کی بھی جوں جوں۔ چال ہنس کی طرح ہو۔ لباس
 سنو بخ رنگ کا ہو اور زیور اس سے لہی ہو۔ اس غیل کو پیش نظر
 رکھ کر خاتون نو نے ہندوستان کے بہترین منظر حسن سے اپنی نو
 نگائی ہے، یعنی ناچ سے۔ وہ دن گئے، جب یہ فن لطیف حقیقت
 و ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ اب اس فن نے اپنا چہرہ ہی مروج و
 اعزاز حاصل کر لیا ہے، جو زمانہ قدیم میں اس کا تھا۔ اب
 لڑکیاں ملی العموم، خاص کو اپنے کہاں خاص میں شمار کرنے لگی
 ہیں اور اسکے ذریعہ سے ان کے ہند سے ہند جو ملے اب پھر پورے
 ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ (مستردہ، اس ۱۶ اکتوبر ۱۳۸۵ء)

لکھا نیکی۔ اپنی بیگیاؤں سب سے اپنی رتاسی کی داد نیکی۔ خیر ہمارا سال
 قبل ان کی مائیں اور ادیاں بھی اسی طرح ماجی تھیں۔ دیویوں اور
 دیوتاؤں کو ناچ ہی ناچ کر خوش کیا تھا۔ دیوی مائی زرد پتہ نامی بھی نہ پھرتے
 — آزاد وہ خوش ہے کہ اسکی پڑائی تہذیب نڈر ہو رہی ہے۔ وہ
 شرامیں رہی ہے۔ غرض کہ یہی ہے کہ اس کی مذہبی تہذیب و عہد نبوت کے
 غالب راہ میں سے اسے جان پڑ رہی ہے۔ انچھوں کی ان بولی تہذیب کے
 اثبات اور کا۔ اور اسے۔ ہندو تہذیب کے فخر کی تہذیب سے مل کر لکھا
 پھر پھیلنے پھیلنے کا موقع ملا۔ علیٰ ہر تہذیب کہ زیر سایہ حمایت برطانیہ از
 سر نو ترقی اور آزادی نصیب ہوئی!

ہندی تہذیب اس باب میں اکیلی سب سے ناچ کا درجہ اور نیچا
 درجہ تو مصری تہذیب، گھڑائی تہذیب، یونانی تہذیب، رومی تہذیب،
 ہر نیچا اور تہذیب میں ایسا ہی رہا ہے۔ فنون لطیفہ میں ایک ممتاز مرتبہ
 اس فن لطیف کا تو ساری ہی عالمی تہذیبوں نے قرار دیا ہے۔ ادیب
 "صاحب" کے دس میں اسکی جیسی قدر ہو رہی ہے! بالکل غائب ہے۔ اس پر
 ضرب تو اسلام نے آکر لگی تھی اور گلے، سبب سے، نقاشی
 کی طرح اسے بھی حرام ٹھہرایا تھا۔ سبب یہ کہ ہندوین عالمی کے پردوں اور
 پرستاروں کو، کہہ سکتے ہیں دآئین کے دن چہر ایک بار پھر آئے! مبارک
 ہو دین سجدہ کے عہد داروں کو، اسلام کے ان کے "پانچویں کالم" کو کہ
 انکی محنت ٹھکانے لگی، انکی خوشیں بار آور ہوئے گئیں، ان کے مسلسل
 پیوستہ بننے د خیران اسلام کو پورے سے نکال نکال کر تان جلائی کی
 ترقی یافتہ صفوں کے کتنا قریب لا کر رکھ دیا!
 ہاں خدا یا ان کمن اذنت دست بخت!

۲۰۰۰ تسلیم یافتہ ہندو دنیا کے مشہور و معزز ترجمان انگریزی روزنامہ ہندو
 (در اس) کے مقالہ نگار خصوصی کی ہے۔ اور آواز تھا اسی کی کب ہے؟
 کا۔، بھٹی، (آباد، جہاں کہیں، اور جو بھی معزز ہندو روزنامے ہیں سب
 اسی کے ہم آواز ہیں۔ ہندو عورت پڑھ لکھ کر بی بی (ایم اے)
 کی ڈگریاں ملے کر، پونیورسٹی کی ڈی سی ڈی سندیں ملے کر اب اسے کی
 تحریر کی۔ باپ، بھائی شوہر سب کے سامنے اپنے رخصت کے کراہت

سورة البقرة، رکوع (۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(از عبد المجید)

۵۲۔ ثم عفوًا عنکم من بعد ذلک
 ۵۳۔ واذ انبیاؤنا علی الکثیبة یعرفان
 ۵۴۔ واذ قال بنو لوط لوالدہما یا قوم انکم
 ۵۵۔ فاعلموا انکم فیہم لکاذبین
 ۵۶۔ واذ انبیاؤنا علی الکثیبة یعرفان
 ۵۷۔ واذ قال بنو لوط لوالدہما یا قوم انکم
 ۵۸۔ فاعلموا انکم فیہم لکاذبین

۵۲۔ یعنی عفو کر دیا۔ اور تم میں سے ایک خاص گروہ کی مزیابی کے بعد۔
 ۵۳۔ چاہیے تو یہ تھا کہ گوساں پرستی اور شرک جیسے انہماں جرم کی سزا ساری قوم کو ملتی۔ جن لوگوں نے شرک اور فحشاء و فحش کی اور جو غاموشی سے یہ تماشا دیکھتے رہے تھے، انہیں سکوت میں آئیں اور اعانت جرم کی۔ لیکن سزا ساری ایک خاص گروہ کو مل گیا جیسا ابھی آتا ہے اور باقی لوگ تو بہر شفاء کے بعد بچ گئے۔
 ۵۴۔ (کہ) سیاسی اور مذہبی توجہ بہ شرفیت اور ملازمہ انسانیت ہے۔ اور اس موقع پر بنی اسرائیل کی توجہ بہ طاعت پر ثبات یعنی
 ۵۵۔ یعنی توبہ۔ قرآن مجید میں مطلقاً کتاب کا لفظ علاوہ قرآن کے توبہ کے لیے بھی آیا ہے
 ۵۶۔ فرقان کے لغوی معنی ہیں جو حق و باطل میں فرق کر دے۔ فرق کیا جگہ کے کائنات میں فرق ہے۔ یعنی الباطل، فرقان (السان) الفرقان ایک نام ہے قرآن کا اس لیے کہ قرآن حق و باطل، علوی و دنیوی کے درمیان فرق ہے۔ اور اسی نسبت سے اس کا الحاق علاوہ قرآن کے توبہ و توبہ کے لیے بھی جو سکنا ہے کہ یہ کتاب فرقان ہے حق و باطل کے درمیان مقام میں صدق و کذب کے درمیان آواز ہے اور اچھے اور بُرے کے درمیان اعمال میں (خیر و شر) میں الفرقان لے کر بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا
 ۵۷۔ یہ کہ الفرقان کا معنی تفسیر ہے الکتب پر اور مراد دونوں کے ایک ہی ہے یعنی توبہ۔ توبہ کے دو معنی ہیں، ایک عفو و کما عفو اور دوسرا عفو و عفو فرقانیت۔ ان کے لحاظ سے اُسے الکتب کہا گیا اور دوسری کے لحاظ سے فرقان۔

۵۵۔ واذ انبیاؤنا علی الکثیبة یعرفان
 ۵۶۔ واذ قال بنو لوط لوالدہما یا قوم انکم
 ۵۷۔ فاعلموا انکم فیہم لکاذبین

(۱) مراد اس سے توبہ اپنے جہاں انجام دینا۔ بشرطیکہ کہ ایمان سے ہے۔ ابن عباس اور
 (۲) تبت سے تائبین کا یہی مذہب ہے۔ یہ کتاب الہی فرقہ بین الحق والباطل۔
 (۳) مراد وہ عجزات میں جو حضرت موسیٰ کو عجزات سے تھے۔ انہما عجزات عجزات
 (۴) مراد ہے وہ نوح و قابیل جو بنی اسرائیل کو حکومت فرعون نے مقابلہ میں علاوہ
 (۵) النضر الفرج الذی آتاه اللہ بنی اسرائیل علی قوم فرعون (کبرا)
 (۶) یودکا عتید ہے کہ لکھی ہوئی کتاب توبہ کے علاوہ زبانی بھی ہوتے
 (۷) سائل اسرار کی تعلیم حضرت موسیٰ کو ہوئی تھی اچانک سے سینہ بہ سینہ
 (۸) نسلاً بعد نسل انکی قوم میں منتقل ہوتے چلے آ رہے ہیں، سو یہ وہ کے نفع کے خیال سے
 (۹) فرقان سے مراد اس علم سفینہ کے علاوہ یہ علم سینہ ہے۔
 (۱۰) راد انہیں لے تو چلے ہی چکی تھی۔ اب کتاب اس لیے نازل فرمادی گئی کہ
 (۱۱) ایک مستقل و مرتب دستور اسلحہ کے لیے انہوں میں ہے اور انہیں پائیں۔
 (۱۲) (بعد اسکے کہ بنی اسرائیل شرک اور گوساں پرستی کے ترک ہو چکے تھے)
 (۱۳) کہ توبہ میں درج ہے جا پا کر پھر شرک اور ممانعت پرستی کی سبقت پر آئے
 (۱۴) توبہ میں ہے۔
 (۱۵) اور موسیٰ نے کہا کہ آج عذاب کے لیے تپنے میں مخصوص کرو۔ پس
 (۱۶) اپنے بیٹے اور بھائی پر حملہ کر کے مار دے۔ انہیں بکرت دیئے اور (خروج ۲۷: ۲۸)
 (۱۷) فیہم لکاذبین میں انہوں نے ظلم کیا تو انہیں آواز توبہ کی تھی۔
 (۱۸) العذاب للسیبۃ لان الظلم سبب للتوبۃ (روح)
 (۱۹) (اپنے اقدار سے)۔ یعنی مجرمین کو غیر مجرمین میں منتقل کریں۔ فلیقتل الذی لم یجمل
 (۲۰) الذی مہلہ (ابن عباس)
 (۲۱) شرک شریعت موسیٰ میں توبہ داری کا بھی ایک سنگین جرم تھا سزا موت تھی۔
 (۲۲) چنانچہ توبہ میں شرک اور شرک کے لیے یہ تصریح ہے کہ
 (۲۳) "اُنس مرد یا اُنس عورت پر بیان تک بھرا دیکھو کہ وہ مرد یا عورت
 (۲۴) گواہوں کے ہاتھ اس پر پلے نہیں آتا کہ اسکو قتل کریں اور ان کے بعد
 (۲۵) باقی سب لوگوں کے ساتھ۔ تم یوں ہی اپنے پیچ سے شرارت کو نیست
 (۲۶) دناؤ دیکھو۔" (شعنا ۵: ۱۰-۱۱)
 (۲۷) اور ظاہر ہے کہ شریعت کا نفاذ خود صاحب شریعت کے سامنے نہ ہوتا؟ شرک کے
 (۲۸) مجرمین پر پکار کر سامنے لائے گئے اور اپنے ہی بھائی بھائی کے ہاتھوں موت
 (۲۹) کے گھاٹ اترے۔ توبہ میں ہے:-
 (۳۰) تم میں سے ہر مرد اپنی گھر پر تلوار باغی ہے اور ایک دروازہ سے دوسرے
 (۳۱) دروازہ تک تمام لشکر گاہ میں گزرتے ہیں۔ اور ہر مرد تم میں اپنے بھائی کو
 (۳۲) اور ہر ایک آدمی اپنے دوست کو اور ہر ایک آدمی اپنے قریب کو قتل کرے۔

۱۰۔ ثم بلّغتم بن عبد توکل۔ پھر ملا اٹھا یا ہم نے تم کو تمنا سے
سکھانے کا ارادہ کیا۔ مگر تم نے اسے شکر گزار کر دیا۔

اور بنی لادی نے موسیٰ کے کھسکے کو مرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس دن لوگوں
میں سے قریب تین ہزار مرد اسے پٹے (خروج) پر لے گئے۔ (۲۸: ۲۷: ۲۶)
تاکہ انہیں اس ملک میں قتل کر دیں۔ مگر یہی الہامی حکم تھا۔ اور انہیں
عموماً اس طرح لگے ہیں۔ والہ اللہ! انہیں قتل کر دینا تو ان کی اپنی
علاقہ میں سن (عسکری) اور (روح) اور (جنگ) سے سنی کو چھوڑ کر ظاہر ہے ہمارے
عادلان کر کے قتل کر کے "نی" مجاہدہ اور یا صلت یا نفس کشی کے لینا ایسی نقلی سن
کے مطابق ہے نہ کسی عقلی دلیل کے۔

۱۱۔ دافنہ قتل تو تاریخ اسرائیل کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ تو یہ سب
سنہ ابھی گزر چکا ہے۔ سب سے زیادہ نقل میں اس کے حالات کوئی لکھا موجود نہیں۔
"وہی عقل" سر خدا اسلام دنیا کے پرے پر وہ کون سی پاگل ملک سے ہے جو
تینوں ڈاکوؤں، نقشب زبوں کو محض مافی الملک کر کے پر چھوڑ دیتی ہے؟
اس "خیر" اور بہتری کا تصور عالم آخرت میں ہو گا۔ یعنی نجات، مغفرت اور
جناہ کی گنجی سے پاک و صاف ہونا۔

یہی مناجات شریعت اسلامی کا بھی ہے۔ رہنما اس وقت، دنیا کا رہی و شیر
جن میں جرائم کیلئے حدود مقرر ہیں اور دنیا میں صحت نہیں ہو سکتے خواہ جرم
کیسے ہی سہی دل سے تائب ہو۔ البتہ اجر اسے عذر کے بعد یہ امید عذر و تمام ہو جائے
ہے کہ وہ آدم، تائب، شریعتی، عاقل و معقول، پاک و صاف عالم ہو گا۔
۱۲۔ من حیث القوم۔

سزا صرف انہیں افراد کو ملی جو شرک سے مجرم، فتنہ اور غلامی تباہی کا
بڑا حصہ جو صحت اپنی غلامی سے شرک و جرم اور اس کی خطا صحت ہو گئی۔
۱۳۔ دنیا کی بہت سی گمراہ قوموں کا یہ عقیدہ رہ چلا ہے اور آج بھی ہے (مثلاً)
بد مذہب والوں کا کہ خدا کو صحت کرنے کا کوئی اختیار ہی نہیں، کیونکہ وہ خود
قانون ملکات عمل کا پابند ہے۔

قرآن مجید سے تو یہ قبول تو ہے کہ مسلمان جو بار بار دوزخ یا جہنم، عجب نہیں
اسکی ایک ملکیت میں سے ان گمراہ قوموں کی تردید تو۔
۱۴۔ یعنی تمہاری قوم کے ستر ہزار سے زیادہ لوگ مرنے۔

تاریخ اسرائیل کے اہم ترین واقعات دو ہر اس کے بارے میں اور اسرائیلیوں
بڑا انکی قومی تاریخ سے حجت قائم کی جا رہی ہے۔ اب ذکر اس وقت کا ہے جب
حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر ہزار لوگوں کو قوم کو ہجرت لے کر لشکر لگا دے کہ وہ طور پر
گئے ہیں اس کو پر انہیں ٹھہرا کر خود آگے بڑھ گئے ہیں، اور سکا کہ وہ مخاطب
الہی سے شریعت ہونے کے بعد یہ اخلاص اور خوشنبری ان ہزار لوگوں کو کھانی ہے۔
۱۵۔ (کہ جو مخاطب آپ سے ہوا، وہ مخاطب الہی تھا اور جو کلام آپ میں سناتا
ہو، وہ آپ کا ہی ہے)۔

۱۶۔ راجع ہیں انہیں آدمی اور ظاہر ان آنکھوں سے
گو یا اللہ تعالیٰ بھی کوئی آدمی جسم رکھتے ہیں یا
۱۷۔ یعنی انہیں ستر ہزار لوگوں کو قوم کی جماعت کو۔
۱۸۔ (اس گستاخانہ مطالبہ کے پاداش میں) بطور العناد و انتقام اللہ تعالیٰ نے

۱۹۔ تو یہ ہیں ہیں۔

۲۰۔ اور ہوں ہوں کہ تیسرے دن صبح کو بادل گرے اور بھلائی حکیم اور ہمارے بھلائی
کے اٹھائی اور قرآنی کی آواز بہت بلند رہی۔ چنانچہ سب لوگ ڈر رہے ہیں
کاتب کانپ گئے۔ (توبہ: ۱۶: ۱۵)

۲۱۔ یعنی انہیں ستر ہزار لوگوں کو قوم کو
۲۲۔ یا اللہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش پر ہوا تھا۔ مگر یہی وہاں اس باب میں مذکور
۲۳۔ موت اور بیشتر و بڑے کے لئے سنی ہوئے اور جی: کھنے کے ہیں۔ اور ایسی ہی
عموماً مسخرین نے سمجھا ہے۔ لیکن مدح الہامی وغیرہ میں ایک قول یہ بھی نقل ہوا ہے کہ
یہ موت حقیقی نہ تھی، بلکہ یہ مٹی کی حالت مشابہت کی تھی۔
۲۴۔ (اور آج) وہ قیود پر رہی طرح قائم ہو۔

سجدہ کا نقشہ اقتدار

۱۔ حرر محضر: ہذا نامہ بہرہ کن سنے جو اپنے جذبات اسلامی و مذہبی، یعنی فطرت
و سجدہ کے لحاظ سے، آواز ہے، حال ہی میں اپنی ایک سال کی زندگی پر تبصرہ کیا ہے، اس
انتباس ذیل دیکھ کے پھر سنی اور دیکھ سنے اور دیکھ کر پڑھنے کے قابل ہے۔
سرکار ہی ذاتوں میں رہبر کی مخالفت کے ذریعہ پابند ہے۔ اس نے ہمارے سرکاری
سیاسی جہد و جدوجہد کو مٹا دیا اور ملک کے مخالفانہ ثابت کرنے کی کوشش کی، ہمارے بعض غماز
عمل پر غور و فکر و سرشت و تالیفات کے حل پر جس میں جو وہ دشمن ناظم تعلیمات کی سنجیدگی
و صلاحیت تھی کی بدولت، وہ ملے انرا اصلاح عمل میں آئی ہے، خصوصاً انہیں اور انہیں تعلیم
اور خواندہ اس کے اتمام پر دوسرے نکتہ چینیوں کے لئے اور پابند ہو سکتے ہیں
کیا کہ وہ سب سجدہ کو وہ سرکاری درس گاہوں کی توسط سے لڑکوں اور لڑکیوں کی فطرتوں
میں گھلا دینے کی مساعی نہ کریں۔ یہ چیز بعض سرکاری گوشوں میں بہت بڑی تھی۔
انسان کی فطرت ہے کہ جب اس کو اپنے خاطر خود خیال کے رائج کرنے یا اپنی بہت کی چیز
اصل کرنے کی راہ ہیں۔ خود وہ کسی ہی ہو۔ وہ کسی کو حاصل ہوتا ہے اور اسکو
کون سرکاری یا ایسی حیثیت بخشنے جاتی ہے کہ وہ کسی طرح اپنی بہت کو پسند
و دوسروں کے زیادہ کامیاب بن سکے اور معاملات کو دیکھ کر اس کے ذہن کو مشتعل
شروع کر دیتا ہے لیکن اگر وہ مفید براہ ہے تو وہ اس مفید ثابت کر کے حاصل نہیں کر
سکتا بلکہ یہ چاہئے کہ اس بڑے مفید کی مخالفت کو پہچنے ہی پہنچے کام کر کے ضروری
بالکل ناکارہ ہے۔ تاہم اگر اس کے اس کو بند کرنے کے لئے ایسی ہی تدبیر کی
گئی۔ گشتیاں جاری ہوئیں۔ اگر ہذا میں نہ خیر و اگر کوئی ملازم سرشتہ... تاہم
نہ خیر ہے اور اگر فرد یا بھی ہے تو ہمارے اور دین نہ لائے! خطوط و خطے عالمی
میں ایک اعلیٰ نمونہ وزارت اب کے بعض لادہ ذرا کم درجہ کے عہدہ داروں کے پاس
کہ آپ مجھے بہت بہت ممنون فرمائیں گے اگر اپنے ماتحت: فائزین دہر کی خبر داری
کی حوصلہ شکنی کریں! یہ تو کچھ بھی نہیں اور جی بڑی تدبیریں دہر کی صدا
حق طلب و حق انور کو گھونٹ دینے کی کوشش۔ یہ ظاہر نہایت معصوم طریقے
و اصلاح و ترقی کے دہر کو الہی نقصان پہنچانے کے لئے اختیار کیے گئے
مگر اللہ کے فضل سے کسی ایسی تدبیر کو بھی پوری طرح کامیاب نہ ہونے دیا،
اور دہر: تاہم اپنے اسی کام میں سال بھر گزارا جسکو وہ حق سمجھتا اور
قوم کے لئے مفید نہیں کرتا ہے۔

کلمۃ اللہ

را از سوا می خدایس نم دی گرامی فیق دارالمصنفین

یہاں حضرت مسیح علیہ السلام، حضرت مسیح کو ایک دوسرے عقیدہ کے لحاظ سے غلط کہتے ہیں، جسکی تفصیل یہ ہے کہ عیسائی اہل کثرت خدا کو تین بتاتے ہیں۔ مسیح، ماریا، جن کو انیم ٹلائٹ کہا جاتا ہے، (۱) انوم دجو (۲) حیاۃ (۳) قورم علم۔ انوم علم ای کو وہ کلمۃ اللہ کہتے ہیں، انکا خیال ہے کہ یہ "مہر" مسیح کے جسم سے نمودار ہوا۔ گو یا اس طرح ہوتے ناموت کا جانا۔ یہاں لیا۔ یہاں ایک ایک تین کا لفظ نکلیں کہ ہو گا۔

کلمۃ اللہ کی اس کیفیت انکا دین عیسائی فرقوں کے مختلف اہل انبیاء کی بات۔ عیسویوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح کی ذات خود خدا ہے، ملائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح اللہ کامل اور انسانی دونوں ہیں، ان میں سے کوئی دوسرے سے الگ نہیں ہے، حضرت مریم سے اللہ اور انسان دونوں پیدا ہوئے، شہودی عکابوں کے ہم مشرب ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ حضرت مریم اللہ کی پیدائش نہیں ہوئی تھی، ایک جماعت انکا عقیدہ ہے کہ مسیح کی ہے جو ان انیم ٹلائٹ کی الوہیت کے قائل ہیں

لیکن کلمۃ اللہ کا یہ مفہوم عربیت کے لفظ نظر سے لفظا فاما ہے، عربی کلمہ "کیب عربی لفظا ہے، اسکی صحیح تفسیر دیا لغت ہی کر سکتی ہے۔ یہ لفظ ذات عرب میں اس فلسفیانہ اصطلاح کے ہے کہ اس میں عقل اور عبادتوں میں محض مسلمانوں کو غریب دین کے ہے، اپنے مذہب عقیدہ کو اس لفظ میں چھپا دیا جائے۔ اگرچہ یہ ایک عملی ہوئی بات ہے کہ انجیل کی اصل امامی زبان عربی نہ تھی۔ اگر دافعی اس میں اس مفہوم کا کوئی نشانہ تھا تو معلوم نہیں کہ وہ کیا لفظ تھا، جبکہ مترجمین کی ترجمان سے خاص معالجہ کی بنا پر "کلمۃ" کی شکل دیدی؟

کلمۃ اللہ اور لفظہ فخلق قرآن عیسائیوں نے مسلمانوں کو اس لفظ سے ہمیشہ کسی نہ کسی غریب میں مبتلا کر لیا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ ہم نے لفظہ فخلق قرآن میں بھی اسی لفظ کا تکرار نظر آتا ہے۔ ان سنت و ابھاد کا عقیدہ ہے کہ کلام اللہ غیر مخلوق ہے، انسانی اس پر اعتراض کہتے تھے کہ جب کلام اللہ غیر مخلوق ہے، تو مسیح جو کلمۃ اللہ میں وہ بھی غیر مخلوق ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو کلمۃ اللہ کے مخلوق ہونے پر جو اس قدر اصرار تھا وہ عیسائیوں کے اسی اعتراض کی بنا پر تھا!

لہذا درس قرآن کے سلسلہ میں حضرت استاد علامہ سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ نے لفظ "کلمۃ اللہ" کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا تھا اس معنوں میں اسکو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جن کتابوں سے مزید استفادہ کیا گیا ہے! انکا حوالہ موجود ہے! لفظہ فخلق قرآن ۲ بحث نصاریٰ سے الفل فی اطلال داہ ہوا و انہیں ابن ترمذی ۲۹۱ - ۲۹۲ سے انکا اب بھیج تھیہ - ۲۱۱ ص ۳۰۰ معر -

ان سنت و ابھاد کا عقیدہ کہ کلام اللہ غیر مخلوق ہے، انسانی اس پر اعتراض کہتے تھے کہ جب کلام اللہ غیر مخلوق ہے، تو مسیح جو کلمۃ اللہ میں وہ بھی غیر مخلوق ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو کلام اللہ کے مخلوق ہونے پر جو اس قدر اصرار تھا وہ عیسائیوں کے اسی اعتراض کی بنا پر تھا!

اس سلسلہ سے عیسائیوں کو اس قدر پھنسی تھی کہ ایک شخص ابن کلاب جو عیسائیوں میں ایک کلابیہ فرقہ کا بانی تھا، اسے "اوچ" کہا کرتا تھا کہ کلام اللہ خود اللہ ہے، "اُسکے سر سے پر بندہ کے بڑے باری فیتون نصرونی" انہیں گناہاں کہتا تھا کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ہم مسلمانوں کو عیسائی بنالیتے! ابن کلاب کے اسی قول کی بنا پر اُس وقت کے علماء نے اسکا نفاق ہو جانے کا فتوہ صادر کیا تھا!

قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نبی مگر "کلمۃ اللہ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ آل قرآن میں حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی گئی تو فرمایا اللہ تعالیٰ جب کو بشارت دیتا ہے تو اسکی جگہ ان آیت میں رکھی شدتاً

بلکہ من اللہ (رواح ۱۲) حال یہ ہو گا کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرے تو اسے پتہ چلے گا کہ اس سورہ کے پانچوں رکوع میں حضرت مریم کو خوشخبری دی گئی۔ ان اللہ میسرک بلکہ نہ سبیل اللہ تم کو ایک کلمہ کی جو اسکی دستاویز ہوگا۔ سورہ نسا میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں کی غلط فہمی ذکر کرتے ہوئے فرمایا

انما اسح عیسیٰ ابن مریم قال اللہ سبحانہ منہ (نور کچھ ہوا نہیں) اور وہ کلمۃ اللہ انما الی مریم (کلمہ ۱۲) اللہ کے رسول ہیں اور اسکے باب میں میں جبکہ اللہ نے مریم تک پہنچایا لیکن تحقیق طالب امر یہ ہے کہ قرآن نے "کلمۃ اللہ" کے لفظوں سے کہا اس مفہوم کو ادا کرنا چاہتا ہے جو عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ عیسائیوں نے "کلمۃ اللہ" کا جو مفہوم پیش کیا ہے خود اصل دین عیسوی بھی اس سے بڑی ہے! کوئی عیسائی کفر کی تعلیم نہیں دے سکتا ہے۔ اور عیسائیوں نے "کلمۃ اللہ" کے تحت نبی بننے عقیدہ پیدا کیا ہے جس سے وہ سب کے سب مصر اور یونان کے بت پرست لفظ اللہ سے اخذ اور توجہ کے خلاف ہیں۔ قرآن پاک نے ان میں سے ہر عقیدہ کی تردید کی ہے!

یعقوبیوں کے لیے کہا لفظ کفر الذین قالوا ان اللہ یوحی الیہم (۱) وہ کافر ہیں جسکے میں مسیح ابن مریم (۱) اللہ سے وحی آتی ہے۔ مسطوروں اور ملائیوں کے متعلق ارشاد ہوا لفظ کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثہ (۱) اللہ تیسرا ہے۔

تثلیث پرست فرقوں کے لیے عام طور پر فرمایا۔ انما الی عیسیٰ ابن مریم مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح عورت خدا کے بیٹے تھے رسول اللہ کلمۃ اللہ القاب الی مریم اور اسکی "علم" جبکہ مریم تک اسے پہنچایا۔ درود نہ نماز یا اللہ و رسول اور اس کی عورت سے بیک (بھئی ہوئی) اور وہ لا تقووا اللہ و رسالہ تھے۔ میں خدا اور اسکے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

اور زمین (عذائہ کو)

اس قسم کے تمام عقائد باطلہ جنہوں نے
عیسائی کلمہ اللہ کی تاریخ

متبع مانڈا بن نیم نے افانہ المہمان (ص ۱۰۰) میں بہت مقبول بات کہی
ہے کہ عیسائیوں نے جب اپنے مسیح دین کو کھودیا اور دوسرے مذاہب
نیز اہل فلسفہ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو عیسوی مسائل میں ایسی لچک
پیدا کرنا شروع کر دی کہ ہر مذہب و مسلک کے لوگ اُنکے دین میں گنجائش
پاسکیں۔ چنانچہ انہوں نے اہل فلسفہ کو دیکھا کہ وہ عقل، عاقل، اور عقل
کے امتحان کے قابل ہیں تو انہوں نے بھی اپنے اپنے اور روح القدس
کی نفی اپنے بیان کھینچ لیا۔

مانڈا بن نیم نے امتداد ثلثہ کے جس مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس
سے عقیدہ کلمہ کی تاریخی حیثیت آشکارا ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی کسی قدر
وفاقت کی ضرورت ہے

جس طرح اہل مذہب بعد معبود کے در بیان و مسائل کو مانتے ہیں
چنانچہ ذریعہ سے اللہ تعالیٰ تدبیر عالم کا کام لیتا ہے اُسی طرح اہل فلسفہ
میں بھی اس قسم کا تخیل موجود ہے ان مسلمانوں کے ساتھ دوسرے فرقوں
نے اس سلسلہ میں سخت دعو کا کھایا ہے اور انہوں نے ان مسائل (یعنی
فرشتوں) کو مبدع بنا لیا ہے!

چنانچہ اہل مذہب میں عیسائی ان مسیحیوں کو ستاروں کی صورت
میں مانتے ہیں، پارسی اشا پند کہتے ہیں، یہودی کہ دیم کی ہے عیسائی
جبرئیل اور روح القدس کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، ہندو دیوتا اور
یہی کی شکل میں ان کو مانتے ہیں، اہل عرب خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے
اسی طرح مصری، اسکندری فلسفہ بھی اسی تصور کے ماتحت مقبول
مشرکہ اور نوآسمانوں میں الگ الگ ذی ارادہ نفوس تسلیم کرتا ہے۔ ابن
کثیر، ابن کثیر، البدایہ النہایہ ج ۲ ص ۱۰۰ میں لکھتے ہیں کہ قرآن پاک کی آیت
وقالت الیہود عزیر ابن اللہ اور یحییٰ بن مریم سے بعض نے کہا کہ عزیر
وقالت انصار علی السج ابن اللہ اور یحییٰ بن مریم سے اکثر
اللہ ایک تو ہم باوجود ابھم نے کہا کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں یہ ان کا قول ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں خدا کے بندے اور رسول کی حیثیت سے
آئے تھے لیکن عیسائیوں کی فلسفہ پرستی سے انکو عقل اور عقلیت میں کبھی
عاطق اور مخلوق کے درمیان واسطہ بنایا کبھی خدا بنا یا اور یہی ایک بے وقت و ذوق
بنادیا!

ہذا فی فلسفہ میں لوگس کیا چیز ہے؟ اسکواٹر لیمنس کی زبان سے
سنئے! وہ کہتا ہے:-

اس بات کو سمجھنے کے لیے کہ خدا بالکل بے لے عالم ہونے کے باوجود
ایک اندک کس طرح عمل کرتا ہے، خدا کو ایک مفرد عہدہ تمام کرتا ہے
جس سے اس کے اہل و عیال بھی واقف نہیں تھے لیکن جس کو
فلاطینوس سے پیشتر قائلوں سے نہ آیا، نہ ظلم طور پر کسی نے منبر پر
کیا یہ وہ مفرد عہدہ ہے کہ خدا اور عالم کے درمیان واسطی بنایا
جائی جاتی ہیں ان ہستیوں کے مزید تعین کے لیے اس سے ملنا کہ اور
بنائے کی نسبت مزید عقائد اور روح عالم و تصورات کی نسبت
افلاطون کے بیانات کے علاوہ اس واسطی تسلیم سے بھی بے گھر
کی مہبت سے روحی اخراجات تمام عالم میں معلوم کیے ہوئے ہیں۔
ان واسطی ہستیوں کو وہ قویٰ المکات کہتے ہیں۔ ایک طرف انکو
صفات الہیہ یا انجیلا الہیہ قرار دیتے ہیں جو عقل کل اور قوت
کل کے اجزاء ہیں، دوسری طرف انکو خدا کے بندے اور پاپر
کہتا ہے اور انھیں ارواح، ملائکہ اور جنات قرار دیتا ہے جو
خدا کے ارادے کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

ان دو اندازہ اسے بیان میں موافقت پیدا کرنا اور اس بات کا
جواب دینے کے لیے یہ قوتیں شخصیت رکھتی ہیں یا نہیں، اسکے لیے
ملک نہ تھا، یہ تمام قوتیں ایک واحد قوت خدا کے اندر پائی جاتی ہیں
جو لوگوں سے تو اس خدا اور عالم کے درمیان ایک واسطہ
کافی ہے وہ تمام تصورات کا خدا اور خدا کی عقل و حکمت ہے
وہ تمام قوتوں کو شامل ہے۔ وہ خدا کا خلیفہ اور بشار رسول ہے
عالم کی خلقت اور حکومت اسی کے ذریعہ سے ہوتی ہے وہ رب
سے بڑا فرشتہ اور خدا کا سب سے پہلا بیٹا ہے جسے خدا نے مانی
بھی کہ سکتے ہیں، نفوس یا کلمہ عالم کا اصلی نچوڑ ہے جس نے
کائنات کو یہ سیر ایک پیراں کے ہیں لیا ہے!

فلسفہ جو ان کا یہ لوگس عیسائیوں کے بیان و خدا کی عقل میں اس طرح ظاہر
ابتدا میں کلام خدا اور کلام خدا کے ماقہ اور کلام خدا تھا
ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا سب چیزیں اس سے وجود ہوئیں اور کُل
یہ ضرور وجود تھی جو بنبر اسکے مولیٰ (روحانی)

عیسائیوں نے اہل فلسفہ کی طرح جب مسلمانوں کو اپنے دام میں لانا چاہا تو لوگس اسی عقل
کو قرآنی لفظ کلمہ اللہ کے ذریعہ اور کرنا چاہا، شاہد ابن کلاب عیسے لہجہ اور لوگس بھی
انکو مانتا تھا جیسے عیسائی کلمہ کی تاریخ! (باقی آئندہ)

۱۔ ڈاکٹر نوین صدیقی اپنی کتاب رنہو فی کتب الہدیہ میں کہتا ہے کہ
یہ خبر و بیان فلسفہ کے تکرار اور عقائد کا تکرار خود انہی لوگس کے عقیدہ
پرست ہیں۔
۲۔ مختصر تاریخ فلسفہ، ص ۲۶۹۔ دارالترجمہ حیدرآباد دکن۔

والدی کا صدق و صدق بہ از نامہ صلا المتقون کا
ایک مرتبہ عبداللہ
پتہ دریا باد غلط بارہنگی
مکتبہ - رمکیم عبدالغوی
مضامین کے بارے میں خط و کتابت ایڈیٹر سے کی جائے
حضرت روزہ



چندہ اور انتظامی امور کے متعلق
مراسلہ اس پتہ پر کی جائے :-
محکمہ عبدالرؤف عباسی مہتمم صدق
مرشد آباد پٹنہ - گورگنج - لکھنؤ
چندہ سالانہ لکھنؤ
شعبہ ہیڈ
پتہ دریا باد غلط بارہنگی
نیمت فی پتہ دریا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمبر ۲ - دوشنبہ ۱۹ - شوال المکرم ۱۳۷۵ مطابق ۱۰ - نومبر ۱۹۵۶ء - جلد ۷

سچی باتیں

محکمہ عبدالرؤف عباسی مہتمم صدق
مرشد آباد پٹنہ - گورگنج - لکھنؤ
چندہ سالانہ لکھنؤ
شعبہ ہیڈ
پتہ دریا باد غلط بارہنگی
نیمت فی پتہ دریا

احکام اُسکے ہیں جو تمام انسانی ضرورتوں سے باخبر ہے ساری مصلحتوں
کی غایت رکھنے والا ہے۔

رکوع ابھی ختم نہیں ہوا۔ سلسلہ انہیں حکام میراث کا جملہ رہا ہے۔ رکوع
کی دوسری آیت کے خاتمہ کے الفاظ ہیں:
وَمِنَ امْرِئٍ مِّنْ اٰسَہِ عَلٰی طَرَفٍ مِّنْہَا
روایت اللہ علیہ السلام

رُحْمًا عَلٰی فِئَہِ اِذَا سَلٰہُ
کہ ہم نے فلاں فلاں مصلحت سے ان احکام میں ترجیح کر دی۔ بڑا برا رہا ہے،
اس لیے ہر مجرم کی گرفت ذرا نہیں کرتا۔ مصلحت موت۔ تیار رہتا ہے۔
اور پھر سنا بند یہ آیت ہے:-

یہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے ہیں جو
کوئی اٹھا کر گناہ کرے گا اللہ اور اُسکے رسول کے لئے
تجربہ سن نعمتہ الا انما
غلہ بن فیما ذاک الفی
الغیمہ

اور رکوع کا خاتمہ اس چوتھی آیت پر ہوتا ہے
بن عیسیٰ اللہ و رسولہ و رسلہ
عز و ذہیر غلامہ انما انما
وہ عذاب ہیں

یعنی ان افراد کی اس قانون اسی کے توڑنے والوں کی قسم میں تو خدا
سے وہ شدید اور دردناک ہی نہیں بلکہ انہیں ذلیل و سوار کرنے والا بھی ہو گا۔
اور کون نہیں جانتا کہ آخرت کے اس نازیب و غور کے نونے اور ہلکے لکھنے والے
کبھی کبھی اسی دنیا میں دکھا دیے جاتے ہیں؟ تھوڑی اور شخصیں طور پر بھی ان
قومی حیثیت سے ہیں!

ایک طرف قرآن مجید کی یہ تشریحات ہیں آیت آیات کیا کتاب و کتاب
سے اور عید پر عید ہے اور دوسری طرف پنجاب میں اور مصر میں اور غزہ میں
اسلام آباد کے شریعت پر نہیں مسلمانوں کے مخالفان پر مخالفان

ہیں۔ کہنے کے گیتے میں 'جنگ' ہاتھوں میں گانوں کے پتھروں کی ٹکڑیوں کی گھسیڑنی واجب
العرض ہے۔ 'ہمیں' ہاتھوں میں بیٹے ہوئے وہ عدالتوں میں آجیلے ہیں اور
شرمے جھک کر نہیں اُڑے تو کہا جاوے گا کہ اس سے کہنے ہیں کہ ہمارا خاندانی رواج
تو یہ کہ میری لڑکی کو حصہ دینے کا نہیں! گویا ہم مردم شادی کے ہیں تو مسلمان
لیکن ہمارا دستور اصل جہاد و رہند کا قانون جاہلیت!

تقریب جماعت اسلامی

تحرکِ جماعتِ اسلامی
مقامی رہتہ ہیں اس پر مشورہ پر جم کھڑے
لکھا گیا تھا اس کے بعد سے اس سلسلہ پر غور کیا گیا تاکہ بند ہو گیا۔ خطوط
منافقین کے بھی اور موافقین کے بھی اور بعض غامض الفاظ کے بعض مثال
مستند بن سکے۔ - سخاوت یا اعتقاد میں غلو بھی سب سے زیادہ خطرناک
چیز ہے کہ اس صورت میں بحث نفس و مسائل سے نہیں رہ جاتی بلکہ دراصل غلو یا
بیزاری کا حسبِ تحریک کی ذرات سے غلطی ہو جاتی ہے۔ -

ذیل میں صرف چند خطے اس کے تحت اِقتیاعات کے تحت سے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔ ایک شعور کا منظر اور انہوں نے کیا دیکھتے ہیں :-

”میں نے یہ دیکھا کہ غم اور مہاسہ ایک بزرگ کوں مہاسہ میں مبتلا کر لے اپنے تابع کیا ہے۔ یہ خیالات تو اس شخص کے متعلق ان سے بہت لے سکتے ہیں“

ایک اور صاحبِ علم : آئن سے لکھتے ہیں :-
 'چالیس برسوں کے دوراناموز و دینی اور نیز فرقہ اہل قرآن (منکرینِ نبوت)
 کے متعلق مسلسل مضامین صدق میں شائع کروں۔ ان دونوں
 سے میرے نزدیک نام نہادوں پر سخت برا اثر پھیل رہا ہے۔
 حکومتِ الیہ کے تعین کے کس مسلم کو مجالِ انکار ہے مگر اس کا
 طریق عمل حسبِ تعلیم قرآن و رسوۂ نبویؐ کی اختیار کیا جاسکتا ہے
 :- کہ حسبِ نتائج ذکر و الامور دینی۔ جو ہرگز نتیجہ تہربنی العزیز
 نہیں بلکہ نتیجہ تہربنی السیاسات السامیہ اور ثمرہ تفکرِ شرعیات
 اور دایہ انہیں پر کیجئے ان کے قرآن کو زبردستی مطبق کیا جائے گا'
 ایک نالی مخالفت، قمر طراز ہیں :-

”صدق کا اس سالہ میں نرمی نہ تھا میری سمجھ میں نہیں آتا شاید
یہ ایسا ہی ہو جیسے اقبال مرحوم نے لکھا: ”نہ بلایا گئے
ایک طبقہ میں فرقہ کا دلیہ نہ کے تعلق کہہ دیا تھا کہ یہی گروہ سب
سے زیادہ خادومِ اُمت است۔ اور پھر اپنی آخر عمر میں اسی
فرقہ کے استیصال کی آزمائش کا شل میں لگے مہے جس میں چوری
طرح کا سیلاب نہ ہو سکے۔“

صاف کے ایک ہی اے کر مفرار عیبہ نہ ساسے لکھنے ہیں۔
 ”یہ آپ کے، اللہ کے مزار صاحب علم اور صاحب قلم
 کیسے بڑگ ہیں کہ ایک سلطان کی شان میں بازار ہی الفاضل ہوتا
 فرماتے ہیں۔ اور شوب یہ ہے کہ آپ سے سنجیدہ طبع بزرگ نے یہ
 کیسے گویا کہ ہا کہ دل میں دین کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے
 ایک انسان کے فلاح ایسے کم ایہ الفاضل شایع کر رہے۔“

محض ان ریگس پستوں سے کہ انہیں ارم چیلنجے اور چلے اور نہ
نہ ٹھنڈے پڑ جائیں کوئی آئینہ درالافت درگاہے اور نہ ٹھنڈے
چینیوں اور لاکسی دیوہان کی دم جو درگاہے میں مرمت ٹکس ٹکس
کلام دے سکتی ہیں۔

اسی طرح کے متضاد خطوط، صدق اور سچ کی ناپاک میں کوئی ٹوٹو نہیں ہے۔
جب کہیں کوئی تحریک چل پڑتی ہے اور اُس پر انما خیال کیا جاتا ہے تو اسی
مرحہ کی ذرہ ذرہ سرزنش سے درپار ہونا ہی پڑتا ہے۔ شہر میں شرعی سبوتا
تباہی سے دیکر اُس کی تحریک خاکسار تک خدا اسلوہ کئے اپنے اس قہر
میں پیکار سے بن بن گئے۔ خبر دماغ صحت اتنی ہے کہ ہر سرخ پرادر ہر محل میں
توفیق کلام حق کی اور عدل و توازن کی نصیب ہے اور مخلوق کی رضا کے سوا
خلافی کی۔ انا کا دامن! تم سے کسی حال میں نہ چھوٹے جائے!

[illegible]

الکبریا

”کم ز بیش چار طویل سدایں گزر چکے ہیں لیکن زمانہ کا

بیرحمہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی تاریخ میں

ماریخ نہیں، اکبر انظم کے نام کی عظمت کو دیکھنا نہیں کر سکا ہے۔ یہی

اس نام کی عظمت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ (پیام)

بابت جواب! "زلزلہ اعظم" کی طاقت کا معیار یہ کیا ہے؟

ابراہیمؑ کی جی سکت کا دھندھورا پیسے کا اعراسی لہا لہا

سرکشیست اسلما کے اسی جس بد انداز کے سے اس کا نام کے ہے

میں نے کہا، "ہاں؟ اور کون؟" وہ بے چین تھیں کہ ان دونوں ائمہ

ی کا فر میں بار بار ادا کیا جائے :

”مسلمانانِ عرب، اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ اورنگ زیب

نہ محض اکبرؑ کی محاکمہ کی حیثیت سے پیش کیا جائے، اور جو

وہابی اس فتنہ کے غیر مسلم اقوام کے ساتھ یہی آسکا ڈال

کند ز سلاطین و کبار و نوادگان و غفلت کلامی و عیال و آب و خاک و کلاه و ش

اسی کے اسلامی جہاد اور اسلامی سچا و راست کو مانتے ہوئے چاہتے

ہندو صرت اس ! نہ پتھر نہ کر سنگ ہے کہ سید ارجی ایک غلام علی شاہ

میرد تھا۔ اور اس کے اثر میں جو ابی کشمیت لایا گیا صرف ایک امام

۶۰۰

۱۔ انشا میں سید احمد کے ان تمام احادیث کی کچھ قوتوں کا ہونا

جو اس میں ملاد اسلام دشمنی کے جوہر نکالے ہیں اس کے مفہم

بہارِ عالم سمنش دل درجاں تازہ پیداو۔ بزرگ اصحابِ مہوش را بجز آبا سنی را
نوٹ: پہلی جلد میں ۳۰ پڑھوں کی جگہ ہے اور دوسری میں خونت ایک پرچہ کے

۶۰۔ اذ انتہی موسیٰ لقوس
 فقلنا اخر۔ مصباح البحر
 انما یفخرت شہ اثنا عشرۃ
 عینا۔ قد علم کل اناس انہم
 کلوا واشربوا من رزق اللہ
 ولان تشوا فی الارض مہذینا۔
 اور دیکھو وہ وقت جب پانی کی دعا
 اگلی موسیٰ نے اپنے قوم کے لیے سوچنے
 کہا (اسے موسیٰ) اور اپنا عصا (ظنوں پر)
 پر۔ پس پھوٹ نکلے اُس سے بارش
 معلوم کر لیا ہر گروہ نے اپنا کھانا کھا کر
 اور پھر اللہ کے (پیغمبر سے) رزق میں سے
 اور ست پھر زمین پر نساؤں میں کر۔

اصل باعث ترائے موسیٰ کی علامات و رزق تھے۔ شریعت کی بارگاہ
 سماوی اور اعراس کے رزق کے ان معنی تعلقات تک باسانی ہو چکے تھے
 ہے جو دنیا سے بڑے بڑے اطباء و حکماء کی نظر سے مخفی رہ جاتے ہیں۔
 عارفت رزق نے چاہا ہے۔

اپنا دیکھو اس سے نکات
 رزق و بارگاہات
 جب پوری قوم اسرائیل نے حضرت موسیٰ کی رہبری میں اپنے وطن
 اقامت مصر سے ہجرت کر کے اپنے وطن آبائی شام و فلسطین کی طرف ایک
 ایک چٹیکے روانہ ہوئی ہے تو راست کے اندر میرے میں راہ بھٹک کر سب
 خال کی جانب سے غلطی شکل سے فلسطین پہنچ جاتے تھے جنوب و
 مشرق کی طرف پڑی۔ بحر نام کی ایک تنگ شاخ کو احادیثی سے
 ہور کر کے جزیرہ نمے سینا میں پہنچی اور برسوں اسی حق و ذوق بیابان و
 کوستان میں بسر کرتی رہی۔ اپنے خیمہ و خلاء کے ساتھ کوچ و کوچ ایک
 مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہوتی رہتی تھی کہ یکا یک ایک ایسی
 جگہ پہنچے جہاں پانی نایاب تھا اور ساتھ کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا تو
 اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ کے سر ہو گئی کہ ہم پیاسوں سے جلتے ہیں جہاں سے
 بن پڑے پانی دلو ایسے۔ تو ریت میں ہے۔

تب سارے بنی اسرائیل کی جماعت نے اپنے سفروں میں خداوند
 کے فرمان کے مطابق تین کے بیابان سے کوچ کیا۔ اور قدیم
 میں ڈیرا کیا۔ وہاں لوگوں کے پینے کو پانی نہ تھا۔ سو لوگ موسیٰ
 سے جھگڑنے لگے اور کہا ہم کو پانی دے کر پیو۔ موسیٰ
 نے خداوند سے فریاد کر کے کہا کہ میں ان لوگوں سے کیا کروں؟
 وہ سب تو ابھی مجھے شکر ادا کرنے کو تیار ہیں۔

(خروج - ۱۱: ۱۵-۱۴)
 اور قدیم یو دی مورخ جو زرخش کی تاریخ آثار میں ہے :-
 "وہ مقام قدیم میں پہنچے جہاں پیاس کی شدت سے بیابان
 ہو رہے تھے۔ یہاں کی سر زمین پر پانی کا ایک قطرہ نہ پایا
 اس پر یہ لوگ غصہ میں پھر کر پھر موسیٰ پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن
 وہ خدا کے آگے دعا میں زاری کے ساتھ مشغول ہو گئے کہ رات
 فصل ۱۲

لیکن تو ریت ہی میں ایک دوسری جگہ مقام کا نام جہاں سے قدیم کے عمارت
 (قدیم) صادر ہے :-

"بعد اسکے بنی اسرائیل کی ساری جماعت پہلے دستِ حقین کو آئی بعد
 تاروس میں پہنچ گئی۔ وہاں جماعت کے لیے پانی نہ تھا۔ سو وہاں پر
 موسیٰ اور ہارون کے برحقان ہوئے اور ان لوگوں نے موسیٰ سے جھگڑا
 کیا اور کہا۔۔۔ جہاں تو پہنچے کہ پانی ہی نہیں۔ تب موسیٰ اور ہارون
 جماعت کے سامنے جماعت کے خیمہ کے دروازہ پر گئے اور
 منہ کے بل گرے۔ (کنعنی - ۱: ۲۰-۱۶)

اس ناپاک قومیت میں سخت اختلاف پڑ گئے تھے کہ وہ مقام جہاں یہ واقعہ پیش آیا
 کو نشانہ۔ لیکن ہر حال وہ مقام وہ ہو یا یہ ہو یا وہ نہ ہو۔ اس واقعہ
 یہ صورت پیش آئی کہ نفس اس واقعہ کا قوس کا سبب اسرائیل کے ساتھ ہو گیا
 اس کے (تاکہ اس چٹان سے پانی کا چشمہ جاری ہو جاتا تھا)۔ چنانچہ پھر نفس
 کے مشاہدہ میں آچکے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب پانی کے لیے دعا کی
 تو انھیں ہدایت ہوئی کہ غلام چٹان تک چلے جاؤ وہاں چٹان پر اپنا
 عصا رکھو پانی دافرشتہ نکلے گا۔

تو ریت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ کو وہ عرب یا عرب کہے۔
 "خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ لوگوں کے آگے جاؤ وہ بنی اسرائیل کے
 بزرگوں کو اپنے ساتھ لے اور اپنا عصا جو تو نے لیا ہوا تھا اپنے
 ہاتھ میں لے اور جاؤ۔ دیکھو کہ میں وہاں توب کے چٹان پر ترسے آگے
 کھڑا ہوں گا تو اس چٹان کو اریو۔ اس سے پانی نکلے گا کہ
 لوگ پیو۔ چنانچہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کے بزرگوں کے ساتھ
 ہی کیا۔ (خروج - ۱۷: ۵-۶)
 "تب موسیٰ نے اپنا عصا اٹھا یا اور اس چٹان کو دو بار اپنی لاشی
 سے مارا تو بہت پانی نکلا اور جماعت نے اس کے پانی پیا۔
 پانی پیا۔ (کنعنی - ۱: ۲۰-۱۱)

اچھے مراد کوئی خاص چٹان ہے جو حضرت موسیٰ کے علم میں تھی۔ والاشاہ
 اتی جبر سلام (کیرا) اللام نیہ للہ۔ (جیسا کہ) کان حیرا متیانہ لیل انہ عزنا
 بالافت واللام (سالم)

ان عرب بعد ایک اچھے کے معانی سیدھے اور گھٹے ہوئے معنی چھوڑ کر ریت
 کا ترجمہ یہ کرنا کہ "اسے سنی اپنی جماعت کے ساتھ چلاؤ پو پینے جاؤ" سنت عربی
 پر واقعات تاریخ پر اپنے ہم سلیم پر سب ظالم کرنا ہے۔ عرب کے معنی عربی
 میں چلنے کے جب ہی آسکتے ہیں جب فعل منرب کا سہ "نی" کے ساتھ ہو
 نشان منرب فی الارض اور یہ بیان موجود نہیں۔ پھر یہاں ہی ہشوں سے
 پانی کا رواں ہوتے رہنا، عجوبہ شاد کے عقل کے علم کے اس کے علاوہ منرب؟
 یعنی اس پھاڑی چشمے سے بارودھا اسے بارہ لاشیاں الگ الگ جاری
 ہو گئیں۔ یہ تعداد بارہ فیلوں یا بارہ گروہوں کے سین مطابق ہے۔

بعض نادان سیموں نے اس تعداد پر اعتراض کر دیا کہ یہ تو بائبل میں موجود
 نہیں قرآن نے کہاں سے گڑھ کر رکھ دیا ہے۔ قدرت نے اسکا جواب بھی خود
 سیموں ہی کی زبان سے دلا دیا (جارج سیل) اگر زبانی میں قرآن کا قدیم ترین
 ترجمہ ہے اپنے ماشیہ میں لکھا ہے :-
 "ایک سیم سیاح جو وہاں آیا ہے نصیریہ سے بیان کر رہا ہے کہ وہاں
 سے پانی ۱۲ سخات سے نکلتا تھا۔"

(P)

۴۴۔ آپ جو اے تمام کہنا چاہیں شہنشاہ سے تمام کہیں۔ (موجودہ)

مفت بین آگیا کے لیے ہے اور ترکیبیں حالہ ذائقہ ہوا ہے۔

اخلاص

۱۰۱ مولانا امین آسن صاحب اصلاحی

غلو، اخلاص، اور مخلص و غیر الفاظ جاری زبان بہت چڑھے ہوئے ہیں، ہم ہر کسی شخص کے کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں تو ان لفظوں میں سے کوئی نہ کوئی لفظ ضرور اس کی تعریف میں لگتا ہے۔ عموماً تو یہ اصطلاحیں کچھ بیجا لگتا ہے سرناہ قسم کا معلوم ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات صحیح بھی معلوم ہوتا ہے، شاذ و نادر کے ساتھ جہاں کام کرتے ہیں، اس کے لیے ہر طرح کی تحمیل و اشت کرتے ہیں جیسا کہ جاتے ہیں پولیس کے ڈپٹی کے ہوتے ہیں انتہائی ملاک و بناؤ اس کے نظریات پر، اشت کرتے ہیں اور بظاہر اس کا وہ سے مسئلے میں اپنی ذات یا اپنے متعلقین کی کوئی منفعت شمس سانسے نہیں دیتے۔ ایک اسکول یا ٹیچر کو کہتے ہیں، اس کے لیے وہ بیکار ہو سکتے ہیں، سیکرٹری دیتے ہیں اور مرتے ہیں تو کفن تک کے لیے پیسے جھوٹے نہیں ملتے۔ یا کتابیں لکھتے ہیں اور اس سے کوئی ناجائز مقصد پیش نظر نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ اس بات کے ضرور مستحق ہیں کہ اگر ان کے کاموں میں شہرت طلبی اور خواہش نام نہ نہ کی کوئی عقلی بنیاد نہ ہو تو ان کو مخلص کہا جائے۔

لیکن ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو مخلص مانے، تو لوگ اخلاص اور امانت میں کچھ ایسا منطقی لازم سمجھتے ہیں کہ پھر آپ سے اس کے انہماک کی صحت و امانت تسلیم کرے گا بھی مطالبہ کریں گے۔ یہ مطالبہ ذرا غیر معقول ہوتا ہے۔ پہلی بات تو صحت کر کے مان لیجیے تو دل پہ کچھ ایسی گواہی نہیں گزرتی، مگر پھر کے بعد اس بات کو مخلصانہ طبیعتوں پر شاق ہوتا ہے جو اخلاص کے معنی مطالب سے بے خبر نہیں ہیں حالانکہ یہ بہت کھلی ہوئی بات ہے کہ کسی شخص کا اخلاص اس کے عمل کی صحت کو مستلزم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اپنے ارادہ میں امانت مخلص ہو، مگر اس کا عمل بالکل غلط ہو۔ ماں کی انتہائی نیرم شبہ چیز ہے، بیٹے کے لیے وہ جو کچھ کرتی ہے، بیٹے کے لیے وہ جو کچھ کرتی ہے سچے مادر ہی جوش کے ساتھ اور کیا چیز اس کی محراب بنتی ہے، لیکن کیجیے یہ اخلاص میں کتنے بچوں کی مائیں روز بروز رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مجرہ اخلاص کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ علم بھی ایک ضروری شرط ہے۔ آپ طبیعت میں مگر مریضوں کا علاج شروع کر دیں، مذہب سے واقف نہیں ہیں مگر قوتوں کو ایسی کیسٹ بچھا دیں، عربی کی الف بے بھی نہیں جانتے اور قرآن کی تفسیر لکھ ڈالیں، سخنبر نہیں ہیں گرل نہ اسنے کی ذمہ داری اٹھالیں ڈراٹو نہیں ہیں مگر بوڑھے لگے لگے بچا میں تو چاہے کہنے ان اخلاص کے ساتھ ان کاموں کا انجام دینا اگر آپ کا عمل صحیح نہیں ہو سکتا اور اگر صحیح ہوگا تو یہ ایک اتفاقی بات ہوگی اور یہ اتفاقی صحت آپ کو ایک خطرناک اقدام کی ذمہ داری سے بری نہیں کرتی۔ آپ اس بات کے مستحق ہونگے کہ آپ کو اور ان دماغی کے کسی شفاخانہ میں بھیجا جائے۔

یہ بات اخلاص اور غلو میں کے اس مفہوم کو سمجھ ان گری گئی ہے جو عرف عام میں مشہور ہو گیا ہے، لیکن ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتے ہیں کہ اخلاص کا یہ مفہوم غیر قرآنی ہے، قرآن میں یہ لفظ کسی کام کو صرف اللہ کے لیے انجام دیا جائے، اور اخلاص کا کام ہے اور جو شخص خالص اللہ کے لیے کسی کام کو کرے وہ مخلص ہے۔ اس لفظ کی اصلی معنی تو حیدر ہے۔ چنانچہ سورہ اخلاص جو توحید کی سورہ ہے اس کے سورہ اخلاص کے نام سے موسوم ہے۔ تمام آیتیں نقل کرنے میں طویل ہوگی، ہم صرف چند آیتیں مخلص بہ طور مثال پیش کرتے ہیں۔

سورہ نساء میں ہے، اخلاصاً وہ ہمہ اللہ مخلصین کے اپنی الامت اللہ کے لیے خالص رکھی، غایت اللہ مخلصین لہ الدین۔ پس اللہ میں کی عبادت کرو اس کے لیے اپنی عبادت کو خالص کرتے ہو۔ یہ سخن نہ مخلصوں، اور پھر ہی الامت اللہ کے لیے خالص ہے، غیرہ۔ پس اخلاص کا حکم وہ ہے جو اللہ کے لیے کیا جائے، اس میں کوئی اور شائبہ نہ دیا جائے۔ اور مخلص وہ شخص ہوگا جس کے اعمال و افعال کی محرک صرف خدا کی خوشنودی ہو، وہ بچوں کے منہ میں لقمہ ڈالنے سے لیکر قوتوں کی سیاست و قیادت تک جو کچھ کرتا ہو، مجرہ مناسے ہوئی کے واسطے کرتا ہو اس میں کوئی دغدغہ اور سوسہ شامل نہ ہو، احادیث میں حقیقت نہایت دلنیز لفظوں میں تبصر ہوئی ہے اور شاہ صاحب نے شرح فرمایا ہے بعض احادیث کے ذیل میں اور ابن قیم نے اپنی بعض تالیفات میں (سب) اسی باتیں فرمائی ہیں کہ ان سے روح کو نازگی اور ایمان کو غذا منسوب ہوتی ہے۔ مگر ان لحاظات کی تفصیل کے لیے اس مختصر اور سادہ تحریر میں گنجائش نہیں ہے۔

ہر حال قرآن میں اس لفظ کی جو حقیقت ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی خدمت کو مخلصانہ اور کسی شخص کو مخلص سمجھنے کے لیے تنہا یہ بات کافی نہیں ہے، کہ وہ ذاتی مفاد کی آلاش سے پاک ہے۔ بے شہرہ جو شخص ہر کام اپنے ہی پیٹ اور تن کے لیے کرتا ہے اور جسکی تمام تگ و دو کا محور اس کی اپنی ہی ذات ہے اس نے جو امانت کے دائرہ سے قدم باہر نہیں کیا اسے اور اس کے مقابل میں وہ شخص ایک دوسری حیثیت رکھتا ہے جو ذات کی تنگدستی سے نکل کر خاندان، قوم، ملک، وطن وغیرہ کی دوستوں میں بڑھ گیا ہے، لیکن قرآن کے مفہوم، اخلاص کو سامنے رکھ کر جب ہم ان دونوں میں مقابلہ کرنے کی قوت نہ دیکھیں تو ہمیں ہر گز اور اچھا نہیں میں نہیں ہوگا۔ یعنی یہ کہیں گے کہ پہلے کے مقابلہ میں دوسرا کم بڑا ہے۔ یہ نہیں کہیں گے کہ پہلے کے مقابل میں دوسرا زیادہ اچھا ہے، کیونکہ قرآن مجید تنہا یہ نہیں مطالبہ کرتا کہ ایک آدمی اپنی ذات اور شخصیت کی پرستش سے چھوٹ جائے، اس کا مطالبہ تو یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے سوا آدمی کے اعمال کے لیے کوئی اور محرک ہی اپنی نہ رہے اور اس لیے لیے بچے، اس کے لیے مرے اور اس کی رضا کی تلاش میں ہر لمحہ سرگرم کار رہے۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو مخلص ہونا تو درکنار اس کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی نظر میں اکارت ہیں۔

مکن ہے بعض لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہ آئے، اگرچہ اصل سنا

شیر خدا علی مرتضیٰ

۱۔ (از جناب مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب - حمید آباد دکن)۔
 جبکہ خدا نے آخری طور پر نسل انسانی کو غلط راہوں سے ہٹا کر سراط مستقیم
 چلائے کے لیے بھیجا تھا، اُس نے سب سے بہتر قرن کے لیے بہترین تنویر کو
 چنا، اپنی صحبت اور رفقت میں رکھا۔ پھر بنی آدم کو حکم دیا کہ باہم آئندہ تم
 اہل بیت (ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے سیدھی راہ پاؤ گے۔
 مردوں میں ایک ایسا بزرگ اسلام نے پیدا کیا جو باتفاق محدثین و مورخین
 آغوش نبوت میں اپنی عمر کے آٹھویں سال قطعی طور پر آگیا تھا۔ محمد بن اسحق
 صاحب سیرت نے لکھا ہے (خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلمہ بنہ
 علی - وہ پہلے لیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سید علی کرم اللہ
 وجہہ کو (حضرت ابوطالب سے) لپٹا لیا اپنے سینے سے۔
 پھر کون نہیں جانتا کہ جس نے نبوت کے آغوش میں پرورش پنہالا اس
 جبہ عالم غیب سے اس خاکدان شہادت کو اپنے بلند کونوں سے سرسبز فرمایا
 تو اس کے ظہور کی کیا بڑی مبارک و معنی سے متعلق ہر زمین کا معیار ہے کہ وہ
 ہر قسم کے مخالفت و تباہی سے محفوظ اور مایوس ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی - تہ اپنے خاندان کو اسلام
 کی دعوت دینے کے لیے کہا ہے پر جمع فرمایا اور اُس وقت دریافت فرمایا
 کہ میرا ساتھ کون دینا ہے؟
 ایک نو عمر بچہ (علی) نے جواب دیا: "گو میرے پاؤں گرد زمین لیکن
 میں ساتھ دوں گا" ابولسب اس پر ہنسا کہ میں اسی ایک لڑکے کے پیچھے
 اور سہارے کام چلے گا؟ لیکن دنیا نے دیکھا کہ جسے لڑکا سمجھا گیا تھا
 اُس نے تمام مخالفت و قوتوں کا مقابلہ کیا اور جو وعدہ کیا تھا اُسکے پورا
 کر دکھایا۔

اس نے حضرت سوت کی بنی ہوئی سبز چادر میں اپنے کو اس وقت لپیٹا
 جو وقت سب کے رہے تھے کہ موت کی اس چادر میں لپیٹ کر سولے والا
 شاید کہیں نہیں اٹھ سکا۔ حالانکہ پوسایا تھا وہی جاگتا اور اب تک اُسکا
 نصیب جاگتا رہیگا۔ جو کفار کے حملہ کے ارادہ سے جاگ رہے تھے وہی
 سو گئے اور امرادی کی نیند نرت اُن ہی کے لیے تھی۔

دیکھو! دنیا میں نبوت کی شاعروں کو نازک گھڑیوں میں کون پہناتا رہا؟
 سو کہ ہر سہ - اور ہر کفار حملہ آور ہیں، اور ہر رسول اللہ سرسبز زمین کے اگر
 آج اس چھوٹی سی جماعت کو حضرت زکریاؑ کی قیادت میں خدا زمین پر بھرتی
 پرستش نہ ہوگی۔ مسلمانوں کے متعلق قرآن خبر دے رہا ہے کہ وہ گمان
 کر رہے تھے کہ ہم موت کی طرہت کھینچے جا رہے ہیں۔

فرشتے کے سواروں نے اپنے پرچم کو ہلا کر غزوہ کے لیے پکارا،
 (یا محمد، خراج اذان اس اکھاڑا) دسے محمدؐ آج ہمارے ہم آہ لوگوں کو بھجو۔
 لوگوں نے نہ گئے (میں) انیس سالہ نوجوان کو دکھا، جس کے متعلق ابولسب نے
 کہا تھا کہ کیا اس لڑکے کی مدد تمام آہلی؟ لیکن خدا کا فضل دیکھو۔

پہلے یہ کہ ان کے اعمال کے لیے اگر صفات و ذات کے سوا کوئی اور محرک
 تسلیم کر لیا جائے تو نہ صرف یہ کہ اسکی تمام روحانی عظمتوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔
 بلکہ انسان زمین میں خدا کا خلیفہ ہونے کے سبب شیطان کا ایکٹ بن جائیگا۔
 جن کو گورنے خدا کو چھوڑ دے۔ ان کے سامنے انکی ذات سے لیکر قوم و ملک
 تک پہنچنے، انعام ہیں، ان میں سے کس کے ساتھ رشتہ اعلیٰ میں جو کر انسان
 اپنے اعمال کو پاک و درمستح بنا سکتا ہے؟

مکن ہے آپ جواب میں قوم و ملت، وطن وغیرہ صحیح ہے اس
 زمانہ کے سب سے اونچے ریوٹائی ہیں۔ اور اگر ایک شخص اپنی قوم کا مخلص
 اور جو کچھ کرتا ہے وہ قوم ہی کے مفاد کے لیے کرتا ہے تو ہم اس کے تعلق سے
 نہیں لیکن اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ جو شخص اپنی قوم کا دوست ہے
 وہ دوسری قوم کا دشمن ہے۔ افلاطون اور ارسطو بڑے فلسفی اور عقلمند تھے
 لیکن افلاطون کی جمہوریت اور ارسطو کی سیاست میں نہ کوئی بھیجے کہ فلسفی بھی
 اپنی قوم کے سوا دوسروں کے ساتھ انصاف نہ کر سکے۔

اور ان پر اسے فلسفیانہ نام گناہ کی ضرورت کیا ہے؟ ہٹلر، موسٹر
 اور یورپ و امریکہ کے دوسرے ائمہ سیاست کے افلاس میں کسے مشہور
 ہو سکتا ہے؟ ان میں سے ایک ایک اپنی قوم کا جان بوجھ اور قوم و
 وطن ہی اس کے اعمال و افعال کے محرک ہیں، لیکن دیکھیے کہ ان کے افلاس و وطنی
 و قومی نے آج دنیا میں کیا رنگارنگ بچا رکھا ہے اور غور کیجیے تو آپ کا معلوم
 ہو گا کہ ان میں سے بکا افلاس اپنی قوم کے لیے جتنا ہی زیادہ بڑا معاشرہ
 ہوا ہے وہ دنیا کے لیے اتنا ہی بڑا عذاب ہے۔ لیکن اگر یہ وطن و قوم کے
 بچے خدا کے مخلص ہوتے تو نہ دنیا پر یہ آفت ازل ہوتی اور نہ خود انکی
 قومیں اس عذاب میں مبتلا ہوتیں۔

خدا کا افلاس محض تقدس کے لیے ضروری نہیں بلکہ ایک علی ضرورت
 ہے۔ اس کے بغیر انسان جو قدم بھی اٹھاتا غلط اٹھاتا۔ صرف خدا ہی کے تعلق
 سے انسان کے داغ میں وہ روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے وہ اپنا اور دنیا کا
 صحیح مفاد پہچان سکتا ہے اس کے بغیر اگر وہ چلیگا تو کتنا ہی بڑا فلسفی اور مذہب
 مرناس کیوں نہ ہو کسی نہ کسی کھڈ میں سرور گر جائیگا۔ اپنے گھر کی مالی میں نہیں گر جائیگا
 شہر کے چیمبر میں گر جائیگا، اگر گر جائیگا سرور۔

ہر حال دنیا کی قومیں جسکو چاہے مخلص کا لقب دیں لیکن مسلمان تو
 سوائے اسی کو مخلص کہہ سکتا ہے جسکی تلاش زندگی بھر یہ رہی ہو کہ خدا کی مرضی کس
 بات میں ہے۔ مکن ہے اُس نے اپنے فیصلوں اور کاموں میں نہایت فاضل نظر لیا
 بھی کی ہوں، لیکن یہ اجتہاد و غلطیاں ہونگی اس سے اسکا اجر و ثواب منقطع نہیں
 جائیگا، لیکن جن لوگوں کے پیش نظر خدا کی مرضی کا کوئی سوال ہی نہیں ہے وہ اگر
 قومی خداست کے جوش میں اپنے تئیں کوئی کراویں تو وہ قومی سرسبز و خوش و طبع
 اور نہ جلنے یا لکھنے جاسکتے ہیں اور اپنے وطن و قوم کے وہ مخلص بھی
 پکارے جاسکتے ہیں لیکن جس افلاس کی تعلیم قرآن مجید دے رہا ہے وہ
 افلاس اپنے ساتھ ایک شخص میں نسبت رکھتا ہے۔ اور بغیر اس نسبت کے
 کسی فعل یا شخص کے لیے اسکا ستیوار نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ ایسی شعلہ بنیقلبون
 اہتمام بیچ نواکت عین نے حسن پر شک پر میں بیچ کو کے دفتر
 اخبار صدقہ و رش آراہیہ گورنر کلکتہ و سرکار کو

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ
 ایڈیٹر: عبدالماجد
 مدیر: دریا باد - ضلع بارہ بک
 نمائند: (علیم) عبدالغنی



چندہ اور انتظامی امور
 کے لیے مراسلت اس پتہ پر کیجیے
 محکمہ عبدالرؤف عباسی مہتمم "مکتبہ"
 مرشد آباد پلس۔ گولہ گنج۔ لکھنؤ
 چندہ سالانہ
 ششماہی
 بیرون ہند سے سالانہ ششماہی
 قیمت فی پرچہ ۱۰/-

پتہ: گولہ گنج، لکھنؤ

بر ۲۰ - دو شنبہ - ۲۶ - شوال المکرم سنہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۶۷ء جلد ۱



ایسی ذریعہ بنانا کہ سہولت فریب ہو۔ تاکہ اور فوٹو اور فوٹیج کے لئے آئینہ بڑھے لکھوں میں کون از اذقت ہے؟ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ آیا ہے۔ اور ذرا سی شعر و سب و کثرت اور بنیاد اور پرمختاں اور گہر کی لہجہات۔ پھر پڑھیں انکی مقدس اور الہامی کتاب اوستا آپ جانتے ہیں کس طریقہ پر محفوظ و مدون ہوئی ہے؟ یا اسی عقیدہ یہ ہے کہ زرتشت کی تعلیمات کو جو کبھی پوئی شکل پر محفوظ نہیں ساندھتے بلکہ کرتا ہوا کر دیا تھا۔ جب اوشیر اول کو دربار اُٹانے لگے اسلئے کہ خیال آیا تو اُس زمانے میں ارا اور پراشتہ کی نہایت باخدا و متقی شخص تھا اور صاحب کثرت و کرات تھا۔ اُسکو اس کام کے لیے منتخب کیا گیا۔ اُس نے مناسب غسل و طہارت کے بعد ایک نہایت قوی منہ آلودہ اکلھائی، اور سات دن تک سوارا۔ اس حرم میں اُسکو عالم رویا میں زرتشت کے تمام بول و حفظ کر کے لگے، جو اُس نے مبداء ہر کہ لفظ بہ لفظ لکھوا دیے۔ اور وہی اب کتاب مقدس اوستا ہے۔

سوال اوستا کی الہامیت کا نہیں، وہ تو بہت بعد کا سوال ہے، گفتگو صرف اسکی محفوضت کا ہے۔ اوستا میں وہ الہامی ہی نہیں، ہر مالی ہم تک ہو چکی کن ذریعوں سے ہے؟ — اایوں کے ذریعہ سے نہیں، اور جب روایت کا وجود ہی سرے سے نہیں، تو اُس پر جرح کیسی اور راویوں کے نقد و غیر نقد ہونے کی بحث ہی کیا؟ — وہ کتاب جس پر مذہب کا دار و مدار ہے صرف خواب کے ذریعہ سے ہو چکی، خواب صرف ایک شخص کا، اور خواب ہی قدرتی نہیں، مصنوعی اور وہ کے ذریعے پیدا کیا ہوا!

پیشگی پہلے۔ دیکھ کے شہر توین فریب سبب کا بیجیہ۔ کلبا کی سلم اور جبر

جا۔ دس آئیاں سہل سے خود بھیسی بھی سی، آئیں بیوں جلی اور غیر سند راہیوں میں سے بھی چار کیوں اور کس بچار سے معتبر اور مستند قرار پائیں؟ "آجیل کا شوق پیدا ہونے ہی لوگ ہر جگہ جھوٹی بھی ہر قسم کی انجیلیں لکھنے لگے۔" — "یقینہ کی کوئٹل (شہادت) میں جو بلی کوشش ہوتی وہ یہ نہیں کہ مستند و غیر مستند جانی بھی انجیلیں سب گہنے کے صدر مقام پر رکھ دی گئیں، اور بزرگان دین نے بڑے فضول و خشو سے دعا مانگنی شروع کی کہ جتنی کتابیں روح القدس کے الفاظ کے مطابق ہوں اور رکھیں ہیں، جو غیر مستند ہوں نیچے گر پڑیں۔ پس اس موقع پر جو کتابیں سب گر پڑیں وہ تو ستر کر دی گئیں، اور جو اوپر رکھی گئیں، واجب العمل مانی گئیں۔ ... کوئٹل کے نمبروں میں سے دو بٹپ میں انفراد کوئٹل کے زمانہ میں مر گئے، کوئٹل کی کارروائیوں کے استناد کے لیے ان دونوں کے بھی دستخط کی ضرورت تھی۔ کوئٹل کے فیصلوں کی سلسل اُنکی قبروں پہلے جا کر رکھ دی گئیں اور پھر مقرر کر دیا گیا کہ کوئی افراد، جاننے والے، محترم بزرگان کلیسا، است بھرد مانگتے رہے، بیج کو قبروں پہ جا کر، لکھا تو سلوں پر دونوں مرحومین کے دستخط موجود تھے۔"

دیکھ ایسے مسلم غریب کے پاس ان کرامات ان عجائبات ان معجزات کے مقابلہ کی کوئی چیز؟ بڑا دعویٰ اُسے تو اثر کا ہے، یعنی اپنے قرآن کے ہر لفظ، ہر حرف، ہر لفظ، ہر ہر جواب سے متعلق ہر زمانہ میں ہر قرن میں، ہر جہد میں، بے شمار ادبے سبب تعداد میں راویوں کی مسلسل اور لفظی سلسلہ روایت کا، سند متصل کا، اور قرآن تو غیر بہت بڑی چیز ہے، اس کے توضیح دفتر حدیث تک کا ایک ایک لفظ حجاباً ہوا ہے، تو اوجہ جبر کیا ہوا ہے؟ اُس کے حریف آج ایسے ایسے ہیں جنہیں مزار شہر سے نہ کسی

جرح کا نہ کسی سزا کی نہ کسی تحقیق نقد و غیر نقد، معزز و غیر معزز کی - علامت اپنی خوش عقبتیاں کر بس ایک رات کی نادہ کی، ایک بیسی دہائی کا ہی ہر رات کو دن بنادینے کے لیے ہر باطل کو حق میں تبدیل کر دینے کے لیے ہر بندہ میں خود سزا کی پیدا کر دینے کے لیے !

مہرلی ۱۵۵۵ء میں

خطوط غالب رقبہ "سودی" حبش پر شاد کی جو بندہ آزاد ہندوستانی دکانڈی سے شایع ہوئی ہے "۱۵۵۵ء" علامت اپنی ادنیٰ لطف فزوں اور نور فزوں کے، اور بھی سلووات کے لحاظ سے بھی بیست قابل قدر ہے۔ مرزا صاحب "۱۵۵۵ء" کے مشہور ہنگامہ کے پانچویں جلد جیسے کے بعد "۱۵۵۵ء" کی نشی ہر گواہان نقشہ کے نام خطا میں گنتے ہیں :-

"واللہ اعلم" حضرت کو سلطان اس شہر میں نہیں سنا کیا اسیر کیا غریب، کیا اہل حوذ۔ اگر کچھ ہیں تو بار کے ہیں، انہوں نے البتہ کچھ کچھ آباد ہو گئے ہیں۔ ... یہاں غریب کیا، بلکہ دیوار دیوار گھریں ٹیکوں کے اور وہ نوکر ہیں راجہ زور سنگہ بادشاہی بیار کے۔ راجہ نے صاحبان مالیشان سے عہد کیا تھا کہ بروقت غارت دہلی پہ لوگ بچ رہیں۔ چنانچہ بعد فتح کے راجہ کے سپاہی آہستہ آہستہ اور یہ کوچ محفوظ رہا۔ ورنہ میں کہاں اور یہ شہر کہاں۔ سب اندازہ جاتا، اسیر غریب سب بچ گئے۔ جو رہ گئے وہ بچ گئے، جاگیر دار، منشن دار، وہ مستند، اہل روز کوئی بھی نہیں ہے۔ مفصل حال لکھتے ہوئے ڈرائیوں طاقان نامہ پر شدت ہے، اعداد و ازیں اور درویش میں مبتلا ہیں۔ ... گھر کے گھر سے چور غارتے ہیں، بھروسہ سیاست پائے جاتے ہیں، جرنیل مذہبیت یا ذہم سکی سے آج تک بدستور ہے۔ ... دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ یہاں باہر سے اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جاتے نہیں پاتا۔ نہ زمانہ عیاں کا اور نہ کرنا۔ اس دیکھا چاہیے سلطان کی آبادی کا حکم ہوتا ہے یا نہیں؟ (۱۵۵۵ء)

مقاتلہ کو کوئی پردہ کہاں تک ڈالے، دیکھ سکتا ہے؟ سلطان اپنی غلطی سے اور بیکسی کی تازہ داستان کو تبدیل ناچار ہیں بھی تو کیسے ٹھیکہ کتے ہیں؟

"صاحب کی خونی تفریح"

نویارک۔ ۳۰ ستمبر۔ کل رات کو جو آئیں مشہور و معروف حبشی "مکہ باز کا مقابلہ" درجہ چہرہ شہر دنیا کی اُستادی اسکے سنیہ نام حریف کو ڈوبے ہوئے اور انہیں حبس میں لے کر آیا۔ تین ہفتوں تک تو مقابلہ چلی رہا۔ اس کے بعد کوئیں نے جو کچھ برساتا تو دیکھ کے تو فوڈا کو کہیں پناہ نہ ملی۔ خود ایک بار گر کر گرا، کھڑے کے باہر ہی آکر اٹھا پھر بیٹھا۔ لیکن سر پر اور نہ برادر خوار حریف کے مسلسل گھوسے اس کو لادیں۔ چند روزوں میں پھر پرتو بہ نسبت جو بچی کو گویا اس غشی طاری تھی۔ سوجھی ہوئی، اس سے آگے سے غرت کی شکل مل رہی تھی، اور اس کو دوسرے دیکھا، اٹھا کر اس کو اس کے دوسرے

نہ سمجھ پاؤں کہ معاملہ ختم ہو چکا اور اسے شکست ہو چکی ہے۔ تاہم کالج ۶۰ ہزار کا تھا اور ٹکٹ کے ذریعہ سے آمدنی کا تخمینہ ایک لاکھ ۲۰ ہزار پڑا، ۱۵ لاکھ روپے کا کیا گیا ہے۔ اس میں ۴۵ ہزار پڑا تو بیس کو لیں گے؟

دو ٹرک تار برقی۔ مختصاً

شاہین اور ۴۵ دہائی کے بدنام خوق مرغباری اور شیر بازی کو کوئی نسبت "صاحب کے اس نیکنام خوق انسان بازی" ہے؟

"صاحب کی آرٹ پردی"

۲۵۔ اکتوبر کا بڑا کیلینڈر گورنر صاحب ادیبی بیٹ نے ادوے شکر کے کلچر سنٹر (الموٹہ) میں جا کر طلبہ اور طالبات کے کمالات کا مظاہرہ کیا۔ ہزار کیلینڈر دربارہ ۱۸۰۰ اکتوبر کا سنی کے وقت گئے اور وہ گنتے تک تماشہ گاہ میں دام لیلہ کا تماشہ دیکھا۔ اس کے بعد جدی صاحب کے ہمراہ ہزار کیلینڈر سنٹر لہ تشریف لگے، جہاں اس کلچر سنٹر کی آئینہ قیمر زیر تجویز ہے۔ اور یہاں ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت مجوزہ طاروں کے سمجھنے اور ان سے دلچسپی لینے میں صرف فرمایا۔ (۲۵ اکتوبر ۱۳۸۵ء)

گورنر صاحب کے وقت کھینچنے میں لکھنؤ قہقہہ ہوتا ہے اور جنگ کی صورتیہ کے سلسلہ میں تو سب سے کثمت کہیں زیادہ پڑ گئی ہے۔ ۲۰ آرٹ نوازی کا مکان ہے کہ نقص و نقصان میں بیٹھے شریف پشہ اور سفید و سفیدی فن کی سرپرستی میں شکست و ذلت، اور ان کے کئی کئی گھنٹے صرف فرمائے جا رہے ہیں!۔۔۔۔۔

فلاں، اجہ یا فلاں خواب، اگر خواب، نشاط کی سرپرستی کریں، تو یہ بکثرت شوقی تو ہوتے ہی ہیں رنگ، دیاں مناسٹے والے، اور انہیں اپنی دولت، ریاست، سلطنت، ٹاڈاٹے والے، لیکن وہی تو جہاں "صاحب" فرمائیں، تو یہ بین تماشہ پردی، اور "فنون لطیفہ" کی جلیلا نوازی!

ایران کی "ترقی پسندی"

لیدی ڈاکٹر، زمانہ، ایم ڈی اور کی کی مشہور و مقبول مصنفہ ہیں۔ اہل کتاب اسے دوسری سرجن "ہاتھوں ہاتھ نکل ملی" ہے۔ ایران کی سیاست، دوبارہ کر چکی ہیں۔ ان کی تازہ کتاب "شہر گریس" ایڈیٹ ان ایران، پر مفصل رہا، جو سلم برد (نویارک) کے جولائی نمبر میں نکلا ہے۔ اس کے ضمن میں اصل کتاب کے بھی اختصا سات متعدد آگے ہیں۔ ایران، "مہر ایران" شاہ رضا پہلوی کے اصلاح یافتہ، "ترقی پسند" ایران کی زبردست مداح ہیں، جو شہر میں آکر گنتی ہیں!۔۔۔

"کسی اور دوسرے سبب سے زائد یہ منسویں ہی کا اثر ہے کہ معاشرت جدید کے قدم ایران میں چھ گئے ہیں۔ انہیں نے غیر معمولی سہرا دیا، محنت سے کام لیکر مغربی دنیا کے طور اور طریقوں کو مشرق تک پہنچایا ہے۔۔۔۔۔ جدید اصلاحات کا نفع سب سے خاصہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایران دوسرے، چاہے وہ خود اس سے باخبر نہ ہوں، مغربی طرز معاشرت کو قبول کیے بھی ہیں۔ نظام فکر کو جذب کر رہے ہیں۔ جدید رنگ ڈھنگ سیکھ رہے ہیں۔"

کی صدق سے بالکل ظاہر ہے۔ لیکن تقریر کی تفسیر و تفسیرات میں کیا کیا ہائے؟ وہی لفظ سی، لیکن آخر وہ لفظ بھی کیا ہوں؟ شک خود ہی خوشہ دے رہا ہے، غلط صدائے لکھنے میں تو کیا لکھنے؟

صاحب تفسیر کا بھی تو آغاز ہے، اٹھان ہے۔ پہلی پر پوچھتے پوچھتے خدا کرے ایمان میں اتنے پختہ پوچھتے پوچھتے کہ شمار مذکور صدیقین میں ہونے لگے۔ الذین آمنوا اللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم۔ اور آج تو زمین پر انسان ان اُنھیں مدبرین کہہ کر بکارتے ہیں، کل حجت میں مرنے میں انھیں "صدق" صدیق ہی کہہ کر انھوں نے تمہیں۔

اللہ انکی اس خدمت کو قبول کرے اور انکے اس رسالہ سے لوگوں کو پوری طرح مستفید کرے۔

رسالہ انکو ان لوگوں کے قلب کے مطالعہ میں رکھنے کے خاص طور پر قابل ہے۔

(بقیہ صفحہ ۴)

صورت بالکل چندر اسے منی ہوئی۔ ولایت اسی کی تسلیم ہوئی۔ اس جو رہتے ہوئے شرمائی، لجائی۔۔۔ لڑکے کا نام باپ نے بدم رکھا۔ زمین پر ایک سلطنت اُسے حکومت کیسے عطا ہوئی۔ قوت تیغ کا یہ عالم کہ اچھی اس طرح چھپ چھپے پھرتے، گویا کوئی کتا دم لانا ساتھ ساتھ ہے۔۔۔ دیوانوں نے کہا، کہ

بیابا عراقی تو از ان خاص نانی!

یہ قوم میں شامل ہونے کے قابل ہے، اسے زمین سے آسمان پر اُٹالو۔ رحما جی نے حکم دیا، کہ آج سے اسکا شمار بھی آسمان کے دیوانوں میں ہو، غلط رسالہ کو تپ پہچانتے ہیں؟ یہ وہی اہتمام زادہ ہے!

خود چندر راجہ بھی اپنے گزیر کی بد دعا کے اثر سے نہ بچے، دن کا مرض مسلط ہو گیا۔ گنگا پانی کے کنارے آہر دہار کے قریب، رانیشتیں کرنی شروع کیں۔ ہمارے جو جی اس کفارہ سے رہتی ہو گئے، حکم ہوا، بیماری دور۔۔۔ گنگا جی کے کنارے رشی کشن میں چندیشتر کا جو شہرک مندر ہے، یہ تیرتہ اسی مقدس دامن کی باجگاہ ہے

بزم ہمدردان صدق

جناب عبد اللہ ابی صاحب انصاری، بھوپال نے مبلغ چھ روپے بھجوا کر "صدق" رسالہ فرمائے۔ فخر و اللہ خبر بھجوا۔

صدق کی دینی خدمات

کے پیش نظر اس کی وسیع اشاعت پر فوج ہر خریدار صدق کا فرض ہے۔ خصوصاً جبکہ کافر سامان طباعت کی گرانی مد سے سوا ہو چکی ہو۔

اصول اخلاق و پاکیزگی کے ادنیٰ مفاد ہیں۔۔۔ دینی اصول جن پر یوں اور امر کیے چل رہے ہیں۔ ایمان کے جدید قومی و خانگی اصول زندگی کا اخذ سمجھتا ہے؟ (مسلم در لٹ۔ مثلاً)

مبارک ہونید کو سلام کے بجائے سمجھت کی علقہ جگوشی! جدید ایران اور جدید ترکیہ کے بھی تو ہیں کی ہیں اگر روز بروز بعد ہوتا جلا گیا اپنے دین سے، اور قرب حاصل ہو گیا۔ صاحب کے آئین سے۔۔۔ یہ اصطلاح قادیان گویا سجدہ نام ہی ہے غلطی سمجھت کا۔

سجدہ کی گونج

"سوال حرم انوارہ جائے ہے کہ عبادتوں کے اور اسے ارکان میں بھی سکا (یا کیر دین کا) اتباع و اعتبار مثل انسانی آواز کے کیا جائیگا؟۔۔۔ نماز بھی عبادت منصوص ہے۔ اسکی حکمران فرات، وغیرہ یہ بھی امام ذائب امام یا شریک جماعت کے، خارج سے داخلیت کسی انسان کی بھی نہیں ہیں، جب جائے کسی آدمی آواز کی۔۔۔ اس لیے اگر دونوں کی آواز، آواز کے حکم میں نہیں بلکہ گونج (وہ لے باز گشت) کے حکم میں داخل ہو جاتی ہے۔ پس ان حالات میں نماز کے اندر احکام میں اس آواز کا اتباع کسی طرح جائز نہیں" (امریقا) "ہم عرض کہتے ہیں کہ سجاد کے گنبدوں کی گونج کے منتظر کیا خیال ہے؟ جب یہ صدائے بازگشت نماز کی شرائط کو نقص نہیں کرتی، تو پھر لاڈ اسپیکر کے دم جواز پر اس قدر اصرار کیوں؟ ہمارا گمان تو یہ ہے کہ شاید سجاد کے گنبد قدیم زمانہ کے لاڈ اسپیکر ہی تھے!" (پیام 'سرماء')

آج اسلام ہوا کہ دنیا میں کچھ مسجدیں ایسی ہی ہیں جہاں نماز میں اتباع امام یا نائب امام کی آواز کا نہیں بلکہ ان مسجدوں کے گنبدوں کی گونج کا کیا جاتا ہے؟ اور در کوغ و سجود، قیام و قعود اس لیے نہیں ہوتا کہ امام آواز سکی دے رہا ہے، بلکہ اس لیے کہ گون گنبدوں سے گونج برآمد ہے! گونج کے آثار چڑھاؤ پر اُٹھنے اور بیٹھنے اور جھکنے والے نمازی آخر اس دنیا کے پردہ پر کہاں موجود ہیں؟ انقرض ہیں؟ مراد آباد میں؟ آخر کہاں؟ دین اور شعائر دین کی "سرماء" ہنسی اڑاتے کا نتیجہ ہی ہونا بھی تھا کہ نود اپنا کلام شعلک بن جائے، اور شوخ نگاری ایک بھڑکے شہر میں تبدیل ہو کر رہ جائے!

ایک مفید رسالہ

بھوپال میں حسین برادری کے ایک ہونہار زوجہ صدیق نے ہیں آواز کے علاوہ گجراتی زبان میں بھی اصلاحی مضامین صدق کے رنگ کے لکھے۔ جتنے ہیں۔ حال میں انکا مختصر رسالہ "تسلیم مدبر پر ایک نظر اردو شہنشاہوں کی تفریح کے عنوان سے" انھیں اسلامی تاریخ و تمدن، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ نے شائع کیا ہے۔ شروع میں "دو لفظ" دیر صدق کے قلم سے ہیں۔ یہاں حرم بھرت نقل کیے جاتے ہیں:-

"صدق کی ایک تفسیر کے لیے حکم ہوا ہے صدق کے اذیئر کو کہ اس پر دو لفظ تادم کے لکھو۔ مناسب صدق

عشق و فسق آسمان پر

جنہنجنہ

آزمند و علم والا صنم کا ایک باب۔ آئینہ سبز ۱۰۔ سنبھلنے کا ایک مختار جو اردو میں اپنا لایا گیا

آسمان کے چمکد انوار سے سب کے حب وہ آواز دوتا آواز سے مدد میں
 اور تعلیم سے اور سواد کے صدور نام پر پہنچتے تھے۔ علم و فن و شغل و کسب و روزگاری میں سب کا
 ہاتھ آواز کے سردار کا کافور کے گل و دیوانوں کی گرد میں اُنکے آگے چلے جاتی تھیں وہ
 سب کے گرد تھے سب اُنکے چلے۔ اُنکا احترام و تقدس سب کے دلوں میں گہر کیے تھے۔
 شاگردوں میں سب سے بڑھ کر حسین و عابد چندر مار چاڑھ دیوانا تھا۔ اُنکی
 پیدائش کا طریقہ دنیا بھر سے آؤ کھا تھا۔ اُنکے باپ برہمچاری تھے۔ یعنی عورت
 سے بچنے والے۔ دل میں ازلہ رنگی تھا شاید پیدائشی سادہ سی طبیعت کا
 یہ بھی تھا شاید کہ حجر میں فرق نہ پڑے اور عریض کی یا صفت۔ بچپن نہ پاسکے۔
 دھابھول ہوئی۔ دانتی آگے سے ایک اُنہٹھکا اور اُس نے لڑکے کی شکل
 اختیار کر لی۔ بچے ان کا بچہ ناز میں لے آؤ۔ ان میں بڑھا۔ کئی
 روک نہ لگے۔ ہر پہنچتی تھیں۔ سکوں میں ہوتی تھیں۔ بچے کھلے ہوئے ہوتے تھے۔ پھر لایا
 بہمن ختم ہوا۔ ان جوانی شہادت آئی۔ ایک روز بہمن سے لڑکوں کو سکول سے
 باہر لے گئے۔ ایک گشت گویا اُنکے ساتھ بادل کا گرامت اور پُر کیف تھا۔
 اس پر جا بجا قطرے پکٹے ہوئے۔ گویا سیاہ فام پر ہوتی جڑے ہوئے۔
 لگا دیکھ گئی۔ خود اور زیادہ فریب۔ وہ سب تو اب ایکسا بادل اور کھنکھار
 چھلکا رہا تو ایک حسیہ نہ رہا۔ اور سر پٹے کیے۔ مناد دھوکہ دے کر ہاتھ لگا۔
 تو وہ اور اور تر ہو گیا۔ آگے دل میں جذبات کا طوفان ہو گیا۔ چلے
 سر کی پشت پر۔ ان میں اُنکے چہرے کے حسین کا کیا عالم ہو گا؟ سوا جان سب سے بڑھ کر
 سب سے زیادہ۔ اُنکے منہ پر پیرا (نارنگی) لہری سے نکلتا ہے۔ حسن و زیبائی
 خود اس پر نازاں۔ تیش جہاں لے گیا وہ خیرہ کر دی۔ آواز ان چہرے کے
 آغوشِ خوش سے رو کر کہاں رہ سکتی تھی؟ اور کون اُسے دور کے ساتھ تھا؟ لیکن
 نہیں۔ اور کوئی ٹانگہ اچھو کر ہی نہیں وہ شادی شدہ خاتون ہے۔ بڑا چٹکی ہوا
 چندر مار کے مقدس گھر کی۔ عزم بہمن میں کم سی لیکن رشتہ میں چڑا ہے۔ جسے ہر کوئی

انرا ہوا کرے۔ عشق کسب و کار کا قائل رہا ہے۔ اور عشق میں
 جب وہ کر کے دل میں موجزن ہوا۔ ان گزرے وقت گزرا۔ آخر ایک روز
 رات کے وقت اپنے غصہ بخت شو رو سوتا چھوڑا۔ اُٹا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور وہ
 چندر مار نظر۔ دو خانہ ہوا ہو گئے۔ ساری فضا سے آسمانی گانے کرتے۔ ایک
 دُور بیت و دو کے سارے میں چہنچہ۔ وہیں اس محبوبہ کے لیے محل تیار ہو چکا
 تھا۔ ہر طرح کے سامانِ ایش سے لیس۔

دیوانوں کی دیباچہ میں چڑچڑاہٹ۔ دیوان حیران آؤ۔ اُنکا گشت یہاں
 اسی لہجہ میں آج ناسیہ انداز میں پیش ہوا تھا۔ پہلے پہلے اپنے بعد میں گزرا۔ اُنکے ہنرم
 کو لے آئے۔ اُنکے ہنرمند میر بھائی۔ بڑا چٹکی ہوا۔
 بیوی کا عاشق تھا۔ اُنکے ہنرمند چندر مار کے پاس ہوا
 اور یہ لاغیر ترکتہ ہنرمند۔ بچا ہی میں تھوڑے سے انتظام نہیں۔ ایک تو اخیر

بیلا ہے۔ حیرت انگیز سوال ہے کہ میری پہلی دہائی کون ہے؟
 عاشق کے دل میں انہی نکاح کیل کھانسی؟ پھر وقت کا زعم مسترد ہو گیا
 بہمنوں میں کس کی انہی سال ہے کہ مجھ سے میری محبوبہ کو بیدار کر سکے؟ اگر جی
 نہ سکا کر دیا پس کر لے گئے۔ یہ بہمنی جی اپنے آخرم کو دیا پس لے۔ اور اب
 داغ انتقام کی تہ بوندوں پر لائے لگا۔ استغاثہ اندر کے دربار میں جل کر کر گیا
 بارش اور راجکا دیوتا وہی سب سے بڑھ کر تھوڑے۔ اُس میں انہی قدر تھوڑے
 کہ چندر مار کے غرور کو شکست دے سکے۔ اور چندر مار سے اُس سے کچھ انہی چٹکی
 بھی تو نہ ابر چٹکی۔ بہمنیت خوب کام آئے گی۔
 لکھ اور اُن کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ اندر دیوانے فریاد
 سُنی اور چندر مار کے نام فریاد بھیجا کہ حق چندر مار کو دیا پس کر دے۔ جواب
 اُنکا یہ ہے۔ فریاد رو کر دیا گیا۔ اور اب اُن کی فہم گئی۔ اندر دیوتا
 کا جاہ۔ میلان بالکل ظاہر تھا۔ اُسکا انتہا سب سے اٹلی تھا۔ پھر مطالبہ
 بھی اُسکا نام ترمن پر تھا۔ لیکن اُدھر چندر مار بھی اکیلا نہ تھا۔ راجا اور راج
 اُسکے دانتے بائیں بازو لے۔ اور تاروں کی جھنکی۔ دیوان میں سب کا
 جھرمٹ اُنکے جلو میں۔ آخر کار اُس ہی ان سب کی ملکہ تھی۔ زیادہ تو یہی
 سب جیشہ دیکھتا ہی تھوڑے ہی تھے۔ بہمنیت سے انسان۔ پکٹے تھے اور
 راجا اُنوں کے بند دیوتا اُن کی صفت میں شامل ہوئے تھے۔ اور جب ہنر کے
 تالاب میں تھے۔ بشری جذبات کے کھیل خوب کھیل چکے تھے۔ پھاڑ
 پھاڑے کر لے۔ زمین تھرائی۔ آسمان لرزا۔

راہی نہ اب ختم ہوتی ہے۔ جب۔ سب الارباب کو غصہ آیا کہ حق و
 انصاف کی فتح میں انہی تاخیر! لشکریوں کی بانیں کیوں بائیں تھیں چندر مار
 اسلحہ مجرم ہی کا فیصلہ دست بدست (راہی) سے نہ کر دیا جلتے! اشیو جی
 دھوٹ دھاکت کے خدا) نے اپنا سب سے زیادہ نالاک حربہ بہمن
 پھینک کر مارا۔ چندر مار نے اسکا جواب اُس اور نہ کے حربہ مسترد دیا۔
 کائنات کی بنیادیں ہل گئیں!

برہما جی (خالق کائنات) اب اپنے مراقبہ سے چٹکے ٹھہر گئے غضب
 ہو گیا۔ یہ تو میری ساری محنت ہی پر پانی پھرا جا رہا ہے! میرا کیا کیا ہوا
 ہوا جا رہا ہے۔ میری پیدا کی ہوئی خلقت فنا ہوئی جا رہی ہے! اور مجھ کو
 ہے میرا پوچھا تو کیا ہوا! بڑا استغاثہ نکلا۔ پہلے اپنے گرد جی ہاتھ صاف کر لیا۔
 پھر اُٹھائی کے ساتھ اپنے سے بڑوں کے مقابلہ پر نکلا۔ اور اب میرا بواہر کے
 دیوتا میرے شریک۔ بہمن تھو جی سے ٹکر لے رہا ہے، ادا نشدنی بے شک تر
 نہیں آتی۔ اپنے دادا کے مقابلہ میں صفت آرا ہو رہا ہے! پس اب میری خبر
 اسی میں ہے کہ اپنے گرد کی چیز اُسے دیا پس دے۔ جان میری اسی طرح
 سکھتی ہے۔ اتنی اب ملک جو تو جرائم کر چکا ہے اُسکی سزا ہے کہ آج سے
 ہر ہندو میں ان چہرے کی رو سیاہی تیرے نصیب میں رہا کر لی!

راہی ختم ہو گئی۔ اور ختم یوں ہی ہوئی تھی۔ چندر مار کا دل اب تار سے
 کٹ چکا تھا۔ عاشق کے بدبختی کے ختم ہو چکے تھے۔ بیوی خود ہر کے پاس ہوا پس
 آئی اور چندر مار روز لگا۔ ایک لڑکا جنی، اندر اب اس میں بیوی، انسان کی
 شہر کا، خوب گرا۔ یہ۔ مشہور دانا اس کے مقابلہ میں طلب ہوا چاندنی

مجلس علماء دکن کی تجویزیں

صدر آباد دکن - یکم دسمبر - صدر مجلس علماء دکن نے اپنے اعلان
 متحدہ ۲۰۰۰ سوال سنہ میں حسب ذیل قراردادیں منظور کیں :-
 (۱) دیت ہمارے متعلق حکومت کے عالیہ اعلان پر اجلاس سے
 غور کیا کہ تمام دنیا میں اب بھی وہ عید منسلک کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے
 غیر تشفی بخش اصرار پر غور کیا گیا اور طے ہوا کہ عید اکبر جات بادداشت
 شایع ہونے کے مسلمانوں کی آخری روزگاری کی جیسے اور حکومت آصفیہ اسلامیہ
 کو غیر شرعی قرار دینا سے باز آجائے۔

(۲) زمانہ کلچر میں ہالیوڈ کی ہندوئی پر حکومت سے پُر زور احتجاج
 کیلئے اس قسم کے اعمال کا آئندہ استیصال کرنے کی گزارش کی گئی تھی اسکا
 جواب سنہ ۱۹۹۱ء میں غیر تشفی بخش و اصول پسند کے ایسٹ وائچ
 صدر اعظم ہمارے گورنر کو لکھ کر دیا گیا جس کے حکومت اس بارے میں اپنی
 پالیسی کا اظہار فرمائے اور ان مطالبات و مطالبات کے مذہب میں
 مداخلت نہ ہو۔

(۳) اخبار "الامان" میں مورخہ یکم دسمبر ۱۹۹۱ء کے "سنہ نبویہ"
 امریکہ کے حوالے سے یہ خبر تشفی کی ہے کہ لارڈ لٹون نے انھیں شہر برطانیہ
 سیر کرنے اپنے ایک مہتمم میں شام کا، خوش آئند اور تمام ساری میں
 میں رسول اللہ کے مقابلہ کر کے حضور اکرم کی شان میں گستاخی کی ہے
 اور "سنہ نبویہ" نے اس مہتمم کی بنیاد پر اس سے زیادہ گستاخانہ
 مقالہ سیر و قلم کیا ہے۔

مجلس علماء دکن اس مردود سیر اور ملعون ایڈیٹر کے خلاف پُر زور
 احتجاج کرتی ہے اور حکومت برطانیہ پر واضح کر دیا ضروری سمجھتی ہے
 کہ حکومت کے ایسے ذمہ دار ارکان کی اس طرح نازیبا حرکتیں مسلمانوں
 کو حکومت سے متنفر کر رہی ہیں اور مطالبہ کرتی ہے کہ حکومت برطانیہ
 ایک عام تہیہ اپنے سفیروں اور دیگر ذمہ دار اشخاص کے نام جاری کرے
 کہ اسلام اور حضرت رسالت کے خلاف گندہ دہنوں سے وہ ہمیشہ
 سختی سے اجتناب کریں۔ (ادھر دکن)

۳ ہر مصیبت کو کسی مادی سبب کا نتیجہ بنا کر اپنی جگہ پر مطلق ہو جاتا
 ہے اور آخر پر باد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح غفلت شاد قوی میں بھی ایسی
 اسباب میں چھپی ہوئی حقیقت سے نا آشنا رہ کر فنا ہو جاتی ہیں۔
 نکالنے میں فرقہ انگیزانہ دہریہ اور کئی آبادیوں کو ہمارے ہمارے ہمارے
 ظالمانہ غارتگری علیٰ عہد شہا کہ وہ گھنگارہ تھیں۔ نوادہ اپنی گویا مٹی
 دیر مسئلہ و تقریریں ہمتوں بیکار ہو گئے اور اپنے
 (رج) مکمل سبب آج تک
 (معارف)

شیخ غلام حسین نے من پشیم میں صبح کو کے دفتر صدق مرشد آباد
 پھیں گارہ گئے گھنٹہ سے شایع کیا

قانون مکافات

میں طرح کسی انسانی جسم میں فاسد مادہ سے جمع ہو جاتی ہیں فاسد
 دوسرے اور دوسرے حوالہ میں پیدا ہو جاتے ہیں اور جب وہ فاسد مادہ سے
 نکل جاتے ہیں فاسد جسم میں صحت کا دور چمکنے لگتا ہے۔ اسی طرح مرنے والے دنیا
 کے جسم میں فاسد مادوں کے اجتماع کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس لیے اگر اس وقت
 دنیا خون میں نہا رہی ہے۔ تو اس کے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ملتی
 ہے کہ وہ اس منسل سے ٹکڑی ہو۔

یہ تو مانت نظر آتا ہے کہ جو قومیں اپنی قوم کے غریبوں میں عداوت کو
 ہوتی تھیں۔ اس شکل کے دشت میں اسی کا سہارا ڈھونڈ رہی ہیں۔
 الشریک دوسرا بھی زندہ ہے۔ اگر اس کے لئے، ان کے ایمان میں فرق
 پیدا ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ خود اسکا اپنی مذہبی ماحول سے کا اعلان
 کرتا ہے۔ جب دیار پنجیتوں نے تو خدا باور کیا ہے۔
 دولت کی بنیاد - تمدن کے نفاذ اور اخلاق کے بگاڑ کا سبب
 ہے۔ اسی سے قرآن نے بتا دیا ہے، دنیا بچنے کے اس کی تقدیر میں کی ہے کہ
 انسانیت کی بہت سی تمدنی برائیاں دولت کی افراط کا نتیجہ ہیں۔ اللہ
 تعالیٰ فرماتا ہے

و کم الکنا من فرقة بھرت	اور ہم نے کتنی آبادیوں کو جو اپنی دنیا کے
میشنا، قناک شکتم	میں میں اتر رہی تھیں برباد کر ڈالا۔ یہ
لم شکن من ہمد ہم الا	ہیں ان کے رہنے کے مقامات جن میں
قلیلا، کنا عن الودین	پھر کوئی نہیں بچا، اگر کم اور ہم ہی اسکے
(تقصص)	مالک رہ گئے۔

کم نگاہ انسان خدا کے ہاتھ کو گوشت پوست کی عورت میں اپنی طریت
 بڑھتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ حالانکہ اس کے انتقام کا ہاتھ آگ لپاتی، زلزلہ
 دیا۔ لڑائی۔ فرض ان مختلف شکلوں میں نظر آتا ہے جن سے گھٹکار
 قومیں ہلاک ہوتی رہی ہیں۔

آج کے ظاہر میں برباد شدہ قوموں میں عاد۔ ثمود۔ قوم صالح وغیرہ
 وغیرہ کے ناموں کو سن کر غیر نارنجی دیکھنا شہدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ غیر
 نارنجی یہ بھی نہیں۔ نام ان کی تاریخی قوتوں میں بھی اس انجام کی
 نشانیں کم نہیں۔ خدیم یونانی کیا دوسے۔ دوسرے بے اے کہاں ہیں،
 کار بھیج کے برباد کر دئے گئے۔ سفلیں کہاں ہیں۔ بابل۔ بنوئی اور مصر
 میں خدائی کا دعویٰ کونے دالے کدھر گئے۔ ایران کے پاک نژاد کیانی
 کس سلسلہ میں رہ گئے سلجوق۔ غزنوی۔ غوری۔ دہلیم کہاں گئے۔
 کیا ان میں سے ہر قوم قرآن پاک کے دعوے کی شہادت نہیں۔

جو کچھ کل ہوا ہے وہ آج بھی ہو گا۔ عاد۔ ثمود۔ نمرود۔ ملوہ کے
 مثالی پیکر ہر زمانے میں ہوسے اور ہر زمانے میں ہوں گے۔ ان کے پیکر ہوتے
 رہتے ہیں۔ لیکن حقیقت نہیں بدلتی۔ اسی طرح قوی بربادیاں بھی ہر
 زمانے میں جیسے بدل بدل کرتی ہیں۔ مگر اس کی حقیقت غائب اعلیٰ
 ہی کی ہے جو کبھی نہیں بدلتی۔ غفلت کا ماما انسان جس طرح

وَالَّذِي سَاءَ بِالنَّدَى وَصَنَعَتِي بِهِ أَوْلَئِكَ مَعَهُ الْمَشَقُّونَ (اور جو بھی بات لے کر آیا اور جس نے اسکو چاہا، وہی لوگ ہرگز گمراہ نہیں)

ایڈیٹر۔ عبدالمجید

پتہ :- دربارہ، ضلع بارہ بنگلہ

نائب :- (علیم) عبد الغنی

مضامین کے بارے میں مراسلت ایڈیٹر سے ہی ہونی چاہئے

ہفت روزہ

1391



لکھنؤ

چندہ (اردو تنظیمی امور)
کے متعلق مراسلت اس چندہ پر کی جائے۔
محمد عبدالرؤف عباسی ہتھم صدق
خدا آباد پریس۔ گوردیچ۔ لکھنؤ

چندہ سالانہ
شمارہ
بروز ہندسہ سالانہ شائبہ
قیمت فی پرچہ ۱۰

نمبر ۳۱ - دو شنبہ - ۱۱ ذیقعدہ المکرم ۱۳۹۱ مطابق یکم دسمبر ۱۹۷۱ء - جلد ۱

پہلی باتیں

کسی مسلمان حبیب کو سونے لکھتے آپ نے دیکھا ہے؟ — حال کوئی ایک مسلمان تو دے ہی ہیں۔ علیم، ڈاکٹر، ویرکے پٹے میں ہر زب اور قلم کے لوگ ہیں۔ سوال مسلمان حبیب کے نسخے کے بارے میں ہے۔ ہاں تو مسلمان حبیب نسخے لکھنے کو قلم اٹھاتا ہے تو شروع دوا سے نہیں کرتا، دوا سے کرتا ہے۔ قبل اسکے کہ نام ایک، اور کبھی لکھے، نام دوا اور تاثیر دوا کے خالق کو دیتا ہے۔ اور سب سے پہلے، نسخہ کی پشیمانی پر ہوا، انشائی لکھتا ہے! بعض کو شاک ہے کہ شفا کہیں جیسے ہاتھ میں نہ کھولتا، وہ اختیار اور قدرت میں تو کسی اور ہی کے ہے! میں تو ایک بے بس اور بے جان واسطہ ہوں ہے نفس کو بتاتا ہے کہ تاثیر دواؤں میں نہیں، دواؤں کے خالق میں ہے۔ میں خود کیا چیزوں، جو کچھ بھی ہے ہر پردہ دکا رہی ہے۔ دنیا پر اعلان کرتا ہے کہ شفا کسی دیوی دیوتا کے بس میں نہیں۔ اس کے ہاتھ میں نہیں، صرت ایک مالک، مولیٰ، قادر و مختار کے ہاتھ میں ہے!

حبیب کو نامانی کہتے ہیں اور یوں معلوم ہے کہ دینداروں اور بیعتیہ کی نہیں، مشرکوں اور بت پرستوں کی بیعتیہ تھی۔ وہاں تو پوجا سمیت و شفا کے دیوتا عقیدے کی ہوتی تھی۔ اور ان کے بارے میں کیا جاننا چاہیے! (مصدقہ) کے مندر پر پڑھائی جاتی تھیں۔ ان کے بارے میں جو علم عقلمانی سمیت کے سن میں مستطیل ہے، اسی دیوی و نام سے شتہ ہے۔ وہاں کا حبیب نظر بقراط تو حیدر کہہ سکتا ہے، شایہ اور شہو عالم ہر فن جالینوس شرک کے مندر کا بچاری تھا۔ اس کا فرزند بنانا، اس شرک سے تعلق و حیدر ہر عادی کا کام فرزندان اسلام کا تھا، عجیب و غریب نرسٹ کا تھا۔ جس چیز کو چھو، اسے اپنی میں۔ میں اس سے گرو ہو گیا، ابھرے خوشبو

توحید کی آنے لگی جس عمل میں ہاتھ لگا دیا، اسے عبادت بنا دیا۔ نسخہ بناد اور عیسائی، یہودی اور پارسی سکھ اور چین اسب ہی لکھتے ہیں۔ اور اپنے نزدیک خلق خدا کی عبادت کرتے رہتے ہیں، مسلمان کے قلم نے اس نسخہ نویسی کو بھی برا و درست خالق اکبر کی عبادت بنا دیا۔

اشخاص میں، افراد میں انقلاب پیدا ہوتے سب ہی نے دیکھا ہے۔ جماعتوں، گروہوں، طبقاتوں، ملک کی کہیں کہیں کا پاپٹ ہو جاتی ہے۔ لیکن عموماً وہاں کا نقطہ نظر بدل دینا، فنون و صنایع کا رخ ہی سہی سے پلٹ دینا، ایک اشارہ سے سفلیات کو طویات کا رنگ دینا، فرضی کو فرض بنا دینا، یہ کارنامہ بے مثال اور بے مثل ہمارے تاریخ کا ہے۔ اکیلی طب پر سو قوت نہیں، فلسفہ اور منطق اور ہیئت اور خدا معلوم اور کیا کیا خاک بلام ہم نے دوسروں ہی سے لیا، مشرکوں اور مشرکوں، محدوں اور بیہوش سے لیا، اور دم کے دم میں کیا سے کیا کر دیا!

خود نہ سمجھے جو راہ پر اوروں کے راہی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے فردوں کو سمجھا کر دیا!
تو کراہیوں کے گڑھ تھے، یہی رشد و ہدایت کے مرکز بن گئے، جو راستہ کا شاک اور مردہ پتھر تھا، وہ ہیرے کی چمک، دمک کے ساتھ جی اٹھا، اور جو صغری تھا، اسے زیادہ سے زیادہ ملکوئی بنا دیا تھا۔ ایک دور وہ تھا، اور ایک دور یہ ہے، کہ تہذیب جاہلی کی قدیم سے ساقی انسانیت کا ہر عنصر زندگی میں تبدیل ہو گیا۔ اور سطح نظر جیسے کہ تہذیب سے سمجھتا تھا، وہی چ پائیوں کی طرح علوم عالیہ عقلیہ، حانیہ سے عقلیت، انہی کی طرح کھانے پینے، لہسنے پیڑنے، ایک دوسرے کو توں سے برا بھلا کہنے میں لگا، وہی بناؤروں کی طاعن و پائی خواہشوں کی تمیل کے بعد رہنے پڑنے کی عادت، وہی چرندوں اور پرندوں کی طرح دوڑ بھاگ، بھاگنا اور اڑنا، ان کی پڑی کو حاص نریات اور غلام گمراہات سمجھنے کی حساسیت اور ٹھیک، یہی بیٹی اور بھیری اور اجنبیت فرشتوں کے نام سے، ان کے خلاف جنت کے

آخرت کی فکر ہے !

کلام کی رفتار

دُنوں کے انتظام کے بعد سجدہ اللہ آج اس اعلان کو سن کر ہی ہے کہ اگر تیری ترجمہ و تفسیر کی بنا پر ادا شدت کلام لایہ کی شہرہ اثر آج کہیں نے اپنے ذمے لیا ہے اور کلام کی ابتدا وہیں کرتے ہیں کہ یہ کافراد کُل مائت مبادت کی اس غیر سبکی گرائی کے لئے ہیں۔ اسی غم کو کہ اب کی جھپٹالی کا اپنے سب سے لایہ آسان تھا۔ لیکن ہمت کی بنیاد کے لئے ہر شہرہ کی آسان ہی ہو جاتی ہے۔ جس درناست کے لئے ابتدا کی بنیاد ہی لایہ کا خانہ (نہر لہو ک کہیں) سے حالت کوئے کا تھا۔ جیلا ہو اس جنگ رورنگی حواست کا کہ اب تو اسکا خیال ہی نہیں آتا۔ اور حال بہت سادہ تھا۔ آج کہیں لہو (شہر) بھی نہیں ہے (ہے) یہ طرز اشاعت دہی ہو گیا جو جاسید و شہرہ سے ملنے کے ترجمہ کا مقبول ہو چکا ہے۔ یعنی ادا شدت اکبر۔ ایک بار سے کی ان شاء اللہ ہوئی۔ یہی دور چننا۔ حال میں چاکر کی کتاب کیل کو جو بھنگی۔ جو کر مفرمان حضرت خیرا بننا چاہیں۔ یہاں کرم کہیں مذکور ہی سے مملکت خرائیں جو بنیں کہ پیش خیرا دہن کے ساتھ کہیں کچھ رعایت میں رکھے۔

کلام الملوک

"تم ایک پادشہ اور مملکت کا غیر منسلک پڑا احسا کر دلی اگر یہودی اطفال کے کاموں کے لیے اپنے آپ کو بیسیہ خاطر وقف کر دو۔ سب سے ہی آئندہ دنیا کی کتابوں میں جو نسا انسانی کے ارتقاء کے منسلک کو قائم رہے فرما رکھتے ہیں۔

سوانح حیات کے لیے کوئی مقصد زیادہ خوشگوار اور بھاری و جماعت کا اس سے زیادہ سخن نہیں ہو سکتا جتنا کہ نئی اور خیر منسل کی موت و سرت کا تحفظ ہے۔ میں اس فریق کو نایب ہی ام خیالی کرنا ہوں اور تو قیاس کر تم میں سے ہر ایک میں اس کا دل دیکھیں گے ساتھ علی حصہ یعنی رہو گی۔" (پیام: حضرت نظام دکن۔ ذوقین کا نرسس حیدر آباد کے سالانہ اجلاس مورخہ ۱۹۶۱ء)

تو دشمن خیالی کے بن اسے ہوں پڑا اور سب سے متنبہ لگے ہیں کیا ان سے ترقی کی جا سکتی ہے کہ اس کلام الملوک سے باہر لکھام سے کوئی برغلہ حاصل کریگا؟

خاموش تبلیغ

"اگر یہ صبح ہے کہ دین کی رشاقت قول سے زیادہ عورت ہو جاتی ہے تو ہر سلطان ایک تبلیغ بالقرآن ہے سلطان اپنے دین کو راز میں نہیں رکھتے۔ بار بار میں نے شاہد دیکھا ہے کہ اور ہر شام ہوئی اور ہر انھوں نے شہر کی گلیوں پر اپنی جائزیں بجا بجا کر نازیں شہرہ کر دیں۔ با اگر سفر میں ہیں تو راستہ ہی پر اگر نڈی بار کر رہے ہیں تو وہیں اپنی ڈنگیا پر نماز میں جھکتے گئے۔ اٹھنے بٹھنے کے راز میں پورا پورا رکھنے لگے، گویا باہر کی دنیا کو بالکل بھولے ہوئے ہیں۔ بار بار میں نے کوڑن کی آواز سننے اور صبر سے قبل مملو آفتاب سنی ہے کہ نازی اٹھیں اور اپنے اللہ کے لئے جھکیں۔ اور سب سے کہنے میں کیا شرم کہ میں خود اس کی آواز سن کر

اپنے آسانی باپ کی عبادت میں لگ گیا ہوں۔ معان کے سینے میں میں نے دیکھا ہے کہ نازی تھا۔ در قطار سفید ہوں چلتے ہوئے ہمارے ادارہ کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ اس سے منسل اپنی سجدہ کو بار بار میں زمین میں گڑھے گڑھے سے پڑے ہوئے ہیں، لیکن انکا امام انھیں ناز پڑھا رہا ہے۔

رسل درندہ، نیو یارک، جولائی ۱۹۶۱ء

بیان مغربی افریقہ کے ایک سچی شہری کا ہے۔ یہ روزمرہ کے ناسمجھان ہے مسلمانوں کی نظریں کوئی وقت نہ دے سکتے ہوں، لیکن دوسروں کو متاثر کرنے کے لیے کافی ہیں۔ انھیں ہر شے عیش کر جاتے ہیں۔ اور عند معلوم کتنوں کے دل میں ہی خاموش تبلیغ گھر کر جاتی ہے۔

سیکیت افریقہ میں

"دین محمدی افریقہ میں نمرود ہوا

نارو بہ زوال ہے۔ پوری طرح زندہ، سحر کہ ہے ہاں کے مشرکوں کو عیسائی اور مسلمان دونوں اپنے اپنے مذہب کر رہے ہیں۔ ایک دھت کرنے کا جب سچی شہریوں کو ایک دہرہ سنگین سے مقابلہ کرنا ہو گا اور وہ دہرہ اسلام کی ہوگی۔ اسی کی نوبت ممکن ہے سچا س سال بعد آئے، ممکن ہے سو سال بعد، ممکن ہے کہیں کہیں دو سو سال بعد آئے، لیکن ہر حال آنا یقینی ہے اور انگلیش اسی وقت فروغ ہوگی۔ آج جو شہری مسلمانوں سے حلقے میں کام کر رہے ہیں، یہ مستقبل کے لیے بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ اگرچہ موجودہ نتائج خفیف ہوں اور زمین سخت اور بھر سلوم ہو رہی ہو۔" (رسل درندہ، نیو یارک جولائی ۱۹۶۱ء)

اسلام، موجودہ ضعیف و منہحل اسلام کی قوت کا اور سچی شہریوں کی ناکامی کا بے اندازہ دست کے سرت کے بعد بھی ناکامی کا۔ یہ دلچسپ اغراض ایک سر پر آوردہ، پادشہ شہری کی زبان سے ہے۔

دین تہجد کی قدامت

"دوسروں کے سلسلے میں کے یقین

آجیگا کہ اس راستے میں: ہاں حضرت تعلیم کا میں نہیں، بلکہ ایسی تعلیم کا میں جن میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں تعلیم پاتی ہوں۔ ہر حال ابن قتیبہ نے عبون الاخبار (جلد: ۱) میں بیان کیا ہے کہ مکہ کے قریب رہنے والے قبیلہ ہذیل کی سرب اش فاشہ عورت قلمہ جب بچی تھی تو ایک مدرسہ جاتی تھی، جہاں سب سے دلچسپ مشغلہ یہ تھا کہ وہ ان میں قلم ڈال کر ان کا کلمہ لکھ لکھ کرے۔ اس دلچسپ در قیہ سے اتنا اسلام پاتا ہے کہ قبیلہ قریش کے رشتہ دار قبیلہ ہذیل میں ایسے مدرسے بنے جو جاتا کتنی ہی ابتدائی ذہنیت کے کیوں نہ ہوں، اُن میں لڑکے اور

لڑکیاں تعلیم پاتے تھے جہاں تھیں، (ڈاکٹر حمید اللہ صاحب استاد جامعہ عثمانیہ کا مقالہ، رسالہ ساریت نمبر فروری ۱۹۶۲ء)

عزیز سخانی "عرب میں: ان کا ایک ہی تعلیم"

انہیں شخصیتیں بددینے تو ہم نہیں دے سکتے۔ مل کر رہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں

گویا عامی سوال کرتا ہے کہ نشا خوں؟ مرمنسب بننا، ٹیمر نہ گیا ہے آخر چلے
اتنا کیوں نہ تھا؟ اور عجیب جواب دیتا ہے کہ نشا خوں کے اتنے اسباب

دور قومی کارکنوں کی بھان اشرہاں کی خبر: نجات ٹیلی ہونی۔ (آٹا شدہ آٹا)
 یہ راجعون۔ رئیس: لحاظ جائیداد تو کچھ ایسے بڑے ذائقے، لکیر، جہاں تک
 بہت کا تعلق ہے، رئیس نہیں، رئیس اعظم تھے۔ اور جب فیاضیہ
 جو نہ تھا، تو کتنا چاہیے والیاں ملک سے ٹکر لے لیتے تھے۔ یہ بی کی ص
 - میں کی زندگی ایک زمانہ میں انیس کے دم سے تھی۔ اس کے لیے عہدہ
 قومی اور ملی فکر کیوں ہیں، اسی خوش سر۔ نہ کہہ لے جائے
 یہ کہ کنیزوں کو الامال کر دیا ہے بڑے آئیں۔ یہ روز اور سب
 رہنما حرمیں تھے۔ عرصہ ہو، ایک بہترین ذخیرہ علم یونیورسٹی لائبریری
 مذکور کیا۔ تصویت کی کتابوں کے بڑے دلدادہ تھے۔ خود بھی لکھتی تھیں

(۱) سید محمد علی

(بسم الله الرحمن الرحيم)

۶۱ ان الذین آمنوا والذین
لم یؤمنوا هم فی النار
الذین یاتون الیوم الآخر
وخلعنا علیهم اجرهم
من ربهم ولا یستعلمهم
ولا یم یخزئون۔

۱۵۰۰ فرسوں پر،

ایمان لانے کے سنی ہی کُل عقائدِ مسیحہ پر ایمان لانے کے ہیں ایمانِ بادشاہ، ایمانِ بادشاہِ رسول، وغیرہ سب کچھ اس میں شامل ہے۔ اور الذین آمنوا سے کھلی ہوئی مراد مومنین یا مسلمانوں سے ہے۔

ہم انصاف تو بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنے، انہوں نے ان سے منہ اٹھا کر کہا کہ (ابن جبریم) یہی معنی اکبر و اہمیت میں حضرت ابن عباسؓ سے آئے ہیں۔

تدراشد بدان سن اسن لمجد علی اشد علیه وسلم زهر عن ابن عباس سئلین
نے بھی ہی سنی ہے جس کہ : لوگ جو ایمان نہ آئے اور پھر دین پر ثابت نظام
ہے۔ فالمراد الذین آمنوا فی الماضی وثبتوا علی الذلک واستمروا علیہ فی المستقبل
: ہو قول المتکلمین ذکیر الاولی ان یقال ان المراد الذین صدقوا البنی علی اشد
علیہ وسلم ہمارا سن جملہ اتباعہ لرفع

دوسرے معنی یہ بھی کیے گئے ہیں کہ صرف ظاہری تو من 'یا صرف زبان سے اقرار اسلام کرنے والے' یا منافقین مراد ہیں۔ (تجلی: ۱۶)

ایک معنی یہ بھی نقل ہوتا ہے کہ انبیاء و رسل ہیں : یا انہ رسلہ دالے مراد ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی جانب یہ قول بھی منسوب ہو چکا ہے کہ مراد اہل کتاب و غیرہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قبل آپ کی اجابت کے ایمان لائے آئے تھے۔

نہیں یعنی جو لوگ دینِ یہودیت کے پیرو ہیں۔ یہاں ہذا دو سناؤ: انا: خلی فی الیہودیت
(یعنی اوی) خود اپنے ہی سے یہودی پہلے آ رہے ہوں۔ اپنے سے مشرک وغیرہ کچھ
اگر ہوں اور ہوں اور اب ہمارے دشمن یہودی اختیار کر لیں گے۔

اب تک ذکر "بنی اسرائیل" کا چلا آ رہا تھا، اور انکی تاریخ کے اہم ترین مناظر سامنے لائے جا رہے تھے۔ اب پہلی بار لفظ "الذین ہادوا" آنا ہے۔ اور اب ذکر عفاؤ کا شروع ہونا ہے۔

یعنی اسرائیلی ایک ششلی نام تھا۔ ایک کُتبہ، قبیلہ یا قوم کا نام تھا جسے
فرعون نے اپنی غائبی پر نماز تھا اپنے آباء و اجداد کی ستوبت پر تاج کئے
اور اسے وقت عزت سی تھا کہ اسمی ششلی نام کو لایا جائے۔ اب بیان خود
اس کے ایک دینی مسلک کا۔ استغناء کا نظام کا۔ مزدت ہوئی کہ

۶۲۔ واذا اخذنا منكم رشدا
فانكحوا بطور -

اور دیا کہ وہ وقت آج ہی ہے۔
 تم سے اور لہذا کیا ہم نے تمہارے اوپر
 (۱۵) ہو۔

اب نام ایسا لایا جائے جو نسل، نسب و خاندان کے بجائے رہنمائی کے
مسابک و عقیدہ کی جانب - چنانچہ مولا بی کام الدین بادشاہ سے لیا گیا
قرآن مجید کی بلاغت کے رچہ و اعماد بنیاد میں اور کتب میں سے
شعار اب، لیکن ایک دوسرے سے متاثر نہ ہونے کے لیے الفاظ مختلف کا
لانا اور ہر کے رفیق فرق کا لحاظ رکھ لیا ہے۔

مذہبِ یہودی، نسلی مذہب ہے، تبلیغی مذہب نہیں۔ کسی باہر دہلے کو
 اپنا مذہب یہودی بنائیے گا طریقہ اس کے پاس نہیں لیکن عرب میں ضد و نقاب
 ایسے تھے جو نسلِ یہودی نہ تھے، عرب یا بنی اسرائیل تھے، لیکن یہودی کی صحبت
 سے متاثر ہو کر انھوں نے شکارِ یہود اور بے رحمیاً یہود اختیار کر لیے اور رفتہ
 رفتہ انکا شمار بھی یہودی آبادی میں ہو بڑھ گیا۔ سچاے اسلام کے انہیں اہلِ ابدار
 کے لئے کا ایک ذریعہ بھی ہے کہ وہ ان لوگوں کے اختیاری عقائد کی سچا
 خوب واضح ہو جائے۔

اسرائیل کا نسلی : قومی حیثیت سے غنائہ تو ظہور اسلام کے کئی صدی قبل
 لکھ کر لکنا چاہیے کہ مشنہ میں مشرک روپیوں کے ہاتھوں بیت المقدس کی بربادی
 کے بعد اسی ہو گیا تھا۔ اور رسول اللہ صلعم کے مہاجرین یہود کی حیثیت مہرت
 ایک مذہبی اور دینی فرقہ کی رہ گئی تھی۔۔۔۔۔ اسی لیے قرآن مجید نے
 'بنی اسرائیل' کا لفظ جہاں جہاں استعمال کیا ہے 'سیاق عبارت ہر جگہ
 تاریخی ہے۔

۱۳۶۵ء خوب خیال کر لیا جیسے وہاں ذکرِ سبحیوں کا نہیں انصاف ملی گا ہے۔ اور قرآن حکیم کا ہر ہر لفظ پر مکتبہ ہوتا ہے۔

سکھو، وہ نہیں ابھرا، مہل اربہ گواہ کہ اسے تھے ہیں۔ حضرت مسیح کو نبی نہیں اندھا
 کا بیٹا ماننے ہیں۔ نجات دینے والا (محمد مصطفیٰ) خدا کے سہارے
 انہیں کو یقین کرتے ہیں اور خدا کی کوئی آفتوں میں تقسیم سمجھتے ہیں ہر
 آفتوں سہارے خود ہی ایک خدا۔ اور تمہوں مل کر بھی ایک خدا۔

اس لفظی ترمیم لیکن حقیقتہً کھلے ہوئے شرک کے قائلوں کا ذکر ہرگز
اس مقام پر مقصود نہیں۔ اور اسی لیے شعور اور عقل پر اہم ترک کر کے نصیحت
لایا گیا۔ انصاری جی نے انصاری کی اور نصرانی جو عربیہ ہے

Harpreet Kaur, نام قاضی حضرت بیچ کو بی امانتہا اور شرک

کی لعنت ہے کفر و نفاق۔ آج کل کر ہی لوگ ایہ پیرا دیکھ کر مستحق ہوں

کہلائے۔ اور شہ کلا نہ عفا نہ کا زور نبھنے کے بعد نگرانی کی اصطلاح نمودار

موقع مخفی پر استعمال ہونے لگوں۔ یہ ایک ڈائجسٹ اریبل کے بہانے عزت انجیل

سستی کے فائل سنئے۔ اور پولیس اور ریل کی تقاضات کے کسب شکریے۔ ۱۹۷۰ء

سبکدست جو مرہونوں کے چارے آ رہا ہے "ایڈمنسٹرٹو" ہو لاسٹ ہے "فرمانِ مہم"

نے سکا۔ یہ نہ کہ ایک اور شخص کی طرف سے کیا گیا ہے۔ اسکا ذکر صرف مفسر

[illegible]

نائب رئیس مجلسی عبدالحق الدین خان صاحب

۴۔ حضرت شیخ کے چچے بھائی کے ایک شہر میں زندہ تھے۔

محمد علیؑ کے خطوط

[تین سال سے دہلی ریڈیو اسٹیشن نے اپنے اس شہر کے خطوط پر تقریروں کے ایک سلسلہ کا آغاز کیا تھا۔ سلسلہ کا عنوان تھا "سندھ پارے خطوط"۔ اس میں وہی خطاط جگہ پا سکتے تھے جو ہندوستان کے باہر کے لکھے گئے تھے۔ اپریل میں باری محمد علی کے خطوط کی بھی آئی۔ اور اس وقت بدھ مت کے ذہن کی تفریق کی ریڈیو ایک سرکاری ٹکڑی اس کی پابندیوں کو ناظرین تقریر پر مبنی وقت ذہن میں آئیں۔ تقریر کا وقت ۵ منٹ کا تھا۔

نوجوانوں کے لئے کراچی قبل از وقت بڑھنا چاہئے تک محمد علی پور سندھ پارے۔ پھر بارگئے۔ اور خطوط ہر دفعہ وہاں سے بہت سے لکھے۔ لیکن شروع میں ان خطوط کو کون محفوظ رکھتا؟ اس وقت کے خبری نگاروں کا کہنا یہ ہوا کہ لاہور کے ساتھ ساتھ لاہور میں ان ایک روز شہر کے آسمان پر آفتاب میں کرچکے تھے؟ آخر کے خطوط بے شک بہت سے ہونگے اور ایک لوگوں کے پاس۔ لیکن وہ زیادہ تر انسانی اور ذہنی سطحوں سے بہرہ نہیں کوئی ریڈیو پر کیسے لائے۔ خاص و عام کو کیسے سنائے؟ اس ذخیرہ کے علاوہ میں جتنے ہیں اتنے دائرہ میں کہ کوئی انہیں بچا لے کر آئے تو آج کا سا۔ اچھا اگر اسی ایک عنوان کی تہجد جائے۔ داستان کو تھک جائے اور داستان ختم نہ ہو پائے۔

محمد علی، سوہا تو بہت بعد کو ہوئے۔ شرماعین دونوں سڑ رہے، سٹری
کھلائے۔ پہلا سفر حیدرآباد میں کیا۔ جب پرائی مددی کے فتم ہولے کے
دو سال، ۱۰۰ گئے تھے۔ سن اُس وقت بیس سال کا تھا۔ دوسرا سفر ۱۹۰۲ء
میں کیا، جب نئی مددی کو شروع ہوئے بھی دو ہی سال ہوئے تھے۔ سن
اُس وقت ۲۲ سال کا۔ دونوں سفر غالب علی ہی کے سلسلہ میں تھے۔
زیادہ تر آکسفورڈ اور لندن میں۔ شتائے اسی سن دو سال کے لائن اور
مراٹے اقصیٰ شتاؤں کے مناسب حال۔ انگریزی میں لکھے ہوئے بڑے بڑے
طویل مراسلے ملنگٹون منتعلی میں **Shah Waliullah** کے عنوان سے
کئی کئی فیروز میں نکلتے رہے۔ ذکر ان میں زیادہ تر ہوتا کالج کے کھیل کود
کلا، ہجو لیوں کی رنگ زلیوں کا، اور سب سے بڑھ کر کشنی رانی یا کشنی باتی
کلا۔ اُس دور سے یقیناً آپ کو کچھ زیادہ دلچسپی نہ ہوگی۔

تیسری بار انگلستان بمبائے علیحدہ میں ہوا۔ اب محمد علی ملک کے
بمنازج رکنٹ اور انگریزی کے سپورٹسٹانڈانہ تھے۔ کامریڈ عرصہ سے
بھل رہا تھا۔ اور اب سچوڑ بھی کھانا شروع ہو گیا تھا۔ کانپور کی ایک نئی
بکھنے والی سڑک کی رز میں ایک سچوڑ کا گوشہ آ رہا تھا۔ اس پر قدرتی
ایک سخت سیمان بڑا ہو گیا تھا۔ اور مایہ نگر لکھنؤ کے عہد سے نکل کر
”آل انڈیا“ بن چکا تھا۔ محمد علی مسلم لیگ کے سکرٹری کو ساتھ لے چپے چائے
ولایت روانہ ہوئے کہ وہاں ہمارا اس سالہ اور ایک ہی کیا، ایک کے بست
معاملات پر لوگوں سے ایس ملائیں، وہاں کو گرامائیں، لمبیتوں کو زائیں، تقریب
تقریب، علم سے زبان سے، غرض، وہاں جو نچکر ہندوستان خطابت سے لگے۔
عمر انگریزی میں۔ اکثر کامریڈ میں چھپ بھی گئے۔ انہیں پڑھ کر نقشہ نظر کے

ماننے پھر جانتے ہے۔ اُس وقت کے ہندوستان کا اُس وقت کے ہندو سلطان
کا اُس وقت کے انگلستان کی شان و شوکت کا۔ ناکامیاں قدم قدم پر پیش
آتی ہیں۔ بہت بہت ہوئی۔ دو تین اور عثمانیہ محمد علی کی کثرت ہوئی
لندن میں بھی اور ایڈنبرا، نیو کاسل وغیرہ میں بھی۔ ان طلبوں اور محبتوں
شریک انگلستان کے چٹائی کے شاہیر بہت سے ہوئے۔ مثلاً اہل قلم و اہل فن
میں ایچ جی ویلز، جی کے جیٹرٹن، اے جی جگ، ڈرنہ سی ہلی، اسکاٹ،
جے اے اسٹیڈ راولینٹائن و لمیس اور آئرلینڈ کے مشہور شاعر ڈیو۔ یلی
ایٹس۔ اہل سیاست میں ریمونڈ کڈائلڈ، کیر ہائی، جان ڈن، آبرہ
ہیریٹ، ڈاکٹر روفرڈ، مسٹر پوسن وغیرہم۔ کچھ ایسے شاہیر بھی تھے جو
مابین وقت پر خود آتے۔ سے معذور ہوئے اور اپنے بیکلے اپنے معذور دنیا
بھیج دیے۔ مثلاً برٹا، ڈشا، مسٹر لٹنٹن، محمد علی ان طلبوں سے خوب
کام نکالتے۔ جو کچھ کتا ہوتا انھیں سونوں پر کہ ڈالتے۔ طویل مراسلے،
انکے قریب میں تو بات باتے المیہ و مہرب مشہور اخبارات ہیں انکے بیانات
نکلنے رہتے۔ لارڈ ہیلڈے اُس زمانہ میں نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور
لیڈی آریلین کو بولڈ تو ان سے فیمل ہی اسلام قبول کر چکی تھیں، انہوں
سے یہی محمد علی نے انگلستان کی سوسائٹی کے اندر خوب گفتگو پیڑھ پیدا کر لی۔
اور اپنے مشن میں کچھ ایسے زیادہ ناکام رہے۔

۱۰۔ ستمبر ۱۹۴۷ء کے کارٹرڈ میں جو راسلہ نکلا ہے اس میں ہے، اپنے ہی سفر پر جو یا تبصرہ کرتے ہیں۔ "۲۲ فروری کو ہم لوگ خود ایک اودامی لٹخ اپنے دوستوں اور بہادر دوس کو دے رہے ہیں اس پنجگی حیثیت سیاسی اور نژادی: ہوگی بلکہ اسکا مقصد یہ ہوگا کہ ہم ہندوستان اور انگلستان اور اسلام اور سچیت کے درمیان سفارت کا کام نہ لے سکیں اور نہ کہ ہم اپنے مخاطب انگریزوں اور انگریزوں: دونوں کو بتا دیں کہ وہ ہمارے ملک: ہمارے مذہب سے ایسے بے تعلق تو نہ ہیں جیسے کہ بے شک وہ چپکے ہیں بلکہ ہمارے غم اور ہمارے مقصد: ہمارے شکوے خود ہماری زبان سے سن لیں۔ مشہور افسانہ نگار ایچ۔ بی۔ ویلز سے ملاقات ہماری پہلی ہے۔ بلکہ اب کی جبہ کو تو ان میاں بیوی آپسے ان رات کو کھانے پر بیٹھ کر دیا ہے۔ اور وقت بھی میری خاطر سے سو آٹھ کار کھا ہے کہ میں سوخت نہک ہندوستان کی ڈاک سے فارغ ہو جاؤں" آگے پہل کر لکھتے ہیں کہ "ہندوستان اور اسلام کے معاملہ میں ان لوگوں کی بھجری اور مجبور دہر کر کے اور انھیں بار بار چٹختے دہننے کے لیے مزدوری ہے کہ ہمارے ہم خیال لوگ ہندوستان سے بار بار آتے اور یہاں کی ریلے عامہ کو برا بھلا کرتے رہیں میں یہ حیثیت مجھ کو ایس نہیں ہوں۔"

محمدر علی اب ملک ولایت سینی ہندوستان اور اسلام دونوں کے ساتھ
اور یہ دہرا نقطہ نظر قائم ہو چکا تھا۔ چنانچہ انگلستان اور فرانس کا
شک ۱۹۰۶ء میں وفد خلافت کے صدر کی حیثیت سے کیا۔ اب انکا شمار
ملک کے مسلم لیڈروں میں تھے، اور ملتانوں میں تو وہ سب سے زیادہ ہندو
حاصل تھے کہ ابیدر شاید۔ اب انکی حیثیت سفیر سے زیادہ مجاہد کی تھی
انگلستان خصوصاً شہر لندن میں بہت سی تقریریں کیں۔ انکس ہال کی کیکشن
ہال وغیرہ میں اور کچھ فرانس میں بھی۔ موضوع تقریر اسلام اور ہندوستان

دوڑوں کی ترجمانی اور پڑجوش ترجمانی ہی رہنا تھا۔ تغویوں اور پاکیزہ قریوں کے اہناک میں ہندوستان خطوط گھنے کا وقت کہاں سے نکلتے۔ اور جو کچھ لکھے ہیں انکی دشاعت کی ذمت اور بھی کم آئی۔ کوئی اخبار اسوقت پہلے ہاتھ میں تھا نہیں۔ آزاد کا نہ انگریزی کا۔

پانچویں بار۔ بیکار اور ذرا دروزار ایک قدردان و جوہر شاس ہندوئیس کے فرج پر ششہ ۱۹۲۷ء میں اپنے علی شاکس کے ساتھ دوبارہ آئے تھے۔ ذیابلیس کا علاج قانون کے ذریعہ کرنا تھا۔ اور اس طریق علاج کے اہرین فرانس میں تھے۔ اس لیے ذرۃ ابکی زیادہ تر قیام فرانس ہی میں رہا۔ اور انگریزوں کی شدید تائید پر سیاست وغیرہ سے ایک بڑی عمدہ نمک الکاح تھلاک رہنا پڑا۔ اس سفر میں اس سے جو مفصل خط لکھا ہے قابل ملاحظہ ہے۔ اقتباس فرما دیں۔ عزیز ہو گا لیکن اس سے ایک شرط تو اس سفر پر چرتے سفر دہوں کے مقامہ روشنی میں آجائیں گے۔ اور دوسری شرط مولانا کا طبیسی اور معاشری نقطہ نظر میں کسی تمدن و تہذیب پر جائزہ لے کر خط و کتابت سے دیکھا گیا ہے۔ تاریخ و رجوع مسئلہ کی پوری ہے۔ اور اب جامعہ دارالعلوم نے خطوط محمد علی کے مجموعہ میں جواب بھی دیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں :-

”جو تھا سفر ششہ ۱۹۲۷ء میں کیا گیا۔ اور ایک آخری کوشش ہوئی لیکن معنی کر غلالت غلطی کو برقرار رکھا جائے۔ ترکی سلطنت اور اس کے اقتدار کی حفاظت کی جائے۔۔۔۔۔ گذشتہ تجربوں کی بنا پر جاننے تھے کہ کیا مشرب کا کر رہے نہ دل میں یوں آدھ بھی کر دیکھیں

اس خیال سے اعرام سفر باز ہوا تھا۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اسکا بھی کیا مشرب ہوا۔ اس سفر کے بعد تو یہ کرنی تھی کہ اب آستان بوسی نہ کریں گے۔ اگرچہ جائیں گے تو اسی لیے کہ انگلستان اور ہندوستان کے درمیان معاہدہ و دستخط کرینگے۔ انہیں وہ معاہدہ آج بھی دور نظر آتا ہے۔ مگر اگھر شد کہ تو یہ آج بھی نہیں ٹوٹا۔۔۔۔۔ آج سٹروٹسٹن پولیس سکرٹری کو انٹرنیشنل انڈیا سے جہاز پر ملاقات ہوئی تو انکی اس غلط فہمی کو دور کر دیا کہ بلکہ کبھی کے سلسلہ میں انگلستان جابا ہوں محض اپنی صحت کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اور اس پر ہندی آتی ہے کہ ایک فائدہ کش ملک سے ستمل ملک کی طرف ایک فائدہ مست بعینہ کثیر اس لیے سفر کر رہے کہ وہاں جا کر فائدہ کر کے اپنا علاج کرائے

ہندوستانی غریب اس جہاز پر بھی ہندوستانی لباس میں سفر کر رہے ہیں لیکن سوائے سرائی میٹ کے اخبار بنو انڈیا کے ایڈیٹر ایل اسٹان کے ایک رکن کے جو اچکن اور آڈا پانجامہ پہنہ ہوئے ہیں مردوں میں سرٹ میں ہی ایشیائی لباس میں لباس ہوں۔۔۔۔۔ آج صبح سے نوج میں بہت کمی ہوگئی ہے اور آج شب کو پا سے جب سے یہ خط شریعہ کیا گیا ہے۔ جہاز پر مردوں اور عورتوں کا تہذیب مجھ پر ہے۔۔۔۔۔ ایک پیر سے قریب ہی ایک خوش دودا دبیر اور بلند قامت ڈچی انسر بیٹے ہا کر تھے۔ ایک کبھی کبھی ایک دو لفظ بول لیا کرتے تھے۔ آج ایک بچی سے میری دیر تک گفتگو رہی جس میں زیادہ تر

لے ایک سرکاری کتبیں اسے ملنے انہار دیے بہت سے ہندوستانی دلہیت گئے تھے ششہ در اس کا مشہور انگریزی۔ روزانہ کئی سال تک بڑی آب و تاب سے لکھا رہا۔

میری بچوں کے نام اور انکی عمر وغیرہ کے متعلق اس کے سوالات اور سیرسہ جوابات تھے۔ یہ تھا ہر اسے سن کر اور کچھ دیکھ کر پچھپا کر ان صاحب نے مجھ سے گفتگو شروع کر لی۔ اور دو گھنٹے تک نہایت آزادی اور صفائی سے گزر پخت طریقہ چوسیا سی گفتگو رہی جس کے بعد انہوں نے شکر یہ بھی ادا کیا اور داد بھی دی۔ جسے کو معلوم ہوا کہ یہ پریگٹیر برتل ہیں۔

دوسرا خط فرانس کے قیام کے بعد لندن سے ۱۹۔ اگست کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے طویل اختیارات بھی نہ لطف سے خالی ہو گئے۔ نہ کس سے اس لیے اور بھی کہ اس میں ذکر ایک ستور بزرگ قوم کی ذفات کیسے جن سے کچھ ملنے سے نامی خراب رہ چکی تھی۔ اپنی صحت اور پرہیزی کی تعظیم کے بعد لکھتے ہیں :-

”میرا مئی صبح کو میں نے اپنا خانہ ختم کیا۔ کیا معلوم تھا کہ ایک جوت میں انظار کرنا تھا اس وقت سید اسیر علی صاحب دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔۔۔۔۔ گو کچھ عرصہ سے وہ صاحب فرانش تھے تاہم کسی گومان نہ تھا کہ وہ اس قدر بلکہ دانش ور مل کو بیکس کئے داتے ہیں جہاں جس میں جینا شکل ہے اسی طرح کرنا بھی مشکل ہے۔ جس دن اسیر علی صاحب کا انتقال ہوا ہے لوگ چھٹیاں منانے جا رہے تھے۔ تجیز تکفین کا سامان گل تک نہ ہو سکا۔ یورپین رسم کے مطابق بدوں سے تابوت چھپ گیا مگر اس پر یہ کہ جب یہاں قبرستان پر پہنچا تو بدیہیوں سے بالکل ڈھکی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ کتاب کی سہارے۔۔۔۔۔ صاحب صاحب خانہ پچا تو پڑھا چکے تھے۔ اس قبرستان میں ہزاروں ہی قبریں اور اس شہر خوشاں کا نام بھی NEUROPOI ہے۔ ریل کی پٹری اس کے اندر تک آئی ہے۔ نہایت وسیع میدان میں بارش لگا آیا ہے جس کے پاروں طرف تہذیب و فاطہ کی دیوار ہے۔ نہایت عمدہ سرکس روشیں پہلے پھر سڑکیں الیں کے لیے بنادی گئی ہیں۔ اس شہر خوشاں کے اندر بھی خاموشی سے ڈوران میں موجود تھی جہاں پنج کھایا جا سکتا ہے۔ بیان ایک چھوٹا سا سہرہ ملاؤں کی قبروں کے لیے بھی ہے۔ ہوں تو تجیز تکفین کا انتظام کرنے والی اسپتال نے سب کچھ کر لیا تھا لیکن بد کو معلوم ہوا کہ قبر کا رخ کسی قدر غلط تھا لیکن اگھر شد کچھ زیادہ غلطی نہ تھی۔ اور امام صاحب نے سب کچھ صحیح طور پر قبلہ کی سمت بوڑھا دیا تھا۔ ہم لوگ جب پہنچے تو قبرستان میں پندرہ بیس ہی آدمی رہ گئے تھے۔ جن میں لاڈ بیڈلے اور پنجاب کے سابق قاضی گورنر سر لوئی ڈین تھے۔ سر لوئی ڈین نے مجھے پہچان کر اور میں مزاج شریف لنگر میرا حال دریافت کیا اور فرمایا کہ ہاں میں آپ کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ میں جواب میں اگھر شد لنگر اور ان سے مل کر ملا کر آگے بڑھا۔۔۔۔۔ مسلمانوں کی قبریں غالباً پہلے بیان تھیں۔ جتنے کہتے تھے ان سب کو میں نے پڑھا۔ اور معلوم ہوا کہ سب سے پرانی قبر ایک خانوں صاحبہ امہ خاتون کی ہے۔ خط بھی جامعہ کی جعبی ہوئی تازہ کتاب تحفہ محمد علی میں درج ہو چکا ہے۔ آگے چل کر اسی خط میں بھی حیدر آباد۔ حلیہ رانہ پر اور صحر کی متعدد بیٹوں کی قبروں کا ذکر ہے۔ اس کے بعد فوجیوں کی قبروں کی ایک بڑی طویل فہرست ہے۔ اس سے کچھ تو اندازہ ہو ہی گیا ہو گا کہ محمد علی سیاست کے علاوہ بھی اچھلتا نہیں کیا کیا دیکھتے تھے اور کس نظر سے۔

”اس پر میں وہ کلام کر رہا ہوں جو نہ کسی اور سے ہو سکتا ہے نہ کوئی کرنا ہے۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالْقَدْنِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ
 راجع مثنیٰ ششم
 راورج بھی بات بکر آیا اور جس نے اسکو سچ انا وہی لوگ ہرگز گمراہ ہیں

ایڈیٹر۔ عبد الماجد

پتہ۔ دریا باد۔ ضلع بارہ نکی

نائب۔ (علیم) عبدالغوی

مضامین کے ارے سے مراسلت اڈ ٹرسے کی جائے۔
 ہفت روزہ

۱۳۹۶ھ



چندہ ان اتھالی امور
 کے تعلق مرسلت اس پر پکچائے
 محمد عبدالرؤف عباسی مترصد
 مرشد آباد پریس۔ گولڑی۔ کھنڈ

چندہ سالانہ
 ششہری
 ہر دن ہند سے سالانہ ششہ
 قیمت فی پرچہ

نمبر ۳۱ - دو شنبہ - ۱۰ - ذی قعدۃ المکرمت ۱۳۹۶ھ مطابق ۸ - دسمبر ۱۹۷۵ء - جلد ۷

سچی باتیں

غالب کوئی ذہنی شیخ وقت نہیں ایک شاعر ادیب تھے اور وہ بھی رندانہ مزاج اور لامالی ذائق کے۔ خطوط غالب (مولوی) ہمیشہ پٹا کی مرتب کی ہوتی تازہ کتاب "تصویرت و معرفت اخلاق و مہجنت کی تصویر" خاص ادب و انشا کی کتاب ہے۔ لیکن کیا مضامین ہے اگر کوئی کام کی بات کسی رنگ و لہجہ کی زبان سے سننے کی چاہے اور ہجرت کا لکھنا کسی ادیب و انشا پرداز کے کلام میں نظر آجائے؟۔۔۔ غالب صاحب ۲۰ جنوری ۱۳۹۶ء کو اپنے ایک نہایت عزیز ہندو شاگرد مرزا غفر کو لکھتے ہیں:-
 "سبقتاں کا چھاپا حذاق کو مبارک کرے اور حذاق ہی تمہاری آبرو کا نگہبان ہے۔ بہت گزر گئی ہے۔ تقریبی رہی۔ اچھی گزری ہے۔ اچھی گزر جائیگی۔ میں ذیہ کتابوں کے عربی کے تصانیف کی شہرت سے عربی کے کیا ہاتھ آیا جو میرے تصانیف کے انتہاء سے مجھکو نفع ہوگا؟ سیدی نے "پوشاں" سے کیا پھل پایا جو تم "سبقتاں" سے پاؤ گے؟ اللہ کے سوا یہ کچھ ہے مہم و معدوم ہے نہ سخن ہے نہ سخنوار ہے نہ تصدیق ہے نہ تصدیق ہے۔ لا موجود
 (جلد اول، صفحہ ۱۰)

غالب اب بوڑھے ہو چکے ہیں کلام مبتدا پھیلنا تھا پھیل چکا ہے۔ وہ بھی ظاہری بھی۔ شہرت جتنی حاصل ہوتی تھی سب حاصل ہو چکی ہے۔ قد شہرتاں نواب صاحب راہ پر کے استاد رہ چکے ہیں۔ دہلی کے شاہی دربار میں انگریز سرکار میں جتنی عزت یعنی تعالیٰ مل چکی ہے۔ ان سب تجویزوں کے بد فرائی ہیں تو کیا وہی کہہ سکتا ہے؟

بنا اور اس کے سامنے کاروبار کی اس کے دلائل و معرزی اس کے منہ نے جہاد کی بے ثباتی بے حاصلی بے حقیقتی!
 "اللہ کے سوا جو کچھ ہے سو ہوا و معدوم ہے نہ تصدیق ہے نہ تصدیق ہے۔ لا موجود الا اللہ!"
 کیا کسی صوفی عارف نے اس سے زیادہ کچھ کہا ہے؟ وہ "تصویرت و معرفت" انفرادی کی تصویر اس سے بڑھ کر کچھ ہوگی؟۔۔۔ انہیں غالب صاحب نے ایک بار ایک بڑا پڑاؤ تصدیق فارسی میں شاہ نصیر الدین حیدر دہلوی اور دوسری طرح میں لکھ کر ایک صاحب کے توسط سے لکھنو بھیجا۔ تصدیق ہو گیا تیرا پتہ نشانہ پر بھیجا۔ حکم ہوا کہ ذیہ پانچ ہزار کی رقم انہا "زیر دی بندے" شاعر علی آذر براجی قسمت جاک گئی لیکن آگے سینے۔ پانچ ہزار میں سے تین ہزار تو وزیر سلطنت نواب روشن الدولہ ہمدانی کی ذمہ داری تھی۔ وہ ہزار ان سو صاحب کے ہاتھ آئے وزارت پناہ کے اس اشارے کے ساتھ کہ کچھ سناؤ سمجھنا غالب کو دیدینا۔۔۔ ان صاحب کا مناسب ہی نظر آیا کہ ان دو ہزار میں سے دو روپیہ بھی غالب تک نہ پہنچائے جائے۔ شاہ غریب کی قسمت جھاک مارتی ہو گئی۔ جاگ کر پھر س گئی!

لکھنؤ میں غالب کی ایک پرستار آج بھی رہتی ہے۔ دہلی سے لکھنو نظر آیا کہ بھائی تم مدد کرو! اور اس معاملہ میں میری داد کسی کرائے دار کو ملے۔ دولت سلطانی تاکہ پہنچاؤ۔۔۔ مطلع میں شاہانہ مافوقہ تصدیق بھی نہیں ان کا غنا خط ہو:-

"یہ خط لکھ کر میں نے ڈاک میں روانہ کیا۔ آج خدا رو اند ہوا۔ تیسرے دن شہر میں خبر آئی کہ نصیر الدین حیدر دہلی آئے۔ اب کو میں کیا کروں اور آج کیا کرے؟" (صفحہ ۱۰)
 یہ تصدیق اگر تصدیق ہے تو جب بھی یہ انجام کسب ہوگا۔ انہی کے شاہانہ دہلی قوت سے یہ لکھ کر بھائی کی حمد سنا جائے۔

توحید کے معنیوں پر کی ہوئی، کوئی امکان منسلک سے محرومی کا تھا؟۔ خاتون
 کے سب سے باقی سے کو لگنے والوں میں کوئی آج تک محرم رہا ہے؟ کوئی
 اُس در سے کہیں مجرم پھر ہے؟ خوشنوں سے بھی کوئی ارادی نہیں کوئی غیر خدا کی
 شیان ممکن ہے؟۔۔۔ سچ لکھا ہے اُس سچے نے جس نے شرکی زبان میں
 حکمت و معراج کے راز بیان کیے ہیں۔

عشق بر مردم نه استند پا نگار
 عشق را بر محی بنیاد قوم دار

بیشک ان دونوں حضرات کی باتیں ہیں۔ اور ان کے ساتھ دوسرے اکابر کی
 بھی اچھی خاصی جھڑپ ہے۔ لیکن دوسری طرف بھی بہت سے اکابر ہی
 ہیں۔ ان حضرات نے تقدیر کلام الہی بھی سمجھی ہے کہ اللہ ہی صدق ہے۔
 اور اسی جہالت میں رازی صاحب تفسیر کبیر بھی داخل ہیں۔

ابن جریر نے حسب دستور متعدد معانی نقل کیے ہیں۔ ان میں سے ستر
 پہلے سنائی میں یہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہیں۔ دونوں معنیوں کا
 مصداق ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرایا گیا ہے۔ اور باقی چاروں معانی
 میں جو حضرت علیؓ سے نیکر حضرات ابن عباسؓ، عمارؓ، و کبارہ اور ابن زبیرؓ
 تک منقول ہیں، دونوں معنیوں کا مصداق بالکل الگ الگ ذاتوں کو
 ٹھہرایا گیا ہے۔ گو یا ان سب حضرات سے حدیث کے ساتھ ساتھ اللہ ہی کو
 مقدس ہی کر کے پڑھا اور خود اپنے چہرے پر بھی ترویج اسی کو دی ہے کہ
 ان ایمان الصدق ہوا القرآن صدق۔ مراد ہر اس شخص کی شہادت ہے کہ
 و شہادۃ ان لا اله الا اللہ و اولادہ علیہ السلام کے منہ میں قرآن کا اعلان رکھنے
 المصدق بالرسولین بالقرآن اسے بیان و اعلان سمجھا جائے۔

دو آیتیں

۱۔ صدق علی صاحبہ خیر۔ اس سے دریافت کرتے ہیں۔
 ۲۔ آیت کریمہ قال الذی عندنا الکتاب تاکذ بک قبل ان
 یرثنا لیس لک دخل۔ اس میں ہر کس کا قول نقل فرمایا گیا ہے
 آیا حضرت اُمتعت یا حضرت سلیمان علیہ السلام کا؟
 ۳۔ آیت کریمہ (آعرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال
 (احزاب، ص ۱۹) میں الامانۃ سے کیا مراد ہے؟

پہلے جواب دو سب سے سوال کا عرض ہے، آیت کریمہ میں امانت سے مراد وہ
 خاص چیز ہے جسکی بنا پر انسان عبادت جو امات وغیرہ سے ممتاز ہے اور
 جسکی بنا پر وہ ولیفہ اللہ قرار پایا ہے۔ اسی چیز کا نام، غلامی ذمہ داری یا
 تکلیف شریعی ہے۔ ہوا یہ کہ غلبۃ کائنات کے بعد ساری زمینیں مخلوق میں
 قدر ضرورت شور پیدا کر کے سب سے سوال کیا گیا کہ کون تکلیف شریعی بنا
 چاہتا ہے؟ کون ارادہ اختیار کی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہے؟ احکام کی
 اطاعت کا حسلہ بہتر سے بہتر لیتا اور اس طرح ان تمام سزا بھی سخت سے
 سخت ہے۔ اور ساری مخلوق نے اپنے منفع سے بھی کالفاذ کو لے لیا کہ
 ہیں۔ بار امانت قبول نہیں۔ انسان نے اسے قبول کر لیا۔ حضرت ابن عباسؓ
 اور سعید بن جبیر وغیرہ تابعین کے قول میں امانۃ کی تفسیر جو انرا من اللہ
 علی العباد سے کی ہے اُس سے بعید ہی مراد ہے۔ اور اسی پر کہنا چاہیے کہ سب
 اتفاق ہو، کوئی نہ امام ائمہ مفسرین کے در بیان جو وہ نہیں۔

پہلے سوال کا جواب البتہ مختلف نہیں ہے۔ اس تفسیر کے ازالہ و حل میں
 کے لئے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ لکھنے والے تہذیب و آداب سے اور مخاطب
 حضرت سلیمانؑ۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ کہنے والے خود حضرت سلیمان
 نے اور مخاطب وہ حضرت مناجان اور بعض نے تو حضرت جبریلؑ کا نام
 لیا ہے اور بعض نے کسی اور کا۔ اس پر جبریلؑ کے ذاتی میں سلیمانؑ قرآنی کے
 لکھنے سے ترویج قول اول کو ہے۔ کوئی شرط وغیرہ لکھنے والا بعض آیت قرآنی

کلام کی رفتار

پہلے: غنۃ الگریز فی ترجمہ و تفسیر قرآن کی جہالت کا
 کام شروع ہو جانے کی اطلاع پاکر بعض اصحاب نے تریہ صدق سے سوائے
 شروع کر دیے ہیں کہ پہلا پارہ کب تک چلیگا؟ قیمت کیا ہوگی؟ کل مدت
 اشاعت کیا ہوگی؟ دس علی ہذا۔ ان سب حضرات کی خدمت میں ایک بار
 پھر گزارش ہے کہ اسی تمام خدمات سے تریہ صدق کو سادہ رکھا جائے۔
 اور مخاطبت و مراسلت با ذور استانت کبھی (یہ اسے اذیت نہ پہنچا رہی ہے
 رکھی جائے۔ جس بے تدبیر سے سیوئی اور وہ غنۃ والی و اتلافی
 پلوں کا تھل نہیں ہو سکتا اور انگریزی و عربی کی تنہی عظیم الشان و مخم کتاب
 کی چھپائی کا لفظ غیر کا اہتمام ظاہر ہے کہ کتنے دن لکھنے کر سکتا ہے؟
 شروع و تریہ میں بہ سلسلہ ارادہ، پشاور سے ایک مخلص کی پانچ روپیہ
 ادوار کی مادہ قسط قبول ہوئی۔

ایک آیت کی شرح

ایک مذہبی عالم اور مسلم قرآن لکھتے ہیں۔۔۔
 "صدق کی پیشانی پر آیت والذی جاء بالصدق وصدق
 کا جو ترجمہ درج ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ الذی جاء بالصدق
 اور صدق یہ دو الگ الگ متعلق متغیث ہیں۔ اس وقت
 میرے پیش نظر صرف شاہ رفیع الدین کا ترجمہ اور شیخ الاسلام
 ابن تیمیہ کی سوانح السنۃ ہے۔ شاہ صاحب کے ترجمہ میں آیت
 ومن الظلم من کذب علی اللہ وکذب یہ سے تو معلوم ہوتا ہے
 کہ وہ دونوں کو ایک ہی صفت قرار دیتے ہیں۔ البتہ آیت والذی
 جاء بالصدق کا ترجمہ کسی قدر مبہم ہو گیا ہے۔ لیکن ابن تیمیہ نے
 سوانح السنۃ جلد ۴ میں اس آیت پر خاصی بحث کی ہے۔ اور
 لکھا ہے کہ ذان سے الذی جاء بالصدق کے ساتھ والذی صدق
 میں کہ ہے، یعنی انھیں الگ الگ صفت نہیں فرماتا ہے
 بلکہ صرف صدق یہ اور وہ سے انہیں جاء بالصدق
 ہی سے متعلق رکھا ہے۔ مین جو سچائی لکھا اور سچائی کی
 تعداد میں کی۔ معلوم نہیں کہ وہ سب کھنڈیں کی کیا سلسلہ
 ہے۔ اس وقت مراجعت کتب کا وقت نہیں۔ ہر حال ابن
 تیمیہ کی رائے یہ ہے۔ اس وقت جو ابن تیمیہ السنۃ کی تفسیر
 آیات دیکھ رہا تھا اس پر بھی نظر پڑی اس سے یہ (یعنی ذرا)

بہارِ شریعت - جلد اول

روزنامه

تم کو یہی ہے، اور یہ کہ تم کو یہی ہے

پھر تم پر ہونے لگا (میں نے اسے اس کے بعد
(میں نے) دیکھا کہ وہ جو تیرے پر غصہ تھا
رحمت تو تم پر ہو گئی ہے تیرے تباہ ہونے
اور اس میں ہے۔

ایسٹریٹ کی تاریکی

”مازہ مردم شناری“ ”چند مسئلہ کی جوابی اور پیچیدہ علمی

المطلب سرکاری بیرون کا خلاصہ

نویسنده: کوش مسلمان

”اگر کاظم قدیم فرخ سلاطین کے آئینے کی گزشتہ تاریخ کا مطالعہ سلاطین کو بہتے سفر کرتے نہ جانتے تھے نہ سیکھنا چاہتے تھے اور نگاہ زیب کے عہد کا جو سہ ماہی تو دلکش و دلہنہ و بارش کی گلیوں کا طائر ہی کر دیتا۔“

[illegible]

اسلام جو رویت پر عمل کی تاکید اور اس کے حرک، چھوید، غور و تہ میں پابا سبھا
ذکر ہے :-

لیکن اگرچہ مذکورہ سچے مذہبی اور اصلاحی خزانہ ہو گا کہ اس کے
سارے شعروں اور نکلوں پر جو آئینے میں ہیں بچے بتانا ہوں وہ دنیا
رکھتے غل کرے تو ایسا ہو گا کہ یہ ساری غنیمتیں بچہ پر اتریں گی۔
تجدید اس پہنچیں گی۔ (درتشت - ۱۲۰ء)

افرو دانی التورث و اعلموا به ربین و رب ربین (الایات) و ادرسه قبل
حفظوا (اعلموا) (معالی)

اسی وقتوں کی یاد میں کہ جب یہ سچے پھر باپ نے

میں نے یہ کہہ کر چلنا چاہا، پہلی جگہ گریب منڈی راہ سے ادا چلا

وہ کہ چھوڑا گیا ہے
یہ کہ لکھا گیا ہے
میں نے یہ کہ لکھا ہے

دوا اور کتب

شاہ نذیر احمد صاحب صوفی - شبلی نزل، سلم پورہ شی، علی گڑھ، کے خطوط
ابو پال کی ایب غاؤر کے سوالات کے جواب میں

(۱)

خواہر عزیز، علیکم السلام آپ کا خط

دیکھ کر میں سو دردی صاحب کے ان اسلام کے اپنے سید سے
سے اجتماعی پہلوئے نفاذ کی دعوت نہیں بلکہ اسکی دعوت نہایت ایک سب
پیدا ریزی کی طرف ہے۔ انکا موعی ہے کہ ان نے اسلام کو سر نہ سمجھا، اسکی
مثال گرد و پیش میں کوئی نہ وجود نہیں۔ پھر اس سر نہ سمجھ ہوئے اسلام کے لیے
ایک خاص قسم کا لٹریچر بنایا۔ اور اب جبکہ یہ لٹریچر بھی پیدا ہو چکا اور اس کے
کچھ سمجھنے والے بھی پیدا ہو گئے تو اب ان جدید عالموں کو لوگوں کی ایک جماعت
بنانے کی ضرورت ہوئی۔ جیسے کہ ہر امت کو ایک جماعت کی حیثیت اختیار کرنا
ضروری ہے۔ چنانچہ اس جماعت کو بنایا گیا اور اب اس جماعت کا فرض
ہے کہ اسی نقطہ نگاہ کی طرف تمام عالم کو اسی طرح دعوت دے جس طرح ایک
امت کو اسلام کی طرف سب عالم کو دعوت دینا فرض ہے۔ اس دعوت لینے
میں مسلمان کہلاتے والے اور غیر مسلم کہلاتے والے سب باہر ہیں۔ ان میں سے
جو بھی اس نئی امت میں داخل ہو گا وہ اس کے متبعین گرد و نگاہ طیبہ پر امتیازیت
میں ایمان لائے گا جس حیثیت میں وہ موجود ہیں صاحب نے بیان کیا ہے۔ اور
پھر یہ لٹریچر پڑھے گا اور اس لٹریچر کے پڑھنے سے جو نقطہ نگاہ پیدا ہو گا۔
اس کے بعد جو انقلاب پیدا ہو گا وہ موجودی صاحب کے نزدیک صحیح اسلامی
انقلاب ہو گا۔

ہاں خواہر عزیز! تو اس سب اُدھڑن کا مختصر مفہوم ایک خاص لٹریچر
کی ترویج۔ اس سے ایک نقطہ نگاہ کی تخلیق اور اس کے نتیجے میں ایک انقلاب ہو۔
راقم کو اس طرز تحریک۔ اس لٹریچر اور اس سے پیدا شدہ نقطہ نگاہ
پر اعتراض ہے۔ باقی رہا مطلق قانون شریعت کے اجتماعی نفاذ کی سعی تو
اس کے لیے سعی کرنا مسلمان کا فرض ہے۔ اس سلسلہ میں خود راقم بہت سے
اجاب کی ترغیب کا موجب رہا ہے اور اب بھی ہے۔ آپ چاہیں تو یہ حروف
موردی صاحب کی بھیج دیں ان سے بھی اپنی تسلی کر سکتی ہیں۔ چونکہ اس
سلسلہ میں اور بھی لوگ شہادت کر رہے ہیں اس لیے راقم آپ سے اجازت
اجازت چاہتا ہوں کہ اسے اخبار میں دیدے۔ والسلام

(۲)

... (۱) یہ طرز تحریک ایک مستقل تمام کر لے۔ جو بالاسالہ ایک شخص
کے محض ذہنی افکار پر مبنی ہے۔ اس میں وہ اسلامی فرض کفار (ممانعت
کا قیام) جو امتاثر ہر مسلم پر نافذ ہونا ہے ایک منہنی خبر نہ جاتی ہے۔ اصل میں
ایک شخص کے افکار کی ترویج ہوتی ہے وہ فرض ایک طبعی ثمر کی طرح آگے
کھینچ لیا تو معنائہ نہیں۔ حالانکہ معاملہ قطعاً اس سے مختلف ذمیت کا ہے
اصل میں اس وقت مسلمانوں کا فرض صرف کفار کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ دین

کے باقی اجزاء و محتاط موجود ہیں۔ انہیں سر فہ ایک خاص انداز پر مرتب کرنا
کوئی منہ نہیں رکھتا۔

(۲) یہ سب معاملہ تجربہ و تائیس کے فرق کو نظر انداز کرتے کا نتیجہ ہے۔
چنانچہ تحریک اپنی تحریک کو تائیس کہ رہا ہے۔

(۳) اس تحریک کا ایک نتیجہ یہ ہو گا کہ جب اس فرض کفار کا بطور فرض
کفار یہ مسلمانوں کے سامنے لانے کی سعی کی جائے گی تو جو لوگ اس کے ساتھ ایک خاص
سلسلہ افکار کو وابستہ کر چکے ہیں وہ ایک طرف انکی طرف متوجہ ہونے سے
بچکے جائیں گے اور دوسرے سلطان خود اس معاملہ میں پڑ پڑ جائیں گے کہ تو
یہ ہو گیا رہے کہ ایک جماعت جب پہلے کام کر رہی ہے اس کی وجہ دگی
میں پھر دوسری جماعت اس مقصد کے لیے آواز دیوں ہو گیا یہ سارے مسائل
نفس کی دو کا نذرانہ ہیں تو نہیں۔ سو اس طرح سے مسلمانوں کی حیثیت جو بھی اس
مقصد و بین کی طرف شرعی فرض کفار کی حیثیت میں رہے کہ ابھر ایک فتنہ شکل
کر دیا جائے گا حالانکہ اس کے لیے مسلمانوں کا موجودہ اضطراب بہت بڑا موقع
تیار کر چکا ہے۔ راقم فقیر کو جو اس تحریک میں تاریخی تحریک کے جو راقم نظر
آ رہے ہیں وہ بالکل اسی حیثیت کے باعث ہیں۔ تاریخی تحریک کی ابتداء
بھی اس انداز سے ہوئی تھی کہ جب عیسائی مشنریوں کا واد مسلمانوں میں ایک
انہی تڑپ پیدا کر چکا تھا کہ وہ کس متحدہ گماڑ میں جس کے پاس سیکرٹری اور پھر حضرت
رشید احمد گنگوہی حضرت محمد ناسم نانوتوی اور ذاب محمد بن حسن خاں صاحب
جیسے صاحبان استقامت بزرگوں کے توسط سے ان میں ایک نئی روحانیت
دور جائے کہ اس نقلی تحریک نے اسکی راہ میں ایک نامک روڑا پیدا کر
است کی نئی پیدا ہو جوانی و عدت کا امکان بہت دیر کے لیے ختم کر دیا۔ پھر
جس وقت تک امت بہ حیثیت مجموعی اس تحریک جدید کے باطل ہونے کے
نتیجہ پر متوجہ ہوئے اس وقت تک وہ ابھرے ہوئے جذبات نہایت دہمے
پڑ چکے تھے۔

اب راقم صدق کے یہ محرم کی خدمت میں بھی نہیں گزار نہیں کرنا
ہے۔ آپ کو فقیر کی آتش زبانی قابل اعتراض معلوم ہوتی ہے۔ گراٹر کا انکی خدمت
میں یہ گزارش کر رہے کہ سرچشمہ مدار الزامات میں سے کس الزام کو دیکھنا درست
سمجھتے ہیں۔ اُسکو بائیں انکا بیان کرنا بہت سے لوگوں کے لیے مفید ہو گا۔
لیکن اگر یہ الزامات صحیح ہیں تو کیا یہ ایک نفسیاتی حقیقت نہیں کہ ایک غلطی پرست
ایک شخص کو امرار ہو اسکی اصلاح میں جب تک اسکی ہی شدت نہ رہتی جائے
تب تک اس کے اعتقادی جو دیں کوئی حرکت اور اسکا اپنی پوزیشن پر سرف
غور کرنا مشکل ہوتا ہے۔ البتہ جو لوگ سادہ ذہن ہوتے ہیں وہ اپنے جذبات
خیر اندیش میں نرمی کی توقع رکھتے ہیں۔ مگر یہ کہ محرم مدبر صدق بھی اپنی
اسی سادہ دلائل خیر سگانی کے باعث فقیر کو یہ الزام دے رہے ہوں۔ باقی
جہاں تک نیک نیتی کا سوال ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ راقم نے تحریک
کے ان کے متعلق ایسی تک اپنی تحریک میں دونوں پہلوؤں کو مد نظر رکھا ہے
چنانچہ سب سے آخری خط میں بھی فقیر نے (الغافل رپ) اور اس کے بال
دونوں لفظ استعمال کیے ہیں۔ جس میں سے اگر ایک سے نیک نیتی کا پہلو پیدا
ہوتا ہے تو دوسرے سے اس دوسرے پہلو کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے۔

”تحریکِ سلام“

”صاحبِ معارف مولانا سید سلیمان ندوی کے شذرات ذیل صدق کے بھی پورے ترجمان ہیں۔ اور اس لیے انھیں اتفاقِ کامل کے ساتھ بے سرتِ تمام وضع کیا جاتا ہے۔ صدق نا“

ہر زمانہ میں پیرِ زمانہ کے اندر اہل عقل اور اہل نقل کے درمیان قائم رہے ہیں۔ آج بھی موجود ہیں۔ اہل عقل یہ جانتے ہیں کہ ہر زمانہ میں علوم، خیالات اور افکار پیدا ہوتے رہتے ہیں اور بن کو اس زمانہ کے لوگوں میں قابلِ قبول بننے کے لیے اسکی ترجمانی ہر زمانہ میں اس کے علوم و افکار کے مطابق کی جاتی رہے۔۔۔۔۔ بات یہ ہے کہ ہر زمانے میں ایک نہ ایک کوئی ایسا نظری خیال پیدا ہو جاتا ہے جو ہر طرحِ شکوک و شبہات اور حیل و دھیل ہونے کے ساتھ اس درجہ یقینی، پائیدار اور مدلل معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کا ہر انسان اسکو بے چون و چرا تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ مسکین یہ چاہتے اور کرتے رہتے ہیں کہ دین کی تعمیر اور اس کے مسائل کی ترجمانی اُس کے مطابق کر دیں تاکہ اس زمانہ کے لوگ اُنکو آسانی سے قبول کریں۔

ابھی جدید علمِ کلام کی آفرینش کو نصف صدی بھی نہیں گزری کہ اس پر چار و دو گزر گئے۔ سرسید نے جسکے زمانہ میں سائنس کا نیا نیا زور تھا، فطرت اور افکار خرقِ عادت کے اصول پر اسکی قول کو پیش کیا، انکی اس نزاد پر جو مسلک پورا اُترا اُسکو مانا اور جو نہیں آتا وہ کم دیش کر کے پورا کیا گیا تو اُس کی دیشی کے ساتھ اُسکو قبول کر لیا اور اس پر بھی جو منیں آیا اُسکو رد کر دیا۔ مولانا شبلی کے عہد میں جدید تہذیب و تمدن کی گرم بازوئی پائی تو انکی جاری عمر اسلام اور مسائلِ اسلام کو تہذیب و تمدن یا سولائزیشن کے اصول پر سمجھنے اور سمجھانے میں گز گئی۔ اور اسی لیے وہ ہمیشہ تاریخِ اسلام اور تاریخِ مسلمانین اسلام سے تمدنی مسائل کی تحقیق کرتے اور اُنکو موجودہ زمانہ کی تہذیب و تمدن کے نقطہ نظر سے سمجھ کر کے دکھاتے رہے۔

اسکے بعد نیر اور سیاست کا آبا جس میں عقائد و مبادیات کے سچے اسلامی مسائل میں سے سیاست کی بحث اہم ہو گئی اور انکی بغیر جو بہت دستوریت، نظامِ شمولی، خلافت، امارت، وطنیت اور دین و ملت اور وطنیت میں یقین کی صورتیں نمایاں ہوئی۔ اسکے بعد ہی (الشیخ) نے جنم لیا تو پیٹ اور ردی اور مزدوری کے نظریے سامنے آ گئے۔ انھیں عصر نے انکی تطبیق کی طرف توجہ فرمائی ہی تھی کہ یورپ کی جنگ سامنے آ گئی اور نامزدی ازم اور نیٹرم کی تحریکوں کی قوت ظاہر ہو گئی۔ اب اس زمانہ کے منظم اسلام ایک تحریک کو نام رکھ کر سارے مسائل کی گفتگو کو حل کرنے میں مصروف ہیں۔

آگے آگے دیکھئے تو آپ کیا؟

لیکن دوسرا فرق جو اہل نقل کا ہے اسکے نزدیک اسلام کے عقاید اپنی جگہ پر خود مستقل ہیں۔ انکی تعمیر و ترجمانی کسی زمانہ میں بھی غارِ فوس

صلحت اور منطقی تطبیق کی خاطر اسی نہیں کرنی چاہیے کہ دین، افکار، صلحت اور منطقی تطبیق کی خاطر اسی نہیں کرنی چاہیے کہ دین، افکار، عقلی کا بازو بن جائے اور اسکی اپنی اصل مستقل حیثیت کے سچے دوسروں کے تنبیہ کی ہو جائے کہ جو دعویٰ چھانٹنے کی طرح ہرگز درست آفتاب کے ساتھ بنا بنا رنگ بدلتا ہے۔

اہل عقل کے نظریہ کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس میں دین اور اسکی عقلی تطبیق کے سچے عقاید کے ساتھ سے یقین نامی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ سہارا جہاں جٹا تھا وہ اعمال کی ساری عمارت نیچے بیٹھ جاتی ہے۔ انکی دوسری کمزوری یہ ہے کہ پچھلے دین کی کوئی مستقل حیثیت قائم نہیں رہتی بلکہ ہر عصر اور زمانہ میں اس کے نئے نئے قالب بدلے رہتے ہیں، اس کی کوئی نئی شکلیں نکلتی رہتی ہیں اس میں سے فرقہ آرائی کا سامان پیدا ہوتا ہے اور نئے نئے فرقوں کا ظہور ہوتا ہے اور پھر ہر طرف سے ان الذین فرقوا دینہم زکاتواشیئنا کی لعنت برسے لگتی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۶)

جسکا ایک شخص کے لئے بڑے بڑے ذہنی سوچوں میں نظرانہ اور انسانی مضامین ہیں نہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط شایع فرما دیا جائے۔

اگرچہ خیال کر لیا تھا کہ آخری خط جو صدر نے ابھی ہال ہی میں شایع ہو چکا ہے اسکے بعد تنقید کے سلسلہ کو ختم ہی کر دے۔ اور دیکھئے کہ علماء اپنے فرض کے متعلق کتنے چوکس ہیں مگر لوگوں کے سوالات کا سلسلہ سکوت کو بھاد کے حدود سے باہر پہنچ گئے۔ البتہ اسلام

تصانیف جناب مولانا عبدالمالک صاحب مدیرِ تصنیف

- ۱۔ تصوفِ اسلام۔ خالص اسلامی تصوف کا بیان۔ زمانہ سے منسوب کے حالات و تعلیمات۔ طبع ثنائی، لاہور، ۱۹۲۲ء صفحہ ۶۰۰۔ قیمت پیر
- ۲۔ فہمِ مافیہ (فارسی) لغو لغات مولانا سید سلیمان ندوی۔ طبع دہلی، ۱۹۲۲ء صفحہ ۲۰۰۔ قیمت عام
- ۳۔ سفرِ حجاز۔ عازمانِ حج کے بہترین سفر نامہ۔ نفی، تاریخی، ادبی، ہر حیثیت کا جامع۔ دیباچہ از مولانا سید سلیمان ندوی۔ ۱۹۲۱ء صفحہ قیمت عام
- ۴۔ فلسفہ جذبات۔ مشہور و معروف کتاب۔ طبع ثنائی، لاہور، ۱۹۲۰ء صفحہ ۲۰۰۔ قیمت عام
- ۵۔ مبادی فلسفہ۔ تصاویر فلسفہ کی پہلی کتاب ۱۹۱۵ء صفحہ ۱۰۰۔ قیمت عام
- ۶۔ تصوف دوم یا فلسفہ کی دوسری کتاب ۱۹۱۵ء صفحہ ۱۰۰۔ قیمت عام
- ۷۔ ترجمہ مکالمات ہیکل۔ دیباچہ و حوالہ ۱۹۲۰ء صفحہ ۱۰۰۔ قیمت عام
- ۸۔ ششوی بکر المحبت (معنی) یا بصرہ و معنیہ و غیرہ ۱۹۲۰ء صفحہ ۱۰۰۔ قیمت عام

المشتر: منجور دارالمنصفین عظیم گڑھ

استمعوا له

(167)



اب غنسی اپنے اس تسخر پر آتی ہے۔ تیار سے لہٹتے ہمیشہ سے تھے۔ آواز
جی ہمیشہ ان میں جوتی تھی۔ ہر اسکے سے گھر کا شغل۔ وہ کان اب
اٹھنے میں پیدا ہوئے ہیں۔ آلات ہر سے بڑے بھی ہر سے تھے۔ لیکن
اس خاص مقصد کے لیے وہ کافی نہ ہوئے۔ اور آج کے قبل کے بڑے بڑے

سچیوں کو سکھاتے ہیں۔ سچیوں کی عادت کے برخلاف

تمدن اسلام کی کہانی

اُسی کی زبانی

(اسلم پونیورسٹی ٹائیڈز کی "انجمن اسلامی تاریخ و تمدن" ہر سال اپنا "اسلامی ہفتہ" مناتی ہے۔ انکی مرتبہ بھی سب سے بڑا کیا گیا۔ اس سوچ پر ذیل کا عقائد مدیر صدق نے پڑھا۔ اس میں منظم خود تو ان اسلام ہے اور داعیہ شلم کی ساری نمبریں اسی کی طرف پھرتی ہیں۔ صدق [

دینی بھائیو اور عزیزو!

چھین کی بات! بیہوشی کا زمانہ! تاریخ کی پیدائش سے بھی

قبل کا دور۔ ۶

بولا ہوا سنا خوب ہے کچھ ہے خیال کچھ نہیں

یاد آنا ضرور آتا ہے کہ جب اپنی آنکھ اس گوشت پرست کی دنیا میں اس آب و خاک کے کارخانہ میں گھلی، تو دیکھا کہ سر پر سایہ دو خاک کے پتوں کا ہے۔ ایک کا نام ہوا آدم دوسرے کا اما حوا۔ یہ لوریاں نہ رہی ہیں وہ سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر رہے ہیں۔ کچھ پیاری پیاری خورانی صورتیں اُدھ بھی دیکھنی سی یاد پڑ رہی ہیں، فرشتہ شاید انہیں کو کہتے ہیں۔ ایک روز باوا آدم نے کان میں کچھ ایسے انچھر مچھرنے کے دل میں اُتھکے۔ حافظ پر گر گئے۔ آج تک از بڑے بولے "جان پر راجم اولاد معنوی ہو" اللہ تعالیٰ اقبال بڑھائے، میری منہلی اولاد کو سدا تمھاری راہ پر چلائے۔ لیکن تقدیر کے نوشتہ کو کون سیٹ سکا ہے، لکھا ہوا یوں ہی ہے کہ تمھاری زندگی اس کے آخر تک ایک موزی کے مقابلہ میں گزر گئی، مجددِ جدید کی گئی۔ گو تمھارے اصلی جوہر بھی اسی مقابلہ سے چٹکنے، اصلی کمالات اسی سوکرے سے اُبھرنے۔ میرا اور تمھارا اولیٰ دشمن، نام ابلیس سدا کی آگ کا پچھلے کھلنے سے نہ آئیکا۔ حکمہ ہمیشہ آڑ سے کرے گا۔ کہیں یہ روپ بھر کر، کہیں وہ نقاب چہرہ پر ڈال کر اسکا لشکر بے شمار اُسکے چہرہ کے نقاب سے حساب، لیکن غم نہ کرنا، اُسکی زیر نگ ساز یوں سے ذرا نہ ڈرنا۔ انجام کار رنج نھاری ہی عقد ہے۔

باوا آدم کی وصیتوں سے تو بس اسی قدر مانتے ہیں۔ ہاں خوب یاد پڑ گیا اسی دور کا ایک عارفہ خوشنویس خردوں کے سامنے اس طرح پھر رہا ہے، کہ گویا کل ہی کی بات ہے! ایک دن ہوا کیا، کہ میں بھائی ہابیل کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے، مصوبیت کے کھیلے ہوئے چین میں گشت کر رہا تھا، کہ اسنے میں قابیل نے عفریتی ترے سے ہار کر دیا۔ ہابیل غریب کا تو خیر کام ہی تمام ہو گیا، لیکن میرے جسم نے بھی زخم کا خراش اور اسکا مزہ پہلی بار

بھری جانا!

دن گزرے اور گزرتے رہے۔ سال شروع ہوئے اور خرم ہونے لگے صدیوں بعد کوئی ستارہ نہ م کے لگ بھگ میں نے اپنے کوسخ زمیں کے اُس خطہ میں پایا جہاں دریا سفرات جہاں ہے۔ یعنی دریا کو براہِ بغداد کے درمیان اور یہیں کچھ دور پر سلسلہ کو نشان ارادہ اٹخ ہے اور

ایک ایک چوٹی کا نام ہیل چوری ہے۔ جھیل عہد ۷ کے جنوب مغرب میں۔ اسوقت انسانی آبادی سارے دوسے زمیں پر پھیلی ہوئی نہ تھی بلکہ سب کا سکھن ہی علاقہ تھا۔ قوم کی قوم کو دیکھا کہ اچھے خاصے ہوشیار، نیزدار، دیکھنے میں عاقل و فرزاد، لیکن مجھ سے سب کے سب بگاڑ۔ دل سب کے سب میری طرف سے پھرسے ہوئے۔ اور خیر میں تو کیا چیز ہوں چہرے میرے مالک و مولیٰ کی طرف سے مڑے ہوئے! ترک کیا کی کہ مجھے بتائے اپنے بڑوں کے سرداروں کے، ناموروں کے۔ دوپٹے تو اسکا نام محض با بکار رکھا، لیکن نظم کے ڈانڈے سے ہوسے پریش سے جو مہرے لگے اُنہیں کے آگے اپنی عاجس پیش کرتے، اُنہیں سے اپنے دکھ سکھ میں سوال کرتے۔ انکی مناسبتیں گزرتی گئیں، اور نئی مناسبتیں ان سے وہ معاملہ شروع کر دیا، جو بندوں کا ہوتا ہے خدا کے ساتھ، مخلوق کا خالق کے ساتھ۔ گویا یہ پنچر کردار بنائے انکے عقیدے میں شریک نہیں خدا کی خدائی میں، عالم و متصرف نہیں خلق کی حاجت روائی میں۔ عقلمندوں نے اتنا نہ سوچا، کہ جو مادہ ہے جسم و قالب سے، وہ بھلا کہیں صورت پر کھانا ہے اور جو منہ ہے قید و تعین سے، وہ بھلا کونست میں آسکا ہے کسی معبود، سے نقاش کے، شائراش کے! ایک مرد خدا نوٹ بن سک لے اسی سرزمین سے اُٹھے اور بھگوار پکار بولے کہ "میرے بھائیو! یہ کیا اندھیر ہے! آلا کی حماقت اور اتھما کی شامت! کہ بندوں کو درجہ خدا کا دیتے ہو اور جو شخص بے بس ہے اُسے قدرت والا سمجھتے ہو!" انتہی دانشمندی عقل و خرد کے درمیان نے جواب اسوقت بھی دی دیا جو آج سے ہے بولے "تم ایک خشاک بے مغز شخص کی تہر جانا، ہمارے ان فنون لطیفہ کی؟ یہ مجھے تراشتا، اُنہیں نمایاں مقامات پر نصب کرتا، تو میں ہرگز شہ ہے دلیل اور علامت ہے قی زندگی کی۔ یہ شرک و معصیت کا قصہ تم نے کہاں سے نکال لیا؟ اُس زمانہ کا اوسط عمر آج سے کہیں بڑھا ہوا تھا۔ مقدس بندہ نوٹ نے اس بڑے بڑے معیار سے بھی کیس بڑی عمر پائی۔ نیچے سے ایک عظیم الشان سیلاب اُڑا اور اوپر سے بارش ہوئی۔ سلا دھار۔ مخالفین، معاندین، سب کے سب ڈوب کر رہ گئے۔ بس توخ اور اُنکے غلط فہم باقی بچ گئے۔ اشارہ غیبی! کہ حفاظت کا سامان ایک طویل و عریض کشتی کے ذریعہ سے پہلے ہی کر لیا تھا۔

اس طوفان عظیم کے نفس و توخ سے تو تازہ ارضیاتی لاچر و چیل اور اثری (ارکیولوجیکل) شہادتوں کے بعد بیسویں صدی کو انکار کی گنجائش رہی نہیں ہے، البتہ ہمیں آجاتی ہے جب لوگوں کو امتزاج و امتزاج کے لہجہ میں کئے ستاروں کہ "طوفان عظیم ہو تو ہو، عالمگیر نہیں ہو سکتا" بیشک وہ زمیں کے سارے حصوں پر محیط تھا، اور لوگوں کو آج معصود و مہرمت خطا کاروں کو غرق کرنا، اور یہ خطا کار قوم صرت قوم لا مہی۔ لیکن اس ایک قوم کے سوا اور انسانی آبادی بھی ہی کہاں؟ پس اگر قوم توخ غرق ہوئی تو بسکے سنی ہی رہے، کہ اسوقت کی ساری دنیا اسے انسانیت غرق ہو گئی!

دنیا کی ہر کچھ اور کھسکی۔ وہ چند صوباں میں اور گزر رہی کہ اسی

سرزمین پر ایک اور قوم امیوی تہذیب و تمدن میں اگلوں سے بڑھی ہوئی،
شمارہ شناسی کے علم میں طاق، سنگتراشی کے فن میں شہرہ آفاق سہل کے
درمیان اہرین فن کا ہجوم، صنعت گروں کی دھوم۔ مورخیں اس صفائی اور
صناعی سے جانتے کہ نقل کو اسل کردکھاتے۔ بیجان میں گھلایا جان ڈال دیتے
ترقی کا قدم سائنس اور آرٹ کی توان بلند منزلوں میں اور عقائد کی پستیوں
کا حال یہ کہ مندر سورج دیو کے کہنے ہوئے اور خلیفہ اللہ انسان کے
ہاتھ جانے اور تاروں کے آگے سجدوں میں گرے ہوئے، مورتی پر جاپنے
شباب پر۔ مگر یا شرک کا وہی جو ہندوستان میں آج بھی رائج ہے۔ ملک
وہ تھا جسے آج عراق کہتے ہیں، کہیں بابل کہا جاتا ہے اور کہیں کالڈیا
یا کلدانیہ۔ اُس وقت ہندوستان سے کچھ ایسا دور بھی نہ تھا، بلکہ خیال
تو کچھ ایسا پڑتا ہے کہ سندھ کی سرحدیں اس سے ملی ہوئی تھیں، اور
درمیان میں یہ سینہ رعا علی نہ تھا۔ اسی قوم میں میرے وہ مرنی پیدا ہوئے
جنہوں نے پھیکا کر دیا، آدم کی بھی شفقتوں اور نوازشوں کو اتنا
ابراہیم یا ابراہام۔ والد کا نام نارج یا غربی تھیں آذر۔ یہ براہم ہوا
ہی نہیں، موجد گرتھے، موجد اس کے سردار تھے۔ شرک کا رنگ دیکھنا اب
کہاں لاسکتے تھے۔ تبلیغ کی اور خوب ہی کی دین توحید کی، توحید کے مدن
کی، توحید کی تہذیب کی۔ تہذیب جاہلی ان سے گتھی گئی۔
حکومت اسکی نصرت پر، سوسائٹی اسکی حمایت پر۔ کوئی طریقہ جو رستم کا ان پر
آفہ نہ رہا۔ عدیہ ہے کہ کہتی ہوئی آگ میں جھونک دیے گئے۔ زندگی جیسے
حکم کے تاب ہے، اُسی کے حکم سے زندہ نکل آئے۔ آخر ترک وطن پر مجبور
ہوئے، عراق سے شام ہوئے، اور شام سے چلے تو فلسطین اور مصر
گزرے، وہے حجاز میں آن کر ٹھہرے۔ جہاں کہیں بھی ہوئے، غلطہ ملن کہتے
ہے، ہرے دین کا۔ ہرے بھی گزے، جہنم الہراستے گئے، میرے تین
کا! کتھہ پہنچے تو باب بیٹے سننے مل کر مکان کھرا کر دیا، جو آج تک مرکز
بلا آ رہے توحید کے دین کا، اہل توحید کے آئین کا۔

کچھ اور بعد عرب کے جنوب شرق میں قوم عاد آباد رہی، اور پھر
انکے بعد شمال مغرب میں قوم ثود۔ دونوں کا اپنے اپنے زمانہ میں خوب
رہا۔ ثودند زور اور قد اور لوگ تھے۔ اپنے تہذیب و تمدن پر ناز
انجیری، صنعت کاری، ہندسہ کے فن کے بادشاہ۔ پتھر کے بکر، شکاریانہ
ہتے، اور پھاڑوں کو کاٹ کاٹ کر محل تعمیر کرتے۔ میری انکی آؤزش
قدم قدم پر رہی۔ انکی تہذیب جاہلی۔ میری تعلیم توحیدی۔ انکے ہاں
سفر حیات کی ہر منزل پر اخلاقی کی گندگی اور باطن کی سیاہی، ہرے ان
زندگی کی ہر سانس پر روح کی جلا اور تلب کی صفائی۔ دعوے اور قوت
کا اور کثرت کا، بھرپور اور ہندرافت کا، وعدت کا۔ بے غلہ دار
نے ہرے بڑے بڑے اٹھائے، اٹھ گرجی بھر کے سے۔ آخر میں تیج میری
ہوئی۔ اور تختے اُٹھ کر رہے وقت کا زخم نہ کھنے والوں کے، نانا کھنے
والوں کے، اور یہی انجام ہر جاہلی تمدن کا ہو کر رہا ہے۔ شرک کی تہذیب
اور فسق کی ملی گندگیوں سے لبریز، تمدن کو بنا ہی اور ہلاکت سے بچا ہی ہوئی

نہ کوئی سیاہ آج تک دریافت ہو سکی ہے نہ کوئی قلعہ۔۔۔۔۔ ان دونوں
قوموں سے قبل اور قوم ثود سے کچھ ہی فاصلہ پر اسکے شمال و شرق میں
ایک اور قوم آباد تھی۔ اپنے صلح حضرت لوط کی جانب منسوب۔ اس کے
تمدن کے غیر صالح، ناسزا عناصر کی ناپاکیاں، عذر کی پناہ، ایال آخر لیا سٹ
ہو کر رہی۔ اور اب تو ایک نامور ماہر اثریات سرچارلس مارشمن نے اس کا
زمانہ تک نشین کر دیا ہے۔ ملکہ قبل مسیح۔ اسکی یادگار خاکی نہ سہی آبی،
آج بھی غرب دشام کے درمیان بحر مردہ (Dead sea) کی شکل
میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس جھیل یا بحیرہ کے اوپر اور اندر بھی چار ہزار
سال گزرے ہیں آج تک موت ہی کی علامت ہی، اندر کوئی جمجمہ
نہ ملے، کر سانس لے سکے، نہ اوپر کسی پرندہ کی مجال کہ پر مار کر گز سکے،
عذاب الہی کی بے پناہی، عذاب اللہ!

ان سب کے بعد اور ان سب کے علاوہ ایک اور قوم بھی گزری ہے
حضرت مسیح سے کوئی ۵۰۰ سال قبل۔ عیسوی اور توحید شیش نبی کی جانب
منسوب۔ تجارت ہندہ کاروباری لوگ آباد تھے، علامہ مدین میں تبلیغ
عقبہ کے متعل۔ مصر، فلسطین، عرب اور بحر دم، بحر ظلم کے پچھلے
پر۔ انکی تہذیب میں جا کر تھا دوسرے کا حق مار لینا، (بنا نفع نہیں فائز
کے ساتھ حاصل کرنا۔ غرض تجارتی سالمات میں ہر قسم کی پالاک کی اور
خیانت۔ میری بھلا ان سے کیا بھتی، اُغوب مقلد رہے، یہاں تک
یہ تم بھی فنا کے اسی گھاٹ آ کر گئی، جہاں تک ان سے قبل مہبت سے
پیشرو پہنچ چکے تھے۔

اب ہر آئندہ سرکا۔ یہاں میرے قدم بوسنت صدیق کے قدم میں
شہد ق۔ م ہی میں پونچھ چکے تھے اور انکی بھرپوری مگرانی
رہی۔ لیکن جہد روز جب سلطنت بدلی تو قوم کا نظام بھی بگڑا، اور
ہونے ہوئے تین چار سو برس کے غم میں تو تہذیب جاہلی پورے اندر
کے ساتھ ختم ٹھونک کر ہرے خالی پر آ گئی۔ حکومت اب اس نامدار
کے ہاتھ میں تھی، جو اپنے کو بندہ نہیں، بندوں کا آقا، بندوں کا رب
سمجھ رہا تھا۔ معبود اکبر سورج دیوتا یا "داع" کے اوتار، اور انسانی قالب
میں خدا یا "فرعون" (یعنی "داع" کے نمائندے) تو یہاں کے فرماں روا
عرصہ سے سمجھے جا رہے تھے، جیسے ہزاروں برس کے بعد آئی بھی یکا دو
شاہ جا پان سمجھے جا رہے ہیں، لیکن اب جو بادشاہ مصر کا ہوا۔ اسکا
غیر فساد عقیدہ، فساد عمل و دونوں میں سب سے بڑا جرم تھا۔ میری
زبان تھے اُس وقت موسیٰ کلیم اللہ اور میرے زجران ہارون نبی اللہ۔
دونوں نے اپنی والی سب ہی کچھ کر چھوڑی۔ تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔
اسمجد اور شرک مزاج خلقت دلائل سے زیادہ گرویدہ، خوار و
سجرات کی ہوتی ہے۔ خالق بے نیاز دے، دونوں بزرگ بندوں کے انجوں
اس طرح کے کرتے بھی نہ سلہ کتنے دکھا ڈالے۔ پتھر میں جو تک گناہی
جا برد تاہر حکومت کا غبطہ و عفا و بڑھتا ہی گیا۔ نتیجہ جو کچھ نکلا، تاریخ
کے صفحات پر ثبت ہے۔ مظلوم بنی اسرائیل نے جاپا کر اپنے وطن فلسطین
کو پہلے جائیں۔ تاہر کے قاہر کی مصلحتیں سد راہ رہیں۔ آخر

ایک روز راست کے وقت موقع پا کر بنی اسرائیل بھی کھڑے ہوئے، مرد ہوئے، بڑے بچے سب آج کل کی سی کوئی تکی، صاف سیدھی شرک لگی ہوئی تھی نہیں۔ راست کا بہت قنات قب کا خوت اور گھبراہٹ اور استہ بھول گئے، اور سجائے شمال کی طرف ذرا اور آگے بڑھ کر پھر مشرق کی طرف ٹپٹے سے پہلے آدھری ٹپٹے۔ اب جو دیکھا تو سامنے سمندر تھا بھر قلم (RESEA) کی شمال مغربی آگے، جس کے بعد اب نہریہ فرعون ہو جاتی ہے اور اس وقت خشکی تھی۔ واپس ہونا چاہا تو دیکھتے کیا ہیں کہ خود ہزار اسرائیلی عیسائی فرعون لاؤ لشکر کی کمان کرنا چاہا جاکر بھاگ بھاگ آئے، اب اسرائیل غریب تریں تو کیا کریں؟ واپس اور بائیں ہمارا سامنے سمندر اور پشت پر یہ لشکر جہاز اور عیدوارے تھے انھیں اشارہ نہیں ہوا کہ بے تحلف سمندر میں کود پڑا۔ وہ کود پڑے۔ اور اسے اب زلزلہ بھری کا اثر سمجھیے یا جو بھی قیصر اختیار کیجیے۔ ہر ماں سمندر بچا، انکے لیے راستہ بن گیا۔ اور وہ بغیریت آنا صحت عبور کر کے جزیرہ نماے سینا کی خشکیوں پر آئے۔ اور فرعون نے اپنے لشکریوں کو لٹکرا کر دیکھتے کیا ہو ڈال دیا تو فرعون بھی انکے پیچھے سمندر میں اپنے فوجی رتھ اور گھوڑے فرعونوں کا سمندر کے بیچ بیچ ہو چکا تھا کہ باقی کی پابندی سی کھڑی ہوئی دوا میں آپس میں مل گئیں۔ اور وہ فرعون جو بے سامان نہیں با سامان تھا، مع اپنے سارے سازد سامان کے خزانہ کو گرہ گیا ایہ واقعہ محبت نہیں کہ ششہ ق۔ م میں واقع ہوا ہو۔

اب میرا قیام سالہا سال تک جزیرہ نماے سینا میں رہا۔ موسیٰ علیہ السلام پر پوری شریعت اسی زمانہ میں آئی۔ اور انھوں نے میری حکومت ایک ایک جزوی تفصیل کے ساتھ اپنی قوم پر پھیلائی چاہی۔ خود قوم واسے مخالفت نہیں کی۔ مخالفت کا لیڈر قوم ہی کا ایک بڑا سیکھ، سا ہو گیا، یا بنکر تھا۔ قمار، نام۔ اسکی بے اذاد دولت کی تفصیل بیان ہوا تو کتوں کو آج انسانہ سلو ہو۔ اتنی زائد دولت کا ایک ہی جگہ اجتماع، پھر اس کے حاصل کرنے کی حرص اور اس کے خرچ کرنے میں بخل۔ بھلا یہ چیزیں میرے ساتھ کہیں جس موسیٰ میں جواب دہ تریں؟ فرعون تو خیر دولت ایمان ہی سے محروم تھا، قمار دن بہ بخت تو خاص ہوسوں کے درمیان پیدا ہو کر انکے درمیان پل کر بڑھ کر ابھر انھیں سے بنادت کر نکلا۔

ٹپٹھا لگا تھا قلم سرفشت کو!

انجام یہ ہوا کہ خود اسے سارے سرمایہ کے زمین میں چھن گیا۔ وقت کے ایک اور بد نصیب سامری اسے نے تو غضب ہی کر دیا۔ حضرت موسیٰ کی چند روزہ غیر حاضری میں ظالم نے بنی اسرائیل کے عقائد ہی سچ کر دیے۔ اور جو عید کی شاہراہ کے سا فرشتے انھیں بت پرستی کی

بھول چلتی ہیں میں ابھار دیا۔ مقصد گزارش یہ کہ غیر ذہیر ہے خود اپنوں کی بھی سرکشی، تردد و بغاوت کا مقابلہ ہمارا کرنا ہے۔ داؤد نبی (ستونی ستونی م۔ م) اور سلیمان پتھر (ستونی ستونی م) کے نام آپ نے سنئے ہونگے، شام و فلسطین میں دلاور تیرج سے کوئی ایک ہزار سال قبل میرے ہی ناند سے تھے۔ اللہ کے پیر بادشاہ ہیں اور دنیا کے نامی گزائی تاحدار بھی۔ ایک طرف صاحب زہد و تقویٰ دوسری طرف ناسخ اور گھبراہٹ کشا۔ ایک طرف نظریں شمال کی دیکھتے اور سمجھ کے وزیر مال اور وزیر اعظم دو شفت نبی کی اور دوسری غریب و بے ذرا نیایا، اور فلسطین و تہبہ ست اولیاء اللہ کی۔ ان دونوں سروں کا وجود ثبوت ہے اسکا کہ میری ذات پابند نہ غربت کی نہ امارت کی، نہ افلاس کی نہ بادشاہت کی۔ میری روح، میرا جوہر میرا سرمایہ حیات، کچھ ہے عدلی ہے اعتدال و توازن ہے، اسے حقوق ہے، احسان میں عبوریت ہے۔ میں ایسروں کے غیش محل میں جب آجکتا ہوں، تو لشکر کا منظر بن کر، اور غریبوں کے جھوٹے میں جب گزر کرتا ہوں تو صبر کا پیکر بن کر۔ غیش میں خوب غذا کا نقیب ہوں فقر میں یاد خدا کی ترغیب ہوں۔ نذر داریوں کو ڈالتا ہوں، کہ دولت و ثروت کے اس خزانہ سے حساب پائی پائی کا دینا ہو گا۔ نذر داریوں کو سمجھاتا ہوں کہ اصل دولت قناعت کی تو تمہیں نصیب ہے۔ نہ سیرا یا راز لیٹلزم سے نہ میری دوستی کیوں نرم ہے۔ میں دونوں کی زیادتیوں کا بے اعتدالیوں کا مخالف۔ اور اگر خوبیاں ان میں سے کسی میں ہیں تو وہ میرا ہی عین برائی ہیں!

اُدھر باہر یہ سب کچھ ہوتا رہا، اُدھر آپ کا ہندوستان بھی غامض اور بھل نہیں رہا۔ نئے نئے مذہب اسے نئے فلسفے، اور انکے ماتحت نئے نئے تمدن ہاں بھی پیدا ہوئے اور قائم ہوتے رہے۔ عدلے تو حید بھی بیشک کہیں کہیں اٹھی۔ لیکن عام ریشہ وہی شرک و تہذیب والی ہاں بھی جاری رہی۔ تنازع کے عقد، کا ایک لازمی نتیجہ تھا کہ ذاتی سعی کی اہمیت جاتی رہی اور انفرادی عمل کی سنجیدہ حاصل بے معنی رہ گئی۔ دار و مدار "کرم" ٹھہرا۔ یعنی پچھلے جنم کا ثمرہ اعمال، گویا آج اگر کوئی شرابی ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ ارادہ خراب پیئے

کی سربست کر رہا ہے بلکہ اس لیے کہ اسے "کرم" یعنی پچھلے زندگی کے اعمال کے مطابق شراب ہونا ہی تھا۔ "ورن آشرم" کے عقیدہ نے عدلیہ انسانی کا تخیل ہی پاش پاش کر دیا۔ اب انسان محض کے کوئی معنی ہی نہیں رہے۔ اور خدا کی بنائی ہوئی انسانیت نہایت تقسیم ہو گئی۔ انسان کی گڑھی ہوئی چار ذاتوں میں ابھر انکی بیزار فشاخوں میں

۱۵۰۰ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے سینہ فطرت میں سورضین کا انداز ہے۔ جہاں وہ سندہ دیکھتے ہیں جو محض اثرات سرچا رس مارٹن کی تازہ تحقیق کے مطابق ہیں۔

۱۵۰۰ مصر کا یہ موجودہ دارالحکومت تقریباً اسی جگہ پر ہے جہاں فرعون کے زمانہ میں بنی اسرائیل کی آبادی قائم تھی۔ مگر بنی لفظ میں ۱۵۰۰ ق م میں انھیں اور خدا کے سامان حرب کا اہم ترین جز نہیں۔

یورپ اور اسلام کا جوہر

اقوام یعنی عبرت قدیم عرب ترکی اقام بستے ہیں اور عربی حصوں میں یورپین اقام اخبار الاول للفرمانی واصلہ مطبوعہ یورپ میں ہے۔

اور یہاں یا جوج و اجوج کو انتہائی لاد شالی میں ایک سرزمین میں جو بحر ظلمات سے متصل ہے جبکہ طول شرقیاً غرباً اسی سال کی سادہ ہے۔

(دوسرے صدق نمبر ۱۰۰) (۱۰۰ سہ ماہی)

بحث اجوج و اجوج موعود

اور سے مسافت ظاہر ہے کہ یا جوج و اجوج کا ایک کاکیشیا (کوتات) کے شمال میں ہے۔ جغرافیہ کے کسی طمس نقشہ کو دیکھو کہ یورپین روس وغیرہ دیگر اور بین اقام سب کے سب اس کوہ تبت کے شمال اور شمال مغرب میں بستے ہیں اور اب تک بھی عرف عام اب یہی ہے کہ یہ اجوج و اجوج اقام ہیں۔ ان مقامات کے درمیان ۱۰۰ ہزار پیمان پرودی آثار باقیہ میں مفسر شاپور و غیرہ اسی وغیرہ غرضوں نے اس سے نقل کیا ہے۔

مقتضیٰ ہذا الجغران ذوالا مونیخ | انتقام اس خبر کا یہ ہوتا ہے کہ مونیخ سے فی الریح الغربی الشمالی من المورہ | جسکے پیچھے اجوج و اجوج بستے ہیں۔ اربع سکوں کے شمالی غربی حصہ میں ہے۔

تفسیر کیریلہ نجم طہ میں علامہ رازی بھی یہی لکھ رہے ہیں۔

الاطهر ان یومئذ السدین فی | ظاہر تر بات یہی ہے کہ مونیخ سے اسیہ شمال کی ناحیہ الشمالی قریل جیلان میں | طرہ واقع ہے اور بعض نے کہا وہ آذربائیجان آذربائیجان و آرمینیہ | اور آرمینیہ کے درمیان میں ہے۔

تفسیر ابو السعود بر ماشہ تفسیر کیریلہ ۸۲۶ جلد پنجم میں لکھا ہے۔

تم اتج سببا اسی طریق ثانیاً معترفاً | پھر چلا (ذوالقرنین) ایک راستہ یعنی بین المشرق والمغرب آخذاً من | مشرق و مغرب کے درمیان جنوب سے اکتوب الی الشمال | شمال کی طرف جاتا ہوا۔

اسی طرح تمام مفسرین تم اتج سببا کی ہی تفسیر کر رہے ہیں کہ ذوالقرنین مشرق سے رہا پس بستے سے شمال کا ارادہ کیا۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں (ساری عباراتیں نقل کئے ہیں پھر تھوڑی کوئی فائدہ نہیں)۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن پاک سے جو ملک یا جوج و اجوج کا مسلم ہوتا ہے وہ شمالی اور مشرقی شمالی حصہ ربع سکوں ہے اور یہ ظاہر ہے اور جغرافیہ کے طالب العلم تک جانتے ہیں کہ آج کرہ زمین کے منطقہ شمالی و شرقی شمالی میں بھر دسی اور یورپین اقام کے کوئی اور قوم موجود نہیں۔ اس تفسیر کا نظریہ یہ ہے کہ آگ یا جوج و اجوج منلی و ترکی نسلوں کا بہت قدم نام ہے اور ہاگگ یا جوج و اجوج تمام یورپین اقام موجودہ کا نہایت علم ششائست کا ہی نام آج دوسیا یا روس ہے چنانچہ آج سوڈن و چین جس حکومت کا نام ہے وہ اپنے قریب میں ان تمام ملک کو شامل کر چکی ہے جسکے باشندے ترکی و منلی نسل کے ہیں (منول و ناچار بعد کے لفظ میں عرب قدم کے بعد باعرب صدر اول کے یہاں ہیں ان سب کا جامع ذوالا مونیخ اتراک ہی تمام مفسرین کے علاوہ اہل جغرافیہ و تاریخ قدیم بھی اسی کے قائل ہیں کہ اجوج و اجوج کا وطن دسکن اربع سکوں و کرہ زمین کا شمالی حصہ ہے جو قلم بخود شش و دفرہ ششائست ہے۔ جسکے مشرقی حصوں میں تاناری منلی

اس آخر بلاد شمال میں خطرات ملک شمالیہ روس شمالیہ پابند ششائست فن لینڈ آج کون ہے؟ یہ بحر ظلمات آج کس نام سے موسوم ہے اور اسکے متصل شمالی ملک کون ہیں؟ کیا بلاد روس پرستی و نارہے سوڈن وغیرہ ملک یورپ اسکے مصداق نہیں؟ کیا ظلم و جبرانیہ یہ نہیں بتا رہا ہے کہ اس منطقہ شمالیہ لمجہ میں ہمیں رات ہی رات تسلیم کرنی ہے جبکہ آفتاب خط استوا سے گزر کر جنوب کی طرف خط بندی کرے۔ چلا جاتا ہے۔ جو اتنا سے سیل جنوبی ہے۔ منلوں کے عہد کے فقہاء خصوصاً اس شمالی ملک کے قریب و جوار میں رہنے والے خصوصاً خاندزم کے فقہاء سرزمین بخارا کے کہتے تھے؟ مسلمان نازعشاہیں اصولی اختلافات اس سرزمین کے متعلق کیوں پیدا ہوا؟ یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ روس کے شمالی ملک کو منلی سلطنت کے ان غریب المنسل فقہاء کی اصطلاح میں بلغار کہا جاتا تھا۔ وہ بلغار جو آج بلغاریہ کے یا لینا کے نام سے معروف و مشہور ہے اور جو یکصدی بیشتر تک قسطنطنیہ کی ترکی حکومت کا صوبہ تھا اور پھر روس و یورپ کی ہر بائی سے باہر از صوبہ بنا اور پھر آج خود مختار ترکی کا دار آشتیں بنا ہوا ہے۔ اس میں یہ کیفیت نہیں ہے۔ چنانچہ خط سلطان یا اسکے قریب و جوار میں جب تک آفتاب رہتا ہے تو ان ملک شمالیہ مذکورہ میں غرب کے قیوڑے ہی دیر بعد پھر آفتاب کل آتا ہے۔ لہذا نماز عشاء کا وقت یہاں آتا ہی نہیں۔ لہذا جن فقہاء و اصولیین کے ہاں نماز کے وجوب کا سبب وقت ہے انکے یہاں نماز عشاء ان ملک میں فرض ہی نہیں ہوتی۔ موسم گرما میں ان ملک کا یہی حال ہوتا ہے اور موسم سرما میں خصوصاً اتنا سے سیل جنوبی کے زمانہ میں ان ملکوں میں آفتاب طلوع ہی نہیں ہوتا۔ غالباً دو تینوں ہیں و اسفندار اور کچھ فردی تک یہی کیفیت رہتی ہے۔ اسی سے عرب قدمائے اسے ارض ظلمات سے تعبیر کیا ہے۔ اور اسی کے متصل سمندر کو بحر ظلمات کہتے۔ جیسے اب تک سی (بحیرہ لطیف) وغیرہ شمالی روس و یورپ کے بحیرہ۔ اب یہی بات کہ مورخ قرانی نے اس سرزمین کی مسافت ثنائیہ یعنی اسی سال کی مسافت بتائی ہے۔ سنہ بھی تقریبی لحاظ سے صحیح ہے۔ کیونکہ

روس کی مشرقی انتہائی سرحد سے لیکر یورپ میں انتہائی غربی مد تک اس قدر تعد مسافت ہے کہ پہلے زمانہ میں اسے انسان غریباً اسی نالی ہی میں تخم کر سکتا تھا۔ بشرطیکہ یہ کسی سکون میں ہو۔

(الی آئندہ)

یہ سب سچ ہے۔ آپ کے ہاں کا طریقہ کیا ہے۔ اور علوم پرستی پر اس کے خلاف عمل کیا گیا۔

یہ شاید اور تجربہ لکھنے والا منظور صاحب لاٹھی۔ خداوند کے ہاتھ اور نکل آئیں گے۔ دماغی مرید بہت اور ذہنی تعلیم کی بدولت اس نے اور مرید مرید سیاست جاعتوں! انگریزی خواہوں تک محدود نہیں! اچھے اچھے تہذیبی علماء کی رہنمائی میں جو نیم سیاسی نیم مذہبی ادارے چل رہے ہیں وہاں یہ کیفیت شاید کچھ اور زیادہ ہی نمایاں ہے! — گویا ہمارے پاس کتاب ہے نہ سنت۔ نہ خاکل خلفا سے راشدین ہے۔ نہ میں اخلاص کے استباط عہد کا کوئی طریقہ ہے! — سچی کی کوئی منزل اب ہمارے عہد میں باقی رہتی ہے؟ انجا اب رہی کیا گیا ہے۔

جان سپر ڈاکٹر، مالی سپر ڈاکٹر، انتخاب نقل سپر ڈاکٹر، فاسٹر، روح سپر ڈاکٹر!

مراسلہ لکھ کر کوئی غیر معروف شخص نہیں۔ ان کا بارہ نو برس کے شیعہ ہندی کے عہد میں آگیا اب ہندی پرچار بالکل کافی نہیں۔ مہوبہ کے سب سے بڑے ہندوستانی عہد دار تجویز یہ پیش کرتے ہیں کہ مہوبہ کے ہر مذہب کے لیے مذہب کی تعلیم لازمی ہونی چاہیے۔ اس سوال کو نہ بھڑکے کہ اگر کسی بڑے لکھے سلطان عہد دار نے یہ تجویز پیش کر دی ہوتی تو اس غریب کا کیا مشرعوہ کے ہندو پریس ہندو پلیٹ فارم اور ہندو ارکان کونسل کے ہاتھوں ہوا ہوتا۔ پلیٹ فارم سے آواز یہ اٹھی، اور اس کی امید یہ صورت ترسیم پریس میں یہ پیش ہو رہی ہے کہ مذہب کی تعلیم لازمی و ضروری قرار دی جائے، لیکن ہندوؤں ہی کے لیے کیوں؟ مسلمانوں کے لیے بھی لازمی ہو جائے بہت اپنی انفرادیت اپنی زبان سے بکھار اکتے ہیں اس کا علاج یہ ہے کہ شروع سے انھیں میں مذہب کے آؤش میں لے۔ مذہب پریس، مذہب بولیں، مذہب کی فضا میں پریس، مذہب کی سکرٹ کوئی کیلئے ہندو کی زبان تو ہے ہی ہے۔ یہ تو کل مذہب کی مذہب زبان ہے! — گویا مذہب کی زبانوں کا ہر سے گلا ہی گھونٹ دیا جائے اور ہندوستان صحیح معنی میں "ہندو" ستان بن جائے!

"صاحب" زندگی مولانا محمد منظور صاحب دہلوی (ریڈیو القرآن) ملک کے ممتاز صاحب اخلاص و صاحب بصیرت علماء میں ہیں۔ اور وہ ہندوؤں کے ہندو کی جماعت میں شامل وہ کلام کر چکے ہیں۔ اپنے ایک تازہ مضمون میں لکھتے ہیں :-

"مجھے مسلمانوں کی ان بہت سی سیاسی یا نیم سیاسی جماعتوں کی مجالس خاصہ و عامہ میں جو بیسوں برس سے اپنی عہد اور بد مذہبانی مسلمانوں کی خدمت کر رہی ہیں بار بار ماضی کے شرک سے کاٹنے لگا ہے۔۔۔۔۔ نظام کا۔ وہاں کا بالکل ہی

یہ شاید اور تجربہ لکھنے والا منظور صاحب لاٹھی۔ خداوند کے ہاتھ اور نکل آئیں گے۔ دماغی مرید بہت اور ذہنی تعلیم کی بدولت اس نے اور مرید مرید سیاست جاعتوں! انگریزی خواہوں تک محدود نہیں! اچھے اچھے تہذیبی علماء کی رہنمائی میں جو نیم سیاسی نیم مذہبی ادارے چل رہے ہیں وہاں یہ کیفیت شاید کچھ اور زیادہ ہی نمایاں ہے! — گویا ہمارے پاس کتاب ہے نہ سنت۔ نہ خاکل خلفا سے راشدین ہے۔ نہ میں اخلاص کے استباط عہد کا کوئی طریقہ ہے! — سچی کی کوئی منزل اب ہمارے عہد میں باقی رہتی ہے؟ انجا اب رہی کیا گیا ہے۔

جان سپر ڈاکٹر، مالی سپر ڈاکٹر، انتخاب نقل سپر ڈاکٹر، فاسٹر، روح سپر ڈاکٹر!

تہذیب اسلامی کی برکتیں صدق مدنی کی سچی باتوں کو چھ کر کے کے ہندیہ کالج کے پڑھے ہوئے ایک طبیب لکھتے ہیں :-

"صدق مدنی کی سچی باتوں میں مسلمان طبیبوں کے نسخے بد ہوا لسانی لکھنے کا ذکر کیا۔ آپ کو یہ سن کر سرت ہو گی کہ دہلی ہندیہ کالج میں سب سے سابقہ مند ہندو اور سیکمہ لکھتے ہیں کہ کون سے "دران تعلیم میں شیخ پر بار بار وہ بھی ہوا لسانی آگیا مختلف لکھتے تھے" ادراک بعد فراغت تعلیم اپنے مطلب میں بھی وہ اسی ہتھوڑ کو جاری رکھتے ہوئے ہیں۔

اسلامی تہذیب و تمدن کی بنیاد برکتیں نہیں۔ جس غیر کہ بھی اپنے سے قریب کیا، اپنا کلمہ پڑھا دیا۔ شرک کی صحبت کے بد تو حید کی ہوا تو ہر حال میں ہی جانی تھی۔ کاسبت کا سبت ہی رہے، سلطان نہیں ہوئے، کشمیری پنڈت پنڈت ہی رہے، اسلام نہیں قبول کر لیا، لیکن اللہ اور انشاء اللہ سب بولنے لگے، سبحان اللہ اور انشاء اللہ سب کی زبانوں پر آگیا۔ — کل مذہب دوسرے ہمہ خاطر ہونے سے اور تقاضا کرنے لگے تھے ہماری چال و حال کی بول چال کی۔ آٹھ آٹھ ہم دوسروں سے متاثر اور مرعوب ہیں۔ ہنسنے بڑھنے ہیں ان کی دھج دھجاس ہو ان کی زبان و رسم خط پر گہرے پڑتے ہیں ان کی گندہ عادات پر ان کی جوانی فصلوں پر۔ اور اس کا نام اپنے ہی نفس کو دھکا دینے کے لیے رکھا ہے۔ "سجدہ" "ہنسنے دیکھنے" "خوشی ترنی"!

سچی بات اورد کے ایک ادبی رسالے نے حال میں ٹیگور "نبرنگا" مضمون کی فرمائش اورد کے خواہ شاعر تہذیب اکبر آبادی سے بھی کی کتاب صاحب نے جو جواب دیا اس کے بعض اقتباسات اس قابل ہیں کہ اس

تہذیب و تمدن کی بنیاد برکتیں نہیں۔ جس غیر کہ بھی اپنے سے قریب کیا، اپنا کلمہ پڑھا دیا۔ شرک کی صحبت کے بد تو حید کی ہوا تو ہر حال میں ہی جانی تھی۔ کاسبت کا سبت ہی رہے، سلطان نہیں ہوئے، کشمیری پنڈت پنڈت ہی رہے، اسلام نہیں قبول کر لیا، لیکن اللہ اور انشاء اللہ سب بولنے لگے، سبحان اللہ اور انشاء اللہ سب کی زبانوں پر آگیا۔ — کل مذہب دوسرے ہمہ خاطر ہونے سے اور تقاضا کرنے لگے تھے ہماری چال و حال کی بول چال کی۔ آٹھ آٹھ ہم دوسروں سے متاثر اور مرعوب ہیں۔ ہنسنے بڑھنے ہیں ان کی دھج دھجاس ہو ان کی زبان و رسم خط پر گہرے پڑتے ہیں ان کی گندہ عادات پر ان کی جوانی فصلوں پر۔ اور اس کا نام اپنے ہی نفس کو دھکا دینے کے لیے رکھا ہے۔ "سجدہ" "ہنسنے دیکھنے" "خوشی ترنی"!

مردم پر پیش کیا، وہ کوئی نظم بھی نہیں لکھتا۔ اور وہ بچکا اور اس کے
 سید کچھ ایسا کہتا نہیں جانتا۔... لیکن بنگالی شاعر نے بنگال
 سے اپنی عصمت کا خراج کشا، وہ دلی سے ہلے دیا۔ اب آپ
 جس کے لیے اور کیا چاہتے ہیں؟ کیا یہ کہ ادب امداد کی دنیا میں
 آج کا دنیا ہی ماتم کیا جائے، جیسا بنگالی شاعر بچکا کی دنیا میں کیا گیا
 تھا۔ جب... دہلوی... کھنڈی... وغیرہ شاہراہ ادب اور ادب کا
 انتقال ہوا، تو کیا بنگالی یا ہندو دنیا سے ادب میں کسی بے
 ہیں "نیر" کھانے کا خیال کس کو پیدا ہوا تھا؟ اگر لیگور شاعر
 نے تو کیا یہ لوگ ہندوستانی نہ تھے؟ لیگور کی زبان مرث
 انھیں کے صوبہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اگر ان لوگوں کی
 زبان دانی کا کہ تو ہندوستان کے ہر صوبہ میں باری تھا۔
 آپ فرمائیے کہ لیگور بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے،
 تو میں عرض کر دیتا کہ انکی بین الاقوامی شہرت انکی اجتماعی کوششوں
 کا نتیجہ تھی۔ وہ ایک نظم بنیاد زبان میں لکھتے تھے اور ان کے خواہ
 باب ترجمین اسکا ترجمہ دنیا بھر کی مشہور اور زندہ زبانوں میں
 کہے انھیں زبانوں کے انبار میں اور رسالوں کو بھیج دیا کرتے
 تھے۔... آپ کے ملک میں شاہراہ ادب و شعر کی کمی نہیں ہے۔

کئی ہے تو مرث اسباب شہرت کی۔
 فیض روح القدس اور بازندہ فرماؤں دیگر اس ہم کھنڈا، سچہ سچائی
 اس شعر میں اگر آپ روح القدس کی جگہ "دینار دوز" لکھیں اور
 سبھائی کی جگہ کسی طرح "لیگور" لکھیں گے تو یقیناً آپ سرمائی اور
 ابھی طرح سمجھ لینگے۔

شاعر شہزاد جیسی ہیں خیال آریاں کر لیتا ہوں نثر میں تو ہر حال، اوقات ہی کی بھی
 زمین پر قدم ہانکے رکھتا ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ ادب جو کچھ لکھتا ہے وہ
 کا مترادف سوا بڑی حد تک حق و صداقت کا آئینہ ہمارا نہیں؟

ایک رابعی حضرت امجد میرزا بادی کا کلام اپنے عارفانہ اور حکیمانہ
 پہلوؤں کے لیے عرصہ سے ممتاز ہے۔ حال میں انکی ایک کتاب "رابعی" روالہ
 سب میں (میدر آباد دکن) دسمبر میں نظر پڑی۔ جو یہ ہو حضرت اکبر الہ آبادی کا
 رنگ تو ہی پر از خیال اور اس سے بھی بڑے گہرے شہسخت الفاظ۔ ملاحظہ ہو
 عارف کی تباہی کہ خدا دل جلے عاشق کی ہوش کہ دلربا بل جانے
 ہم اپنے بھی دل کی بات کہہ بیٹھیں وہ یہ کہ کہیں سے وہ پیل جانے
 "تمدن اسلام کی کہانی" اس عنوان سے جو سفاک مسلسل گزشتہ نمبر کے
 شروع ہوا ہے اور غالباً ۴ فیروں میں ختم ہوا ہے

وہ ان کل اثرات

کر سکتے۔ اس آیت کے بعد
 وادعی ایک الیٰ یمن ان اتحدی
 من اجمال یومنا من اشجودنا
 یعرشون ثم کل من کل اثرات
 واسکی سل ربک ذللا۔ یخرج
 من بطوننا شراب مختلف الیاء
 نہ شفاو للناس۔

اور یہ ہے رب نے وحی کی سہولت میں
 میں گھر بنا اور درخت میں اور ان چیزوں میں
 جن سے لوگ اپنے گھر بچاتے ہیں، پھر کھانے
 قسم کے "اثرات" سے اور پیل اپنے رب
 کی راہ پر زماں بردار بنا کر نکلتا ہے اسکے پیٹ
 سے ایک شراب، جس کے رنگ مختلف ہوتے
 ہیں اس میں الناس کے لیے شفا ہے

قرآن نے اسکے بعد فرمایا تھا۔

ان فی ذلک لایۃ لقوم یفکرون
 لیکن شاید اس فکر کی رحمت نہ اٹھائی گئی اور نہ دنیا کے سیکڑوں
 "تھکوں" کے مقابلہ میں ایک عجیب و غریب طبی نظام لعل کا بھی ہوتا۔
 میں نے اس سلسلہ میں یہ کہا تھا کہ "مرعش" نظریہ کے نقطہ سے ہٹ جانے
 کا نام ہے اسی لیے جب انسان کی نظرت اپنے پیدا نشی اعتدال کے
 نقطہ سے ہٹ جاتی ہے تو انکو پھر "العطش" کی طرف واپس لاسنے کے
 لیے حق تعالیٰ کسی برگزیدہ انسان پر وحی فرماتے ہیں، لیکن جب انسانی
 جو کہ ایک جوانی وجود ہے اس لیے اسکی شفا بخشی کہے "لعل" یعنی
 ایک حیوانی پرندہ پر وحی ہوتی ہے۔

ہم اور وہ

(از خواجہ محمد شفیع)

امنی دور حال کا بصیرت افروز تقابل - انقلاب الجزائر - زبان
 کوثر سے بڑھتی ہوئی - بیان بھر لطافت -

لئے کا پتہ
 خواجہ محمد شفیع، اردو مجلس پبلشرز ٹیما محل - دہلی

تفصیل اعلان

سب سہولت قدیم اس سال بھی غیاث اللہ ضحیٰ کے موقع پر ہندوستان
 میں تفصیل رہی۔ اس لیے ۲۹ - ستمبر کا تصدیق شایع نہ ہو سکے گا۔
 ناظرین کرام انتظار نہ فرمائیں -

الطبا والی ایک طبیب پیدا ہو چکی۔ (سنگھار، ص ۱۷۰، کتاب ۱، ج ۱ اور ۲)
 متعدد اطباء ہندو متنازعہ تھا کہ اسے مہرے اور ہندی کتابوں کا ترجمہ عربی میں
 کیا۔ علیٰ الخصوص میں سانپ اور اس کے زہر کے متعلق زیادہ تر سرمایہ ہندو متنازعہ
 ہی سے وہاں پہنچا کہ ہمارا ملک سانپوں سے بھرا ہوا ہے اسی بہت سے
 میاں کا وہ سیود بھی مددوں کے لئے آیا، بلکہ اب تک ہے۔

افرنس یوں مصری، رومانی، یونانی، ہندی، ایرانی اور خود عربی طب
 نے اسی کسر و انکسار کے عمل سے متاثر ہو کر تباداد میں ایک نیا قالب
 اختیار کیا، اور دن بدن اس میں ترقی ہوتی رہی۔ مسلمانوں نے بیسیوں
 شفا خانے (دارستان) اپنے ملک و سرحد میں کھلوائے وہاں علاوہ
 کے ساتھ تعلیم بھی ہوتی تھی۔ معنی کہ گنتی شفا خانوں کا بھی ایک مسلسل
 ہوتا تھا۔ جن میں پالیمیں، پالیمیں، اونٹوں پر، دائیں لاد کر اطباء ملک
 میں گھومتے رہتے تھے۔ معرکہ امت کی تلاش میں متعدد بیسیوں کو دم
 بچھوں میں گھومتے رہتے تھے۔ عبدالرشید صوری کے متعلق لکھا ہے
 کہ اپنے ساتھ وہ معدوم بھی رکھتا تھا۔ اور ہر قسم کے دنگ ہر پر دے کو بڑا
 پھل پھول پتوں جڑوں تک کی حالت کو دنگ کو ظاہر کرتا۔ اس کے
 فرائض میں تھے۔ بیسیوں مراض کے علاج مسلمانوں نے پیدا کیے،
 مثلاً جذام کے مراض کا کوئی علاج مسلمانوں سے پہلے کی کتابوں میں نہ تھا
 اور یوں انکی ایک طویل فہرست ہے۔

یہ تو ایک تاریخی بیان تھا اور مقصود وہی تھا کہ اسلام نے صرف عرب
 ہی کے باب میں تصحیح، تصدیق و تکمیل کا فرض انجام نہیں دیا بلکہ علوم
 کے تمام شعبوں میں اسکا ہی خاص کا نام ہے۔ پس موجودہ طب یونانی
 نہیں، اسلامی ہے، یا مسلمانوں کی طب ہے۔ جس میں وہ سب کچھ ہے
 جو پہلوں کے پاس تھا اور وہ بھی جو تھا۔ مگر اس سلسلہ میں ایک خاص
 چیز جسکا ذکر آج کرنا چاہتا ہوں وہ قرآن کی آیت کی طرف اشارہ ہے۔
 میں نے سورہ انفیل کی آیت کا حوالہ دیا اور بتایا کہ لوگوں نے صرف یہ سمجھ
 کہ شہدے بعض امراض میں شفا ہوتی ہے اس لیے قرآن کا دعویٰ شہد
 کے متعلق شفاء للناس کا جو ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ مگر غور کی نظر اگر

آیت پر ڈالی جائے تو حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔
 (۱) انفیل (شہد کی کھج) کی صفت "ذال" بیان کی گئی ہے یعنی
 وہ پالتو ہو سکتی ہے، سد معانی جاسکتی ہے۔ آرسو کا بیان کہ جس پھول
 پر کھج کو لگا دیا جائے اگر چہ وہاں سیکڑوں پھول ہوں لیکن تجربہ بتاتا
 ہے کہ اس پھول کے سوا اور کسی سے اس حاصل نہیں کرتی۔

(۲) کھج کو "بن گل الثمرات" سے کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ شہد کے
 منی پھل کے بھی آئے ہیں۔ لیکن کھج پھل نہیں کھاتی۔ اس لیے ضرور
 ہے کہ "ثمرات" سے کوئی اور مراد لیا جائے۔ لغت کی کتابوں
 کو دیکھئے، شمیر الثمین (یعنی وہ جس سے سکرا بہر نکالنا) آپ کو اس قسم کے

سے معنی صحت مند کھانے کی بات ہے۔

مختلف الوانہ۔

ہوتا ہے کہ مختلف رنگوں کا انسان ہے۔

کہ ایک جدید نظام ہی علاج کا یہ ہے کہ صرف رنگ کے ذریعہ
 کیا جاتا ہے، کبھی، کبھی بوتلوں میں پانی بھر کر دھوپ میں رکھ
 ہیں اور ان ہی بوتلوں کے پانی سے ہر قسم کے امراض میں فائدہ اٹھاتا
 ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ ان بوتلوں کے پانی کے متعلق عجیب ہے۔ ان
 ان بن بوتلوں کو پیش نظر رکھ کر اگر قرآن کی اس آیت سے علاج
 کے ایک جدید نظام کی طرف توجہ کی جائے تو قرآن کی روشنی میں یہ
 بالکل واضح طور پر نظر آ رہی ہے۔

میرا مطلب یہ ہے کہ جن نباتاتی چیزوں سے آپ کی طب میں علاج
 کیا جاتا ہے اور ایلو پیتھک کے مقابلہ میں آپ کا بڑا امتیاز یہ ہے کہ
 آپ "الثمرات" سے یعنی نباتاتی اشیاء کے جوہر سے علاج کرتے ہیں۔
 لیکن آپ کو یہ مجبوری پیش آئی ہے کہ ان نباتاتی چیزوں کے جوہر کو کھانا
 کے لیے اٹھوٹا چھانٹا بڑا ہے، پھر ثمرات، ثمرات، غیرہ آلات سے ان کی
 تقطیر کرتے ہیں، اس پر بھی صحیح جوہر میں آپ کو تلاش ہے وہ میسر نہیں آتا،
 جب قرآن کہتا ہے کہ کھجی نذرۃً (ایک ذلول) (یعنی ذلول) (یعنی ذلول)
 فرمانبرداری (ان ہے) اور اس بناء پر آپ جس قسم کے نباتات سے جاتے ہیں
 کھجیوں کے ذریعہ سے "الثمرات" یعنی انکے جوہر میں کو کھنچوا سکتے ہیں، تو
 پھر کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ سارے جوہر شہد کو فائدہ بخشنے کے
 بجائے ان سے آزاد ہو کر مختلف اقسام کی کھجیوں کو مختلف دواؤں کے
 جوہر کھانے پر مامور کیا جائے، اور ان کو جمع کر کے مختلف بوتلوں میں
 رکھ دیا جائے۔ جو دوائیں جن امراض میں کام آتی ہیں سب اس کے
 ان ہی نباتاتی دواؤں کے کھنچے ہوئے شہد کو مفرد طریقہ سے یا دوسرے
 شہدوں کے ساتھ مرکب کر کے استعمال کرائی۔ یہ نباتاتی ثمرات جن میں آپ
 نے قدرت کے عجیب و غریب شہین (انفیل) سے حاصل کیا ہے، جو کہ
 قدرتی جوہر پر نگے اس لیے انکا

"شفاء للناس" ہوتا

یعنی "الناس" کے مختلف امراض میں ان "گل الثمرات" میں سے ایک
 یا چند کا شفاء بخش ہونا، یقیناً تعجب خیز نہیں ہو سکتا، بلکہ نباتات سفید، سفید
 کے جھگڑے میں آپ کو نباتات مل جائیں گی۔ بلکہ شہد میں فراخی کو نباتی
 دھن کی قدرتی خاصیت ہے خود تو کیا غراب ہو گا۔ دوسری چیزوں کی
 حفاظت شہد کے ذریعہ سے کی جاتی ہے۔ اس لیے اسید ہر کہ اس دوا کا
 مزاج بھی دواؤں باقی رہ سکتا ہے اور یہی میری مراد تھی کہ ہم اس آیت
 کے ذریعہ سے ایک جدید طبی نظام کو پیدا کر سکتے ہیں جن لوگوں کو
 شہد کی کھجیوں کے ذلولی عجا کجاست کا علم ہے۔ (رہائی ہے) پر لا نظر ہوا

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْقَتْلِ وَصَدَقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَقَاتِلُونَ ۔ اور جو بھی بات لے کر آیا اور جس نے اسکو چاٹا اور کسی لوگ، ہر گز نہیں

ایمیر: عبدالماجد

چندہ اور انتظامی امور

کے شوق مرا سلوٹ اس پتہ پر کی جائے

محمد عبدالرؤف عباسی مستم صدق

چندہ سالانہ
شمالی
برون سنہ سے سالانہ ششک
قیمت نی پرچہ اور



نمبر ۳۶ دوشنبہ یکم محرم الحرام ۱۳۷۲ھ مطابق ۹ جنوری ۱۹۵۲ء جلد ۶

بھی باتیں

”الامت غزوہ آف کی طرف لے جانے ہوئے جنت کی طرف،
ہر حال اس گروہ کا حصہ ہے جو سید و بصیر و فاد کو تمام انسانی
گردنوں سے بڑھ کر دستمال کرے۔ یہ انسان کے حق میں امد
کا بنایا ہوا اٹل مابک ہے اور اس میں کوئی دزد و رعایت
نہیں ہے۔ کوئی گروہ خواہ خدا شناس ہو یا نا خدا شناس ہر حال
وہ یہ شرط پوری کر چکا تو دنیا کا امام بن جائیگا سارے کرچکا تو
مستحق ہی نہیں بلکہ اکثر حالات میں طبع بننے سے بھی بڑے سیکھا
فتباس ٹکی کے کسی مسجد و دواز درشن خیال“ ایڈر کی تقریر کا نہیں تمام کلام
سے مسجد و شہن، ہمدینہ از مولا ابوالاعلیٰ مودودی کا! ————— اصل کا
دل گشتی باتی، گئی: تو اس کی تشویش میں سننے چلے۔

”کلام الہی میں تینوں لفظ جہد سننے، دیکھنے اور سوچنے کے سنی
میں استعمال میں ہوسے ہیں بلکہ صحیح سے مراد: سرور کی فراہم
کی ہوئی معلومات حاصل کرنا ہے۔ بصیر سے مراد خود مشاہدہ
کر کے واقفیت ہم پہنچانا ہے۔ اور فاد سے ان دونوں
ذرائع سے معلوم کردہ معلومات کو مرتب کرنا اور منجلیغ اخذ کرنا
ہی تین چیزیں لی گروہ علم بنا ہے جسکی قابلیت انسان کو
دی گئی ہے۔“

کس کی مجال ہے؟ یہ سوال کوئی کہ ”صحیح“ ”بصیر“ ”فاد“ کے
الفاظ ان صفتیں میں اس تین پادریں دالے کلام الہی کے کس پاد سے کس
سورہ و کسی روگ، کس آیت میں استعمال ہوسے ہیں؟ جہاں کہیں مجرور

ہیں یہ لفظ آئیے ہیں، ان میں سیاق سے سیاق سے تفسیری انا بیخ سے
تفسیری رد ایات تاہم میں سے ”کہیں“ ان سیاق کی تائید نکلتی ہے؟
لا تعقبت مالیس ناک: علم ان اسلحہ و بصیر و اخذ و کل او انما لک و نہ سکو
کو پڑھ کر حضرات صحابہ سے۔ پھر اس جو دعویٰ مدعی تک قرآن کے کسی
لما لعلم کا ذہن اس پھر تفسیر کی طرف متقل ہوا تھا؟ خود آج بھی مودودی
صحاب کے خاص رشتہ دار و کار و مولا انما لک و بصیر و اخذ و کل او انما لک و نہ سکو
اسن صاحب (سولہ میر) مولا ابوالاعلیٰ مودودی (لکھنؤ) اور اسی علم، نظر
کے ذمہ سے اسباب کے منیر و تدین سے سوال ہے، کہ اس کے پس منظر
آیت کی یہ تفسیر ان کے ذہن میں آئی تھی؟ یا آج بھی انکا منیر اس پر اپنی
سہ؟ — کیا فرق رہ جاتا ہے ان تھیں یعنی جہاد و کل کے بعد ”علا نہ“
شرقی اور علامہ مودودی میں؟ زبان سے مدعی غریب شرقی بھی تو آخر
اسلام ہی کی غارت کا، نصرت کا، حمایت کا تھا؟

چھوٹے اور سب کو۔ خود صحابہ نے بھی اس بدید تفسیر کے مطابق اس
آیت قرآنی پر کس دن کے گھڑی کے لمحہ عمل کیا؟ ابو بکر صدیق نے علم میں کی گئی
روز اخلاعت کی؟ دوسروں کے فراہم کیے معلومات کے حاصل کرنے میں کیا انہماک
دکھایا؟ ”علوم“ یونان سے، مصر سے اور سے کس دن حاصل کیا؟ عمر فاروق
نے اپنی زندگی کے کئے گھنٹے، اکے منٹ، ”شاہدہ نصرت“ کی ذریعے؟ اور ضیاء
جوانیات، اسکے علوم جدیدہ نہ سہی ”ریاضیات، ہیئت، خطیات“ اسکے علوم
قدیمہ کے مطالعہ اور ان میں انکشاف اور ”ایسرچ“ پر کتنا وقت صرف فرمایا؟
فتان اور غلی نے کتنے مرتبے ”دونوں ذرائع سے حاصل کردہ معلومات کے
مرتب کرنے اور ان سے نتائج اخذ کرنے“ کے طے کیے؟ — ”مصولات“

کے اگر ہی شرائط ہیں جو یورپ سے مرعوب ہمارے علمبردار ”سجدہ“ نے پیدا کیے
ہیں، تو خدا کے لیے بتایا جائے، کہ ان حضرات کو اپنے دشت میں راست لیے
حاصل ہو گئی تھی؟ — قرآن کی تفسیر کے ساتھ ساتھ کچھ تو یہ ”جہاد“

[illegible]

ایسی ہی خبریں پڑھ کر کہتے ہیں کہ آنکھوں کو فزع حاصل ہوا اور دل کو سُروا
عجلاتا ہیے نہ اور نہ کی راست بھی اس طرح : منائی جائے اور کیا ہو، کہ آدھی
رات کو سب سے بڑی سلطنت کے سب سے بڑے خودہ دار صاحبِ ملک کو
آئیں گلائیں، بیجائیں، خراب کے کلاس غنائی کر دیں، بڑے بڑے، اپنے
عززینِ مطلقہ باندہ باندہ کرنا چس اور بے پناہے جائیں فتح و فیروزی :
یہ بھی کیا کوئی مسلمانوں کے ہاں کی عید ہے کہ مدینہ منورہ کی شہت
سے جوں توں کر کے خود رسد کئے، چھٹی شب بھی نہیں؟ شبِ عبدِ کلاشا
بھی فضیلتوں اور برکتوں کے لحاظ سے، معذرت یہی کہ حکم میں داخل ہے۔
مذکورہ پانچ گنازیں پڑھ رہے ہیں، انہا باتیں کر رہے ہیں، دعائیں مانگ
رہے ہیں! صدقہ فطر کے انتظام میں لگے ہوئے ہیں! یہ بھی کیا مسلمانوں
کی بقر عید ہے کہ ذی الحجہ کی شبِ دہم نکم ہیں، اگل یوم الحج کے!

”خدا طوعی محبت سے مراد یہ ہے کہ مناسب وقت اور مقاموں پر مرد و عورت کے درمیان محبت اور پیار ہو۔ جس سے ان کی ازدواجی سطح پر رہے اور اس میں خواہش جنسی کی کایز میں کمی نہ ہو۔“

چودھری افضل حق مرحوم پچھلے ہفتہ لاہور سے افسوسناک خبر
مشہور "احرار سی" ایڈیٹر اور مقرر فضل حق کی وصول ہوئی۔ اہم افسر لاہور
چودھری صاحب شردش میں تباہ پولیس میں مارتے تھے۔ خلیفہ غلامت
و ترکی موالات کے زمانہ میں سرکاری قلعہ چھوڑ چکا تھا ان تحریکات میں جوش
کے ساتھ شریک ہو گئے اور یہ جوش علی آخر عمر تک گھٹا نہیں بڑھتا رہا۔
اپنی جماعت میں فاری حیثیت سے ایک ممتاز مرتبہ کہتے تھے۔ نظریات و
نہایات میں بے اعتدالی کیس بھی رہی ہو۔ ہر حال آدمی تھے جوش و انگیزش
کے۔ پنجاب کی مجلس احرار میں گرمی و تازگی بڑی حد تک انہیں کے ہاتھ سے
نقشہ زندگی کا شرف تھی۔ غلامت کیسی کے آخر زمانہ میں انکی اور انکی بیانیوں
و زبان و لانا محمد علی کی معرکہ آریاں علی برادران کی جماعت سے جس نے
دیکھی ہیں وہ انہیں ٹھکانے نہیں سکتا۔ بصیرت نما ہر ہے کہ ہر شخص کی آگ
آگ ہوتی ہے۔ لیکن اس کے پاس اجر و حسن نیت پر مانتا ہے۔ اس نے اپنی
حصول سے انہیں نواز دے اور انکی مخلصانہ جدوجہد کا پورا بدلہ نہیں
مرحمت فرمائے۔

اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا ہوں اور بزرگوں کے منہ آنا ہوں
 حالانکہ وہ اہل میں اپنے آپ کو چھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ " آپ
 [یعنی " ایک مشہور عالم اور صاحبِ دین بزرگ "] کا یہ شبہ کہ
 میرا ابتلا لا امتحان کے میدان میں آجوسے کے ساتھ امتحان ہو
 میری قلبی حالت سے آخر اقبیت پر مبنی ہے " (ترجمان القرآن
 ج ۱۰، صفحہ ۱۹۰)

والہ "تو کیا" کی تحریروں سے جو اثر لوگوں کے رہے ہیں اور ان لوگوں میں یقین نہ صرف ترجمان کے تاثرین ہیں بلکہ کم از کم ایک تو مشہور عالم اور صاحبِ دلی بزرگ بھی ہیں اس کا اثرات خود اس اقتباس میں عیاں ہے جو اب میں لازم کو انصر جرم کے انکار کی ہمت نہیں اور وہ پتا لٹو جو بڑا ہے

نئی کتابیں

تفسیر تیسریم القرآن ۱۰ جلد ۲۰۰۔ از مولوی عبدالرحیم صاحب منشا
 ۲۰۰ صفحہ۔ تفتیح حلالی۔ مبدلہ قیمت للہ رپہ ۱۰۰ دارالاشاعت نظم القرآن
 نقیب گوڑا۔ حیدر آباد دکن۔

۱۔ در میں تفسیریں نئی نئی لکھی جا رہی ہیں۔ اور بعض ان میں سے
 قابلِ داد بھی ہیں۔ یہ تفسیر جہاں تک صحت عقائد اور صحت تفسیر کا تعلق
 بلا تامل اسی طبقہ میں رکھی جاسکتی ہے۔ مصنف نے سلوم ہوتا ہے کہ
 مستند آقا میر کا وسیع مطالعہ کیا ہے۔ اور ان میں سے جن جن کو اچھی اچھی
 چیزیں اپنی کتاب میں جمع کر دی ہیں۔ البتہ مندرجہ اس کی ترتیب پر نظر ثانی
 اور مزید غور کی ہے۔ متذکر چیزیں اس میں ایسی آگئی ہیں جو بتدیوں کے
 کام کی بالکل نہیں۔ ان سے اُنھیں محض آشنائیت پیدا ہو کر رہے گا۔

مثلاً سورہ فیل میں مفسر عبداللہ بن قراہی کے خیالات کی ترجمانی کیا جا چکا
 ائمہ نحو کے اختلافات کا ذکر۔ بعض مباحث مروت تحقیق اور طائیف
 کے کام کے ہیں اعوام کے کام کے نہیں۔ اس آیت کو تا تم رکھنا ضروری ہے۔
 علیٰ ہذا سورہ قرآنی کی ترتیب کو الٹ دینا ایسی پارہ کلم کو سب سے سورہ
 تبا کے سورہ آس سے شروع کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ ناظر خوں لکھوں کے
 لیے محض عبارت قرآنی کی یہ ترتیب سکوس و شاید کوئی وجہ جواز دیکھتی
 بھی ہو۔ لیکن تفسیر میں یہ اہمیت نظر قرآنی میں کر دینا بالکل بھل ہے۔
 اس میں سب سے پہلے آیت درج ہے پھر اسکے ایک ایک لفظ کا

ترجمہ۔ پھر ممل ذات۔ اور پھر تفسیر۔ مصنف کی مشقت تلاش اور
 اعتبار پسندی میں ذرا شبہ نہیں۔ اور کتاب کا مطالعہ فی جگہ مفید رہی
 ہو گا۔ چودہویں تفسیر ۱۶ مختصر صفحوں کے ہفتہ دار رسالہ کی صورت میں بھی
 نکل رہی ہے۔ اور ہر اسلامی دارالمطالعہ کے میز پر رکھنے کے قابل ہے۔

۲۔ قصص القرآن (حصہ اول) از مولانا حفص الرحمن صاحب سوانح
 منکات ۲۷۲ صفحہ۔ قیمت للہ (مجلد فقیر) پتہ ۱۰ خدۃ العنقین
 فردل بارہ دہلی۔

موضوع نام سے ظاہر ہے۔ قرآن مجید کی بیان کی ہوئی حکایات مختصراً
 حکایات انبیاء و انبیا کے بہترین صفے ہیں۔ ان سے بہتر سے بہتر نمونہ اخذ
 کیے جاسکتے ہیں اور خود ان کی مزید توضیح تشریح و توشیح تاریخ جزائیہ
 اثاریات وغیرہ جدید علوم کی روشنی میں کرنا علم دین دونوں کی بہترین
 عادت ہو سکتی ہے۔ کاش ہمارے اسٹے "ڈاکٹر ٹ" کی ڈگریاں پاسے
 ہو سہ مسلمانوں میں سے کسی ایک نے صحیح حصہ اور صحیح ذامیہ نظر کے
 ساتھ انھیں قصص کو اپنی "میریج" کا موضوع بنایا ہوتا۔

حقیقتہً جیسی سرت اور تنگ کا مقام ہے کہ ایک قدیم طرز کی تعلیم بڑے
 ہوسے مولوی کو اور حروف و ہوائی اور ان کی سن و سہ سے اردو میں اپنی
 نوعیت کی یہ پہلی کتاب وجود میں آئی۔ کتاب دو جلدوں میں ہوگی۔ یہ جلد
 شروع سے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے زمانہ شروع مصر تک ہے۔

اسکے بعد کے حالات دوسری جلد میں دیکھئے۔ اس جلد کے عنوان میں
 حسب ذیل ہیں: حضرت آدم، قابیل، ہابیل، حضرت نوح، حضرت
 اور سین، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت
 اسحاق، حضرت یوسف، حضرت یعقوب، حضرت یونس، حضرت شیب، حضرت
 موسیٰ، ہارون۔ ہر جملہ عنان بیت سے نثرانی عنوانات پر تقسیم ہے۔ اور
 کوشش کی گئی ہے کہ ہر بحث سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات مختلف
 مستند ماخذوں سے فراہم کر دیے جائیں۔ بحثیں تاریخی، کلامی، فقہی ہر
 قسم کی سنجیدگی کے ساتھ موجود ہیں۔ مصنف کے ماخذوں میں ایک بڑا ماخذ
 ایک سامر معری عالم شیخ عبدالوہاب ستار کی قصص الانبیاء ہے۔ لیکن مصنف
 اپنی ذاتی تحقیق میں اُنکے عقائد جامہ نہیں۔

انہی ضخیم کتاب اور اتنے متنوع مباحث میں، کہاں ممکن ہے کہ مصنف
 کا ہر بیان قول نبیصل کی حیثیت رکھے، استدلال مقامات مختلف حیثیتوں کے
 نظر کو کھینکے۔ مثلاً مثلاً پر مصنف کا یہ دعوے کہ

"کائنات است و بود میں مادۃ اشتریکہ جادوی ہے کہ احوال
 و باطوان اور زائے پسے اور جب بھی کسی
 سبب سے نمودار ہوتے ہیں خواہ وہ مذاب کے لیے ہوں
 یا نام ماحول زندگی کے اعتبار سے۔ وہاں کی آبادی میں
 نیک و بد، ولی و شیطان کے مابین کوئی تیز نہیں کہتے۔"

ذیر خط فقرہ بہت کچھ محل نظر ہے۔ اسی طرح اور متعدد مقامات میں تاریخی
 اور کلامی رد و خوں حیثیتوں سے گفتگو کی بہت گنجائش ہے۔ بعض ابواب کا
 نقشہ روا جا بھی نمایاں ہے، مثلاً حضرت ابراہیم کے ذیل میں بعض اہم اور
 مندرجہ قرآنی بیانون کا بجا نہ پالنا گناہ ہے نہ جہونا چاہیے کہ کتاب اور
 میں اپنے رنگ کی پہلی ہے اور مصنف کی سنجیدگی کوشش ہر حال میں ستم
 روا ہے کہ کم از کم اردو میں آنا ذخیرہ ٹھوس اور نئی اکملہ مستند سلامات کا
 اس موضوع سے متعلق گیس اور موجود نہیں۔ کتاب ہر صاحب علم و
 صاحب ذوق مسلمان کے مطالعہ میں آنے کے قابل ہے۔

(۳) خلافت و سلطنت۔ از ڈاکٹر امیر حسن صدیقی۔ ترجمہ: سیطی احمد
 صاحب پٹنہ۔ منکات ۱۳۷ صفحہ۔ تفتیح ۲۰۰۔ قیمت پیر پتہ انجمن
 اسلامی تاریخ و تمدن اسلام پورہ سٹی، علی گڑھ

مسلمانوں کے اہل حق میں اب تو جہاں کہیں ہے معنی سلطنت ہی ہے، مثلاً
 لا کہیں نام نہیں۔ اور ایک زمانہ وہ تعجب محض غلات ہی تھی سلطنت
 کوئی جانتا تھا۔ لیکن دریاں میں کئی صدیاں ایسی گزری ہیں جب ناقص
 غلات کے ساتھ سلطنت بھی جبر رہی ہے اور جہاں اسکے تعلقات ظاہر
 معارفہ سائنہ ادیان، غزوہ، سلو قیہ، وغیرہ کے ساتھ سامر اندام
 ہے ہیں کہیں تلخ کے کہیں چمک کے۔ ان تعلقات کی تفصیل اور تقریباً
 شدہ سے بلکہ غلات ہندو کی تھا ہی یعنی بارہویں صدی عری ایک
 کی تاریخ اس مقالہ کا موضوع ہے۔ ڈاکٹر امیر حسن صدیقی، ایسی ہی مسلم تاریخ
 کے ایک مشہور استاد ہیں۔ اُنھوں نے یہ مقالہ لندن کی پی ایچ ڈی کی
 ڈگری کے لیے انگریزی میں تیار کیا تھا۔ اور اب یہ اسکا اردو ترجمہ شائع

حاکم میں مولانا آزاد، بھگوانی صاحب نے انجمن تاریخ و تمدن اسلامی کے زیر اہتمام ایک بحیثیت 'افروز تقریر' فرمائی جس میں آپ نے حکومت ربانی کے معنی و غوم اور اس کے قیام و بقاء کے طریقوں اور ذرائع پر روشنی ڈالی۔ سب سے پہلے آپ نے اسلام کی جامعیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام ایک کامل نظریہ حیات ہے۔۔۔ اپنے اندر معاشی، سیاسی، اخلاقی، غرض ہر قسم کے نظام رکھتا ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام کا نظم اسی وقت اپنے پورے اثرات دکھاتا ہے جبکہ اس کے سوز کردہ تمام اصول یکساں وقت کا ان فائدے کے ساتھ نافذ ہوں، ساتھ ہی اسلام کے پیش نظر تمام عالم کی اصلاح ہے سبکی اپیل لا محمد و نہ ہت۔

اسکے بعد آپ نے یہ بتایا کہ اسلامی حکومت اور اومی طاقت میں باہمی کیا تعلق ہے۔ اسلامی حکومت اپنے وجود و بقاء اور نظم اسلامی کی محافظت کے لیے اومی طاقت کو اذیس ضروری سمجھتی ہے۔ یہاں پر اس شبہ کا ازالہ کر لینا بھی ضروری ہے جو آج کل جنگ و جدال کے دور میں اکثر لوگوں کو راجح ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کیا اومی طاقت کی حیثیت تو صرف ایک آلہ اور ذریعہ کی ہے، اگر اس کو نیک مقصد کے لیے حق و انصاف کے اصول کے تحت استعمال کیا جائے تو وہی باطل و محض ہے اور اگر چنہ ایسے انسان جو اپنے آپ کو ایک خالقِ برہمن کے سامنے جوابدہ نہ سمجھتے ہوں وہ اس حکومت کو خود غرضی، ہوا پرستی یا ملک گیری اور جو مالداروں کی خاطر استعمال کریں تو ظاہر ہے کہ وہ شر محض کا درجہ رکھتی ہے۔ سلطان چونکہ اپنے آپ کو خدا کے سامنے جوابدہ سمجھتا ہے اور صرف فرمانِ الہی کے بموجب اعلانِ حکم و طاعتِ اللہ کے لیے طاقت کا استعمال کرتا ہے اس لیے اس سے کسی ظلم و تعدی کا سرزد ہونا مستور نہیں ہو سکتا۔

آپ نے فرمایا کہ صحیح اسلامی ایرانی حکومت کو مسلمانوں کی حکومت
سے ہمیشہ ممتاز رکھنا چاہیے۔ مسلمان بادشاہوں اور فرمانروائیوں کی حکومت
اگر وہ اسلامی اصولوں کے مطابق نہ ہو تو کسی طرح اسلامی حکومت کہلانے
کا مستحق نہیں۔ اسلامی حکومت کے لیے لازمی ہے کہ اعلیٰ استوائی ملک سب
عہد بہت دور، آخرت کے نشیمن سرشار ہوں۔ عبودیت سے خود برآں و ہر لمحہ
اپنے آپ کو خدا کا بندہ سمجھنا اور اپنی زندگی کے تمام اعمال کو خدا کی مرضی
کے مطابق ڈھالنا ہے۔ آخرت سے معنی ہر سو میں بالکل برابر
کا درجہ دینا اور اس کے ساتھ حق و باطل کا بھانپنا۔

اسی سلسلہ میں تغریہ کی خدمت کر کے جسے آپ نے یہ یاد دہرایا کہ پانچ سو روپے
نقدیہ منابت مذا سب اور لائق مصلحت کیلئے آئی وقت کے سبب، اس کا
الحاکم جمع وصولی پر قائم ہو۔ اس سلسلہ میں تغریہ کی خدمت کر کے
کہیں پاکستان کا فخر اٹھائیں تو ان کے لئے ہر کوئی یاد دہرایا کہ یہ
اس کا نظام قائم کرنا ہے۔ مقامی لائق کو تین ہزار ایک سو ساٹھ روپے
مہارت خود ہو سکتی ہیں۔

۱۔ ہم ترین فقرے خط کشیدہ کر دیے گئے ہیں۔ تصدیق! حیدر آباد۔ ۲۱۔ بہمن۔ تادمہ اعظم سٹر محمد علی جناح حیدر آباد، تشریف لائے تھے تو ۲۵۔ رجب ۱۳۳۲ بمطابق ۱۹۔ اگست ۱۹۱۵ء کو راک لین کے ہنگامہ ہمان خانہ میں آپ نے فلپاء اور دیگر نو جوانوں کو تبادلہ خیال کا ایک سو فی عینایت فرمایا تھا۔ باوجود علالت کے ہون گشتہ سے دائرہ حاضرین سے گفتگو فرماتے رہے۔ اس موقع پر جواب: بڑی دلچسپیت باور پھیر دیں تشریف فرستے تھے اور بعض ہندو نو جوان بھی۔ تادمہ اعظم نے مختلف سوالات کا خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ سٹر محمد علی بی اے۔ دہلی کا تھیٹریٹ اسٹیجنگ ہاؤس کا نامہ کہ سوالیہ جواب کی صورت میں حسب ذیل طریق پر مرتب کر لیا تھا اور اس کا تادمہ اعظم کی سالگرہ کی تقریب سید کے سوئے پر جو کل سنائی جائیگی بغرض اشاعت اور منٹ پرنس کو روانہ کیا ہے :-

سوال ۱۰۔ مذہب اور مذہب کی حکومت کے لوازم کیا ہیں ؟
جواب :- مذہب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سناتا ہوں تو اس زبان
اور قوم کے عام محاورہ کے مطابق میرا ذہن غذا اور بندے کی باہمی فہمیوں
درود ابط کی مرضی منتقل ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتی جانتا ہوں کہ اسلام اور
مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مفید مفہوم یا تصور نہیں ہے۔ میں
ذاتی مولوی ہوں نہ آئی جیسے دنیا میں نہایت کادو سے ہے۔ البتہ میں
قرآن مجید اور اسلامی عقائد کے مطابق ایسے نہیں کہشش کی ہے۔ اس قسم انسان
کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی سے متعلق ہر ایات کے باب میں زندگی کا
روحانی پہلو، معاشرت، سیاست، معیشت، اخلاقیات، انسانی زندگی کا کوئی شعبہ
ایسا نہیں ہے جو قرآن مجید کی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔ قرآن مجید کی
اصولی ہر ایات اور سیاسی طریق کا وہ صورت و مفاہیم کے لیے بہترین ہیں بلکہ ان کی
ساخت میں غیر مسلموں کے لیے بھی سلوک اور آئین حقوق کا اس سے بہتر تصور
ممکن نہیں۔

سوال :- اس مسئلہ پر اثر کیا ہوگا، حکومت وغیرہ کے باب میں آپ کی کیا رائے ہے۔

جواب :- بیشتر اکیٹ، بالٹوئیٹ، یا کئی اور ایسے سیاسی یا عائلی ملک
درجہ اول اسلام اور اس کے نظام تہذیب کی پذیر کسل اور بیوقوفی ہی تقاضا کرتے ہیں،
ان میں اسلام کو تسلیم کرنے، جزا و کار و عبادت، اختلاف اور تواریخ میں پایا جاتا ہے۔
سو ان کی مذہب تو ان کی اپنی اسٹیٹ یا حکومت ہے، جس سے
اسلامی حکومت، نمونہ ہے، آپ کو کیا خیال ہے ؟

جو اب : قرآن کو اپنے پرستاروں میں بیکار نہ رکھیں (امامی یا لایبی
حکومت کی سیاسی مصلحت اپنے پورے غور میں منطبق نہیں ہوتی۔ اب
رہا اسلامی حکومت کے تصور کا یہ بنیادی و لازمی اثر ہے کہ اطاعت و
وفا کبھی نہ مرجع خدا کی ذات ہے۔ اس لیے فیس نہ کہ قرآن نبد الحکام

۱۰ جنبہ دوم نقد کا باعث جو کچھ برسرِ ملی ۔ اودہ غارت

اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلہ کسی بادشاہ کی ہے نہ کسی پارلیمنٹ کی۔ کسی شخص پر اودادہ کی۔ قرآن مجید کے احکام ہی سب سے درست و معارف ہیں ہمارے۔ کونامی اور پابندی کے حدود متین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت وہ ہے اللہ کے رسول کے بقا اور احکام کی نگرانی سے۔ آپ جس ذمیت کی بھی عکس کر رہے ہیں اس میں آپ کو سلطنت اور علامت کی ضرورت ہے۔

سوال :- وہ سلطنت میں ہند میں کیسے نصیب ہو سکتی ہے ؟
جواب :- سب سے پہلے اسکی تنظیم اسکی حدود جدا اسکا رخ اور اسکی حدود اس سوال کے جواب میں

سوال :- جب آپ اسلامی حکومت کو تصور دے مریخ و زمین میں بہترین اور ترین حکومت یقین فرماتے ہیں اور احوال یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو خود مختار علاقے اس لیے مطلوب ہیں کہ وہاں وہ اپنے ذہنی سیلابات اور مبادیات کے تصورات کو سائنس کے بغیر دیکھا اور ترقی دے سکیں تو پھر اس میں کون امر مانع ہے کہ زیادہ تفصیل اور توضیح کے ساتھ مسند ریگس بنی جاوے جس کی مذہبی تفسیر اور تشریح کہتے۔

جواب :- مذہبی تفسیر کے ساتھ ہی کہ ہم کی ذمیت اسکی حقیقی تنظیم عمل اور اسکی اصلی حدود کو سمجھنے بغیر ہمارے علماء کی ایک جماعت ان مذاہات کو صرف چند مولویوں کا ایک اجارہ خیالی کرتی ہے۔ باوجود اسب و مستعدی کے آپ کے پاس بڑے جذبات مذہب کو پاؤں مارنے کی کوئی صورت نہیں پڑتی۔ پھر اس منصب کی سجاوڑی کے لیے جن اجتہادی صلاحیتوں کی ضرورت ہے انکو میں آلا ماشاء اللہ ان مولویوں میں نہیں پاتا۔ وہ ہنشن کی تکمیل میں دوسروں کی صلاحیتوں سے کام لینے کا سلیقہ بھی نہیں لاتے۔
(زہر دکن)

ایک نئی تحریک

اللہ وہ کے صفحات میں بولا نا محمد الیہ تعالیٰ یعنی تحریک کا ذکر نہیں ہوا۔ چکھے۔ یہودیت کے علاقہ میں (جو اس تحریک کا مرکز ہے) اسکے جو اسلامی اثرات ظاہر ہوئے ہیں اللہ کے ناظرین ان سے بھی اجتناب نہیں کریں۔ تحریک اتنی بزرگ اور گہری اور اتنے دقیق اصول اور غایتوں پر مبنی ہے کہ تحریر کا قیام نہ نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ حضرت سیدنا محمد اللہ علیہ السلام کے الفاظ میں اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ یہ "سڑک راہ نیت ہے۔"

ان تمام لوگوں کے لیے جو دین کا ذوق اور فہم رکھتے ہیں اور اس زمانہ کی ہنگامہ آرائیوں سے گمنا چکے ہیں اور جسکے نزدیک عسریق بیوت ہی عمل کا بیج راستہ ہے نیز ان لوگوں کے لیے جو اپنے زمانہ کی دینی پانی پر حسرت کرتے ہیں، مخصوصہ مشورہ ہے کہ وہ دینی سبق نظام الدین میں مولانا محمد الیاس صاحب کی تفسیر میں حاضر ہوں اور انکے ساتھ کچھ وقت صرف کریں اور تیوات میں جائزین کا کام اور اس کا نظام بھی دیکھیں اور اسکے اثرات فی حقہ فرمائیں۔ تب ہی ہر طرف تاریخ کے آثار قرار دے لے دشاہوں کی منہم علامتیں اور انگستہ مفرات دیکھنے و دور دور جاتے ہیں

لیکن قرن اول کے زندہ نوتے اور اسلام کی جیتی جاگتی تصویریں دیکھنے کا شوق نہیں ہوتا اور اسکے لیے سرنگی زحمت گوارا کرنے والے بہت کم ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ معاشرت بڑا حجاب ہے۔ ذہن کی آخری تاریکوں میں یو اس کے علامتہ تحصیل نوع (خلع گوڑ کا نوہ) میں ایک عظیم الشان تبلیغی جلسہ ہوا۔ یہودیت کے علامہ ملک کے شاہیر علما و شریک ہوسے۔ دور دورہ نوتہ، علما سے بھی تیرہ آدمیوں کی ایک جماعت نے جو مدرسہ کے شاہد اور بعض مدرسین پر مشتمل تھی شرکت کی۔ یہ جلسہ اپنی خصوصیتوں کے اعتبار سے بالکل منفرد تھا۔ مولانا مفتی کھایت اللہ صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ میں تیس برس سے جلسوں میں شرکت کرتا ہوں اور اس طویل مدت میں جس نے سیکڑوں جلسے دیکھے لیکن یہ جلسہ اپنی شان کا بالکل فراموش ہے۔ تیسرا ایسا جلسہ کبھی نہیں دیکھا۔ اس جلسہ میں وہ چیزیں نہ تھیں جو عموماً جلسوں میں آکر تھیں اور جو جلسوں کی کامیابی کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ آٹھ دس ہزار آدمیوں کا یہ اجتماع (جس میں کثرت تیس اور پالیس کوس سے بیدل بدل کر آئے والے تھے) کسی جلسہ سے زیادہ ایک زندہ خاندان معلوم ہوتا تھا۔ جس میں عبادت و ذکر، نمازوں کی پابندی اور ذہنی سکے ساتھ جیتی و مستعدی، جفاکشی و مجاہدہ، سادگی و بے تکلفی، تواضع و خدمت اور اسلامی اخلاق کے نوتے کثرت دیکھنے میں آتے تھے۔ اور بغیر کسی ٹوسے اور مطالبہ کے ایک حقیقی دارالاسلام کا نوتہ تھا۔ جلسہ کی کامیابی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ڈیڑھ ہزار آدمیوں نے چار چار بجنے کے لیے پانی وغیرہ میں پیدل بدل کر اپنا خرچ کر کے لگاؤں اور قصبوں میں اور ملے جلے مذاک کا پیغام پوسنچائے کا ذمہ لیا۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور انکی کوششوں میں برکت دے۔ ناظرین کو غور کرنا چاہیے کہ ہمارا فرض کیا ہے اور اس کام میں کیا کرد کر سکتے ہیں۔ (برادر اللہ - لکھنؤ)

ماہنامہ ضیاء کا پہلا نمبر شائع ہو گیا

طبقہ نمبروں میں جس نئے سالہ کی اشاعت کا انتظار ہلال عبد کی طرح کیا جا رہا تھا۔ وہ کم جزوی سلسلہ کو سیکڑوں زمیوں ہزاروں دہائیوں اور لاکھوں لغزیبوں کے ساتھ مسند شہود و جلوہ گر ہو گیا۔ ضیاء کا صفحہ صفحہ فردوس نظر اور گلستاں کنار ہے۔ انشا پر داڑ خواتین کے ادبی شاہکار کیا سے عصر شاہیر کے جواہر انکار اور کشیدہ کاری کے نظر فریب نقش و نگار ایک مرکز پر دیکھنا ہوں تو تعلیم یافتہ خواتین کو "ضیاء" کا مطالعہ اور اسکی سرپرستی ضرور کرنی چاہیے۔
نوتہ کا پہلے چر کے نکلتا ہے تفسیر و روانہ ہوگا
چند سالانہ لکھنؤ شہر ہی ہمارا ہے
نوبل نذر اور خلد کتابت کا پتہ

منیر اہنامہ "ضیاء" مرشد آباد پریس۔ گولہ گنج۔ لکھنؤ

کہ جوج یعنی یا جوج کہا جاتا ہے۔ اور یہ قرین قیاس بھی ہے۔ بعض لوگوں کا
 خیال ہے کہ یا جوج اولاد یا جوج ہی کی نسل سے ہے۔ کتاب الایام مذکور میں
 ہے کہ جوج اور دکنی اولاد نسل جتانے کے یا جوج کی نسل میں کوئی جوج یا
 یا جوج یا کچی اور نام نہیں بتایا۔ البتہ بعض دوسری تاریخیں کتابوں میں
 جوج کو یا جوج کی نسل سے بتایا گیا ہے۔ چنانچہ تاریخ یعقوبی ص ۱۸۵
 کوہن ہگ (پارپ) میں لکھا ہے

رابطہ ۱۲ - جزوی

اور اس کے بدلے اسی ج ۳۸ میں ہے :-

دنزلی یا نث بن ذح ابین الشرق
 و الشلال فولد حمود توبلی و ماش
 و اشج و اما جوج فولد حمود الصفا
 و ولد توبلی بر جان و ولد ماش ترک
 و اخگرز و ولد اشج الاشبان و ولد
 اما جوج یا جوج و اما جوج نہم قی
 شرق الارض من حبہ الترك -
 ہسپانیہ مراد ہے) اما جوج کی اولاد میں
 مشرق میں ہے ترکوں کے

دیکھیے کتاب الایام (توریت) میں تو ان یا جوج ا جوج کا سکون وطن
شمالی ربع سکون و اقامت شمال بنا یا ہے اور قرآن سے بھی یہی پایا جاتا
ہے کہ تاریخ یعقوبی انھیں ترکوں کے ملک سے بھی پرے مشرق میں بتاریخ
ہے حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ کتب مقدسہ مجبورہ توریت و انجیل موجودہ اگرچہ ان کے
پسینہ نکلا۔ اللہ بولنے میں خواہ کیا ہی شک۔ شہ۔ اتنا جلد سے گزرا نہ
تو کسی کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ کتب مقدسہ کتب تواریخ سے تو
بہر جا بڑھے چرھے ہیں کیا یہ اس لائق نہیں کہ انھیں کتب حدیثہ ہی
کا درجہ دیدیا جائے۔ لہذا اگر کوئی ایسی بات جو ان کتابوں میں مذکور
ہو تواریخ کی کتابوں سے منصاد ہو جائے تو ہم کو لازم ہوگا کہ انھیں
کتب مقدسہ کے بیان کو ترجیح دیں کیونکہ ان کے الہامی ہونے کا احتمال
تو موجود ہے اور تاریخی کتابوں کا غیر الہامی ہونا بالکل مسلم ہے اور متفق علیہ۔
کتاب الایام (توریت) سے ان یا جوج و ا جوج کا بنی ایش ہرچکا
ہے جو تقریباً ایک امریقینی اور متفق علیہ اسی طرح سمیعہ عزتیل علیہ السلام
سے انکا وطن بلو و شمالی ربع سکون سے ہونا بصریح ثابت ہے۔ لہذا
ا زہمے کہ ہم اسی کو اصل قرار دیکر دوسرے سامے مورخین کے اقوال
کو انھیں پر محمول و ماؤل کریں اور جہاں تک ممکن ہو کچھ تطبیق کی مسورت
بیہا کریں۔ (دبانی آئندہ)

انتہائی شمالی زمین سے ساتھ اُسکے ہر لشکر کے بہت سی قومیں ہیں تیرہ ساقہ ۔
ان پیشگوئیوں سے سمانت لاکھ چار ہاے کہ یا جو ج کون ہیں ؟ کیا
ہیں روسی قوم نہیں ؟ کیا لفظ روس سمانت تصریح نہیں ہے ۔ علی ہذا اہل
اور تو ایں ملک کے مشہور روسی شہرچہ آج بھی اسی نام سے قائم ہیں
صریح نہیں ؟ کیا اتنا مسمی الشمال کا لفظ یہ بتہ نہیں دے رہا ہے کہ جو تیسرے
یا جو ج روسی شمالی قومیں ہیں جنہیں آج روس کہا جاتا ہے ۔ اگر لفظ اتنا مسمی
الشمال کے ۔ لفظ روس تو ایں ہمارا سا کا ذکر نہ ہوتا تب بھی ہم کو نامی
انسان کے لفظ سے یہی گمان ہونا کہ جیتنے یا جو ج سے مراد وہی تکی تھکت
یا مثالی دھڑی قوموں کی جو کہ مرکب تو مہ ہے تب سے آں روس کہا جاتا ہے ۔ اور
ما ج جیورج قومیں ہیں ان سب اقوام شمالیہ کا اپنی مثال اور تراک
و تاتاریوں کا اپنی یا نٹ ہونا اسلحا قدا یہ و جدید ہے ۔ یعنی دنیا بھر کا
شعور علیہ مسلہ ہے ۔ اسی سے انکی بہت ساری خصائص طبیعیہ ہیں جسکی

۱۰ یعنی کچھ مشرق میں، مثلاً مہول و تاتاری یا عرب عربی و، قدیم ترک اور کچھ اور شمال میں مثلاً تمام یورپین۔
۱۱ چلے لڑ چکا کہ تم انتہا سب سے مراد، جمع مفسرین کے پاس شمالی جہت سے۔

ہیں۔ چنانچہ تو راست کتاب الایام میں ہے (منصور علیہ مدین اجماع اول)
و جواز نشہ و سرور، جوع و مادہ کی | اینٹ کے بیٹے یہ ہیں جو مرد و جوع و مادہ کی
یاد دہن و توبال و انکشتیر اس | یاد دہن و توبال و انکشتیر اس
اس میں جوع کا ذکر نہیں ہے کھن جوع کا ہے کیا عجب ہے کہ بقیہ ناموں

شیخ شاکت حسین پر خُرنے حسن ہُنسک پر سیاں میں جھپک اگر دھڑا فنا عروق
 مگر نہ گئے لکھنے سے شائع کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَدْنٰی وَصَلٰتِہِمْ اَدْنٰی اَعْمٰرُ الْمُتَّقِیْنَ (اور جو نیک بات لے کر آیا اور جس نے اسکو سچ مانا وہی لوگ ہر روز گناہ میں)

ایڈیٹر:- عبد الماجد

مشتبہ وریادو - تبلیغ بارہنگی

مستبہ:- د. حکیم (عبد القوی)

مضامین کے بارے میں خود کتابت ایڈیٹر سے کرنا چاہیے



چند اور زمستانی اور
کے متعلق مراسلت اس پر پہل پہل

محمد عبدالرزاق عباسی مہتمم "مدق"

مرشد آباد پولیس گور کنگ - لکھنؤ

چند سالانہ

ششما

بروز چند سالانہ مشاغل

تحریر نی پور اور

۲۹

سیر ۲ : دو شنبہ : محرم الحرام ۱۳۶۷ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۴۷ء جلد ۷

سچ و شام دو دو کی ٹوئیں ہیں آس پاس کے گاہکوں میں چلے گئے لوگوں کا
فرنگی اور کوئی دوسرے کے ذمہ پر اور وہ اسے اپنے گناہ کے
سے لے آئے اور بہانہ دیا کہ اس نے ہرگز نہ کر سکتا تھا (اپنے بہت بڑی اور
اسی کے ساتھ کہنا)

مشتبہ وریادو
سچی باتیں

یہ "خیراتی دہلیاں" تو ہماری "دشمن خیراتی" کے منہ کا خاص ہونٹ تھیں۔
امریکہ کی غریبوں میں بھی شہر بن گیا اور یہ اپنے موزوں پر ڈیڑھ گنا زیادہ
ماہروں کے کارخانے بنائے اور یہ "دشمن خیراتی" سے بچنا چاہتا تھا۔
یہ "دشمن خیراتی" کے لہجوں کے بیٹا کیلئے "دشمن خیراتی" کا نام لیا۔
نعرے لگاتے "دشمن خیراتی" پر جوش ملیں پڑھنے اور کہنے "دشمن خیراتی"
کے ترانے بھی "دشمن خیراتی" کو لگے۔ "دشمن خیراتی" کا نام لیا۔
کو "دشمن خیراتی" سمجھو۔ یہ سوا سوا بھلے ہر گھر کے خوشامیٹے ہر جمعہ جمعہ
ہیں اور شر کے لگاؤں اور مشغلوں سے دور ہیں اور ہر گھر میں "دشمن خیراتی" کا نام
کے پلوں پر تیار ہو رہے ہیں اور یہاں سے "دشمن خیراتی" کی سند لے کر "دشمن خیراتی"
دیوبند، دہلی وغیرہ کے بڑے بڑے مرکزوں میں بپائی گئے۔

بارہم (پنجاب) کے جنوبی علاقہ میں کئی ہولی گاہوں، گاہوں
اور ایاں کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے کئی گاہوں کے نام سے "دشمن خیراتی"
کوئی ہولی گاہوں کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
نہیں چاہتے اور یہاں کے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
اور سارے کوئی دوسرے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
اور "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
علیہم وہی قرآن مجید انظرہ و مانظرہ اور عربی کی عام درسیات۔ "دشمن خیراتی"
نہیں دیکھتا۔ یہ "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
نہیں دیکھتا۔ یہ "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
کے صفات پر کیا دیکھا ہے؟

دائیں ہاتھ پر ہات بولی گیا ہے۔ ہوا بیٹا ان خاک نشینوں کے پورے
کے برف میں رہی ہے۔ پھر بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ جو بڑوں کے "دشمن خیراتی"
بیت کی بڑی انگلی انگلی کر لے دے۔ "دشمن خیراتی" پر جسم پر لگا ہوا
دائیں "دشمن خیراتی" پر "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
دائیں "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
اپنے رنگ میں "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
خانہ "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
میں ہیں ۶
محمد رفیع خاں صاحب ممبر سیر و مد (پیر و مدق)

خصوصیت یہ کہ اسکا پورے ایک صفحہ پر تفصیل کے ساتھ امر کر کے
مشہور ہے۔ "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
دشمن خیراتی کے ایک "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
اسکا گزرا ہوا "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
مشاہدہ خصوصیت کے جوہر پر امر کی رسالہ میں چھاپ دیا۔ "دشمن خیراتی"
یورپ اور امریکہ کی چھاپ گئے ہیں ہر غیر سرزبان جاننے ہر غیر ہر جمعہ
حاصل کر لیا ہے ہر گناہ نامہ جو جاتا ہے۔ "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
دشمن خیراتی کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
علاقوں میں "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
چونا دیکھو۔ "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"
دیوبند "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی" کے نام سے "دشمن خیراتی"

میرزا محمد علی

سراکبر حیدری
۔۔۔ جو دہلی کی شام کو ریڈیو سے ۱۰ اور ۹ بجے تک
اخبارات سے خبر سنائی کہ حکومت ہند کے رکن مین 'سراکبر حیدری' ایک مختصر
علاقت کے بعد اس دنیا سے گزر گئے! دوسرے دن ملا جنازہ کے بعد شش
ہفتے ۔۔۔ ہوئی۔ اسی سیلون میں جس میں بارہا خود سراکبر سفر کر چکے ہونگے
اور جسم ایڈمیٹڈ میڈی کی تربیت کے متصل حیدر آباد میں دفن ہوا۔ (۱) اللہ

مٹ گیا نقش احمد و محمد
 رہ گیا لا الہ الا اللہ

ایکایت پر تازہ روشنی
یونیورسٹی کالج، ٹونز (ہارگریس) کے
استاد اے۔ اے۔ دیو، (Winnett) نے عالیہ امین،
شام، دُجرہ کے بہت سے قدیم کہانات کی تحقیق کی کہ نتیجہ یہ نکلا کہ، اگر عرب
قبل اسلام میں جو سحیت تھے وہ سحیت نہیں بلکہ، اسکی گڑی ہوئی اور سح
شدہ شکل، نیم سحیت، نیم باہلیت تھی۔ اُس غلطی کی نام نہاد سحیت کا ذکر
کر کے لکھتے ہیں :-

” ہمیں جو تصویر نظر آتی ہے وہ سمیت اور عبادت عرب کی مل
 ٹھکی ہوئی ہے۔ مسیح نے ندیم دیوناؤں کو بے دخل نہیں کیا ہے
 انکی ندرت میں خود مسیح کا ایک امتاثر ہو گیا ہے۔ شامی سمیت
 میں بیشک مسیح کا مرتبہ کچھ بلند ہے۔ اور جنوب میں تو اٹھا
 مرتبہ اور بھی پست تر ہے۔ تو آگے ایک اہل اقتباس دے کر
 جس پر پان کی دوسری دیویوں دیوناؤں کے درجہ ان پر کلام کیا
 یہ تو صاف مصر کا شرک ہے اور گزر چکا ہے کہ جاناور بھی مسیح
 کے تمام جینٹ پر اٹھا۔ لے جانے سے۔ ان سے واپس اسی

سمیت شیخ

محببتِ سیح

حکیم الامت حضرت مولانا اثرت علی قاضی مدظلہ

کافیہ پہلے سہرا کتبہ میں یہ سلسلہ عالمیت لکھنؤ میں عرصے تک رہا کبھی بھی اس نارسیانہ کو بھی توفیق نہ ملا کہ اسے لکھنے کا سفر کر کے عارضی کی منتی رہی۔ باہر کے ایک بزرگ نے کہ وہ دل میں ہیں اور صاحب علم و صاحب تصانیف بھی اور باوجود اسکے بھی کہنا چاہیے کہ گناہ ہی میں، فرط شفقت سے اسے توجہ دلائی کہ عارضی کا اہتمام زیادہ دیکھنا چاہیے اور جب کتوں خود اپنی جگہ سے چل کر پیاسے کے پاس آگیا ہے، قاضی سے پورا نفع حاصل کرنا چاہیے۔ جواب میں کچھ سفوریاں اور طویل قیام لکھنؤ کی خرابیاں عرض کی گئیں۔ اس جواب کے جواب میں اُس عرصے کو کچھ اضافہ ہوا۔ اس نابل ہے کہ اس میں تاخرین مقدم کو بھی شریک کر لیا جائے۔

”سیرا مقصد یہ تھا کہ آپ کے یہ مبارک اذیت بہترین شعر میں نہ گزرتے ہونگے۔ اسکا تو مجھے خود ہی خیال تھا۔ برا

مقصد یہ تھا کہ حضرت کے اس فرہ سے انتفاع کی طرف آپ کی توجہ خاص طور پر مبذول کر اؤں۔ اپنے خیال انھیں میں حضرت کا یہ سفر و معیقت کسی اہم تربیت ہی کے لیے ہے۔ اس لیے یہ مفتانہ الطائفہ الاولاد چلا کر جناب کی خدمت میں لکھنے کی جرات کروں۔ اور سادہ ہی یہ بھی خیال تھا کہ لکھنؤ دریا پار سے قریب ہونے کے باعث کسی خاص ہرج و مرج یا وقت کا وجہ نہ ہوگا۔ لیکن جناب نے جو دہا کے قیام خصوصی موقوفہ اور کثرت اجناس و فخر کی تیار ہرج و مرج پر فرمایا ہے تو یقیناً ہرج و مرج کا مفسود نہیں ہو سکتا۔ البتہ جی بے باور اشار

سورة البقرة - ع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۶۵۔ اور زکریٰ کو بھی قصہ ان شاء اور وہ وقت یاد کرو جب موسیٰ نے
 یامرکبہ سے اتر کر ابرقہ پہنچا تو اسے کہہ دیا کہ تم میری
 آنکھوں سے سزا کاں دو اور اللہ کے نام سے کہہ دو کہ وہ میری
 آنکھوں سے ابرقہ نکالے۔
 ۶۶۔ اور وہ اس کی دعا سے کہہ دیا کہ وہ میری
 آنکھوں سے ابرقہ نکالے۔
 ۶۷۔ اور وہ اس کی دعا سے کہہ دیا کہ وہ میری
 آنکھوں سے ابرقہ نکالے۔
 ۶۸۔ اور وہ اس کی دعا سے کہہ دیا کہ وہ میری
 آنکھوں سے ابرقہ نکالے۔
 ۶۹۔ اور وہ اس کی دعا سے کہہ دیا کہ وہ میری
 آنکھوں سے ابرقہ نکالے۔

۶۹۔ قالوا ادع لنا ربک ینزلنا
 الیہمنا قال ان یقول انما
 یقرء صفراء فاقبوا لہم
 نیرانا عرب۔
 ۷۰۔ قالوا ادع لنا ربک ینزلنا
 الیہمنا قال ان یقول انما
 یقرء صفراء فاقبوا لہم
 نیرانا عرب۔
 ۷۱۔ قالوا ادع لنا ربک ینزلنا
 الیہمنا قال ان یقول انما
 یقرء صفراء فاقبوا لہم
 نیرانا عرب۔
 ۷۲۔ قالوا ادع لنا ربک ینزلنا
 الیہمنا قال ان یقول انما
 یقرء صفراء فاقبوا لہم
 نیرانا عرب۔

یہ دو زمانہ ہے کہ صدیقوں کا سفر میں اور مصروفوں کے درمیان رہتے ہیں
 یہ سب سے شکر کا زمانہ ہے تو حید کے طہر دار اسرائیلیوں میں پہل پہلے ہیں اور گناہ
 کی غفلت بلکہ لغزشوں کے دلوں میں رہ جاتی ہے۔ ہندوستان کی طرح عرب
 میں گناہ کی نعمت میں شریک نہ رہنا چاہیے۔
 قومیت میں بھی اسرائیلیوں کو ذبح گناہ کا حکم خاص خاص فیود شراط
 کے ساتھ بار بار دیا ہے۔

"بنی اسرائیل کو کہنا کہ ایک لالہ گاسے کہ جو بے داغ اور چمک
 ہو اور جس پر کبھی جو اندر دکھائی ہو کچھ اس لائیں۔ تم لے لیں۔ کانہ
 کہ وہ گاسے خیمہ گاہ سے باہر لیجائے اور وہ اس کے حضور
 ذبح کی جائے۔ (رگتس ۲: ۱۹)
 "جو شہر مقبول سے زیادہ بڑا ایک ہے اسی شہر کے بزرگ
 سے ایک بچہ لیں جس سے ہنوز کچھ خدمت نہ لی گئی ہو اور
 جسے نہ آئی ہو۔ اور اس شہر کے بزرگ اس بچہ کو ایک
 بیڑہ دے دیں جو نہ جونی گئی ہو نہ اس میں کچھ بوجھ ہو نہ پانی
 اور وہ اس بیڑہ میں اس بچہ کی گردن کاٹیں۔" (اشعیا ۳۷: ۳۶)

اسرائیلیوں میں ایک دفعہ قتل کا ہو گیا تھا اور قاتل کا پتہ نہ چلتا تھا
 ذبح گناہ کا حکم اسی سلسلہ میں ملا۔ تشریح اسکی اگلے رکوع میں آئیگی۔
 "یہا اسرائیل کو کہنا کہ "گناہ" کے احترام و تقدس کے جذبہ سے شہر نہ لے
 یعنی ہی نہ آبا کہ جسے تقدس و محترم جانور کے ذبح کرنا اسے گناہ سمجھا
 میں ہی سمجھ کر حضرت موسیٰ نے ہنس کر یہ نصیحت کی تھی کہ یہ نہ ہو۔
 (دور احکام خداوندی کی تعلیم میں نہیں دلی گئی۔ یہ عام بات ہے کہ گناہ)
 جیل کے نئی سزا پر کسی کام کو نہ لے سکے۔ غلامت اور اس کی سزا پر کسی کام کو نہ لے سکے۔

۱۔ ادا کرنے سے پہلے۔ جس اشئی بخلات مانتے انہیں رخصت کر دینا۔
 گناہ پہننے کی جرأت دینی کہ گناہ سے خود اللہ تعالیٰ سے غافل و غافل ہو۔
 انہا کیونکہ وہ گناہ میں اگلی بات نہ آتی رہے۔ اور وہ گناہ سے جو اور دین میں ہنوز
 کے نتائج و عواقب سے بے خبر و غافل رہے۔ اور ان میں سے بعض بانی و استوار فی
 امر الدین من العقاب الشدید (کبیر)
 ۲۔ (۱۰۰۰)۔ یعنی آیا وہ گاسے جو انہا چاہیے یا نہ چاہیے؟
 ۳۔ غرض وہ ہے جسے کچھ پہننے کا سلسلہ غفلت ہو چکا ہو۔ پھر وہ ہے جس سے
 میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہو۔
 ۴۔ انما من المستحق لا تزداد البکر (غنیۃ) ان لم تزداد (۱۰۰۰)
 ۵۔ یعنی نہ ایسی بارگاہی ہو نہ بالکل بچہ
 العوان المتوسط بین السنین (۱۰۰۰)
 ۶۔ اہل مصر بیل کی تقدس کے بارہ جو اسے قربانی میں بھی جڑھا یا کرتے تھے۔
 مگر بڑی اہل کی کھال قربانی کے بیل میں نکالا کرتے تھے۔ اسکا رنگ کیر سفید ہو
 اس کے جسم پر بیل اہل ایک بھی سیاہ نہ ہو۔ اور بالکل صبح و صبح حالت میں ہو
 کوئی نقص نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ طرح طرح کی تدبیریں اور شرطیں تھیں۔ یہ سب چوری
 پولیس جب کہیں یا اگر قربانی کی وقت آتی۔ اسرائیلیوں نے جو اتنی بوشیاں کیاں
 جب بنی اسرائیل کے معصوموں کی صحبت کا اثر ہو۔
 ۷۔ یعنی رنگ خوب بڑھ کر نکلتا ہو۔ فلسطین کی بعض جگہیں ہیں اس رنگ کی
 ہوتی ہوگی۔
 ۸۔ یعنی وہ گاسے خوش رنگ ہو۔ پر رنگ یا بد رنگ نہ ہو۔
 ۹۔ یعنی اپنی بد رنگی خود نکالے۔ اس کے لگا کر ہے۔
 ۱۰۔ یعنی اور اور تھیں اور یہ بھی۔ اس میں بھی اور اس رنگ کی گائیں نہ چاہی

کاروان نمودا

(جہیز دیکھ کر)

(از جناب ہوا سرار دھڑی ادا می مقیم جو دھپور)

(۱)

نہد سے ہو جیل ہو جیسے فاختہ کی چشم خواب
جھپٹا ہوا ہا ہے اپنے جادو کا سکوں
نفس نے پھندے بچھائے ہیں سنہرے جال کے
بہنس رہی ہے ذینت ہستی کی مصنوعی بھار
بیسے روحانی نشاؤں میں ہو پروں کی قطار
جن میں میں سے ستارے کی تنگ چٹکاریاں
جھلکیں تکی ہوں بیسے حلقہ قندیل میں
سبز، کرسی، کوچ، موٹے، پنشنیں پورے غلات
بعض میں باجول مسکرا، بعض میں مرغابیاں
پکیداں، حقہ، سلجھی عطر داں اور مرتبان
کر۔ ہا ہے تبصرہ ان پر ہر اک بوڑھا چہان
تشنگی کچھ بجائے ایسا رنگ کاسے اندکاس
چرخ کے سمنے پہ بیسے چاند تاروں کے حرکت
بزم سراج فنا کے جگلا نے شہد است
خوشہ پروں کی صورت اک لگن میں زیور است

منہل ہو کر ٹھٹھا جا رہا ہے آفتاب
سو چلی ہے نہ رفتہ شورش دنیا سے دوس
جلوہ گر میں کچھ جزیرے سے ستارے دمال کے
اک سہری پر سجا ہے کیر کو با مل وقار
صفت بہ صفت رنگین کئے بشین و زربکار
سرد ہائے گرم شاہیں مکشاں گوں ساریاں
نازین نقش، دامن میں سُہری جھالوں
زم گدے، گدگدے، ذابین خواب اور لحاف
جن میں تصویریں مناظر کی ہیں اور گلکاریاں
تہ آدم آئینہ، اک بھاری بھر کم پاخان
مغل و کتخاب سے زربفت اذرالمس کے تھان
کا پچ اور چینی کے ساغر، سونے پاڈی کے گلاس
فرش پر آراستہ ہیں شوخ و رنخندہ ظردنت
بزم سراج فنا کے جگلا نے شہد است
خوشہ پروں کی صورت اک لگن میں زیور است

ہے برلے بہت وہ بھی پائینتی رکھی ہوئی
تاکہ لوگوں کو یقین ہو "ہیں یہ ایمان ہیں"

خوبصورت بنا نماز اک رمل سے لپٹی ہوئی
اک طرف ہے خوشنما بڑدان میں قرآن بھی

رسم کے گندے سمنے میں ہیں ناؤں میں بھی
بھول سے روال، سفار، چپٹر، بٹفے حسین
اک ڈکال کھولی گئی ہے حکیم قدرت کے غلات
مرثیہ مذہب کاسے تغریک ہے جس کا لقب
رسم کی جو کھٹ پہ شرم و آبرو کا خون بھی
میں یہ منظر دیکھ کر حیران و شہد رہ گیا
یہی غیرت کا پسینہ اشک جہنم کر گیا

ہر آرایش میں گلہ ان اور ناؤں میں بھی
استری، بجلی کے پٹکے، پاؤں کی شکرشیں
سینٹ، پوڈر، ویلین، علیک، گھڑی ہونے ثبات
اس اثاثے کے سوا ہیں ساز و آلات طرب
داکن، پلٹے کی جوڑی بھی، گراسو، فون بھی
میں یہ منظر دیکھ کر حیران و شہد رہ گیا
یہی غیرت کا پسینہ اشک جہنم کر گیا

(۲)

جسکا ہر نقش جلی اسراف کی نفسیر ہے
سلسل حسرتوں کا اک جھوٹا نعتہ
یا کتب انوس پر آسودہ حالی کا اُگال
ایک نا جائز نائش شفقت و احسان کی ہے
بولا تو ہن گویا زخراشاں کی ہے!

یہ جہیز انبار حرم و آذ کی تصویر ہے
خواب کے دہی مناظر کا فلسفی سلسلہ
شوق کی گری سے بیودہ رہا ہوں کا اُبال
ایک نا جائز نائش شفقت و احسان کی ہے
بولا تو ہن گویا زخراشاں کی ہے!

(۳)

دیکھ کر خوش ہو رہا ہے اک رنگیلا آدمی
اس کے ہرے سے عیاں ہے غیر آسودہ فراخ
قلب تیرہ، ذہن جمل پرودہ، دماغ

اسے درخت کا جوازہ مفلسی کے دیش پر
کیوں نہیں گرتی ہے بھلی انکے عقل و ہوش پر

(۴)

اشد اشد یہ سجاوٹ، یہ غرور، یہ ایگلاں؟
کس طرح دینی ہے اُرت و عورت اربار دیکھا
اس بیمارستان میں اب بوسے خزاں پاتا ہوں میں
نظر افلاں پوشیدہ ہاں پاتا ہوں میں
سزلِ فانی میں ان کا یہ مزین کارواں!
آئے والی پستیوں کے دُور سے آثار دیکھا
بطن مستقبل یہ آسپ گراں پاتا ہوں میں
دیا انسان کو شکر و مدد دیاں پاتا ہوں میں
دوسروں کو جو دیا کرتے تھے درسِ سادگی
خود اُنہیں گھیرے ہوئے ہیں ملتیں ہر آن کی!

ربیعہ مخفیہ (۵)

سنگار کے زہریلے سامان

اس مہر پر ماہ نامہ کا مقصد اردو زبان کی ترقی اور اچھی کتابوں کا خاٹہ
ہے، اور اس مقصد کے محاذات یہ پہلا نمبر خاصی مددگار کامیاب ہے۔ کتابوں
کا تبادلہ، تصانیف پر تبصرے، اپنے، چھپے، اور بعض مصنفین کا بھی تبادلہ
اچھا ہے۔ آمیزہ، نمبر امید ہے کہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہونگے۔ البتہ بعض
نمبروں میں تنجید اور دشمن خیالی اور نئے ادب کا رنگ، انسا نمایاں ہے
کہ بغین کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ سالہ کے نگران سرد صاحب (جاسمی) اور
نیز نازی صاحب (جاسمی) جیسے اسلامی دل دارانہ کے لاکھ اشکاف ہیں۔
(۲) پیغام صلح تبلیغ نمبر ۲۴ صفحہ ۲۲ پرچہ، امدادیہ بنگلہ لاہور
"راحدوں" کی لاہوری شاخ کا شہور سرد روزہ ہے۔ سالانہ طبیکہ کوغ
پر تبلیغ نمبر اسکا اسی آب و تاب اور انہیں خصوصیات کے ساتھ ملاحظہ ہوگا
میں بندہ چکھتا ہے۔ کام کی بائیں ہم اہل سنت و اجماع ہیں اس سے افسوس
ہے۔ اور اس مخفیہ جماعت کا جوش مل تو ہر حال اپنے اندر اکسپن اور
بصیرت رکھتا ہے۔

تحفہ خسروی

جناب دُرِ صدق کی ایک قدیم تالیف
حاکم و محکوم کے باہمی تعلقات و فرائض پر قرآن مجید و حدیث کے
احکام اور علماء اسلام دیکھا ہے یونان کے بہترین اقوال کا مجموعہ۔ بیشتر
اختیارات اصل فارسی میں مضمون سے، مسطور۔
اسناک ختم کرنے کے لیے نسبت میں غیر معمولی رعایت بنی روت
سار سے چاہ آئے (۴۸) اس کے ٹکٹ بیچنے پر دوا نہ کر دی جائے گی۔
المشتر:۔ محمد نقی خاں۔ قصبہ دریا باد ضلع بارہ ننگی

نگار کے جو سامان آجکل رائج ہیں اور عورتیں کریم اور پوڈر کی قسم
کی جو چیزیں، سنہاں کر رہی ہیں، ان میں شاید ہی کوئی ایسی چیز ہو جس میں
کوئی زہر فانی شامل نہ ہو۔ ان میں سے بہت سی چیزوں میں دیکھو عیاں
نیز زہر داخل ہوتا ہے ظاہر ہے کہ سنگار کے یہ سب سامان صرف اس لیے
استعمال کیے جاتے ہیں کہ صحت کی خرابی کا عیب چھپ جائے اور چہرے
کی زردی یا بے رونقی اور جھجھکیوں پر پردہ پڑ جائے۔
لیکن: چیزیں زہریلی ہونے کی
وجہ سے چہرہ کو سوارنے کے بجائے جلد کو اذیت پہنچا کر اسے اور بھی
اور بھی بگاڑا جاتا ہے بال بال اسے دال مرکب بالوں کو آسوت تک دور
نہیں کر سکتا جب تک چہرے کی ایک پرت کو بھی نہ اڑا دے۔ خضاب جو
بالوں کو، لگتا ہے، لازمی طور پر سر کی جلد کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ بالوں کے
رنگ کی خواہش سے بہت سی عورتیں ب کے سرلمان جیسے تلخ و مرعش
میں مبتلا ہو چکی ہیں۔ رنسا، دانا پر جو پوڈر لگایا جاتا ہے وہ جلد کے سات
کو بند کر دیتا ہے اور سات کے بند ہو جانے سے بیماریاں خارج نہیں
ہو سکتے اور جلد کے نیچے کی ان روغنی گلیوں کا عمل خراب ہو جاتا ہے
جو جلد کو نراکت اور لطافت بخشتی ہیں اور اس سے چہرے کی بے رونقی
اور جھجھکیوں میں اندازہ ڈال دیتا ہے۔ حالانکہ عورتیں اسی سے بچنے کے لیے
پوڈر اور کریم کی پتاہ بیچتی ہیں۔

چہرے کی نشا وانی کے لیے ان زہریلی اور نقصان پہنچانے والی چیزوں
کے مقابلہ میں بہتر ہر روز وہ بہتر ہے کہ روزانہ رات کو سوتے وقت بہن
ایکسی صلیف آدھے صابن سے کسے دھو کر دھوا کر کے بعد دو تین قطب
روغن زیتون یا روغن بادام لاکھ ہاتھ سے نم چروا کر ان پر لایا جائے۔

یورپ اور اسلام کا دوسرا رخ

بحث یوج و ما جوج

(نہایت صدق و شجاعت)

(از مولانا سید "عبد اللہ شاہ" کامی - حیدر آباد، گن)

ایک امر قابل توجہ

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ یوج و ما جوج ایک بہت قدیم نام ہے۔ اور قدیم ناموں کی مندرجہ امر و قہر ہے کہ ان میں بہت کچھ غیر ذہنی ہوتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ خود اقوام کی مخصوص شہر و قریب میں بھی پہلے انتہائی ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے دن ان کے نقطہ نام ہی بلکہ ان کی قومیتیں ہیں۔ ان زبان میں ان کے لباس ہیں ان کے قانون ہیں ان کے مذہب ہیں ان کی فکری عادات وغیرہ وغیرہ سارے شہر و قریب میں سر من غیر انقلاب ہیں رہتے ہیں۔ ایک عرب ہی کا واقعہ پیش نظر رکھیے۔ ان کی قدیم رو شاخیں بنی عدنان و بنی قحطان نام قدیم عربی قبیلے تھے۔ سلام کے بعد یہ سب مل کر اس قدر بڑھ گئے کہ آج بنی عدنان ہی کے نام سے کوئی قوم ہے اور بنی قحطان سے۔ اگر کوئی عام اہل یمن و حضرموت کو بنی قحطان کہے تو یہ غلطیہ غلط ہوگا۔ قدیم تاریخوں میں خود شہر و قریب میں ان اقوام کا ذکر جن ناموں سے کیا گیا ہے۔ آج حرت غلط کی طرح سمجھ چکے ہیں۔ یہ بنی قحطان کے وہ مشہور ترین قبائل شہر و قریب و سب و عمر و عمارت و غیرہ نہ فقط محض عربستان کے جزیرہ نما ہی میں بیکت تھے بلکہ روم و شام و عراق و مصر و ایران تک بر حکومت کرتے تھے اور اپنی نوآبادیاں سبائی تھیں آج کہاں ہیں اور اگر ان کی نسلیں بھی کہیں عربستان و غیر عرب بنیانی جانی ہوں تو انہیں اس نام سے کون جانتا ہے اور وہ خود کب اپنے آپ کو اس نام اور اس قومیت سے پہچانتے ہیں۔ اسی طرح بنی قحطان کا ملک قدیم یمن و حضرموت و عمان و امسا وغیرہ تھا اور بنی عدنان مجاز نجد وغیرہ شمالی عرب میں بیکت تھے۔ مگر ان ملکوں میں آج کون دوسرے کر سکتا ہے کہ وہاں کے سب باشندے بنی قحطان و بنی عدنان ہی ہیں۔ اسلام نے ان میں جس و حرکت کی ایک ٹیپ و غریب روح پھونک دی کہ یہ سب اس قدر گڑبڑ ہو گئے کہ آج تیسری حال عقلی حال عادی حال عرفی ہر طرح ہوا ہے۔ نیز بنی قحطان اسلام سے بہت پہلے سد آرب ڈٹ جائے سے اپنا اپنا وطن چھوڑ کر اس قدر منتشر ہو گئے کہ اب یمن میں ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ بلکہ ان کی جدید وطن بلاد روم تک پھیل گئے اور عراق و شام و ان کی یہاں سے نہایت تعداد بھی بعض مقامات پر کمر لگانا ہوں اور اچھے کھیتی باڑی میں شاہ نہیں ہو رہے بلکہ وہاں میں بطور زخون و ناظرین انہما کر مسلسل مطالعہ کے پابندی ہوں تر بھی بعض وقت ضروری باتیں ذہن سے عمل جاتی ہیں۔ اور نت نئے ناظرین کے لیے آغا ہرے کہ ایسے اور کی کرار کفہ ضروری ہے۔

میں ہر وقت جدید و بنی قحطان کے بارے میں کوئی ایک خط لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ مگر وہاں کے دوست اسے اپنے اپنے شہر و قریب کر اور اپنا دوسرا خط لکھ کر بھیج گئے۔ بنی قحطان کا (یونانی) قصہ سب ہیں۔ وطن کی شان کا موصوفہ وغیرہ ہو کر۔ شام میں غصہ و کدھت اور موجودہ بغداد کے پاس جزیرہ کی حکومت جدام و غم۔ گندھار میں۔ تمام نقطہ بندی کی اسلام کے آگے تک قائم تھی۔ نیز یہ تماشہ دیکھ کر زبانی چکا و چین۔ ہمارے خاصہ نام کا۔ غلط تو ان کا گو۔ پایہ تخت تھا۔ ان کی زبان۔ ہندو۔ کدھم فانیس ہیں۔ کہ میں ڈھونڈنے پر بھی کوئی صحیح الفاظ میں نہ مل سکتا۔ آج یہ ساری محنت تو ان کو ہوا۔ غلط ہو گئیں ان کے نام اور ان کے کام تو تاریخ میں موجود ہیں۔ مگر یہ خود اور ان کی شاخیں بنی عدنان و بنی قحطان اور خاص نام بنی عدنان کے ساتھ کہاں موجود ہیں ان سب کا جواب ایک ہے کہ یہ گردش زمانہ کی نذر ہو گئیں جیسے ان کے پیشین کی تو ان کو روم و گام ہو گئیں۔ (یونانی قریب)

(بقیہ صفحہ ۱۱)

۱۱ - دیکھا ہے ملک اور اسے ضرور ذبح کر کے چھو گئے

اس ان بنی البقرۃ الما سورہ بجا رہا

۱۲ - ہندوستان میں عام رواج صرف ہوں سے کا شکاری کے کام لینے کا ہے۔ لیکن دوسرے ملکوں میں یہ کام کام سے بھی لیا جاتا ہے۔ تاہم اگر کوئی بقرہ کے سنی جل کے لینا چاہے (اور بعض عرب نے یہی سنی لے بھی ہیں) تو سنت سے اس کی پوری گنجائش موجود ہے۔

۱۳ - نہ مذہب و ناشیہ ہوتا

۱۴ - یعنی اب فعل در پورا جاتا ہے۔

۱۵ - یعنی ان سلسلے میں شکار ہونے سے قبل حکم بیدہ ہی معلوم ہوتی تھی۔

اعلان تعطیل

ناخود محرم کی جو بہت شر گھڑیں ہے غالباً باہر کے حضرت سے بھی معنی ہیں۔ ہر اردو اخبار اس روز تعطیل لیتا ہے۔ جس دن ایسا ملک مرت مہین کے سورج پر تعطیل لیتا ہوتا تھا۔ لیکن اب کی کا فز کا ہے انتہا گراہی مجبور کر رہی ہے کہ ناظرین کرام سے ہم ایک حجت اور غیر طافری کی اجازت چاہے۔ چنانچہ آئندہ ہر چار روزہ اشعار ۹۔ فردی سناج ۱۰۔ موم کو شایہ ہوگا۔

۱۱ - جہد کی روشنی میں ہر ایک کو ہر روز ضروری ہونا چاہیے۔

وَلَا يَجَارُ بِالْقِدْتِ وَمَنْ فِيهِ الْفَتْحُ هُمَا مُتَّقَاتُ ۝ اور جو بھی بات لے کر آیا اور جس نے اس کو سچا مانا ہی لوگ ہرگز گارہیں۔



ایڈیٹر: عبدالماجد
پتہ: دریا بارہ ضلع بارہ پور
نائب: (علیم) عبداللہ

چندہ اور انتظامی امور
کے متعلق مراسلت اس پتہ پر ہو۔
محمد عبدالرؤف عباسی مہتمم "صدق"
مرشد آباد پٹنہ - گولہ گنج - لکھنؤ

صدق لکھنؤ

چندہ سالانہ
شہری
برصغیر ہندوستان
قیمت فی پرچہ ۱۰

مستقیم کے بارے میں خط و کتابت ایڈیٹر سے کی جائے

سیر ۳ دوشنبہ ۲۲ - محرم الحرام ۱۳۶۱ھ مطابق ۹ - فروری ۱۹۴۲ء جلد ۷

سچی باتیں

صوبہ سرحد کی اعلیٰ سیاست کے چرچے سن سن کر اشتیاقی اسکی زیارت کا رستہ سے تھا، لیکن فوجت کبھی لاہور تک بھی جانے کی نہ آتی تھی۔ علی و شواریاں ہمیشہ حائل رہیں۔ اسلئے یہ کالج پشاور کی دعوت نے اب کی کبھی بٹایا۔ شہر پشاور سے گاڑی اور غزنی اونٹوں کے قافلے جاتے ہوئے ایک آنکھوں سے دیکھے۔ وہ شیر شاہ کی بتائی ہوئی شہرک، ہندوستان میں مسلمانوں کے ذریعہ تہذیب کی یادگار، اب تک قائم و محفوظ ہے۔ اس پر جو قافلے چل رہے تھے، دس دس بارہ بارہ اونٹوں کی قطار، پہاڑی اونٹ قدیں چھوٹے لیکن بال دار، اور گردن کے نیچے کے بال سیاہ رنگ کے، انکے ساتھ کل دو دو چار چار محافظ۔ آزادی، سادگی، بیفکری، بے تعلق، تندرستی کی تصویر، پختہ سیٹے اور ان پر پشاور کی صدیاں۔ کوئی گناہ چھوٹا جاتا ہے، کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور سب سے بڑھ کر نوثر نظارہ پشاور اور سرحد کے درمیان کے راستہ کا! وہ سیلوں کا لمبا چوڑا میدان، ہزار شہیدوں کا قبرستان، وہ آگے آگے پہاڑوں کی منگلی دیوار آج بھی ان راستوں سے گزرنا و شوار، تو اس وقت کی کیفیت، سی ہوگی؟ چارے مسلمان و امجداد، بوڑھے بھی، جوان بھی، صوفی بھی، ہندو بھی، کتنی تعداد میں انھیں پہاڑوں کو پھانسی دے دیے، انھیں پتھروں کو چیرنے پر مجبور کیا، اپنے وطن کی خوشحالی چھوڑ، ہاں آئے۔ ہزاروں میں مر گئے، کھپ گئے، کٹ گئے!

کی اذان دی۔ اس کفرستان میں سب سے پہلے روشنی پھیلانی۔ سب سے پہلے اللہ کی وحدانیت کی گواہی دی۔ اللہ اللہ! کیا ان کا جوش دینی ہوگا، اور کس غضب کی حراست اسلامی! اس اجنبی سرزمین پر کون ان کا استقبال کرنے والا تھا؟ بجز دشمنوں کے تہوں اور تلواروں کے، اور اس نے انکی پشوائی کی ہوگی؟ کیسی کیسی سمیٹیں جھیل جھیل کر، کس کس طرح اپنی جانوں پر کھس کھس کر فحش کا چراغ وہ کفر و شرک کی تہ زد شدہ آدمیوں میں روشن کر پائے ہونگے! اللہ کی بشارت رحمتیں ان گناہ شہیدوں پر، ان بے نشان غازیوں پر، انکی ہمتوں پر، انکی جراتوں پر! — چشم تصور گھنٹوں انھیں منظر کا مزہ یعنی رہی۔ دعائیں انکے حق میں ہر جن مومن سے نکلتی رہیں! — کوئی مناسبت ہم — اکروڑ کی آبادی اور مطلق آبادی رکھنے والوں کو ان چند ہزار پر دسیوں سے ہے؟

اور پھر پشاور کے ختم پر شاہد آزاد، سرحدی ملاقات قسمت نے دیاں بھی ہو شہاد دیا، اور دہاں کے خوش نصیب بننے والوں کی بھی زیارت کرا دی۔ یہ لاکھوں کی آبادی رکھنے والا، سیکڑوں سیل کا لمبا چوڑا علاقہ، "پاگل"، "ناخواند"، "غیر مذہب"، "نیم وحشی جبرگوں اور قبیلوں کا علاقہ"، اور کئی اور آفریدیوں کا وطن، بعد اللہ اس بیویں مدی میں بھی "صاحب" اور "صاحب زادوں" دونوں کی غلامی سے آزاد ہے۔ بیان کلی روشنی یقیناً نہیں، اسپتال اور اسکول بے شہہ یہاں قدم قدم پر نہیں جبری تعلیم اور کونسل اور اسپل کی مصلحات سے بے شہہ یہاں والوں کے کان نا آتیاں ہیں۔ لیکن اللہ کی سر زمین کے اچھا سچ خطہ میں اب بھی سال پر سال گزر جاتے ہیں، عمروں کی عمریں ختم ہو جاتی ہیں، نہ کوئی واقعہ حرام کا، نہ کاپیش آتا ہے نہ شراب خواری کا۔ بلکہ یہاں کوئی قادیانی، سوداگر، یا

جو چاہے، انھیں نے اس شہرستان میں سب سے پہلے توحید

بیان کس غیر کا نہیں، خود مسلم یا یونرشی کے سرکاری جریدہ کا ہے۔ فلم کی تفصیلاً معلوم نہیں، اگر اس میں کس کس قسم کے منظر دکھائے جائیں گے۔ لیکن الغرض کوئی منظر بیانی کا نہ ہو، جب یہی فلم کو اس اسلامی درگاہ میں داخل کرنا بجا ہے خود بہت زیادہ قابل غور ہے۔ وائس چانسلر اور پروفیسر چانسلر اشاء اللہ دونوں شریعت اسلامی کے قوانین کا پورا احترام کر لے، ذرا سے ہیں، اور کورٹ کے ممبران میں تو مولانا سید سلیمان ندوی مولانا مجیب الرحمن خاں شریانی جیسے ممتاز اور میرزا عبدالحامد بیابانی جیسے پرجوش علماء و زین العلماء ہیں، اور نزد یونرشی کے حدود کے اندر ایک مجلس اسلامیات ہے، اور

کی طرف آئے، جہاں کا اوسط آمدنی فی کس — جانتے دیکھئے اس زاکر کو — خواہ مخواہ طبیعت بد مزہ کرنے کے کیا حاصل ہے — ہاں تو اپنے غریب و غریب زدہ ملک کے کچھ انداز سن لیجئے :-

ایک مشہور فلم ایکٹر کی سالانہ آمدنی	۱۸,۰۰۰ روپیہ
دوسرے	۱۸,۰۰۰
تیسرے	۳۶,۰۰۰
چوتھے	۴۰,۰۰۰
پانچویں	۳۵,۰۰۰
ایک مشہور فلم ساز کی	۱,۰۰۰,۰۰۰
دوسرے	۵۰,۰۰,۰۰۰

مشہور ایکڑوں کی آمدنیاں ۱۵ ہزار اور ۱۸ ہزار سالانہ سے لیکر ۳۰ ہزار تک ہیں۔ ایک ایک کی تو ۳۰ ہزار تک پورچا چکی ہے! اور سینکڑوں ڈاکٹر کی آمدنیاں ۱۵ ہزار سے لیکر ۸۵ ہزار سالانہ تک ہیں!۔۔۔۔۔ غریب، مفلس، غناۃ کش ہندوستان!

جنگل کا کم

مذکورہ بالا تمام باتوں کی سب سے پہلی اور بڑی ضرورت ڈی جی سامان کی نقل و حرکت کے سہلہ ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ سفر کے لیے محل و نقل کے قدیم ذرائع مثلاً اونٹ، گھڑی اور ویسی کشتیاں استعمال کی جائیں۔

صوبہ سندھ کے گورنر صاحب نے سکمر ڈسٹرکٹ بورڈ کے ایڈریس کے جواب میں ارشاد فرمایا : — سچ کہا جس نے کہا کہ دنیا میں کوئی شرف آمیز شے خیر سے خالی نہیں۔ ابھی چند روز پیشتر کوئی خیال بھی کر سکتا تھا کہ ریل کے سوا سب ہم کو تہذیب اونٹ گاڑی کی ہی جائیگی ! اور تہذیب لانے والے کوئی دنیاؤسی مولوی لٹا نے نہیں خود ”صاحب“ ہونگے اور صاحبوں میں بھی لٹ صاحب بہادر ! — وہی ”اونٹ گاڑی“ جس کا تصور ہی سب ”مسا جیوں“ اور ”صاحب زدوں“ کے لیے سرمایہ مدد و تسخیر تھا ! جنگ اگر چند سال اور قائم رہ گئی تو دیکھنا ہے کہ ”سجدہ“ کو اپنے کیسے کیسے زیر دست مورچے جھوڑنے پڑتے ہیں !

19

پشاور پشاور کی زیارت کا پہلی بار اتفاق ہوا۔ کھٹو سے سیل پر بھی پشاور کا سفر ۳۰ گھنٹے کا ہے۔ ہم آگتا دینے والی مدت ہے لیکن لاہور اسٹیشن اور پیرا سکے بن کے اسٹیشنوں پر محبت سے ملنے والوں نے بڑی حد تک دشواریوں کو آسانیوں میں بدل دیا۔ اور ان ملنے والوں میں بعض ایسے بھی تھے، جن سے کوئی سابق شناسائی کسی قسم کی بھی نہ تھی۔ اور خاص پشاور میں تو اسلامیہ کالج کے ناظم دینیات اور میرے میزبان اور داعی مولوی نور الحق صاحب ندوی نے تو پر دین کو وطن ہی بنا دیا تھا۔ مکمل اسلامیات کے سرکاری محمد اسحق سرحدی، اشفاق اللہ، طرح مصالح و سعید نوجوان ہیں۔ انہوں نے خاص عزیمتوں کی سی جدوجہد کی۔ عاقلاً محمد عثمان صاحب (استاد ریاضی) اور کالج کے بعض دوسرے اساتذہ نے

حضرت میں غلی ہے۔ اور وہ بھی مولانا کے کسی ستر شد یا مستعد نہیں بلکہ ایک
بچے لاک غیر جانبدار مسٹر کی زبان سے غلی ہے۔ مولوی عبدالسلام صاحب
قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے اس جوہر کو پرکھ کر خود اپنی جوہر شناسی
کا ثبوت دیا ہے

نارنج فروشید مایه خورست

کیس، دو چشم روشن نامزد است

دل میں یہ بات واقف سطور کے میں عرصہ سے آ رہی تھی، لیکن اس کے اظہار
 او میں کاشفرت مولوی عبد السلام صاحب کی قسمت میں تھا، مولانا کی شخصیت
 میں طرح طرح کی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا شکار ہو کر رہ گئی ہے،
 وہاں ان کی آراء و تقریریں سے متعلق بھی یہ غلط خیال شہرت پا گیا ہے کہ وہ
 تشکیک و متعلق پر مبنی ہیں۔ حالانکہ

کشتا غلط بہ حرف میں مشورہ ہو گیا !

جاننے والے جانتے ہیں کہ انکی چیز ان تصانیف کے جو کسی علمی موضوع پر اہل علم ہی کے لیے لکھی گئی ہیں، باقی عام اور دغریہوں کی زبان میں تصانیف، سلیس و شستہ ہوتی ہے اور ابجا زور جامعیت الفاظ اور جملہات میں اس درجہ ہوتا ہے کہ اس پر چھپے، پچھے، کھلے والوں کو شک آتا ہے۔۔۔۔۔ اصل صاحب فکر اسی سابق ایڈیٹر مرتضیٰ وغیرہ، کہ ان کی ایک عمر ادبی خدمات میں گزری ہے اور مذاق سلیم ان کا ستم ہے اور اب وہ آستانہ اشرفی پر تقیم ہیں کیا اچھا ہو اگر وہ اپنی عمر کا باقی حصہ کتبہ اشرفی، منشآت اشرفی و انشاء اشرفی وغیرہ مرتب کرنے کے لیے وقف کر دیتے

مجلس ہندوستان

مفسر ہندوستان | اولیٰ دو مشہور معدن سینما کے ایکٹر اور ایٹریس
اس خالق زود دنیا میں کیا کچھ کما رہے ہیں اسکا اندازہ کچھ آپ کو ہے؟
نہ ہو، تو سن ۱۹۵۶ء کے اعداد و شمار کے نہیں تسلط کے جب جنگ خراب
زور و شور سے جاری ہے (حسب ذیل ملاحظہ ہوں) :-

۲۹, ۲۲	چارلس لائٹن
۳۴, ۵۱۹	ڈیٹ کوپرٹ (ایکٹرس)
۳۵, ۷۲	الابینے (ایکٹرس)
۴۰, ۴۲۹	ڈاکٹر نیئر نیک
۴۲, ۵۰۰	جنگ کمر اسبائی
۹۲, ۱۰۵۳	جیس کلین
۱۰۱, ۵۱۶	گری کور

آدمیوں کے اعداد و سب پاؤںڈ کے علاقائی سکے میں ہیں، انہیں سواتیرہ سے
نرب دیجیے، جب جا کر کہیں جا کر بھاری کے چکنے ہوئے اور پئے ہاتھ آئے!
— گویا ان "خوش نصیبوں" کی صفت میں جو سب سے ہیشہ ہے، اسکی
بھی آمدنی تقریباً ۴ لاکھ روپیہ سالانہ کی ہے، اور جو ادبچے ہیں وہ تو بندہ
ہندوہ لاکھ سالانہ کی جائیداد کے مالک ہیں!

چھوڑے۔ بے ان ہوشیار اعداد کو، کہ یہ ذکر ایسے ایک کام تھا، جس کے
ان دولت گویا آسمان سے برسی رہتی ہے۔ اب غریب بفلس ایک منہ شاہ

دین و سیاست

و از مولانا ابوالحسن علی اُستاد دارالعلوم ندوۃ العلماء

ہر حال جو دن یورپ میں مذہبی طور پر آیا تھا، ترکی میں غیر مذہبی طور پر سے آگیا۔ مسئلہ کے انتخابات میں تو علم دین سے واقفیت رکھنے والے کچھ لوگ منتخب ہو گئے تھے اور انھوں نے تین سال تک قومی مجلس عالیہ میں دوسرے نمایندگان کے ساتھ مل کر کام کیا تھا، مگر مسئلہ ان کے انتخاب میں یہ لوگ میدان سے ہٹا دیے گئے اور پھر ہی اسمبلی میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ رہا جو اسلام کو کچھ بھی جانتا ہو۔ اس کے بعد رستہ صاف تھا۔ مسئلہ ۱۹۱۳ء میں سیاست اور مذہب کی تفریق پانچ نکیل کو پہنچا دی گئی۔ شیخ الاسلام کا مدد توڑ دیا گیا، اور انور مذہبی کا محکمہ وزیر اعظم کی ماتحتی میں دیر یا گیا۔ وزارت اوقاف توڑ دی گئی اور اس کا کام وزارت مالیات کے سپرد کر دیا گیا۔

جو مدارس مذہبی، وزارت اوقاف کے ماتحت تھے وہ بند کر دیے گئے۔ مسئلہ ۱۹۱۳ء سے انتہا پسند عنصر غالب آگیا۔ اُس نے غیرت و تجدید پسندوں کی زبان میں "اصلاحات" کو سختی سے جاری کیا۔ مسئلہ ۱۹۱۳ء میں اسلامی قانون ترکوں کی زندگی کے ہر شعبہ سے خارج کر دیا گیا۔ تجارتی قانون جرمنی سے لیا گیا، فوجداری قانون اٹلی سے اور دیوانی قانون سوئٹزرلینڈ سے۔

اب ترکوں کی روایت تک شرعی طریقہ سے تفسیر نہیں ہوتی، اور ان کا کالج اور ملاقات تک شریعت کی پابندی سے آزاد ہے۔ گویا کھار کی حکومت کے ماتحت جس عدالت شرع اسلامی کا نفاذ ہم ہندی غلاموں کی زندگی میں ہوتا ہے، آزاد ترکوں کی زندگی میں اتنا بھی نہیں ہوتا۔ مسئلہ ۱۹۱۳ء میں ایک قدم اور بڑھا دیا گیا، عربی رسم الخط سرفوت کر کے ترکی زبان کے لیے لاطینی رسم الخط اختیار کر لیا گیا تاکہ ترکوں کا رشتہ اُس مذہب ان خیالات اُس لٹریچر اور اس امنی سے ہمیشہ کے لیے منقطع ہو جائے جس کا تعلق عربی رسم الخط کے ساتھ ہے۔ اسکے ساتھ اذان ترکی زبان میں جاری کی گئی اور کھوش کی گئی کہ غازی ترکی ہی میں ادا کی جائے۔ یہ یورپ کی تاریخ کا سب سے غائب ترکوں میں دوہرایا گیا۔ جس طرح اٹھ کر ترکی کے بعد ہر قوم نے اپنا قومی چرچ الگ بنانا شروع کر دیا تھا اسی طرح ان نادان انقلابیوں نے چاہا کہ ترکی قوم بھی اپنا مذہب الگ بنائے۔

خالدہ خاتم اگرچہ خود بھی کچھ بہت صبح ایمان سلسلہ میں انجام مذہب و ریاست کی اس تفریق کے متعلق انکی یہ رائے قابل ملاحظہ ہے۔ "اس قانون پر نکلا ہوا اعتراض یہ ہے کہ اس مذہب و ریاست کے مذہب کے سیاسی اثر سے آزاد کر دیا مگر مذہب کو ریاست کے سیاسی اثرات کا پابند بنا کر رکھ دیا۔ جو لوگ ابتدا میں مذہب و ریاست کی تفریق کے حامی تھے انھیں یہ امید تھی کہ مذہب آزاد ہو جائیگا، اُس میں خاص رو عبادت کی شان پیدا ہو جائیگی اور وہ پہلے کی طرح لوگوں کی اخلاقی تعلیم و مذہب کا کام انجام دے گا، مگر نئے قانون کی رو سے ترکی میں عبادی اور عبادی تو اپنے

میں اپنے لطف و کرم سے ممنون کیا۔ شہر پشاور اسلام آباد کے کئی میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں صاحبزادہ فضل محمدانی صاحب کا کتب خانہ ایک شاندار چیز ہے اور بچے خود اس قابل ہے کہ اہل علم اسی کی زیارت کے لیے سفر کریں۔ صاحبزادہ صاحب خود بھی ایک مسلح و متغی بزرگ نظر آتے۔ شہر میں ہمارے شہر قومی مارکن برلوسی حکیم عبدالغنی ندوی اور ان کے بھائی صاحبان اخلاق و مدارات کے بچے ہیں۔ اسمبلی کے اسپیکر ملک خدابخش صاحب جو شام کے طلبہ کے صدر بھی تھے، اور سیرت کمیشن کے کارکن ارشد صاحب اور ذرا صاحب نے اپنی وسعت اخلاقی سے دل کو بھر لیا۔ اب تک سننے سے تو پشاور میں اب دوسرے صدیوں کی شان جلائی سے سے متعلق تھے۔ شاید، درذاتی تجربہ تو انکی شان جمالی کا ہوا۔ اور "شبیہ کے پورا مندریہ"۔

۱۲-۱۳۔ اپریل ۱۹۱۳ء گھنٹے کے لیے قیام لہور میں بھی رہا۔ خواجہ عبدالواحد صاحب اسکرٹری ادارہ عمارت اسلامیہ سندھ پورہ اس طرح مرتب کر دیا تھا کہ اتنی قلیل محنت میں بہت کچھ دیکھ لیا اور بہت کم فرماؤں سے ملاقات ہو گئی۔ اور اپنا تو سارا وقت ہی انھوں نے صبح ترکے سے ایک رات تک مسافر فوادی ہی کے لیے وقف رکھا تھا۔ بزم باقی ۱۲ بج گئی کے منیجنگ ڈائریکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ ۱۳ بج گئی کے کاروبار کا پیلوڈ، انگریزی کارخانوں کی سی سفائی، انعامات سلبہ مذہبی دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں اور شیخ صاحب کی خاطر داریاں تو لاہور بن گئے۔ یہی تھیں۔ مذکر کے تجربہ کے بعد ان کا کاروباری اخلاق، ان کے شخص اخلاق کا ہموار ثابت ہوا۔ شیخ محمد اشرف صاحب مشہور انگریزی لائبریری میں بار بار سرافراز فرمایا۔ اللہ کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے، مسلمانوں کے ہاتھوں انگریزی کتابوں کا کام ہے ہی کہاں۔ ڈاکٹر برکت علی قریشی (ادیس پرنسپل اسلامیہ کالج) کی مسافر فوادی کا شکریہ بیکر کسی سابق تعلق کے، دوپہر کے کھانے پر مدعو کر دیا۔ اور وہیں مولانا داؤد غزنوی مولانا مددوی وغیرہم سے بھی ملاقات کا لطف رہا۔ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب (پروفیسر گورنمنٹ کالج) سے ملاقات کو مختصر ہی، لیکن انکی طرفت گزیدگی پیدا کر کے سکے کافی تھی۔ مولانا احمد علی صاحب (انجمن عظام الدین) سے عقیدت پہلے ہی سے تھی، شرف زیارت انکی حاصل ہوا، انھوں نے تقویٰ سے چہرہ سے بالکل عیاں ہیں۔ ملک حبیبہ صاحبہ ریو پور گرام ڈاکٹر کٹر صاحبہ ہوشیار پور میں اختر علی خاں کی محبت آہن باتیں عرصہ تک باور چٹکی۔ انبال کے ذمہ خاص چہرہ مری محمد حسین ام اسے اپنی خوبیوں کے لحاظ سے اپنی نظر آپ نظر آئے شاہی مسجد کی زیارت، مسجد مبارک، اور حضرت جویریہ خاں کی زیارت اور سب سے بڑھ کر موثر مرزا اقبال کی زیارت مہی۔ جی میں بے اختیار آنا تھا کہ اس مرد عظیم کی تربت سے لپٹ جائے پیچ پیچ کر دینے اور یہ کہ انکی یاد کے لیے جتنے جلسے، ان کی شہرہ و فیس نازل ہوں وہ حاضر کے اس سلسلہ میں ہوا علی محمد علی صاحب راجستھان (مدرسہ) کی بھی گفتگو جس ملاقات سے طبع از دوسوئے کا مونیخ مولانا ظفر علی خان فرشتا، مالک کتب خانہ انگریزی صاحب فرشتہ دار صاحب دار

ہم نے نومبر کے شذرات میں اس زمانہ کے بعض مشکین اسلام کی خدمت
تاج میں سے کسی کا نام نہیں لیا تھا، کچھ عرض کیا تھا، ان میں سے ایک صاحب
سنے خدا جا۔ نہ کیوں اس لقب کو اپنے لیے خاص قرار دیا، اور اس مخلصانہ
حسن کو تعریف قرار دیا اور اسکا ایسا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ حقانی
اسلامی کو زمانہ کے ماحول کے مطابق زمانہ کی اصطلاحات میں ادا کرنا ہمیشہ
تبدیل معانی کے تفسیر معانی کا باعث ہوا ہے۔ مثلاً اس زمانہ کی اصطلاح
اس شذرات "تحرکیت" کو لکھ کر ظاہر کیا تھا کہ لوگ اسلام کہ ایک تحرک
قرار دے کہ اس کے معانی کی تعبیر کرتا چاہتے ہیں، یہ بار بار معانی اسلام
کی تعبیر کے مرتکب ہو رہے ہیں

فنا حاصل ہو گیا۔ لے پہلے تو حسب دستور پہلے طوائف عبادت اور پھر برکات
انسانہ عیب گراؤ پیدا ہے اور پھر تمہید اور تمجید کا غرض اس وقت
کے لئے ہے کہ اس عیب پر غصہ نہ آئے اور سمجھا جائے کہ یہ عیب تو دنیاوی ہے اور
جہ شہوان دونوں میں اس لئے فرق ہے کہ تم میں اور میں میں فرق ہے اور تم
کو دیکھ کر تجھ پر ہونے لگتا ہے کہ یہ عیب دنیا کرنا اور تمہید ہونے لگتا ہے کہ
یہ عیب دنیا ہوتا ہے۔ لہذا وہ کوئی قابل حقیقت کا فرق بلکہ نہیں معلوم۔ مگر
اسی عجیب ہم یہ فرق بتاتے ہیں،

”تجدید اور تجدد کا اصولی فرق یہ ہے کہ تجدید ہر زمانہ میں اپنی
حداقتی کو جو روزِ ازل سے چلی آ رہی ہیں اپنے زمانہ کی زبان
میں اپنے زمانہ کی ذہنیاتوں اور ضروریات کے مطابق مرتب
کر کے پیش کرتی ہے اور تجدد اپنے زمانہ کے فتنوں سے متاثر
ہو کر ان حقیقتوں اور سداقتوں ہی میں زہیم کوٹنے پر آمادہ
ہو جاتا ہے۔ اگر ان حضرات کے نزدیک تجدد کا مجرم ہوں
تو براہِ کرم مجھے تعین کے ساتھ بتائیں کہ کہاں میں دین کے
جو سر نہیں تفسیر کیا ہے“

اصل سوال کا جواب آئندہ دیا جائیگا، اس وقت صرف اس قدر عرض ہے کہ ان حضرات کے نزدیک حضرت مجیب سید کے مجرم ہوں یا نہ ہوں، لیکن جناب مجیب بزرگم خود دعوے سجدید کے مجرم تو علانیہ اپنے قلم سے ہورہے ہیں، نیز کہ وہ اپنے مقالات نفی، سائنس کلامی اور سائنسی کو سجدید ٹھان کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب ان کے یہ چند سائیکارنامے متحدہ دین، آج آج اس صدی کے مجدد بننے کے بھی مدعی بن رہے اور یہ ”حضرات“ یہ کہتے ہیں۔

برو این دایم به مرغ دیگر
از عقاب را بلند است آشنای

۱۔ بعض دعوے کی

صدق کی دینی خدمات کے پیش نظر اہلی توسیع اجتماعت پرتو جہ ہر فرد اصدق کا فرم ہے۔ خصوصاً جبکہ کاغذ و سامان طباعت کی گرانی حد سے سوا موکل ہو۔

ز سوئی شاد و نذر احد / عظیم شکست کا خط ٹکینہ کے ایک کتو بچا کے نکالا۔
 (۱) آپ کا خط ملا۔ جو ابنا عرض ہے کہ ڈاکٹر محمد عبد الجبار صاحب
 انجیری - غزہ - پاڑی الہی - دہلی کے نظام جماعت المسلمین "گوڈ اکٹر صاحب"
 موصوف سے منگے اگر سلطانہ فرما دیں اور اگر موجودہ وقت کی پیدائش اور
 جماعتوں میں سے کسی سے تعلق پیدا کرنا منظور ہو تو ڈاکٹر صاحب کی
 جماعت کی "تیسرے ہیں" الٹا ساتھ دیں۔ بالاختصار جواب یہی ہے مگر قدرے
 تفصیل کی ضرورت ہے۔

(۲) جس جگہ مسلمان ہوں اور امارت اسلامی نہ ہو یا خلافت کے الفاظ کی صورت میں مسلمانوں پر اقامتِ امارت یا خلافت فرض ہو جاتی ہے۔ فرض کفایہ - امارت شرعی - اقامتِ جماعت - اقامتِ خلافت کی شرعی و فقہانہ توثیق یہی ہے۔

اس سلسلہ میں گزشتہ پچاس برسوں میں جو جو کوششیں ہوئی ہیں اور
خالص اسلامی بنیادوں پر ہوئی ہیں۔ ان میں پہلی سعی دہلی میں جماعت
المحدثہ کی طرف سے ہوئی ایک جماعت قائم ہوئی۔ اسکے پہلے امیر
مولوی عبدالوہاب صاحب مرحوم ہوئے (یہ جماعت اس وقت عثمان
غالبہ اہل حدیث دہلی کے امام سے مشہور ہے) گزرا گئے ہیں کہ جماعت
میں کچھ تفرقہ ہوا تو پنجاب میں خود جماعت اہل حدیث کے ایک شفیق
بزرگ کو بعض لوگوں نے کھڑا کیا۔ انکے ہاتھ پر سمیت گئی۔ یہ جماعت بھی
موجود ہے مگر یہ دونوں جماعتیں صرف مذربہ صدر فقہانہ فروعی کفایہ
کے ماتحت برے کار آئیں۔ اور ان میں جدید سیاست سے تاثر کو
زیادہ دخل نہیں۔ اسکے بعد ہماری اقامت امارت کی جس جدید سیاست
سے متاثر ہوئی ہے اور اس تاثر کا پہلا نتیجہ ایک بزرگ مولانا آزاد سبحانی
کو رکھپوری کی ”دعوتِ ربانی“ کے عنوان سے ظاہر ہوا ہے۔ یہ دعوت بھی
چند افراد کی شکلِ مذہبہ۔ اسکے بعد ڈاکٹر عبدالحبار صاحب بخیری پورپ
سے واپس واپس واپس ہند ہوتے ہیں۔ خلافتِ حق ہو چکی تھی۔ یہ اس سانچہ
سے بہت متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ صریح ”خلافتِ الہی“ نصب
کے ماتحت ان نے ایک جماعت کا اعلان کیا۔ اسکے لیے علیگڑھ اور
دہلی میں کچھ حرکت بھی ہوتی رہی غالباً علیگڑھ کے بعض طلباء اس سمیت
میں داخل ہوئے۔ اور یہ چل رہی تھی کہ مولوی صاحب قریباً
مطلق اسی تصور کے ماتحت انہیں بھٹا کے ماتحت اصل اسی شکل میں
ایک جدید جماعت کو اس طرح لے کر آگے بڑھے کہ گویا ان نے اس
قسم کی کسی جماعت۔ مازنی کا کہیں بھولے ہوئے۔ بھی مذکرہ نہیں سنا تھا۔
اور ان کے تحت وٹ سے یہ سب اختلاف اور امتداد اور ادعا سے تاسیس و
تجدد ظاہر ہو رہا تھا۔

(۳) اب بیاں سمنا ط اودہ شریعت کی روشنی میں چلنے والی لمبا سب سے چلے جو معاہدہ کو سننے کے لیے بنیاد ہو گئی اور یہ کہ جس طرح اللہ شریعت

کے نہ ہونے کی صورت میں امت کا مجموعی فرض کفارہ اس منصب کے اقامت سے پورا ہوتا ہے اسی طرح جب اس منصب کی اقامت کے لیے کئی مئی سنا آ جائیں تو اس صورت میں کیا کیا جائے۔ شرعی فرض یہ ہے کہ پہلے کو چھوڑ کر باقی سب کی نفی کی جائے اس وقت تک کہ پہلے کا وجود خود شریعت کی حدود کو توڑے سے یا موت سے نفی کی جائے۔ اب اس موقع پر خوب خدا کو سامنے رکھیے اور دیکھیے کہ کیا اپنی اپنی سہولتوں کے ماتحت ایک فرض کفارہ کو کھلوانا بنا کر نئی نئی ٹالیاں قائم کیے جلتے جانا کس طرح خدا کی مناسکے حصول کا ذریعہ ہو سکتا ہے یا اسکی نارنجی کا۔

(۲) راقم اپنے متعلق عرض کرے۔ راقم کب جب پہلے پہل ۱۹۳۲ء میں اس فرض کفارہ کا احساس ہوا تو ثابت بتائی سے بیٹے نے یادوں طرف نظر دوڑائی کہ کہیں کوئی جماعت ہو تو اس سے تعلق پیدا کر لیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ بلا جماعت سے تعلق پیدا کیے ہی موت آ جائے اور ہمارے کی موت مردوں۔ چنانچہ اپنی طبیعت سے بہت سنبھلنے کے باوجود میں نے جماعت غرباء اہل مدینہ سے صرف اسی وقت کے باعث فی الجملہ تعلق پیدا کیا۔ اس لیے کہ یہ لوگ پہلے اقامت کہنے والے تھے لیکن چونکہ اُنکے پھیل کر پوری امت پر حاوی ہو جائے یا امت کے سب مصالح اجتماعی کو سمجھ کر اُنکی مہیائی میں مصروف ہونے کا بہت زیادہ امکان نہیں تھا۔ اور چونکہ نئی جماعتیں امارت و خلافت کے مقصد کے ماتحت اُٹھ رہی ہیں اس لیے میں نے جماعت کے امیر صاحب سے یہ اجازت چاہی کہ اس وقت پوری امت کے لیے اقامت امارت کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو راقم وقتاً فوقتاً مختلف جماعتوں کو ایک پونٹ میں ملے آنے کی سعی جاری رکھے۔ چنانچہ امیر موصوف نے

اجازت دیدی۔ آپ نے راقم سے پوچھا ہے کہ تمہارے نزدیک کتنا طریق صحیح ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ شریعت سے معلوم کر لیا جائے کہ کس چیز کی کیا حیثیت ہے اور کیا حدود ہیں۔ اور پھر اپنی ذات کو پوری طرح ایک طرف کر کے اس پر عمل پیرا ہو جائے۔ شریعت کیا کہتی ہے وہ راقم نے گزارش کر دی ہے۔ راقم باوجود اسکے کہ اپنے اعمال و عواطف میں جدید ترین انسانوں ہی سے ہے اور پھر مولویت کے نظام سے بہت فاصلہ پر ہونے کے باوجود صرف ایک شرعی فرض کی سبب آدھری کے لیے ایک ایسے مولویانہ طبقہ سے تعلق پیدا کیا کہ جس سے نفس کو کافی مجبور ہونا پڑا۔ مگر طبیعت آخر طبیعت ہے اور اسے شریعت کے تابع ہونا ہے۔

(۵) راقم نے آپ کو ڈاکٹر خیر کا کیوں حوالہ دیا۔ گزارش ہے کہ راقم اقامت امارت شرعی کی خواہش رکھنے والوں کے احساس کا اندازہ کرتے ہوئے اس اندازہ پر پوچھا ہے کہ انھیں اپنے اپنے جہان کے ماتحت دو طبقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ایک وہ جو مسئلہ کی نظر شرعی حیثیت کو بھڑکار کر نے تک اپنے فرض کے حدود دیکھتے ہیں۔ یہ لوگ مولویانہ وضع کے کھلانے جاسکتے ہیں۔ ایک وہ لوگ جو کسی خاصہ دینی نقطہ نظر کی چھانچھان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لیے شرعی نظام کو عالم میں رائج کرنے کے لیے سامنے ہونے کا داعیہ رکھتے ہیں۔ ایک

قدرت پیشتر ہی طبقہ ہے اور ایک متحرک۔ مگر دونوں میں سے ایک کو بھی باطل کہنا دشوار ہے۔ لہذا مفید یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں دھاروں کے لیے ایک ایک نقطہ ہمسایہ قرار دے کر انھیں اقامت خلافت کے فرض کفارہ کی طرف لایا جائے۔ اور آخر ایک ہی امیر کے ماتحت جمع کر دیا جائے۔

جدید رجحانات کے لوگوں میں راقم نے تین آدمیوں کا ذکر کیا تھا مولوی آزاد سبجانی صاحب، ڈاکٹر خیر صاحب اور سٹر مودودی۔ مولوی آزاد سبجانی سے اس وقت تک نفیر کی مستند ملاقاتیں ہو چکی ہیں آج صبح جبکہ وہ لاہور میں عید الفطر کی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے ہوئے ہیں نفیر کی اُن سے پھر ملاقات ہوئی۔ نفیر نے اُن سے کہا کہ راقم کے مسئلہ میں پہلی آواز آپ کی ہے اس لیے آپ کو آگے لیتے اور جو جدید جدید جماعتیں ہو انھیں اس مسئلہ کے لیے بروئے کار آ رہی ہیں انھیں ختم کرنا ضروری ہو رہا ہے۔ اُن نے طویل بات چیت کے بعد مسامتہ کہہ دیا کہ میں کسی طرح اسکے لیے اب آگے بڑھنے کی اپنے میں سکت نہیں پاتا۔ اسکے بعد ڈاکٹر خیر صاحب ہیں۔ نفیر نے اُن سے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے۔ وہ اسکے لیے آوارہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ چند سادہ قند و جواہروں کو اُنکے گرد جمع کر دے کہ وہ اُنکی اعانت کر سکیں۔

پانچویں تحریکیں

(۱) سیالکوٹ سے "تحریک راشدہ" شروع ہوئی تاکہ ہندوؤں کی شب نامہ ایک میں صبح صادق کا طلوع ہو اور شیطان کی اسلام کشی مانتوں کے قتل جذبات و مادیات کی صف آرائی کی جائے۔ مرکز راشدہ سیالکوٹ سے پردگراں کے پمفلٹ شایع کیے جا رہے ہیں اور ہندوؤں کے اسلام کو بلایا جا رہا ہے کہ وہ اخلاص سے رنگین ہوتے ہوئے دل ہاتھوں میں لیے مبدان عمل میں آجائیں۔

(۲) سیوئی سے "سلطان اکیم" عرف نجات ہند کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اس اکیم کی کتابیں ۲۰ حصوں میں تیار ہیں اور ان کے بعد دیگرے شایع ہونگے اور ان میں ثابت کیا جائیگا کہ "نجات ہند کا داعی مدلل اور مکمل و مستقل علاج مسلمان اکیم ہے۔"

(۳) تلے گاؤں داسر سے تحریک جہاد کا علم لینا گیا ہے۔ اور دستور اساسی تحریک جہاد مفت بھیجا جا رہا ہے۔ اور نوجوانان امت کو جو موجودہ انتخابات اور اسمبلیوں کی محدود اور محدود سیاست سے بلند ہونا ہو کر خاص مجاہدانہ سپرٹ میں قوم و ملت کے تحفظ و بقا کے ذمہ دار بننا اور فرض ادبیں سمجھتے ہیں دعوت دی گئی ہے کہ وہ دستور اساسی تحریک جہاد کا مطالعہ کریں۔

(۴) لاہور سے "جماعت اسلامی" کے قیام کی تحریک شروع ہوئی ہے جبکہ مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر

بڑھ کر اس کی ذمہ داری ادا کرنے کا عہد کریں انکی ایک لگ جاعت بنائی جائے۔

(۵) اوپنٹی سے ایک تحریک تنظیم شروع ہوئی تھی جسکے بانی ایک وہ پھلٹ چھاپ کر قوم کی بے قدری اور بے ذاتی کا مرثیہ پڑھتے ہوئے اسب خود سوچ رہے تھے۔

ان تحریکات کا کیا مطلب؟

میں سلطان کو دس بیس روپے ایک پھاٹ چھاپنے کے لیے مل جائے۔ اب دہی ایک نئی تحریک کا بانی بن جاتا ہے۔ ایک کتاب ہے نماز سب کو ہے۔ دوسرا کتاب ہے کہ جہاں سب کچھ ہے۔ تیسرا کتاب ہے کہ تنظیم سب کچھ ہے۔ حالانکہ سب کچھ نہ سہارا میں ہے۔ صرف جہاد میں ہے۔ صرف نظم میں ہے بلکہ پورے سلام میں ہے۔ ہمارے دوستوں کو غور کرنا چاہیے کہ نماز کا الگ، زکوٰۃ کا الگ، کلہنشاہت کا الگ اور جہاد کا الگ پروگرام شروع کرنا۔ چھاپت یا پورے اسلام کا پروگرام جس میں سب چیزیں شامل ہیں؟ (ایمان)

محمد علی

دسویں برسی کے موقع پر

(از مولانا غفر علی خاں)

دکھش معنا دہی کی محمد علی سے تھی زکین اس چین کی محمد علی سے تھی
ذوقیہ سلیم جیسے نہ بھولتا نہیں شیرینی اس سخن کی محمد علی سے تھی
ہیں زفر جسکے عہد نہیں کی رہا نہیں رونق اس سخن کی محمد علی سے تھی
اب تک تھی ہوائی جو کروڑوں دوسری بیانی اس لگن کی محمد علی سے تھی
توحید کی دین نے تیروں کو مل کر دیا اور تافت اس دین کی محمد علی سے تھی
فنا ان کو جس نے مطلع الاذکار کیا تابیانی اس کرن کی محمد علی سے تھی
سورج پیدا ہوتے ہیں جسکو غفر علی آدائش اس کفن کی محمد علی سے تھی
دینار کی گرفت سے اسید غفر علی شیخ اور برہمن کی محمد علی سے تھی
توحید کے اصول کی عزت کے ساتھ ساتھ ذلت ہر اک و ثن کی محمد علی سے تھی!

غلط رواداری

ایک زمانہ میں ہندوستان کے اندر اردو ہندی کا جھگڑا نہ تھا بلکہ فارسی اور ہندی کا جھگڑا تھا۔ اسے چٹکانے کے لیے ترکیب ایجاد کی گئی کہ ہندو ہندی سے دستبراری دے دیں اور سلطان فارسی سے اور دونوں مل کر مشترک زبان آدودا ستھال کریں۔ اس کھیتے پر دونوں قومیں کا عمل از تاہم ایگو کہ اردو دونوں کی مشترک زبان تھی۔

انکے ہندو انگریزی کا دور آیا اور انکی برکت سے ہندی فارسی کا نہیں اردو ہندی کا برقرار کر دیا گیا۔ ہندو کہتے ہیں کہ ہندوستان کی لک زبان ہندی ہے۔ سناٹ کہتے ہیں کہ اردو زبان کے بارے میں کزوری ہیں سے شریعت ہوتی۔ نہ مسلمانوں نے ہندی کے مقابلہ پر اردو کو پیش کر دیا۔ حالانکہ

کا جسے کے مطابق مقابلے پر فارسی کو پیش کرنا چاہیے تھا۔ لیکن کتاہد ہیں ہی مقابلہ ہندی اور فارسی ہی کا تھا۔ ہندو دوسرے جب اس کزوری کا محسوس کیا تو وہ اور آگے بڑھے اور سلطان پیچھے ہٹے۔ اب حال یہ ہے کہ اگرچہ بعض مسلمان اردو سے دستبردار نہیں ہوئے ہیں، مگر وہ ہندی کا ہیں۔ اردو کے پہلو پہلو جگہ دینے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ ہندو اپنی جگہ پر جبر ہے اور وہ فارسی کو شکست دے کر اب اردو کو بھی شکست دینا چاہتا ہے۔ اب ذرا مسلمانوں کی دوا داری سے ہندوؤں کی غیر دوا داری کا مقابلہ کر دے۔ اب ہر میں ہندی سابقہ سمیلن کے اجلاس میں الہ آباد یونیورسٹی کے پروفیسر جھانے اردو ہندی کا مقابلہ کیے ہوئے فرمایا:۔۔۔

"اردو ہندی میں کوئی شائبہ نہیں ہے۔ وہ کارا رات اور اصطلاحات میں اور ان اور تخیلات میں ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں۔ یہاں تک کہ انکا احوال بھی مختلف ہے۔ اور جذبات میں انکا بھدال طریق ستم ہے۔"

دوسری طرف شمس العلماء علامہ تاج محمدی دو تقریریں ملتا جلتے ہوئے دیکھ کر ویٹ اینڈ ٹوٹل میں لکھی ہے۔ شمس العلماء نے فرمایا:۔۔۔ "ہندی اور اردو میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔" (ہندی سائنس ٹائمز ۶۔ جوری)

اگر یہ شکست خوردہ ذہنیت بدستور پرورش پاتی رہی تو مسلمانوں کی دوا داری کے حق میں ہم قاتل ثابت ہو گے اور ہندو ہندی میں سخت ہوتا جاوے گا۔ مسلمان کو چاہیے تھا کہ وہ فارسی پر جہاد نہ کرے۔ لیکن وہ تو اردو پر ہی جہاد نہیں چاہتا۔ اور دوا داری کی یہ شکل پیدا ہو گئی ہے کہ "اردو اور ہندی میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے۔" (زفرم)

خریداران صدق کی خدمت میں

آپ حضرات کی سیاد خریداری ماہ فروری ۱۹۳۳ء میں نام پوری ہے۔ براہ کرم سال آئندہ کے لیے چند ارسال فرمائیں۔ اگر خدا عزوجل کسی وجہ سے خریداری منظور نہ ہو تو عہد سے جلد دفتر کو اطلاع دے دیں۔ ورنہ یکم مارچ ۱۹۳۳ء کو دی پالی روانہ ہوگا۔ اس صورت میں آپ کا کار کا زیادہ خرچ بھی ہے اور دی پالی کی داپسی کی صورت میں دفتر صدق کا خواہ مخواہ نقصان۔

Table with 4 columns and 4 rows of numbers: 234, 247, 250, 259; 262, 263, 264, 265; 266, 267, 268, 269; 270, 271, 272, 273

شیخ شوکت صبیح پڑھنے میں پڑھنا پسند ہے بلکہ اگر اس کے دفتر صدق واقع گورنمنٹ گھنٹے سے شایع کیا

میں نے یہ سب کچھ لکھا ہے کہ ہندی اور اردو میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہندی اور اردو میں کوئی اختلاف ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَدِيقِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ مِنْ رَبِّهِمْ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔ (اور جو بھی بات لیکر آیا اور جس نے اسکو سچ مانا وہی لوگ پرہیزگار ہیں)

چندہ اور انتظامی امور

کے متعلق مراسلت اس پتہ پر ہو:۔

مُكَلِّدُ عَبْدِ الرَّؤُفِ عَبَّاسِي مُهْتَمِّمٌ صَدَقَ

مرشد آباد چلیں۔ گورنمنٹ - کلکتہ

چند سالہ لڑکے

ششوی

پروں پر سے ساقاں اٹھائیں

قیمت فی پرچہ ۱۰/-

۴۰۰ - در یاد و منش بارونگی

تائب به (علیم) عبد القوی

میں نے اپنی کتاب میں غلط و کتابت ایڈیٹر سے کی جانے۔

154

نمبر ۲۹ - محرم الحرام ۱۳۷۷ مطابق ۱۶ - فروری ۱۹۵۷ء جلد ۷

کے حوالہ سے روایت ہے کہ یہ صحابی خود حضرت عمرؓ تھے) قاعدہ کے لحاظ سے
بالکل سجا طور پر ٹوکنے، اور بغض فی اللہ کے باعث اس مجرم پر اللہ کی لعنت
پکا اُٹھتے ہیں، تو ظور رسول اللہ معلّم ان صحابی کی تابعدار و موافقت میں
ارتے، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَکُم بِرِکْمَتِیْہِمْ اُنْکِی تَزِدُّہٗ کَرْتَمَہِمْ۔ اور فرماتے ہیں کہ
اس مجرم کے دل میں اللہ اور رسول اللہ کی محبت موجود ہے! جی ہاں، بعض
ربانی کلمۃ اسلام نہیں، ذیل میں محبت اللہ اور رسول کی، اور وہ بھی ایک
گناہ کبیرہ کے عادی مرتکب کے دل میں! ۔ ۔ ۔ سنئے اس سے بڑھ کر قوی
اور نص اس سے زیادہ مریخ اور کیا ممکن ہے؟ یہاں تک کہ خود امام بخاریؒ،
جیسے فقیہ میں باب کے تحت یں اسکے واسطے ہیں، خود اسکا عنوان رکھا ہے،
باب ما یکدر من حسن مشاہد اب اس مصنفین میں کہ شرابی کو لعنت کر اگرچہ
انحراد الیس شراح من الخلیفۃ۔ اور وہ لغت کے خارج نہیں ہو جاتا۔

عنون باب کا دوسرا جزو خوب و عیان میں رسبہ۔ از اہلسنن خارجی
 من الاما۔ شراب پینا یقیناً گناہ کبیرا ہے، قابل نفاق ہے۔ مجرم کے لیے دنیا
 میں سزا میں ہے، آخرت میں عذاب ہے۔ لیکن اسکے باوجود مجرم گناہ کا
 ہی رہتا ہے، وارثہ آتے سے خارج نہیں ہو جاتا۔ یہی اصل گناہ ہے۔ اس کے
 امام بخاری اس حدیث کو لائے ہیں۔ — اس حقیقت کو سامنے رکھیے
 اس شخص کو یاد رکھیے۔ اور پھر تحریر کی حد تک اس فہم پر غور کیجیے کہ
 جو علی کمزوریوں میں گھرے ہوئے ہیں، جو اعمال کی کوتاہیوں میں مبتلا ہیں، وہ
 صرف ہم کے مسلمان اور محض عورتوں یا جدید اہل مسلمان ہیں۔ وہ علماء
 ہیں اور تاسلوں میں کوئی فرق ہی نہیں۔ — اعمال میں غلطی نہ ہونے
 کا ملاج یقیناً ہونا چاہیے، اعمال ناسفانہ کی اصلاح قطعاً ضروری ہے
 بلکہ داعی و متوسل کے دھونے میں آنا غلط تو بہر حال نہ ہو کہ
 دیکھتا رہے کیرٹس پر نہ کیرٹس باقی

سچی باتیں

من عمر ابن الخطاب آن مجلہ
 ان جہد البین علی اللہ علیہ وسلم
 کان اسمہ عبد اللہ وکان لقبہ
 جبار وکان شکیک رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم وکان یقول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم قد علیہ ذانی
 الشراب فاذنی بہ یو یا فارغ فی مجلہ
 فقال ربی من الغوم فثم اللہ
 اکثر ایوانی بہ فقال یعنی صلی اللہ
 علیہ وسلم فاعلموہ واذ اللہ علیہ
 الا آذ نجیب اللہ ورسولہ -
 (نیکواری کتاب الحمد و...)

عمر ابن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کا نام عبد اللہ تھا
 اور وہ جبار کے لقب سے مشہور تھے۔ اور
 وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے۔ اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکو شراب نوشی کی علت میں
 کوٹھے دار پکے تھے۔ وہ ایک دن رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (پیرا) شراب نوشی کے
 جرم میں پیش کیے گئے۔ پس حضرت نے اس
 حکم دیا ان پر (اجرا و عدا کا) اس پر حاضرین
 میں سے ایک شخص ہل اٹھے اسے اللہ بڑی
 لعنت اس پر! کتنی دفعہ یہ اسی طرح پیش
 میں آچکا ہے! (یعنی کتنی دفعہ اس پر لعنت

جاری ہو چکی ہے اور اپنی عادت میں چھوڑنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
فرمایا کہ میں اس پر لعنت نہ بھیجوں، قسم اللہ کی، مجھے علم ہے کہ یہ کبیت رکھنا
سب سے زیادہ اہم ہے۔

وایت صحیح ترین کتاب حدیث کی ہے۔ مجرم اتنا فتنہ شریعت کے ایک سنگین مجرم کا مجرم ہے۔ بار بار کا سزا یافتہ اور طردی مجرم ہے۔ درخت و بارانی میں دقتی کے خار سے ہے۔ کمانہ اُتی فی غمر مراداً۔ رسول اللہ کے سامنے بار بار پیش ہوا ہے۔ آپ کے قلاب مبارک کو اس سے بڑھ کر اذیت دینے والی چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس پر عیب ایک معالیٰ (فتح الباری) میں دقتی

ایشیہ کی ایک مثال

ڈاکٹر ندوی صاحب الحق کوئی بڑے سراہ دار نہیں ہیں۔ ایک اور سطورہ جس کے خوشحال آدمی ہیں۔ حیدر آباد میں جب تک ہے مشاہیرہ بھی کچھ ایسا گرا نفوذ تھا لیکن دھن بھی بوجھ پیڑ ہے۔ خدمت اورد کسلیہ ہمارے تین تو سالہ سال سے وقت کیے ہوئے تھے ہماری زبان کے تازہ پرچہ سے بہ معلوم کر کے حیرت میں رہی اور سرت میں کہ اپنا مال بھی انہوں سے انجمن ترقی دیند کی نذر کر دیا ہے۔ اپنی تنخواہ سے جوڑ جوڑ کر انک انہوں نے ۵۳ ہزار کڑے غنائیہ اتفریبا ۴ ہزار سکہ انگریزی کی رقم جمع کی تھی۔ وہ سب کی سب انجمن کے خزانہ میں منتقل کر دی۔ اس ایشیہ کی شاخیں قوم میں اگر نایاب نہیں تو کیا ہوتی تھیں۔ اتنی بڑی رقموں سے ڈالنا، بکیر دالیاں ریاست کے اور کس کے میں کی بات تھی بلکہ میں آج میں میں میں بھی ایسی ہوتیں تو اورد کا حال ہی کچھ اور ہوتا۔

فسق کی پینٹ

اس زمانہ میں خوش قسمتی سے ناپختہ بھی پلا کھایا ہے۔ ایسے ایسے قابل ٹوٹ پیدا ہوئے ہیں انہوں نے یہ سونہ کی محنت سے یہ پیر اپنے سر پہ پہنچا دی ہے اور جگہ جگہ ایسے اسکول جاری کر دیے جہاں شریف لوگ بھی ناپک کھانا کھاتے ہیں۔ ہندو لڑکوں اور لڑکیوں کو اس فن کے سکھانے میں آسانی تھی کیونکہ ناپک اُنکے کچھ کا ایک حصہ ہے۔۔۔۔۔ میں اس فن کے اختیار کرنے میں اپنے والد اور ماموں کی احسانت جو انہوں نے اسے اچھی طرح سکھا اور ہمیشہ میری مدد کی نہیں تو آج میری زندگی کچھ اور ہوتی۔

الفاظ کسی غیر سلسلہ کے نہیں اس کے میں جو کم از کم ام سے تو سزہ سلسلہ ہے۔ اور ہندوستان کے ایک مشہور غیر مسلم قاص کے حافظ میں شریک ہو کر ناپک میں اپنا نام پیدا کر رہی ہے۔ اس سے تقریر ناپک کے فضا کی پر سرکاری محکمہ ریڈیو نے اپنے ایک اسٹیشن سے کرائی۔ اور اس پر بھی بس نہ کر کے اسے اپنے بندہ روزہ جریہ آواز کے ایک ہوسے صوف پر شاخ بھی کر دیا! — تقریباً بتائی حصہ آپ سن چکے، دل پر حیر کر کے آخری حصہ بھی سن لیجیے۔

”پڑا نے زمانہ کے دشمنوں نے بہت سی خوبصورت کہانیاں لکھی ہیں جن میں اعلیٰ درجہ کے خیالات ہیں۔ اور انکو ہم اپنے گہا میں آسانی سے استعمال کر سکتے ہیں۔ ہم کو اسکی کیا فکر کہ لکھنے والا کس فرقہ سے ہے۔ آخر کار ان سب کہانیوں کا پتہ نہیں ہے کہ سماجی انصاف اور بہادری ہمیشہ کینہ جن اور صحر بازوں اور سرکاری پر فخر پاتی ہے۔ اور ہر طبقہ کا یہی عقیدہ ہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ تہذیب و اخلاق کو ترقی دی جائے۔ ہمارے ملک کے بچے بچہ کو اس بات کا فخر ہونا چاہیے کہ وہ ہندوستانی ہے۔

میر کا اس بات سے کہ میں نے پڑا نے خیال کے خاندان سے ہونے پر سن بڑا شیعہ ہونا چاہا اعتبار کیا۔ اگر دوسروں کا حوصلہ

پڑا ہے اور قومی تعاون کو تہذیبی مدد دینا ہے تو یہی سب سے پہلا

میں میری زندگی کا مقصد ہونا چاہتا ہے۔

میں فقرہ کو جان کر آیا گیا ہے وہ حیرت کی نظر سے چمکنے کے قابل ہے بیویوں صدی کا سوزہ ہے کہ اسلامی تہذیب نظر سے ایک ذلیل پیشہ ور میں ناپختہ کھانے والی عورت دنیا کو ”تہذیب و اخلاق“ کی طرف بلا رہی ہے اور مسلمانوں کو ہندوؤں کی پکڑت میں گم اور غم ہو جانے کی دعوت دے رہی ہے۔ تہذیب و اخلاق! ان الفاظ کی معنی اس دور سے قبل نہیں تھیں وہ تہذیب و اخلاق — پڑا کوئی مانگی ادارہ نہیں! مٹا بلکہ سرکاری محکمہ، پڑا، ایک وغیرہ کی طرح کا ہے۔ کیا اس محکمہ کا کام درباب فضا کی دکانی، اگلی ہے؟ اس سرکاری محکمہ کو غنائیہ اس تبلیغ کی جرات ہوئی کیسے؟ ہم فخر کی تعدادیں اپنا نام مردم شناسی کے مضامین میں درج کر اسے دالے، اسے اپنی مسلم ایک اور جمیۃ العلماء اور جمیۃ احرار اور فہم اسلام کن کن ”اسلامی“ جمیۃوں اور اداروں کے یہ سب کچھ بے غیبتی کے ساتھ دیکھ رہے، سن رہے، برداشت کر رہے ہیں؟ — بے حس، بہت مالی کا کوئی درجہ، اسکے بعد بھی بانی ہے؟

حُرمتِ منہ

جناب معذرت علی صاحب خورہ سوسے لکھتے ہیں۔۔۔۔۔ ”ولا تغربوا الزمان، ان کان فاسد“ و ساء سبیلہ (یعنی اسرائیل باغ) ”والذین ہم لغزوہم حافظون والا علی اذہم ادا مالکیت یام کاظم غیر ملوہم۔ فن اتلی وراو ذلک فاذلک ہم اللہون۔ (سورہ نوح: ۱۱) آیات موصوفہ آئی ہیں ان سے منہ کا وجود ثابت نہیں ہوتا۔ اور روایات منہ صفت ہیں سب دنی ہیں۔ پس انکی نسبت کہا کھنا چاہیے؟ میرے نزدیک تو سب روایات غلط اور دینے سردی سلوم ہوتی ہیں۔ اب جناب والا اپنا نظریہ بعد تحقیق و تنقید (نہ کہ سرسری) تحریر فرمائیں تاکہ مزید تسکین حاصل ہو۔ یہ عرض کر دینا بہت ضروری سمجھتا ہوں کہ میں بڑی بڑی کتابوں اور بڑے بڑے عالموں کے نام سے مراد ہونا اپنے نہیں کرتا، جب تک روایت شنبہ کی نقلی بخش جا پڑا مال نہیں کر لیا، تسکین نہیں ہوتی۔

سوال میں کسی قدر غلط ہو گیا ہے۔ وہ چیزیں ایکسا لگ ہیں۔ ایک ہے حرمتِ منہ کی صحیح تاریخ۔ اس میں اختلاف کی بڑی گنجائش ہے۔ حضرت محدثین کی اس میں بڑی بڑی تسکین موجود ہیں۔ اور بعض مفسرین نے فقہانے میں از حرۃ جہ کی ہے۔ مختلف روایات کے در بیان جمع و تبیین کی کوشش ملادہ رکاب رسل کے حال کے بعض محققین نے اورد میں بھی کی ہے، چنانچہ مولانا عبد الرزاق و امامہ دہی کی سند بہت ہوئی اسع السیرتیں یہ بحث، وہ مختلف موقوفوں پر فخر و غیر اور فتح کہ وہ دونوں کے سلسلہ میں بعد تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ تہذیب کے صفحات میں اثنی گنجائش اور درجہ حق میں نہ اس سبب دہی پر محاکمہ کی اہلیت اور نہ اتنی جرات کہ جن ماہرین فن نے اپنی اپنی عربی تحقیقات اعدادیث کے لیے وقت کر دیں، انکے دفتر تحقیق کو

ترانہ لکھ کر دے !

دوسری چیز ہے نفسِ حرام۔ سو پرقرآن کی ایک نہیں متعدد آیات ایک حدیث سے نہیں متعدد احادیث۔ یہ صراحت ثابت ہے۔ اور اگر اس باب میں کچھ مزید سوال کر لیں تو ان شاء اللہ جواب عرض کر دیا جائیگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت جب کہیں دئی جائے وغیرہ کے نیز مولیٰ حالات کے اندر حالتِ اضطرار میں یہ طور و گفتار دئی اور ان میں فرما دیا کہ میں اب میں سب کے لیے حرام ہوتا ہے، تاکہ آئندہ کوئی انہیں واقعات کو نظریں نہ پڑے، یہ کہ گناہ پیش نہ آئے۔ ہم بھی مایوس کے کام کی چیزیں نفسِ حرام ہیں۔ یہ کہ حرام سے حرام شراب وغیرہ کی تاریخوں کی طرح حرام سے حرام کی تاریخ۔ یہ کام صریح ماہرینِ فہم کا ہے۔

چاہے پر طبی فتویٰ

دہلی کے مشہور طبی رسالہ ہمد و صحت میں ایک تجربہ کار ڈاکٹر اور ایک تجربہ کار طبیب کے ملحقہ فتویٰ چاہے کے استعمال کے متعلق یہ پتہ ڈاکٹر کا بیان ہے:

"چاہے بھی تباہی کو اور غراب کی طرح بنی ذرا انسان کے لیے ایک۔ لائق ہے۔ جس کے استعمال سے کسی نذرِ فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ لیکن یہ فائدہ جس اسی وقت تک ہے کہ یہ تکہ اسکی مقدار ایک۔ آ۔ مہ پالی تک محدود رہے۔ بڑھتی سے موات۔ یہ کہ عادت ہو جائے۔ لوگ۔ ذرا۔ پار۔ پار اور چھو چھو پالیا بنا جا کر تھیں۔ بلکہ بھی ہیں تو پالیوں کی تعداد و وزن سے گئی جاتی ہے۔ خفیف مقدار میں گاہے گاہے پالی جاتی ہے تو یہ ایک مفرح بلکہ ایک سرور ہے۔ مادہ اور زیادہ مقدار میں پینے سے درد، قلب اور اعصاب پر پورا اثر پڑتا ہے۔ یہ کہ ذرا دل ہو جاتی ہے دل اکثر دھڑکنے لگتا ہے، اعصاب کڑور ہو جاتے ہیں اور دائمی قبضہ رہتا ہے۔ زرداؤن و درد و سرخوین کی بہت ہی شال ہے۔"

اب طبیب صاحب کی رائے ملاحظہ ہو۔

"جو لوگ اعتدال سے کام نہیں لیتے، چاہے کہ کثرتِ استعمال سے انکا مضمخِ غریب ہو جائے۔ شائد کمزور ہو جائے۔ بار بار پیاب آئے کی نیز بے خوابی کی شکایتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں کا پیچھے گئے ہیں۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ پائے کی عادت نہ ڈالی جائے۔ البتہ اگر ضرورت کے وقت ملکِ طبیعت میں تھکن کا احساس ہو گا ہے اسے پالی جاتی ہے نہ نالہ نہیں۔ ہمارے چاہے نفس بلکہ بلا دخل بھائی میں اب میں اپنی صحت پر اپنی زندگی پر رحم کریں گے؟

تحفہ لاہور

۲۰۔ جوڑی کو جوڑن بھر کے لیے قیام لاہور میں رہا مشہور و قدیم صوفی بزرگ مخدوم علی بن عثمان جوڑی صاحب کشت و لہجہ بٹا کے مراد اور اس سے ملحق جالی کی بنی ہوئی مسجد میں بھی حاضرین کا اظہار

ہوا۔ مسجد کے دروازہ پر نظر پڑی تو تاریخ کنندہ دکھائی دی۔ جو دھری محمد حسن صاحب نے بتایا کہ تاریخ نگار کی ہوتی اقبال کی ہے۔ بڑے شوق سے پڑھی تاریخ نے مل گیا ہے۔ نفل اسی وقت لے لی۔ اس قابل ہے کہ رب ناظرین صدقِ ناک پر سجاد دیا جائے۔ فرماتے ہیں:

سال بنا سے حرمِ موناں خواہ نہ پیرل روزِ افق ہو چشم بہ مسجدِ الانصی ملن اندی بار کہ ہم یگو

شعر

دینداروں کی دنیا

نقشہ کرنی ڈاکٹر محمد شرف الحق، آئی ایم اے کے ایک ازہ ملی معنوں کا اقتباس :-

"ملی نکاد۔ یہ بھی خیرات کے سعید اثرات تسلیم کیے جاسکتے ہیں۔ یہ کہ مرنگی کے فن سے جو دل کو صرف دوسری حاصل ہوتی ہے وہ اپنا اثر دینا کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس سے نظامِ عصبی اور دل و دماغ پر زبرد۔ بخش اثر پڑتا ہے۔ اور عام دورانِ خون میں اضافہ ہوتا ہے انسان کا عمارت پالی میں جس میں خلط، صحت اور اسید تاملی ہیں، عمر بڑھتا ہے اور اس کے بڑے امور مثلاً نفرت پہ ہتھ پڑنا لاپٹ، طبع وغیرہ سے عمر گھٹتی ہے، اس لیے کہ اس سبب نظام میں خرابی پیدا ہوتی ہے اور بد میں دورانِ خون متاثر ہوتا ہے اسی طرح غصہ بھی معروف ہے (صحت) عامہ عید دیا وین دسب کو تعلیم بھی ہے کہ یہ جلن، زرافت اور دینداری کی زندگی دینا کہیگا عمر بخت ہوتی ہے عمر بختی ہے۔ یہ غلط ہے کہ شہنشاہ بدکاروں، نفس پرستوں سے عمر بخت جاتی ہیں۔ ہمیں پر بار ہو رہی ہیں۔"

مرد و عورت کا طبعی امتیاز

"کہا گیا ہے کہ حکومت جمہوری میں مرد و عورت کے درمیان فرق رہنا چاہیے، حالانکہ آئینت یہ ہے کہ جمہوریت میں، یہ حالات، آمریت کے مادہ اصلی حکومت کا نہیں، افراد و رعیت کا پیش نظر ہوتا ہے۔ ہر فرد کی ذہنی، شخصیت اسکا عزیز ترین سرمایہ ہے۔ جمہوریت اسی کے تقاضا پر ہے۔ جمہوریت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ مرد و عورت اصل مساوی ہیں۔ اور اس لیے دونوں ایک دوسرے سے ساقبت میں شمول ہو کر معاشرہ کو درہم برہم کریں۔ تیار، تعزیر تو ان پر ہے۔ جمہوریت کے یہ معنی نہیں کہ وہ ان نظریاتِ اختلافات کو دیا ہے فنا کر دے؟ (ملخص)

یہ ہندوستان کے مشہور و معروف خیر مسلم فلسفی سر ایدھا کرشنن نے فرمایا اور یہی پانچ کی مشہور غیر سرکاری زبان پینورشی کی ساور جوبلی کے موقع پر شریعہ مزار میں سے ان شامت ذوقِ تعلیم یافتہ خواتین کو آخر میں کیا تھی کہ سران کا انتخاب اول تو مرزا کا کیا اور مرد میں ایک خشک مزاج فلسفی :-

نہو ایام کا کوئی مرثیہ لکھیں نہ سردار کا کالم کو کوئی دن لے یہ نذرانہ مل گئی ہوتی !

حاکیت الہی کا صحیح مقام

راز شاہ عزیز احمد صاحب سہنی انجمن ہمدردی دیوبانی اور کس لکھنؤ
ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا۔ اس کی محبت میں اس کی
دیوانگی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ وہ نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کا سجود اسی
عورت کا تصور ہوتا ہے۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو اسے درق ورنی
اور صفو صفو پر اُسکی تصویر دکھائی دیتی ہے۔ وہ حج بیت المقدی جاتا ہے تو
وہ وہاں سے اسے اُسی سینہ مشوق کی خوشبو آتی ہے۔

ہے گل سے بھرا کونسا گلستاں سے ارتباط

تیرا سامان میں رنگ ہے تیری سی بوت ہے
اس شخص کے متعلق یہ فرمایا جاسکتا کہ وہ اپنے بندہ عشق میں سچلے اگر اس کے
میزب عشق کی بدولت واقعات خارجی اپنی حقیقت نفس الامری کو بیان میں
سکتے۔ وہ دینی نہیں ہے جو انیس اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ سچو
واقعی اللہ ہی رہے گا۔ معانی قرآن، اپنی جگہ پر اٹھ رہیں گے اور وہ دیوار
کعبے خوشبوئی اوراق اللہ کے کوچہ کی آنگلی نما اس سنواری مشرق کی۔
موجودہ دور کی افواہ کے عمرانی تسلط و انقلاب نے وہ راز مقلدان
کے نزدیک مسئلہ خدا سے اسبق سے بھی زیادہ بے وقار ہو جاسکتے
نفس حساس تلویب: اذان کو اس درجہ متاثر کیا کہ اب انھیں دین کے
سامنے شمار دار طین کا معدن اور معنی صرف خلافت الہی بن نظر آئے
اور اللہ تعالیٰ کی لاتعداد صفات کے جدا جدا معانی و معانی تسلیم کرنے
کے وہ ان تمام صفات کا مفہوم ایک ہی لینے لگے ہیں اور وہ مفہوم
حاکیت ہے۔ اور اللہ کی سب صفات کی اپنے اپنے محسوس پر اس کے
غیر سے نفی کرنے کے بجائے سب صفات سے صرف صفت حاکیت
کی نفی کرتے ہیں۔ حالانکہ حاکیت و آمریت و ملوکیت اسکی مستقل صفات
ہیں اور اگر غیر اللہ سے ان صفات کی نفی کرنا مقصود ہو تو ان آیات اور
اسلمے صفات سے کرنی چاہیے اس معنی پر ولایت مطابقی کہتے ہیں۔
مثلاً "ان انکم الا اللہ" مثلاً "الا کہ انکلن: الامر" مثلاً "انکم انما کنتم
الطاگت" یعنی اسکی صفات ہیں۔ ان آیات و اسلمے صفات سے
تبیاناً غیر اللہ کی ماکیت و آمریت و ملوکیت کی نفی ہوتی ہے۔ اب یہ تصور
ضروری قراءہ سے لیا جائے کہ ہم خود کلمہ طیبہ کے یہ معنی کریں کہ
لا حاکم الا اللہ۔ اس لیے کہ کلمہ طیبہ ہی نفی الوہیت غیر اللہ کی ہے۔
اور الوہیت کہتے ہیں کہ اسباب ظاہری کی، غیر کو کامل التقبیل نہ یقین
کرتے ہوئے انسانی دولت اعتقاد میں کسی غیر مرئی کامل التقبیل نہ یقین
کی طرف استغاثہ کرنے کو یہ فطرت انسانی بدخلقیت سے ہے کہ وہ
غایت اعتقاد جس وقت اسباب ظاہری کے کامل علان مشکلات پر
میں شک کر کے کسی اور باوق خلافت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ کہ
اس یقین میں کہ یہ آہ نیری مظلوم مشکلات قوت کیسے اور انکا نتیجہ
بھل گیا ہے۔ اسکے نتیجے میں انسان نے عموماً غلطی ہے۔ چنانچہ انکا

نے اپنے غن و تھن کے مطابق کسی اپنے آزاد اجدادی اوضاع کو اس
اپنے انبیاء و اولیاء کو اور کہیں اپنے دیوبانیوں کو اسکا معدن
قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ سب غلط تھا۔ وہ ہمہ گیر ملال مشکلات
اسکا استحقاق رکھتا ہے کہ غایت مجز کے وقت کلمہ یہ (استغاثہ) اسی کی
طرف کیا جائے صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہی غنوم ہے کلمہ طیبہ کا۔
گویا ہمارے اس مرکزی بندہ دیت کا خلق اس کے غیر سے کسی طرح جائز
نہیں۔ بلکہ ہمیں اسے صرف ذات باری سے متعلق کرنا چاہیے۔ چنانچہ
الاولیٰ کے معنی ہی مایہ لون الیہ فی الخواج۔ چنانچہ بلال المرین
رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

گفتہ معنی لا الہ سیمو یہ

یوہ لون فی حوالہ انجم کدیہ

یعنی سیمو یہ شہوت نے الہ کے معنی مایہ لون الیہ فی الخواج کہتے ہیں
یہ یاد رہے کہ یہ جذبہ استغاثہ خود دیت کا بنیادی و مرکزی جذبہ ہے۔ اس
قرآن مجید کے اسکو غیر اللہ سے متعلق کرنے میں اتنی زیادتی ہے کہ ان
صفات کی غیر اللہ سے نفی بھی نہیں کی ہے۔ اس لیے کہ یہ ہمہ راسخات
پر یقین ہو جاتے ہیں کہ سب اسباب ظاہری سے زیادہ موثر بلکہ خود اسباب
ظاہری کو بھی تاثر دینے والا صرف اللہ ہے۔ اس لیے کہ اللہ ہی ہے
سب صفات کمال کی اللہ کے غیر اللہ سے نفی کرنا آسان بلکہ ایک طبی امر
ہو جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ قرآن کریم نے اس پر اس قدر زور دیا ہے کہ
"ما رکننا من قبلک من رسول الا ذی الیہ اننا الالہ الا انما برکعت
ہمارتی گزارش ان عمرانی مفسرین دین سے یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کے مفہوم کو
اپنے محل پر رہنے دین اور اللہ تعالیٰ کی حاکیت کو اسکی صفات سے
غایت کرنے کی سعی کریں کہ جن سے ولایت مطابقی سے اسکی یہ جذبہ ثابت
ہو جاتی ہے۔ اور جبکا ذکر لو پر کرنا چاہیے۔ ورنہ کلمہ طیبہ کا یہ معنی دینی و
الدین کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

تحفہ خسروی

(جناب مدبر صدق کی ایک قدیم تالیف)

حاکم و محکم کے باہمی تعلقات و فرائض پر قرآن مجید و حدیث کے
احکام اور علماء اسلام، علماء یونان کے بہترین اقوال کا مجموعہ۔ پیشتر
انتشارات اعلیٰ فارسی میں۔ ۷۷ صفحات۔ قیمت بیس پیر مونی
۱۰ روپے۔ یعنی صرف ساڑھے چار آنہ (دھرم) کے ٹکٹ بیچنے پر درج
کردی جائیگی۔

المشتہ: محمد تقی خاں، نصابہ در بابہ ضلع بارہ بنگی

خط و کتابت و زیل چندہ کے اوقات میں اپنا تحریر فرمائیے۔
منور تحریر فرمائیے۔

مجھ دینے کے لیے سب سچاؤ اور سب سے آفری بھی (شرط تقویٰ اور سوئے فی الدین کی ہے۔ اور اسکے لیے کتب میں سے مقدم صحبت شیخ ہے۔ شیخ اصطلاحی معنی میں نہیں، یعنی رسمی فریدی اور مداحی سبب کی عزت پر گز نہیں، بلکہ مراد عزت یہ ہے کہ کچھ عمدہ سلسل، یا مغزق طور پر بار بار استفادہ عافری دے کر دست کے کالین سے، عافریں سے، اور آہن سے دینی نصیب اور ایمانی رسوم حاصل کیا جائے۔ غرض میں اسف دہری کے قابل ہے وہ دینی تجدید جو اپنے کو اس عزت کے مستحق سمجھ لے اہل کے چودہ لاکھ صلیح کی نظر انصاف کے، آج تک نہ پکڑے ہیں، نہ آئندہ اُسب ہے سے

نہم و خاطر تیز کو، ان نیست را۔

بیز کر دشمنی نہ گیر دست نثار

موردی صاحب کے خزانہ عام، میں اور بچنے میں جو ہر کردوں، اسس شکستگی کا قحط ہے۔ اور اگر گل میں کچھ بخود سے بہت شرا سے تواضع و انکسار کے موجود بھی ہیں، تو کم از کم انھیں پہلک میں لانا تو وہ مصالح و تحریک کے ستانی ہی سمجھتے ہیں۔ عیساکر پھیلے ترجمان سے ظاہر ہوا ہے۔ آگیا گریبا بھی اسکو آئے ہے وخرما جائے ہے!

باقی اپنے اس نیاز مند پر جو کرم انھوں نے پچھلے ترجمان میں کیا ہے ۱۹۵۰ کے وسط سے ۱۹۵۱ کے آخر تک، اُسکے کچھ جوابات و مدتی میں غل جملے ہیں، لیکن اصلی سوال۔ بواب تو ان شاء اللہ سیدان حسری میں ہو گا۔ سنہ ۱۹۵۱ آپ کا اور اٹکایہ نیاز مند ہو گا، اور مولانا کی اپنے لکھے ہوئے ایک ایک فقرہ کو ثابت کرنا ہو گا۔

صوفی نذیر احمد غریب کی جان میں عجب مصیبت میں ہے۔ وہ پراپوٹ خط مولانا کو لکھے، جو جواب ملتا ہے کہ اخبار میں لکھو، صدق میں لکھو اور جب وہ صدق میں لکھتا ہے تو مولانا کا قلم آتش رقم خود صدق کی خبر لے ڈالتا ہے! سبترلی نائی اٹھا کر بیکیجے۔ آپ کو مولانا ہی کا ایک بڑا مراسلہ سیر فوٹ کے صدق میں چھاپا ہوا لگا، اور اُسکے بعد سے بھی صدق کے صفحات پر اہر اُسکے جوابات کے لیے کھلے ہوئے تھے۔ جماعت کا لیڈر اور قاذبن جلتے کے بعد تو انسان کو غذا سلوم کیا کچھ سننا چاہیے۔ مزدت قدم قدم پر بڑے غرت کی، بڑے تحمل کی پڑتی ہے، جہاں یہ حال کہ پہلے ہکا استغان میں ہرہ حصہ سے لالوں لال!

تو ایک زخمی گریزانی زعش

تو بجز تارے چہ سیدانی زعش!

خط نے سمنوں کی طوالت اختیار کر لی اور پھر بھی است پوری ختم ہو پائی۔ خیر اب اسوقت آجازت ہی دیجیے۔ اسلام۔

(بقیہ صفحہ ۳)

علیگڑھ اور محمد علی

سرمدی کی مرنی۔

محمد علی کی یاد مجھ علی کے دل میں رہی

کچھ اس سرخی پر بھی غور فرمائیے کہ محمد علی کی یاد مجھ علی کے دل میں رہی، لیکن اس سرمدی طرح پر طبع آدمائی کی گنجائش ہی اب ہم نیاز مند کے لیے کہاں باقی، گئی ہے؟ مراد آباد کے ایک لڑکی لکھتے، ایک لڑکی کیسی، زبردست درد غزل، اسے غزل، کہ کہ کر سارے حقون تصنیف اپنے لیے محفوظ جو کر لیے ہیں!

سرکاری کتاب خانہ (اسٹیٹ لائبریری) لاہور

۱۰۔ دسمبر ۱۹۵۱ء کو درمدمدق نے اپنے حسب ذیل اشراست کتاب خانہ کا ذکر کی کتاب سائنس پر ثبت کیے

پچا کہا جس نے راہد کو اپنی بار بار اسرودر کہا۔ سرمدی کے نشان شہر کے چپے چپے پر سرمدی کو مرکز کتب خانہ! مدنی کوئی یاں رہے اور دل نہ اگھٹائے، طبیعت اس سدا بہار گلشن سے روز، اب ذیالطفت اٹھائے۔ کتاب خانے ہندوستان میں اور بھی ایسے ایسے ہیں۔ لیکن یہ اپنے رنگ میں نہ اٹھا، اکثر سے افضل دعا علی، "سیار خباں ربدہ ام لیکن تو چہ نہ گری؟" آج پیل بار نہیں، ۱۹۵۱ء سے لیکر ایک ستر بار اسکا استفادہ کیا، اور ہر بار یاں سے کچھ حاصل ہی کر کے گیا۔

مولانا سے مدعی کے لغو غلات، نیما نایہ کا نقلی نسخہ سب سے اول اسی کتب خانہ میں نظر سے گزرا۔ اور اسی کی نقل لیکر ہندوستان اور دہلی کے بعض نسخوں سے مقابلہ کر کے اس بے علم نے شایع کیا۔

پہلے بھی ہاں کے کارکن مولوی حافظ احمد علی خاں مرحوم اور مدی علی خاں مرحوم وغیرہ بڑے مخلص، مستعد و کار گزار تھے اور اب آنتظام فرشیوں کے ہاتھ سے کل کر ایک طرشی کے ہاتھ میں آگیا ہے۔ اب پوچھنا ہی کیا ہے! بہت بہتر ہو اور کتب خانہ کی حیثیت افادی بہت زائد بڑھ جائے، اگر کیا کے نو اور دقت و ذوق ایڈٹ ہو کر شایع بھی ہوتے ہیں۔ ذرا سے غرت غلو کا ہی نہیں، غری، فارسی، اردو کی پچاسوں قابل ذکر کتابیں مطبوعہ ہونے کے باوجود بھی اب اور کے علم میں، اہل ہیں، انکی ترتیب، تہذیب، خشبہ طبع و اشاعت کا بہترین انتظام، ایچوری جیسی علم و دست ربا ستار علم و ادب کی تہوداں سرکار کر سکتی ہے۔

اسوقت اس عاجز کے فہم نائنس میں پہلی اذسی (مثنوی ۱۹۵۱ء) کی التعریف والاطام فی الامیر فی القرآن من الاسماء والاطام و تہذیب اس قابل ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی کتابوں کا انتخاب اطم صاحب کتب خانہ ملک کے دوسرے اہل علم و اہل ذوق کے شور سے کر سکتے ہیں۔ نفع جاری کی بہترین شکل دے سکتے ہیں۔ نفع عام بھی اور نفع عام بھی۔ ملک اور بیرون ملک کے ممتاز اور علمی کتب خانوں سے اگر کتب خانہ کے کسی حصہ میں بڑھ جائے جو سے نہیں ڈبے ہی نہ ہونگے۔



شہرت میں نے مس پر غلک پر میں میں بل کر اسکے دفتر اخبار صوفی گورہ گنج لکھنے سے شہر کیا

زندگی کو اس کے ہر شعبہ میں اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہئے ہیں۔ بیضک، وہ صحیح راستے پر نہیں اور بہت بڑا کام کر رہا ہے، لیکن درجہ درجہ کا فرق ہے۔ اور دل کی تصدیق اعمال سے بھی اہم تر، اور عقیدہ کی سمجھ بھول پر مقدم ہے اور اس کی جابجائی کا زہر ہے، ایمان و عقیدہ کے علم کا ذریعہ، ہم جنہوں کے پاس صرف زبان سے اقرار اور کلمہ شہادت کا تلفظ ہے۔ لکن شہادت کا بجز تلفظ، اسلام کے قانون میں کوئی تاویز یا تمنا کی حیثیت نہیں رکھتا۔ اہم ترین چیز ہے۔ بیکار سے بیکار، فاسق سے فاسق، سب انسان، امر کی ساری دست میں ایک ہی بنی: کوئی نہ الا سب انسان، ہر حال میں انسان ہی ہوتا ہے۔ ہر غیر مسلم سے ہر جو انسان، زبردستی جو قانونی۔۔۔ آج جو تحریک "استحیاء" دعوئی کے کرائی ہے کہ پیدا ہوئی، اور وہی مسلمان اور غیر مسلم، عملاً، عملاً، مثلاً ایک سطح پر ہیں، سادی دیکھاں ہیں، وہ تلفظ کلمہ کی اہمیت کو بھولے ہوئے ہیں، اقرار شہادت کے مرتبہ کو پہچان نہیں رہی ہے۔ ان کی حیثیت خود ہیں اسلام کے ایک نابینا دوست کی ہے۔۔۔ سن عمل سن کر، کامیاب یقیناً، اونچا کیجئے، لیکن کلمہ گوئی کا حق اس سے بھی بڑھ کر پہچانے رہے۔ وہ اندیشہ جس کے ایمان کا جو بھی فیصلہ ہو۔ اس عالم اسوئیں بندہ کے ہاتھ میں تو بھی ایک سیار ہے۔

تفصیل ہو جائیگی۔ یہاں مختصراً صرف اتنے کہنے کی گنجائش ہے کہ وہ حق علیہ السلام علاوہ پیغمبر ہونے کے اپنے زمانہ کے بادشاہ اور عالم اعلیٰ میں تھے۔ ایک نو معنی اعلیٰ عالم ہی نہ وقت اور ایک خاص بہت بزرگداشت کے ساتھ اس کے پاس جانا پڑے۔ قدرت آپ کو ناگہانی ہوئی اور آپ کو بے انتہائی کامیابی مل گیا۔۔۔ مثلاً بدو آپ کو تیاں آیا کہ میں یہ میرے غرت کا امتحان تو نہ تھا، رفیق داؤد انا نقاد، اس خیال کے آئے ہیں آپ کے مالک بے نیاز کے آگے گئے، اچھے اگر گزرتے (نہ منفرد تھے) و خیر، اگر وہ آپ اور آپ کا وصفت قرآن کے یہ بیان کیا تھا کہ آپ آداب تھے، اور آداب کے سنی ہیں، بار بار دہرایا کرتے تھے، اللہ کی طرف سے بھیجے گئے والا۔ اسی شان آدابیت کے تقاضے سے آپ بلا کسی تردد و غرض کے محض احتمال لغزش کی بنا پر احتیاط رہیں گے۔ تو ان میں ذکر نہیں کر رہے تھے، انہیں آداب میں ڈالا، بلکہ صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو خیال یہ گزرا کہ ہم نے انہیں آداب میں ڈالا ہے، اسی دعا کے قبول منفردت میں تھا، یہ کیا کہہ سکتی ہے (مفردت کا ایک) اور محض منفردت کہیں، اس کے لیے نو پاک ہو، درکار کے پاس بیشا قرب کے بڑے بڑے مسئلے اور حسن انجام کے بڑے بڑے رتبے ہیں (و اباق لا عذر لانی حسن اب)۔

جاہلیت کی ایک درخت

اسکول و انٹریڈیٹ، ڈیڑھ بیلی سے اپنی مصائب کیش کی تجویز کہ منظر کیا، اور اسے تسلیم کر لیا کہ آئندہ سے انٹریڈیٹ کے امتحان میں لڑکوں کے لیے بھی یہ سبق: نور ایک ایسا ضابطہ اختیار کی صفوں کے رہا کر گئے (غیر)

اس دور سطر اور ہر ظاہر بالکل معصوم: یہ سرور خیر کا معنوم آپ سمجھے؟ مراد یہ ہے کہ اہل اس کے مہمان میں ایک جس طرح اور دہندگی فارسی عربی، تاج، حساب وغیرہ اختیار کی صفوں ہو تھے، اور آپ کے لڑکے ان میں سے کوئی ایک صفوں اپنے حسب پسند سکتے تھے، اسی طرح آپ کے لڑکے اب گائے بچانے کا فن بیٹھنے علم غربت حاصل کر سکیں اور اسی آزادی سے اب ہارونیم، سار، علیہ، ڈھولک، مارکی سے شوق فرما سکیں، لڑکیوں کو آزادی تو پتھری سے حاصل تھی، پہلے اب لڑکوں کو بھی حاصل ہو گئی۔۔۔ مسلمانوں کے پاس نہ تو ہی مجلسوں اور انجمنوں کا قیام ہے نہ قلمی اداروں کا۔ لیکن اس قسم کے اہم ترین مسائل پر توجہ کرنا نہ مسلم لیگ کے ہر ڈراما میں داخل ہے نہ جمعیۃ العلماء کے مجلس احرار کے اور نہ کسی اور دینی، سیاسی، معاشرتی ادارہ کے۔۔۔ اگر اگلی تو جہاں فرنگی مذہب سے بھی اور ہندو مذہب کے بھی، بلکہ ان دونوں کے علاوہ ہر جاہلی مذہب کے۔ گانا، بھانا، الہیا، ان سب کے ہاں جہاں عبادت ہے، وہ تو اسلام سے اگر اس پر صرف نگاہ کی جاتی مبارک ہو، مثلاً، ہر جاہلی کا اپنا ہاتھ لگا

ایک غیر مسلم مسلمان

دہلی کے جامع مسجد شاہجہانی کے قیام

کلام کی رفتار

مذہب کے سامنے کرم فرمایا، سن کر یہ بخوش ہوتے کہ اگر بڑی ترجمہ و تفسیر قرآن مجید کے سلسلہ میں کام کی ایک اور منزل اسٹ ہو گئی، یہی تاج کیش نے اب اپنا ہندو اس کے اشتہار کی اشاعت شروع کر دی ہے۔ ہاں، اشتہار آٹھ صفحے پر ہے، اس کے ایک صفحہ پر اصل کتاب کا نمونہ بھی درج ہے۔ اور ایک صفحہ پر آرڈر فارم ہے۔ قیمت فی پارہ چار روپے ہے۔ اب کہیں مذکور کے سامنے اس مرحلہ پر ہندو اس کی فراہمی کا ہے۔ جس کثرت اور میں بڑی سے آرڈر آتے رہیں گے، اسی نسبت سے مہمانت کے کام میں مہلت اور مستعدی ہوگی۔ اگر معقول تعداد فرمایشوں کی آج وصول ہو جائے تو طباعت آٹھ شروع ہو جائے۔ ہر حال میں حضرات اشتہار اور آرڈر فارم حاصل کرنا چاہیں اور براہ راست تاج کیش ریویو سے روٹے طلب فرمایا فی پارہ چار قیمت ممکن ہے کسی کو گراں نظر آئے، لیکن ان تو بعض پاروں کی منگواست ہی نہاد ہے، دوسرے کاغذ اور جلد سامان طباعت کے موجودہ نرخ کی گراں مالا کیا ٹھکانا

ایک بیت کے حسنی

مصدق علی خامنہ نور دہلی سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ، سوچا جس کو کرم ۲ میں آجوت، نفرت لڑا، لک جی کس چیز کو معافی و مغفرت کی طرف اشارہ ہے؟ سوال آیت کے ایک ہمارے متعلق ہے۔ وہ آیت یہ نہیں ہے: "و کذا حضرت داؤد سے متعلق ہے۔ اور اس کی مفصل تفسیر دعوئی نہیں ہے، کچھ مروج کی جلد باب ششہ، میں مل جاتا ہے، منفرد، عجیب و غریب، وہ پرچہ و کتاب ہر جاہلی، تو ان شاء اللہ عوالت شلفہ سے متعلق ہوں

مستقل اور ان کے صاحبزادہ مولوی سید حمید نائب امام ہونے کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

”آج کل فرہادی شمس اور کوہی شمس بھٹی کو دیکھ کر جس میں

بہری پوتی کی تصویر ان کے غاوتوں پر ڈاکٹر سید عبد اللہ کے ساتھ

شایع ہوئی ہے نیچے حد انہوں نے ہوا، غصہ آیا اور خدا کی شان

نظر آئی کہ کیا زمانہ آیا ہے کہ گناہ اور بے غیرتی کو لوگ رت

و نفیس سمجھنے لگے ہیں۔ چنانچہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تصویر ان

دو فرد کی تحریک سے شایع ہوئی ہے اور میری اور میرے

تمام خاندان اور تمام مسلمانوں کے رنج و غم اور بے غرضی کا

اعتراف ہوئی ہے اس لیے میں جو کچھ کہتا ہوں وہ یہ کہ ان

دووں سے تعلقات منقطع کر دیں۔ لہذا میں مولوی سید فیروز

صاحب دارالعلوم دارالافتاء کو اطلاع دے رہا ہوں کہ میرے

آپس کے معاملہ کو دیکھ کر آپ سے ہر قسم کے تعلقات قطع

کر دیے ہیں۔

(شمس اسلام و ہند) سید احمد (شاہی امام جامع مسجد)

کلم فرہادی شمس

مجھے بھی اپنے والد ماجد کی تحریک سے اتفاق ہے۔

سید حمید (امام) کلم فرہادی شمس

بیسویں صدی کی ”دشن خیالی“ اس جو پر فقہ لگا لیگی، اور سید احمد کو منہ پر

ایک اور کوغ اٹھ آئیگا، لیکن ہر وہ مسلمان جسے اپنا دین عزیز ہے یقیناً

امام صاحب اور ان کے صاحبزادوں کی جرات کی اور حرمت اہلانی کی دانتی

برائے کو مجبور پائیگا۔ گو ظاہر ہے کہ تصور تادم و افراد کا نہیں، اصل غلطی

اس وجہی احوال اور باوجود ہی تربیت کی ہے، چنانچہ سانچے میں دھن کر ہر

عیب ہنر بن گیا ہے۔ تاہم اشخاص افراد اپنی ذمہ داری سے بری تو نہیں

کے جاسکتے۔ ہمارے آپ کے لکھتے ہی دیکھتے یہ زمانہ آگیا کہ جرات

و ہمت بھائی کر گزرنے میں نہیں لگے اس سے روکتے ہیں، دیکھتے ہیں!

غیر مسلموں کی ہستی

پشاور کے ایک اخبار کا اقتباس:-

”اس سے پہلے یہ اعلان دی جا چکی ہے کہ سرحد پورہ کے ایک

ڈاکٹر کٹر سٹر... صاحب اپنی پہلی پشتہ فلم ”پلی میوزک“

سلسلہ میں پشاور آئے ہوئے ہیں۔... آپ نے فرمایا کہ میرا

اصلی اور پیداواری وطن سوئے سرحدی ہے، لیکن اس سال سے

میں نے فلمی حلقوں میں کام کرنا شروع کیا ہے۔ پشتو زبان میں فلم تیار

کرنے کا مجھے ایک وقت سے خیال تھا، کیونکہ میری مادری

زبان ہے۔ اور میں جب ہندوستان میں تعلقات زبان کی تعلیم

ہوئے ہیں۔ دیکھتا تھا تو میرے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا تھا کہ

میں بھی اپنے سوجھ بوجھ کی کوئی خدمت کروں۔ چنانچہ میرے خیال

میں فلک مندوں یا انتہائی فلسفیانہ فلم اجدا میں پشتو زبان پر

کا سیلاب بہنے کا مجھے شک تھا۔ اس لیے میں نے سرزمین

عرب کے اس قادر مبین واقعہ کو جس سے پٹان حوام، غولی

واقعہ میں منکر عام پر لانا چاہا، تاکہ میں یہ معلوم کر سکوں کہ

صوبہ سرحد کے حوام ہی پشتو زبان کے لیے کس قدر عقیدت ہے۔

گو یادہ غیرت و محبت جیسے لیے صوبہ سرحد ہمیشہ شہر رہا تھا، آب و تہذیب کے

اثر سے اور ترقی تمدن کی برکت سے وضاحت ہو گئی ہے۔ اور اب سرحد کے

ان اعلیٰ قوتوں کی طرح نواپنی زندگی کی سادگی اور تمدن کی اسلامیات پر نہیں، بلکہ

”سزکار و ہندو“ کی تہذیب و تعلیم یافتہ ”رہنمائی طرح“ لکھتے اور اپنے مانتا

سوا ایک بھروسے ان مقامات پر دیکھتے اور دیکھتے، اسٹیم کے ٹانگوں اور

علم کمپیوٹ پر شرمش ہو گیا ہے! اور اپنی مادری زبان کی خدمت کا طریقہ پتہ

ہے کہ میں گندہ اور نا مقامات سے، ایک کھنڈ کا تھی، وہ سب اسکے اندر

گم کر دیا جائے! سرحد کے فیروز پٹان، جہاں شریعت و اسلامیات کے نذر کے آخری

سپاہی تھے۔ و جاہلیت کا سیلاب آ کر اس بند کو ابھی تو ڈکرا! اکاش پر بحرِ خوار

آن پڑا اور فرنگی میاں سے غیر مذہب ہی مہنے! اکاش پر اسکو لوں، کالجوں کے

نام سے بھی واقف نہ ہوئے! اکاش پر ہمیشہ اپنی اسی آزاد ہستی کی نفی

پر، سانس لیتے رہتے، اسی میں رہتے، اسی میں مرنے!

اوپرین کی وبا

ایکیت لہی رسالہ کا اقتباس:-

”اوپرین طب جدید کی ایک شہرہ رکھیبا دی دوا ہے جو

تسلیم درد کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اس کے بارے میں

کی زندگی میں چونکہ ترکیب و سہا کے بیشتر مسائل داخل

ہو گئے ہیں، اس لیے سکانت کی بھی اُنھیں زیادہ ضرورت

ہوتی ہے۔ اور اوپرین بہت سی خرابیوں کے باوجود اپنی

دقتی تسکین کی وجہ سے ان میں اسی طرح رائج ہو گئی ہے،

جس طرح چند سال پہلے چینوں میں دین تھی۔“

گستاخ: بے ادب عجیب! ”صاحب“ کی اوپرین کو چینوں کی اینون اور

ہندوستانیوں کی ٹاڈی اور سینڈھی اینون پر قیاس کرنے کی جہالت

کی ہے! تحقیق و معائنہ کے قابل صرف کالے پسینے والے مشرقی اور لگی

عاد میں ہیں! اگر یہ رنگ کے فرنگی اور ان کے شوق؟

زکام کا ایک عام سبب

”زکام کا ایک عام سبب تباہی

اور سگریٹ کا عام استعمال ہے۔ اس سے علق اور ناک میں

خارش اور سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ اور خارش و سوزش سے

ان اعضا میں رطوبتوں کا ارتلا اور تعفن پیدا ہو جاتا ہے

کی وجہ سے زکام عارض ہو جاتا ہے۔ خصوصاً سبب بگڑا ہوا

سینہ دوسرا اور لگی بندش سے اس میں سگریٹ پینا بہت ضرر

ہے۔ اس سے نہ صرف سگریٹ پینے والے، بلکہ دوسروں سے

بہرہ برداروں کی کثرت نفاس میں سانس لینے کی وجہ سے اس کے

دوسرے بیٹھے والے بھی زکام میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔“

نئی کتابیں

روز کی گریٹ سج، ہنڈن کے قیام، یوں کہ گریٹ اور ایبدر

پا ہی کی موت

[illegible]

چھوٹی شینک کاٹن میں بہشت و زہر ترکیب ہوا آج کے خدا میں ذکر نہیں کر دگا۔ نہ پارلیمنٹ کے اس مباحثہ کا میں نہیں سنیو ج کے ساتھ نہیں کے برائے کے تحقیقاتی کمیشن کی دونوں پورٹ پر بحث ہوئی تھی اور میں میں شرکت کیلئے اور انعام کے اسپیکر صاحب نے مجھے "مناذاجنبوں کی گیلری میں بیٹھنے کا ٹکٹ دیا۔ یہ سب چیزیں طحہ، طحہ، خط پابندی ہیں ان کے علاوہ میں تھیں وہاں میں گیارہوں انکا ذکر بھی طحہ ہی خط میں مناسب ہے۔ اور ایک خاص خط تو ان شاؤاٹڈ میں موجود ہے لکھا جائیگا کہ میں نے کن کن جگہوں میں اور کس مشکل سے گھر اور غرض سب کی غازی ادا کی ہیں میں صاحب کی غایت جلد آجلی سے فرمایا تھا کہ

اذاں دی کہہ میں تاؤس دیر میں پھر نکلا

کہاں کہاں تو عاشق تھکے کجا ر آتا

انکی ساری سچائی کو کڑی پڑھائیگی جب میں بناؤ گا کہ میں نے کہاں کہاں چھپ چھپ کر غازی ادا کی ہیں۔۔۔۔۔

اب سنئے کہ اس ملک کے لوگوں نے اب اچھی طرح سوچ کر ایک جگہ بنا دی ہے۔ اور آڈیو، چیز اس جگہ کے علاوہ کتوری وید کے لیے بھی کہیں اور نظر آجاتی ہے تو وہ جلاٹھتے ہیں کہ یہ کیا گند کی بھلا رہی ہے۔۔۔۔۔ لیکن اسکو کیا کیا جائے، کہ اس غرور و فکر کو سننے والی قوم نے بھی پیچھے سوچ کر کوئی جگہ ایسی نہیں نکالی جہاں ایک اللہ کا بندہ نماز پڑھ سکے۔ چنانچہ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ گھر کا لباس پہن کر انگلستان جیسے ملک میں اپرنگلڈ اتنا مشکل نہیں ہے جتنا کہ سارے ملک میں اپنی فریاد گاہ کے باہر کہیں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔ لیکن میں اس نئی دنیا کا کو لباس پہنوں اور جس طرح کھڑا رہنا تھا کہاں کے لوگوں کی نظروں کو غازی بنا رہا ہوں اسی طرح آؤس بھور کے منظر کا بھی (صفحہ ۱۰)

میں مختصر سے کہوں کہ اندر غرائف، سیاست، ادب، تفریح و تفریح، اخلاق و مروت، برکت، سب ہی کچھ موجود ہے اگر سب سے مرتب ہونے کے بہت تفرق اور اپناں ہی۔ تاہم مرتب نے اسے نمایاں کر کے آؤس کے ذخیرہ میں ہر پو اور ہر اعتبار سے ایک سوز و گداز کا منازہ کر دیا ہے۔ خود انکے قلم کا دیا پڑھی پڑھنے کے قابل ہے۔

(۲) انڈین کانسٹیٹیوٹنل ٹینکل (انگریزی) بینی ہندوستان کے انکی گتھی۔ از پروفیسر جیل الدین احمد ایم اے ۹۰ صفحہ۔ قیمت پیر پتہ شیخ محمد اشرف قاری کتب - کتب خانہ دارالہجور۔

کانگریس اور مسلم لیگ کے اختلافات پر اب بھی کچھ کم ہستے، اگر بیگ کے مسائل نے ان پھید گئیں اور اچھا نہ کر دیا۔ انگریزی میں چونکہ مسلم لیگ اور اسکے ہم خیالوں کے ہاتھیں بڑے نام ہے اس لیے انگریزی پالپ سے سامنے بننے پر آمادہ نہیں ہوتا، کہنا چاہیے کہ وہ سب یکطرفہ ہیں۔ اس بار کے صنعتی تالیف داد ہیں کہ انھوں نے قابلیت اور سنجیدگی کے ساتھ مسلم لیگ

کے نقطہ قیام کی، مباحثہ کر دی ہے۔ اور گویا ایک کے سارے ہم خیالوں کی طرف سے فرعن کفایہ ادا کر دیا ہے۔ دوسرے کی اگت شینک و ابلی شہر پیکش اور زیر ہند کی تو صیحی تقریریں، لیگ جو اسے نہ قبول کر سکی اس معذوری کے اسباب 'عز من تمام سائل متعلقہ پر خاص تفصیل سے اور مدلل بحث کی ہے۔ کتاب اپنے لب و لہجہ کی شائستگی کے لحاظ سے ایک کے مخالفوں، ہندوؤں، انگریزوں، سب کے ہاتھوں میں جانے کے قابل ہے۔ کاغذ، چھپائی، وغیرہ نمایاں خوشنویس کے لحاظ سے شیخ محمد اشرف شہر انگریز کا کلام سچا ہے خود ایک شائستگی ہے۔

(۳) دین اسلام (حصہ اول) از مولانا لطف الرحمن - چھوٹی قطع۔ ۹۰ صفحہ۔ قیمت پیر پتہ، کتب خانہ ترجمان القرآن - مالدار صوبہ خیال)

مختصر سا دیا ہے باپیش لفظ میر تقی کے قلم سے ہے اور جیل ہے

مولوی لطف الرحمن صاحب کے لطف و غنایت سے انکی کتاب

دین اسلام کے حصہ اول کا سوز و غل اشاعت جا بجا ہے

دیکھ لیا، اور اس مطالعہ سے مستفید ہوا۔

دین اسلام خود جس طرح سیدھا سادہ، اچھے پیچھے ہے چاہے بہت زیادہ سچ ہے، اسی طرح یہ کموں کو بیان کرنے والا سارے بھی صاف و سادہ، موقع موقع پر شریعہ و دلائل اور اپنے عقیدہ کے انکشاف کا کافی جاسوس ہے۔ دین اسلام کی سہ اسکی تعلیمات کیا ہیں، خاص خاص صفات اور اعمال اسکے بتائے ہوئے کیا ہیں، اس قسم کے بحث سے سوالات کے جوابات سلیس زبان میں اس رسالہ کے اندر آگئے ہیں۔ اور جو مسائل رہ گئے ہیں یقین ہے کہ دوسرے حصوں میں وہ سب بھی آجائینگے۔

مولوی صاحب موجودہ نئے اطلاعی نیت کے ساتھ مسلم و غیر مسلم کے سلسلے مسائل اسلام کا خلاصہ قابل مطالعہ صورت میں پیش کر دیا ہے۔ اللہ انکی اس خدمت کو قبول فرمائے اور انکے ہمتوں کو ان صفحہ شریعہ زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق دے۔ آمین

کتاب مصنف کے مفعول دیا چہ کے بعد عقائد و عبادت، غایت کے تین حصوں میں تقسیم ہے۔ اسکی حیثیت نوعی نیم نفسی نیم کلامی ہے۔ نہیں کہیں طریق و سادہ کے مسائل پر بھی گفتگو آگئی ہے۔ سادہ اسطو و سادہ کی تالیف پسند ہونے لوگوں کے حق میں مفید ہوگا۔ رسالہ کے سوز و روح و نثر اس کے انداز بیان کو سمجھنے کے لیے اس کے خاتمہ کے قریب کی عبارت ذیل کافی ہوگی۔

"اسکا کافی سہی کہے اس سال میں مذہب اسلام کی صحیح تفسیر اور جامع نقشہ پیش کیا گیا ہے اور اسکے بعد انفرادی و اجتماعی کے سامنے قرآن کریم کی وہ دعوت و ہدایت باقی ہے جو دنیا بھر کو کھٹا ہے میں نے کہ غلات و سعادت کی راہ مرستہ ایمان اور عمل صالح ہے۔ جو کوئی ایمان اور نیک عمل اختیار کرے

وطنیت اور قومیت

ایک فرسودہ تخیل

ڈاکٹر وصی الدین ایم سے اپنی ایک خطبہ صدارت طلبہ قدیم جامعہ عثمانیہ کی کانفرنس میں

... آپ ہم اس کانفرنس میں موجودہ حالات اور واقعات پر غور و فکر کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں لیکن سوچتے انسانوں کی اس عالمگیر تباہی و بربادی سے جو چارے چارے ہیں ملت جاتی ہے اور کہ دنیا اقدار زیادہ محتاج خود ہے نوع انسان کو اس خود کشی سے بچانے کے لیے ساری دنیا کے آپ ہی جیسے نو جوانوں اور تسلیم یافتہ افراد کو مدد و جد کرنے کی پٹلی وہ فوری اور فوری ذرائع جو اس لاکھ اور نو تیرہ لاکھ کو ختم کر رہی ہیں اور دنیا کو اس اور چین کا سانس لینے دینے دیں۔ شاید فی الحال ہمارے بس سے باہر ہیں لیکن اگر کسی طرح امن قائم ہو جائے تو اسکو باکرا بنائے اور ان ملک جنگوں کی جنگیں میں آپ ہم بھی ساری حصہ لے سکتے ہیں اور اسکا کرنا ہمارا فرض ہوگا۔ اس امن عالم کے لیے جو طویل المیاد نظام عمل بنایا جائیگا اسکا ایک اہم لکھ غالباً سب سے اہم نکتہ میں آپ کے سامنے غور و فکر کے لیے پیش کیا جا چکا ہے۔ لیکن انسانوں کی بد بختی سے اسکو ٹھکرایا گیا اور اب بھی اگرچہ کبھی نہیں دنیا کے کسی گوشہ میں ایک آدمی آواز اس کے منہ سے نکلتی ہے لیکن ابھی تک اسکی اہمیت کا محقق محسوس نہیں کی جا رہی ہے حالانکہ نسل انسانی کی نجات اسی میں ہے کہ اس پر زیادہ سے زیادہ توجہ کی جائے۔

مختصر الفاظ میں یہ نکتہ کرۂ ارض کی غیر منقسم وحدت اور تمام انسانوں کی عالمگیر اخوت کا ہے۔ ساری جزائی اسی وجہ سے پیدا ہو رہی ہے کہ ہم پرانے اقدار کو مضبوط کر لے ہوئے ہیں اور نئے برسے ہوئے حالات کے تحت انکا جائزہ لینا نہیں چاہیے۔ آئیے وطنیت اور قومیت کے رائج تصور کی سائنسی تحلیل کریں اور دیکھیں کہ زمین کی جزائی تقسیم اور نوع انسانی کی قبضہ گردہ بندی اس زمانہ میں کہاں تک حق بجانب اور قابل عمل ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ انسانوں کے پاس ذرائع حمل و نقل کچھ نہیں تھے اور سمندروں اور پہاڑوں کا عبور کرنا تو کچھ اندیوں اور دریاؤں کا بار کرنا بھی انکے لیے مشکل تھا جہاں تک انکی رسائی تھی وہی انکی دنیا تھی۔ انسانی جماعتوں کی توسیع انکے ذرائع حمل و نقل کے تناسب میں رہی ہے۔ غاروں، قبیلہ، قریہ، شہر اور ملک کی ارتقاء اور تشکیل اس طرح ہوئی ہے کہ انسانوں کو ایک دوسرے سے ملنے جملنے کی سہولتیں زیادہ ہونا پڑتی چلی گئیں۔ سائنس اور تمدن کی ترقی کے ساتھ انسان کا وطن قریہ اور عقبے گزر کر شہر اور ملک تک پہنچ گیا۔ ابتدائی زمانہ میں جزائی حالات انسانوں کے لیے فیصلہ کن تھے اور وہ مجبور تھے کہ پہاڑوں اور دریاؤں سے گھرے ہوئے نظروں کو ایک وحدت تصور کریں اور ان میں بسنے والوں کو ایک قوم۔

موجودہ زمانہ میں ہم نے اس ارتقائی اصول کو ملحوظ نہیں رکھا اور جب تک ہم اس قانون تمدن کے خلاف جانیں گے جاری شکایات میں

امناذ ہوتا جا رہا ہے۔ غور کیجیے کہ ایک طرف تو انسان نے زمین کی طائیں کھینچ دی ہیں اور زمین آسمان کے خلا میں لادیں ہیں اور دوسری طرف وہ اسی جزائی وطنیت کے چکر میں مبتلا ہے اور نہیں سمجھتا کہ طیاروں اور ہوائی جہازوں نے جزائی سرحدوں کے تصور کو نطفہ نہیں بنا دیا ہے۔ ہم یہی سے نکل کر ہمارے کسی گاؤں ملک جہاں طیارہ گاؤں پر اتنی آسانی سے اور اتنی جلد نہیں پہنچ سکتے جتنا سمندر یا پوسٹن پہنچ سکتے ہیں۔ پھر کس بنا پر کہا جائے کہ یہی اور ہمارا ایک ہی جزائی اکائی ہیں اور یہی اور یہی اور سمندر یا پوسٹن ایک جزائی اکائی نہیں ہیں۔ ہم اس وقت جہاں بیٹھ کر نیو یارک والوں سے بات چیت کر سکتے ہیں اور معلوم کر سکتے ہیں کہ ان پر کیا گزر رہی ہے۔ لیکن میں سوچتا ہوں کہ ان کی خبر حاصل کرتے ہیں کئی دن لگ جاتے ہیں۔ پھر یہی کیا حق ہے کہ راجہ آباد والوں کو جو عن سبھیں اور نیو یارک والوں کو غیر ملکی تصور کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنی اور سیاسی حدود کی وجہ سے جزائی وطنیت اور اس قومیت سے جو کسی ایک ملک کے باشندے ہونے پر منحصر ہے باہر نہیں نکل سکتے۔ حالانکہ سائنس کا یہ معرکہ اور واضح فیصلہ ہے کہ اب جزائی اکائیوں اور مختلف ملکوں کے تصور کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اب سارا کرۂ ارض ایک اکائی اور ایک وطن ہے اور اسکی وحدت میں تمام انسان چاہے نہیں کے رہنے والے ہوں برابر کے معذور ہیں۔ کیا کوئی سمجھتا ہے کہ سائنس کے وجودہ جزائی اکائیاں سائنٹفک آئیڈیل ہیں۔ کیا یہ تاریخ کے حادثات اور اتفاقات پر منحصر نہیں ہے کہ ملک کی جزائی سرحد اس حد تک پہنچ کر رہ گئی اور آگے نہیں بڑھ سکتی۔ مثال کے طور پر جرمنی ہی کیلئے۔ کیا لافز فریڈرک، گوٹے، ہمارک، ہینڈبرگ میں سے ہر ایک کے زمانہ میں جرمنی کی جزائی سرحد غیر متغیر تھی۔ اور کیا آج کل ٹیٹل کے جرنی کی سرحد بھی وہی ہے۔ اسی طرح دوسری مثال کے طور پر خود ہندوستان کو لیجئے۔ کیا پانچ ہزار برس پہلے سے لیکر آج تک ہندوستان کی جزائی اکائی وہی رہی ہے جو اب ہے۔ اسکے علاوہ جزائی اکائی کی تعریف کیا کی جائے۔ اگر آپ فرمائیں کہ ہمالیہ ہندوستان کو سب سے جدا کرتا ہے تو پھر کیوں دکن اور شمالی ہند کو در جزائی اکائیاں سمجھا جائے۔ بلکہ آپ کی جزائی اکائی کا منطقی اکائی کا منطقی نتیجہ یہ نکالنا چاہیے کہ جہاں کہیں کوئی خطہ زمین کسی پہاڑی اور تالاب سے گھرا جائے آپ اسکو ایک جزائی اکائی اور علیحدہ ملک تسلیم کر لیں۔ یہ تو کوئی منطق نہیں کہ آپ کہیں ہم ہیں ملک تقسیم کریں گے اور اسکے آگے تقسیم کرنا نہیں چاہتے۔ اسی جزائی تقسیم اور وطن پرستی کے غلط پروپیگنڈے نے یہ سارا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ ہوس نے نوع انسانی کے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھے ہیں اور خدا کی زمین کو مختلف جماعتوں نے تقسیم کر کے خاص اپنی ملکیت بنا رکھا ہے۔ پھر کیا تعجب ہے اگر یہ مختلف عقائد آپس میں ٹکرائیں اور وہ ہولناک شرارہ پیدا ہو جو اب ساری نسل انسانی کو فنا کر دینے کی دھمکی دے رہا ہے۔ تو پھر کیا ملکوں اور جماعتوں کے لیے اس وقت زیبا ہے کہ وہ وطن پرستی اور جزائی اکائیوں کی تبلیغ کرے۔ اس آگ برائے تیل چمک دیا جائے۔ کیا اس وقت ضرورت نہیں ہے کہ کم از کم (۱) فی ملکیت پر غور کریں

لاہور کی نئی تحریک

لاہور میں پچھلے دنوں چند دیندار مسلمانوں نے لیڈر اکیمل اسلامی جماعت کی تشکیل کی ہے۔ اس جماعت نے اعلان کیا ہے کہ اسکا مقصد حکومت الٰہی کا قیام ہے۔ جیسا کہ متعدد اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ کسی سلطان کو اس مقصد سے انکار تو کیا، ہر دوسرے نزدیک وہ سلطان حقیقی سلطان ہی نہیں جو اپنے ہمتا خانہ قلب میں اس جذبہ کی آگ کے شعلے فروزاں نہیں رکھتا۔ اور بظاہر اسکی بھی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اپنے دوستوں کی نیوٹن پر کسی قسم قسم کا کوئی شک و شبہ کریں۔ لیکن ہم اپنے ان آزاد و کاراں بابہ کے بھلے پن اور سادگی پر کچھ غصے میں آئی ہیں اور کچھ انہیں بھڑکاتے ہیں کہ انہوں نے اس راہ میں کوئی موثر عملی قدم تو اٹھایا نہیں اور اپنے ہی سے قیام حکومت الٰہی کا اعلان کر کے ایک طرف اپنے رفقاء کو دسیا دیا اور اپنی طرف سے خبردار کر دیا اور دوسری طرف اپنی جماعتی حیثیت "حرفین سفید نام" کے نزدیک مشتبہ باد بنی۔ لیکن یہ ملک کے نوجوان گروہوں کی روش روزگاہ کے ستارے جیسے مسلمان نوجوانوں کو اس تحریک میں (انکو حقیقتہً اسکو تحریک کہا جاسکتا ہے) زیادہ سے زیادہ شریک کرنے کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ تاہم اس اعلان کو رکنا نتیجہ ہوگا کہ آپ کی ہر حرکت کی گڑی ٹکرائی کی جائیگی۔ اور جب کہیں یہ محسوس کیا لیا کہ آپ کا وجود کسی قوم کے حق میں سیاسی اعتبار سے معزز ہو سکتا ہے، آپ کو کھل کر دکھایا جائیگا۔ پھر آپ کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ آپ اپنا جماعتی نقطہ نظر کر کے اپنے نصب العین کے لیے کوئی موثر جدوجہد جاری رکھ سکیں۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ کہ ممکن تا لیاں بچانے سے بڑے بھاگ بھلے والے نہیں ہیں۔ تحریک خاکسار کا جو مشہور اس کی ایک ذمہ اور تازہ مثال ہوا ہے سامنے ہے۔

اسلامی جماعت کے ذمہ دار اصحاب سے پوچھتے ہیں کہ آپ حکومت الٰہی کے قیام کا دعویٰ کرتے ہیں تو اب سوال یہ ہے کہ کیا آپ کی رشتہ میں حکومت الٰہی کا قیام مسلمانوں کی ناقابل شکست سیاسی طاقت کے بغیر ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں ہو سکتا اور یقیناً نہیں ہو سکتا تو اب فرمائیے کہ آپ نے سیاسی طاقت حاصل کرنے کے لیے کیا لائحہ عمل بنایا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ لائحہ عمل وہی قسم کا ہو سکتا ہے۔ ایک آئینی دوسرا غیر آئینی۔ آپ نے ان میں سے پہلے لائحہ عمل کی قطعی تفسیر کر دی ہے۔ کیونکہ آپ اپنے شایع کردہ دستور کے مطابق حکومت سے کوئی تعاون کر سکتے ہیں اور کسی اور غیر مسلم سیاسی پارٹی سے۔ اب رہا فیروانی نقطہ عمل، تو لائحہ سرگرمیاں کہ اسے کیا کیے

صورت حال یہ ہے کہ آپ غلام و غلام ہیں نظریہ کی آزادی ہے نہ تحریک کی۔ کوئی چند پارٹی آزادی کے ساتھ رکھ نہیں سکتے۔ تاہم مروجہ طاقت کی موثر طاقت و رومی ناقابل عمل ہے۔ پھر یہ بیان میں تھا آپ ہی آباد نہیں بلکہ دوسری قومیں ہیں جماعتی طاقت۔ تعلیم میں، صنعت و حرفت میں آپ سے زیادہ ترنی یافتہ ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہمیں

کہ آپ کس طرح اپنی الگ جماعت بنا کر سیاسی طاقت و قوت حاصل کر سکتے ہیں۔ اسوقت آپ کی مثال تو بالکل اس مجبور، بے بس قیدی کی سی ہے جو اپنی سلاخوں میں قید ہے، ہاتھ پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوئی ہیں اور بلند و بالا دیواری جیل کے بچا ملک پر چار چار سلسلے پھر رہا ہے اور بھی کھڑے ہو سکتے ہیں اور ہل سکتے ہیں۔ اور جو یہ قیدی بیخود جمع کر کے رہا ہے کہ "میں اپنی حکومت قائم کر کے تھوڑی حکومت کا قیام کر کے رکھ دوں گا اور اس کے لیے میں نے لوگ بھی جمع کر کے بھی شروع کر دیے ہیں" ظاہر ہے کہ قیدی کے اس نا عاقبت اندیشانہ اعلان کا نتیجہ بچاؤ کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مدت اسارت میں قیدی کے ساتھ ساتھ اسکی زنجیروں میں چند اور زنجیریں کا اضافہ ہو جائے تو غریب آہ سرد بھر کر کہے گا۔

دماغ کی شارٹ جو آئی اضطراب شوق میں
حال دل گسوت نے سب اس کے منہ پر اٹھ دیا
دوستو! اگر واقعی تم اسلام کا نام بلند کرنا چاہتے ہو تو عزت سے کہ گزرو بندہ بنو اور غنائی اور اپنے بانگ و قادی کو اسے اپنی تشریف باز آواز اور غلاموں و غنیمت کے ساتھ بالکل تمام طریقہ پر کام کرو۔ پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ کی جماعت کو دوسرے لوگوں کے ساتھ جبر و تشدد کے بجائے صلح و رشتہ اور ملاحظت و نرمی کا معاملہ کرنا چاہیے اور اسکا خیال دیکھ کر کہیں کم از کم نیچے زیادہ اگر جو کہیں آئے کر لکھائیے۔ (برہنہ مدلی)

(بقیہ صفحہ ۶)

نئی نسل کو اسکی تعلیم دی جائے کہ ہماری زمین ایک ناقابل تقسیم اکائی ہے۔ جو سارے انسانوں کا وطن ہے، جس میں ہر شخص کے لیے آزادی ہے کہ وہ جہاں چاہے اپنی زندگی بسر کرے۔ تمام دنیا میں ہر ملک ایک قوم ہے اور وہ برسی، امریکی، ہندوستانی قوم نہیں بلکہ انسانی قوم ہے۔ مختلف ممالک جزائی یا قومی اکائیاں نہیں بلکہ انتظامی اکائیاں ہیں، جیسے ایک ہی ملک کے مختلف صوبے اور اضلاع ہوتے ہیں، اس تعلیم سے نئی نسلوں کے ذہن میں تاریخ انسانی کا صحیح پس منظر پیدا ہو جائیگا اور وہ دنیا اور دنیا انسانی کی مجموعی اکائی کا خیال پہلے اور جزائی رعبوں کا بعد میں کر سکتے ہوں گے۔ انسانی نسل آئندہ اسی طرح باقی رہ سکتا ہے ورنہ اگر مختلف آزاد جزائی قوموں اور اکائیوں کے نظریہ پر اسی طرح عمل کرنا ہو تو ہر سال کے بعد ملک سے ملک تر جنگ کا چہرہ جانا لازمی ہے۔ اچھے بھروسے کا جو نتیجہ ہو گا وہ ظاہر ہے۔

فرہنگ انسانوں اور خصوصاً نئی نسلوں میں وحدت، اخوت اور سادات کے اس شعور کو بیدار کرنے کی طرف سب سے زیادہ توجہ کی جانی چاہیے۔ لیکن انہوں نے کہ اس ذہن پر ہونچکر بھی ہر ملک اور ہر ملک میں وہی جزائی وطن پرستی اور قومیت کا فرسودہ اور ہلکا سا رنگ اڑا جا رہا ہے۔ کیا ہمارے تعلیم یافتہ بھائی اس جانب کچھ توجہ کریں گے؟ (برہنہ مدلی)

(بقیہ صفحہ ۵)

وہی کامیاب ہو گا۔ کسی کیسے کسی گروہ سے نہیں اس آجی افلق کا ہی نہ ہو گا۔ خواہ وہ گروہ کتنا ہی معزز اور محترم لقب، سلم، بودی، عیسائی، مجوسی وغیرہ کے ساتھ جگائے ہیں، تب بھی وہ اپنے عقائد و احوال کا محاسبہ کریں۔ اگر کوئی برائی یا خیرین اصلاح کریں۔ اور اگر کوئی صاحب بودی، نصاریٰ، مجوسی، برہمن، بودھ وغیرہم کے ساتھ مشابہتیں تو وہ بھی اپنے جنالات اور اعمال کا جائزہ لیں۔ اگر اپنی کوئی بات بری دیکھیں اور اسلام کی تعلیم سب سے بڑی، اپنی تعلیم کے مخالف یا اس سے دور ہیں تو بلا کسی نصب اور طرز ہی مذہب کے اپنے خاتمہ کے لیے خوشی سے اسلام کی بھی تعلیم قبول کر لیں۔ (صفحہ ۵)

مصدق لکھنؤ: میں اگر کوئی صاحب بودی

(۶) اکام۔ از خواجہ محمد شفیع دہلوی۔ ضخامت ۱۰۰ صفحے۔ قیمت ۱۲۔ حضرت ہی کے پاس سے کیا محل۔ اہل کے چہ سے مل جائیگی۔

دہلی کے پیر و انشا پروردہ خواجہ محمد شفیع کا نام اب شاہزادہ کے لقب کے لیے لایا اس دہا ہے۔ نام طرین صدق کے لیے۔ اکام لکھا آواز عربی الفاظہ تعلیم سرری تفر میں ایک، گلشن انسانی، اگر کسی نظریں نکستہ افغان کا غزاۃ۔ اور ہر صورت میں ادب و انشا کا ایک گنج شایگانہ۔ دہرہ ایک شہر دیو ہے اور سینہ د عاقر جواب نہایت۔ اسکا سابقہ ایک نو جوان کا ظہر سے چڑ گیا ہے۔ کاظم زانت میں فردا، عاقر جوابی میں استاد۔ ہر رنگ میں رنگارنگ، گھاٹ گھاٹ، کاپانی سپے ہوئے۔ لیکن اپنے کو لیے دیے ہوئے، نفس کو جا بویس کے ہوئے۔ اسکا دل اس کے کے ہیں۔ وہ خود دل کے کے ہیں نہیں۔ ہوا نے خوب خوب کندیں چھینکیں ہر ہر طرح جال ڈالے، وہ ظالم ایک بار بھی نہ پھندا، ہر بار خود شکاری ہی کو فکارت کرنا گیا، اور چوٹ کھائے ہوئے فرد و نکستہ کو چمکے پر چمکے دیا گیا۔ لفظ عبارت میں سے و شاپرک وہ سخن آرائیاں کہ دھوکا دیا ان مانتہ کا ہوتے گئے، سنی و مضموم میں اخلاق و معرفت کی ہلکیاں کہ گان گشتان سدی کا گزرتے گئے۔ زبان کے چہرے دیکھتے ہیں تو کاظم کا سرکہ ایک دس کی محفل میں میراثی صاحب سے لا خند ہو۔ دس صاحب اپنی بے فنی اور بے آوازی پر نادان سر محفل چلے آ رہے ہیں ساری محفل ان کے جانے باز اور بے پرستو جو چش کاظم اور میراثی کے درمیان چھٹے نہیں اگلی ہی جھلک دیکھتے چلے۔

مصدق لکھنؤ: میں اگر کوئی صاحب بودی

راجہ اندر ہیں۔ موسیقی آپ کے دم قدم سے ہے۔ اچانک سے گاز۔ شجر و بحر بعد رہے ہیں۔ مرد و دی و مذہب سے جاتے ہیں۔ سر نہیں نشانی موسیقی ہیں۔ میراثی کچھ بھی نہ میراثی تھا۔ تاہم توڑ فخر سے سن کر خوراسا گیا۔ جب زبان نہ چلی تو سر ہٹا کر دیکھا اور لگا حال کیلئے۔ یہ راگ کاظم کے ہیں کاظم تھا۔ میدان جانا نظر آیا۔ بازی ہر تکی دکھائی دی۔ یہ وہ وہ دماغ۔ فوراً بولا "سروں کا زور ہے۔ آگ لگ جائیگی۔ پانی ڈالو۔ جلدی کرو۔ اور ساتھ ہی ساتھ برت کے پانی کا بھرا ہوا ایک گلاس پر نصب میراثی پر ڈال دیا۔ میراثی حال سے بے حال ہو گیا۔ کھلے بندھ گئی تھیں۔ گنگا عورت کے دل کی چھین دیکھا ہو تو رن اٹھیں۔ سب اس کے گھٹے کسی نے ایک پڑا فرقہ مناسب تہیہ کے بعد اکبر کا بہ شرمناک آگے کون خوش بہت ہے۔ زمانہ میں ہے آہر کے سوا سب کچھ اندے سے رکھا ہے شوہر کے سوا

اس پر پیو ان کے تاثرات۔
"کمان یہ سن رہے تھے، آنکھوں کے ساتھ ازاد و اجی زندگی لینے مناظر پیش کر رہی تھی۔ اوزیں اس کا شہ میں غرق تھی۔ ایک عجیب حالت تھا۔ عجیب ملک۔ خزانہ کا دش تھی، اجوتی خزانہ۔ میں ان کیفیات میں ایسی کو قہمی جیسے ہو کا روٹی کے تصور میں، ہانچہ اولاد کے خیال میں۔ سینے میں ایک چیز تھی جو کچھ ایک ہی تھی چلو میں ایک غلام تھا، جو آج میں نے پائی، نہ محسوس کیا۔ میرا ہر طرف خوشی کی تلاش میں رہا۔ سیری دنیا کی نوبت میں ایک مومنان بنا تھا۔ آج مجھ میں دہشت جاک اٹھی تھی جو بوجہ بننے پیدا ہوئی ہے، جو ان بننے پیدا ہوئی ہے۔ آج وہ خلعت انگریزائی لیکر آٹھ کھڑی ہوئی تھی جسے ایجنہ دیکر سلا دیا گیا تھا۔ آج وہ حقیقت اپنا حق مانگنے آن ہو چکی تھی جبکہ کذب و ریا اور غلط فہم کے انہار میں دبا دیا گیا تھا۔ زندگی کا جانا۔ پاک کر کے عورت پر آم ہوئے کو تھی۔ عورت جو کھولنے کو جانا سمجھتی ہے۔ عورت جو اپنا خون چوسا کر منسل انسانی کو جانتی ہے۔ عورت جو شہادت سے فیر کی گئی ہے۔ عورت جو ماں سے نہیں کی گئی ہے۔ میں آدم دعو کے ٹائیدوں کو دیکھ رہی تھی۔ آج میں نظرت ہی نظر تھی۔ احوال سے میرا۔ نفاست بالائے (صفحہ ۵)

غرض کتاب کیا ہے، ایک ایچ۔ عورت و مذہب کی اسیرت راہروں کی چہرہ پر شرفی و طرانت کی نقاب۔ نقاب کے اندر پشیمانی پروردہ کے سجدوں کے نشان۔ پسو سدی کے ہر زو جان کے انھیں جانے کے قابل۔ اضافہ نام کا نام کام۔ لیکن ہر اعتبار سے کامیاب۔ (اپنی آئینہ ۵)

تحفہ حسردی

بنیاب میر صدق کی ایک قدیم کالیف۔ حکام و محاکم کے باہمی تعلقات پر قرآن مجید و حدیث کے احکام اور علماء اسلام کے حکام سے یونان کے بہترین احوال کا مجموعہ۔ ہر رنگ کے کٹ بیٹھنے پر مداد ہو گا۔ چند کھدھنی خاں۔ اور بلبل۔ بارہ لکھ۔

"میراثی صیحا پڑا جا رہا تھا۔ اڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ دماغ آواز آ کر انھیں لا رہا تھا۔ وہ "سرکار شاہوں سے سرخس رہے ہیں" کاظم نے کہا "عالمیاء مجسم موسیقی ہیں ہر جن سے سر بوس رہے ہیں" میراثی نے بہت زور دیا۔ باب دار کی ساری طاقت سے کام لیکر کہا "سرکار شاہ پہنچے ہیں" وہ عاقر دماغ بولا "مالی جاؤ شمشاد موسیقی ہیں، لکن داؤدی جانی ہے۔ اس فن کے پیغمبر ہیں" میراثی نے زمین پر ہاتھ لگا دیے اور بولا "تانا سیتا قبر میں چڑا کر پڑا ہے" کاظم نے کھنکھایا "بجو باور سے کی روح قدس ہوئے آئی ہے۔ اگر عورت کو یہ فن آواز زور کے راگ میں نہ آتا۔ سر باقر ہانڈے کوٹے ہیں، آگ جلو میں حاضر، دسیفی داس سے دانت سرکار

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمَا الْمُتَّقُونَ (اور جو سچی بات لے کر آیا اور صبحہ اسکو سچ مانا وہی لوگ، ہر گاہ میں)

ایڈیٹر۔ عبدالمجید

چندہ اور امتلا می امور

کے متعلق مراسلت اس پتہ پر ہوں۔

محمد عبدالرؤف عباسی ختم صدق

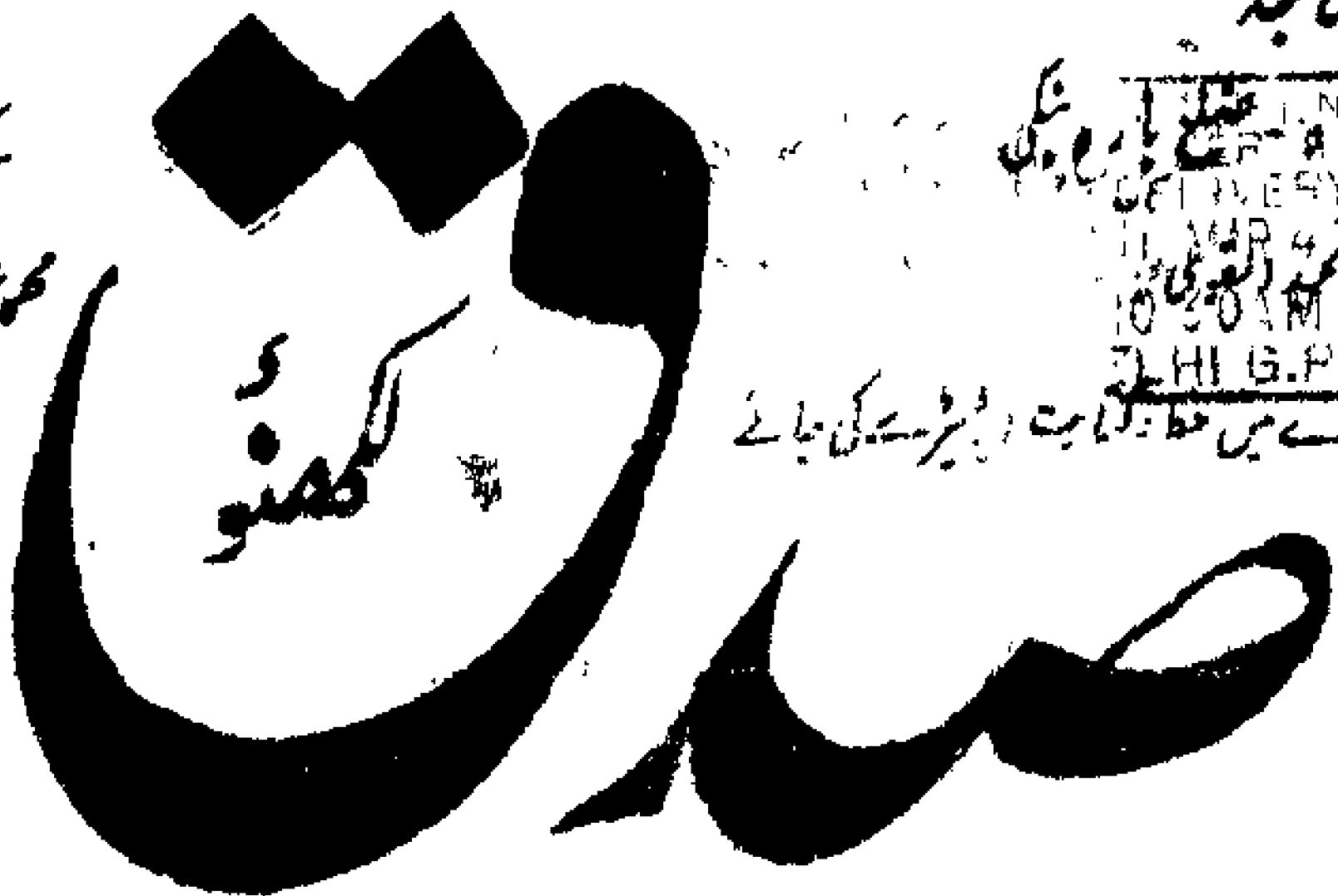
مرشد آباد پلویں۔ گولہ گنج۔ کھنڈ

چندہ سالانہ

شمارہ

مالک فیروز سالانہ شکار

نیت فی پوچھ



پتہ: ۱۰۱، سٹریٹ ۱۰، لاہور

نائب: اہم، محمد تقویٰ

مضامین کے اسے میں مطابقت اور پڑھنے کی جائے

۱۶۹۱

نمبر ۲۱ - دوشنبہ - ۲۱ - صفر ۱۳۸۲ - مطابق ۹ - مارچ ۱۹۶۲ - جلد ۷

سچی باتیں

پندرہویں پارہ کی سورہ بنی اسرائیل میں ختم کے قریب آیت منظر
کہے آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے
ولا تخرعوا منکم ولا تفرقوا ولا تفرقوا منکم ولا تفرقوا منکم
بنا داخی بن ذلک سیلا بالکل چپکے سے بلکہ دونوں کے درمیان
(موسط) راہ اختیار کیجیے۔

رسول نماز بالکل چپکے نہ پڑھیں کہ بغیر زار سے بڑھے و دوسروں کا عقلم
پر کہہ کر سکتی تھی۔ یہ حکم تو آسانی سے سمجھ میں آگیا۔ باقی یہ حکم آخر میں
کہ رسول نماز زیادہ بلند آواز سے بھی نہ پڑھیں؟ یہ حکم تو آسانی سے سمجھ
میں آئے والا نہیں۔ تشریح و توضیح کے لیے بیان ترجمان القرآن حضرت
عباسؓ کا سنبھلیے۔ روایت امام بخاری کی ہے:-

عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ولا تخرعوا منکم ولا تفرقوا
بہا قال نزلت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منک کان اذا علی
باصحابہ یخرج صوته بالقرآن فاذا
سمع المشرکون سید القرآن ومن
اخر لا ومن جاوبہ
ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آیت ولا تخرعوا منکم
ولا تفرقوا بہا اس وقت ازل ہوئی جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آغاز اسلام میں) لوگوں میں
رو پوش تھے یعنی ملائکہ اور اسے عبادت
نہیں کر سکتے تھے سو اپنے اصحاب کے
ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور بلند کہتے مشرکین
جب یہ آواز سننے تو قرآن کو جو پڑھتے اور
اور اس کے آواز سے کہیں اور اس کے
لائے اور اس کو پڑھتے۔

خدا اور رسول اور خود قرآن کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ
انھوں نے اپنی مسلم کہ حکم دیدیا کہ لا تخرعوا منکم
یعنی نماز میں اپنی قرأت کو پھاڑ کر نہ پڑھو کہ
بہر ایک سبب المشرکون فیستبوا القرآن
لا تخافوا بہا عن اصحابک فلا
تسمعون داخی بن ذلک سیلا
در بیان کاربستہ نکالو۔

روایت بخاری کے علاوہ مسلم و ترمذی و ابوداؤد کی میں ہے۔
تو گویا قرآن جیسی اہم چیز، جبکہ جہری نماز میں صحابہ کی تلمیم کے لیے بلند
آواز سے پڑھنا اور بھی زیادہ واجب تھا۔
اس تک کہ بلند آواز سے پڑھنے کی ممانعت
خود قرآن کے اندر رسول کو آگئی کہ اس سے دوسرے مفاسد پیدا ہوتے
تھے اور جو چیزیں مرت تقدس و احترام کی صفات ہیں مشرکین کو انکی
اہانت و تحقیر کا موقع ہوتا تو گنگ جاتا تھا۔

روح صحابہؓ، وہ بھی اپنی عام و مطلق صورت میں نہیں ایک مخصوص
تاریخ پر متعین صورت، بہت کے ساتھ بڑے بڑے جھڑوں اور نشانوں کو
لہراتی ہوئی بڑی جہری لاگوں کے آواز سے پھاٹوں کے پیچھے گزرتی ہوئی،
محض ترنم کے ساتھ ٹالیوں میں پڑھتی جاتی ہوئی، عظیم الشان مجلس جلوس
کے ساتھ، کیا قرأت جہری سے بڑھ کر اچھی ہے؟ قرآن اور حالت نماز میں
بڑھے جلستے والے قرآن سے زیادہ جہری ہے؟ عیب اسے الیہ مفاد
کی خاطر رک دیا گیا تو کیا اس سے کہیں زیادہ وقت اور حکم کے لیے مفاد
ہوگا؟ خصوصاً جبکہ کسی مخصوص مفاد کے بغیر وہی روح صحابہؓ
اس ہیئت کذائی کے ساتھ کہیں؟ عیب ہے؟ عیب نہ ہو سبب

روایت ابن ختم نہیں ہوئی۔ مشرکین نے نماز میں قرآن کی آواز سن کر

[illegible]

ایک صحیح اقدام
 یہ تھا کہ اس وقت کے سرکار کے عہدہ داروں کو
 حکومت نے ان کی تعلیم کے ذریعہ سے بند کر دیا ہے۔ ذرا قہر یہ ہے
 کہ یہ تعلیمات آپ صدر اعظم جادو کے عہد کا ایک کارنامہ ہے
 اس نے بڑے مفیدوں کے ذریعہ سے بند کر دیے اور محکمہ
 تعلیمات کو اخلاقی پاکیزگی کے ایک بلند معیار کی طرف لپٹا
 دیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حکومت
 سنواتی مدارس کے لیے "چیف انجیلرس" کا عہدہ منظور
 کر چکی ہے۔ بہت اچھا ہوا۔ اگر اس جگہ کسی تجربہ کار خاں
 کا تقرر ہو گا اور وہ کافی صاحب اختیار بھی کی جائیں گی تو
 پھر آستانوں کو اپنا عرصہ صرف لے کر حکام تک جانے
 کی ضرورت ہی نہ ہو گی اور نہ حکام تعلیمات کو سنواتی مدارس
 کے مسائل کی زحمت گوارا کر لی جائے گی۔ (مجموعہ رکن)

میاں صاحب
تکایہ محلہ بنور شاہ میں ایک امیر فن استاد پر دفینر
بنام شیخ ولیس بن محمد رحمان ۱۱۰۰ قمری شمس ۱۷۹۸
کے حوالے سے لکھا ہے کہ

”لکھاؤ میں انسٹیٹیٹ کے سامنے ایک تقریر میں پروفیسر نے یہ فرمایا کہ ”بڑے بڑے کارخانے خشک ہیں۔“

دور آئینہ انسان ہیں اسے کھانسی لگے اگر دماغ عقل دشور کہتے ہیں۔ پروفسر سوہنٹو اچھی گھاس کھانے کا تجربہ کر چکی ہیں نیا جتنی کتبہ پروفسر صاحب کی زبان سے خوب معلوم ہو گیا، عقل دشور والا وہ ہے جو گھاس کھائے اور بے عقل دہے شور دہے جو گھاس نہ کھائے۔۔۔ نیا سائنسک اکتشاف اور وہ بھی عالم اہل کی زبان سے حسرت و مانی کے شاعرانہ لہجہ

نزد کا نام جنوں پر لکھا جوں کا توڑ

کا عقل دشور سائنس کی خاک و نیامیں!

سنگاپور کی تہذیبی اہمیت

سنگاپور کی جڑیں بہت چھوٹی ہیں۔ اسکا شہر کے ہاتھ میں چلا جانا اور ملانیک کے لیے کیا سخت حادثہ ہوا یہ اور بھی سب کے کانوں میں بچ چکی ہے لیکن کم تو گھاس کے واقف ہونگے نہ نہ وہ جگہ۔ رات کے اسے کوئی اور بھی حیثیت حاصل تھی۔ اُن کی تحریکیں خیرات سے دو ہی ایک، روز تیل رسکا تجارت، ایک شخص صحنوں کے اندر ایک اگر تری اخبار میں جب ذیل شکار ہوا تھا:-

"سنگاپور ایک بہت بڑا شہر مدینہ نیشن کے مطابق ہے۔ سوینک مشرق کا یہ سب سے زیادہ زارہ دل شہر ہے اور اس کی مظلومانہ مینا "زارہ دلی" کے جو معنی ہے محتاج فقریہ نہیں۔ صدق! اس شہر شگنائی کے بعد جو تو ہو۔ سرور سامان جو عید ویت کسی شہر کو صاف، سکھرا، دلکش، پریشاد، آرام دہ بنانے کے لیے دے سکتی ہے یہاں ہی ہے۔ ذائقے نوٹوں میں دیکھو کثرت کا ذکر ہے۔ صدق! کھلے میدان میں متعل تفریح گاہیں اور کارنوال بنے ہوئے ہیں۔ رات کی ہنگامی نوٹی درشتیوں میں سال کے ہر موسم میں سافٹن شلطف برابر موجود ہے۔ ہنسبے۔ ان پر تفریحوں کے چلو چلو لہا لہا شہوانی رقص بھی جاری رہتا ہے۔ جسکا جی چاہے کچھ دیر اسے دیکھے اور پھر خود اس میں شریک ہو جائے"

نگھائی کی "شہرت" اور "نیکلامی" جس قسم کی ہے، اہل نظر و تحقیق نہیں۔ مہجریں کا، اور عینکسٹن کے محققین کا بیان ہے کہ مشرق میں کیا معنی بلکہ دنیا میں اپنی نظریں آپ ہے! اب معلوم ہوا کہ ان خصوصیات میں کوئی عریض ہو سکتا تھا، تو وہ بھی سنگاپور تھا!۔۔۔ بری اور بکری اور جوانی فوج کے علاوہ ایک اور فوج کا بھی مرکز!۔۔۔ برطانیہ کے مخلصوں سے سواں ہے کہ ایسے شہر کے ہاتھ سے نکل جانے پر موقع نکلے، اتم کا ہے! حسرت و بار بار کا

"صاحب" کی سفاکی

"اس زمانہ کے جہاز بھی گویا بدکاری اور درندگی کی متحرک چٹاؤں ہیں۔ اس عہد کے سمندر و اخلاق پر پوری ادنیٰ اس تاریخی واقعے بڑی ہے! عجیب

۱۹۳۷ء میں سر جان مارنڈیل کے بڑے گھوٹان سے آیا، تو جہازوں کا بوجھ لگا کر نئے کے لیے ۶۰ عورتیں جو جہاز پر سوار تھیں تختہ جہاز سے سمندر میں پھینک دی گئیں! ان میں سے کچھ تو اپنی خوشی سے کئی عتیں اور کچھ زبردستی سے جان گئی تھیں۔ (سوئٹل انگلینڈ - مرقبہ ڈاکٹر ایلی بلور ۱۹۳۷ء) ذکر جو دوسری صدی مسیحی کے آئینہ کتبہ - جہاز پر اٹھ خواتین! کچھ سوار ہوئیں اور کچھ سوار کی گئیں اور جب جہاز دوران میں پھینکے گئے، ان لوگوں نے کھلے کھلے کہنے لگے: "یہ خدا دے تصور، سمندر میں جو رنگ دیکھ گئے!۔۔۔" ہمارے افسانہ نگار ان کی تلافی نہیں کرتے، ایسی مثال گزری ہے؟ بالکل ایسی نہ ہو، اس سے ملتی جلتی ہو، اس پر بھی بہ تمام ہم ہیں نیکلام وہ:-۔۔۔ فرشتان میں غارت آن اگر جوش آزادی میں پائے سے باہر ہوئی جا رہی ہے تو یہ ان مظلوم کا قدرتی تو عمل ہے۔ لیکن یہ آخر ہم تقالوں کا عقار پر ایسے پتھر پڑ گئے ہیں کہ ڈوہ سننے بھی بے تحاشہ، یہی بولی بولتا شہر لڑی "جو صاحب" اور اسیم صاحب اپنے دس دس بول جاتے ہیں!

عجیب سجاوٹ

"اس معاملہ از سببی" شہر کا "تجدید" پر صاف دست کی تمسید آ پر ہمارے حیرت انگیز فطری ہے ہر شخص کو اس سورت میں حیرت ہی ہوئی جیسے اسکی ہستی میں چند دینار بزرگ ایک دست سے حج کی تباہی ہر کر رہے ہوں اور بار بار کہتے ہیں کہ کاش کوئی قافلہ یہاں سے زیارت، کتبہ کے لیے تیار ہو!۔۔۔ اگر حبیب اللہ کے بندے اسی ہستی سے اٹھیں تو قافلہ تجارت بنانے کا حصہ ہو جائیں تو وہی بزرگ سب سے پہلے خطرہ کا الارم بجا دیا اور ہستی کے لوگوں سے کہنے لگیں کہ ہوشیار بننا، حج کے نام سے ایک بڑے قتلہ کا سامان ہو رہا ہے! (آرٹھان القرآن - جلد ۱: - نمبر ۴ - ۵ - ۶ ص ۱۲)

لیکن اس سے عجیب تر ماجرا یہ ہوا کہ، امیر قافلہ نے خود ہی شہر سے یہ بوزار شروع کر دیا، کہ نام وہ مظلومانہ میں کیا رکھا ہوا ہے تبدیلی اصل حقیقت میں نہ ہونا چاہیے، حج تو اب بڑا فرسودہ نام ہو گیا کہ بیسویں صدی کے دل و دماغ میں اس کے لیے کوئی کشش باقی نہیں رہ گئی ہے۔ میں است اسلامیہ کو درلڈ کانگریس کی طرف سے بلایا ہوں، ہر ملک کے حاجی و زائر نہیں ہیں اور درلڈ کانگریس میں ہر مملکت کے نمائندے شریک ہونگے، بشیر اس طرح کے اجتماع کے نہیں صاحب امتیاز میں نہیں سکتا، میں تو تمام دوسری قوتوں کو اس منصب سے بے دخل کرنا ہے! ہماری عبادتوں، بافتوں، کوششوں کا مرکز بھی منصب امت ہے! اسی پر قرآن کی رسے امور ہیں۔ ہمارے کلان، ہماری آنکھ ہمارے دل، ہم کو دیے ہی اسی بلے گئے ہیں کہ غیب امت سے یورپ کو موزل کر کے اسے فو حاصل کریں۔

اب فرمائیے، کہ سنی کے سلطان کیا اتنا کھنے سے بھی گئے تھے کہ
کہ بھائیو! یہ خدمت اور یہ نصیر ہویں مدنی کی ہوتو جو، لیکن یہ تفسیر اور
یہ تفسیر اس اسلام اور اس قرآن کی تو ہے نہیں، جو ہمارے رسولِ ہدیٰ
مدنی بھری میں لیکر آئے تھے!

نیا رجز جو لوگ میرے ساتھ ہیں، محمد متکرم صاحب ابن جن
صاحب، ابو الحسن علی صاحب، سید صبیحہ اللہ صاحب،
مسعود عالم صاحب، سید محمد جعفر صاحب ان میں سے کون
ایسا ہے جسکے خلیق کوئی اللہ کا بندہ اللہ کو سچا نصیر سمجھتے
ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ کبھی اہلِ ذہن و عقل ہیں

رہے ہیں۔

”تحریک کے محرک نے اپنے سال کے آدھ فیروز (مطلباً آج) میں فرمایا۔
یہ عبارت اگر محض رجز کے طور پر ادا ہوئی ہے جب تو کچھ بحال عرض ہی
نہیں، لیکن اگر یہ طور استدلال پیش ہوئی ہے تو یہ اب متعارف ہے کہ
یہ استدلال کی کون سی قسم ہوئی؟ کوئی غلطی اگر خود آپ سے ہو جاتا
تو ممکن الوقوع ہے تو اس غلطی کی تائید یا اسکی جانب عدم التفات کیا
چہ سات کی تعداد میں اہل علم سے ہونا ممکن ہے؟

پھر اگر یہ دینِ حقانیت ہے تو آج ہندوستان میں کون سی دینی یا
سیاسی یا نیم سیاسی نیم دینی تحریک یا مجلس ایسی ہے جو اس مبارک پوری
نہیں اترتی؟ یہاں تک کہ آپ سے بالکل مخالفت بلکہ متضاد راہ پر چلنے
والے ادا سے بھی۔ کیا مسلم لیگ، اللہ کے نیک بندوں اور اہل حق
سے خالی ہے؟ کیا مجلس احرار میں اہل ذہن و ادب ضلال ہی بھرے
ہوئے ہیں؟ کیا جینہ العلماء محض غیور و اشرار ہے؟ کیا کانگریس کے
رجسٹرڈ پرسن شخص مسلمان کے دستخط ثبت نہیں؟ — اشخاص و افراد کے
نام لے لے کر لوگوں کے جذبات کو ابھارنا رجز کی جدید ترین اور

مطلوبہ قسم تو بیشک ہو سکتی ہے۔ لیکن خدا مآرا شاہد ہو کہ حقائق
پر استدلال کے لحاظ سے اسکا کون سا درجہ ہوا؟

اور پھر اگر کسی گستاخ نے اس حربہ کو اٹھ دیا، تو کیس دہلی ہوگی
تحریک کا ساتھ دینے والوں کے مقابلہ میں تو تحریک کا ساتھ دینے
والوں کی تعداد اسی دزن اور قافیہ میں تو اب بھی کہیں نہ آہے۔
کیا مقصود یہ ہے کہ اہل اسلام قادیان) ”سباغین“ لاد ”غیر سباغین“ کی
فہرستیں الگ الگ تیار ہوں اور اسکے بعد دونوں کا کراہا جانا شروع ہو؟

کتبہ کا ایک شعر

مولانا ابن القضاۃ حیدر آبادی ثم لکھنوی
(متوفی ۱۹۲۵ء) اپنے مدرسہ فرزانہ لکھنؤ حان کے ایک متاد عالم اور صاحب
نسبت بزرگ ہوئے ہیں۔ پہلے ہفتہ انڈیا سے انکے مواجہا ہوا۔ ۱۰
بکے دن کا اہل خا نیم پختہ دنگن ہونے کے باوجود مزار کے انوار کا
ہونا بڑا عجیبہ کیونکہ پڑھانے کی آواز میں ہر طرف سے چلی آ رہی تھیں
مدرسہ فرزانہ و آفریں ہی تھا۔ لیکن پائیں میں ایک سادہ قریم نظر آئی۔

مولانا کے مدرسہ خاص و غریب باخلاص حاجی مسطوفی خان صاحب (لکھنؤ)
کے مشہور و معروف کا رخاۃ صغر کے ہاتھ) کی دفعہ حیات کی۔ اس پندری
نقصہ تاریخ نظر پڑا۔ عجب نہیں کہ خود خان صاحب جو صحت رہی کا کلام ہو۔
خوشگود خوش فکر ہیں۔ پہلا شعر پڑھا کہ طبیعت چھین ہو گئی۔ بار بار اُسے پڑھا
میان تک کہ یاد ہو گیا۔ آخر میں مدنی کی نذر ہے۔ عجب کیا، اگر پڑھنے
والوں میں سے بھی کوئی کوئی اسی ذوق کے نکل آئیں۔ شعر خواہ چاہئے
نذرہ شوہر کی طرف سے سمجھا جائے تو اور خواہ مرحوم محبوب کی طرف سے
لیا جائے تو، کیفیت سے کسی صورت میں بھی غالی نہیں۔ بہر حال شعر حاضر ہے
دشن زیادہ نشت شب انتظار
خوشید محشرست جو راغ غزار ما

ایک کتاب سے متعلق

مدنی صاحب کے مکتب میں سائنس کا
اپور کے سلسلہ میں عربی کی ایک کتاب متعلق بہ قرآن، سبیل کی التزیین
والا علام کا ذکر آگیا تھا۔ اس سے متعلق مولانا محمد پوسٹ صاحب نیوی
(جامعہ ڈابھیل سورت) کا مزارجہ ذیل ملاحظت نامہ بہ صد شکر یہ درج
ذیل کیا جاتا ہے۔

”کتاب مذکور قاہرہ میں ناغ و مضید حاشی کے ساتھ چھپ گئی
ہے غالباً ششہ ہجری میں طبع ہوئی۔ میں خود قاہرہ میں
(جب مجلس علمی کی طرف سے یہ سلسلہ طباعت نصب الماریہ
اور قبض الباری بہ بیت رفیق محترم مولانا سید احمد رضا صاحب
مدیر مجلس علمی جاتا ہوا تھا) اسکا نسخہ خرید چکا ہوں۔ لیکن
افسوس اسوقت میرے ملنے نہیں کہ مطبعہ دستہ طباعت
کا صحیح حوالہ ملے سکوں۔“

یوم ہمدردان صدق

مدنی کی توسیع اشاعت بہ مدنی کے قدیم کرم فرما جناب مولوی عبدالرحیم صاحب
(حیدر آباد) نے پیر پنجہدی فرمائی۔ امید کہ دیگر ناظرین بھی اس طرف توجہ فرمائیں۔
جناب مولوی عبدالرحیم صاحب حیدر آباد

مکتبہ جامعہ کی دو نئی کتابیں

جگت مینی - (جلد اول) ہندو جوہر لال ہندو کی کتاب **جگت مینی**
Jagat Muni کا سب سے ترجمہ۔ تمام دنیا کی تاریخ، زمین
وسلاطین اور ملوک میں خاندانوں کے حالات سے قطع نظر کر کے مرتب کی گئی ہے۔
تاریخی ادب میں ایک بہت (اور مارچ تک شائع ہو جائیگی)

سیر کا تماشا - ۱۱ اور چاند ستاروں وغیرہ، اُنہ تقریباً ۱۰
انشیوٹ مدنی میں کی گئی تھیں، یہ انھیں کا مجموعہ ہے۔ ارمیات،
نظائیات اور دیامنیات کے خطک مسائل پڑھیں اور انسانوں میں
نہایت (۱۰ مارچ تک شائع ہو جائیگی)

مکتبہ جامعہ - دہلی - نئی دہلی، لکھنؤ، ممبئی۔

یہ باتیں کچھ بہت دقیق نہیں اور نہ انکا شمار اسرارِ صوفیہ میں ہے۔ اہل تحقیق کی سمجھتوں میں ہر بیٹھنے والا ان چیزوں سے واقف ہے۔ کشف کی اس حقیقت کو پیش نظر رکھنے کے بعد کسی کے لیے یہ منگناہ برپا کر دینا، اسے اپنے انبارِ ہر سالہ میں چھاپ دینا کہ اس نے ملک کے خاں ممتاز عالم اور صاحبِ طریق مقتدا کو حالتِ کشف میں گریہ تہن اور مکروہ تہن بہشت میں پاؤں اور اس لیے اس مردِ گریہ حق ان نہیں باقی رہا کہ وہ دین کے نام سے کسی نے نیٹے والی تحریک پر اسے رتی کرے، خود اپنی فیروز دارانہ سیرت کو عرباں کیجنا ہے، اور اپنے تنہا دامن کی ہر آؤ کوئی ایسی شہادت

مورودی صاحب کے نام مکتوب مفتوح

بسم اللہ علیکم۔ عرض آنکہ آپ نے جس تحریک کی داغ بیل لگائی ہے اس کا اہمیت و اہمیت اسلام کی ریلے ذہنی سکے بند پھرنے کسی قسم کے کام اور حاجت نہیں ہے۔ اگر آپ کے ترجمان القرآن اہل بیت، حبیب اشیا، رمضان شمس میں آپ نے جو مذہبی ذہنی حرارت اپنے حملہ آور کے جواب میں لکھی ہے اس کے متعلق میں کچھ گوش گزار کرتا ہوں۔ عبارت یہ ہے۔

یہ خط ختم کر چکا تھا کہ صدق کا آواز پوچھ ملا اور کچھ باتیں مزید عرض کہنے کی ضرورت محسوس ہوئی مولا اجدد الماجد صاحب نے خود اقدام فرمائیے کے پیاسے جن شلہ صاحب کو آگے کیا ہے۔ ان کے متعلق پہلے ایک موقع میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ حیدر آباد میں انہوں نے خود مجھ سے اپنا یہ کشف بیان کیا تھا کہ مجھے حسین صمد کی شکل میں دکھایا گیا۔ حال میں جب مجھے مذہب ہائے کائنات کا اتفاق ہوا تو وہاں کے شدید اساتذہ سے علوم ہوائی

(رسالہ مذکور ص ۱۹)

ایسا فراہم محمد یہ ہے کہ بلا غرض بحث میں کسی دوسری سبق کھانک فساد کی آگ خرمن امن کو لگائی جاوے۔ جبکہ شاہ صاحب نے آپ کو حیدر آباد میں یہ کشف بتایا تو آپ نے اس وقت اسے صدیقی حالت میں رکھا۔ اب شاہ صاحب کے گزری تو ہمارے محترم شیخ الاسلام کو عرض بحث میں لائے یہ یاد رہے کہ ہمارے نزدیک حضرت مصلیٰ جمیع معجزات میں آقا سے مصلیٰ مصلیٰ علیہ وسلم کے جانشین ہیں۔ آپ اپنے خط اور گاہ خود مقابلہ کریں ان کو یا اور کسی برگزیدہ ہستی کو خواہ خواہ پیش خیمہ نہ بنائیں ورنہ آپ سب سے زور دینے کے بغیر ہوجائیں گے۔ اعلیٰ، لا الہ الا محمد زائد بحسن غفر لا یرشس آلاہ صلی علیہ وسلم

صدق :- آئندہ سے کوئی مراسلہ نگاہ براہ کرم مولانا کی شخصیت کو مرکز ہی سمجھیں نہ

ابتدائی تعلیم و تربیت

(ایک حیدر آبادی مراسلہ نگار نے لکھا ہے)

لک میں ابتدائی تعلیم و تربیت سے جو اس وقت تک ہوائی ہوئی ہوئی ہے وہ محتاجی بیان نہیں۔ انہیں ہمارے اساتذہ بچوں کو ابتدائی اور مذہبی تعلیم کا انتظام گھڑی پر کرتے تھے۔ لیکن آج کل تو اگر ان ماسل کے مقتصد بنے چھوٹے چھوٹے بچے جن بے درد مدرسوں کے ہاتھوں میں سپرد کیے جاتے ان سے کون دین نہیں سرکاری مدارس جہاں مختلف اقوام کے طلبہ جمع ہوتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کے لیے زیادہ مدرسوں میں اس کے لیے ذاتی مدرسہ اور کثرت ضرورت ہے اور ہر طرف پھرتی ہو رہی ہے۔

وہاں ایک ایسے ہی مدرسہ سے روشناس کرا چکا ہوں۔

ایک بزرگ و بزرگ حیدر آبادی میں مولوی میں احمد

تاریخ سے اس بار سال قبل قائم کیا ہے اس کو دیکھ کر ذاب ہدی یا رنگ ہمارے صدر الہام تعلیمات و فنانس نے حال ہی میں لکھا ہے کہ ادارہ علیہ حیدر آباد ایک پرفضا اور کھلے میدان میں واقع ہے جس میں ایک باغ بھی ہے۔ اسی مدرسہ میں بعض بہت اچھی خصوصیات ہیں مثلاً نازکی پابندی و دنیا کی تعلیم کا مستقل اور مستقل انتظام حیوانی ورزش ایک حیوانی ورزش ایک نہایت مناسب زخمی مصلح کی پوری پابندی کی پابندی کی جاتی ہے۔ بچوں کے چہرے بشاش اور ان پر صحت اور تندرستی کے آثار نمایاں پائے گئے۔ مدرسہ سرکاری ادارے کے برابر ہے اس سے اپنا نصاب تعلیم خود مقرر کرنے پر مختار۔ تعلیمی حالت ہر حالت کی تسخیر بخشن ہے۔ اخلاق حسنہ کی تعلیم بالالتزام دی جاتی ہے بچوں کے نہ صرف کردار بلکہ اخلاق پر اعلیٰ بنائے جاتے ہیں وہ ہمیشہ ایک دوسرے کو آپ کا کہتے ہیں۔ اور ہر شخص کے ساتھ انتہائی خلق کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ غرض یہ ایک زندہ مدرسہ ہے۔ میں بیان کی اخلاقی حالت اور تربیت دیکھ کر بیت محیطہ کا بھلا بھلا کر رہا ہوں کہ اہل حیدر آباد کے اس مدرسہ سے فائدہ اٹھائیں گے اور دوسرے مقامات پر اسی قسم کے ادارے اور ادارہ قائم کیے جائیں گے۔

جلوس مدح صحابہ

علیم اللہ استغفر اللہ تعالیٰ عنہ

سوال :- منقول نہیں مگر عنوان جواب سے ظاہر ہے۔

الجواب :- دی اخبار کی کتاب التفسیر شہد عن ابن عباس فی قرعانی وہ تفسیر اصحاب و ما تنفذت باقائ نزلت و سوال اللہ علی اللہ علیہ وسلم شفقت بکے کان اور مصلیٰ باصحابہ رفع صدقہ بالقرآن فاذا اسح الشکر ان تبوا القرآن ومن انزلہ من جبار بہ نقال اللہ تعالیٰ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ینزع علیہ کلمۃ فی بقرۃ کتب فیسح الشکر ان ینقیہ القرآن ولا تنفذت جہا عن اصحاب کمالہم و انہا بین و ملک جہا انہا ہر سب علوم ہوا کہ تو قرآن کا ہر اردو ہر جامع کی نگاہ میں ام بودا حجت اگر حسب نیانے قرآن کے سبب تم کا تو ایسے وقت میں اتنے جہا کی ممانعت ہے کہ سب دشمن کریموں کے کان میں آئے۔ یہ بچے ہائے نور صحابہ کا اعلان میر کہ فی اللہ واجب بھی نہیں اگر سب بزرگ صحابہ کے سبب دشمن کا تو ایسے وقت میں اسکا اتنا ہر کہ سب دشمن کرنے والوں کے کان میں آواز بھی بچے کیسے ممنوع نہ ہوگا۔

(انسور۔ حیدر آبادی مراسلہ نگار نے لکھا ہے)

(بقیہ صفحہ ۷)

تکوار سے لیا ملک اور گوسکے۔ تہم سے وہ کامیاب رہے۔ اور اب بچہ بچہ جی کا اپنا خاص فلسفہ اس معنی کو پورا کرتا ہے۔ ذہنیت ایک ہی بات کی بات کو بدلی کے ساتھ طرز عمل بدلتا گیا۔ سپاہی ساری باتیں ساری باتیں لے کر ان پر لے رہے ہیں۔ ظاہر میں دھوکا کھاتا ہے۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (اور جو سچی بات لیکر آیا اور جس نے اس پر ایمان لایا وہی لوگ بہترین گاہر ہیں)

چندہ اور انتظامی

کے متعلق مراسلات اس پتہ پر ہو :-
محکمہ عبد الرؤف عباسی مہتمم صدق
مرشد آباد پلس۔ گولنگ۔ کھنہ

چندہ سالہ
نشاہی
بیرون ہندو سالانہ شنگ
نہشت آن پرتی اور

صدق

مضامین کے اسٹیمپ شدہ نمبر کی جاتے

نمبر ۴۳ - دو شنبہ ۲۸ - صفر ۱۳۴۲ - مطابق ۱۶ - مارچ ۱۹۲۲ء - جلد ۶

سچی باتیں

بول تو نفیس صحابہ نے اس بات پر کیا عقیدہ رکھتا ہے؟ مسئلہ اب اس
تیرا کیا خیال ہے؟ تو جناب میں دو حقیقتیں ہیں جن پر کس کو سمجھتا ہے؟ تو
تو تھان حسین پر نوبت کا قائل ہے یا نہیں؟ — دشمنان اسلام کی
نظر میں تو اسلام کی صرت ایک ہی ٹھہری ہے 'ایک ہی نشان ہے' ایک ہی
جو آپ ہے 'ایک ہی ٹھہری ہے' ایک ہی پہچان ہے 'اور دو کلمہ شہادت ہے
صرت تو عید و رسالت کا اقرار ہے — باقی وہ دوسری سنی و شیعہ عقائد
جو غیر عقائد کی تفریقیں اور تفسیروں سب اپنی اپنی جگہ پر بھیج دو وہاں
اور اہم بھی — لیکن خدا کے لیے ہر انتہا کا درجہ اور مرتبہ پہنچنے
ہر غلطی 'ہر غلط روی' ہر نامہ الی، ہر کج فہمی کو اس کی حد پر رکھنے۔ جز
کو جزو کی حیثیت پر رہنے دیکھیے، اسے کل سے بڑھانے کی کوششیں
اپنے آپ کو معنہ انگیزہ بنا بیکیے !

ابو محسن ثقفیؒ کا حال کیا تاریخ اسلام کا کوئی نامعلوم واقعہ ہے !
شراب نوشی، متواتر شراب نوشی کے جرم میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
کی حراست میں قید تھے — مگر کہا میں 'ایران کے مجاہد پر مسلمانوں کو
کٹے اور گتے دیکھ بنیاب ہو گئے، کسی نہ کسی دلیل، بہانہ، توہینے قید خانہ
سے نکل سیدان جنگ با جوہنچے اور اپنی شخصیت کو چھپانے ہوئے
اس بے فکرئی سے لڑے کہ سپہ سالار کے منہ سے بیادختہ داد مل گئی —
عل کا سن ہو یا اعتقاد کا فسق، یہ سارا فس و فاشاک، غیرت دہی اور
جوش اسلامی کے سیلاب میں بولٹا ہوا جا یا کر ناہے — یہی گل بھی ہوا یہی
آج بھی ہو رہا ہے — مہزرت اس کو گرہ لائے، اسی کو تڑپائے کی ہے —
مبارک ہے وہ شر میں سے خیر پیدا ہو، خوش نصیب ہے وہ قوم جو
ہر مادہ شہ سے بصیرت، غیرت، و غفلت کا حق لے — کاش نوجوان
بوسف شہید کی یہ نوبت اور دوسرے مجروحوں کا بتا دو ان دنوں ایک نشانِ شہ

اسی فروری کی آخری تاریخ کو گھنٹے میں مسلمانوں کے ایک ہزار
فیئر آباد میں ۱۰۰۰ پر جو حادثہ تویش پیش آیا، اس کی یاد سے تو ابھی
خون ٹپک رہے — وہ صدر ہندو جاسنہا کا عظیم الشان جلوس ۱۵۰۰
کا ہزار ہا کی تعداد میں جمع ہوا اس مجمع کی لاشیاں، قلم، قزلیاں، وہ
اس مجمع کے سبب اشتعال انگیز و مہر آزا نعرے، تعداد و سس
صورت، حال کا لازمی نتیجہ تھا، مقدمہ عدالت میں پیش ہے اس لیے
نفس و اوقات پر بحث کا موقع نہیں، کو ان کس حد تک مجرم تھا، کس
قصہ رکھتا تھا، اسکا فیصلہ عدالت ہی سے ہو گا — ہاں غرض و صرت
اس حقیقت سے ہے، کہ فیئر آباد میں جو مذہب ان اسلام کے نام پر دین کی
غیرت پر، اگر تو عید و رسالت کی محبت پر، سب سے پہلے شمار ہوا، ایک
شیعہ مسلمان تھا!! — دانشمندی کا نہیں حال کا ہے۔ کل کا
نہیں آج کا ہے! ذکر کسی اور شہر کا نہیں، اسی شہر کا جو مریکھہ درج
سچا 'کا' اکھاڑہ ہے "تدح صحابہ" کا! اب اس شہر کا ہے، جہاں
شیعوں کے جالوس مجسٹریٹوں کے زیر سایہ چلتے ہیں اور سنیوں کے جالوس
پولیس کی سنگینوں کی حفاظت میں نکلتے ہیں!

کیا فیئر آباد نے شہر کے مختلف محلوں میں جب سلوں پر چلنے لگے
برساتیں، چھریاں پھرائیں، فرو لیاں بھونکیں، تو یہ بھی سوال کیے جاتے
تھے کہ بنا تو ملکوں کے کس فرد سے ہے؟ یہ بھی جانتے جاتے تھے کہ

یہ بیویں صدی کے وسط میں، ظلم کا اور تسلیم کا اور آزادی حقوق کا
اتنا غلامہ لبتہ کر کے بھی وہی فرسودہ تھیں "ڈیڈ" تسلیم کا حاکم !
تسلیم میں یہ تفریق زمانہ و مردانہ کی کیسی، اور لڑکیوں کو لڑکوں سے
عورتوں کو مردوں سے علیحدہ یہ کیونکر کیا مہنت !

۱۵ جو کہ انسان ہندسے اترتی اسکو کہتے ہیں
ترقی پر بھی نیڑا بد نصیبی اسکو کہتے ہیں!

پنجاب کی صوبہ آجلی کا ایک منظر:-

جہاں کی بات۔ "ریں پر سفر کم لیجیے۔" "ریں پر یہ ضرورتاً شدید سفر ہو گا۔ لیجیے۔" "ریں پر سفر کم کرنا جگہ میں ٹیکہ دہن کی ضرورت کرنا ہے۔" "ادھوں سے، گھوڑوں سے، گھوڑا گاڑیوں سے، ادھوں سے، گاڑیوں سے کام لیجیے۔ اس قسم کے اشتہارات پوسٹر، ہدایتیں، نوٹیں

ہو ہی رہی تھیں 'اب بڑے بڑے شہروں کی سیر فیلڈوں' اور دوسرے
سرکاری اور نیم سرکاری محکمہ نے اس طرح کے اعلانات بھی شائع
کرنے شروع کر دیے ہیں :- "پانی کم خرچہ کیجیے" "نہ کا پانی بہت
اعتیاد خرچ کیجیے" "خزانہ آپ کی حالت آپ کی بے خیالیوں اور
بے پروائیوں کو برداشت نہیں کر سکتی" "نہ ہاتھ دھوئے، غسل کرنے
پر تن دھوئے، سب میں پانی بے وقار و کثرت خرچ کیجیے" اور اسکا نفع
اپنی ذات اور اپنے شہر کو پہنچائیے" وغیرہ اور غیر ہا۔

سمتے ہیں۔ ملک عرب میں پیدا ہوئے تو اسے ایک حکیم نے کسی
 زانتہ سے کیا تھا کہ اپنی کم خرچ کیا کرد، و صومک میں جو فرض اور جزو
 شباد ہے، اپنی اگر بلا ضرورت زیادہ بہا دو گے، تو ان نظریات کا بھی
 سب لیا جائیگا! — عرب کا حکیم، کل دنیا کا حکیم تھا۔ آج قدر
 دور ہی ہے اُسکے ایک ایک ارشاد کی، اُسکی تعلیمات و ہدایات کے
 ایک ایک جزئیہ کی! دنیا، دشمن خیال دنیا، اپنے تہذیب و تمدن کی

یہ تہ کی مشہور زانہ پوینڈر سٹی (ڈاکٹر گارڈر) کے قائم

طریقوں سے پھر اسی کی طرف توجہ دے لیں، اس سے اس کے دل میں پورا ہلاکت
 پیدا ہے !

تجدید کی منطق

”الغرض میری دعوت اگر مشن ہے، نہ تو
 کیا اعلان اللہ کی مہمانی اور تہذیب و تمدن کے لوگ تیار ہوں
 سہی کے مقابلہ میں جبکہ اندر بعض پرورائیں ہوتے ہیں کہ
 کچھ پرستی کرنے کا بھی امکان ہے، بالکل متضاد نہیں ہے
 کہ انجیل اتنی ہی جیت کے ساتھ کیا کہتے ہیں..... اگر
 ہمت دہری سے کام نہ لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ ہمارے
 تمام کو ختم ہی کیا جاسکتا ہے، مرنے والا نہیں کہ جاسکتا
 پھر کیا ہے اسے دینے والے نبیوں کی بات کا ہے کہ میں
 میں خیر مصلح کا کچھ بھی امکان پایا جاتا ہے، اس کی مخالفت میں
 جلد بازی دکھائیں۔ (مجاہد القرآن، ص ۱۰۰)

[illegible]

کیا اعلان شدہ کی گھن اور تڑپ رکھنے والے لوگ نابینہ ہی
 سنی کے مقابلہ میں جبکہ اندر محض برسرِ اہل ہونے ہی کا نہیں بلکہ
 کچھ برسرِ حق ہونے کا بھی امکان ہو، بالخصوص مثلاً لغت شریٰ کریم
 کا نسخہ اتنی ہی جیتا کے ساتھ کیا کرتے ہیں..... اگر
 ہٹ دھرمی سے کام نہ لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ ہمارے
 تمام کو شبہ ہی کیا جاسکتا ہے، سرِ سچا اہل نہیں کہا جاسکتا
 پھر کیا ہذا سے ڈرنے والے نقیبانہ کا یہی کام ہے کہ جس
 میں غیر صلاح کا کچھ بھی امکان پایا جائے اسکو کُلفست میں
 جیلہ بازی دکھائیں۔ (رجازۃ لقرآن، ص ۱۷۷)

لیکن گزارش دے کہ میں منصب امین کی آپ دعوت دیکھ کر اس غلط
 "تحریک سے خوشامد ہوں" دے رہے ہیں اور جس "اعلا وکلمۃ اللہ" کی آپ
 میں کر رہے ہیں، اس کی "مخالفت" صدق نہ کم از کم اپنے اڈ پور میں
 کس دن اور کس تاریخ، کس سفر اور کس سفر میں کی ہے؟ کیا یہ
 کہ آپ نے آئیہ کریم یا دنیا والہین آمنوا اذا حضرتم فی الامم فنبینوا الہ
 فی تفسیر کو اہل کلمہ کے پیش کیا ہے، آپ کی دعوت اعلا وکلمۃ اللہ کی
 مخالفت ہے؟ کیا یہ گفتار آپ نے آئیہ کریمہ دلائل وکلمۃ اللہ میں کس بہ علم
 اور اسلحہ ولبصرہ الغوار کل اولک لکلمۃ اللہ سولہ کی جو تشریح کی ہے وہ غیر
 ہر اس کے درجہ میں آجاتی ہے، آپ کے اسلامی حکومت کے منصب امین
 کی مخالفت کرنا ہے؟ کیا یہ عرض کرنا کہ آپ نے یورپ کو جس طرح منصب
 "امت" پر مجبور کیا، وہ اسلامی نقطہ نظر کی تمام شرایک غلط و کفر و کین تہمید
 آپ کی حاکمیت اسلامی کی بنیاد پر حملہ کہنے کے مترادف ہے؟ کیا یہ ملک نامہ
 کے مسنونہ حقوق الزومین میں بعض دوسرے حق و سائل کی طرح آپ
 نے یہ دنا حق انہ شین برائی ہیں، آپ کی دعوت کا اسلامی نظام اسلامی
 کے انکار کرنا ہے؟ کیا یہ خیالی پیش کرنا کہ آپ منصب مجدد کے اہل شین
 آپ نے دوسری اور قابل قدر خدمات میں دوسرے سے بڑی بھر دینا ہے؟
 کیا اس حقیقت کا انکار کرنا کہ آپ اپنے مسلمان اور آپ ہی کی عمر بابت
 مسلمان "تدوین کے متعلقہ میں بے تعلقت اور بے نیایا، آیات قرآنی
 استمال کو پیش کرتے ہیں، جو خاص انھما میں کفار کے حق میں آئی ہیں آپ
 نے یہ حکومت اسلامی کی خبر کاٹنا ہے؟ اصل یہ ہے کہ آپ نے میسور
 کے میں طعنان کے ساتھ "تحریک" کو اٹھایا ہے اسکا نفسانی اثر لازمی
 اور یہی پڑتا تھا کہ آپ کی تفسیر کے اختلافات آپ کے تعلقہ پر تنقید آپ
 "کسی علی تفسیر آپ کے کسی طرز عمل پر گرفت خود آپ کی کل تحریک سے
 مخالفت و عناد کے ہم معنی سمجھ لی جائے، لہذا اس طرح جیسے جناح جناح
 کے کسی قول و عمل پر تنقید مسلم لیگ کے مفاد بلکہ منصب امین تک سے
 مخالفت کی مراد سمجھی جا رہی ہے) اور آپ خود اور آپ کے غائی متقدین
 سلطنت کا نقاب چہرہ پر ڈال کر دیکھنا شروع فرمادیں، اگر کچھ شخص
 نفس فکر اسلامی و نظام اسلامی کا شکر ہے! حکومت الہی جیسے پاکیزہ
 منصب امین کی مخالفت کر رہا ہے! — رہی صدق کے کسی مراسلہ
 کا کہ کوئی غالب نہ رہے، تو نہ آپ نہیں دنیا جانتی ہے کہ مراسلات کے
 نام میں طرح آپ کے تعادوں کے لیے کھیلے ہوئے ہیں اسی طرح آپ کے
 دناؤں کے لیے ہیں۔

لا حاصل "سیرج" "مخالفت پیش قدمی" "علم کا آغاز" "خطرہ
 کو الام" "تہدید میں ان ہونک فقرات اور جنگی اصطلاحوں کو لا کر صاحب
 ترجمان نے ایک پورے پورے صفحے اپنے رسالہ کے "صدق و صداقت کے
 انتخابات سے متبادہ دنیا پر دے دیے ہیں۔ جن میں قرآنی حکومت اور
 کو اللہ اسلام کی عالمگیر دعوت کی ایست کا بیان ہے۔ اور اس کے بارے میں
 فرماتے ہیں :-

"دووں بزرگوں کے مندرجہ بالا عبارتوں کو اور حضور خدا کشیدہ
 فقرات کو خود سے دیکھیے۔۔۔ آپ کو بین طور پر محسوس ہوگا
 کہ ہمارے نظریات میں کتنی وحدت تھی۔ ایک ہی مقصد تھا
 جس پر یہ حضرات بھی تمام سامعی کو مرکوز کیا چاہتے تھے،
 اور میں بھی چاہتا تھا۔"

گو یا اس "لا حاصل" "سیرج" کا پڑھ صفحات کے انتخابات کے لیے دیدہ وری
 کا حاصل یہ نکلا کہ صدق و صداقت کل نام میں چیز کو عین حق و صواب کہ
 رہے تھے، آج اسی کو ناحق و باطل قرار دے رہے ہیں! لیکن کاش صاحب
 ترجمان نے غور و فکر سے مزید زمخت "سیرج" کی گوارا کر لیں اور فرمادیا
 ہوتا کہ صدق اور صداقت کے حق میں کتنی صفحہ تہیں اب ان دونوں سے
 رجوع کیا گیا ہے! اب ان تعیناتوں سے انکار کیا گیا ہے! — بنک
 کی طرح یقیناً ساغرہ میں بھی سب کچھ جا کر ہو جاتا ہے! اور دوسری تمام
 نو اشیا، ابتدا، بال ہی قسم کی جنگ کے میں (ترجموں، ۱۹۹۰ء)
 احقری سطر اب "نہج عرب میں Revolution" کے
 رچھادی علم کے بھی ماہر ہیں لیکن سوال انکی مارت فن اور فن کاری سے
 نہیں صرف انکے ضمیر و یات سے ہے۔

سچ کہی۔۔۔ اجماع تمام مسلمانوں کے لیے کو تب رہا جائے اور وہ جو اب
 میں خدائیں، ایست، یا سیدنا حضرت حسین کی رحمت و اخلاص پر تقریر
 شروع کرے۔ یا کسی رسمی سیلاب نہ جانے، اس کو نصیحت کی بجائے اور وہ
 بطور صاف غلطی رسول پر گفتگو کرنے لگے، تو بتائے، آپ سے بھلا جو
 رہ جائے اور حیرت سے اسکا سہہ نکلنے کے اور کیا ہیں پڑھ لکھا؟ — اللہ
 ارشاد ہو کہ کیا فرق ہے اس مہرمنی اور بلیا ہی کی عامیہ۔۔۔ رجائے
 اور وہی کی اس خافلانہ ذہنیت میں؟ یا ممکن اس خوف اور اندیشہ سے
 سکوت اختیار کر لیا جائے اور صبر کر لیا جائے، انکی تمام تقریری بے نیایا
 پر اسلامی لغزشوں پر نقی عباراتوں پر، سائل دین کی غلط فہمیوں اور انھیں
 اہل نشر و نواں پر کہ وہ اسے حکومت اسلامی کے منصب امین پر حملہ اور
 "مخالفت پیش قدمی سے تعبیر کرنا شروع کر دینگے؟

وہی پھیلے۔۔۔ حاکم میں اتفاق سے ایک آدمہ کتاب ملی
 کی چھپی ہوئی اور وہی سے ثابت ہوئے والی نظر سے گزری، بلاشر
 ان کتابوں کا پرتاب کچھ پورا پورا ہی دروازہ ہے۔ اور علامہ پر جو تصویق
 ہے اس کے نیچے پتہ گرگ اینڈ کوکب سیلر اور بنک مکی، کھانی باڈلی
 کا درج ہے۔ یہ کتابیں ایک مسلمان لکھنے والے کے نام سے ہیں
 اور ناول با افسانہ کے لباس میں لباس میں لکھی گئی ہیں۔ لیکن حقیقت
 یہ ہے کہ گندگی کی لٹ میں۔ کم از کم ان سطور کے واقعہ کی نظر سے تو ارد
 میں کوئی "اول اتنا گندہ اتنا گندہ اتنا گندہ اتنا گندہ اتنا گندہ اتنا گندہ" پیش کر رہا ہے۔
 قصہ میں نہ کوئی پلاٹ ہے نہ زبان درست، نہ اور کوئی ادبی فن، نہ
 شہدین اور حرام طریقی کے دو کلمات، نہ ان فقرات کی تفسیر و تفسیرات کے
 درج ہیں۔ یہاں تک کہ بھائی کا اپنی زبان سے گندہ کا ناکارہ، دہرا

ہوتا ہے کہ نیچے آگرتا ہے اللہ کی ہیبت سے
اور اللہ بخیر نہیں اُس سے کہ جو تم کہتے ہو۔

(بقیہ صفحہ ۳)

لیکن وہاں فتنی طاقتوں اور اہل غایبوں سے قطع نظر اصل سوال سنو
غناخت اور مصنف کے دو شانہ ذاتی کی تائید کا ہے حکومت کا نظام اگر
اسلامی کیا معنی نیم اسلامی ہوتا، جب تو غیر اس جو وہ نگاری کا بنیاد ہی
نہیں کر سکتا تھا، لیکن فرض نویسی تو آخر موجودہ تعزیرات ہند میں بھی مجرم ہے
کیا وہاں کی پولیس نے غاسر و اسرسلطنت میں اس دفعہ سے لوگوں کو اس
سے رکھا ہے، اور غناخت پسند شخص ذبیہوں کو آزادی دے رکھی ہے،
کہ جس جید روی سے چاہیں جو ان لوگوں کے اخلاق، عیاد و غیرت پر
دن دباؤ دے ڈالے دہشتہ رہیں اور رکھنے خواہئے انھیں شیطانی راستہ
دلالتے ہیں، کیا شرافت، غیرت، عیاداری خدا خواستہ دہلی کی فضا
میں اس قدر خفا ہو چکا ہے، — کم از کم یہ مسئلہ تو ایسا ہے کہ بڑا
اڑا عدم تھا، لیکن اب اس باب میں حکومت سے نفاذ کر سکتا ہے، ذرا
حسن نظامی اور سر اور پولیس مسئلہ ایک صفت میں کھڑے ہو سکتے ہیں
مسلم الیگ اور جمعیۃ العلماء اور کانگریس، دیش بدیش کام کر سکتے ہیں اور
ہر پارٹی ہر خیال کے شریعت افراد اس نقطہ پر متفق ہو سکتے ہیں۔

متاع عزیز

دکن کے آئینہ حرم کی وفات پر ماہر القادری صاحب کے اثرات
... دکنی سید احمد علی الدین مرحوم مدیر "مہر دکن" کی وفات صحت
نے ایک کے دلی و دامن نہ صفت نام سبھا دی ہے اللہ اپنے پرانے متب کے سب
اس فلم میں شریک ہیں۔ "بنا مردہ، پست" واقعہ دلی ہے آدمی کے اوصاف
دنیا والوں کو اُس کے مرنے کے بعد صحیح طور پر نظر آتے ہیں۔ دیر شیر مرحوم کی وفات
بعد نگاہوں سے یکایک پردے اٹھ گئے اور دیکھئے، اس نے دیکھا اور محسوس کیا
ایک "متاع عزیز" اُن سے چھین لی گئی۔

نذرت کا ہر قانون اٹل ہے، اور موت تو سب سے زیادہ اٹل اور
یقینی اور ناگزیر ہے۔
موت کا آئین حکم ہے بدل سکتا نہیں
ذہنی کے دل سے یہ کائنات اٹل نہیں
موت کا فلاحی پنجہ ہنستا ہے نرم و نازک معلق اور نصیر کے سخت
محلے میں کوئی امتیاز نہیں کرتا۔ آدمی مرنے کے لیے ہی پیدا ہوتا ہے، اذنی
نقش ٹٹنے ہی کے لیے کھینچا ہے، کا دہاں عدم کا سلسلہ کہیں نہیں ٹٹتا۔ جو
ہم سے آگے جا چکے ہیں ہم اُنکے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ دیر مرحوم کی طرح
ہم کو بھی ایک دن مرنا ہے، لیکن تم اسکا ہے کہ سید مرحوم ایسے وقت
ہم سے جدا ہو گئے جبکہ انکی زیادہ سے زیادہ ضرورت تھی۔
اس سے فلک پراں جواں تھا ابھی سید
کیا تیرا بگڑا جو نہ مرنے کوئی دن اور
دعائے کی روح سے شریعت غنیمت نعت کہیں سانی خواہ ہوں
سید مرحوم کی زندگی کا سب سے زیادہ نمایاں صفت یہ ہے کہ

تغلب کا لہجہ و قسوت و تغلب اشد نسوہ سنا (بہل)
اور ان سے ایک عالم سیراب ہو جاتا ہے۔
اس قسم کے گمراہی کی مثال انسانی آبادی میں صحرا، انبیاء و صلحاء
کو انکے جذبہ فیض سے ایک عالم اپنی پیاس بجھاتا، نسلی پاتا ہے۔
اور اس سے بھی اشد کی مخلوق کسی نہ کسی درجہ میں سیراب ہوتی ہے
اس نوعیت کے پتھروں کی شاخیں اولیاء است اور راز و فہم ہیں
کہ ان سے بھی ایک بڑا طبقہ انسانوں کا آخر نسیب ہو رہا ہے۔
اور اس طرح خود اپنے اثر کا ثبوت ہم پونچھا جاتا ہے۔
اس طبقہ کے پتھروں کی مثال عام مومنین و سائین ہیں کہ دوسروں کی
اسلامیاد و ہدایت ذکر سکین جب بھی اپنا ایمان تو سناست سلمی بدلے
اور اپنے قبول حق کا ثبوت دے رہی جاتے ہیں۔
ذکر پتھروں کا چلا آ رہا ہے۔ پتھروں کا مجوسم انکی شاد و شاد۔ پھر
ان میں خشیت اللہ کا گزر کیسے، اور ان پر ہیبت الہی کا اثر کیونکر؟
جہاں اہل حق کے دیگر وہ ہو گئے ہیں اور وہ ان ہی حق پر ہیں۔ ایک
طبقہ کتاب ہے کہ خشیت الہی کا یہ اثر پتھروں پر ہے بعض بعض معنوں
میں ہوتا ہے۔ یعنی بعض پتھروں میں بھی گراؤ کا جزد ہوتا ہے، انکے مرتبہ جہاد
کے مطابق اور ان میں فہم و اور اک کی قوتیں ہوتی ہیں، انکی سطح جہاد کے
مناسب۔ جیسے طور کہ آخر جا رہی تھا، لیکن تھلی الہی کے وقت جہاد باقی
سے چڑھ رہی تھی
انکے بان اللہ علی ذکر کا اعلیٰ بعض بھادۃ العزۃ و النعم (ابن جریر)
ذہب قوم و ہوا المرئی عن بھادۃ غیرہ انما صافیت (روح) مذہب اہل
است: ابھادۃ ان شد قتالی علی انی ابھادۃ و سائر ابھادۃ سوی العتلا
لا یقتض علیہ غیر اللہ صلاۃ، تسبیح و ختمہ (مسالم)
لیکن ایک دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ خشیت سے مراد وہاں خشیت مجازی
انقیاد و تکریم ہے۔ عقل، فہم، شعور و ارادہ سے نہیں، لیکن ہر حال میں
اضطراری پرتو جو حرارت کا ہر ہر ذرہ تو انہیں الہی کے تابع ہی ہے۔ اسی کو
پہاں بھادۃ خشیت الہی سے تعبیر کر دیا گیا ہے جسے خود محاورہ قرآنی ہی
میں ایک دوسری بگڑا ارادہ کو بے روح و بے جان ارادہ کے ساتھ منسوب
کر دیا گیا ہے۔ ہر ارادہ پر ان بعض (کشت) مالا کر سب جانتے ہیں کہ ہوا
میں کوئی قوت نہ ارادہ کی ہوتی ہے نہ خواہش کی
انما اربہ بذلک رہا من عظیم امر اللہ پر کی کائنات ابھادۃ خشیت
(ابن جریر) و انخشیت مجاز عن الانشیاد (بیضاوی) قابل تمام ان انخشیت کا
عن الانشیاد و لامر اللہ قتالی (روح)
شک کہ بے فہم و بے فہم نہ بلذات: بے اختیار سب اور اُنکے علم و فہم
مدن کا حال مغرب شکست اور شاہد ہو کر رہ گیا۔

گراں بہا ایشاد

انجمن ترقی اردو اور ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب خواجہ غلام
 یں ایک لکھا کے مترادف لگے ہیں۔ حق یہ ہے کہ کوئی ایسی علمی ادبی
 یا سیاسی انجمن پیش نہیں کی جاسکتی۔ جسکی زندگی اور ارتقاء کا انتظام کسی
 ایک شخصیت کی توجہ، ہمت اور ایثار کے انوار سے اس طرح سوہو جس
 طرح انجمن ترقی اردو ڈاکٹر عبدالحق صاحب کی ٹیکہ صفا یتوں۔ لے انوار
 سے ہمور ہے۔ زمانہ سے سیکڑوں رنگ بدلے۔ ماحول سے اوضاع میں کمی
 تغیرات پیدا ہوئے۔ لیکن ہم نے جب سے جوڑ سنبھالا ہے مولوی عبدالحق
 صاحب کا نام عزت انجمن ترقی اردو سے وابستہ دیکھتے رہے ہیں۔ اور
 آج بھی اس بزرگ ہستی کے فکر و عمل کی ہر استعداد و صورت اس انجمن کے لیے
 وقف ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے ایک بہترین دماغ اور بہترین مسامحتیں
 عطا کی تھیں۔ وہ پاپک زندگی کے ہر زاویہ میں زیادہ سے زیادہ دیکھا
 شمع حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن انکی توجہ اپنا اسے عزت ایک کام پر
 جمع کی جو کہ کسی ایک قوم یا کسی ایک گروہ کا نہ تھا بلکہ سارے ملک
 کا ایک کلچر کا کام تھا۔ اسی کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے کر وہ خاموش
 سے ساعی رہے۔ آج انکے سامنے مشہور مناظر کے سامنے دنیا کی گردن
 عزت و فخر خم ہو رہی ہے۔ اور انجمن ترقی اردو مولوی عبدالحق صاحب کی
 بدلت گف کی بہترین اور مفید ترین علمی مجالس میں نمایاں حیثیت حاصل
 کر چکی ہے۔

مولوی عبدالحق صاحب مدد کے علاوہ انجمن کا نظم و نسق
 سنبھالا تھا تو اسکا اندر خستہ و سراپا ایک پلٹے لوے صندوق "اومایک
 پیچھے پڑنے رخت کے سوا کچھ نہ تھا۔ لیکن آج کا نقشہ طالع فرما ہے:-

موقوفہ سرایہ	سرایہ
مجموعات	قریباً سچاس ہزار
سالانہ بحث	قریباً ساٹھ ہزار
سرایہ نگار	اسی ہزار
تقریرات و خطبات انجمن	بیس ہزار
انجمن کی کتابیں	۱۷۰
	۲۳۲

انجمن کے اچھوانی اور شبینہ داس
 علاوہ بریں تین رسالے انجمن کی سرپرستی میں شائع ہو رہے ہیں۔ اول رسالہ
 اردو (سدا ہی) دوم رسالہ سائنس (دانش) سوم تاریخ زبان (پانژدہ روزہ)
 ہر سال کم از کم دو درجن کتابیں انجمن چھاپتی ہے۔ جنکے تقریباً بیس ہزار نسخے شائع
 ہوتے ہیں اور کسی کتاب میں جو مضامین مطالب اور زبان کے اعتبار سے
 عیاری حیثیت رکھتی ہیں ان میں سے زیادہ ایاب کتابیں چھپیں۔ اس وجہ سے
 انجمن کا خزانہ نہایت بڑھا چکا ہے۔ اگرچہ اس کی پوری ترس
 سے آگاہی نہ ہے۔ لیکن ہمارے روشن سے کہہ سکتے ہیں کہ مولوی صاحب مدد

نے اسے ہر اقدار سے ملنے زبان کی حرکات انجمن کے شایان شان بنا دی ہے۔ اور
 یہ سارا اگر انہما کام عزت ایک شخص کی محنت توجہ، ہمت اور ایثار کی برکت
 کا کرشمہ ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب مدد کو دلی کرم
 عطا فرمائے۔ اور انکی برکات فکر و عمل سے اہل ملک کو زیادہ استفادہ دے اور
 محنت و طبیعت کا موقع دے۔ آمین۔

انجمن ترقی اردو کے کام کا یہ سرسری ذکر بے اختیار زبان قلم چٹا گیا، جبکہ ہم
 اردو زبان کے اس نسب سے جسے محسن کے ایک تازہ ایثار کے نام سے میں
 شریک لکھا جاتے تھے۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مولوی صاحب مدد
 کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ناٹش سے سلفز ہیں جو غلوں سے اپنی
 زندگی اردو زبان کی خدمت کے لیے وقف کر دی اور اس سلسلہ میں پہلے پہل
 قربان کیے لیکن انکے کسی عزیز دوست اور عقیدہ مند کو بھی ان قربانیوں
 کا پورا علم نہ ہو گا۔ مولوی صاحب مدد کے پاس اگرچہ نشر و شاعت کے کئی
 وسائل موجود تھے لیکن انکی اولوالعزمی کہیں ذاتی مذاات کے ذکر و پیدہ نہیں
 نہیں ہوئے۔ ایک خاص ضرورت کے سلسلہ میں انھیں اپنی ایک خدمت
 کو بادل ناخوار ستہ ظاہر کرنا پڑا۔ یعنی یہ کہ وہ مدت مدید سے اپنی ذاتی تنخواہوں
 سے ایک خاص رقم انجمن کے نام سے جمع کرتے رہے تھے۔ اور انکا مادہ تنہا
 زندگی میں اسکا اعلان نہ کریں۔ گزشتہ سال وہ انجمن کی عمارت کے لیے حیدرآباد
 میں چندہ جمع کر رہے تھے تو ایک دوست نے پوچھا کہ آپ نے کتنی رقم انجمن
 دی ہے؟ مولوی صاحب فرماتے ہیں:-

"سیرافا عدد ہے کہ کسی کام کے لیے دوسروں سے اسوت نکالیں
 مانگا، عیب ملک کہ خود شریک نہ ہوں۔ اس فرست میں میرا چندہ بھی
 تھا لیکن شاید پریشانی کی وجہ سے انکی دوست کی نظر نہ پڑی۔
 اس واقعہ کے بعد میں نے معمم ارادہ کر لیا کہ یہ رقم جو میں نے انجمن
 کے نام سے جمع کی ہے انجمن کے مستقل سرایہ میں جمع کر دوں۔"

جانتے ہو اس رقم کی مقدار کیا ہے؟ چوتھ ہزار تیس سو پچھاسے نو پائی
 ساٹھ عشا یہ جو انگریزی سٹے کے حساب سے کچھ کم سچاس ہزار سو پچھاسے ہے۔
 مولوی صاحب مدد نے یہ رقم انجمن کی نذر کر دی ہے لیکن یہ خرچہ لگادیا
 اور انجمن کی بھڑو عمارت کے لیے عداخواستہ کافی رقم جمع ہونے کے واسطے
 عطیہ کو عمارت میں سزت کر لیا جائے۔

یہ ہے سفیقی اور مستقل قومی کام کرنا جو ان کی شان عمل اور عبادت کار۔ کیا
 اسکے بعد جو خواجہ غلام سے یہ اپیل کرنے کی ضرورت رہ جاتی ہے کہ انھیں
 ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کے ایثار، ہمت اور اولوالعزمی کو پیش نظر
 رکھتے ہوئے ترقی اردو کے کام میں زیادہ سے زیادہ اعانت کا انتظام کرنا
 چاہیے۔ کہ مولوی صاحب مدد کی شخصیت اپنی تمام دلکش ہمت و دیلی
 کے ساتھ بیکار خود کو نثرین اپیل نہیں ہے؟ (انتخاب)

خط و کتابت وغیرہ

میں اپنا پتہ زیر ذریعہ براہ کرم نہ بھولے۔

نصرت حق

آن ذیل میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے ایک طویل مضمون کا اقتباس ہے جو کہ ہندو دارمسلان کے لیکر درج کیا جاتا ہے۔ یہ مضمون ایک سال کے حالات کے جواب میں ہے۔ مولانا اگر اپنے خیالات کو انہیں حدود تک کہیں تو یہ تو جن حد تک ہیں کے خیالات ہیں۔ اختلاف وہاں سے شروع ہوا ہے جہاں وہ ان حدود سے بڑھ جاتے ہیں۔

جو شخص دین حق کو منادی کی حالت سے نکلتے اور پوری عین دین پر اسکو غالب کرانے کی جدوجہد کرے وہ ہر حال ہمارے نزدیک حق پر ہے۔ خواہ ہمارے خلاف ہو یا نہ ہو۔ اگر وہ اس مقصد کے لیے کام کرے اور جو یہ نہیں کرے اسکو ہم خدا کا مخالف قرار دیتے سمجھتے ہیں۔

میرے لئے فقرہ میں صاحب مضمون نے جو کچھ لکھا ہے وہ سخت جتنا کہ ہے۔ یہ حکومت فی الدین و حکومت فی الدنیا کی تقسیم ہر حکومت فی الدنیا کے باطن کو سونپ کر رکھنے پر سایہ کچھ نہ بھی اعلان کی آزادی حاصل کر لینے پر قناعت۔ پھر اگر وہ خدا کے باغی نہ بھی اعلان میں بھی مخالفت کر میں تو جہاد کے لیے "جوہر قوت اقتدار" اور "تحت اہرا انونین" کی شرطیں لگاتا تاکہ اگر توپ خانہ اور ہوائی بیڑے موجود نہ ہو اور امیر المومنین بھی شریعت دار نہ ہو تو غیبی اعلان میں مخالفت پر بھی مجاہد سے باز رہنے کا حرج نہ ہو (اسے) پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر طرح کی آزادی ہمارے لیکر رہنا اور شراب اور سود اور انکار خدا کی آزادی جب حاصل ہے تو کفار کی ایسی سراسر امن و رحمت حکومت کے استعمال کی کوشش کو فساد فی الارض قرار دینا یہ سب اس غلط فہمی کی غیبت کا ترجمان ہے جو مسلمانوں نے شاید ہر مذہب کے مبلغوں اور علماء کی راہوں سے مستعار لی ہے۔ اس قسم کے مذہبی لوگوں سے تو وہ "خاں صاحب" و "خان بہادر" غیبت میں جنہوں نے علاوہ دنیا کے دوسرے دین و اخلاق کا سودا کر لیا ہے۔ وہ کہ انوکھ دین کا مسئلہ نہیں کہتے۔ یہ حق کا باطل اور باطل کا حق بنا کر اس پر دینداری کے خوشگاہ پر سے تو نہیں ڈھکنے وہ غالباً کفر کو گوارا کرنے کے لیے نہیں ہٹاتے تو نہیں کرتے ان "وینداروں" سے لے کر گریں پوری کر دی جو ان دنیا داروں سے رہ گئی تھی۔

اصل یہ ہے کہ مسلمان ہیں ایک گروہ ایسا پایا جاتا ہے جسکی اندری مذہبیت اسوقت تک کفر، اعلان کے دور، امن مضامین پر قائم ہوئی ہے ایک طرف نماز، روزہ، ذکر و شغل، اور لاد و لعل، و عک و پند اور تعویذ کا ایک گلاب بنکا ہوا ہے۔ دوسری طرف تمام دینی معاملات پر کفر کے احکام و قوانین جاری ہوں۔ فتنہ و فحش کے دنیا بھر کا سود اور تمام اس طرح پوری مینشع کے نظام میں گمشدہ جلتے کہ حضرت کے وہاں مبارک میں تھلنے کا ایک نغمہ بھی سود اور فساد کی آہیزخ سے خالی دیکھنا چاہیے۔ اخلاق عامہ اس قدر گڑ جائیں کہ بڑے بڑے علماء و ائمہ کی اولاد میں اس فساد عام کے اثرات سے نہ بچ سکے۔ انہیں بھی

زیر آلود ہو کر مسلمان کی نسل سے پیدا ہونے والے بچے خدا کی ہستی کا ثبوت مانگنے لگیں۔ خدا کی شریعت مٹا دی۔ ان کی ہر حق غلطی کو دین مانا جائے اور چند محدود حالات میں بھی اسکا تقاضا حیکم و عدل سے نہیں ہو سکتا۔ غرض پوری دنیا کی زندگی پر کفر اس طرح چھل جلتے کہ کچھ بھی چھڑا سیکے۔ مثلاً اس سے بھی ہوتی نہ ہو۔ اس کا فرائض و احکام۔ کہ انہیں امر و نہی کی زندگی کو یہ لوگ صرف ہی نہیں کہ امن اور اطمینان کی زندگی سمجھتے رہے ہیں کہ بہت سے اللہ کے بندے اس نام نہان نظام کو مست سے مانتے ہوئے رہے۔

تعاون کر رہے ہیں۔ و فیض، خیانت اور لالچات سب یہ منہل کرتے ہیں۔ اپنی اولاد کو اس نظام کی خدمت کے لیے تیار کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ فتنوں کے ذریعہ ہندوئی کی تمام ظاہری شریعتیں مٹا دیں گے۔ ہندو نزدیک مسلمان ہو جائیں گے۔ ہندو کے ہاں میں انکا تقرب و پیوستہ ہو جائے۔ ایسے لوگوں کو جب یہ خیال آیا جاتا ہے کہ غلبہ کفر کے تحت سب کچھ ہی ملے گا۔ نہیں ہے اور یہ سطور پڑھ کر انکی جو اس دارا کفر سے پھر پوری ہے اس وقت تک کہ یہ صیت ہے غیبی نغمہ کہ اسے دارالامام بنائے کہ یہ بے جا رہ گیا جلتے تو اپنے اطمینان کو رخصت ہوتے و کھو کر رہے ہیں۔ ہر جاتے ہیں اور پھر ان جیلوں کا سارا ڈھونڈنے لگے ہیں جن سے یہ پورا مضمون بھرا ہوا ہے۔

دیوکت کناٹ و ہندوستانی زبان

انگریزوں نے آمد و زبان کو "ہندوستانی" نام دیا۔ اور انگریزوں نے اس کی اسی زبان کو پہلے اور "ہندوستانی" کی عبارت حاصل کر لیتے۔ انہیں تو پتہ نہ ہے کہ ہندو اور ان کے لیے اس دیوکت کناٹ کا سیکھنا بہت کچھ ضروری تھا مگر بعض انگریزوں کا شوق انتشار ہوا تھا کہ انہوں نے آمد و زبان میں ڈاکہ دینا شروع کیا۔ چیداکر کی مٹی سے بعض پرہیز فرائض کے ساتھ ساتھ انگریزوں کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ انکے استاد مولوی محمد الکریم (مروم) کے نام انکے اردو میں لکھے ہوئے خط اب تک موجود ہیں۔ ہندوستان کے فوجی عہدہ داروں کو اس زبان سے سب سے زیادہ سیاقہ تھا۔ اور ہندوستانی جانتے و سمجھتے تھے۔ انہوں نے انہوں میں بیعت قبول جو بہت سے بڑے بڑے کناٹ تھے۔ انکے بچے کے چھوٹے صاحبزادے نے انکے والدین کی باتوں کی عمل کی عمر لگے انہوں نے انتہائی کیا۔ انکو ہندوستانی حالات سے بڑی دلچسپی تھی اور اس ملک میں وہ بہت اون رہے ہیں۔ اور وہ انکے انگریز آؤٹ آؤٹا بھی ہوئے۔ انکے بچے کے انکے والدین کی باتوں کے منظر حالات زندگی ثابت کیے ہیں۔ ہندوستانی کو کہ منہل انکی ہندو انکی بوی کی دلچسپی دکھانے ہوئے لکھا ہے۔

"ہندوستان کے حالات میں ہر کچھ لکھنا اور لکھنا"

خاندان کی اہم قدر و بچپن سے لے کر ایک (آیت کرامت) کا بیان اور
 پانچویں قیام تھا۔ انھیں کی وجہ سے ہندوستان کی ہنگامہ انگیز شاہی خاندان
 میں ایک خاص حیثیت حاصل ہو گئی اور ڈیوک نے ہی سب سے پہلے
 ہندوستانی میں اتنی استعداد پیدا کی کہ سپاہیوں کو اس زبان میں مخاطب
 کر سکیں اور اسکا جو اثر ہوا وہ انداز سے بھی زیادہ تھا۔ ہندوستانی
 زبان میں ڈیوک کی ایسی مہارت دیکھ کر انکے صوبہ بھٹی کے مدرسے کے
 اہلکاروں میں لاگ بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک موقع پر تو ایک ہندوستانی
 افسر نے احمد آباد میں اپنے کرنل سے کہا "کیوں صاحب اب (ڈیوک
 آف کراٹ) تو آپ سے بھی زیادہ "مٹھی بات" بولتے ہیں۔۔۔۔۔
 ۱۸۸۷ء میں بھام برادہ مشن بھی انگریزی کے نئے تقسیم کرنے سے جس نے
 سوڈان میں بڑی خدمات انجام دی تھیں ڈیوک نے منافرت کو ہندوستانی
 زبان میں مخاطب کیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ شاہی خاندان کے ایک شاہزادہ
 نے ایک ہندوستانی زبان کے ذریعہ سرکاری تقریر کی۔
 یہاں پر یہ بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ڈیوک صاحب
 بھی اپنے خاندان کا بیعت فرمائی تھیں اور بقول "السرٹڈ لندن ٹائمز"
 مورفہ ۱۸۸۷ء "وہ روزانہ دیکھنے ایک فنی فنی سے بہت بڑی
 تھیں۔ اور اس طرح وہ اکثر و قیوں پر خوانین ہندوستان سے لکھتے
 کر سکتی تھیں" (کراچی زبان)

عبرت

ابھی چند جینے گزرے ہمارے صوبہ کے مشہور شاعر حضرت تیار سنگھ بکریا
 نے ایک نظم پر عنوان "نورِ اعظم" ارشاد فرمائی تھی، جس میں شیطان کو توحید
 اعظم قرار دیا گیا تھا۔ اور سجدۂ آدم سے اس کے انکار و انکار کو اس کی
 غارتگی توحید پرستی اور شرک سے اس کی کامل بیزاری کا نتیجہ بتایا گیا۔۔۔۔۔
 ہمارے مولانا مفتاح بہمدی من صاحب شاہجہانپوری (مقیم ماہر منہج سورا
 کی جو "شامت" آئی، انھوں نے "حضرت سیاب" کی اس نظم پر شرمی حیثیت
 سے بھی تنقید کر ڈالی اور جیسا کہ نفوس شرمیہ کی روشنی میں انھوں نے سمجھا
 تھا سیاب صاحب کے اس تخیل کو انھوں نے سنائی ایمان و اسلام قرار دیا
 ۔۔۔۔۔ "ولنا کی اس مفتیانہ جہارت" اور "مولانا گستاخی" کا انتقام
 سیاب صاحب کے اہل قلم حامیوں نے جس طرح سے لیا اور جیسی کھری کھری
 مفتی صاحب کو اس سلسلہ میں سننے پڑیں اسکا علم ان حضرات کو ہو چکا جنہوں
 نے آؤد کے بعض مشہور اخبارات جبرساتی میں وہ جوابی مدعا بیان کیے ہوئے۔
 گویا اب دنیا کی رسم یہ ہو گئی کہ شیطان کا "نورِ اعظم" کو "فرعون کوئی
 کار و جہ سے دو گندہ کو ابراہیم سے بڑھاد۔ اس پر بھی اگر کوئی بیچارہ
 مولوی مفتی مکرم شرعی کا انہما کر دے تو اسکی گڑھی اچھاں دو اور اس طرح
 پیچھے بھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جائے کہ آئندہ کسی کفر کو کفر کہنے کی ہمت ہی نہ کر سکے
 اور کہ سربراہ اور اپنی گڑھی اچھاں دے بلکہ ٹوٹی اترنے اس کے لیے بھی تیار ہو۔
 اس سلسلہ میں سب سے زیادہ تکلیف دہ اور انتہا شاک دہ
 بعض اوزار اخبار نویس حضرات کا رمل جو خود بھی اپنی صیبت و غیرت دیکھتے

مفتی صاحب کی طرف سے لکھی گئی تھی کہ ان کے جواب میں

اس کے باوجود انھوں نے "نمائش الجیر" اور "کام بالقہ" پیکر بنائے
 "شانت و سنجیدگی" کے ساتھ مفتی صاحب ہی کو شہیت قرار دیا کہ سیاب صاحب
 نے جو کچھ میں کہا وہ مفتی "شاعری" یعنی "اور شاعروں کی باتوں کو فتنہ کی
 آہل میں نہیں لانا چاہیے۔۔۔۔۔ سبحان اللہ! اگر یا شاعروں کو علم احاطہ
 ہے کہ

(الحق کہو اور بچائی نہ پاؤ! (القرآن)

(بقیہ صفحہ ۵)

دور الحاد و انکار میں اسلامی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ بھلا ہوا ہوتا ہے
 اور اسلام کے کسی ادنیٰ شمار کی توہین بھی انکو گوارا نہ تھی۔ ذات و ملکیت
 (روحی و مادی) سے انکو متن تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب شاخ اتحاد المسلمین
 صوبہ دکن کے سالانہ اجلاس میں "نورِ قدس" پڑھ کر میں اسٹیج سے اترے
 تو مرحوم مجھ سے قلم تار کے ساتھ بٹگیر ہوئے۔ وہ اپنی ہر چیز
 اس دنیا سے آب و گل میں چھوڑ گئے۔ انکے نیک اعمال اور اسلامی
 خدمات میں جو قربانیاں دیں اور مشروء نشر میں ہر ملکہ کام آئیں گے۔
 سید مرحوم نے اپنی یادگار "دہر دکن" کو چھوڑا ہے۔ ہم سب کا
 فرم ہے کہ اس یادگار کو باقی رکھیں۔
 رحمت الہی کے پھولوں کی بارش، سید مرحوم کی قبر پر!

خریداران صدق کی خدمت میں

آپ حضرات کی سیما خریداری اسی جینے میں ختم ہو رہی ہے
 مہربانی کر کے چندہ علیہ بھیج دیجیے۔ اور اگر مذاخا خواستہ کسی صاحب
 کو آئندہ خریداری منظور نہ ہو تو بذریعہ کارڈ اطلاع دیں تاکہ انھیں
 کیم اپریل کو دی نہ جی جائے۔ رہنہ دفتر کو بلا وجہ ہر کا نقصان ہوگا۔
 ۱۸۷۰ء ۲۹۱ء ۲۹۲ء ۶۱۰ء
 ۶۱۲ء ۶۳۸ء ۶۵۴ء ۷۵۸ء
 ۷۷۵ء ۷۸۳ء ۷۸۵ء ۷۸۸ء
 ۹۷۸ء ۹۷۹ء ۹۸۲ء ۹۸۳ء
 ۹۸۵ء ۹۸۶ء ۹۸۷ء ۹۸۸ء
 ۹۹۳ء ۱۰۶۶ء ۸۵۳ء

تحفہ خسروی

(جناب مدیر صدق کی ایک قدیم تالیف)
 حاکم و محکم کے باہمی تعلقات و فرائض پر قرآن مجید و حدیث
 کے احکام اور علماء اسلام و علماء یونان کے بہترین افواہ کا
 مجموعہ۔ بیشتر اقتباسات اصل فارسی میں۔ ضخامت ۷۷ صفحہ۔ اشک
 ختم کرنے کے لیے قیمت میں غیر معمولی رعایت۔ یعنی صرف ساڑھے چار آنہ
 کے ٹکٹ بیچنے پر روانہ کر دی جائیگی۔

ایڈیٹر: عبدالحامید

چندہ اور تنظیمی امور

پتہ: - دریا آباد - منٹھ مارہنگی
بائب: - رملی علی احمد

لے بارے میں مراسلت اس پتہ پر کی جائے۔

نور محمد الروف عباسی مہتمم صدق

مرشد اہل: پٹنہ - گورکھ - لکھنؤ

چندہ سالانہ نقد

شمارہ

بمردان ہر سالہ شتاب

قیمت فی پرچہ



مضامین کے متعلق خط و کتابت ایڈیٹر کے پاس

بمردان ہر سالہ شتاب

سب ۴ - دوشنبہ - ۱۳ - ربیع الاول ۱۴۲۱ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۲۲ء - جلد ۶

سچی باتیں

ولما ان اہل الحرب غیر مزمین
احکام الاسلام... سبکدوش اہل
الذینہ لانعم التزووا احکامنا فی
یرجع الی العالمات کالربود الزنا
... ولابی ضیفۃ ان اہل الذینہ
لا یزمنون احکامنا فی الدیانت
وفی ایقعدہ غلاف فی المسلمات
فانما امرنا ان نحرکم دمایہ ہون
نضار وکامل الحرب بخلات الزنا
لانہ حرام فی الادیان کلمہا والربوا
مستثنی عن عقودہم بعبود علیہ السلام
مخالفت ہیں... اس لیے ہم کو تو حکم شرعی ہی ہے کہ ہم انکو انہیں کے
ابن پر چھوڑے، میں (اور خود غفل نہ ہیں) سو اگلا حال بھی تو حربی کافروں کا
ہی کا سا ہے۔ البتہ دنیا میں ایسا نہ ہوگا کہ وہ تو ہر مذہب میں تراہے یا سود
خواری سمجھا کہ وہ بھی ذہنوں کے ہمد سے مستثنی ہے یہ دلیل حدیث حضرت
رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے۔

اسکے ایک خاص جزئیہ میں خود ائمہ حنفیہ کے درمیان اختلافات ہیں۔ یہاں
نہ بحث اس نفس سنگہ سے ہے نہ اس اختلافات پر محاکمہ مقصود ہے۔ یہ کھانا
میرت ہے کہ ایک چیز پر: دونوں فرق: یعنی کل: ائمہ حنفیہ متفق ہیں اور
وہ یہ ہے کہ دارالاسلام میں اسلامی حکومت میں نہ کھلی ہوئی حرام کاری ہے
اسی حال میں روادار کی برائی جائیگی اور نہ کھلی ہوئی حرام خود (مذہب) ہمارا
بازی و سود خواری) سے ا۔۔۔ کسی حال میں بھی نہیں۔ (ذہنوں کے
ساتھ جو، عاتقین شریعت اسلام نے کی ہیں اس کے قابل غیر مسلم بھی ہیں۔
جو حقوق انہیں قانون اسلام سے دیے ہیں، انکی نظیر سے دنیا کے قانونی
بھتر غنائی ہیں۔ ذہنی اپنے طوطی پر پوچھا پاٹ کر سکتے ہیں، اپنی مبادی
کر سکتے ہیں، شرابیں پی سکتے ہیں، نا پاک جانوروں کا گوشت، انہیں
غذا میں کھا سکتے ہیں۔ عذ یہ ہے کہ انہیں کفر بلکہ شرک تک کی آزادی
حاصل ہے۔ لیکن نہیں اجازت ہے تو کھلے بندوں جو اکیلے کی ا۔۔۔
نہیں اجازت ہے جس طرح لوگوں کو نہر کھانے کی، خلعت کو توڑ کر
کی، نہیں اجازت ہے اسی طرح نعت کو سموم کرنے کی، لوگوں کے اخلاقی
قتل و نارت کی، انسان کی روح کو ہلاک کرنے کی!

اسلامی حکومت، کامل صورت میں نہ ہو، کسی قدر ناقص صورت میں
بھی اگر آج قائم ہو جائے، تو آپ کو معلوم ہے کہ دنیا سے کس قدر فتن و تجار
نہٹ کر رہے، معصیت کیسی ناپید ہو جائے، اچھے اور قبحہ خاستے ایک نہ
باقی رہیں۔ "چوک" اور "جاڑی" اور "سفید گلی" کی قسم کے بالائے
اسفل السافلین کو پونچ جائیں۔ بڑے بڑے بینک، ساجو کا بے بیانیہ
سب مٹ کر رہیں۔ بڑے بڑے ہما جوں کا، کو اپنی سو سائیکوں کا قلع و قح
ہو جائے۔ گورڈ وڈ کی بازیوں، فٹ بال کی بازیوں کی کوئی بات تک نہ
پوچھے، کھال کا، لاطریوں کا نام نہ نشان تک نہ رہ جائے، نشاط و

عبادت فقہ حنفی کی مشہور، مستند کتاب ہدایہ کی ہے (کتاب الفہم)
باب الفہم: فعل آخری۔ فقہ کی کتابیں ہیں ایک بحث یہ آئی ہے کہ اسلامی
حکومت میں اگر کافر یا اپنے طریق پر شادی کرے تو اس کے کیا احکام ہیں۔

آجے، کہ دروں نہیں پورے ایک کرب تو ایک عہد میں آسکتے ہیں ! اور
 یاد رہے کہ پورے نہیں مورت آدھے آسمان میں ! اور ظاہر ہے کہ ساجو
 اس بے پایاں کائنات کی وسعت کا مورت ایک جزو ہے !

ایک پیام : اگر ہمارے خواب عبد الباقیہ مرحوم کی یادگار میں ایک

”رزم میں بزم!“ انفرادی ۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸

”عجب یہ کالج کے لیب کو پیام دہ کیا دے جو خود سر پہ سے غالی ہو
اور ہر شریف سے غالی ہو پیام شیراز، قربان، شیرانیس، آپ کے اور سر سے
سب کے سر کا رکھتے ہیں

خوب ہے خون از دماغ کی زلی کے درمیان۔ کھیل کود، سیر، تفریح، کورنگ،
کے عبور، جونی چمکاریاں اور دلدزد آجوں اور بیاں گداڑ چھوٹے سے بیاں
یاد رکھنی لڑیاں اور تاج ڈنگ کی رنگ بیاں۔ غریب مشرق کی برصغیر
زیادہ سے زیادہ مشاعرہ نگار بن کر ہر دور کے ماتحت ایک ہی شخص کا دستہ اقتدار
مکمل ہوا۔ انہیں بھلا کہاں پہنچ سکتا تھا؟ مغرب مغرب۔ اس بلندیوں میں مشرق کو

۱۔ لی سے پھیلے عشرہ : بڑی ہی افسوسناک خبر سننے

آخرت کی تلاش اور جنت کی نعمتوں کا ذکر نہیں، اسی دنیا کی راحتیں اور اسی زندگی کی لذتیں اسلام کے قانون، کمال قانون پر عمل کرنے سے گھٹی نہیں، اور بڑھتی جاتی ہیں۔ عقیدہ کی نہیں، تجربہ کی چیز ہے۔ یہ قسمت ہے وہ جو کھو کر سیکھے، خوش قسمت ہے جو کھوئے بغیر اس راہ پر پہنچے۔“

سائنس کے ایک عالم کے ایک تازہ اور دھنوں

۲۰۰ اپنی نظر کی نئی دہائی کے نتائج کا ابھی انتظار رہ رہا ہے۔
 ہمارے اس کی پیشرو، ہزار عالم وانی روایت پر طنز و سخر کرنے والے
 سائنس کے گئے ہوئے اور اس کے متعلق کیا ایشاد و زبانیں گئے؟
 ۱۰۰۰ شہاد و درہنہیں جتنی قریب، تو یہ ترقیاتی باقی ہیں قدرتِ اعلیٰ کے
 عجیب و غریب فیضیہ۔ ہر گھنٹہ بڑھتے جانے اور انسان کے علم میں آنے
 والے ہیں۔ ہمارے ہر ذہنی آئینہ سے دیکھنے میں چند ہزار سے زائد ترقیاتی

۱-۱۔ پنج نوں درالایم : ۲۰ (لکھنؤ میں طبع شدہ)

۱۰ - لا بد از این است که در هر یک از این موارد، یک یا چند مورد از موارد فوق را در نظر بگیرد.

سان اور ہر ایک اعلیٰ عقلیت، تفکیر، دیانت کی راہ سے آراستہ اور
 اندر سے بھرپور فلسفیانہ نظریات اور سائنسی اکتشافات کی آڑ میں کیے جانے
 والے یہ نکتہ درنکتہ ناموں سے بڑھنا شروع ہوئے اور چہرہ کے ان
 نقابوں کے نام بہ شرم، اکبر، نرم، اور تھے ادب کے ماتحت شر اور انسانیت
 نہایت اہم ترین نیا کی کافی مدد کے اقبال کے کلام میں موجود ہے۔ ضرورت
 اس کو پہچاننے، پہچاننے کی ہے۔

پیشہ سبھا پچھلے دس برس میں ان طور کے اہم کاموں کا پورا پورا
 توجہ ان کی پبلک لائبریری دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا تھا اور اسے کتاب خانہ
 پر گھردی گئی تھی۔ مدنی ملت (۲۵ - جون) میں وہ پورا تاریخ میں پہلی
 اسکے آخری ٹکڑے میں ملے۔

"میں نے ادا کا بڑا پورا پورا کوئی سبب نہیں دیا۔ ضرورت کتاب
 سے زیادہ کیفیت پڑا اور مدار سے زیادہ ذہنیت پر زور کرنے کی ہے۔
 .. کوشش کیجئے کہ پورے کے انعام میں کہ آپ کے ان ذہن زیادہ
 سے زیادہ "صالح" طریقہ کا جمع رہے اور پڑھنے والا جب لائبریری
 سے باہر قدم لگائے تو زمین و آسمان دونوں سے بہرہ ور ہو سکے۔
 بہرہ ور نہ کئے کچھ حاصل کر کے کئے، کچھ منافع کر کے نہ کئے۔"

اب اپنے نفس سے روپوش کے ایک مقامی انبار کا تراشہ اسان کیسے ہو
 میں خوش طرح آبادی صاحب کا سائنس اسی کتب خانہ کا چھاپہ ہے۔ اسکا اقبال
 ذیل میں نظر ہو۔

"میں اس کتاب خانہ کے ادب میں عملی خدمت میں بہرہ ور ہوں
 کرنا کہ وہ میرے قدیم ادیب اور جدید نیا، اجداد صاحب دریا بادی
 کے "صالح" طریقہ کو اس عمارت میں ہرگز باریاب نہ ہونے دیں اور
 ایسی کتابیں جمع کریں جو عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتی ہوں
 اور جن سے ذہن انسانی کے اندر زندگی پیدا ہوتی ہے۔"

اس سے قطع نظر کہ سائنس کی کتاب میں کسی کے نام کی تصویر کے ساتھ اسکی تودیر
 کو آنا خوش ذاتی کے آئین میں کہاں تک درست ہے، اصل سوال یہ ہے کہ
 اوپر والے سائنس کے آخر میں زندگی توجہ جو صاحب ضروری سمجھے ہیں بالکل
 نہ کھل سکا کہ انہیں اختلاف کس پلاسے ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ لائبریری
 میں آنے والے دین و دانش سے بہرہ ور ہو کر قدم بہرہ کھالیں؟ کیا وہ یہ چاہتے
 ہیں کہ سب سے اخلاق، شرافت اور فیرواری کے لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد
 میں بد اخلاق، گندگی اور بیوہ و گریں کا درس حاصل کرتے رہیں؟ کیا انکے خیال
 میں قرآن مجید پر ملکیت و پرمادیت کتاب جسکے تیسے "اکسپریس" اور کیرج اور
 برلن اور پیرس اور اسکو اور ٹوکیو کی بڑی سی بڑی لائبریریاں اپنے ہاں رکھنا
 غرض سمجھتی ہیں؟ یا سعدی اور حافظ اور سنائی اور عارف اور ابراہیم اور علی اور اقبال
 اور غزالی اور شبلی کی کتابیں ذہن میں بچے لینے کے پستی پیدا کرتی ہیں؟
 یا تو یہ اس لیے ضروری ہو گئی تھی کہ یہ نیا کاپیٹل کو لے دیا "ایک جدید تقاضا
 چاہا کہ اسے کھنڈا لے لے۔"

دماغ دھیل گئے جو اسکے جواز میں اقبال کو یہ سہوہہ لپٹا بھی چھوڑا۔

دختران تہذیب نیا ایک کے ایک اخبار میں مسہرہ ذیل اشتہار
 نمایاں طور پر شائع ہوا ہے۔

"نوجوان عورتیں ہیں، عمر ۱۵-۱۶ سال کی لڑکیاں پاس
 سمجھدار، طبعی صورت، ادبی، جو سادہ سنہ، اپنی ذات رکھنے
 والی، مفلس، اور کاری کر سکتی ہیں، فنی کر سکتی ہیں، گائی
 ہیں، سینا پر دانا اور کشیدہ کاری جانتی ہیں، نقاشی کر سکتی
 ہیں گھوڑے کی سواری کر سکتی ہیں، چادروں کو گناہیں پڑھ کر
 سنا سکتی ہیں، ادا کی اور برج کھیل سکتی ہیں، فرانسیسی، جرمن،
 یونانی اور روسی بول سکتی ہیں، پیا پیجا سکتی ہیں، گیتوں کو
 سنو سکتی ہیں، ہوائی جہاز سے کوڑ سکتی ہیں، بچوں کی دیکھ بھال
 کر سکتی ہیں، اقبال کی کر سکتی ہیں، نو ٹو ٹیچنگ سکتی ہیں۔"

اشتہار اپنے رنگ میں کوئی بالکل اور اور انوکھا نہیں۔ امریکہ سے گزرا کر اب تو
 اس سے لے جلتے، اگر یقیناً اس سے کہیں ملے۔ اشتہارات ہندوستان
 کے انگریزی روزناموں، سٹیٹسین وغیرہ میں بھی کھنڈے گئے ہیں لیکن شہرہ
 کو آخر اس قدر دماغ نفس اور طوالت بیان کی کیا ضرورت تھی۔ مختصر
 سادہ لفظوں میں یہی کہیں نہ کہ دیا کہ بھڑکھڑا ہر کی خدمت گزار، انی اور شوہر کی
 دغا داری کے اور چلہ سز اور بدو صاف موجود ہیں یا اگر ہر عرصہ کے یادگار
 الفاظ میں، ۶

سب کچھ اٹھنے دے، لکھا ہے تو ہر کے ہوا

اپنی رسوائی

پھر پیام اور جان، سکون، نام نہاد بیچنے کر ہر تم کو جو جانے کا موسم آگیا
 یہ ترپہ پروردہ آئو یہ رنگ گئی ملک، اُنٹ شاپ آیا کر چٹا کا دھبہ لایا
 یہ دو شرمست پہلو نمونہ درج ہوئے، ساری غزل، اسی قسم کے معنائیں سے بھر گئی
 ہے۔ سینے اور من کر خون کے آنسو دیتے، کر غزل ایک ہوز، "تیسرے یا تہہ" اگر کسی یا
 قانون کی ہے۔ اور ایک کثیرا شاعرت رسالہ میں شائع ہوئی ہے، اسے چاندروں
 ہی پر کیا کم صاف معنی، کہ بھائیوں کے ماتہ بیوں نے، شوہروں کے حلقہ بیووں
 نے، یا پورے کے ساتھ بیچوں نے دینا شروع کر دیا۔ غیر اسلامی نظام
 کے یہ نتائج برابر آسوت تک قائم ہیں، جب تک کہ حکومت، تمدن، معاشرہ
 اس کی بنیاد اسلامی اصول پر قائم و محکم نہ ہو۔

محمد علی کی کتاب

مولانا محمد علی کی انگریزی کتاب (پریس) نے، غلی ہوئی کا
 تذکرہ مدنی ملت میں آچکا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے کہا کہ
 اپنے خط میں لکھتے ہیں: "اس زمانہ میں میں کہ اسخان سر پہ کتاب تیار کشت جان کہ خبر
 آخر پہنچے تھے نہ، سلا۔ ایک سنی نے سوائے اسخان رسول میں اڑیے ہے سب سنان
 کے دل سے جھڑکے ہیں جو معفو تر اس پیچھے ہے ہیں۔ اپنی تہذیب کو لانا محمد علی کی
 کے قلم سے عمل سکتی تھی۔ غریب کو تہذیب کا پورے ہی کہاں، بعض قلم بہ ہشت
 بالکل، ہندوئی سوادہ تھا، بعض قدر حق سے منظر عام پر آگیا۔ کہیں، جہان کے ساتھ خرازا

پھر پیام اور جان، سکون، نام نہاد بیچنے کر ہر تم کو جو جانے کا موسم آگیا
 یہ ترپہ پروردہ آئو یہ رنگ گئی ملک، اُنٹ شاپ آیا کر چٹا کا دھبہ لایا
 یہ دو شرمست پہلو نمونہ درج ہوئے، ساری غزل، اسی قسم کے معنائیں سے بھر گئی
 ہے۔ سینے اور من کر خون کے آنسو دیتے، کر غزل ایک ہوز، "تیسرے یا تہہ" اگر کسی یا
 قانون کی ہے۔ اور ایک کثیرا شاعرت رسالہ میں شائع ہوئی ہے، اسے چاندروں
 ہی پر کیا کم صاف معنی، کہ بھائیوں کے ماتہ بیوں نے، شوہروں کے حلقہ بیووں
 نے، یا پورے کے ساتھ بیچوں نے دینا شروع کر دیا۔ غیر اسلامی نظام
 کے یہ نتائج برابر آسوت تک قائم ہیں، جب تک کہ حکومت، تمدن، معاشرہ
 اس کی بنیاد اسلامی اصول پر قائم و محکم نہ ہو۔

بقرعہ

اعمالی اسلام کا پہلا دن

(از مولانا مناظر حسن گیلانی مدظلہ العالی شیخ الحدیث مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی مدظلہ العالی)

(۲)

لیکن اتنے جلد منسکائیہ کرنا اسم اللہ علی ماوردہ من ہمت الہ نام۔ ہر امت کے لیے ہم نے منسک (قربانی) کا قانون مقرر کیا ہے تاکہ وہ یاد کریں اللہ کے نام کو اس صلوٰۃ میں کہ روزی ہو بخلائی اور کھلی ہو اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے۔ ان ساری باتوں میں بڑے بھیرے لگائے، اونٹ کا نام بھیرے سے جو نام ہے ان اقسام کو جاری ہے۔ قربانی کی آیت کے اس پہلے جزد کا یہی مطلب ہے کہ قربانی و زکوٰۃ کی نعمت کا ایک سالہ شکر یہ ہے جس میں اس میں بیداری کو بیدار کرنے کے لیے ہمت الہ نام کو نماندگی دی جاتی ہے۔

اس ذیل میں ضرورتاً اس محبوب حال کی طرف بھی اشارہ کرنا چاہیے جس کے عمل میں دنیا اب تک پریشان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے باشندے ہا سے نہیں بلکہ زمین کے اس کوہ پر جو زندہ جراثیم سے ملبھی ہوئی ہو اس میں سامنے لیتے ہیں ان ہی جراثیم سے آلودہ رہتے ہیں، تالوں اور خزانہ ہلے آب کا پانی کھیتوں میں چھوٹا کر کھیتوں کی زندگی تالاب میں اور کیروں کو ڈوبوں کی زندگی کھیتوں کے سو، خون اور ان کے درازوں میں ختم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر بوس درختوں کے متعلق قسم کھا کر کہتے تھے مختلف آلات کی مدد سے دیکھتے تھے دکھاتے تھے کہ وہ دوتے بھی ہیں اور ہستے ہیں۔ انہیں خوشی بھی ہوتی ہے اور رنج بھی۔ ان ہی درختوں کو کھٹتے ہیں۔ سکھ ہی کے لیے دیکھو سے بھی بچنے کے لیے۔ کھٹوں، پتوں، پتھروں کو کھٹتے ہیں۔ اگرچہ جو اس دنیا میں رہتے ہیں سب کے ہر قدم کے نیچے ہزار جان اور جبکہ رہنے والوں میں شکل ہی سے کوئی ہوگا بلکہ بلا استثناء قطعاً نہیں ہے جیسا کہ مذبح اور پیٹ کسی جانور کی قبر نہ ہو۔ ان ہی قانونوں میں جکڑی ہوئی دنیا میں جانوروں کی اذیت رسانی کا مسئلہ یقیناً پیچیدہ بنا ہوا ہے۔ پیچیدہ اور سخت پیچیدہ۔ اسلام بھی قطعاً جانوروں کی اذیت رسانی کو حرام ٹھہراتا ہے لیکن جس سنگسارے دنیا کا ہر قدم کسی نہ کسی جان کے لیے ٹھوکر بجاتا ہے وہاں اس پیچیدگی کا وہ حل جس پر موجودہ زمانہ کی خوردبینوں کو بسا ختم ہنسی آ جاتی ہے۔ اور اسی حل پر مبنی شعور کے متعلق یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ کسی ایسی ہستی کی طرف سے نہیں ہے جس کے علم سے نہ وہ چیزیں غائب ہیں کہ جو نظر آتی ہیں، نہ وہ جو نظر نہیں آتی ہیں اور انکو بھی جان والا ہی جانتا ہو کہ وہ یہ ظاہر جس بے جان نظر آتی ہیں۔ ہر حال میں اس عقلی طریقے سے جو نہیں سمجھ سکتے۔ کاش وہ اپنے اندر اس بصیرت کو پیدا کر لیتے جو انہیں بتا سکتی ہے کہ انسانوں کی طرح جانوروں میں ایسا کھرام کوئی نہیں ہے جو ان کو ان سے نہیں بلکہ اسم اللہ اکبر نام سے اللہ کے سے دیکھیں یہ منظر نہیں ہوا گیا اور جیسا کہ اسے ان کی طرف اشارہ کیا گیا۔

اقتد جو سب سے بڑا ہے) اسی آواز میں ان وفا شعاروں کو تولدت ملتی ہے اس نذرانے لائوتی سے ان میں ہر وہ جمیعت جسے تخلیقت اور اذیت سمجھا جاسکتا ہے کس طرح ٹھہرتی ہے تو شاید انکو معلوم ہو جانا کہ اذیت رسانی کا جو مسئلہ لائوتی بنا ہوا ہے اور گھاس پارٹی ہو یا اس پارٹی دونوں ہی کو اس پاپ سے چارہ نہیں۔ لیکن اسلام نے اسکا حل پیدا کر لیا ہے۔ کچھ جانوروں ہی کے ساتھ نہیں آدمیوں کے متعلق بھی۔ حدیثوں میں ہے کہ اشدر کی راہ میں جو شہید ہوتے ہیں انکو گھاس پارٹی اور انکو گھاس پارٹی سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی۔ قرآن نے غنایاں اور جانور ہر دو ہر اک اس حکم کی جس شدت سے تاکید کی ہے اور جو اذیت رسانی کے اس حل کے بغیر کسی جانور کے ساتھ نہایت رساں فعل کا ارتکاب کرتا ہے اسکا ذبح کیا ہوا ذبیحہ نہیں بلکہ دار و درختاً حرام کر دیا گیا ہے۔ اس سے لوگوں کو سمجھنا تھا کہ ہوا، لکھ، نقاشاں کا کسی چیز کی حالت و حرمت پر یہ ظاہر کیا اثر پڑتا تھا۔ لیکن اسلام میں یہ سوچ ہے اور قیمتی سے قیمتی چیزیں اس سے بڑے تاثر ہی کا نتیجہ ہیں کہ مردار یا کھینکوازی جاتی ہیں۔ ہر حال میں کہ اسم اللہ کے اذیت میرے خیال میں ذکر شکر کے ساتھ ساتھ اس حل کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو ہنسا در اذیت رسانی کے مسئلہ کے متعلق اسلام نے پیدا کیا ہے۔ یہ تو پہلی غرض تھی۔ یعنی قربانی شعور کے شکر کا ایک سالہ جشن ہے۔

(۲)۔ پہلی ہی جیسے زندہ گوشت پرست اسے جانور کو بلا کر مجاہد ہی صورت مجازی نسبت کی بناء پر آدمی جب اپنے آپ کو اسکا قربانی سمجھتا ہے کہ اسکی جان بچاؤ کا کام میں لاسکتا ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا، اس پارٹی واسلے ہوں یا گھاس پارٹی اس قدر حق کا حقدار سب ہی اپنے کو سمجھتے ہیں۔ اور اسی لیے سب ہی کو غنایاں اٹھانے یا ضرر سے بچنے کے لیے جان لینا ہی پڑتا ہے سب سب اس میں رہے ہیں۔ گزشتہ بالا الفاظ کے بعد

قال لکم الذی اذہد احدہم تمھارا ایک ہی لمحے پس سوچو وہ

قالہ اسلوا اپنے میں اسی کو۔

اسے بخاری کی شعور مد نہیں ہیں جن میں ایک شخص کی نفرت مرنے کے لیے کربانی چاہئے اور ایک عورت کو عذاب کی کوہ کا اسنے کی وجہ سے جو ہا تھا۔ یوں ہی سرانہ بلا وجہ کسی جانور کو اذیت پہنچانے کی سخت طاعت ہے اور ان کے ساتھ میں سلوک بڑے خوب اور اجر کی بات ہے۔ حدیث کی مختلف کتابوں میں مستقل باب لیکھا سیرت جلد ششم میں مولانا سلیمان ندوی نے بھی اسکا کافی ذخیرہ اکٹھا جمع کر دیا ہے۔ ہر سہ اس ایک پڑانا معنوں قربانی پر ہے اس میں بھی ان باتوں کا ایک مجموعہ مل سکتا ہے۔

اسے ہر مطلب ہے کہ ذبح کے آلودہ گوشت کا خارج کرنا ہی مقصود تھا کہ ان کے واسلے خون کے نہ ہونے اثرات سے محفوظ رہیں تو یہ بات ظاہر ہے کہ اسم اللہ اکبر کی صورت ذبح کو کتنی ہی حاصل ہو جاتی ہے اگر ہم دیکھتے ہیں کہ غلات، سبزی، ترہن اس سے سب کو اتنی ہی اہمیت دی گئی ہے۔ کہیں فرمایا جاتا ہے فکروا ما ذکر اسم اللہ علیہ (کھانا اسکو جہرا ذکر اسم لیا گیا، پھر اسی مقصود کو دوسرے پیرایہ میں دیکھو انما ذکر اسم اللہ علیہ

در بار رسول میں مقتدات قتل

از جناب ابو القاسم دلاوری

حضرت فخر کوٹھن صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل و انصاف کو نہایت ادا کر دیا تھا۔ داد و داری پر نہ کوئی روپیہ پسہ خرچ ہوتا تھا نہ کوئی رنج و مصیبت اٹھانی پڑتی تھی اور نہ عمر گرامی کے قیمتی اوقات برباد ہوتے تھے۔ یہ روپ کی تمام تقاد و مہذب ملکوتوں نے انصاف اور داد و داری کو ایسے خود میں بکھڑا رکھا ہے کہ داد و خواہوں کو اپنے دعوے سے دست بردار ہونا پڑا اور جاکے ہے کہ کہیں اور برسوں تک عدالتوں میں اسے اسے پھرنا اور ذلتیں اور خواریاں ہیں۔ لیکن دنیا کے صلح و صلح معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلامی زمین اس قدر صفات اور رسول تھا کہ انصاف کے حاصل کرنے میں تلخا کوئی دشواری نہیں تھی۔ قضاۃ کا آلہ تھی کہ غیظ و غضب کی حالت میں کسی مقدمہ کی سماعت نہ کریں۔ سب داویزان عدل کا تپہ ایک طرفٹ کوٹھا۔ جلسے اور کوئی غریب سے غریب آدمی میں داد و داری کے لئے آئے تو اس سے نرمی اور شہد و پیشانی سے پیش آئیں تاکہ انکار و غامیں اس پر غصہ نہ ہو اس کا مطلب اثر نہ ہو۔

میں طرح رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود غصہ و رگزر کے خود تھے اسی طرح اپنے پیروں کو بھی اس صفت سے صنعت دیکھنا چاہئے تھے۔ چنانچہ آپ کا ایک شہور ارشاد ہے کہ اسلام میں نہ منر ہے نہ منرار (دو طائے امام ماکٹ) منر تو کسی کا حق تلفیت بنے کہتے ہیں اور منرار کسی کو انتقام منر پر پہلنے کا نام ہے۔ آپ نے منرار سے بھی منع فرمایا اور اپنے پیروں کو ہدایت کی کہ اگر براہ کا بدلہ لینا شرعاً جائز ہے لیکن غصہ و رگزر دوسن کا سب سے اعلیٰ جوہر ہے۔ ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کے بدن کو مددہ ہو چکا یا جائے اور وہ مددہ ہو چکا ہے اسے کو حالت کردہ تو حق تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرے گا۔ (ترمذی و ابن ماجہ) اسی سنی میں مددہ انکم الحاکمین کا ارشاد ہے

در جزا و سبہ سبہ شہا	برائی کا بدلہ میں ہی برائی ہے لیکن جو کوئی
نہیں غصہ و صلح فاجرہ	(انتقام کے سبب) عدالت کر دے اور مددہ
صلی اللہ (۲۰۱۲)	دوست کی طرفت قدم پڑ جائیگا تو اللہ اس کو اجر (عظیم) عطا فرمائے گا۔

جیسے حضرت سید روح اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مددہ منورہ میں ملکا نہ تو قحار حاصل ہوا اور تمام مقتدات آپ کی حرمت و حرمت ہو گئی تو آپ نے شہر کی چوٹی پر بیٹھ کر انصاف کو سنے سکے۔ حضرت تاروق عظیم کو با معنی منر فرمایا تھا البتہ مددہ و مددہ فاجرہ اور دو روزہ ایک کے اعلیٰ قبائل کی تمام بڑی بڑی جسوتیں خصوصاً قتل کے مقدمے آپ خود فیصلہ فرماتے تھے۔ قتل کے غلاموں میں آپ نے یہ امر میسر فرمایا تھا کہ اگر مقتول کے درشت آدمی میں قاتل کی طرف سے

یا خر نہا میں یا مساف کر دیں۔ لیکن آپ سو خزانہ کرم و رست کو پہلی دوزخ صورتوں پر ترجیح دیتے تھے۔ اور اس غرض کے پیش نظر غصہ و رگزر کی کوشش فرماتے تھے کہ قاتل اور مقتول کے خاندانوں میں کوئی خاندانی تخم ریزی نہ ہو، اور غصہ و بخشش کی صورت میں قاتل کا خاندان مقتول کے درشتاؤ کا ہمیشہ ممنوع احسان رہتا رہے اور آئندہ کے لئے ان میں کسی ناگوار تفسیہ کا غرضہ نہیں رہتا۔

یہاں منگنا ہمارے راج الوقت انگریزی قانون کی حامی اور ہودگی ملا خطہ ہو۔ فرض کر دو ایک بیوہ کے دو بیٹے ہیں۔ ان میں کسی بات پر نزاع ہوئی اور بڑھتے بڑھتے ذہنیت ہواں تک پہنچی کہ ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ اب انگریزی "انصاف" تو یہ ہے کہ بیوہ کا دوسرا بیٹا بھی قضا میں مارا جائیگا۔ اور وہ غم نصیب اپنے دوسرے لڑکے سے بھی محروم کر دی جائیگی جو ایک کے قتل ہو جانے کے بعد اسکی زندگی کا آخری سوار تھا۔ لیکن شریعت اسلامی نے جو تک مقتول کے درشتاؤ کو مددہ کرنے کا بھی اختیار دیا ہے اس لئے وہ اسلامی قانون کے ماتحت اپنے دوسرے بیٹے کو سچا کر اپنے لیے ذریعہ تسکین مہیا کر سکتی ہے۔ اسی ایک مثال سے سلامی دارنشی دو مختلف قوانین کے حسن و قبح کا موازنہ کریجیے۔ قتل کی داد و اتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صلح نظریہ ہوا تھا کہ آئندہ کے لئے قاتل اور مقتول کے خاندانوں میں مصالحت اور محبت کی نصفا پیراکی جائے اور بخشش و بخشش کا نشوونما رک دیا جائے اسی بنا پر آپ قاتل کی جاں ستانی کے سبب سے کوشش فرماتے تھے کہ اسے مرتد کے چنگل سے بچالیا جائے۔ چنانچہ چند نظائر ملتا حکم ہوں :-

مسلم بن حناہہ یعنی نے حالت اسلام میں تہذیب اشیم کے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ مقدمہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا یہ قتل کا سب سے پہلا مقدمہ تھا جسکی سماعت دربار رسالت میں ہوئی۔ اس مقدمہ میں عیینہ نے مقتول کی طرفت سے گفتگو کی اور اقرع بن ماس نے قاتل کی دکالت کی۔ آپ نے مقتول کے ذکیل سے فرمایا، عیینہ! کیا تم دیت (خونہا) قبول نہیں کرتے ہو؟ عیینہ نے اتھاس کی یا رسول اللہ میں دیت ہرگز قبول نہیں کروں گا اور مجھے اس وقت تک بہن نہ آئے گا۔ جب تک محکم (قاتل) کے خاندان کی عورتیں بھی وہی رنج و مددہ نہ اٹھائیں جو ہمارے خاندان کی عورتوں کو برداشت کرنا پڑا۔ آپ نے مکر فرمایا عیینہ! کیا تم واقعی خونہا قبول نہیں کرو گے؟ عیینہ نے کہا، یا رسول اللہ! میں خونہا نہیں چاہیے بلکہ خون کے بدلے خون چاہیے۔

یہ سن کر قاتل کے خاندان بولیت کا ایک شخص جسے قاتل کہتے تھے کھڑا ہوا۔ یہ شخص چھپا ہوا تھا اور ہاتھ میں ڈھال لے رکھی تھی۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے قبیلہ کے نبول اسلام کے آغا نہیں ہوں کہ اگر آپ قتل کا ایک ایسی مثال بنائیں جیسے چند بکران کسی چشمہ پر پانی پینے آئیں۔ لیکن جو پہلے پل آئیں انہی کو تیرا دیا گیا تو پچھلے سب بھاگتے ہیں۔ (اسکا یہ مطالب تھا کہ اگر آپ آئندہ اسلام ہی میں قاتل کو قتل کر دیجئے تو اس کے خاندان کے دوسرے لوگ جو ہنوز دائرہ اسلام

میں داخل نہیں ہوئے انہیں اسلام سے ہشت ہونے کے اسلام میں حضور
 و درگزر نہیں ہے۔ پس یہ مثل سادات انجلی کہ ایک کبریٰ کو مار کر سب کو
 بھگا دیا۔ اس کے بعد اُس نے دوسری قبیل پیش کی۔ وہ بولا کہ آج ایک
 طریقہ نکالیں اور کل اُسکو بگاڑ دیں (یعنی اگر آج اسکی طرف سے خون
 قبول کر لیجیے گا ہمیشہ ایسا ہوگا جس پر ہمارا ہیکل۔ پھر کسی سے قتل
 میں سے لیجیے گا۔ آپ پہلے علم کو منسوخ کرنے کے مجاز میں آپ نے
 فرمایا میں جو بھگاتا ہوں۔ سادات مقتول کے درویشوں کو دے جائیں۔
 علم (ذاتی) ایک محول ہے۔ گندم اُن کو جو ان سے ملے۔ یہ سادات
 مقتول کے درویشوں میں بکریں کے کتا۔ یہ بھگاتا تھا۔ جب بری کر دیا گیا
 تو آپ کے سے آجیلا۔ سوقت اُنکی آنکھوں سے سیر تھک رہا
 تھا۔ عربین پر ہوا۔ یاروں اللہ بھگتا ہونے لگا۔ اب میں
 تو یہ کہتا ہوں آپ بری مغز کی دعا کیجیے۔ آپ کو اس عادت کا
 بڑا شہسوار تھا۔ آپ نے غریبوں میں فرمایا تم نے اُسکو قتل کیا؟ اپنے
 ہتھیاروں سے قتل کیا؟ سلطان ہونے کے بعد؟ یا اللہ معلوم کو نہ بھگتا
 یہ سن کر محکم اڑھیں مار کر دے گا۔ اسے شہسوار اپنے آئینہ عباد کے کہنے سے
 ہنچتا مانتا تھا۔ رسول میں طلب مغز کی یہ دروشت سخت بے محسوس
 اور قیل اور قیل تھی۔ مناسب یہ تھا کہ چند روز کے بعد جب حضور کا رواج
 دروہو جاتا تو پھر دروہو استہزیائی کی جاتی۔ تاہم محکم کے خاندان کا
 بیان ہے کہ آنحضرت نے اس کے بعد محکم کے حق میں مغز کی دعا کر دی
 تھی۔ (ابوداؤد)

اسی طرح ایک اور اللہ سینے۔ ایک شخص دوسرے کو شہسوار
 کہتے تھے ہوا بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور فرمایا کہ لکھا رسول اللہ
 اس شخص نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔ آپ نے لڑتے ہوئے چھو
 کیا تم نے واقعی قتل کیا ہے؟ بولا ہاں قتل کیا ہے۔ میں اور وہ دروہو
 رخت کے پتے جھاڑ رہے تھے۔ اُس نے مجھے گالی دی۔ مجھے غصہ آیا
 کھڑی اسی اس کے سر پراری وہ مر گیا۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس
 کچھ مال ہے جو اپنی جان کے عوض میں دے سکو؟ وہ بولا اس اگلی
 اور کھڑی کے سوا میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہاری
 قوم کے لوگ تمہیں جھڑپیں لگاتے؟ اُس نے کہا "اُنکے دیوں میں میری اتنی
 دولت نہیں کہ میرے بھڑانے کی کوشش کریں۔" یہ سن کر آپ نے قسم
 مقتول کے بھائی کی طرف پھینک دیا۔ وہ اسکی گردن مارنے کا بیلا۔ جب
 اُس نے پیٹھ پھڑکی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اگر یہ اسکو قتل کر دیا
 تو وہ لوں سادی ہو جائیں گے۔ یہ سن کر وہ کوٹا۔ اس نے لکھا رسول اللہ
 میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں اسے قتل کر دینگا تو اس نے
 برابر ہوجاؤنگا اور میں تو اسے آپ ہی کے حکم سے لے جاتا تھا۔ آپ
 نے فرمایا کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ وہ تمہارے مقتول بھائی کے گناہوں کا
 بوجھ اپنے سر پر اٹھائے؟ عربین نے لکھا رسول اللہ اگر ایسا ہے تو
 پھر چھوڑ دینے میں کیا سناؤنگا ہے۔ چنانچہ اُسکو چھوڑ دیا۔
 اسی طرح ایک ماہی قتل کے سکن آپ نے مقتول کے دانی سے

ایک شخص نے حضورؐ کو بتایا کہ ایک شخص نے ایک عورت کو قتل کر دیا ہے

فرمایا کیا تم معاف کرتے ہو؟ اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے کہا کیا میت
 جیتے ہو؟ اُس نے کہا نہیں۔ فرمایا اسے قتل ہی کر دے؟ کہا ہاں۔
 فرمایا اچھا لیجاؤ۔ جب وہ اُسے لیکر ملا تو پھر فرمایا کیا تم اسے
 معاف نہیں کرتے؟ اُس نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا میت جیتے ہو؟ کہا نہیں
 فرمایا کیا قتل ہی کر دے؟ اُس نے کہا ہاں۔ حکم دیا اچھا لیجاؤ۔ قیاس
 مرتبہ بھی یہی گھٹو ہوئی۔ اور اُس نے قتل سے کم درجہ کی کوئی بات منظر
 نہ کی۔ آخر جو حق مرتبہ آپ نے کہا "اگر تم اسے معاف کر دیتے تو وہ
 اپنے گناہ اور مقتول کے گناہ دونوں اپنے سر پر اٹھائے گا۔" یہ ستر مقتول
 کے دانی نے اُسکو چھوڑ دیا۔ (ابوداؤد)

اسی طرح ایک حبشی غلام نے ایک آدمی کے پیچھے کہا اڑا۔
 آپ نے اُس سے پوچھا کہ یہ حرکت کیوں کی؟ کہنے لگا یا رسول اللہ! میں
 میں نے غصہ سے اسے روکا۔ یہ پتہ ہوا۔ وہ گرا اور آپ کو جان ویدی
 ہلاک کرنے کا ہرگز قصد نہ تھا۔ فرمایا تم اسکا خون بہا اور اسکو کھٹے ہو؟
 کہا نہیں۔ فرمایا اگر تمہیں چھوڑ دوں تو لوگوں سے اگلسکر خون بہا اور
 کر دے؟ بولا نہیں۔ فرمایا کیا تمہارا آقا خون بہا دیکھا؟ کہا نہیں۔ یہ
 سن کر آپ نے مقتول کے چپے فرمایا اسے لے جاؤ۔ جب وہ قتل
 کہنے لے چلا تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اگر یہ اسے قتل کر دیتا
 تو یہ پھر اسی کے مانند ہو جاتا۔ یہ سن کر مقتول کا چچا حبشی کو داپہ
 لے آیا۔ اور عربین پر ہوا۔ یا رسول اللہ! پیچھے یہ حاضر ہے۔ جو عربی
 بیارک میں آئے کیجیے۔ آپ نے فرمایا اُسکو چھوڑ دو۔ یہ اپنے اور
 تمہارے پیچھے کے گناہ اپنے سر پر لے کر زمین میں جا بیٹا۔ چنانچہ اُس
 نے اسکو بری کر دیا۔ (ابوداؤد)

ایک مرتبہ ایک قاتل پیغمبر علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے
 اُسے مقتول کے وارثوں کو حاکم کر دیا۔ قاتل نے لکھا یا رسول اللہ! اللہ
 کی قسم میں نے اسے ایسا نہیں کیا۔ یہ سن کر آپ نے مقتول کے وارث سے
 فرمایا اگر یہ سچ کہتا ہے اور ہر جو اس کے تم اسکو دماغ میں قتل کر دے تو تم بھائی
 کے دن پرستہ جاؤ گے۔ یہ سن کر اُس نے قاتل کو چھوڑ دیا۔ اُس کے دو دن ہاتھ
 بندھے ہوئے تھے۔ وہ اپنا تسمہ کھینچتا ہوا نکلا۔ اُس روز قاتل کا نام
 شہسوار مشہور ہو گیا۔ (ابوداؤد)

ان پانچ رافعات سے ناظرین کرام اس نتیجہ پر پہنچے ہونگے کہ آپ قاتل کو
 قتل کی مزا نہیں دیتے تھے بلکہ جہدِ جلیج فرما کر اسے چھوڑنے کا انتظام کر لیتے تھے
 کیا دنیا میں اس رحمدلی اور اصلاح کو شی کی کوئی نظیر مل سکتی ہے؟ ہرگز
 نہیں۔ یہاں کسی کے دل میں یہ غلبہ نہ ہو کہ آپ کے شیوا حضور و محمدؐ
 کو جرم کر دیا ہوگا اور غور و غریب کی وارداتیں بہت بڑھ چکی ہوں گی۔ مگر یہ خیال
 غلط ہے۔ یہاں ہرگز نہیں ہوا۔ بلکہ قتل و غور و غریب کے رافعات جزیرہ عرب
 بالکل معدوم ہو گئے۔ ان عادات کے دوران میں یہ حقیقت لوگوں کے گھڑ
 نہیں ہو گئی تھی کہ اگر یہ قاتل دنیا میں اپنے کیفر کر دار کو نہ پہنچے لیکن دار کونست
 میں یہ دنیا اس کے ٹھکانا نہیں ہے۔ اس زمین داؤد خان نے لوگوں کو کچھ ایسا ظہور
 کیا کہ قتل و استلاک کی دوا تیں بالکل اہید ہو گئیں۔ دنیاوی حکم میں جس

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ مِنَ الرِّبَا أَوْ كَثُرَ ۖ هُمْ أَقْرَبُ إِلَىٰ ذِكْرِ الْمَنَظُورِ ۚ (اور جو سچی بات لیکر آیا اور جس نے اس کو سچ مانا وہی لوگ بہتر نگاہ میں)

بیتیر: عبد المجید

پتہ :- دریا باغ - ضلع دریا باغ

باب :- (حکیم) عبدالقدری - بی بی

مصدقہ بین کے بارے میں خود کو بہت اذیت دے گا

成

پسندہ اور انتظامی امور

کے متعلقہ مسائل اس پتہ پر ہوں۔

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مرشد! چیس، مگول گنج - لکھنو

پیشہ سالانہ پانچ روپیہ

نشدہ اس میں نہ پیر

مہاکاکی خیرے مار ۱۰ شتک

تہمت فی پیر دا آئے

نمبر ۴۹ ووشنبہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۴۵ مطابق ۵ اپریل ۱۹۲۶ء

سچی باتیں

[illegible]

مصلحت و فلاح میں مراد و بادایہ صاحت کا اور سیار قائم کر دیا ادب
بر اسے اصلاح و تقویٰ کا۔ اسلام نے تیس پانچ سو اور ۱۱۴۴ سو دنوں
والی ضخیم کتاب کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر کے بتا دیا کہ سوشلسٹ ٹوٹ
۱۰۰ فیصد اور راجش سے روکائی، سو سو گئے جے سر سے نہ، شانہ تراش
کی ہے نہ غش، سبزی کی، بلکہ صرف حقائق کی! پتھر کی طرح ٹوس جاو
ثبات حقیقتوں کی، صد افقوں کی، بصیرتوں کی! کامل زمین سچا کرم ہی بہترین
سجارت ہی بہترین انشا پر رازی سے اور بلند بین غلابت! —
موقوف و مختصر کیلئے عرب جمالیات پر نہیں، یونان اور رومہ کا قابلِ فخر
کلاسیکل "اثریج" خواہ نظم کا ہو یا نثر کا، آخر اور تھا ہی کیا، بجز نفسانی قصص
و حکایت کے، نگہدانِ زمانہ کے، ہیجان انگیز تشبیہات و قصص کا شے؟
اور ان افسانہ نگاروں، شاعری، نام چاہے جتنے ادل بدل کے، کہے،
حاصل سب کا وہی ایک، "کلامِ دیو" کی پوجا، وہی عشق، وہی ہنس، وہی
جھوٹ کے پل، وہی دروغ کا فردخ!

ہمارے اردو کی "روشن خیال" دنیا "ترقی پسند" دنیا میں اب "تھے" اب
کے "ام سے" ادب "جالی کی طرح" لوٹی ہے۔ "روایت" "اشرو" "ماہولی"
سے "تجدد" کی "انجلی" "انجلی" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں"
"نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں"
"نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں"
"نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں" "نفسوں"

ہر کسی زندگیاں وقف ہیں عشق کے لیے، ہم اپنے دن گزارتے ہیں بیسیوں میں
 شمعِ شہناہن میں، اور راتیں بسر کرتے ہیں طارِ غلاں میں، عوامِ کاری کے
 دھول میں، ہمارا ادب اور ہمارے اُستائے، ہمارے لڑکے اور ہمارے لڑکیاں
 ہر کسی اور دنیا میں کریں گے، اور کھیلنے، سنے، گانے، اور ہر کسی اور دنیا میں

یہ تو قرآن تھا جس نے آکر ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اور جاہلیت کے
ادبی معلقوں میں پھیل چکا وہی۔ اس نے ادب پر اسے ادب کے نظریے
پیش کیے۔ کہ کاہنوں کا ادب ہلے زنگی کا علیا۔ اور خود قرآن کی

تصویر کی فتنہ " آج عربوں پچھڑوں سنائی خواہش کی راہ سے
شیطان کا جو بے پناہ عمل نسل انسانی پر ہوا ہے، کہ آدمی کے بچے جنسی خبرات
کے سلسلہ میں خلیوں کے اُس مقام پر پہنچ گئے ہیں، جن سے شاید اب
ترکہ ہوں کو بھی حرم آتی ہو۔، مصائب بشری پر ہر طرف عورت سوا ہو گئی ہے۔
اور ہوا سے دل کے تازہ ذرا، و نوجوان کی زندگی صرف سوزش اور صلیں
اکر رہ گئی ہے۔ بلوغ سے پہلے نابالغوں کو بالغ بنا دیا جاتا ہے۔ لڑکے
لڑکیاں ادوں کا یہی حال ہو گیا ہے۔ یہ ندریک یوں بے راہہ دیوں
آج اُن آئندہ نسلوں پر مرتب ہونے والے ہیں، جنکی قوتوں اور
لوکی موجودہ نسل امین ہیں، کوں کہہ سکتا ہے کہ غریب آئینہ ہیں

وفد ترکی

عربی طرز فکر نے جہاں مسلمانوں کی لمبی روٹی میں دو بات پر عبثی اور تباہ کن اثرات ڈالے ہیں، ان میں غالباً سب سے زیادہ بلیک اور تباہ کن اثر یہ ہے کہ ہر ملک کے مسلمان اپنے مسائل پر خاص ٹکی اور اپنی نقطہ نظر سے غور نہ کر سکیں گے ہیں۔ اور اس وقت وہ اس حیثیت کو بالکل نظر انداز کر رہے ہیں کہ ان کا بھائی اور زندگی کا راز خوب انسان ایران اور ترک ہو کر زندہ رہیں، یہ نہیں ہے بلکہ صرف اس حیات میں محصور ہے کہ وہ ایک عالمگیر اسلامی باوری کا فرد ہے اور انسانی اجتماع زندگی کے متعدد اس خاص ملک یا ملت تک محدود نہیں ہے۔

چند روز سے ترکی کے اخبار انیسوں کا ایک ہندوستان میں گھوم رہا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنا دیرینہ وابستگی ملائق اس دن کا ہر ملک خاطر خواہ خیر مقدم اور تعلیم دیکر ایک سالہ کیا ایک بہت افسوس ہے کہ اخبارات کے ذریعہ زندگی مختلف تقریروں کے جو اقتباسات ہماری نظر سے گزر رہے ہیں، وہ محدود رجسٹریشن اور انسداد ہیں۔ اس دھڑے کی تقریروں میں اس بات کو دہرایا ہے کہ "عالمگیر اسلامی اخوت محض ایک خواب ہے اور ترکی نے ہنس از ہنس ترابیوں کے بد چہرہ مائل کی ہے وہ صرف اسی وقت باقی رہ سکتی ہے جبکہ ترکی "نیشازم" میں پرواز ہے اس نقطہ پر دور رہنے والے سے دور دور کے سبب چھٹا گیا کہ اب سب مسلمان ہیں یا ترک؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "میں پہلے ترک ہوں۔ بہت ممکن ہے بعض خوش عقیدہ مسلمانوں کے لئے ترکی کے ذریعہ اخباری دنیا کی زبان سے اس قسم کی باتیں تعجب اور حیرت کا باعث ہوں، لیکن جس شخص نے مسلمانوں میں اتنا سے غلط فہمی کے بعد سے اب تک ترکی کے حالات کا جائزہ لیا ہے، اور نہ صرف ترکی کا بلکہ عربی ممالک اور ایران و افغانستان کے حالات کو بھی دیکھا ہے، وہ جانتا ہے کہ اس زندگی زبان سے باتیں غیر متوقع نہیں جو چہرے میں سال سے ان کے رگ روپے میں سرایت کر چکی ہے، ہندوستان جو بھگدہ کس طرح اسکا اٹھا کر سکتے ہیں ان کے غلات کوئی بیان دے سکتے تھے۔

ہمارے دماغ ہے کہ ترکی گناہوں سے محفوظ رہے۔ لیکن یہ غلط فہمی اگر کبھی کوئی ایسا وقت آیا کہ ترکی کو جنگ میں شریک ہونا پڑا تو اس وقت اسے اپنی غلط محسوس ہوگی اور وہ کھلی کر عالم اسلام سے تعلق منقطع کر کے اپنے عقیدہ نیشازم پر چھا رہا نہیں ہے اعتبار سے نہیں بلکہ سیاسی حیثیت سے بھی کس درجہ مہلک اور خطرناک تھا۔ (بران، دلی)

کہ نہیں سکتے تھے اسکی تائید حضرت عمر کے ساتھ ام کلثوم بنت علی کے نکاح سے بھی ہوتی ہے، حضرت عمر نے محض خاندان نبوی سے تعلق قائم کرنے کے لیے حضرت علی سے ام کلثوم کے ساتھ نکاح کی خواہش کی۔ اس وقت آپ صحت پر چلے تھے اور ام کلثوم کس تھیں۔ اس لیے حضرت علی کا ابتدا میں تالیف انفا پر حضرت عمر کی خواہش کو دیکھ کر اس شرف سے انکار محروم رکھا پسند نہ کیا، اور عمر کے اس تعادلت عظیم کے باوجود نکاح کر دیا۔ اس لیے یہ یقین ہے کہ حضرت ام حسن بھی اسی سبب کی بنا پر شادیوں کرنے پر مجبور ہوئے، ورنہ جسکی ساری زندگی زہد دور میں گزاری تھی جس نے محض مسلمانوں کے ساتھ سب سے عظیم الشان سلطنت کو ٹھکرا دیا، اسکا خط نشان ان کے لیے شادیوں کو تیار نہیں کیا تھا، یہ رہن مصنفین اور شایعین کے بیانات تو ان کے حضور نشا عیاد ہے وہ تو تلاش کو کے لیے یہ قنات کھنڈے میں جن سے رشداً ان میں کسی حیثیت سے بھی اسلام پر اعتراض کا پہلو نکلتا ہو، لیکن ہنگامہ بستر اس قسم کے بیانات اسی قسم کے غیر معتبر افراد پر مبنی ہوتے ہیں اس لیے قابل اعتبار نہیں۔ (اسلام)

ایک تصحیح

بہ سادہ متن

مجلد میں مجلہ طلیسائین (میدر آباد) پر جو پورے نکالے اس میں، حضرت امام غزالی پر نکالے اسے اثر طر کا تباہ کیا ہے۔ حالانکہ امام کا نہیں ان کے ہمام ایک دوسرے مخالف نگاہ ہے۔

ہے یہ کہ مجلہ طلیسائین کے صفحات میں بلوہ گرد اور بالکل مختلف چیزیں ہیں ایک مجلہ کے ذریعہ ہیں۔ اسم فریت محمد فوٹ۔ یہ سب دنیاوی (ال ال بی) ہیں مثالہ بنائے پر جائداد کے صفت میں ہیں، جس پر وہ پورے ہندوستان کے مدن میں نکل چکے ہیں۔

دوسرے صاحب بھی محمد فوٹ ہی ہیں۔ غزالی والے مخالف نگاہ اتفاق سے یہ بھی ایم اے اور دنیاوی ہی کے ایم اے ہیں۔ بدوہ میدان آباد کے نہیں، منیع محبوب نگر کے رہنے والے ہیں۔ ہم شکل دشام حضرت کے پہلے میں جب دعو کا ہو جاتا ہے، وہ نام اور ہم ڈگری، شخص اس کے درمیان اگر التباس ہو جائے، تو کچھ ایسا پیدا نہیں۔

اپنے مراسلہ نگاروں سے

..... (از نصیر آباد (خاندیش) آپ کا سال ایک ہندوستان مخالف چاہتا ہے۔ اس کے لیے آپ کو انتظار کرنا چاہیے گنجائش اور فرصت دونوں کا۔

"ناچتی ہوئی کلچر"

چند سال پہلے لاہور میں ایک ہندو خاص اور سے شکر اپنی پانی کو سنبھال کر آیا تھا۔ آج کل ایک اور طائفہ آیا ہوا ہے۔ جسکے سردار اور گوال صاحب ہیں۔ یہ بھی اور سے شکر ہی کی طرح روپ کے کئی شیجوں پر ناچ دکھا کر اور حاصل کر چکے ہیں۔ ۱۶ مارچ کو ام گوالی کے طائفے نے ریل ٹھیسٹر لاہور میں بھارت پیش کے پرچم ناچ کے کرشمے دکھائے اور تماشائیوں کو سنبھالے۔

غیرہ: کو شکر اور ازاد انداز اور حرکات رقص سے مسحور کر دیا۔

اب آپ انداز خیال فرمائیے۔ اچھے خاصے مرد آدمیوں کا کرم اور پادور لگا کر سولہ سنگار کر کے عورتوں کے زرق برق کپڑے۔ زیب بکر کر کے چڑیا اور جھانچیں بین کر سادوں کی گت پر ناچنا اور ریت جادو سے مختلف انسانی جذبات و خواہشات کا مظاہرہ کرنا اسلامی کلچر یا مسلمانوں کے فنی و جہانات سے کوئی دور کا لگاؤ بھی رکھتا ہے۔

مشکل یہ ہے کہ کام گوال اور سادہ سے شکر ہندو مذہب کی قدیم خوبیوں کو زندہ کرتے ہوئے سمجھ جاتے ہیں۔ اور سے شکر ایک ناچ گونام کرنا ہے تو بڑے دھڑا کا ہندو اور ایسے ہمارے ہندو۔ روپے سے اسکا ادا دیکھتے ہیں۔ رام گوال لاہور میں ناچتا ہے نہ "رہیوں" اسکے کلمات پر دمید کرتا ہے اور لکت ہے کہ رام گوالی سری کرشن ہی اور شوجی کا باپ ادا کر لے میں امن و حال اور ان در زد۔ اور شوکت و عظمت کی انتہائی لہندہاں پر پھوٹ گیا۔

پھر کیا آپ کو یاد نہیں۔ ایک دفعہ ڈاکٹر ٹیلور نے اپنی لکچر میں فرمایا کہ جو ان در شیرازوں کو سامعہ لیکر جن میں سنجیاں اور بھانجیاں اور ہنسیاں فرامیاں ہی شامل تھیں۔ ایک طائفہ رقص و سرور مرتب کیا اور عام ملائوں کی طرح ملک کا دورہ کرتے گئے۔ تاکہ اپنے دور سے لے کر وہیں فرام کریں۔ چنانچہ وہ لاہور میں بھی شریعت لائے اور اس ذریعے سے وہیں فرام کیا۔

لیکن ہندو بزرگ رقص و سرور کو اپنا مذہبی اور کلچرل سرمایہ سمجھتے ہیں اور جو دوسرے قسم کے مظاہروں کو جو اخلاق کو بگاڑ کر تروالے میں دل میں اچھا نہیں سمجھتے۔ چنانچہ کلچرل ماحول میں سے سیمینٹ جیلا سے منظور رقم ڈاکٹر ٹیلور کو دلادی اور کہا کہ حضرت اب اس بحر سے کوئی کر کے گھوڑا پس لے جائے۔ ہمارے نزدیک گاندھی جی کا یہ تاثر اس اخلاقی تصور کا نتیجہ تھا جو ہندوستان میں مسلمانوں نے پیدا کیا ہے۔ دور ہندوؤں کے نزدیک ناچ رنگ کوئی بڑی چیز نہیں۔ (انقلاب)

جنگ کے فوٹو اور اثرات

کرانی کے اثرات انگلستان میں بہت زیادہ ہیں۔ وہاں ہر قسم کے کھلی نلٹے اور سامان تو بیک حقوق ہیں اور بڑوں چوٹوں کو کھانے کو نہیں رہا ہے اور یہ چیز سننے ہی کے نہیں ہو کر سننے اور سمجھنے کی بھی ہے کہ اسکے باوجود سب کی صورت بہتر ہو گئی ہے۔

میری نئی کتابیں

(از عبد الماجد)

صدق علیہ میں میرا بادی کے ایک اشتہار کا ذکر کیا ہے جس سے گھٹنے سے اعظم گھٹنے سے، یہ تلخ دوستوں کے خاص کرم فرماؤں نے تقاضے آپکے ہیں کہ "یہ نئی کتابیں کیسی؟ لب تصنیف ہوئیں؟ ہیں تو کبھی اسکے قبل اطلاع میں نہ تھی۔ نہ انتہائی شکل سمجھنے میں آئی ورنہ جواب میں گزارش ہے کہ شکل آپ کیا دیکھتے، خود میرے دیکھنے میں بھی اتنا نہیں آئی! زیارت جس طرح آپ نے صورت اشتہار کی ہے، میں نے بھی صورت اسی کی ہے!

کئی مجھے پوسے میرا بادی سے ایک نے اور اور نے مجھے لکھا کہ ان کی ایک نامور شخصیت کے سفارش نامے کے ساتھ کہ آپ کے بعض مضامین کا انتخاب شایع کرنا منظور ہے اجازت دیجئے۔ اجازت دی رہی تھی۔ میں تو میڈیا قائل اس خیال میں رہا کہ میں ایک جلد تخلیقی اور وہ بھی بڑی نظر ثانی اور اصلاح (بیجا) و غیرہ کے بعد۔ چنانچہ اجازت نامہ میں لکھ میں دیا گیا تھا کہ میں انتخاب کے بعد میرے پاس نظر ثانی کے لیے آجائیں۔ تاثر بن لے سفیدی و کارگزاری کی افراہ میں، ایک تو نے بھی میری یہ نئی مذکی و مضامین کے انتخاب میں برا مشورہ شریک رہا نہ ترتیب میں اور نظر ثانی ملک و اصلاح یا مقصد در باجہ لاؤ ذکر ہی کیا، انباری مصنفین اور کتابی صورت کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ بہت سی باتیں بڑھا کر لکھیں بہت سی نکالنا اور بہت سی حاشیہ کی ضرورت پڑتی ہے

کتاب مکمل رہا تب کتابی صورت میں تیوں میں سے ایک بھی نہیں! مجھے اس حالت میں انھیں اپنی تصانیف میں شامل کرتے رہنا شرم آتی ہے!

اردو کشتی ایک مسلمان کے ہاتھ سے

۱۔ ذیل لکھنؤ کی غیر ذمہ دار قسم کے شورش پسند قلم سے نہیں، لیکن اردو کے ذمہ دار سرکاری اور ملک کے مشہور صاحب قلم ڈاکٹر عبدالحق صاحب کے سنجیدہ قلم سے ہے اور نگاہ و تہ و عبرت سے پڑنے جانے کے قابل ہے۔ صدقاً! ریاست جے پور درباری آداب اور نظم و نسق میں متلبہ سلطنت کا نمونہ تھی۔ اسکے فرماں و رافارسی کے عالم اور علم و ہنر کے سرپرست تھے۔ انتر اعلیٰ سلطنت اور وہ اور ہنگامہ شہساز کے بعد جے پور اردو اہل قلم اور مشہور کامرکزی بن گیا، فارسی کے پیداوار وہاں کی سرکاری اور درباری زبان ہو گئی تھی

اب سے پہلے کئی بار ہمارا جہ سواہی ماہو سنگھ کے عہد میں کشتیوں کی گئیں کہ فائز سے اردو خارج کر کے ہندی جاری کی جائے لیکن ہمارا جہ نے مطلق التفات نہ کیا۔ سر آرتھر گھٹانی کے دور میں بھی اس تحریک کو پھر زد ہوا اور ایک عزمداشت پیش کی گئی لیکن سر آرتھر گھٹانی نے یہ درخواست اس بنا پر رد کر دی کہ گورنمنٹ آف انڈیا کے ردیویشن کی مدد سے کونسل یا منتظم کو یہ حق نہیں ہے کہ در ریاستی حکومت میں کوئی بنیادی تبدیلی کر سکے۔ بعد ازاں یہ مسئلہ بڑے زور و شور سے رہنڈیٹ ریاست جے پور کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ لیکن رہنڈیٹ بیادرنے بھی مرکزی حکومت کی پالیسی کو برقرار رکھا۔

لیکن ہندی کے حامی اپنی کوششوں میں لگے رہے اور جوہر دھرم کے کونسل سے ہندی کے حق میں احکام جاری کر دیے لیکن اردو پر اسکی تمام مقبولیت اور ذاتی اوصاف کی وجہ سے کچھ اثر نہ پڑا۔

اب سر مرزا اسماعیل کے آئے پھر ایک نیا انقلاب رونما ہوا ایک صاحب پنڈت رام چندہ شرمائے اس نسبت سے مرن برت رکھا کہ جب تک کہ ریاست کی عدالتوں و دفتروں اور دوسروں میں اردو کی جگہ ہندی رائج نہ ہو جائیگی وہ برت نہ توڑیں گے۔ اور جان دیئے۔ پورا دخل اچھا اور جے پور بند و بھانے بڑی شدت سے اس کی حمایت کی اور شورش پیلانی سر مرزا اسماعیل نے اس دھمکی میں آکر ۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء کو اس معنوں کا حکم جاری کیا:-

”اگرچہ اس وقت بھی دیوناگری رسم خط کے استعمال پر کوئی بندش نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ رسم خط بہت سے سرکاری دفتروں اور عدالتوں میں مزاج ہے تاہم چونکہ رعایا سے ریاست جے پور کی اکثریت اس رسم خط استعمال کرتی ہے۔ لہذا گورنمنٹ کا یہ منشا ہے کہ تمام دفتروں اور عدالتوں میں ہندی رسم خط استعمال کیا جائے تاکہ اشخاص متعلقہ کو کوئی زحمت نہ ہو لیکن اس حکم سے ان لوگوں پر جو دیوناگری رسم خط سے واقف نہیں، اردو رسم خط کے استعمال کی ممانعت عام نہ ہوگی۔“

میاں ایک بھی غنیمت تھا لیکن ہندی کے حامی یہ کب چاہتے تھے کہ اردو رسم خط بھی قائم رہے۔ انکی مخالفت اور شورش اور زور و شور سے جاری ہوئی اور یہ مطالبہ کیا گیا کہ سرکاری حکم میں جو لفظ ”منشا“ آیا ہے اس سے مطلب صاف نہ نہیں ہوتا کہ سرکار کا فیصلہ ہی ہے۔ چنانچہ ۸ فروری ۱۹۳۳ء کے سرکاری نوٹ میں اسکی تصریح یوں کی گئی کہ ”سرکاری بھی عرضی یا فیصلہ ہے اور میو رنڈم میں جبکہ الفاظ طے گئے ہیں کہ جہاں تک جلد ممکن ہو، ریاست کے تمام سرکاری دفتروں میں دیوناگری رسم خط کو عام رسم خط بنادیا جائے۔“ یہ تو ہے اگر بڑی نوٹ کا ترجمہ لیکن ہندی اور اردو نوٹ میں آخری جملہ یوں لکھا گیا ہے

”سرکار کا منشا یہ ہے کہ جلد ہی سے جلد ہی سرکاری دفتروں

اور عدالتوں میں دیوناگری کا عام استعمال ہونا چاہیے۔“

ان دونوں میں جو فرق ہے، وہ ظاہر ہے۔ درمیان میں مراعت نہیں۔ سرکاری احکام میں اور خصوصاً ایسے اہم معاملات احکام میں اس قسم کی دہرائی کچھ نادر یا معلوم ہوتی ہے۔ رسم خط محض بیان اس میں اردو کو نکھارنا اور ہندی کو جلا دینا ہے۔

اس حکم سے ریاست جے پور اور برٹش انڈیا کے اردو داں طبقے میں بہت اضطراب اور سہجائیاں پیدا ہوئیں۔ یہ حالت دیکھ کر بننے انجمن کے ایک نمائندہ کو اصل حالات کی تحقیقات کے لیے جے پور بھیجا اور ایک خط سر مرزا اسماعیل کے نام لکھ کر دیا۔ ہمارے نمائندہ نے مرزا صاحب سے ملاقات کی اور میرا خط پیش کیا اور اس سلسلہ پر ان سے گفتگو کی۔ چونکہ انجمن کے نمائندہ نے اس امر سے بھی آگاہ کر دیا تھا کہ اسکے متعلق آل انڈیا ایجوکیشنل پیش ہونے والا ہے اس لیے مرزا صاحب نے اطمینان دلایا کہ وہ ۱۳ فروری تک میرے خط کا جواب بھیج دیں گے اور اپنے حکم کی مراعت بھی کر دیں گے۔ مگر انہوں نے کہ انہوں نے اب تک کوئی جواب عنایت نہیں فرمایا اور نہ اپنے سابقہ حکم میں کوئی اصلاح کی۔

یہ عنایت رنج اور افسوس کی بات ہے کہ سر مرزا اسماعیل جیسے درجہ اور محب دہمن کے قلم سے ایسا حکم جاری ہوا جو ہندو مسلمانوں کے اس تفرقہ میں جو پہلے ہی سے ریزا فروں ہے اور شدت پیدا کر دیا تھا۔ اردو زبان ہندو مسلم اتحاد اور یکجہتی کی عظیم نشان یا دیگا رہے اور کسی ایک فرقہ کی زبان نہیں۔ اسکے متعلق ایسا غیر منصفانہ فیصلہ مراعت غلامت مصلحت و مذہب ہے۔ ہیں امید ہے کہ سر مرزا اسماعیل ملک کے درجہ حالات پر نظر کر کے اسکی اصلاح کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ ورنہ ہمیں اندیشہ ہے کہ اسکے نتائج ملک کے حق میں اچھے نہ ہوں گے

کر

یہ بیان اخبار میں جاری تھا کہ میرے خاکوہ بالا خط کے جواب

خریداران صدق کی خدمت میں

۴۰، ۱۲، ۶، ۲، ۱
۳۷، ۳۹، ۳۴، ۳۲، ۳۱
۳۵۳، ۱۳۶، ۹۲، ۶۸، ۵۲
۷۹۹، ۲۶۹، ۳۵۵، ۳۳۵، ۲۶۰
۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۰۳۱، ۹۹۶، ۹۹۱
۱۱۹۳، ۱۱۳۸، ۱۱۲۱، ۱۱۱۶، ۱۱۱۵
مستمع صدق - کتب

یہ یقین و عمل - دنیا کی سوچ و دیکھنی کا مکمل خلافت لندن کی جہت ہے کہ
سند کے قلم سے - قیمت دو روپیہ چار آنہ
فہمات ماہر - شاعر میاں مولانا امیر القادری کا دوسرا مجموعہ روایت
دو اکتب کا دسواں مکتب - قیمت تین روپیہ
محسوسات ماہر - امیر القادری کی کیفیت آواز غزلوں اور نظموں کا پہلا مجموعہ
قیمت دو روپیہ چار آنہ
لئے کا پتہ :- اقبال سلیم - جہتم دار اور اشاعت غزلت احمد - علیہ دو روپیہ (دیکھیں)

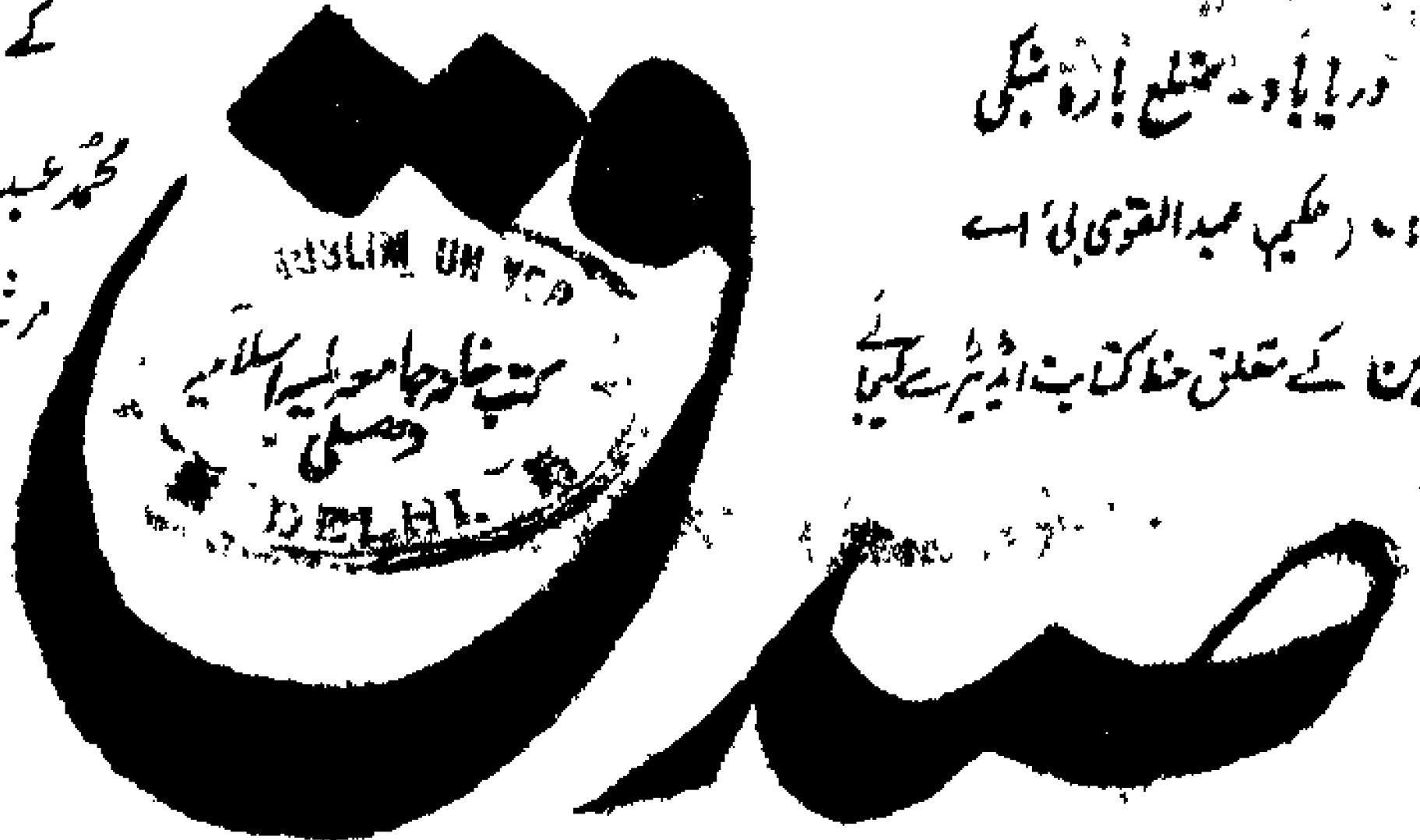
1921

(اے متعلق قول فیصل)

۱۔ امام غزالیؒ کا جواب گیلان

[illegible]

مجلس شورای معین



چندہ ہوا تنہا می کو
کے بارے میں مراثت اس پتہ پر ہو۔

محمد عبدالرؤف عباسی مہتمم صدق

مرشد آباد پولیس۔ گولہ گنج۔ گھنٹہ

چندہ سالانہ ہجری

شمارہ ۱۰۰

بروز ہفت روزہ

نمبر ۱۰۰ - دوشنبہ - ۶ - ربیع الثانی ۱۳۸۶ - ۲۰۰۵ء

سچی باتیں

(از عبدالمجید)

حال کا ذکر ہے الیہ۔ روز گھر میں ایک بیٹا علم کو دیکھنے گیا۔ میں اس
سینا فلم کو! — کہیں کہیں بے نیلے دفتروں کے بعد اس فتنہ کا اور عجیبہ شہدہ
کر لیا کرتا ہوں۔ اور اس کے اُسید یہ لکھنے کے گھنٹوں کو میری نظر۔ ہر نظر
مگر کہ اس باب میں ہوا خود نہ فرمائیگا۔ اپنی آنکھوں کی شاہدہ ہو جاتا ہے کہ
شیطان کی ترقی پانچ سال در سال میں کہاں سے کہاں ہو رہی ہے۔ — سینا دیا میں اس
ہونا تھا کہ خود مرکز فقرین گیا گردنیں نہیں سر کو شان خرد ہوتیں۔ ایک
آواز آئی "وہ اس" انہیں جانتے ہو "یہ بولنا" اچھا ابی اگر بیٹھے ہیں تو دھرے
ہوئے "وہ خود ہیں دریا باری" صدق واسے "تیری آواز آئی" یہ نئے آنے کی
کی بھی خوب رہی! مناسب میں علوم ہوا کہ یہ ساری شئی ان شئی کر دی جائے۔
وہ نہ محب نہ تھا کہ غنائی خود ہی تماشہ بن جاتا! — تماشہ کا نام تھا
"پورنگی" کلاگتہ کے ایک مشہور مرکزی جو اس کے نام پر۔ تیار کیا ہوا کہ۔
سلمان کہیں کا۔

بیت غنیمت رہے، ان چھٹی چھٹیوں میں سننے نظر اٹھائی انگریزی ناچ کی اور
"صاحبانہ" زندگی کی دکھا دی تھی۔ یہ تماشہ تماشہ ہوا کہ یہ پڑا ہے، اگرنگی
سائرت کوئی چیز کشش اور رغبت کی باتیں، جیسے اور دور رہنے کے قابل
ہے۔ (تما سبق میں اگر سینا کے پردہ سے حاصل ہو جائے، تو بہت کچھ ہے۔
تو اسے خوب نہ سہی شیطانات اور تماشہ۔ — سینا بھوتہ ایک نئے تماشہ
اور میں ایک سینا گر شہدہ کی تماشہ گاد سے لی جائے تو بہت ہے۔ لیکن
میں اس تماشہ پر اس سے بھی زیادہ کچھ تھا۔ آخر کے منظر میں ایک
تھمک ہوا، اتنے غنائی اور اس سے بھی بڑھ کر پودہ پر سبز، شبنم کی تصویر
شوم کے جن میں پڑی تھی یعنی قیمت رہتی ہے۔ — تماشہ در شیعان
کے میل میں بھی ہندو سون کو نہ بھولا رہا، بہت ہو کر گرا بی، تو مسرتی رہی
کے قد سون پر رہا!

اچھا کہنے والوں میں اس وقت ایک تھمک صاحب بھی ہیں۔ انکی کتاب
نغمہ زندگی "ایک ایسی ہیسی نظم ہے، "فلم کا جادو" لکھا کہ یہ ہے کہ جب یہ
بلا بیل ہوا، "ایک ایسی ہیسی نظم ہے، "فلم کا جادو" لکھا کہ یہ ہے کہ جب یہ
لیوں: "تاریکی کا آگے کار اسکی کو بنا لیا جائے، غیر انکا یہ فلسفہ: بچا ہے
خود ایک۔ شاعری ہے۔ البتہ، انکے شریعہ کے یہ دو شعر شاعری کے نہیں
حقیقت کے ترجمان ہیں۔

نیا ست فلم کی یاد دہری ہے۔ یہ صبر تو کا سحر سامری ہے
اثر ہے اس میں اجادوں سے بڑھ کر۔ یہ انکی تماشہ اور اس سے بڑھ کر
قابل دود میں وہ جو سحر سامری کو کسی درجہ میں بجا کو سوتی سے تاج کر دینا
اور منہ سے ہی کچھ نہ کچھ کام اصلاح و تبلیغ کا ہے ہر ایک۔
نہی نہ ہو سینا باری اور فلم سازی کی دوسرا افزائی ہرگز قصور نہیں جہاں

سینا کے تماشوں میں اور پتہ آیا ہے، جو ہی کا "وہ ہی ہے، وہ ہی ہے،
"یہ مرد و عورت کا خدایا وہی کھٹے چہرے، رستے کے پتے،
پارہ نام کم رہا۔ کلام بچا ہے کسی، ویسے ویسے کے غائب، تیار لا کیا تیار شہادہ
کے منظر میں بھی بگڑی کا تماشہ بن گیا، "وہ ہی ہے، وہ ہی ہے، وہ ہی ہے،
شاعری کے لئے گئے۔ وہ بھی مذہب، انکا سینا، "تبلیغ" تو ایک پڑا ہوا
بھولی بولی اصطلاح میں "شعرا اسلام"۔ زبان کا صیغہ خاصہ لپٹا ہوا

چیز حرام ہے وہ ہر صورت حرام ہی رہی۔ عفت صرف اس قدر ہے کہ شکار قبضہ
کے ان شغلوں اور پیشوں کی طرف پناہ دے اور ان سے اتنا نہ کرے کہ
ہیں کہ مستی میں بھی ہوش و حواس قائم رکھیں اور شیطانی پناہوں
ثبوت اور ہوائی زبان سے بڑھ کر چھوڑ دیں۔ شہید کہا کرتے تھے احسان بڑھین
استیانت کا تار ان کا فکرت سے والہ کرنا بہت سی تیلی کے ہی چند
اور نہ چھین کے! اور بھی تاروں کی غلات و رزی کے وقت کا نوہا کا
احترام ٹھوڑا بہت تھا اور نہ ترم کا شغل کہ تیار ہو۔ نفس کی خواہشوں سے
اس کا دھمکا کر کے پناہ دے دینا اور بھی نہ ہو۔ اور صریح حرام کلمہ کہ لکھا
ہیں تو سنہ کی گنجائش پر ہے۔

ایک مددِ حب ظمِ خدادم دینِ یوہانی کے ایک مٹی سے

"وہ دیکھ کر سبوں والا" غنیمت بجاے صدقہ بن گئے۔ کل صبح
 (گھنٹوں) کے واسطے پڑھا۔ یہ آپ نے ایک ضروری سلسلہ کی
 حرمت قویہ فرمائی اس وجہ کو فرمادی روکا نہ پھا ہے۔ روزانہ
 ایب زمانہ میں اپنے شوہر کے ساتھ یہاں تھی۔ رات اٹھ تک
 اسی وقت کہ رہے تھے کہ یہ جو ہر تابی زندہ چلنے والا ہے،
 فلم اشارت بن کر رہی۔ لیکن انھیں اسی کا۔ دانا کیا ہے، آدھے
 کا آدھا ہی گزارا ہے۔ علاج کی تعلیم نہ تھا، کمالا زمی نتیجہ ہے
 اس، حوالہ میں کسی نوچہ، لہذا کی کمالا ان سوانی خصوصیات
 نو محفوظ رکھنا ہی عجیب ہے کھودنا عجیب نہیں

سے کہن۔ واقعہ ہے : بشور محسن نسواں و دیبا اُردو : راشد الخیر می
کیا یہ دیکھو : اب تک انہی دانش کو نبا ہے چلا جاتا ہے ۔ اپریل نمبر میں
اکیہ بڑی دلچسپ اور حس مراسلت و دھیلیوں کے درمیان شبلی کی ہے ۔
پڑوسی مرآت اعلیٰ - سالہ میں پڑھنے کے قابل ہے ۔ ایک آدمی محقر سا
انتہاس لہ ظلمہ نو :

ایکٹریس کا شوق ایڈیٹنگ اور فنکارانہ نقطہ نظر سے یقیناً غایت ہلکے اور شریعت مرادوں کا استغناء رہتا ہے۔ ہرگز پسندیدہ نہیں۔ کیونکہ جس مسودہ فقہانین، دہرمانس، سائنس دانوں، فلسفیانہ، مذہبی، استقامت، گندمی، اسفند، گنناؤں ہے کہ اس کا کچھ نہ کچھ اثر قبول نہ کرنا ممکن ہی نہیں۔ پھر شریعت زادوں کا ایکٹریس بننا یعنی وہ ذلیل اور گندہ پیشہ اختیار کرنا جو سچے طبقہ کی عورتوں کے لیے مخصوص ہے۔ حد سے بے حیاتی اور بے نیازی کی اور اتنا سے بے دریغی اور بے حساسی کی۔ ...

مجھے بہت ہنسی آئی۔ تم سمجھ رہی ہو کہ نہ ہر دور قتلے
ایکٹرس بننے کے اپنے سنہِ دوائی نام رکھ کر، اسلام کی عزت
کی۔ کون نہیں جانتا کہ ظلم کینیاں غیر مسلموں کے حقوق پر نہیں،
جو باوجود دیکر رہا رہی ہونے کے اس قدر تنگ دل اور تعصب
ہیں کہ کسی اسلامی نام کے 'ستارے' کو چمکنے والے نہیں کہہ
سکتے۔ کہتے ہی ہندوؤں ناموں کے مسخوار، ایکٹرس ہیں۔ انہوں نے
بھی اپنے خاندانوں کو بدنامی سے یا اسلام کو رسوائی سے
بچانے کے لیے ہندوؤں نام رکھے تھے؟ یا ظلم کینیاں کے
ذہبی تعصب کی وجہ سے؟ میری طرف جو پلے سے جانتے تھے
کہ یہ مسلم خواتین کسی خاندان کے چشم زچراغ ہیں، ان پر ہندوؤں
ناموں کا دھوکا نہ مل سکا۔ پھر خاندان کی بدنامی ہوئی انہیں!
اے اوزما، حق و حقیقت اس سے قبل اپنے توفیق و پیرزاری کا
ہیں۔ مسلم گریز کالج کے سکریٹری بناب خان کا دریشچ...

بات بالکل صحیح ہے۔ جب تک تعلیم منساں "انڈیائی منساں" کے
 کے بنیادی تعلیمات ہی نہ دیں گے، ایسی مثالیں برابر اور کثرت سے پیدا ہی
 ہوتی رہیں گی۔ جیسا اس سارے نظام کے خلاف ہمارا فرض ہوا چاہیے
 لیکن اس وقت جو فوری سوال درپیش ہے، وہ تو صرف اس قدر ہے کہ ایسے
 خاندان کے افسر کو، اکثریتوں کے باپ یا سرے کو قتل کے کسی پلنگ
 عدد پر کیسے پہننے دیا جاسکتا ہے؟ کسی قومی امانت پر اس کا قابض رہا
 کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے؟ اسکی خائیں زندگی بدل دینے کی طاقت کو
 اختیار نہ ہو لیکن اس زندگی اور نو زندگی سے اپنی شدید بیماری تو وہ
 ظاہر ہی کر سکتی ہے۔ — غریب نڈا نہ مہی، اسلام آباد کی گاؤں
 امتداد، است کی زبان سے لفظ "مہی" تو ایک جہز ہے۔

”دہلی۔ ۲۶۔ مارچ۔ جو ایس۔ افسطیخ تھے

کلاکتہ کی ایک نو عمر خاتون جس سے ان سکول چھٹ رہی تھیں۔ اسے
 جیوڈ سے وہ پہلی عمرت ہے جو ہمارے سرحد پار کر کے ہماری
 فوجوں کے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس کے ساتھ کلاکتہ کی تین اور
 لڑکیاں بھی جنگل میں جنگل پیدا ہونے والی ان جگہوں پر شہر آج
 ہو گئی ہیں جو ہمارے محاذ پر ہمارے ہزاروں سپاہیوں کے لیے
 نقص و سر درد کی تحفیں گنم کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک کی عمر
 ۲۵ سال کی ہے، دوسری کی ۱۹ کی۔ یہ دونوں شیطانی کلام
 کرتی ہیں۔ تیسری ۱۸ برس کی عمر والی رفاہی تھی۔ یہ لڑکیاں
 اب لائٹن کی روشنی میں بانس کے بنائے ہوئے عارضی اسٹیجوں پر

۱۰۰

بسم اللہ

آؤ بڑا خوش ہوا کہ آپ کو سال بھر کے لیے
 ہدایت ہوئی ہے اور اپنی حق کی طرف سے
 تیز محبوب ہے۔ اس ہدایت کے باب میں
 اس سے ہے کہ آپ، مختصر محکمہ اور پیکر
 یادہ ٹھوس اور دینی کا سوال کے لیے

آؤ اسم جہت کر کے گزارش ہے کہ کچھ دوز کے
 باد میں۔ در سابقہ مخالفت و بیگانہ فوجوں سے
 کے درمیان کیجیے۔ پیش فتر عورت اپنی ہی قوم
 کا دامن نہ چھوٹنے نہ پائے۔ مجاہد ہے
 یہ بھی تو ایک صورت ذکر خفی ہی کی ہے۔

ہاں دکن کے لیے نہ سہی تو کم از کم علیہ و حیدر آباد
 سرنگاپور، ملایا میں کی دہ سے چلائی گئی تھی
 ہن سے حکومت ٹھہرا دیجیے۔ کوئی ایک سال

گت کے پیشہ سے ہر گاہ؟ سرور غور سے گوہر
 پاکیزگی کی دوسری سمت میں دوڑ جائے چکاگی

لکھنے، زمین سود و مصلحت سود کے ہر کار
 ات کے سر سے قطعاً دور ہو جائے۔

ہر جائے محلہ کی ہر مسجد آباد ہو جائے کوئی
 ہے۔

میں تو کل "انجوا زن" آپ کے کسی بڑے سے
 شہ آپ کے کام میں بکت دے کہ اسلامی دکن

کہ یہ مبلغ بارہ لاکھ کا جو انگریز ادیب سجاد انصاری مرحوم
 کے بعد بعض مشرقی صنایع کا جو مجموعہ بعض تداوان

تو اس میا کوئی استکار نہ کر رہی ہے۔

عربی کی تعلیم

۱۔ اربح کو لجنۃ الادب العربیہ (علیگنڈہ) کے زیر اہتمام ڈاکٹر داد پناؤنڈکر نے تعلیمات صوفیہ سندھ میں عربی سمینار میں تقریر کی۔ پروفیسر سہ۔ بی۔ اے۔ علیہم پر... اس پر پائلر نے عداوت فرمائی...

ڈاکٹر داد پناؤنڈکر نے تقریر کرتے ہوئے عربی کی تعلیم کی اہمیت کو واضح کیا آپ نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے لیے خواہ وہ کسی ملک کا باشندہ ہو عربی کی تعلیم لازمی زبان کی تعلیم سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور اس لیے کہ عربی کی تعلیم کو اس کی مذہبی، علمی، سیاسی اور اخلاقی زندگی کا اور دار ہے وسیع اسلامی دنیائے مختلف ممالک کے امین و تمام کا مہم۔ اہل عربی زبان ہے۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تعلیمات کا بلور مطالعہ کرے۔ اور یہ صرف عربی زبان جانتے ہی سے نہیں ہے۔ عام طور پر مسلمان اپنے مذہب سے متعلق ضروریات علماء کے واسطے سے حاصل کرتے ہیں اور ان کی بنی ہوئی تفسیروں اور تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں۔ یہ صورت حال اسلام کی زندگی اور مسلمانوں کے ذہن اور نگاہی اعتبار کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ فاضل مقرر نے فرمایا کہ یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ عربی بہت مشکل زبان ہے۔ عربی زبان مشکل نہیں البتہ کمال اور سائنٹفک ضرور ہے۔ عربی زبان کا مطالعہ انسان کے اندر جرأت اور مردانہ جوش و خروش پیدا کرتا ہے۔ اس کے برخلاف فارسی زبان جس کی طرف مسلمان طلبہ بالعموم بہت زیادہ مائل ہوتے ہیں۔ ایک قسم کی لذت پرستی کا رجحان پیدا کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بہت خوش ہوں گا اگر مسلمان طلبہ تمام درسی مشرقی زبانیں چھوڑ کر فارسی کا مطالعہ کریں۔ علیگنڈہ کے طلبہ بالخصوص خوش نصیب ہیں کہ ان کے درمیان عربی ادب کے نامور ماہر علامہ عبدالعزیز جونا جونا ہیں جن سے استفادہ کا موقع بقتلہ ایک اور موقع ہے۔

پروفیسر مسین، صدر شعبہ عربی نے معزز محفل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کے علمی کارناموں پر روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر داد پناؤنڈکر بٹ پر عربی شاعری کے اثرات بیان کیے ہیں لیکن اول درجہ کا کارنامہ ہے۔ سچ نامہ اور تاریخ معصومی کو شائع کر کے آپ نے گراں باطنی عذات انجام دی ہے۔ آپ عربی اسی زمانہ کے ساتھ دل سے جیسے گزریا اور فارسی میں آپ کا طرز تحریر بے نظیر ہے۔ آپ کو علم کے ساتھ ہی شغف ہے اور اپنے فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ علمی کام کرتے رہتے ہیں۔ آخر میں پروفیسر علیہ نے فرمایا کہ فیصلہ یاد آ رہا کہ طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ میں علامہ انبال سے ملاقات کرتے تھے۔ وہ زمانہ تھا جبکہ مرحوم نے اردو شاعری بالکل ترک کر دی تھی اور صرف فارسی میں شعر کہا کرتے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ اردو چھوڑ کر صرف فارسی میں شعر کہنے کی کیا وجہ تھی۔ اس کے جواب میں علامہ مرحوم نے فرمایا کہ میں نے فارسی میں شعر کہنا اس لیے اختیار کیا ہے کہ میں عربی زبان میں شعر کہنے پر قادر نہیں۔ پروفیسر علیہ نے فرمایا کہ یہ وہی لکھنؤ ہے جس پر ڈاکٹر داد پناؤنڈکر نے اپنی تقریر میں مذکور کیا ہے۔ عربی ہی واحد زبان ہے جس کے وسیلے سے مسلمانوں کی زبان سے زیادہ نشا و

(بقیہ صفحہ ۴)

قانون اسلام کا مطالعہ

جامعہ عثمانیہ کے ایک مشہور قانون اسلام کے مطالعہ خصوصی کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اپنے ایک کتب خانے میں لکھتے ہیں:-

بعد از مغربی قانون کو اسلامی قانون کی روشنی میں دیکھا جائے تو غالباً مسات حیات واضح ہو سکیگا کہ مغرب نے ہمارے نظام قانون سے ہی بڑی حد تک خوشہ چینی کی ہے۔ مغرب کے کسی اور قانون کا میں نے مطالعہ نہیں کیا واللہ قانون انگلستان کا جس عداوت اور اہت مطالعہ کیا ہے اس سے یہ نظر آتا ہے کہ بنیادی اصول اکثر ہمارے ہیں۔ اسی پر عظیم الشان علامہ کھڑی ہوئی۔ قانون انگلستان کا دعویٰ ہے کہ اس نے تجربہ اور روزمرہ ضروریات کے لحاظ سے ترقی کی اور یہ کہ وہ اہل انگلستان کے دماغوں کا کچھ ہے۔ بہر حال ایک نظام قانون کا دوسرے نظام قانون سے مقابلہ کیا جائے تو مشینی مسائل میں بظاہر ہو سکتا ہے اور اگر بعد کے قانون میں سچے قانون کے مماثل مسائل نظر آئیں تو بظاہر یہی گمان ہو گا کہ بعد کا قانون سچے قانون سے اخذ ہے۔ لیکن غالباً اصل اس کا جو اثر دیتی ہے۔ مختلف قوانین میں بعض اور شعور جو ہوتے ہیں وہ غالباً اس بنا پر کہ انسانی ذہن و دماغ ان مسائل کے متعلق جو جگہ ایک ہی نقطہ پر پہنچا۔ چنانچہ اسی بنا پر عمومی اصول قانون (جنرل پرنسپل) کا خیال پیدا ہوا۔ مختلف نظامت نظامت قوانین کے بنیاد میں تعارض تلاش کرنے کے ساتھ یہ کوشش بھی ہونا چاہیے کہ قوانین کے اصل الاصول کیا تعارض کیا جائے۔ ایک فلسفہ قانون کا دوسرے فلسفہ قانون سے موازنہ کیا جائے۔ اس صورت میں ایک نظام قانون کا فرق دوسرے سے نہیں ہو سکیگا اور اصل سود مند یہ ثابت ہو سکیگا لیکن جاننا چاہیے کہ ان امور کی کسکو توفیق ہے یہ سب درجہ ذیل کی دل ہی نہایت نظر آتی ہیں:-

جامعہ عثمانیہ کی علمی بنیادیں مثبت جو ہے، تو وہی ہے بڑی سرت چمک کر ہوتی ہے کہ کچھ دانش اس کی اپنی خدمات بھی خاصی بننا میں ترقی و اعلائی کی گنجائش تو غیر ہر صورت ہے، لیکن یہ کیا کم ہے کہ اس کے اساتذہ اور طلبہ دونوں اپنی حیثیت سے اب تک جو خدمات انجام دے چکے ہیں ان کی نظیر ہندوستان کی کسی اور جامعہ میں تو کیا ملتی، انہیں ہے کہ علیگنڈہ تک اس اب میں اس سے بہت پیچھے ہے۔ اساتذہ عثمانیہ میں صدر شعبہ دینیات کا شغف ظاہر ہے اور بقیہ اسکا اثر ان کے شاگردوں اور طلبہ تک متعدی ہوا ہے، باقی شعبہ فلسفہ کے بھی کم از کم ایک استاد نے نواسنت تک قابل رشک دینی خدمات کرائی ہیں۔

۳۔ کہ مخاطب بنایا جاسکتا ہے۔ اس لیے اسلامی اخوت اور سیاسی اتحاد کے لیے عربی زبان کی تعلیم بظاہر بہت سودمند ہے۔

قومی امانت

ازاد مسلم کالج علیگڑھ کی سکرٹری شپ

(۱) حق - لکھنؤ
دو فلم ایکٹر میں

علامہ عبدالمجید اور ایادی مذکورہ برصغیر کے جھنڈوں نے مسلمانان
دور حاضر کو رسول کریم علیہ السلام کے تسلیم کے لئے ہمہ اسلام پر
اسلام لانے اور مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بنانے کے لئے اپنے اہل
نہ ہر مسلمان اپنی فکر کے برعکس، اپنی تقریر کے ہر حرفت اور اپنی زندگی کی
ہر سانس کی عطا الفت کر دیا ہے اس سلسلہ میں ہمارے سامنے ہمارے ذہن
اور ذہنی تعلیمات سے بننا کیوں اور بے جا ہر وہیوں کو ایسے طریقوں سے
لانے دیتے ہیں کہ بغیر کسی دیکھ کر نہیں اپنی نام نہاد اسلامی مذہبی ایک سنگ نظر
آئے گئے ہیں اور ہرگز اس کے کوئی چارہ کار سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم خرم مذہب
کے دریا میں غرق ہو کر اس تباہی دہشت گردی سے اپنے کو بچالیں۔ وہ
بجز یہ کہ جو مغربی تعلیم و مذہب میں غرق ہونے کے باعث سطحی طور پر ہیں
محمود و مستحسن نظر آتی ہیں، حضرت مولانا کی روش گائیڈوں اور اس نظر پر ان کے
ایک نظر ڈال سکتے ہیں کہ بعد ازاں شرمناک اور رسوا کن۔

یہ وہ ہیں پرچہ متحرک اور بولتی جالنی تصاویر کو ہم مرنے لے بلکہ
دیکھنے اور سننے کے عادی ہیں، ان کے بارے میں ہم آج تک اس خوش
اعتقادی میں مبتلا تھے کہ وہ کسی مسلمان شریعت گہرائی کی ہو بیاباں نہیں،
بلکہ ہندوستان کے عصمت فردش طبقہ کی مذہب یا مذہب یا آزاد خیال
برادران دہلی "تنگ نماذان" لڑکیاں، لیکن حضرت مولانا کے بہت
حق پرست نے اس پر سے جو پردہ اٹھایا تو ستر ہی کچھ عجیب و غریب
نظر آئے لگا۔ اور ایسا کہ جسے ہماری قومی نسبت غیرت و خودداری
آکھ بھر کر، کچھ کی اجازت نہیں دیتی۔ وہ ستر کیسے؟ اسے خود
مولانا ہی کی زبان سے سنئے اور مسلمانوں کی اس بدبختی کا جہاں تک پہنچے
اتم کیجئے۔ لیکن یہ آپ کے سامنے اس لیے نہیں پیش کیا جا رہا ہے کہ
آپ اسے پڑھ کر دو آئندہ باتیں اور خاموش ہو جائیں۔ بلکہ اس لیے کہ
اگر آپ کی دل غیرت و حمیت میں کوئی واقعی حرکت پیدا ہو تو آپ ان نام
نام مسلم خاندانوں کا کہ جو عزت عام میں ہندو دیوانہ جی جا رہی ہیں شل
انکاٹ کر کے نہیں اپنے دائرہ سے خارج کر دیں۔ اور ان شیخ صاحب
کو رجون میں سے ایک کے والدہ اور دوسری کے خسر ہونے کا شرف رکھتے
ہیں، کم از کم ان قومی اعزازات سے دست بردار ہونے پر مجبور کر دیں کہ
جو قوم کی بے نصیبی سے آج نہیں غمناک ہیں، وہ اسے انکی سپردگی اور امانت
میں ہیں۔ اس لیے کہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس شخص کی تعلیم و تربیت
کا یہ شل نمونہ خود اس کے گھر میں اسکی ہو بیٹی ہیں نظر آئے، اسکی سپردگی
اور ذمہ داری میں ساری قوم کی ہو بیٹیوں کی قیام و تربیت کا یہ ایک
لمحہ کے لیے بھی خطرہ۔ یہ حالی نہیں۔ وہ شخص قومی امانت کا سمجھ امین

اس کی تعلیمات میں ہندوستان کی ترقی کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے۔

کیونکہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ جس میں اس نے خیانت کا اہتمام کیا وہ
پیش کیا ہو۔ ہماری یہ اپنی صرف علیگڑھ ہی کے ذمہ دار اور ذمہ دار مسلمان
طبقوں سے نہیں ہے، بلکہ تمام ہندوستان کے سربراہان اور اہل اہل
دوسرے اور وہ مسلمانوں کے کہ وہ اس موقع پر خاموش رہ کر کسی شرمناک
رواہی کا مظاہرہ پیش کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ سرگرم عمل ہو کر ایک
ذہن اور ایک آواز سے قومی عزت اور افتخار کے اس تلخ کو اس سرے
آرائیں کہ جو مغرب اور مغربیت کی مسموم ہواؤں کے متاثر ہو کر اپنا قوت و
دماغی کھو بیٹھا ہے۔ اس کے اس کی آزادانہ اور مغرب زد تعلیم و تربیت کا
یہ ذہن ہماری دوسری بیٹیوں اور بیٹیوں میں نہ پھیلنے پائے۔
ہر حال ہم حضرت مولانا کے پیش کردہ اس غیرتناک خطرہ کی ہمیشہ اپنے
غیرت کی عزت میں پیش کر سکتے ہیں۔ ان کے نیکو کام کا مضمرانہ ہمیں
کے ساتھ انتظار کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان کے ہم جہد کا
مضمون سمجھ رہے ہیں۔

(۲) حقیقت - لکھنؤ

کھٹ گل فروش کی چند ہی سطر میں کس عجب گزرتی ہوئی عجب عجب
دریا ہادی کے رنبار سداق کے تار پر چہ پر نظر پڑتی ہے۔ چنے ہی صنوبر پر
"دو فلم ایکٹر میں" کے دل دیز عنوان پر نظر پڑتی ہے۔ لیکن عجب مضمون پڑھا
تو طبیعت اس قدر شخص دگر ہو گئی کہ اس کے بعد ہم جو کچھ لکھنے لگے، اسے سننے
وہ سب بھول گئے۔ اب سچا ہے اس کے کرم خود کچھ لکھیں، مولانا کے مضمون
ہی ان فکر کر دینا چاہتے ہیں (آگے پورے مضمون درج ہے)

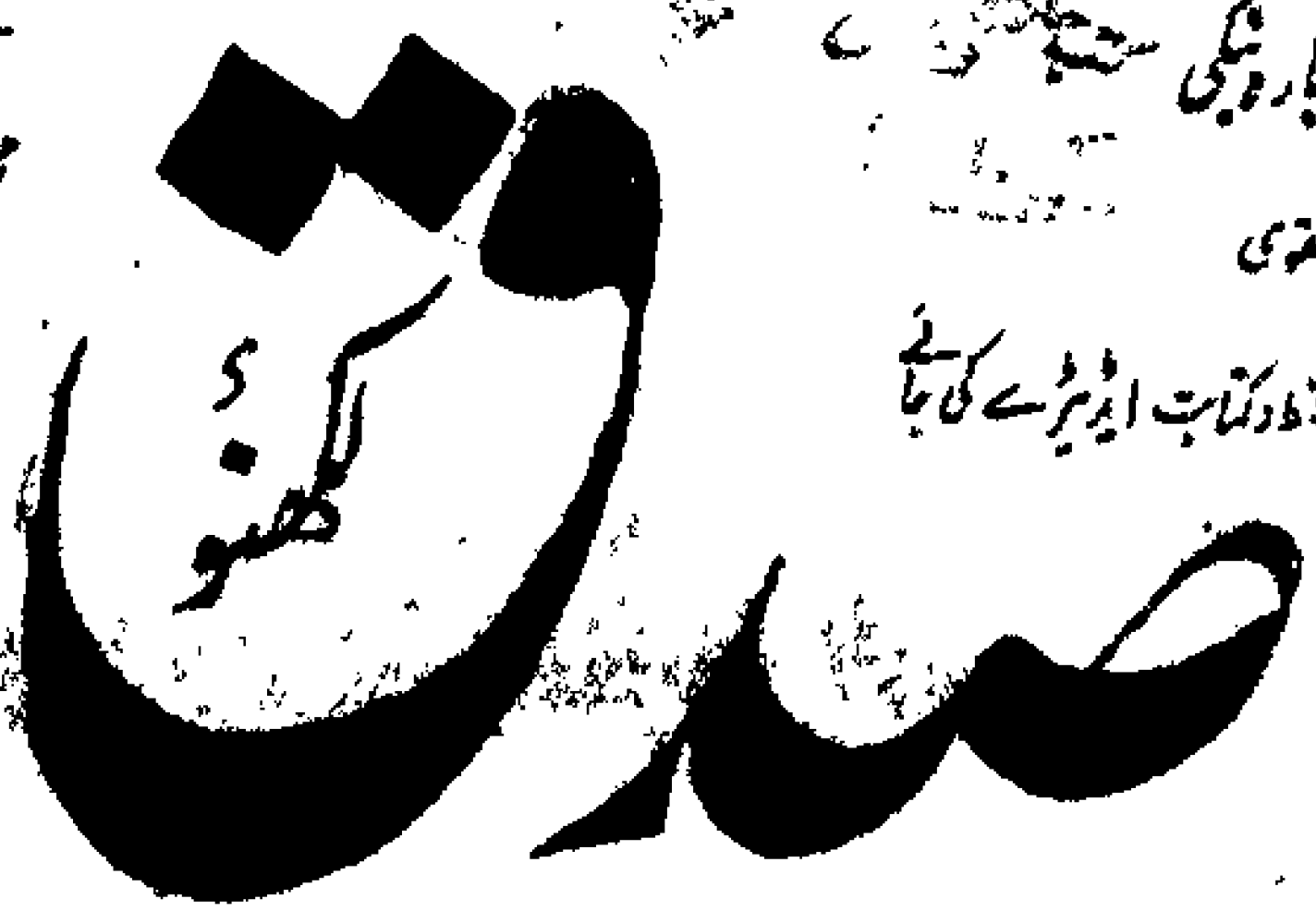
ارتقا و ارتقا

(از ایوان سارا سرتی انا دی)

سرخ آند میں دیکھتا میں سامنے آتی ہوئی
آنکھیں بھڑکارتے شعلوں کو بھڑکاتی ہوئی
گرد آلودہ فضا ہے خون آلودہ آفاق
بول کے مارے میراں کے بلکہ میں بے غلق
کل جو کھنکھتے تھے کہ مستحق بڑاں ہو گئے
آج رہ سائیں کے بندے بے نشان ہو گئے
حیرتی ماحول میں آئینہ سماں ہو گئے
حکمت و دانش کے پھلے نفش جہاں ہو گئے
جلوہ ایجاد پر سائیں شیدا ہو گئی
اور اس سے آدمی کی شکل پیدا ہو گئی
چشم سودا سے ترقی دیکھ غیرت کی کتاب
غور سے پڑھو یہ سطور ماجرے انقلاب
اپنی مجبوری پوچھ اور ملے مجھے استفادہ
"ارتقا ہے کام در" آتا ہے کہ کیا
آدمی کے قلب سے فوٹ خدا جاتا رہا۔ (دعوت)
ارتقا کا ہے جنوں اور ارتقا باناتا رہا۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالسِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمَا الْمُتَّقُونَ (اور جو سچا بات لکرا یا اور جس نے اس کی حقاقت کو اپنی جان پر گواہی دی)

SAVI
کے مراسلت اس پتہ پر ہونے۔
محرم عبدالروف عباسی مہتمم صدق
مرشد اہل بیت۔ گورکھ۔ لکھنؤ
پتہ: سالانہ
شعبہ
برائے خدمتِ خلافت
قیمت فی پرچہ: ۱۰



ایڈیٹر: عبدالماجد
پتہ: دریا پاد۔ ضلع بارہ بنگی
نائب: (علیم) عبدالغنی

مضامین کے بارے میں خط و کتابت ایڈیٹر سے کی جائے

نمبر ۲۹

نمبر ۲۹ - دوشنبہ - ۱۰ - ربیع الثانی ۱۳۸۷ - ۲۷ - اپریل ۱۹۶۷ء - جلد ۶

سچی باتیں

لکھنؤ شہر ہندوستان کے بڑے اور نامور شہروں میں سے ہے۔ اور اس کی نسبت سے لکھنؤ میونسپلٹی میں اہم اور بڑی۔ پچھلے دنوں شہر بلند ہوا کہ سو پل پر زمین اندھیر چھا رہا ہے۔ ہر طرح کی ہرج منجی کے لیے نوائی ہے نیابت ہے۔ لٹ ہے۔ گورنٹ نے حقیقتاً "کیشن مقرر کیا۔ کیشن نے پورٹ کی، کہ شکایتیں صحیح ہیں اور شکوہ بجا۔ فلاں میر صاحب نے اپنے نکاح کا گھوڑا خود ہی تشخیص کیا اور بالکل من مانی کا وردہائی کی سات بیروں پر گھوڑا ادھائی ٹھیکر کی رقم دست سے بقایا میں ملی آ رہی ہے۔ ایک ممبر صاحب دو برس سے اینٹوں کا قبضہ قائم کیے ہوئے ہیں اور کسی ایک پیسہ نہیں دیتے۔ فلاں میر صاحبوں نے سو پل پر روٹی کی پلا اجاڑ اپنے اپنے ہاں طارین نمبر کر لیں۔ فلاں فلاں نمبروں کے عزیزوں کو ذکر کیا انکی مفاد میں پر دوسرے قابل تر امیدواروں کو چھوڑ کر مل گئیں۔ نمایاں اور ہریاں بنیں اور مٹر کوں پر لائینیں لگیں تو پبلک مفاد کا خیال کیے بغیر ممبر صاحبان کی ذاتی آسائش و سہولت کی خاطر۔ وغیرہ وغیرہ ایک دیگر بگڑا ہوا شکایت کا انکو اڑی کیٹی نے تیار کر کے رکھ دیا!

چیرمین صاحب کا جواب شایع ہوا کہ اعتراضات غلط، شکایتیں بجا ہیں۔ جو کوتاہیاں واقعی سرزد ہوئی ہیں انکے غلطیوں سے متاثر ہو کر وہ اس سوال جواب سے یہاں مطلق بحث نہیں ہو سکتا ہے کہ جوابات معقول ہی ہوں۔ کتنا صریح یہ ہے کہ بلوچیتیں ایک بھر میں نہیں کھائی ہیں؟ سارے ہندوستان کی بڑی یا چھوٹی کون سا میونسپلٹی ہے جہاں یہ اندھیر چھا ہوا نہیں ہے؟ دوسری میونسپلٹیوں کا پردہ تو پس

جہیں تک ڈھکا ہوا ہے، سبب اس کوئی حقیقتی کیشن اسٹبلشمنٹ مقرر نہیں ہوا۔ ورنہ تحقیق کے بعد کس کا؟ اس پر ایک ٹیکہ؟ رشوتیں کمان نہیں چل رہی ہیں؟ سفارشوں کا اپنا؟ اس گرم نہیں ہے؟ الہیت، دیانت، قابلیت کو ذاتی اثر و سوسائے پال کر کہاں نہیں کیا جا رہا ہے؟ ذاتی ترغیبیں یا داناں کار فرما نہیں ہیں؟ عزیز پرستی، دوست پرستی، خود پرستی کو انکی میونسپلٹی پر بلا شام نہیں رہے؟ دیانت، فریضہ، دھرم، مساوی و منوا بطور کی حکومت کیں میں ہے؟۔ اور ایک میونسپلٹی میں کا نام کہوں بدنام کیجئے، بڑے بڑے شہروں کے کارپوریشن، میونسپلٹی کے ڈسٹرکٹ بورڈ، فنیوں کے ڈائریکٹن اور ۱۰۱۰ کو بھی چھوڑیے۔ پولیس، ایس۔ اے۔ اے۔ اور۔ یو۔ اے۔ اور ڈاکھانے اور اسپتال جسے شاذ امر کاری تھکے، ان میں سے کس کا نقصان اس سے مختلف ہے؟ ہمارے ہندوستانی بھائی خدایا کا جہاں میں گھر ہے، امانت، دیانت، صداقت، فریضہ، دھرم، مساوی اصول پرستی کی شاہیں، بجز غلطیوں کے کہاں ملینگے؟

برخلاف اسکے پارپ۔ وہاں میں فریضہ فراوانی نہیں جاری ملے گی! کسی انگریز کو بھی آپ سے سنا ہے کہ کسی سچے کا گلا کاٹ کے ذکر کریں؟ اپنے بھائی بند کو اپنے لڑکے بیٹے کو، داد کو، اپنی برادری واس کو، لاڈ لے؟ دھرموں میں جو ان مردوں کے ہلوسے ہلو بھرا کر جوان عورتیں ۶-۶ گھنٹے کام کرتی، رہتی ہیں؟ مجال ہے کوئی مرد اسے غرت میں کسی عورت سے جنسی مذاق کر سکے؟ بڑی نسبت سے گھوڑے؟ ایک سہولتی کا سبب جس وقت ڈیوٹی پر ہوتا ہے، لیکن یہ کوئی بڑے سے بڑا حاکم بڑے سے بڑا لارڈ، وزیر سلطنت تک اس کے حکم سے سزا دی کر سکے؟ وہاں میں دھرم، دھرم پر ڈاکٹر عیاری کے جھوٹے سرٹیفکیٹ دیتے رہتے ہیں؟ انکے اس میں آٹھ آٹھ آنہ پر گواہ عدالتوں پر جھوٹے حلف اٹھاتے رہتے ہیں؟ انکی پبلک کا بھی یہی ہے کہ انکا یا کتاب کا دی، پلے۔

ملگا، اور وہیں کر دیا؟ اُنکے اُن میں اخبار نویسوں کا یہ حضور ہے کہ
آج اس فریق کے اہل کلمہ کے اُنکے اُن فریق کے اہل کلمہ؟ یہ وہ ہیں
اور ہر افلاکیاں اُنکے تہن کی دوسری مہنتوں سے یقیناً بہت بڑھ چکی
ہیں، لیکن جہاں ذکرِ صریح پہلک ڈیوٹی اور پہلک ہو رہی ہے۔ اس
جہت سے ہم میں اُن میں کون شیعہ ہے؟ اور اسی فریق سے
اگر ایک کو مانا، ایک کو محکوم، ایک کو ذمہ، ایک کو مردہ
بنادیا گیا ہے تو اس پر حیرت کیوں کیجیے؟

ایک بشر پر، ایک پر، جہر پر، کہاں تک وسیع کرنے جاؤ گے، ایک ام سے
سب کے اصلی اغراض اور واحد مرجع ہیں ایک کیوں نہ پہنچ جاؤ۔ اور محبوب
اپنا بچا ہے مصنوعات کے مبالغہ کو، بچا ہے مخلوقات کے خالق ہی کو
نہ بنا لیا والدین آسوا اشد جانی شد۔ ہمارے ایک شاعر نے بھی اس
کتاب سے لیکر یہ مضمون یوں لکھا کہ ہمارے

آلوم و دہکار کو آساں بنا لیا

جو غم ہوا اُسے غم جاناں بنا لیا

فرایئے و دوز و آستوں میں سے قریب تر آسان تر پختہ تر کون سا ہے؟

تہذیب فلسفی کی نظریں برٹریڈ رسل اس وقت برطانیہ کے ایک مشہور

فلسفی مفکر اور اہل ریاضیات ہیں۔ چند سال پہلے ایک کتاب
"The Principles of Mathematics" شائع ہوئی تھی جس کے نام سے کئی ایسے
میں اپنے تجربات کا پتہ ڈر کر رہا ہے کہ دنیا میں ممکن صورت دراصل
کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے کیا طریقے ہیں۔ موجودہ تہذیب و تمدن اور
اُنکے چلانے والے طریقے معاشرت و نظامِ تربیت کا تذکرہ اور ان پر تنقید
اگر یہ تھا۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:-

"کچھ نہ کچھ خشک زندگی بسر کرنے کی عادت بھی بچپن ہی سے

ڈالنا چاہیے۔ آج کل کے والدین اس باب میں بڑی ہی غلطی

کرتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں کو ہر ایک نئے شے، نئے ذائقے

سے لطف اندوز کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ بچہ کی

عام زندگی میں ہر دن جیسے ہی نئی شے کی طرح، ہونا چاہیے۔ تنوع

و تنوع کے موافق وہ نہیں سمجھتے کہ چاہیے۔ ... ایسی

لذتیں جن سے بچہ توجہ پیدا ہوتا ہو لیکن اپنے کو سب سے

کچھ نہ پڑے، مثلاً تھیرا ان سے لطف اندوزی کا موقع،

شاذ و نادر ہی ملنا چاہیے۔ اس بچہ کی حالت نشہ کی سی

ہوتی ہے۔ جتنا حاصل کیجیے، طلب اور ہوس ہی جائیگی۔

(۱۹۲۲ء)

اور پھر دہری جگہ لکھتے ہیں:-

"اپنے بچوں کو لیکر آپ جب چڑیا گھر دہرائیں گے، تو پہلے

بنائیں ان کے تھم کے بڑے بند روں کو دیکھا ہو گا، کہ جو وقت وہ

نہ کھاتے ہوتے ہیں نہ اُچک پھا کر کرتے، تو اس وقت اُن کے

چہرہ پر کیسی اُداسی ہوتی ہے اگر اُن کا زبان خالی سے

وہ کئے ہوتے ہیں کہ ہم انسان کیوں نہ ہوں! ہمارے ہی

کھائی بند، تقاضا کرنے انسان بن گئے، اور ہم بند، کے بند

سی رہے۔ ... اُن کے بچنے سے قبل ان کے ایک شعرِ مبالغہ

میں لکھیے:-

میں انسان ہوں، لیکن ہندوؤں، اُن کا پرہیز آدمی نہیں!

اب پھر اس کا جواب پڑھیے:-

ایسی ہی ... اُن کے ہندوؤں، اُن کا پرہیز آدمی نہیں!

یومِ انبیا کا پیام

گشتِ یومِ انبیا، اور اپنی کی شام کو آج

بہادر پارک کی زیرِ مہمانت بڑی دھوم دھماکے سے اہتمام سے
منایا گیا۔ مدیرِ صدق کا پیام ذیل پڑھا کر سنایا گیا:-

میں کی زندگی خود ایک پیامِ حق جیسا سا، کلامِ حق ایک پیامِ حق
تھا، اُسکی سالانہ یادگار کے موقع پر کوئی نہ سرا کیا پیام دے!

یہ گفتو شروع ہی سے ہمیشہ پیش تھا انبیا کی آواز شاعری پر گشتِ یوم
میں حیرت گیری ہے۔ یہ ہمیشہ گزشتہ روز، ترکیبِ ست، لفظِ طاق، مصرعہ

محل، آج بھی شہرے کے اڈا چلا آ رہا ہے، اور دینے کو، خراجِ عقیدت
پیش کرنے کو!۔ اب یہی ہے اگر اسے جب شاعر کا حال حال بن جائے

اور کا علاقہ کا علاقہ آپ حیاتِ یوم میں ہو جیتی ہے! شاعر اپنے خیال
کا نقیب نہیں! اُن کا نزدیک بن جاتا ہے۔ کلامِ ابنا سونوں کی راگ

راگنی نہیں! لاہوتوں کا نقشہ بن جاتا ہے۔ اعتراض اب تبدیل ہو جاتا ہے
اعتراف میں! اور اتحاد، اتحاد میں!

انبیا جہاد کا تھا۔ پیام وہ دے گیا، جو صدیوں پہلے ایک آدمی سے
گیا تھا، شرحِ اُس پیام کی جو دوزخ کے آقا و مردِ عرب کے ایک آدمی

کا پیام تھا۔ پیام بندوں کا نہیں، بندوں کے الگ کا، پیامِ انسانی بشر
کا بھی نہیں، خود خالقِ بشر کا۔ فلاں تو حق اَللّٰہم سلون۔ جو مسلمان اور

مسلمان، اُنھو مسلمان!

سرت کا راز

دنیا میں سرت، راحت سے بسر کرنے کا راز

ہے، کہ اپنی دلچسپیوں کو وسیع زیادہ سے زیادہ کر لیجیے۔ اور

پھر مہینے ہی اشیاء اور اشخاص سے آپ کو دلچسپی پہنچے ہو گا

اُن سے جذباتِ مبالغہ نہیں، درستی نہ اپنے دل میں نہ!

کیجیے:- "The Principles of Happiness"

یہ برطانیہ کے مشہور موجودہ مفکر فلسفی برٹریڈ رسل کا کتاب ہے جو اب

سرت، راحت ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اپنی محبت کے دائرہ کو جتنا زیادہ بڑھا کر

مخلوق کی مہنت بڑی سے بڑی قدر کو اُنکے افراتے جاؤ گے، اُس قدر

بھی سرور ہو سکے۔ لیکن ایک کتاب ہمارے پاس بھی تو ہے۔ "ایک کتاب

نہیں دنیا کی ایک ہی کتاب، اَلْکَشِب، کسی فلسفی کی نہیں، یہ ایک

انہی کی لائی ہوئی۔ اُس میں ایک مضمون ہے کہ محبت کے دائرہ کو ایک

کے غیر میں رہ چکا ہے، وہ انہی ہی اذہر محسوس کرنا ہے کہ اسے
 خدوں میں سے کسی ایک پر چاہیے، مگر میں نے یہی نہیں کیا۔ اب اس پر کہ
 وہ اپنے ہم جنہوں پر غصہ آتا ہے۔ (۱۹)
 جس فلسفہ تعلیم کے گرد یہ دہا سے اس کے بڑے بڑے اہل حق میں میں نظام
 تمدن، تربیت کے مدح خواں ہمارے اس کے بڑے بڑے "روشن خیال" بزرگ
 ہیں، میں نے کسی کو یہ سرٹیفکیٹ پر تیار نہ کر سکا کہ زبان سے ظاہر رہے ہیں!

کلام اقبال

شیخ زبیر احمد صاحب (حلیہ) سادات (الہ آباد)
 مرحوم کے اذہر اپنے تازہ غایت نامہ میں لکھتے ہیں:-
 "آفاق اقبال کی کتاب" جس پر باید کہ اسے آہم شوق
 دیکھ رہا ہوں۔ اقبال نے فقر و غیر کی نسبت کیسا دم انگیز
 کلام ارشاد فرمایا ہے اور مثلاً: "ہر حضور رسالت کی طرح
 اس سے بڑھ کر کوئی کلام مالات نامہ سے متعلق میری نظر سے
 نہیں گزرا۔ کیا خوب ہو کہ صدق میں بھی ایک شذہ اقبال
 مرحوم کے کسی شعر کی بابت تحریر فرمایا کریں تو انہیں کائنات
 دو بالا ہو جایا کرے۔"

ابتدائی حصہ کو چھوڑ کر وسطی اور آخری زمانہ کا کلام اقبال کو سراپا آتا
 بلند اور پاکیزہ ہے، کہ قوت انتخاب خود مہمان و ششدر رہ جاتی ہے۔ روح
 کیا جانے تو کس حصہ کو اور چھوڑا جائے کس حصہ کو؟ چھوڑنے کے قابل نہیں کو نہ حصہ
 جس نظم کا اپنا پر نام بن گیا ہے، وہ کتاب کے سات آٹھ صفحوں میں آئی ہے۔ اسے
 نقل کرنا ممکن نہ ہوگا، ہر ہر شعر اپنی جگہ پر سوز قلب اور حسن بیان دونوں
 کی تصویر ہے۔ اور یہ مصرعہ تو سرب اشل ہو کر چلیگا، دوسروں کے سار
 سارے دیوان پر جاری ہے

مصطفیٰ ایاب دارزاں بولب!

پورا شعروں ہے نہ

درجہ گریڈ دوم درجہ مصطفیٰ ایاب دارزاں بولب!

سرکاری ملازمت

لاہور میں ریورنڈی کے ایک طالب علم ہیں چلی
 تعلیم مغرب ختم ہونے والی ہے۔ کئی ہفتے ہوئے انکا ایک خاص مضمون
 کا آیا تھا:-

"گو رنٹ سرورس سے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ یہ سال میر
 ہے ایک عجیب بھیجی پیدا کیے ہوئے ہے۔ میرا دل اسے کس
 دہشتہ خیال نہیں کرتا۔ اس اب میں آپ پرستی رہنا چاہتا تھا
 اب خط کے ذریعہ سے جو اسی دشت دے دیا گیا تھا، افسوس ہے کہ اس کی
 نقل محفوظ نہیں رہی۔ لیکن ہر حال میں ہر ایسے طالب علم کے لیے
 جسے اپنا دین ایمان فرمے، اہم و قابل توجہ ہے۔ اس لیے چند نظریں پرچہ
 میں بھیجے بغیر نہ ہوگی۔"

اصل قاعدہ کے اعتبار سے ہر غیر اسلامی حکومت غفلت رکھنا ناجائز ہے
 اس اصل کو ہر حال میں پیش نظر رکھنا چاہیے۔ غیر اسلامی مین کا مذاہن حکومت

کے ساتھ ارادی و اختیاری مساوات و اشتراک کی تقریباً سب ہی صورتیں حرام
 ہیں۔ بہت انتظار و تخم انتظار کی حالت میں غنیفوں، کم ہمتوں کے لیے
 رعایت کی بھی صورتیں مل آتی ہیں۔ شدید بھوک میں حرام و غیر حرام غذا
 جائز ہو جاتی ہے۔ بیماری میں حرام و کالی اجازت ہو جاتی ہے، ہر ہی عام
 قانون رعایت خودت و احوال کا یہاں میں عاید ہوتا ہے۔

پھر یہ بھی خیال رہے کہ حرمات کے درجات میں ہیں تفاوت میں بعض
 سینے اور سنگے حرام و حرام ہیں۔ مثلاً ذوق اور لیس ذمیرہ ایسے
 گل سنگے ہیں جن میں مسلمان کی جان کا فرائض قانون کے ماتحت ہی جاتی ہے۔
 و یا ان ذوق و عبادی مدالتوں کے گل حرمات میں سے کا فرائض قانون کو چھوڑنا
 ہوتا ہے۔ مثلاً آٹھاری، ایون، جھری وغیرہ۔ اس قسم کے سارے
 سینوں کی اشتہات ظاہر ہے۔ بعض سینے نسبت اخف ہیں۔ مثلاً سرکٹ
 یا مدالتوں کی ابکاری۔ جن میں بذات خود کوئی حکم جاری کرنا، کوئی فیصلہ
 سننا نہیں ہوتا، بلکہ محض نقل احکام اور دفتری خط و کتابت کرنی ہوتی
 ہے یا بعض سنگے مثلاً طبابت، حفظان صحت، دوا دہی، انجیری، بھاری
 وغیرہ۔۔۔ اور پھر آخری درجہ میں جس کسی کو ترک اشتراک کی بالکل
 ہی ہمت نہ ہو، جس کم از کم اپنی جان پر اپنے کو خطا کار تو سمجھتا ہی ہے۔
 عمل نہ سہی کم از کم اپنا عقیدہ تو درست ہی رکھے۔ امام مالک کے الفاظ
 میں نفل و مستغفر۔ یہ عملی کے ساتھ مذات، توپ و استفاء کا سلسلہ تو
 ہر حال جاری رکھے۔

قرآن مجید میں سچا جو بحث کی ایک آیت سے کہ ایسا مستحب ہوتا ہو
 کہ حکومت کو غیر اسلامی ہی ہو، لیکن قانون کا نفاذ اگر اسلامی طرز پر ہوتا
 رہے، تو حرمات قبول کیلئے، بلکہ ان کے طلب کرنے میں بھی معاف نہیں
 یہ استنباط، علماء و محققین کی راہوں سے قطع نظر، اُرتے اُرتے پیش کیا
 جا رہا ہے۔ اسے کوئی نہیں تو حلو نہ سمجھا جائے۔

قدیم مسائل جدید روشنی میں

مولوی عبدالرؤف صاحب

جندے لکھتے ہیں:-

"آپ کی تقریر واسپار کو بہت عرصہ ہو گیا۔ مدنی میں آپ اُسکے
 اُسکے چھاپنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ اب تک ہر ہفتہ انتظار
 ہوتا رہا۔ اب کب تک شایع ہوگی؟"

اور میں تقصیر مودول ہو چکے ہیں۔ دن شاد و شاد تقریر و آئندہ فیصلے بھلا
 شروع ہو جائیگی۔ عنوان ہے "قدیم مسائل جدید روشنی میں"۔ مسائل تاسر
 قرآن مجید ہی سے متعلق ہیں۔ تعداد میں بھی ایک دو نہیں اچھے نام سے
 ہیں۔ زمانہ اکاڈمی، جسکے سلسلے مقالہ پر چھاپا گیا، کوئی مذہبی انجمن نہیں
 محض علمی ادارہ ہے۔ اس لیے قدر دہنے عنوان سے نظر ثانی کرنا پڑی۔
 تاریخ بنی اسرائیل کے مباحث، تحقیق "نصاری" و "صابین" نزول میں
 سلوٹی، تفسیر آیہ ذالکین شیعہ، تفسیر آیہ لیس البتران و آقا و جو کم قبل
 الشرق و غیرہ بہت سے مسائل آئے ہیں۔ جتنا مقالہ دہاں پڑھا گیا،
 نسبتاً مختصر تھا۔ اچھا نام اضافہ ہو کر کیا گیا۔ وہ سب انشاء اللہ نظریں ز آ

از عبد الماجد

جسٹس مدین علی خان

جس کے مدد میں ملا دیا گیا۔
 ۵۔ انتہی میں ان یوں نہ کہ تم کو کیا تم اس کی توقع رکھتے ہو کہ وہ لوگ
 وہ کہان فریق نہ سمجھیں ایمان سے آئیں گے تمہارا سہ کچھ نہ ہے
 کلام اللہ تم پھر نہ من رہا تھا لیکن میں اس لیے لوگ ہیں کہ اللہ
 بعد اعلیٰ وہ ہم سب کو کا کلام سننے میں پھر آئے گی کہ کچھ کرتے
 ہیں اللہ اسکے کہ اسے سمجھ چکے ہیں۔ اللہ
 وہ اسے خوب جانتے ہیں۔

۱۰۔ یعنی اسرائیلیوں کی ان ساری باتوں کی دودھ از شبن پسینے کے بعد بھی۔

الاستخدام لا يتبادر الى الذهن (روح) فيه ضرب من الكبر
على الرغبة في ايمان من شواهد اجتماعه قائمة، مستبدا اياهم (بحر) الهمة
لانكرا الواقع واستيعاده كما في ذلك (أضرب اليك) (ابوسود)
الله (اسلما)

خطاب اس آیت میں بنی اسرائیل سے پہچانے مسلمانوں سے ہے۔ حسن بصریؒ
۳۲ ہیں کا قول ہے کہ اس کے مخاطب رسول اور مومنین ہیں، ۱۰۰ کا قول کہن اور
خطاب مع (رسول) المومنین (کبیر) قائل القاضی و ذمہ الیق (الظاہر (کبیر) ایما
المؤمنون (ابن کثیر) یہ بدھوہ او اسحابہ (کمال)

طبع کے نام سنی لاپنج رکھنے، حرص کہنے کے ہیں۔ لیکن دوسرے سنی امید و توقع کے بھی ہیں اور وہی یہاں مراد ہیں۔ طبع فنیہ وہ ہے حرص فلیہ وہ جاہ (لسان) آخر جو باکھر (ابن عباس) شاعر دلی اللہ دہلوی نے فارسی میں امید ہے اور مفسر تھانوی نے اُردو میں توقع سے ترجمہ کیا ہے۔

۱۲؎ میں محمد رسول اللہ کے یوں۔ جہاں مساوت قلب کی اتنی مفصل و سلیس سرگشت
ابھی بیان ہو چکی ہے۔

المراد بقوله "ان تؤمنوا بكم" اليهود الذين كانوا في زمن الرسول عليه السلام وكبير
سلكه بمنى تعارضى فاعطيه تعارضاً باتفاقاً فان لم يكن؟ لا يمكن له -

ای ان یحییٰ ذکم و بنو الامل و غنمکم (یعنی اوی) الامل و غنمکم و سبیبکم (کشتان)
ولام السبیب ای بنو الامل و غنمکم لهم (بهر)

۲۲۰
 کہے۔ وہ کان فریق منہ کے ایک سنی ہے۔ جس کو ایک ایسا فریق تھا اسرائیلیوں کے
 درمیان۔ گویا ذکر امتحان کا۔ جو در حاضرین کے امتحان کا جو رہا ہے۔ دوسرا ترجمہ یہ
 ہو سکتا ہے کہ ایک ایسا فریق رہا ہے اسکے در بیان یعنی ذکر حال کا اور بمعرفہ وجود
 کا جو رہا ہے۔ تاویلاً و نحوہ سے وہ دونوں معنی نکل سکتے ہیں۔ اثنہ تعریف کے معنی دو ذوق
 قسم کے اقوال نقل ہیں۔ لیکن سیاق و سباق سے سنی کے زیادہ موافق ہے محبت
 سامعین ہی پر قائم کی جا رہی ہے اور اس لیے لازم انھیں کہ قرار دینا زیادہ مناسب ہوگا۔
 وستم من قال علیہ السلام من کان فی ذمہ محمد علیہ السلام وہذا القرب (مکسر)

٤٦ - واذا نزلنا من السماء

قوله لا تأخروا عن الصلاة

إلى بعض قائله، انتهى

۲۰ فیق الشہ علیہ السلام یسبحکم

بہ فرزند حکیم افغانی تقویٰ بن

اور جب دہشتے میں اُن سے جو ایوان اپنے
 ہیں تو کہتے ہیں ہم (میں) ایمان لے گئے احمد
 اور جب بتایا ہوتا ہے ایک دوسرے کے پاس
 کہنے ہیں کہ کیا تم بتا رہے ہو؟ نہیں اور
 خدا نے تم پر منکشف کیا ہے نہ میں سے
 وہ بتا دیں تم کو تھا وہ سے پروردگار کے
 حضور میں۔ سو کیا تم نہیں سمجھتے؟

کلام اللہ سے مراد ظاہر ہے کہ یہود کے صحت آسمانی ہی جو ملے ہیں اور یہ حقیقت ہمیں تحریر کتب و صحت خود یہود کو بھی سکھ ہے۔ یہ سیاہ بنی کی کتابیں اسرائیل کو مخا طلب کر کے ہے۔

”تسلا زندہ خدا، سب الافواج، ہمارے خدا کی انوں کو بگاڑ دیا (۲۲، ۳۷)“
 اسی رنگ میں قرآن مجید کی ایجازی کامیابیوں میں سے یہ حقیقت بھی ہے کہ اس خود
 یوں بھی اپنے آسمانی صحیفوں کی تنزیلِ مقصود کے قائل نہیں ہے۔ اس کے
 علاوہ اکا بر صافات، اقرار کر رہے ہیں کہ صرف مضامین و مطالب کا تعداد
 ہمارے انبیاء و اصفیاء کے قلب صافی پر ہوتا تھا، اور وہ حضرات انہیں
 الہامات کی بنا پر نوشتے تیار کر جاتے تھے۔

۴۲۵ یعنی اگر انگلی میں مبین اور دوا نہ ہو سب کچھ جان لینے سمجھ لینے کے بعد۔

۴۳۶ (۱) کہ کیسی سخت جبارت کر رہے ہیں۔) انہم فیہ ذرا بن عباسؓ سے
 انہم۔ جلاوطن کا ذیون (روح) ہے انہم قد خرفوا (بھرا)

۳۶۰ ابراہیم ذکر منافقین پر دیکھا شروع ہوا ہر جہز ہر دہنہ میں کچھ تو علامہ دین دشمن اسلام
تھے ہیں اور کچھ انکے علاوہ اس تلاش کے ہیں تھے کہ مسلمان کے سامنے اپنا
مسلمان ہونا ظاہر کرتے تھے۔ یہ ذکر انہیں منافقین کا ہے۔ یہی منافقین
من الہود (ابن جریر۔ عن ابن عباس)

۲۲۰ سے یعنی یہ دیکھ لیتے ہیں کہ آس پاس کوئی مسلمان تو نہیں ہے۔

۱۹۸۷ء میں دہرائی تعلیمات جو تمہاری مقدس کتابوں اور اسلامی معیوض میں محفوظ ہیں۔ شلف، خریابی کی نشاۃ اور علامتیں۔

یہ وجہ آپس میں ملے، تو ایک دوسرے کو جیل روتے کہہ رہے ہیں ان کی

بچے، بیاں اور خاص تعلیمات سبائوں پر کیوں ظاہر کر کے خوار، بخوار بنائے
انہ میں چارے فکرت منہا، روہیتے ہو؟ چلا کی وہ ہمارے ہی دولت

استادن کرنا چاہتے تھے۔ گویا: ارحمن یہ سمجھ رہا ہے کہ رسول اسلام اور پیر ہونے
اسلام کو جو کچھ بھی ظہر ہو سکا، محض انہیں کے بنائے ہی سے ہو سکتا ہے، اور

میں اسکے سوا ان پر علم و معارف کے سارے دروازے بند ہیں۔۔۔ یہ
جہں ہمیشہ اسی طبع کا تھا جس میں سارا فرشتگان منبھ ہے۔۔۔ لوگ قرآن پر

تبصرہ کرتے بیٹھتے ہیں تو اس مفروضہ کو بنیاد کار بنالیتے ہیں کہ قرآن میں جو کچھ
 یہی ہے وہ تو ریت و انجیل اور دوسرے انسانی ہی ذرائع سے اخذ و منتقل کیا

لفظ 'اوت' اب تو اکیہ۔ اصلاحی اصطلاح بن گئی ہے اور پہلے بھی اسکا رواج صرف اہل عرب کی زبان پر تھا۔ یہاں ایسے لوگوں کی زبان سے نقل ہو رہا ہے جو:

عرب سے اور نہ مسلم اس لیے انکا توبہ منہ اسے کروایا گیا ہے۔

۴۔ اولاً صلوات اللہ علیہ
ایسترون وایکلون
۵۔ ومنہ آیتون لا یعلمون
الکلب الا انما فی وان
ہرانا یکتون
۶۔ فلی لمدین کینون کتب
ابدرہم
۷۔ کیا یہ (ایسا بھی) نہیں جانتے کہ اللہ کو نبیہ
اُس (چیز) کی بھی ہے یہ چہ پاتے ہیں اور
اُس (چیز) کی بھی ہے یہ جانتے ہیں
اور ان میں اُن (چیز) ہیں کہ علم نہیں ہے
کتاب (اسی) کا بحر (جوئی) اور دونوں
کے اور بعض خیالات ہیں پڑے ہوتے ہیں
۸۔ خزانہ ہے اُنکی جو کھنے ہیں کتاب
(ذریعہ دیگر صحت) کو پہنچانے والی ہے

دوسرے سنی بیکی گئے ہیں کہ یہ جھوٹی روایتوں کی ثبوت خرافات
میں پڑے رہتے ہیں۔ اور یہ سنی اکثر اکابر سے منقول ہیں۔
اکا ذیب مختلفہ سودا من علامت من قبلہ علی التقلید (کثات) اکا ذیب
مختلفہ سودا من علامت من قبلہ علی التقلید قالہ ابن عباس ومجاہد
اختار الفراء (بحر)
"ہمارے بزرگ ہیں بخشنا اپنے" ہم مذاکے خاص مجاہدوں کی روایت ہیں
"ہمیں کیا غم"۔ اشارہ اس قسم کے خرافات مخالف کی طرف معلوم ہوتا ہے۔
"میں نہیں ہیں کہیں تو سچ کی زبان ہے" اور اس سے بڑھ کر وہ اس کی زبان
سے یہ کہی انہیں باطل ہے بلکہ اور طاقت و آزیوں کا ذکر بار بار آیا ہے۔
اب ذکر علماء بود کا شروع ہوتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۷)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ خود دوسری صاحب کے (جہادات کی نوعیت
اسلامی، جہاد کی نہیں) بلکہ اُس کی نوعیت یورپین انتہا کی ہے۔ اس سے
وہ سراسر غیر اسلامی ہے۔ لیکن خود دوسری صاحب اور انہیں سے بڑھتی
ہے اس شرعی لفظ کو غلط معنی پہنا رہے ہیں۔ اور اس طرح وہ بگڑتی رہتی
ہو جا رہی ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۸)

اور خداوندات الفاظ میں اپنے انعام یا نیکان کا پتہ دیتا ہے کہ وہ لایزال
انظر علیہم من الینین والصدیقین والشداد الصالحین مراد مستقیم
انست علیہم کی نزل نام پہنچنے کی تشریح دینا والودہ سہا کا مستقیم ہے
نہا سے سامنے ہے۔ اور وہ شہد ہے کہ بلا کی راہ ہے۔ ہرگز وہ نہ
کہ واقعہ کہ بلا کی راہ میں مستقیم ہونے والا یہ علیہم کی راہ ہے۔
وسادت میں حاصل کر رہا ہوں ہمارے اس میں نرمی کی کیا راہ ہے
بے۔ اور خدا کو کہ میں دولت کو تباد ہونے ہونے دیکھ کر (جسم علیہ السلام
نے دشت کر بلا کو اپنے اور اپنے لادلوں کے طون سے لادنا راہ اور انعام
اُس دولت کو ایک مرتبہ پھر لیں اور ایک مرتبہ پھر دنیا میں تو بنی اللہ
کو ناند ہو! ہوا دیکھ لیں۔ نہ آفریدو ما ان اکھد شد۔ ب عالمین (پھر گئی)

تصحیح نمبر

غلطی سے گذشتہ پرچہ میں مدن کا نمبر ۴۲ کے بجائے ۱۱ لگا گیا
ماہرین تصحیح فرمائیں۔

تحفہ خسروی

(جناب مریر صدیق کی ایک قدیم نالیق)
حاکم و محکوم کے! اسی تعلقات پر قرآن مجید و حدیث کے احکام
اور علماء اسلام حکما سے ہوا ان کے بہترین اقوال کا مجموعہ۔ سادہ و سہل
کے قلم سے لکھا گیا۔
مح نقی خاں۔ دربار بادشاہ۔ ضلع بارہ بک

۱۔ عذر کہم کے ایک معنی تو یہ ہو سکتے ہیں کہ عذر کہم کی القیاسی یا عذر کہم
فی الآخرة۔ یعنی قیامت کے دن اور آخرت میں وہ نہیں قایل کرنی چاہتا
بعض نے ہی معنی لیے ہیں۔ قال الاصح المراد بجا آج کم یم والقبتہ ذکیر
عذر کہم فی الآخرة وعلیہ
لیکن ذرا۔ گئے ہوئے معنی یہ ہیں کہ اس دنیا میں تم پر جمع قائم کر دیئے
عذر اللہ! یعنی محبت حقیقی و قوی۔ اس لیے کہ یہ وہ اول تو آخرت کے پورے
عذر و نائل بھی ہوتے۔ اور دوسرے وہاں محبت قائم کرنے کے لیے کسی لیے
ظاہری سارے کی ضرورت بھی نہ تھی، وہاں تو کشف حقائق از خود ہوا کرتا۔
تو گویا بیان احتجاج کتاب اللہ یا عذر اللہ سے قیاس کیا گیا ہے۔ اور عذر کا
تفسیر کی غفلت پر یہ اصرار کرتا ہے کہ انہوں نے ہور کے اصل معنی غفلت
آخرت کا علم رکھے بغیر بھی ہیں چلو اختیار کر لیا ہے۔
لیکن عذر علیکم یا انون کہم فی کتاب (ربیعنا دی) جہاد و جہاد کتاب اللہ
و عذر مجاہد عذر کا یہ قال عذر اللہ کا (ربیعنا دی) اسے فی علم اللہ ذکیر
من افعال) ہونی کتاب اللہ کہہ اور وہ اللہ کی (ایضاً واحد) کثات
۲۔ جو مسلمانوں کو اپنے اور انوں سے اپنی زبان سے واقف کیے دینے
اور ان کے ہاتھوں میں اپنے غلامت اختیار دینے دیتے ہو۔ ابھی تعزیر کا
ہو دی اپنے ہم قوموں سے جاری ہے۔

۳۔ (اور یہی اب چاہے سوال اور زمین کو افعالات دے سکتا ہے)۔
یوٹی سی! ہے کہ اللہ کے لیے ایسے امور کی اطلاع اپنے پیر کو دینا
شکل ہی کیا تھا۔ لیکن بے مغز ہے۔ اس امکان ہی کی طرف اپنا ذہن نہیں لیجالتے
تھے کہ شاید اس نوعی نبوت (م) کا خلق خدا تعالیٰ کے ساتھ واقف ہو
تھیک اس طرح جیسے آج بے مغزنگی اس امکان ہی کی طرف اپنا ذہن
نہیں لیجالتے کہ کہیں قرآن، انسانی تعجب کے بجائے واقعی خدا ہی کتاب

نہ ہو!
۴۔ ذکر عوام جو دکا ہے یہ عوام کا لانا نام نہ پڑے سکے باب (ادا
کی گیر کے بغیر اپنی دل کی گرامس ہوئی آدھوں اور دل خوش کن روایتوں میں پڑے
ست رہتے تھے۔
۵۔ (ایسی چیز ہے) ایسی چیز کہ ایک معنی تو یہ ہیں کہ یہ محض اپنی آرزو میں
پائے رہتے ہیں، جنہیں واقفیت و حقیقت سے لاعلمان نہیں، ایسی
انتخاب انسان (کیر) ذاتی آرزو و تمنا، کذب و تخریب (ایسی چیز)

صاحب انکم شعبہ تعلیم فرماتے ہیں

”آپ (یعنی مودودی صاحب) نے بتایا کہ ایک وقت تھا کہ میں خود رواجی اور نسلی مذہبیت کا قائل اور اس پر عمل پیرا تھا۔ جب ہر غل آیا تو محسوس ہوا کہ اس طرح محض الفاظ علیہ آباء کی پیروی ایک سمیٹ چڑھنے والا کارہا ہے۔ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ ہو اور اسلام کو از سر نو سمجھا، اور اس پر ایمان لائے۔ پھر آہستہ آہستہ اسلام کے مجموعی اور تفصیلی احکام کو سمجھنے اور معلوم کرنے کی کوشش کی۔“

مودودی صاحب کا یہ بیان ہمارے مذکورہ بالا بیان کا ناقابل رد ثبوت ہے۔ اور اس سے ایک خاص بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے ہی مجتہد اسلام بن چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے زائد جاہلیت میں جو بیلا اجتہاد فرمایا۔ وہ یہ تھا کہ ما الفیضا علیہ آباءنا سے ثابت ہوتا ہے کہ رواجی اور نسلی مذہبیت سراسر بے معنی چڑھ ہے اور جن لوگوں نے براہ راست کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے اسلام کو نہیں سمجھا انکا اسلام اسلام نہیں۔ خواہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔ اور جن لوگوں نے براہ راست کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے اسلام کو حاصل کیا ہے۔ وہ صحیح معنی میں مسلمان ہیں۔ اگرچہ سمجھنے والے نے اپنی ناقابلیت کی بنا پر اسے سمجھنے میں غلطی ہی کیوں نہ کی ہو۔ آپ کے اس اجتہاد سے آپ کی قانونی مہارت اور فقہانہ بصیرت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ اور اس سے آپ کو ان کے اجتہاد و استیلا قدر و قیمت بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ جو انہوں نے اس مجتہدانہ قابلیت کے ماتحت کیے ہیں۔ مودودی صاحب کی قانونی مہارت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو گا کہ وہ اب تک اجتہاد کے معنی میں نہیں بدلنے، چنانچہ جسکو شرعاً تفسیر و تخریص قانون بلکہ قانون سازی کہنا صحیح ہے۔ اسکو اجتہاد سمجھتے ہوئے ہیں۔ پھر قانونی مہارت کے لیے جس طرح اسکی ضرورت ہوگی قانون پر اسکی نظر ہو، یوں ہی اسکی بھی ضرورت ہے کہ اجتہاد کو سننے والا صاحب الرائے ہو چکیو کہ قانونی غلطی کا ایک سبب جس طرح قصور نظر ہے۔ یوں ہی غلط فہمی بھی اسکا ایک سبب ہے۔ لیکن مودودی صاحب کے اندر یہ دونوں باتیں بھی نہیں ہیں۔ مثلاً انہوں نے احادیث و روایات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ شوہر خواہ اپنی بیوی پر بالفاظ صریح ذات کا الزام لگائے یا اولاد کے متعلق کہے کہ وہ اسکی نہیں ہے۔ دونوں صورتوں میں حان واجب آتھیں۔ اس میں آپ نے قانون شہادت کو نظر انداز کر کے عام حکم لگا دیا ہے۔ حالانکہ یہ حکم عام نہیں ہے۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں سمجھا کہ حان حکم نشاء اعدہم اربع شہادت باللہ ایک شہادت ہے۔ اور اس لیے اسکی لیے حان کرنے والوں کا اہل شہادت ہونا ضروری ہے۔ اور باوجودیکہ فقر میں یہ چیز منصوص اور صریح ہے۔ مگر آپ نے اسکی طرف کوئی التفات نہیں کیا۔ پس اس کے بعد اس کے اندر قصور نظر اور قصور فہم دونوں باتیں آپ کی اس فاش غلطی کا سبب بنی ہیں

”مفتی محمود حق الزمیں“

(نمبر ۱)

از جناب مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی

(ترجمان القرآن میں لکھی جیسے کا ترجمہ ہوا ایک مضمون حقوق الزمیں پر مولانا سوانحی کے قلم سے نکلا تھا، نفی مثبت سے سخت قابل تنقید۔ اب اس پر یہ مفصل تنقید، سند و مستند و منسل علیہ) کے متعدد مسائل میں لکھی گئی ہے۔ سلسل ایک عمدہ محقق و محقق۔ تنقید کی جزئیات نیز اپنے لب و لہجہ کے ذریعہ اور تنقید نگار صاحب خود ہی ہیں۔ یہ تصریح مودودی تھی کہ کہیں شائد ذرا احمد کے مراسلوں کی طرح اس تنقید کی بھی ذمہ داری مبرا ممدنی ہی کے سر ڈال دی جائے۔ صدق آ

اب ہم حقوق الزمیں پر تبصرہ شروع کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس پر تبصرہ کے دو طریق ہیں۔ ایک اجمالی اور دوسرا تفصیلی۔ اس پہلے ہم اس پر اولاً اجمالی تبصرہ کرتے ہیں اور اس کے بعد تفصیلی تبصرہ کریں گے۔

تبصرہ اجمالی

ہر قانون میں اجتہاد کر کے لے لے دے چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک قانونی مہارت کی اور دوسرے نیک نیتی کی۔ جس جو اجتہاد بلحاظ قانونی مہارت کے ہو گا۔ اسکو اجتہاد کہنا صحیح نہیں۔ بلکہ اسکو قانون کی تفسیر اور تخریص کہنا چاہیگا۔ اسی طرح جو اجتہاد نیک نیتی پر مبنی نہ ہو گا، بلکہ اس کے اندر کوئی غرض خاص شامل ہوگی۔ وہ بھی اجتہاد کہلانے کا مستحق نہیں ہے بلکہ اسکو بھی تفسیر قانون اور تخریص ہی کہا جائے۔ قانونی مہارت کا مطلب تو ظاہر ہے۔ اب یہی نیک نیتی، سو اسکا مطلب یہ ہے کہ قانون میں اجتہاد کرنے والے کا مقصد صرف صحیح قانون معلوم کرنا ہو، اور اس سے زائد اسکا کچھ مقصد نہ ہو۔ اب جبکہ ہم مودودی صاحب کی طرف نظر کرتے ہیں تو انکو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں قانونی مہارت ہے نہ نیک نیتی۔ اس لیے ان کے وہ تمام اجتہادات جو انہوں نے حقوق الزمیں میں کیے ہیں سراسر تفسیر اور تخریص قانون ہیں اور انکو اجتہاد کہنا بالکل ہی غلط ہے۔ ہمارے اس بیان میں دو باتیں محتاج تشریح ہیں۔ ایک یہ کہ مودودی صاحب قانونی مہارت سے محروم ہیں۔ اور دوسری یہ کہ ان کے اندر نیک نیتی نہیں ہے۔ سوا ارادہ کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے قانون اسلام کو کسی ماہر قانون سے حاصل نہیں کیا۔ بلکہ انکو اسلام کے متعلق جو کچھ ادھوری اور ناقص معلومات حاصل ہوئی ہیں، وہ خود ان کے ذاتی مطالعہ کا نتیجہ ہیں۔ اور اس لیے انکی مثال بالکل اس یورپین کی ہے جو فرنگی مذہب کے ساتھ اسلامی لٹریچر کا ذاتی طور پر مطالعہ کر کے اصولی طور پر اسلام کو حق اور صحیح مذہب تسلیم کر لیا اور مسلمان ہو جاتا ہے، اور اپنے کو محقق اور مجتہد سمجھ کر اسلام کے اصول و فروع کے متعلق کچھ غلط اور کچھ صحیح نظریہ قائم کر لیتا ہے۔ ہمارے اس بیان کا ثبوت یہ ہے کہ ترجمان القرآن میں جماعت اسلامی کے پہلے اجتماع کی جو رویداد شائع ہوئی ہے اس میں مولانا

میں ایک تو گفتگو ہو دودی صاحب کی ہمارے قانون کے متعلق تھی۔ اب شک نہی
کو بھیجے۔ آپ کی تمام کتاب پر نظر ڈالنے سے کسی طرح یہ معلوم نہیں ہوتا کہ
آپ قانون از دواجن کے متعلق شریعت کے احکام معلوم کرنے کی کوشش
کرتے ہیں۔ بلکہ اسکے ہر ہر لفظ سے یہ بابت ظاہر ہوتی ہے کہ آپ پوپ
کے اصولی ذہن پرستی پر پورا ایمان رکھتے ہیں۔ اور خدا کے قانون کو
اپنے اس خیال پر تسلیم کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے کچھ بحث نہیں کہ وہ اگر
تسلیم ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ اور بعض بعض مقامات پر تو آپ کا رد یہ
شریعت قرآن سے سکاڑ کر کے قانون سازی کی مدد تک پہنچ جاتا ہے۔
چنانچہ آپ عورت کو اس کا حق دینا چاہتے ہیں کہ وہ اس مرد پر چڑھ
اسکو زمین طلاق دے دے۔ بدیہی میں ہر جاد کا دعویٰ کر کے اس سے ایک
ایسی رقم وصول کرے جسکی مقدار نصف ترک ہو۔ اور لعلان سے ہکار
پر دہ عورت کو حق دیتے ہیں کہ مرد پر پوپ کے قانون کے موافق دواجنیت
قرنی کا دعویٰ کر کے ایک مقول رقم ایٹھ لے۔ اور عورت کے ہکار پر
وہ اسکو تیسے عروم کر دینے کا مشورہ دیتے ہیں۔ حالانکہ شریعت میں
ان چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ حالت آپ کی نیک نیتی کی ہے۔
بس جبکہ آپ کے اندر یہ ہمارے قانون ہے: نیک نیتی تو انکے لیے
کسی طرح اسلام میں اجتہاد کا حق نہیں حاصل ہو سکتا۔ اور اسی حالت
میں انکا حقوق الزامین تصنیف فرما کر بالکل فکومت فی الفقہ میں
لا بعوت انعقد کا مصداق ہے۔ اور اس بنا پر آپ کی یہ کتاب اس قابل
ہی نہیں ہے کہ کوئی اہل علم اسکو نظر اٹھا کر دیکھے۔ چنانچہ اس پر
تغذیہ تبصرہ کرے۔ مگر مسلمانوں کی موجودہ حالت میں مجبور کرتی ہے
کہ ہم اسکی گراہیوں کو منظر عام پر لائیں تاکہ عام مسلمان اسکے ملکات
اور نیاہ کن اثرات سے محفوظ رہیں۔

موجودی صاحب نے اپنی کتاب حقوق الزامین میں حبش
کا رقم کے ایک نصیاء کا ایک دگر انقل کیا ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔
قانون اسلام جسکی طرف میں توجہ دلائی گئی ہے اور جو قدیم کتابوں میں
مذکور ہے۔ اس سے مدد میں پہلے اجتہاد اور دوسرے مالک میں
باری ہوا تھا۔ جسکے قانونی اور تمدنی حالات ہندوستان کے حالات
سے بالکل مختلف تھے۔ اس لیے انکائی مدد میں اس صحیح ہونا
کو دریافت کرنا چاہیے۔ جس پر کوئی حکم نہیں ہو۔ اور پھر قواعد اضافہ
نیک نیتی اور دوسرے ملکی قوانین اور تمدنی حالات کو پیش نظر رکھ کر
اسے نافذ کرنا چاہیے۔ حبش کا رقم کے اس خیال میں اور موجودی
صاحب کے خیال میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔ اس بنا پر ہم یہ
کہنے پر مجبور ہیں کہ موجودی صاحب کا طریق اجتہاد بھی اسلامی نہیں ہے
بلکہ وہ سراسر بدیہی ہے۔ حبش کا رقم میں اور موجودی صاحب میں اگر
کوئی فرق ہو سکتا ہے تو صرف یہ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے محمد بن اسلام
پر کوئی نکتہ جہشی نہیں کی بلکہ انکے مرتب کے ہوسے قانون کو صرف موجودہ
زمانہ کے مطابق نہیں بنایا۔ بلکہ خلافت موجودی صاحب کے اس انداز
دینا ہی نہیں کرتے بلکہ محمد بن اسلام پر جو حق سے سوائے حق نہیں

ہیں۔ اور انکے قوانین کو خلافت اسلام قرار دینے کی حجت کرتے ہیں۔ دوسرے
فرق یہ ہو سکتا ہے کہ حبش موصوت نصوص میں شریعت کرنے کی کوشش
نہیں کرتے بلکہ صرف اپنی عقل کو انصاف کا معیار قرار دیتے ہیں۔ بلکہ
موجودی صاحب کے کہ وہ اپنی عقل کو انصاف کا معیار قرار دینے کے
بعد نصوص کو اس پر تسلیم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سو یہ فرق کوئی
ایسا فرق نہیں ہے۔ جسکی بنا پر موجودی صاحب کے اجتہاد اور حبش
موصوت کے اجتہادوں کی نوعیت بدل جائے بلکہ یہ چیزیں ایسی ہیں
جو موجودی صاحب کے اجتہاد کو حبش موصوت کے اجتہاد سے بدتر
بناتی ہیں نہ کہ بہتر۔ موجودی صاحب نے حبش موصوت پر جو اعتراضات
کیے جاتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ پہلا اعتراض اس عبارت سے منب
نظر ہرے کہ ایک حاکم عدالت جو اسلامی قوانین سے اپنی تادیبیت کا
مستند ہے۔ اور اختلافات ان میں توفیق دینے کا اپنے آپ کو اہل
نہیں سمجھتا۔ وہ اسلامی قوانین میں اس ناقص علم کے ساتھ اجتہاد سے
کام لینے کو سلاہہ جائز ٹھہراتا ہے۔ لیکن یہ اعتراض اس لیے صحیح نہیں
یہ دونوں باتیں یعنی اسلامی قوانین سے تادیبیت ہونا اور انکے
اختلافات میں تسلیم دینے کا اہل نہ ہونا، میں طرح حبش کا رقم میں موجود
ہیں۔ اسی طرح خود موجودی صاحب میں بھی موجود ہیں۔ فرق آٹھ ہے
کہ حبش موصوت کو اپنے جہل کا اعتراف ہے۔ اور موجودی صاحب
کو اسکا اعتراف نہیں ہے۔ لیکن جب ہم خود موجودی صاحب کے اس
اعتراض پر نظر کرتے ہیں کہ نہ جانتا تھا جب نہیں جانتا کہ نہ جاننے
کی حالت میں اپنے کو جاننے والا سمجھنا۔ تو پھر یہ فرق کوئی ایسا فرق
نہیں رہتا جو موجودی صاحب کے لیے مفید ہو۔ بلکہ یہ اسکی لیے
سراسر مضر ہے۔ دوسرا اعتراض ان کا یہ ہے کہ اسے ایک عدالتی
فیصلہ میں یہ بات ظاہر کرنے سے کوئی تامل نہیں ہوتا اور قانون
پر اسلامی قانون کو نافذ کرنے میں صرف اسلامی قانون ہی کی مدد
کا پابند نہیں ہے۔ بلکہ اسکے ساتھ دوسرے قوانین ملکی اور تمدنی حالات
اور قواعد انصاف کے متعلق خود اپنے نظریات کا لحاظ کرنا بھی اسکے لیے
ضروری ہے۔ لیکن انکا یہ اعتراض بھی سراسر بے انصافی پر مبنی ہے۔ کیونکہ
یہ تمام باتیں خود موجودی صاحب میں بھی پوری طور پر موجود ہیں۔ چنانچہ
وہ اس قانون کو جسکی حبش کا رقم دائرہ حال کے مطابق نہیں کہتے سوسہ
سے اسلامی ہی نہیں مانتے۔ پھر وہ اپنی عقل سے قوانین انصاف بھی بناتے
ہیں اور اپنے جہل سے قوانین میں انکی قوانین کا بھی لحاظ کرتے ہیں
ملی ہذا وہ ان میں تمدنی حالات کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر
ہم نہیں سمجھتے کہ حبش موصوت نے وہ کونسی قابل اعتراض بات کی ہے
جس پر موجودی صاحب کو قابل اعتراض ٹھہرتے ہیں۔ الزام موجودی صاحب
کے یہ دونوں اعتراضات اضافی ہیں۔ کیونکہ حبش موصوت نے کوئی ایسا
قابل اعتراض کام نہیں کیا جو خود موجودی صاحب نے کر رہے ہوں۔ اب اگر
انکے لیے ایسا کرنا جائز نہ ہو تو حبش موصوت کے لیے کیوں ناجائز نہ ہوگا۔
انکے لیے بھی جائز نہیں تو انکی حبش موصوت پر اعتراض کیا کیا ہے۔

یادگار سیر و صد سالہ تاریخ مکران

(F)

لا الہ الا اللہ کہنے والا اور اس پر اپنی حیات و زندگی کی بنیاد رکھنے والا اور اسی کے ذریعہ حیات و آخرت کی تلاش کر رہا ہے والا حسینؑ کے لیے روئے والا اور حسینؑ کی غلامی پر فخر کرنے والا اگر حسینؑ کی طرح تم کو جو لوگوں کو مسلمان بنانے کی تباہی دیکھ کر توبہ نہیں کرتے۔ اگر حسینؑ طرح تم بھی سر دیئے لیکن باطل کی طاقت کے سامنے دست بردار نہ ہو مٹانے سے انکار کرتے کیلئے تیار نہیں ہو۔ اگر کلام کی منزل تم کو دلچسپ و قربانی نہیں دے رہی ہے۔ اگر دنیوی زندگی کا عیش و آرام اپنے آراستہ و مکمل مکان اپنی دولت کے ذمیر اپنے جوی بچے اور عزیز بھائیوں کے لیے مناسب و مہیا و مراتب تم کو لا الہ کے زیادہ محبوب ہیں تو اپنے جھوٹے دعوے محبت حسین علیہ السلام سے قلب حسین پر شجر شمس سے تیز تر غیر نہ چلاؤ اگر تمہاری پیشانی زیر بغیر بھی صرٹ مٹا دے و احد و تنہا کے لیے سجدہ و ریزہ نہیں ہو سکتی، اگر تم راہ حق میں سب کچھ کھینچ کر بھی سکرا نہیں سکتے، اگر تم کلام کے گھوڑوں کی ٹاپوں میں روئے جا کر یہی سلطان بنی الا علی نہیں پکار سکتے، اگر تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی تعلیمات قرآنی کو دنیا سے منسوب کر کے گمراہی برداشت کر سکتے ہو، تو خدا کا واسطہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خون شہید کر بلا کا واسطہ اپنی نسبتوں کو دامن حسینؑ سے وابستہ کر کے اسکو آلودہ نہ کرو۔ محرم کا چاند ہر سال افق مغرب پر طلوع ہوتا ہے اور اپنی چلی تیلی نمازک انگلیوں سے کر بلا کے میدان کی طرف اشارہ کرتا اور مسلمان کو یاد دلانا ہے کہ اسکی زندگی کی منزل راہ حق میں نہایت ہے۔ یزید دنیا سے بٹ نہیں گئے اور کر بلا کے دامن نے حسینؑ کو چھپا نہیں لیا۔ ہمیشہ یزید پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے۔ دنیا کو ہمیشہ حسین کی ضرورت رہی ہے اور ہمیشہ رہیگی۔ یزید کو دیکھنے کے لئے حسین علیہ السلام کی نگاہ اور یزید کے منہ کے بلے حسینؑ کا دل چاہیے۔ یہ طاقت جو باطل کی غلبہ دہ ہے اور قوائیں انہی سے گریز کرتا جا رہی ہے۔ یزیدیت کی اور ہر وہ مرد حق پرست جو قوائیں اللہ کا نفاذ چاہتا ہے اور حکمت اللہ کا ستی ہے راہ حسینؑ پر گامزن ہے۔ اگر سیزدہ صد سالہ گمراہ کر بلا وہ فردان راہ حسینؑ کے لیے کوس رحیل نہ بنی تو اس پر جو محنت ہو رہی ہے اور جو دقت مرت ہو ایں اسے منافع شدہ سمجھنا ہوں۔

امام حسین علیہ السلام جانتے تھے کہ الا ائد کی بنیاد دار البر پر قائم ہے۔
اسلام اہل کی فلاح سے شروع ہوا ہے اور حق کے انجیل پر مبنی ہے۔
مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں رہ سکتا جب تک کہ ان سب تہذیبوں
کی نفی نہ کرے جو خدا کے سوا ہے۔ ان کے بتائے ہوئے بتوں اور بتوں کے
فلاں سے اپنے اذرا تہذیبوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ مسلمان الا ائد کے راستہ
میں مٹ سکتا ہے لیکن لا الہ سے بڑا نہیں جاسکتا۔ کربلا کے اس باب کا
واقعیہ فی الحقیقت اسلام کی اسی بنیاد پر اور اساسی تعلیم کی تکمیل
پا شہد ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر کسی کی حقیقت سنا
سنا ہوں گے دیکھا اور حق پائش نگاہ چلا اٹھی ہے
مقا کہ بنا سے لا الہ است حسین

اس لیے آذوقہ کے قانونِ فطرت ہی، پہلے کہ خدا کی ربوبیت
 نے حجب نہیں انسان کی تربیت :۔ عانی کا قصد فرمایا اور اسکو صراہاً
 مستقیم و کمالاً پچا ہی آؤ انھیں میں سے اپنے لیے بندوں کو منتخب
 کر دیا جو انکو اپنے پیام :۔ عمل کے ذریعہ خدا سے قریب تر کر سکیں۔ ان
 میں ان حق کا سب سے پہلا کام یہ :۔ **لا الہ الا اللہ** کا درس دینے سے
 پہلے انھوں نے **لا الہ الا اللہ** کی تبلیغ کی :۔ **وہم من تیشہ لا الہ الا اللہ** :۔ ہر
 اور شائبہ و آراء کے قیام محسوس و ذرا لگہ فوج کی دینا سے اُن جہا
 نیز اس کی تبلیغ کی جو خدا اگر بڑا ہے، اس کی سورت میں جاگزیں ہو چکے
 تھے۔ **ابراہیم خلیل اللہ** کے یہ :۔ **ہن ذل اذری سار کرنا آسان** تھا
 لیکن قلبِ مرزد کو بڑا مشکل :۔ **عصا سے موسیٰ** سا حوان مصر کے دہشت
 انگیز باد کو تو ختم :۔ تھا لیکن فرعون سے دعوے **اما کہم لا علی**
 کے ضبط کو نہ سہا :۔ **ابن مریم** کے اس و نظر نے ابرص :۔ اعلیٰ کو تو چھا
 کر :۔ :۔ **دون** کو تو یکم خدا بھلا دیا :۔ لیکن **اجار یود** اور **اکا بر دم** کی
 :۔ **اشناسی** کا دور کرنا آسان نہ تھا :۔ خدا اگر بڑی و حق فراوشی کے
 :۔ **جناہ** :۔ راستہ آگ کی پتا :۔ **تلازم** و **آج** اور **علیب** کی سمجھ سے
 ہو کر گزرتا تھا :۔ یہ اور اسکے قیام کبھی کا سیاب ہوئے اور کبھی نہ ہو سکے :۔ لیکن
 جو نہ ہوئے اُنھوں نے اس راستہ میں اپنے آپ کو نہ کر کے اپنے بعد آنے
 والے :۔ **وزدان** :۔ **لا الہ الا اللہ** کے بے نقش قدم چھوڑے آج بھی ہم کبھی
 حق و قربانی کے ذریعہ اور کبھی آیاتِ قرآنی کو تکرات کر کے انکی نگہ :۔ تازہ
 بارہ حق کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں تاکہ اپنی زندگی میں اگر ایسے ہی
 مواقع پیدا ہوں تو انکے طرزِ عمل کو اپنا وظیفہ حیات بناتے رہیں :۔ اور یہی
 وجہ ہے کہ اُنکے اسوا حسنہ کی اتباع ہم پر واجب کی گئی :۔ **خاتم النبیین محمد**
روح اللہ صلعم کی بعثت نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا لیکن **خاتم نبوت** سے
منور ہو کر دنیا کی تاریکیوں کو مستحلی کرنے والوں کا سلسلہ دشت کو بلا سے

